

الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه

صحيح البخاري

للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي رحمه الله

١٩٤ هـ ————— ٢٥٦ هـ

www.KitaboSunnat.com

ترجمته وتشرجه

مولانا محمد داور آرزو

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الصمد

مقدمه

حافظ زبير علي زبي

تخریج

فضيلة الشيخ احمد زهوه فضيلة الشيخ احمد عناية

دار العالم

معزز قارئین توجہ فرمائیں

■ کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔

■ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔

■ دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

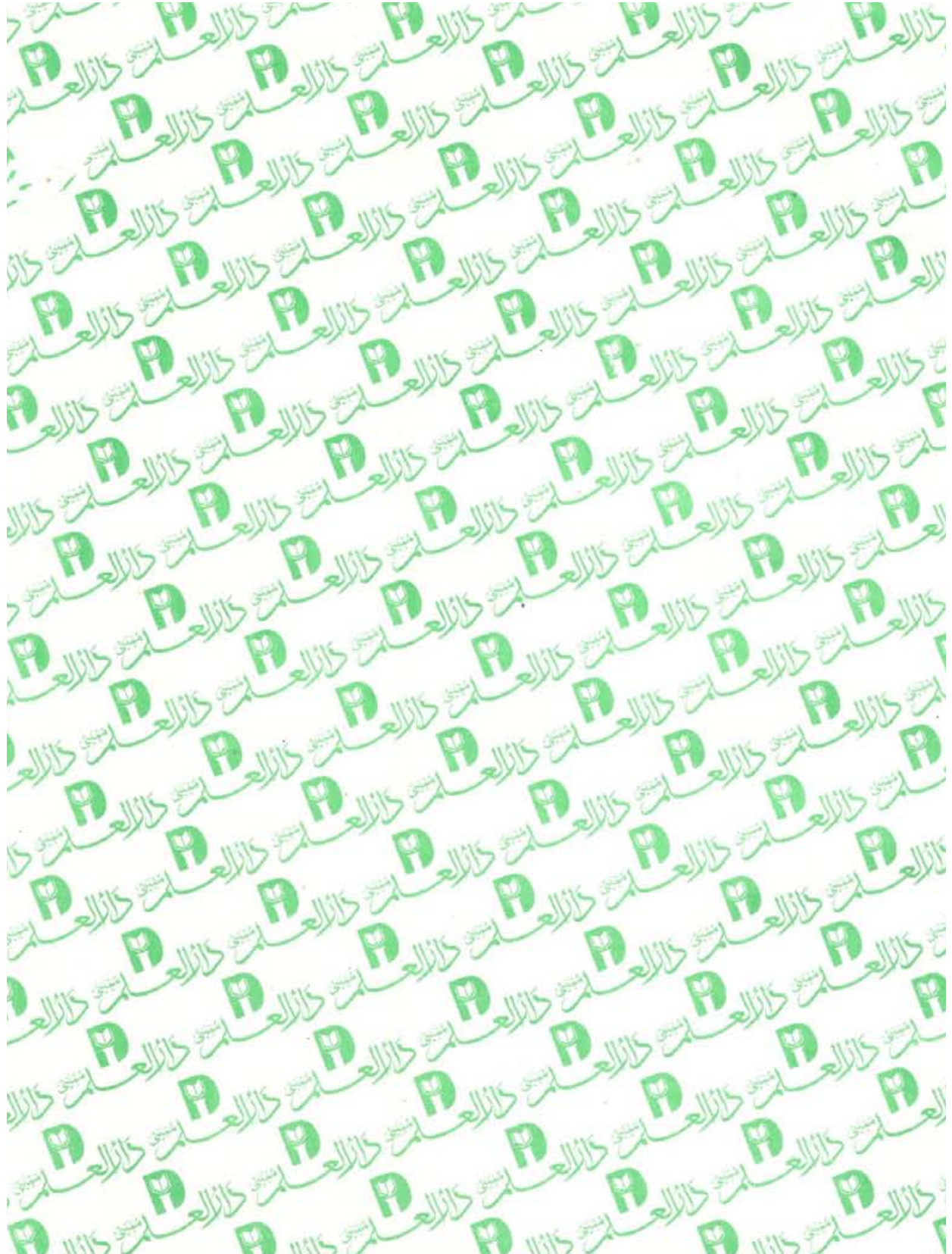
ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com



الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وآيامه

صحيح بخارى

الإمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى رحمه الله

١٩٤ هـ ————— ٢٥٦ هـ

ترجمه و تشریح

مولانا محمد رفیع اور راز

جلد اول

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحار

مقدمه

حافظ زبیر علی ٹی

تخریج

فضیلة الشيخ احمد زهوية فضیلة الشيخ احمد عنایة



دارالعلوم
دہلی



© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات دارالعلم نمبر 150

| | | |
|------------------------|---|--------------------------------|
| نام کتاب | : | صحیح البخاریؒ |
| تالیف | : | الامام محمد بن اسماعیل البخاری |
| ترجمہ و تشریح | : | مولانا محمد داؤد راز |
| جلد | : | اوّل |
| ناشر | : | دارالعلم، ممبئی |
| طابع | : | محمد اکرم مختار |
| تعداد اشاعت (بار اوّل) | : | ایک ہزار |
| تاریخ اشاعت | : | ستمبر ۲۰۱۲ء |



ABU UMAIMAH OWAIS

دارالعلم
DARUL ILM

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)

Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231

Fax : (+91-22) 2302 0482

E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 130 | توان کا راستہ چھوڑ دو یعنی ان سے جنگ نہ کرو | 21 | عرض ناشر |
| 131 | جس نے کہا ہے کہ ایمان عمل (کا نام) ہے | 23 | تقدیم |
| 134 | جب حقیقی اسلام پر کوئی نہ ہو | 58 | مقدمہ |
| 135 | اسلام پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے | 77 | کِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ |
| 138 | خانہ کی ناشکری کے بیان میں | 77 | رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ |
| 137 | گناہ جاہلیت کے کام ہیں | 99 | کِتَابُ الْإِيمَانِ |
| 139 | اس بیان میں کہ بعض ظلم بعض سے اودنی ہیں | 99 | اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے |
| 139 | مناقض کی نشانیوں کے بیان میں | 111 | ایمان کے کاموں کا بیان |
| 141 | شب قدر کی بیداری بھی ایمان (ہی میں داخل) ہے | 114 | مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے |
| 141 | جہاد بھی جزو ایمان ہے | 114 | رہیں |
| 142 | رمضان شریف کی راتوں میں نقلی قیام کرنا بھی ایمان میں | 115 | کون سا اسلام افضل ہے؟ |
| 142 | سے ہے | 116 | بھوکے ناداروں کو کھانا کھلانا بھی اسلام میں داخل ہے |
| 143 | خالص نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھنا | 116 | مسلمان جو اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی چیز اپنے بھائی |
| 143 | اس بیان میں کہ دین آسان ہے | 117 | کے لیے دوست رکھے |
| 144 | اس بارے میں کہ نماز ایمان کا جزو ہے | 117 | رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا بھی ایمان میں داخل ہے |
| 145 | آدمی کے اسلام کی خوبی کے درجات کیا ہیں | 118 | ایمان کی مٹھاس کا بیان |
| 145 | اللہ کو دین (کا) وہ (عمل) سب سے زیادہ پسند ہے جس کو | 121 | انصاری کی محبت ایمان کی نشانی ہے |
| 146 | پابندی سے کیا جائے | 122 | میں نے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو شریک |
| 146 | ایمان کی کمی اور زیادتی کے بیان میں | 122 | نہیں بناؤں گا |
| 148 | زکوٰۃ دینا اسلام میں داخل ہے | 123 | فتنوں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں شامل ہے |
| 149 | جتازے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے | 124 | فرمان رسول: "میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔" |
| 149 | مؤمن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کے اعمال مٹ نہ جائیں | 125 | جو آدمی کفر کی طرف واپسی کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے، |
| 152 | جبریل علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ سے اسلام، احسان اور قیامت | 125 | تو اس کی یہ روش بھی ایمان میں داخل ہے |
| 152 | کے علم کے بارے میں پوچھنا | 127 | ایمان والوں کا عمل میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا |
| 152 | رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ | 129 | شرم و حیا بھی ایمان سے ہے |
| 154 | رہے ہیں | 154 | اگر وہ (کافر) تو بہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں |
| 154 | جو اپنا دین قائم رکھنے کے لئے گناہ سے بچ گیا | | |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 178 | اس بارے میں کہ بچے کا حدیث مننا کس عمر میں صحیح ہے؟ | 155 | مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی ایمان سے ہے |
| 179 | علم کی تلاش میں نکلنے کے بارے میں | 157 | عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتے |
| 180 | پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے بیان میں | 158 | دین سچے دل سے فرمانبرداری اور اس کے رسول اور مسلمان |
| 181 | علم کے زوال اور جہالت کے پھیل جانے کے بیان میں | 161 | حاکموں اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے |
| 181 | علم کی فضیلت کے بیان میں | 161 | کِتَابُ الْعِلْمِ |
| 182 | جانور وغیرہ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا جائز ہے | 161 | علم کی فضیلت کا بیان |
| 182 | جو ہاتھ یا سر کے اشارے سے فتویٰ کا جواب دے | 161 | جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اپنی کسی |
| 184 | رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو اس پر آمادہ کرنا | 162 | دوسری بات میں مشغول ہو |
| 184 | کہ وہ ایمان لائیں اور علم کی باتیں یاد رکھیں اور پیچھے رہ | 162 | جس نے علمی مسائل کے لیے اپنی آواز کو بلند کیا |
| 184 | جانے والوں کو بھی خبر کر دیں | 163 | محدث کا لفظ حدثنا وخبیرنا وانبانا استعمال کرنا صحیح ہے |
| 185 | جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لیے سفر کرنا کیسا ہے؟ | 163 | استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے ان سے کوئی سوال |
| 186 | علم کے لیے اپنی اپنی باری مقرر کرنا درست ہے | 164 | کرے (یعنی امتحان لینے کا بیان) |
| 187 | استاد شاگردوں کی جب کوئی ناگوار بات دیکھے | 165 | شاگرد کا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا |
| 189 | جو امام یا محدث کے سامنے دو زانوادب کے ساتھ بیٹھے | 169 | اہل علم کا علمی باتیں لکھ کر دوسرے شہروں کی طرف بھیجنا |
| 190 | کوئی شخص سمجھانے کے لیے بات کو تین مرتبہ دہرائے | 171 | وہ شخص جو مجلس کے آخر میں بیٹھ جائے اور وہ شخص جو درمیان |
| 191 | مرد کا اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دینا ضروری ہے | 171 | میں جہاں جگہ دیکھے بیٹھ جائے |
| 192 | امام کا عورتوں کو بھی نصیحت کرنا اور تعلیم دینا ضروری ہے | 171 | بسا اوقات وہ شخص جسے (حدیث) پانچپائی جائے سننے والے |
| 193 | علم حدیث حاصل کرنے کی حرص کے بارے میں | 171 | سے زیادہ (حدیث کو) یاد رکھ لیتا ہے |
| 193 | اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھایا جائے گا؟ | 172 | علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے |
| 194 | عورتوں کی تعلیم کے لیے کوئی خاص دن مقرر کرنا | 173 | نبی ﷺ کا لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت فرمانے اور |
| 194 | جو شخص کوئی بات سنے اور نہ سمجھے تو دوبارہ دریافت کر لے | 174 | تعلیم دینے کے بیان میں ہتا کہ انہیں ناگوار نہ ہو |
| 195 | تا کہ وہ اسے (اچھی طرح) سمجھ لے یہ جائز ہے | 174 | استاد اپنے شاگردوں کے لیے اوقات مقرر کر سکتا ہے |
| 196 | جو لوگ موجود ہیں وہ غائب شخص کو علم پہنچائیں | 174 | اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی |
| 197 | رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ | 174 | سمجھ عنایت فرماتا ہے |
| 199 | دینی علم کو قلم بند کرنے کے جواز میں | 175 | علم میں سمجھ داری سے کام لینے کا بیان |
| 202 | رات کو تعلیم دینا اور وعظ کرنا جائز ہے | 176 | علم و حکمت میں رشک کرنے کے بیان میں |
| 203 | سونے سے پہلے رات کے وقت علمی باتیں کرنا جائز ہے | 176 | موسیٰ علیہ السلام کے حضور حضور ﷺ کے پاس دریا میں جانے کے |
| 204 | علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں | 176 | ذکر میں |
| 206 | عالموں کی بات خاموشی سے سننا ضروری ہے | 177 | نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ اسے قرآن کا علم عطا فرمائے! |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|---|
| 227 | بیت الخلاء کے قریب پانی رکھنا بہتر ہے | 206 | جب کسی عالم سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ |
| | اس مسئلہ میں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے لیکن جب کسی عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں | 210 | کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا جو بیٹھا ہوا ہو جائز ہے |
| 227 | | 210 | حج میں پتھر پھینکنے کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا جائز ہے |
| 228 | دو اینٹوں پر بیٹھ کر قضاے حاجت کرے تو کیا حکم ہے؟ | 211 | اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے |
| 229 | عورتوں کا قضاے حاجت کے لیے باہر نکلنے کا کیا حکم ہے؟ | | کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) |
| 230 | گھروں میں قضاے حاجت کرنا ثابت ہے | 212 | باتوں میں ہتھلنا نہ ہو جائیں |
| 231 | پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے | | علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی |
| 231 | کسی شخص کے ہمراہ اس کی طہارت کے لیے پانی لے جانا | 213 | حصول علم میں شرمانا مناسب نہیں ہے |
| 232 | استنجا کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ بھی لے جانا ثابت ہے | 215 | مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں جو شخص کسی وجہ سے شرمائے |
| 232 | داہنے ہاتھ سے طہارت کرنے کی ممانعت ہے | 217 | مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتویٰ دینا جائز ہے |
| 233 | پیشاب کے وقت اپنے عضو کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے | 217 | سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دینا |
| 233 | پتھروں سے استنجا کرنا ثابت ہے | 218 | کِتَابُ الْوُضُوءِ |
| 234 | اس بارے میں کہ گوبر سے استنجا نہ کرے | 219 | وضو کے بارے میں |
| 234 | وضو میں ہر عضو کو ایک ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے | 219 | نماز بغیر پائی کے قبول ہی نہیں ہوتی |
| 234 | وضو میں ہر عضو کو دو دو بار دھونا بھی ثابت ہے | 220 | وضو کی فضیلت کے بیان میں اور ان لوگوں کی فضیلت میں جو قیامت کے دن وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے |
| 235 | وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے | 220 | جب تک (وضو) نونے کا پورا یقین نہ ہو محض شک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے |
| 236 | وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے | 221 | ہلکا وضو کرنا بھی درست اور جائز ہے |
| 236 | طاق عدد (ڈھیلیوں) سے استنجا کرنا چاہیے | 223 | وضو پورا کرنے کے بارے میں دونوں ہاتھوں سے چہرے کا صرف ایک چلو (پانی) سے دھونا بھی جائز ہے |
| 237 | دوڑوں پاؤں دھونا چاہیے اور قدموں پر سج نہ کرنا چاہیے | 223 | ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی ضروری ہے |
| 237 | وضو میں کلی کرنا | 224 | بیت الخلاء جانے کے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟ |
| 238 | ایڑیوں کے دھونے کے بیان میں | 226 | |
| 238 | جوتوں کے اندر پاؤں دھونا اور جوتوں پر سج نہ کرنا چاہیے | | |
| 239 | وضو اور غسل میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا ضروری ہے | | |
| 240 | نماز کا وقت ہو جانے پر پانی کی تلاش ضروری ہے | | |
| 240 | جس پانی سے بال دھوئے جائیں اس پانی کا استعمال | | |
| 241 | جب کتا برتن میں سے پی لے تو کیا کرنا چاہیے | | |
| 241 | بعض لوگوں کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کی راہ سے کچھ نکلنے سے وضو نثا ہے | | |
| 244 | | | |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 270 | اپنے کسی ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ لینا | 247 | اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے |
| 271 | کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا | 248 | بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن |
| 271 | حیض کا خون دھونا ضروری ہے | | بعض علما کے نزدیک صرف بے ہوشی کے شدید دورہ ہی سے |
| 272 | منی کا دھونا اور اس کا کھر چنا ضروری ہے | 249 | وضو ٹوٹتا ہے۔ معمولی بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا |
| | اگر منی یا کوئی اور نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے | 250 | اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے |
| 273 | اور (پھر) اس کا اثر نہ جائے (تو کیا حکم ہے؟) | 251 | ٹخنوں تک پاؤں دھونا ضروری ہے |
| 274 | اونٹ، بکری اور چوپایوں کا پیشاب | 252 | لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا |
| 275 | ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر جائیں | 254 | ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنا |
| 277 | ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے | 254 | سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں |
| 277 | جب نمازی کی پشت پر کوئی نجاست ڈال دی جائے | | خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کا بچا ہوا پانی |
| 279 | کپڑے میں تھوک اور رینٹ وغیرہ لگ جانا | 255 | استعمال کرنا جائز ہے |
| 279 | ننید سے اور کسی نشہ والی چیز سے وضو جائز نہیں | 255 | نبی ﷺ کا ایک بے ہوش آدمی پر اپنے وضو کا پانی چھڑکنا |
| 280 | عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا جائز ہے | 256 | لگن، پیالے، لکڑی اور پتھر کے برتن سے غسل اور وضو |
| 281 | مسواک کرنے کا بیان | 258 | طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں |
| 281 | بڑے آدمی کو مسواک دینا ادب کا تقاضا ہے | 259 | مد سے وضو کرنے کے بیان میں |
| 282 | رات کو وضو کر کے سونے والے کی فضیلت کا بیان | 260 | موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں |
| 284 | کِتَابُ الْغُسْلِ | 263 | وضو کر کے موزے پہننے کے بیان میں |
| 284 | قرآن حکیم میں غسل کے احکام | 263 | بکری کا گوشت اور ستوا کرنا وضو نہ کرنا ثابت ہے |
| 285 | غسل سے پہلے وضو کر لینا چاہیے | 264 | کوئی شخص ستوا کرنا صرف کلی کرے اور نیا وضو نہ کرے |
| 286 | مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا درست ہے | 264 | کیا دودھ پی کر کلی کرنی چاہیے؟ |
| 286 | ایک سال عیاشی طرح کسی چیز کے ذرن بھر پانی سے غسل کرنا چاہیے | 265 | سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں |
| 287 | جو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے | 265 | بغیر حدث کے بھی نیا وضو کرنا جائز ہے |
| 288 | صرف ایک مرتبہ بدن پر پانی ڈال کر اگر غسل کیا جائے | 266 | پیشاب کے چھینٹوں سے نہ چننا کبیرہ گناہ ہے |
| 289 | جس نے حلاب سے یا خوشبو لگا کر غسل کیا | 267 | پیشاب کو دھونے کے بیان میں |
| 290 | غسل جنابت کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا | | رسول کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دیہاتی کو چھوڑ دینا |
| 290 | گندگی پاک کرنے کے بعد ہاتھ منی سے ملنا | 268 | جب تک کہ وہ مسجد میں پیشاب سے فارغ نہ ہو گیا |
| 291 | جنسی کا اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں ڈالنا | 268 | مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دینے کے بیان میں |
| 292 | غسل میں اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گرانا | 269 | بچوں کے پیشاب کے بارے میں |
| 293 | غسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا بھی جائز ہے | 270 | کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 312 | حیض والی عورت روزے چھوڑ دے بعد میں قضا کرے | 293 | جس نے جماع کیا اور پھر دوبارہ کیا اور جس نے اپنی کئی بیویوں سے ہم بستر ہو کر ایک ہی غسل کیا |
| 313 | حائضہ کا طواف کے علاوہ دیگر ارکان حج ادا کرنا | 295 | مذی کا دھونا اور اس کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے |
| 315 | استحاضہ کے بیان میں | 295 | جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اب بھی باقی رہا |
| 315 | حیض کا خون دھونے کے بیان میں | 296 | پالوں کا خلال کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہو گئی تو اس پر پانی بہا دینا (جائز ہے) |
| 316 | مستحاضہ کا اعکاف میں بیٹھنا | 296 | جس نے جنابت میں وضو کیا پھر اپنے تمام بدن کو دھویا لیکن وضو کے اعضا کو دوبارہ نہیں دھویا |
| 317 | کیا عورت اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا ہو؟ | 296 | جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے یاد آئے کہ کھج کو نہانے کی حاجت ہے تو اسی طرح نکل جائے اور تیمم نہ کرے |
| 317 | عورت حیض کے غسل میں خوشبو استعمال کرے | 297 | غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑنا |
| 318 | حیض سے پاک ہونے کے بعد کیسے غسل کرے | 298 | جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل کیا |
| 319 | حیض کا غسل کیونکر ہو؟ | 298 | جس نے تہائی میں ننگے ہو کر غسل کیا اور جس نے کپڑا باندھ کر غسل کیا اور کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے |
| 319 | عورت کا حیض کے غسل کے بعد کنگھی کرنا جائز ہے | 299 | لوگوں میں نہاتے وقت پردہ کرنا ضروری ہے |
| 320 | حیض کے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا | 300 | جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل واجب ہے |
| 320 | اللہ عزوجل کا قول: کامل الخلق اور ناقص الخلق | 302 | جنسی کا پسینہ اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا |
| 321 | حیض والی عورت حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟ | 302 | جنسی گھر سے باہر نکل سکتا اور بازار وغیرہ جاسکتا ہے |
| 322 | حیض کا آنا اور اس کا ختم ہونا کیونکر ہے؟ | 303 | غسل سے پہلے جنسی کا گھر میں ٹھہرنا جب کہ وضو کر لے |
| 322 | حائضہ عورت نماز قضا نہ کرے | 303 | بغیر غسل کئے جنسی کا سونا جائز ہے |
| 323 | حائضہ عورت کے ساتھ سونا | 303 | جنسی پہلے وضو کر لے پھر سوئے |
| 324 | جس نے اپنی عورت کے لیے حیض کے لیے پاکی میں اپنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ کپڑے بنائے | 304 | جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں |
| 324 | عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعائیں حائضہ عورتیں بھی شریک ہوں | 305 | اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے |
| 326 | اگر کسی عورت کو ایک ہی مہینہ میں تین بار حیض آئے؟ | 308 | کِتَابُ الْحَيْضِ |
| 328 | زر داور میلا رنگ حیض کے دنوں کے علاوہ ہوتا؟ | 308 | اس بیان میں کہ حیض کی ابتدا کس طرح ہوتی |
| 328 | استحاضہ کی رگ کے بارے میں | 309 | بیوی کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھی کرنا |
| 329 | جو عورت حج میں طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو | 310 | مرد کا اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا |
| 330 | جب مستحاضہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟ | 310 | اس شخص سے متعلق جس نے نفاس کا نام بھی حیض رکھا |
| 330 | نفاس میں مرنے والی عورت پر نماز جنازہ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ | 311 | حائضہ کے ساتھ مباشرت کرنا |
| 331 | | | |
| 333 | کِتَابُ التَّيْمِمْ | | |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|--|
| 367 | چھت اور نمبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کے بارے میں | 335 | جب نہ پانی ملے اور نہ مٹی تو کیا کرے؟ |
| 370 | سجدے میں آدی کا کپڑا اس کی عورت سے لگ جائے؟ | 335 | اقامت کی حالت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے |
| 370 | بورے پر نماز پڑھنے کا بیان | | تیمم کی پر تیمم کے لیے ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں کو پھونک |
| 371 | کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا | 336 | کران کو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مل لینا کافی ہے؟ |
| 371 | بچھونے پر نماز پڑھنا جائز ہے | 337 | تیمم میں صرف منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے |
| 372 | سخت گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے | 339 | پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے پانی کی جگہ وہ اس کو کافی ہے |
| 373 | جو توں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے | | جب جینی کو غسل کی وجہ سے مرض بڑھ جانے کا یا فوت ہونے |
| 373 | موزے پہننے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے | 343 | کا یا پانی کے کم ہونے کی وجہ سے بیاس کا ڈر ہو |
| 374 | جب کوئی پورا سجدہ نہ کرے؟ | 344 | تیمم میں ایک ہی دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے |
| | سجدہ میں اپنی بظلوں کو کھلی رکھے اور اپنی پسیلوں سے ہردو | 347 | کِتَابُ الصَّلَاةِ |
| 374 | کہنیوں کو جدار کھے | 347 | شب معراج میں نماز کس طرح فرض ہوئی؟ |
| 375 | قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت | 351 | کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے |
| 376 | مدینہ اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان | 352 | نماز میں گدلی پر تہبند باندھنے کے بیان میں |
| 377 | اللہ عزوجل کا ارشاد: ”مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ“ | 353 | صرف ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا |
| 380 | مسلمان جہاں بھی رہے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرے | 355 | جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھے تو اس کو منڈھوں پر ڈالے |
| 382 | قبلہ سے متعلق مزید احادیث | 356 | جب کپڑا تنگ ہو تو کیا کیا جائے؟ |
| 384 | مسجد میں تھوک لگا ہوا ہاتھ سے اس کا کھرچ ڈالنا | 357 | شامی چبڑ میں نماز پڑھنے کے بیان میں |
| 385 | مسجد میں ریخت کو لکڑی سے کھرچ ڈالنا | | بے ضرورت ننگا ہونے کی کراہیت نماز میں ہو یا اور کسی حال |
| 385 | نماز میں اپنے دائیں طرف نہ تھوکتا چاہیے | 358 | تیس اور پاجامہ اور جاکتیا اور قبائین کر نماز پڑھنا |
| 386 | بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنے کے بیان میں | 358 | ستر کا بیان جس کو ڈھانکتا چاہیے |
| 387 | مسجد میں تھوکنے کا کفارہ | 359 | بغیر چادر اوڑھے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا |
| 387 | مسجد میں بلفم کو مٹی کے اندر چھپا دینا ضروری ہے | 361 | ران سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں |
| | جب نماز میں تھوک کا غلبہ ہو تو نماز کی اپنے کپڑے کے | 362 | عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ |
| 388 | کنارے میں تھوک لے | 365 | حاشیہ (تیل) لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا |
| | امام لوگوں کو یہ نصیحت کرے کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور | 365 | ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا مور تیں |
| 388 | قبلہ کا بیان | 366 | بنی ہوں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ |
| 389 | کیا یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں خاندان والوں کی ہے | 366 | جس نے ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھی پھر اسے اتار دیا |
| 390 | مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لگانا | 367 | سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا |
| 391 | بے مسجد میں کھانے کے لیے کہا جائے | | |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|---|
| 412 | مسجد کے منبر پر مسائل خرید و فروخت کا ذکر کرنا درست ہے | 391 | مسجد میں فیصلے کرنا |
| 414 | قرض کا تقاضا اور قرض دار کا مسجد تک پہنچا کرنا | 392 | جب کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو تو کیا جس جگہ وہ چاہے وہاں نماز پڑھے |
| 414 | مسجد میں جھاڑو دینا | 393 | بوقت ضرورت گھروں میں جائے نماز مقرر کر لینا جائز ہے |
| 415 | مسجد میں شراب کی سوداگری کی حرمت کا اعلان کرنا | 395 | مسجد میں داخل ہونے اور دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے ابتدا کرنے کے بیان میں |
| 415 | مسجد کے لیے خادم مقرر کرنا | 395 | کیا دور جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟ |
| 416 | قیدی یا قرض دار جسے مسجد میں باندھ دیا گیا ہو جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس کو غسل کرانا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا | 397 | بکریوں کے پاؤں میں نماز پڑھنا |
| 417 | مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا | 398 | اونٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا |
| 418 | ضرورت سے مسجد میں اونٹ لے جانا | 398 | اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تورا یا آگ ہو مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہت کے بیان میں |
| 419 | مسجد میں کھڑکی اور راستہ رکھنا | 399 | جہاں کوئی اور عذاب اترا ہو وہاں نماز پڑھنا؟ |
| 421 | کعبہ اور مساجد میں دروازے اور زنجیر رکھنا | 399 | گر جائیں نماز پڑھنے کا بیان |
| 421 | مشرک کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے؟ | 401 | نبی کریم ﷺ کا ارشاد: ”میرے لیے ساری زمین پر نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے یعنی تیمم کرنے کی اجازت ہے“ |
| 422 | مساجد میں آواز بلند کرنا کیسا ہے؟ | 402 | عورت کا مسجد میں ہونا |
| 423 | مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا اور یوں ہی بیٹھنا | 403 | مسجدوں میں مردوں کا سونا |
| 424 | مسجد میں چت لینا کیسا ہے؟ | 405 | سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں |
| 425 | راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ ہو | 405 | مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھنا |
| 425 | بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا | 406 | مسجد میں ریاچ (ہوا) خارج کرنا |
| 426 | مسجد وغیرہ میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے قہقہی کرنا درست ہے | 407 | مسجد کی عمارت |
| 426 | ان مساجد کا بیان جو مدینہ کے راستے میں واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے | 408 | مسجد بنانے میں مدد کرنا |
| 428 | امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے | 409 | بڑھی اور کارگر سے مسجد کی تعمیر میں مدد حاصل کرنا |
| 433 | نمازی اور سترہ میں کتنا قافلہ ہونا چاہیے؟ | 410 | جس نے مسجد بنائی اس کے اجر و ثواب کا بیان |
| 435 | برجھی کی طرف نماز پڑھنا | 410 | مسجد میں جانے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے |
| 436 | عزیزہ کی طرف نماز پڑھنا | 411 | مسجد میں تیر وغیرہ لے کر گزرتا |
| 436 | مکہ اور دیگر مقامات میں سترہ کا حکم | 411 | اس بیان میں کہ مسجد میں شعر پڑھنا کیسا ہے؟ |
| 437 | ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنا | 412 | چھوٹے چھوٹے تیزوں بھالوں سے مسجد میں کھیلنا |
| 438 | دوستوں کے بیچ میں نمازی اگر اکیلا ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے | | |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|---|
| 464 | نماز عصر چھوٹ جانے پر کتنا گناہ ہے | 439 | اونٹ اور درخت اور پالان کو سامنے کر کے نماز پڑھنا |
| 465 | نماز عصر چھوڑ دینے پر کتنا گناہ ہے | 440 | چار پائی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا |
| 466 | نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں | 440 | نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روک دے |
| 467 | عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پالے | 441 | نماز کی آگے سے گزرنے کا گناہ کتنا ہے؟ |
| 469 | مغرب کی نماز کے وقت کا بیان | 442 | دوران نماز نمازی کا دوسرے شخص کی طرف رخ کرنا |
| 471 | جس نے مغرب کو عشاء کہا نہ کروہ جانا | 442 | سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا |
| 471 | عشاء اور عتمہ کا بیان | 443 | عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا |
| 472 | عشاء کا وقت جب لوگ جلدی یادیر سے جمع ہوں | 443 | جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی |
| 473 | نماز عشاء کے لیے انتظار کرنے کی فضیلت | 444 | نماز میں اگر کوئی اپنی گردن پر کسی بچی کو اٹھالے |
| 474 | نماز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا ناپسند ہے | 445 | حائضہ عورت کے بستری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا |
| 475 | اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو عشاء سے پہلے بھی سونا درست ہے | 445 | کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی بیوی کو چھوسکتا ہے؟ تاکہ وہ سکر |
| 476 | عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے | 446 | کر جگہ چھوڑ دے کہ باسانی سجدہ کیا جاسکے |
| 477 | نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں | 446 | اگر عورت نماز پڑھنے والے سے گندگی بنا دے |
| 478 | نماز فجر کا وقت | 448 | كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ |
| 481 | فجر کی ایک رکعت کا پانے والا | 448 | نماز کے اوقات اور ان کے فضائل |
| 482 | جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے، اس نے وہ نماز پالی | 451 | اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان |
| 482 | صبح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنا | 451 | نماز درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا |
| 484 | سورج چھپنے سے پہلے قصد کر کے نماز نہ پڑھے | 452 | گناہوں کے لیے نماز کفارہ ہے |
| 485 | جس نے فقط عصر اور فجر کے بعد نماز کو کمرہ رکھا ہے | 453 | نماز وقت پڑھنے کی فضیلت کا بیان |
| 486 | عصر کے بعد قضا نماز میں یا نماز جنازہ وغیرہ پڑھنا | 454 | پانچوں وقت کی نماز میں گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں |
| 487 | ابر کے دنوں میں نماز کے لیے جلدی کرنا یعنی سویرے پڑھنا | 454 | بے وقت نماز پڑھنا، نماز کو ضائع کرنا ہے |
| 488 | وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھنے کا وقت اذان دینا | 455 | نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ طور پر بات |
| 488 | وقت نکل جانے کے بعد قضا نماز جماعت سے پڑھنا | 455 | چیت کرتا ہے |
| 489 | نماز بھول جانے کو جب یاد آئے اس وقت پڑھ لے | 456 | سخت گرمی میں ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت پڑھنا |
| 490 | کئی نماز میں قضا ہو جائیں تو ان کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا | 458 | سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا |
| 491 | عشاء کی نماز کے بعد سمر یعنی دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے | 459 | ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی |
| 492 | مسئلے مسائل کی باتیں عشاء کے بعد بھی کرنا درست ہے | 461 | کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کی گرمی میں نماز پڑھتے تھے |
| 493 | اپنی بیوی یا مہمان سے رات کو عشاء کے بعد گفتگو کرنا | 461 | ظہر کی نماز عصر کے وقت تک تاخیر کر کے پڑھنا |
| 495 | كِتَابُ الْأَذَانِ | 461 | نماز عصر کے وقت کا بیان |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|--|
| 517 | بعد بھی کوئی شخص نکل سکتا ہے؟ | 495 | اس بیان میں کہ اذان کیوگر شروع ہوئی |
| 517 | اگر امام مقتدیوں سے کہے کہ تم لوگ اسی حالت میں ٹھہرے رہو | 497 | اذان کے کلمات دو دو مرتبہ ہرائے جائیں |
| 518 | آدی یوں کہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی | | سوائے قد قامت الصلاة کے اقامت کے کلمات ایک ایک |
| 519 | امام کو تکبیر ہونے کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو؟ | 499 | دفعہ کہے جائیں |
| 519 | تکبیر ہو جانے کے بعد کسی سے باتیں کرنا | 500 | اذان دینے کی فضیلت کے بیان میں |
| 520 | جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے | 501 | اذان بلند آواز سے ہونی چاہیے |
| 521 | نماز باجماعت کی فضیلت کا بیان | 502 | اذان کی وجہ سے خون ریزی رکنا، جان بچنا |
| 522 | فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں | 503 | اذان کا جواب کس طرح دینا چاہیے |
| 523 | ظہر کی نماز کے لیے سویرے جانے کی فضیلت کا بیان | 503 | اذان کی دعا کے بارے میں |
| 524 | جماعت کے لیے ہر ہر قدم پر ثواب ملنے کا بیان | 504 | اذان کے لیے قرعہ ڈالنے کا بیان |
| 525 | عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت کے بیان میں | 505 | اذان کے دوران بات کرنے کے بیان میں |
| 526 | دو یا زیادہ آدی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے | 505 | اندھا آدی اذان دے سکتا ہے |
| 526 | مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا اور مساجد کی فضیلت | 506 | صبح ہونے کے بعد اذان دینا |
| 528 | مسجد میں صبح اور شام آنے جانے کی فضیلت کا بیان | 507 | صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان |
| 528 | جب نماز کی تکبیر ہونے لگے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز | 509 | اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ |
| 528 | نہیں پڑھ سکتا | 510 | اذان سن کر جو شخص گھر میں بیٹھا تکبیر کا انتظار کرے |
| 533 | بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہیے | 511 | ہر اذان اور تکبیر کے سچ میں جو کوئی چاہے نفل نماز پڑھے - |
| 535 | بارش اور کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنا | 511 | جو یہ کہے کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان دے |
| 535 | جو لوگ بارش یا کسی آفت میں مسجد میں آجائیں تو کیا امام ان | | اگر کئی مسافر ہوں تو نماز کے لیے اذان دیں اور تکبیر بھی کہیں |
| 535 | کے ساتھ نماز پڑھ لے اور برسات میں جمعہ کے دن خطبہ | 512 | اور عرفات اور مزدلفہ میں بھی ایسا ہی کریں |
| 535 | پڑھے یا نہیں؟ | 514 | کیا مؤذن اذان میں اپنا منہ ادھر ادھر پھیرے |
| 537 | جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو؟ | 515 | یوں کہنا کیسا ہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا |
| 539 | جب امام کو نماز کے لیے بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں | | نماز کا جو حصہ جماعت کے ساتھ پاسکواسے پڑھ لو اور جو نہ پا |
| 539 | کھانے کی چیز ہو تو وہ کیا کرے؟ | 515 | سکواسے بعد میں پورا کر لو |
| 539 | اس آدی کے بارے میں جو اپنے گھر کے کام کاج میں | | نماز کی تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت |
| 539 | مصروف تھا کہ تکبیر ہوئی اور وہ نماز کے لیے نکل کھڑا ہوا | 516 | کھڑے ہوں |
| 540 | کوئی شخص صرف یہ بتلانے کے لیے کہ نبی کریم ﷺ نماز | | نماز کے لیے جلدی نہ اٹھے بلکہ اطمینان اور سکون و سہولت کے |
| 540 | کیونکر پڑھا کرتے تھے نماز پڑھانے تو؟ | 516 | ساتھ اٹھے |
| 541 | امامت کرانے کا سب سے زیادہ حق دار | | کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے اذان یا اقامت کے |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 568 | صف اول کے ثواب کا بیان | 544 | کسی عذر کی وجہ سے صف چھوڑ کر امام کے بازو میں کھڑا ہو |
| 568 | صف برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے | 545 | ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر پہلا امام آ گیا |
| 569 | صفیں پوری نہ کرنے والوں پر کتنا گناہ ہے | | اگر جماعت کے سب لوگ قراءت میں برابر ہوں تو امامت |
| 570 | صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا | 546 | بڑی عمر والا کرے |
| 572 | اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو | | جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں ان کی فرمائش پر نماز |
| 572 | عورت اکیلی ایک صف کا حکم رکھتی ہے | 547 | پڑھائی تو یہ جائز ہوگا |
| 572 | مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان | 547 | امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں |
| 573 | جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حاصل ہو | 552 | امام کے پیچھے مقتدی کب سجدہ کریں؟ |
| 574 | رات کی نماز کا بیان | 552 | رکوع یا سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا گناہ |
| 575 | تکبیر تحریر کا واجب ہونا اور نماز کا شروع کرنا | 552 | غلام کی اور آزاد کیے ہوئے غلام کی امامت |
| | تکبیر تحریر میں نماز شروع کرتے ہی برابر دونوں ہاتھوں کا | 554 | اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں |
| 576 | کندھوں یا کانوں تک اٹھانا | 555 | یا غی اور بدعتی کی امامت کا بیان |
| | تکبیر تحریر کے وقت رفع الیدین رکوع میں جاتے اور رکوع | 556 | جب صرف دو ہی نمازی ہوں |
| 577 | سے سر اٹھاتے وقت سنت ہے | 556 | اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو |
| 578 | ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے | 557 | نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو |
| 578 | چار رکعت نماز میں قعدہ اولی سے اٹھنے کے بعد رفع الیدین کرنا | | اگر امام لمبی سورت شروع کر دے اور کسی کو کام ہو وہ اکیلے |
| 586 | نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا | 557 | نماز پڑھ کر چل دے تو یہ کیسا ہے؟ |
| 589 | نماز میں خشوع کا بیان | 558 | امام کو چاہیے کہ قیام ہلکا کرے مختصر سورتیں پڑھے |
| 589 | تکبیر تحریر کے بعد کیا پڑھنا چاہئے | 559 | جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کر سکتا ہے |
| 591 | نماز میں امام کی طرف دیکھنا | 559 | جس نے امام سے نماز کے طویل ہوجانے کی شکایت کی |
| 593 | نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیسا ہے؟ | 560 | نماز مختصر اور پوری پڑھنا یعنی رکوع وجود اچھی طرح کرنا |
| 593 | نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ | 561 | جس نے سبچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا |
| 594 | اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی بری چیز دیکھے | 562 | ایک شخص نماز پڑھ کر دوسرے لوگوں کی امامت کرے |
| | امام اور مقتدی کے لیے قراءت کا واجب ہونا حاضر اور سفر پر | 563 | اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر سنانے |
| 595 | حالت میں، سری اور جہری سب نمازوں میں | 563 | ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں |
| 606 | نماز ظہر میں قراءت کا بیان | 564 | کیا امام شگ ہوئے پر مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟ |
| 607 | نماز عصر میں قراءت کا بیان | 565 | جب امام نماز میں رودے تو کیسا ہے؟ |
| 608 | نماز مغرب میں قراءت کا بیان | 566 | تکبیر ہوتے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کا برابر کرنا |
| 609 | نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا چاہیے | 567 | صفیں برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|---|
| 637 | عبدہ کی فضیلت کا بیان | 609 | نماز عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا |
| 640 | عبدے میں دونوں بازو کھلے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھے | 610 | نماز عشاء میں عبدہ کی سورت پڑھنا |
| 641 | عبدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبل رخ رکھنا چاہیے | 610 | نماز عشاء میں قراءت کا بیان |
| 641 | جب عبدہ پوری طرح نہ کرے تو کیا گناہ ہے؟ | 610 | عشاء کی پہلی دو رکعات لمبی اور آخری دو رکعات مختصر |
| 641 | سات ہڈیوں پر عبدہ کرنے کا | 611 | نماز فجر میں قرآن شریف پڑھنا |
| 642 | عبدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا | 612 | فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا |
| 642 | عبدہ کرتے ہوئے کچھ میں بھی ناک زمین پر لگانا | 613 | ایک رکعت میں دو سورتیں ایک ساتھ پڑھنا |
| 643 | کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے | 615 | پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا |
| 644 | نمازی عبدہ سے میں بالوں کو نہ سینٹے | 615 | جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قراءت کی |
| 644 | اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا نہ سینٹنا چاہیے | 616 | اگر امام سری نماز میں کوئی آیت پکار کر پڑھ دے |
| 645 | عبدہ میں تسبیح اور دعا کا بیان | 616 | پہلی رکعت میں قراءت طویل ہونی چاہیے |
| 645 | دونوں عبدوں کے بیچ میں ٹھہرنا | 616 | جبری نمازوں میں امام کا بلند آواز سے آمین کہنا |
| 647 | نمازی عبدہ میں اپنے دونوں بازوؤں کو جانور کی طرح زمین پر نہ بچھائے | 617 | آمین کہنے کی فضیلت |
| 647 | جو شخص نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اٹھ جائے | 617 | مقتدی کا آمین بلند آواز سے کہنا |
| 648 | رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا کس طرح سہارالے | 625 | جب صف تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے رکوع کر لیا تو..... |
| 648 | جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہنے | 626 | رکوع کرنے کے وقت بھی تکبیر کہنا |
| 649 | تشہد میں بیٹھنے کا سنون طریقہ | 627 | عبدے کے وقت بھی پورے طور پر تکبیر کہنا |
| 650 | اس شخص کی دلیل جو پہلے تشہد کو (چار رکعت یا تین رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض) | 627 | جب عبدہ کر کے کھڑا ہو تو تکبیر کہے |
| 652 | پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا | 629 | اس بارے میں کہ رکوع میں ہاتھ گھنٹوں پر رکھنا |
| 653 | آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا | 629 | اگر رکوع اچھی طرح اطمینان سے نہ کرے تو نماز نہ ہوگی |
| 653 | تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں | 629 | رکوع میں بیٹھ کر برابر کرنا اور نچانچا نہ رکھنا |
| 654 | تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے | 630 | رکوع میں احتیاط و طمانیت کی حد کیا ہے؟ |
| 655 | اگر نماز میں پیشانی یا ناک کو مٹی لگ جائے تو نہ پوچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو | 630 | نبی کریم ﷺ کا اس شخص کو نماز دو بارہ پڑھنے کا حکم دینا جس نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا |
| 656 | سلام پھیرنے کا بیان | 631 | رکوع کی دعا کا بیان |
| 657 | امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے | 631 | امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے پر کیا کہیں؟ |
| 657 | | 632 | اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھنے کی فضیلت |
| | | 632 | رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا |
| | | 634 | عبدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا ہوا چھکے |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|--|
| | بچوں کے لیے وضو اور ان پر غسل اور طہارت اور جماعت، | 658 | امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں |
| 667 | عیدین، جنازوں میں ان کی حاضری | 659 | نماز کے بعد ذکر الہی کرنا |
| 671 | عورتوں کا رات اور صبح کے اندھیرے میں مسجد میں جانا | 661 | امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف منہ کرے |
| 674 | عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا | 662 | سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر نفل وغیرہ پڑھ سکتا ہے |
| 675 | صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی سے چلا جانا | 664 | امام کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور ٹھہرے نہیں |
| 675 | عورت مسجد جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لے | 664 | نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف پھر بیٹھنا یا لوٹنا |
| | | 665 | لباس، پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات آئی ہیں |

تشریحی مضامین

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 100 | حضرت عمر بن عبدالعزیز <small>رضی اللہ عنہ</small> | 78 | وحی کی تفصیلات |
| 101 | لفظ ایمان کی لغوی و اصطلاحی تفصیل | 78 | حدیث انما الاعمال بالنیات کی تشریح |
| 102 | ایمان سے متعلق مسلک محدثین | 79 | منکرین حدیث کے ایک خیال کی تردید |
| 103 | فرقہ مرجیہ کے بارے میں | 80 | حالات و شہادت فاروق اعظم <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| 105 | مزید تفصیلات ایمان اصطلاحی | 80 | اقسام وحی کا بیان |
| 106 | ایمان کی کمی و بیشی کے بارے میں | 81 | فضائل محدثین کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> |
| 106 | امام ابوحنیفہ کا صحیح مسلک | 84 | غازر اور اولین وحی |
| 108 | ایمان کی کمی و بیشی آیات قرآنیہ کی روشنی میں | 85 | ناموس اکبر کی تعریف |
| 109 | سنت رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے استدلال | 85 | بشارت من جانب ورقہ بن نوفل |
| 110 | اعمال صالحہ داخل ایمان ہیں | 85 | بابت رکینت سورہ فاتحہ حنفیہ کو ایک جواب |
| 111 | فرضیت صیام و حج | 86 | وحی تلو اور وحی غیر تلو کا بیان |
| 112 | ایمان اور نیک اعمال | 87 | آداب معلمین اور محصلین |
| 113 | ایمان سورہ مومنون کی روشنی میں | 87 | بعض راویان حدیث کے مختصر حالات |
| 113 | ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں | 88 | آغاز وحی رمضان شریف میں |
| 115 | ہجرت ظاہری اور ہجرت حقیقی | 88 | مطلب تحویل سند حدیث |
| 116 | مکارم مالیہ اور مکارم بدنیہ کا نام اسلام ہے | 93 | حدیث ہر قل مع تفصیلات متعلقہ |
| 117 | ایمان کی حلفیہ نئی | 93 | امام بخاری مجتہد مطلق تھے |
| 118 | محبت طبعی بڑے رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> | 94 | شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کا بیان |
| 119 | نئی اور اثبات کا بیان | 94 | مشہور مورخ گنجن کا ایک بیان |
| 120 | مذہب معلومہ کے مقلدین حضرات | 94 | مکالمہ ابوسفیان و ہرقل |
| 120 | لذت ایمان کے لئے تین خصائل حمیدہ | 96 | نامہ مبارک اولاد ہرقل میں محفوظ رہا |
| 121 | ایک خطیب کے متعلق علمی نکتہ | 96 | بشارات محمدی کتب سابقہ میں |
| 121 | فضائل انصار <small>(رضی اللہ عنہم)</small> | 97 | نامہ مبارک میں تردید تہلیلہ شخصی |
| 122 | ایک حدیث سے پانچ مسائل کا استخراج | 98 | حضرت امام کی طرف سے ایک ایمان افروز اشارہ |
| 124 | دین بچانے کے لئے کیسوی اختیار کرنے کا بیان | 98 | غیر مسلموں کے ساتھ اخلاق فاضلہ کا رتاؤ |
| 125 | مرجیہ اور کرامیہ کی تردید | 99 | آیات قرآنیہ بابت کمی و بیشی ایمان |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 164 | منکرین حدیث کی ایک ہفتوات کی تردید | 126 | ایک عظیم فتنے کا بیان |
| 167 | لفظ اللہم کی اہمیت | 128 | ایک خواب نبوی ﷺ کی تعبیر |
| 169 | دور حاضرہ کا ایک فتنہ | 129 | حیا کی حقیقت |
| 169 | مراتب فرانس و سنن و نوافل | 130 | تکفیر اہل بدعت کا بیان |
| 170 | خسر و پرویز کی شرارت اور اس کا نتیجہ | 132 | نجم نور کی تعریف |
| 171 | مجالس علمی کے آداب | 133 | رشادہ ولی اللہ ﷺ سے ایک نام نہاد فقیہ کا مناظرہ |
| 172 | شرعی حقائق کو فلسفیانہ رنگ میں بیان کرنا | 133 | امام بخاری ﷺ کے عارف باللہ تھے |
| 174 | اصول تعلیم پر ایک نشان دہی | 135 | ایمان دل کا ہے |
| 175 | حق پر قائم رہنے والی جماعت حقہ | 136 | محض معصیت سے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا جاسکتا |
| 180 | کیا امام مہدی خنی مذہب کے مقلد ہوں گے | 137 | کفر کی چار قسموں کا بیان |
| 186 | شبہ کی چیز سے بچنا ہی بہتر ہے | 140 | عملی نفاق کی علامتوں کا بیان |
| 187 | طلب معاش کا اہتمام بھی ضروری ہے | 142 | لیلیۃ القدر کا بیان |
| 188 | بے ہودہ معاملات پر عالم کا غصہ کرنا بجا ہے | 143 | تراویح کا بیان |
| 190 | شاگرد کے لئے استاد کا ادب کرنا بے حد ضروری ہے | 144 | اسلام آسان ہے |
| 192 | علم کے ساتھ تربیت بھی لازم ہے | 145 | ایمان کی کمی و زیادتی آیات قرآن و احادیث نبوی سے |
| 192 | اسلاف امت اور طلب حدیث | 147 | عہد نبوی میں اسلام مکمل ہو چکا تھا |
| 192 | عورتوں کا عید گاہ میں جانا ضروری ہے | 147 | تقلیدی مذاہب سب بعد کی ایجادات ہیں |
| 193 | الوجد حدیث کی فضیلت | 149 | ایمان سے متعلق ایک غلط خیال کی تردید |
| 194 | رائے اور قیاس پر توثی دینے والوں کی مذمت | 150 | فضائل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ |
| 199 | شاگرد کا استاد سے بار بار پوچھنا بھی ایک حد تک درست ہے | 153 | ایمان، اسلام اور احسان کی تفصیلات بڑا نبوی ﷺ |
| 199 | اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے | 153 | حضرت امام بخاری ﷺ پر ایک حملہ اور اس کا جواب |
| 200 | کچھ کذاب اور مفری لوگوں کا بیان | 155 | ایک حدیث نبوی ﷺ جسے مدار اسلام کہا جاسکتا ہے |
| 201 | حدیث قرطاس کی وضاحت | 156 | اعمال صالحہ داخل ایمان ہیں مرجحہ کی تردید |
| 203 | باریک کپڑے پہننے پر وعید | 156 | جمہوری القری سے متعلق ایک نوٹ |
| 203 | حیات خضر کے متعلق امام بخاری کا فتویٰ | 159 | کتاب الایمان کے اختتام پر ایمان افزا اشارات |
| 205 | مقلدین کی طرف سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی | 161 | کتاب الایمان اور کتاب العلم میں ایک زبردست رابطہ |
| 209 | حدیث موسیٰ و خضر علیہما السلام مزید تفصیل کے ساتھ | 161 | اہل علم کے درجات عالیہ غیر معین ہیں |
| 211 | احناف کا تعصب | 163 | اصطلاحات محدثین کا ماخذ قرآن مجید اور اسوہ نبوی ہے |
| 212 | روح کے متعلق تفصیلات | 163 | استادین میں داخل ہیں |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|--|
| 269 | ایک دیہاتی کا مسجد نبوی میں پیشاب کرنا | 213 | کسی بڑی مصلحت کی خاطر کسی مستحب کام کو ملتوی کر دینا |
| 270 | کوٹ پتلون میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا | 214 | لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق بات کرو |
| 272 | منکرین حدیث کی ایک حماقت | 215 | دعوائے ایمان کے لئے عمل صالح شرط ہے |
| 273 | نجاست کا صاف کرنا اشد ضروری ہے | 216 | نوبکیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی |
| 274 | دارالبرید کو فوڈ میں ایک سرکاری جگہ | 219 | لنظ و وضو کی لغوی اور شرعی تحقیق |
| 275 | کچھ مرتدین کی سزاؤں کا بیان | 222 | وضو نہونے کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ |
| 276 | ہاتھی کے دانت کی ننگھیاں اور ان کی تجارت | 223 | آب زہر سے وضو کرنا جائز ہے |
| 277 | مشک جو ایک جما ہوا خون ہے وہ پاک ہے | 225 | وضو بغیر بسم اللہ درست نہیں ہے |
| 279 | نماز کے دوران تھو کرنا | 225 | مولانا نور شاہ صاحب مرحوم کا ایک ارشاد و گرامی |
| 280 | نیب سے وضو نا جائز ہے | 226 | مقلدین کا امام بخاری پر ایک اور حمله مع جواب |
| 281 | فوائد مسواک | 227 | بیت الخلا کے وقت کی دعائیں |
| 283 | سوتے وقت کی مسنون دعا | 228 | مدینہ والوں کا قبلہ جانب شمال واقع |
| 283 | حضرت امام بخاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی نظر غائر کا بیان | 229 | عورت مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں |
| 284 | غسل جنابت کی فرضیت | 233 | آداب طہارت کا بیان |
| 287 | حضرت عائشہ <small>رضی اللہ عنہا</small> کا غسل کی تعلیم دینا | 237 | روافض کے ایک غلط فتویٰ کی تردید |
| 287 | حدیث پر اعتراض کرنے کی مذمت | 242 | حنفیہ کا ایک خلاف جمہور مسئلہ |
| 289 | حلاب کی تشریح | 243 | کلب معلم کی تعریف |
| 291 | جنسی کابرتن میں ہاتھ ڈالنا | 247 | صحبت کے بعد غسل واجب ہے |
| 291 | نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی از دو واجی زندگی | 249 | اتباع رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> الہدیت کے لئے باعث فخر ہے |
| 296 | بالوں میں خلال کرنا | 251 | پورے سر کا مسح ضروری ہے |
| 299 | سر پر پانی بہانا | 253 | صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ |
| 299 | ننگے نہانا | 256 | کلالہ کے متعلق ایک نوٹ |
| 302 | مومن کی نجاست | 258 | تیز بخاروں میں ٹھنڈے پانی سے غسل مفید ہے |
| 305 | تقلیدی مذاہب کا نامناسب طریقہ | 259 | صاع حجازی اور صاع عراقی کی تفصیلات |
| 306 | محض دخول کے بعد غسل کرنا | 259 | امام ابو یوسف امام مالک کی خدمت میں |
| 308 | حیض کی ابتدا | 259 | امام ابو یوسف نے صاع کے بارے میں اپنا مسلک چھوڑ دیا |
| 311 | نفاس کا مسئلہ منکرین حدیث کا رد | 261 | موزوں پر مسح کرنا ستر (۷۰) صحابہ سے مروی ہے |
| 313 | کس پر لعنت کرنا جائز ہے | 262 | عمامہ پر مسح کرنے کی تفصیلات |
| 314 | حائضہ اور جنسی کے لئے قراءت قرآن | 267 | کچھ گناہوں کا بیان جن سے عذاب قبر ہوتا ہے |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|---|
| 374 | جراہوں اور موزے پر مسح کرنے کا بیان | 315 | مستحاضہ کے مسائل |
| 374 | مسنون نماز جماعت الہدیٰ کا ایک طرہ امتیاز | 318 | مقام حیض پر خوشبو کا استعمال |
| 375 | تحویل قبلہ کا بیان | 318 | حیض کے بعد غسل |
| 376 | اسلام کی بنیادی باتوں کا بیان | 320 | حائضہ کا احرام |
| 377 | چار مصلوں کی ایجاد | 321 | حالت حمل میں خون |
| 378 | مولانا انور شاہ صاحب مرحوم کا ایک بہترین بیان | 322 | مدت حیض |
| 380 | اتحاد ملت کا ایک زبردست مظاہرہ | 323 | حائضہ پر نماز معاف |
| 380 | مسجد القلین کا بیان | 325 | اجتماع عیدین میں عورتوں کی شرکت |
| 382 | نسیان ہر انسان سے ممکن ہے | 327 | حیض اور مسئلہ طلاق |
| 382 | نماز میں بھول چوک کے متعلق | 330 | حدیث نبوی ﷺ کی موجودگی میں رائے سے رجوع کرنا |
| 383 | مسجد کے آداب | 333 | تیمم کی ابتدا کیسے ہوئی؟ |
| 389 | ایک معجزہ نبوی کا بیان | 333 | تیمم پاک مٹی سے ہو |
| 389 | تفریق بین المسلمین کا ایک مظاہرہ | 335 | اگر پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں |
| 389 | مشق کے لئے گھڑ دوڑ کرانا | 336 | حالت حضر میں تیمم |
| 391 | مسجد نبوی میں ایک خزانے کی تقسیم | 338 | حضرت عمار رضی اللہ عنہما کا اجتہاد اور رجوع |
| 391 | حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ | 339 | تیمم کے لئے مٹی ضروری ہے |
| 392 | لعان کے کہتے ہیں؟ | 342 | نبی کریم ﷺ کا سورج نکلنے کے بعد نماز فجر پڑھنا؟ |
| 392 | فتویٰ بازی میں جلدی کرنا ٹھیک نہیں | 346 | تیمم میں ہاتھ صرف ایک مرتبہ مٹی پر مارنا ہے |
| 394 | ایک حدیث سے انیس (19) مسائل کا اثبات | 347 | نماز کے مسائل |
| 396 | قبر پرستی کی تردید | 350 | واقعہ معراج اور فرضیت نماز |
| 397 | مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر | 360 | ایک کپڑے میں نماز کا مطلب؟ |
| 401 | حافظ ابن قیم کی ایک قابل مطالعہ تحریر | 360 | غلط قسم کی خرید و فروخت |
| 401 | قبروں کے متعلق اسلامی تعلیمات | 361 | صلح حدیبیہ کے بعد کیا ہوا |
| 402 | چند خصائص نبوی ﷺ کا بیان | 362 | ران شرم گاہ میں داخل ہے |
| 403 | ایک مظلومہ کی دعا کی قبولیت | 363 | ماہر کتب یہود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما |
| 404 | حضرت علی رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوتراب | 363 | حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما بنت حی |
| 406 | بوقت خطبہ بھی تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا درست ہے | 365 | نماز میں عورت کا لباس |
| 407 | مساجد کی غیر معمولی آرائش | 371 | سیدہ کرنے کے لئے مٹی ہی ہونے کی شرط نہیں ہے |
| 408 | تعمیر مسجد نبوی ﷺ کی ایک اور تفصیل | 373 | جو توں میں نماز بشرطیکہ وہ پاک ہوں |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|---|-----------|---|
| 470 | نماز مغرب کا وقت | 409 | اہل علم و فضل اور حقیقی بازاری |
| 471 | نماز عشاء یا عتمہ | 410 | اہل اللہ کی خدمت سے تقرب حاصل کرنا |
| 479 | نماز فجر اندھیرے میں پڑھنے کا بیان | 412 | شاعر دربار رسالت کا ذکر خیر |
| 481 | دیوبند میں نماز فجر غلس میں | 412 | مساجد میں جنگی صلاحیتوں کی مشق |
| 488 | تقصا نماز کے لئے اذان دینا | 413 | مساجد میں مسائل بیع و شراء |
| 489 | جو نماز جہاد کی وجہ سے رہ گئی | 415 | حضرت مریم <small>علیہا السلام</small> اور ان کی والدہ کا قصہ |
| 492 | نماز عشاء کے بعد دین کی بات کرنا | 416 | مسجد میں قید کرنا |
| 495 | اذان کی ابتدا | 418 | شہادت حضرت سعد بن معاذ <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| 496 | اقامت یعنی اکبری تکبیر کہنے کا بیان | 418 | امام بخاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا مقام اجتہاد |
| 498 | ترجیع کے ساتھ اذان | 420 | فضیلت سیدنا ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| 498 | اس بارے میں مولانا انور شاہ مرحوم کا موقف | 427 | کاش امت مسلمہ وصیت نبوی کو یاد رکھتی |
| 499 | احناف کا رویہ | 429 | حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف ایک غلط عقیدہ کی نسبت |
| 501 | اذان سن کر شیطان کا بھاگنا | 433 | سترے کے مسائل |
| 505 | بارش میں اذان | 434 | نماز کی آگے سے گزرنا |
| 507 | سحری کی اذان | | حضرت امامہ بنت زینب <small>رضی اللہ عنہا</small> رسول کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی محبوب |
| 510 | نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں | 445 | نواسی |
| 513 | سفر میں اذان | 447 | کفار قریش کے لئے نام بنام بددعا کرنا |
| 516 | مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں | 447 | مومن کا آخری ہتھیار دعا ہے |
| 517 | اذان و تکبیر کے بعد مسجد سے باہر جانا | 449 | نماز کے اوقات کی تحقیق |
| 520 | تاریکین جماعت کے لئے وعید | 453 | امت کا افتراق |
| 520 | نماز باجماعت کا ثواب | 455 | صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> کا نماز کے لئے اہتمام |
| 527 | سات خوش نصیب جن کو عرش الہی کا سایہ میسر آئے گا | 457 | ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا مطلب |
| 529 | فرض نماز کے ہوتے ہوئے کوئی نماز نہیں | 457 | دوزخ کا ٹھکڑہ |
| 530 | حضرت سیدنا زید حسین محدث دہلوی کا..... | 459 | امام بخاری کا اسلوب تفسیر |
| 534 | بیمار کا سہارے کے ساتھ مسجد میں آنا | 461 | دو نمازوں کا جمع کرنا |
| 534 | معدور اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے | 463 | نماز عصر کا وقت |
| 540 | جلسہ استراحت | 463 | حضرات احناف کی عجیب کاوش |
| 541 | امامت کی شرائط | 467 | نماز کی ایک رکعت پانا |
| 541 | حضرت ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی امامت | 468 | یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی مثال |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون |
|-----------|--|-----------|--|
| 627 | رکوع و سجود میں سکون و اطمینان | 550 | امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں |
| 632 | رکوع و سجود کی تسبیح | 553 | قرآن سے دیکھ کر نماز میں قراءت کرنا |
| 640 | دیدار الہی اور کلام الہی | 555 | بدعت کی اقتد اورست نہیں |
| 646 | جلسہ استراحت سنت ہے | 558 | امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض |
| 647 | امام شوکانی کا ایک ارشاد گرامی | 566 | نماز میں رونا |
| 650 | حنفیہ کا ایک قیاس فاسد بمقابلہ نص | 567 | صفوں کا برابر کرنا |
| 650 | حضرت امام ابوحنیفہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی ایک وصیت | 570 | قدم سے قدم ملانا |
| 652 | قعدے کا مسنون طریقہ | 572 | امام کی دائیں جانب کھڑے ہونا |
| 654 | شرک کی برائی کا بیان | 576 | امام مقتدی کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا |
| 656 | بہت سے مقاصد پر مشتمل ایک پاکیزہ دعا | 579 | مسئلہ رفع الیدین |
| 661 | ایک مترجم بخاری کا ارشاد بد تضاد | 579 | صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> کا رفع الیدین کرنا |
| 664 | معاندین اسلام پر ایک پھینکار کا بیان | 585 | منکرین رفع الیدین کے دلائل اور ان کے جوابات |
| 668 | مستحب کام کو واجب کرنا شیطان کی طرف سے ہے | 587 | سینے پر ہاتھ باندھنے کا بیان |
| 668 | بے جارائے قیاس سے کام لینا | 589 | بسم اللہ بلند آواز سے یا آہستہ |
| 669 | انبیاء کا خواب بھی وحی کے حکم میں ہے | 593 | نماز میں ادھر ادھر دیکھنا |
| 674 | ایک حدیث کے ترجمہ میں تحریف | 597 | امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا |
| 675 | یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ..... | 597 | ائمہ کرام سے فاتحہ کا ثبوت |
| 675 | امام بخاری مجتہد مطلق | 606 | مختلف نمازوں میں قراءت قرآن |
| 676 | مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا | 618 | بلند آواز سے آمین کا مسئلہ |
| 677 | حالات حضرت عبداللہ بن عباس <small>رضی اللہ عنہما</small> | 621 | بلند آواز سے آمین اور علمائے احناف |
| 679 | حضرت عبداللہ بن عمر <small>رضی اللہ عنہما</small> کے حالات | 625 | فاتحہ کے بغیر رکوع کی رکعت |

عَرَضِ نَاشِر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين نبينا محمد وعلى آله وأصحابه

اجمعين..... أما بعد!

امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی مایہ ناز کتاب صحیح بخاری قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے جو خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے فرامین پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کرنا، ان کے ارشادات کو صفحہ قرطاس کی زینت بنانا، آپ کے شب و روز کو احاطہ تحریر میں لانا اور آپ کی صورت و سیرت کو الفاظ کا روپ دینا انتہائی خوش نصیب لوگوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کی قبروں کو منور فرمائے اور جنت کا باغیچہ بنائے۔ جنہوں نے ایک ایک حدیث مبارکہ کے حصول کے لیے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے کتب احادیث کا نادر خزانہ مرتب فرمایا۔ آمین

پھر وہ لوگ بھی بہت بلند بخت ہیں جو ایسے علمی خزینے طباعت کے مراحل سے گزار کر قارئین کی راہنمائی کے لیے پیش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور خصوصی کرم نوازی ہے کہ مجھ جیسے خاکسار کو اس سعادت مندی کے لیے چن رکھا ہے اور بفضلہ وقتاً فوقتاً کتب احادیث کی خدمت کا موقع میسر آتا ہے۔ اس سے قبل بھی گلستانِ محمدی ﷺ کے کئی پھول ہم اپنی استطاعت کے مطابق ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے صحیح بخاری شریف کو بھی تین مجلدات میں طبع کیا ہے جو بازار میں دستیاب ہے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم شریف تین مجلدات میں طبع ہو چکی ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب جزء رفع الیدین، اور اس کے ساتھ ساتھ امام موصوف کی کتاب جزء القراءة حافظ زبیر علی زئی کے فاضلانہ قلم سے نصر الباری فی جزء القراءة لہذا امام البخاری کے نام سے چھپ چکی ہے۔ امام صاحب کی ہی کتاب، کتاب الضعفاء حافظ زبیر علی زئی کے افادہ جات کے ساتھ تحفۃ الاقویاء کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ مؤطا امام مالک جو کہ امام دارالبحرہ امام مالک رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب اور قدیم ترین مجموعہ حدیث ہے دارالعلم کی طرف سے معیاری اور خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہے یاد رہے یہ امام ابن القاسم رحمہ اللہ کی روایت کردہ ہے اور فاضل محقق اور نامور عالم دین جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس نسخہ کا پہلی دفعہ اردو ترجمہ اور فوائد حدیث کے ساتھ ساتھ حدیث کی تحقیق کا کام مکمل کر کے اس کی افادیت میں قابل ذکر اضافہ کر دیا ہے۔

ہم حدیث شریف کی مشہور کتاب مشکوٰۃ النصاب بھی جدید و عام فہم ترجمہ اور تخریج کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح بخاری شریف کو شرح کے ساتھ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

ترجمہ و تشریح مولانا محمد داؤد رازی رحمہ اللہ کے تحریر کردہ ہیں، تخریج فضیلۃ الشیخ احمد زہوۃ و فضیلۃ الشیخ احمد عنایہ کی ہے۔ جبکہ اس کا

علمی مقدمہ جناب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے غیر معمولی محنت کے ساتھ عالمانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الاحمد نے نظر ثانی اور مشکل مقامات کو آسان فہم کرنے کے ساتھ ساتھ نہایت جامع اور تحقیقی مقدمہ تحریر کیا ہے۔

احادیث مبارکہ کے نمبر (ترقیم) محمد فواد عبدالباقی کے لگائے گئے نمبروں کے مطابق ہیں۔ جبکہ ترتیب میں نسخہ ہندیہ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

اہل فن نے بازار میں موجود بعض نسخہ جات میں اغلاط کی نشاندہی کی ہے انہیں دور کر کے صحیح ترین عبارت نقل کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اپنی استطاعت کے لحاظ سے کوشش کی گئی ہے کہ یہ نسخہ بہترین اور معیاری ہو مگر بشری کمزوری کے تحت کوئی انسان بھی غلطی سے مبرا نہیں اگر تقارین یا اہل فن کسی سقم سے مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں، شکر یہ کہ ساتھ تصحیح کر دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عظیم کاوش کو میرے لیے اور ہر اس شخص کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے جس نے کسی طور بھی اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ (آمین)

ناشر

تقدیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه

واتباعه وإخوانه أجمعين وبعدا

تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم صرف الفاظ یا معانی کا نام نہیں بلکہ الفاظ و معانی کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے اور یہ بھی ایک اہل حقیقت ہے کہ قرآن کے معانی، الفاظ قرآن سے جدا گانہ حیثیت رکھتے ہیں وہ اس طرح کہ قرآن کریم کے معانی سمجھانے کے لیے ایسے نئے الفاظ استعمال کرنا انتہائی ضروری ہیں جو الفاظ قرآن کے علاوہ ہوں، حدیث نبوی دراصل قرآنی الفاظ کے معانی کا نام ہے اور یہی قرآن کا بیان ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَمْرَانٌ عَلَيْكَ يَا كَاهِنٌ﴾ (٧٥ / القيامة: ١٩)

”پھر ہمارے ذمے اس کا بیان کرنا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن اور اس کا بیان دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے

ذمے لی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا كُنْزُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (١٥ / الحجر: ٩)

”ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

اور اس حفاظت کے تین مراحل ہیں:

- ① اللہ تعالیٰ نے الفاظ قرآن اور ان کی مرادات کو اپنی حفاظت کے ساتھ سینہ نبوت میں اتار کر جمع اور محفوظ کیا۔
 - ② رسول اللہ ﷺ نے حفاظت الہیہ کی مدد سے قرآنی الفاظ کو تلاوت کے ذریعے اور اس کے بیان کو اپنے افعال و اقوال اور تقریرات کے ذریعے اپنے صحابہ کرام کو منتقل فرما دیا۔
 - ③ اس کے بعد قرآن اور اس کا بیان دونوں صحابہ کرام سے تابعین اور تبع تابعین تک پھر سینہ بہ سینہ ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن و بیان کی حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل تین ذرائع پیدا فرمائے:
- ۱۔ تعامل امت: قرآن کریم کے احکام کی تعمیل جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، آپ کے صحابہ کرام بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کی اتباع کرتے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ اور اپنے صواب دیدی اختیارات کے مطابق فیصلے کرتے اور لوگ ان فیصلوں کو ماننے کے پابند ہوتے، شریعت کے احکام کی بجا آوری کا دوسرا نام تعامل امت ہے، اس کے ذریعے قرآن و سنت کو محفوظ کیا گیا۔

۲۔ حفظ و سماع: حفاظت حدیث کا دوسرا ذریعہ احادیث مبارکہ کا سننا، اسے یاد رکھنا اور دوسروں تک پہنچانا تھا، اس کے متعلق

رسول اللہ ﷺ کی بطور خاص ایک دعا کتب حدیث میں مروی ہے، فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات کو سنا، اسے یاد رکھا پھر اسے آگے پہنچایا، کیونکہ جن لوگوں کو

بات پہنچائی جاتی ہے، ان میں سے بہت سے ایسے ہو سکتے ہیں جو براہ راست سننے والوں سے اُسے زیادہ یاد رکھتے ہوں۔“

ج۔ کتابت حدیث: حفاظت حدیث کا تیسرا ذریعہ اس کی کتابت و تحریر ہے اور یہ صورت بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اختیار کی گئی، جب کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ ابوشاہہ کو میرا خطبہ لکھ دو، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو بطور خاص کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ گویا رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ لکھنے کا خود حکم دیا جو زمانہ نبوت سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔ کتابت حدیث کو ہم تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

- ① دور رسالت اور عہد صحابہ میں احادیث کا بہت سا تحریری سرمایہ وجود میں آ گیا تھا۔
 - ② حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں زبانی اور تحریری احادیث کی جمع و تدوین کا حکم حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری کو دیا جو اپنے وقت کے بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔
 - ③ یہ دور چوتھی صدی کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے اس دور میں مسند نوہبی کا آغاز ہوا، ان مسانید میں محدثین کرام نے صحیح و ضعیف روایات کو بلا امتیاز جمع کیا بلاخر سلطان المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے سب سے پہلے ایسی کتاب لکھی جو صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی حامل تھی، پھر ان کے تلمیذ رشید امام مسلم بن حجاج نے صحیح مسلم ترتیب دی، اس کے بعد سعد بن ابی وقاص نے مدون ہوئی۔ فن حدیث پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک صحیح بخاری ہے جس کی شرح قارئین کے ہاں پیش کی جا رہی ہے۔
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورہ جمعہ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ! سورہ جمعہ کی اس آیت کریمہ کے مصداق کون لوگ ہیں۔

﴿وَأَخْرَجْنَا مِنْهُم مَّنَّا يَكْفُرُوا بِهِمْ﴾ (الجمعة: ۳)

”اور انہی میں سے کچھ دوسرے لوگ ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے۔“

رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا میں نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا، اس وقت ہم لوگوں میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ کر فرمایا: ”اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو ان لوگوں میں سے کئی لوگ وہاں تک پہنچ جاتے اور اسے وہاں سے حاصل کرتے۔“ (صحیح بخاری، التفسیر: ۴۸۹۷)

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کا مصداق اہل فارس کو ٹھہرایا کہ یہ لوگ دوسروں سے بڑھ کر دین اسلام کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرام کے دور کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت کا جتنا کام اہل فارس نے سرانجام دیا دوسروں کے حصہ میں یہ سعادت نہ آسکی۔ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کی اکثریت اسی علاقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ بھی اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس وقت بخارا ملک فارس کا حصہ تھا۔ امام بخاری نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ سردست ہم امام بخاری کی حیات طیبہ اور ان کی تالیف صحیح بخاری کے متعلق کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہ گفتگو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔

① حالات امام بخاری

② احوال صحیح بخاری

حالات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردز بہ جعفی بخاری۔

بردز بہ، فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی زراعت پیشہ ہے۔ چونکہ یہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اس لیے بردز بہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ امام بخاری کے جد اعلیٰ بردز بہ اپنے آبائی مذہب پر مجوسی تھے، ابراہیم کے والد مغیرہ، یمن جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اس زمانہ میں دستور کے مطابق جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا وہ اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اس بنا پر آپ جعفی کہلائے۔ چونکہ عرب قبول اسلام کے ربط خاص کو ولانے اسلام سے تعبیر کرتے تھے اور پھر اس ولا کی شاخیں دور تک پھیلتی جاتی تھیں، اسی سے وہ اپنی نسبتیں قائم کر لیتے تھے۔ امام بخاری کو بھی ان کے جد اعلیٰ کی نسبت ولا سے جعفی کہا جاتا ہے۔ چونکہ آپ بخارا میں پیدا ہوئے تھے اس بنا پر آپ بخاری کہلائے یعنی آپ کی دو نسبتیں ہیں ایک وطن بخارا کی وجہ سے اور دوسری ولانے اسلام کی بنا پر ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۶۹)

ولادت و وفات

آپ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بمطابق ۲۱ جولائی ۸۱۰م بعد از نماز جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے۔ بخارا روس کے علاقہ ازبکستان میں ماوراء النہر کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ جو چین، ایران اور افغانستان کی سرحدوں کی شاہراہ پر واقع ہے، اس شہر میں ان تینوں ملکوں کے راستے آ کر آپس میں ملتے ہیں۔ آپ نے ۳۰ رمضان المبارک ۲۵۶ھ بمطابق ۱۳۱ اگست ۸۷۰م عید الفطر کی رات بوقت نماز عشاء ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور عید کے روز ہی بعد از نماز ظہر بستی خرتک میں دفن ہوئے جو سمرقند سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ چونکہ آپ کے جنازہ میں لوگ بکثرت آئے جس کی بنا پر سواری کی تنگی پیش آئی۔ اسی دن سے اس ہستی کا نام خرتک مشہور ہو گیا۔

امام بخاری کو دفن کرنے کے لیے جب قبر میں رکھا گیا تو مٹی سے کتوری کی طرح خوشبو آنے لگی، یہ خوشبو کئی دن تک آتی رہی، لوگ آپ کی قبر سے خوشبو والی مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قبر کے ارد گرد کٹڑی کا جنگل لگا دیا گیا، تاکہ وہ محفوظ رہے۔ عبد الواحد بن آدم طواوسی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ ایک مقام پر کھڑے ہیں گویا آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہاں کس کے انتظار میں ہیں۔ آپ نے فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔

مجھے چند دنوں کے بعد امام بخاری کی وفات کا پتہ چلا تو میں نے دیکھا کہ ان کی وفات کا وہی وقت تھا جس وقت میں نے

رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کسی کا انتظار کرتے دیکھا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۸)

بچپن کے حالات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پھر ان کی والدہ نے ان کی تربیت کی جو بہت صبر کیش اور حلیم الطبع تھیں۔ نیز وہ بہت عبادت گزار اور مستجاب الدعوات تھیں، چنانچہ امام بخاری بچپن میں کسی مرض کی وجہ سے دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تو ان کی والدہ کو بہت صدمہ ہوا، اللہ کی بارگاہ میں رورو کر دعائیں کیں کہ لخت جگر کی بینائی واپس آ جائے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے شب خیزی کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا، آپ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، انہوں نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لخت جگر کی بصارت واپس کر دی ہے، چنانچہ صبح جب نیند سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ بیٹے کی آنکھیں روشن ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۶۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی قرآن مجید حفظ کر رہا تھا کہ مجھے احادیث حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جب میں مکتب سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر تقریباً دس برس تھی۔ میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔ اس کے بعد میں نے مختلف اساتذہ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا چنانچہ میں ایک دن امام داغلی کے پاس حاضر ہوا تو وہ حاضرین کے سامنے احادیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک حدیث کی سند بایں الفاظ پڑھی:

”سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم“

یعنی سفیان، ابو زبیر سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔

میں نے انہیں عرض کیا کہ ابو الزبیر، ابراہیم سے روایت نہیں کرتا، اس پر امام داغلی نے مجھے ڈانٹ پلائی تو میں نے عرض کیا اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہے تو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ گھر تشریف لے گئے، اصل نسخہ دیکھنے کے بعد مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے لڑکے! تو نے کیسے کہا تھا؟“

میں نے انہیں بتایا کہ سفیان، زبیر سے روایت کرتے ہیں اور زبیر، عدی کے بیٹے ہیں وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد امام داغلی نے قلم پکڑا اور اپنی کتاب میں غلطی کی اصلاح کر لی کیونکہ وہاں ابو الزبیر ہی لکھا ہوا تھا جو دراصل زبیر بن عدی تھا لیکن امام داغلی کی کتاب میں غلط لکھا گیا تھا۔ اس وقت کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داغلی کی غلطی پکڑی تو اس وقت آپ کی کتنی عمر تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میری عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جب میں نے سوٹھویس سال میں قدم رکھا تو اس وقت میں نے عبداللہ بن مبارک اور امام کعب کی کتابیں یاد کر لی تھیں اور اہل الرائے کے کلام کو بھی خوب سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۶۹)

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ہی بے مثال قوت حافظہ سے نوازا تھا چنانچہ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں:

”امام بخاری ہمارے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے لیے مشائخ بصرہ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ اس وقت بچپن میں تھے، سولہ دن گزر گئے، آپ کے ساتھ والے تو احادیث لکھتے لیکن آپ انہیں قلمبند نہیں کرتے تھے، آپ کے ساتھیوں نے آپ کو ملامت کی تو امام بخاری نے فرمایا تم اپنی اپنی کتابیں لاؤ ہم نے اپنی کتابیں نکالیں جن میں

پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے وہ سب کی سب زبانی پڑھ دیں حتیٰ کہ ہم آپ کے حافظہ سے اپنی کاپیوں کی اصلاح کرتے تھے۔ (فتح الباری ص ۶۷)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا حافظہ بچپن میں ہی بہت تیز تھا۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ آپ چھوٹی عمر میں بہت سا علم حاصل کر چکے تھے۔

ذہانت بخاری

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن رسا اور قوی حافظہ عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ نے اسناد سمیت لاکھوں احادیث یاد کر رکھی تھیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے:

مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ سند میں کوئی تابعی ہو یا صحابی میں ان کی ولادت، جائے پیدائش اور سن وفات الغرض سب کچھ جانتا ہوں، ایک دفعہ امام بخاری کے سامنے کسی نے ان کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ کا یہ قول پیش کیا:

”میں اپنی کتاب میں ستر ہزار احادیث کو دیکھتا ہوں۔“

یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”شاید اس زمانے میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو دو لاکھ احادیث اپنی کتابوں میں دیکھتا ہو۔“

امام بخاری نے اگرچہ اپنا نام نہیں لیا لیکن ان کی مراد اپنے نفس کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸)

ایک مرتبہ امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو بغداد کے مشائخ نے جمع ہو کر امام بخاری سے امتحان لینے کا پروگرام بنایا۔ امتحان کا طریقہ یہ طے ہوا کہ دس علما کو مقرر کیا گیا اور ہر عالم کو دس احادیث دی گئی۔ پھر انہوں نے سند اور متن میں تبدیلی کی کہ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دوسری حدیث کا متن کسی اور حدیث کی سند کے ساتھ ملا دیا۔ اس طرح انہوں نے سو کی تعداد میں مقلوب احادیث تیار کیں۔ ہر ایک عالم کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ جب مجلس خوب جم جائے تو باری باری ان احادیث کو امام بخاری پر پیش کیا جائے۔ جب بغداد میں مجلس حدیث قائم ہوئی جس میں مقامی اور بیرونی بے شمار لوگ موجود تھے اور اہل مجلس جب مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تو طے شدہ پروگرام کے مطابق ان دس علما میں سے ایک عالم امام بخاری کے سامنے آیا اور ایک مقلوب حدیث پیش کی۔ امام بخاری نے فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا۔

جب اس نے دوسری حدیث بیان کی تو امام بخاری نے وہی جواب دیا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس طرح اس نے اپنی دس احادیث پوری کر لیں۔ امام بخاری ہر حدیث کے متعلق یہی کہتے تھے۔ میں اسے نہیں پہچانتا۔

پہلے شخص کے بعد دوسرا کھڑا ہوا، اس نے بھی طے شدہ منصوبے کے مطابق دس مقلوب احادیث پیش کیں۔ اس طرح باقی علما نے بھی باری باری احادیث کو الٹ پلٹ کر کے پیش کیا۔ امام بخاری ہر ایک پر یہی کہہ دیتے تھے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا۔ پھر مجلس میں سے کچھ حضرات تو منصوبے کی تہہ تک پہنچ گئے اور کچھ تذبذب کا شکار ہونے لگے اور امام بخاری کے حافظہ اور ذہانت میں

شک و شبہ کرنے لگے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے شخص کو بلوایا اور اسے کہا تو نے سب سے پہلے یہ حدیث اس طرح پڑھی جب کہ صحیح حدیث اپنے متن اور سند کے ساتھ اس طرح ہے پھر اس کی پیش کردہ دوسری مقلوب حدیث پڑھی اور حدیث کے اصل متن اور سند کی نشاندہی فرمائی اسی طرح باقی آٹھ احادیث درست کر کے بتائیں پھر آپ نے دوسرے شخص کو بلایا اور اسے پیش کردہ مقلوب احادیث صحیح متن اور سند کے ساتھ بتائیں۔ اسی طرح ہر آدی کو بلا تے رہے اور ہر ایک کی دس مقلوب احادیث کو صحیح سند اور متن کے ساتھ بتاتے رہے۔

اس واقعہ کو حافظ ابن حجر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد بایں الفاظ اس پر تبصرہ کیا ہے:

”اس واقعہ کو سننے کے بعد انسان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظ کا سکہ تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مجلس میں ایک صحیح احادیث کا بیان کر دینا کوئی تعجب انگیز بات نہیں بلکہ تعجب و حیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے مقلوب شدہ سوا احادیث کو صرف ایک دفعہ سن لینے کے بعد انہیں اسی ترتیب کے ساتھ یاد کر لیا اور اسی مجلس میں انہیں دہرا دیا۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۹)

حافظ ابن حجر نے مذکورہ واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

سمرقند میں چار صد محدث تھے، انہوں نے ایک مرتبہ شامی اسناد کو عراقی اسناد کے ساتھ اور عراقی اسناد کو شامی اسناد کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح جازی اسناد کو یمنی اسناد کے ساتھ خلط ملط کیا۔ یہ مجموعہ تیار کر کے انہوں نے امام بخاری کے سامنے پیش کیا۔ انہیں خیال تھا کہ اس طرح ہم امام بخاری کی غلطی پکڑ لیں گے، لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا انتہائی کوشش کے باوجود وہ امام بخاری کی ایک غلطی بھی نہ پکڑ سکے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۰)

اسید بن ابی جعفر والی بخارا کہتے ہیں:

”ایک دن مجھے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کتنی ہی احادیث میں نے بصرہ میں سنیں، میں نے انہیں شام میں جا کر لکھا اور کتنی ہی احادیث میں نے شام میں سنیں اور انہیں معر جا کر لکھا۔ میں نے امام بخاری سے پوچھا آپ مکمل احادیث اسی طرح لکھتے رہے تو امام بخاری خاموش رہے۔“ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی سے ”نعم“ میں جواب دیا ہے کیونکہ دیگر واقعات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ امام بخاری ایک ہی دفعہ سننے سے اسے یاد کر لیتے تھے۔ آپ کے متعلق حضرت قتیبہ فرماتے ہیں:

”اگر محمد بن اسماعیل صحابہ کرام میں ہوتے تو ایک نشانی کی صورت اختیار کر جاتے۔“ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۴)

حافظ رجا بن رجا کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل کی برتری دوسرے علما پر اس طرح ہے جس طرح مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے جو روئے زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۷۶)

بہر حال امام بخاری حفظ احادیث، تیزی ذہن، دقت نظری، کثرت فقہات، عمل حدیث کی وسعت، معرفت اسانید، قوت حافظہ اور ملکہ اجتہاد و استنباط میں اپنی مثال آپ تھے۔

رحلات بخاری

محدثین کی اصطلاح میں ”رحلہ“ اس سفر کو کہا جاتا ہے جو حدیث یا اس کی عالی سند حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس مبارک سفر کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (۹/ التوبة: ۱۲۲)

”پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لیے نکلتے، تاکہ جب وہ ان کی طرف واپس جاتے تو اپنے لوگوں کو ڈراتے شاید وہ اس طرح برے کاموں سے بچ رہیں۔“

اس آیت کریمہ کے پیش نظر صحابہ کرام اور تابعین عظام کو اس قسم کے علمی سفر کا بہت شوق تھا۔ ایک حدیث کے حصول کے لیے مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن برید کہتے ہیں کہ ایک صحابی مدینہ طیبہ سے سفر کر کے مصر میں حضرت فضالہ بن عبید اللہؓ کے پاس پہنچے، جب ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کو گھاس کھلا رہے ہیں۔ حضرت فضالہؓ نے انہیں دیکھتے ہی خوش آمدید کہا، یہ سن کر صحابی مذکور نے حضرت فضالہؓ سے کہا میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میرے آنے کا مقصد وحید یہ ہے کہ آپ اور میں دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ آپ کو وہ یاد ہوگی اور آپ اسے بھولے نہیں ہوں گے، حضرت فضالہؓ نے پوچھا وہ کونسی حدیث ہے؟ اس کے بتانے سے انہوں نے پوری حدیث ان سے بیان کی۔ (مسند امام احمد ص ۲۲ ج ۶)

امام بخاریؒ اپنی عمر کے سولہویں برس تک اپنے ہی ملک کے ساتھ علم حاصل کرتے رہے کیونکہ علمی سفر کے لیے محدثین کے ہاں یہ شرط ہے۔

”جب علمی سفر کا قصد ہو تو اپنے وطن کے شیوخ سے جس قدر احادیث مل سکیں انہیں حاصل کر لیا جائے اگرچہ وہ قلیل تعداد میں ہوں۔“

امام بخاری نے سب سے پہلے علاقہ حجاز کا ارادہ کیا جو کہ علوم شریعت کا ماویٰ اور رسول اللہ ﷺ کا مسکن اور نزول و جی کا مقام تھا۔ نیز وہ مرکز اسلام اور جملہ صحابہ کرام کی جائے سکونت تھا۔ چنانچہ آپ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے اس سفر میں آپ کے بڑے بھائی احمد بھی ہمراہ تھے۔ آپ کی والدہ اور آپ کے بھائی حج سے فراغت کے بعد واپس بخارا آ گئے لیکن امام بخاری نے تحصیل علم کے لیے مکہ میں اقامت اختیار کر لی اور تکمیل کے لیے شیوخ مکہ کی درس گاہوں میں حاضری شروع کی۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں جن شیوخ کی درس گاہیں ممتاز تھیں اور جو لوگ امام فن و مرجع خلاق تھے وہ حسب ذیل ہیں:

☆ ابوالولید احمد بن الازرقی ☆ عبداللہ بن یزید ☆ اسماعیل بن سالم صالح

☆ ابوبکر عبداللہ بن زبیر ☆ علامہ حمیدی

ان کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی کسب فیض کیا جن کا مکہ مکرمہ میں قیام تھا۔ مکہ مکرمہ سے فراغت کے بعد امام بخاری نے

مدینہ طیبہ کا رخ کیا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر حصول علم کے لیے رخت سفر باندھیں، لیکن وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں پائیں گے۔“ (مسند امام احمد ص ۲۹۹ ج ۲)

امام بخاری ۲۱۲ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے، وہاں جن اہل علم کا چرچا تھا اور جو لوگ درس حدیث دیتے تھے ان میں سرفہرست حسب ذیل شیوخ ہیں جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل کیا:

☆ ابراہیم بن منذر ☆ مطرف بن عبد اللہ ☆ ابراہیم بن حمزہ
☆ ابو ثابت محمد بن عبد اللہ ☆ عبد العزیز بن عبد اللہ الاولسی

واضح رہے امام بخاری نے مدینہ طیبہ میں دوران اقامت اپنی کتاب تاریخ کبیرہ کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا۔ مدینہ طیبہ سے فراغت کے بعد امام بخاری نے بصرہ کا قصد کیا جو ان دنوں وسعت علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے بہت ترقی پر تھا۔ آپ نے بصرہ کا سفر چار مرتبہ کیا اور حسب ذیل شیوخ سے علم حاصل کیا۔

☆ امام ابو عاصم انبیل ☆ صفوان بن عیسیٰ ☆ بدل بن محمّر ☆ حرثی بن عمارہ
☆ عفان بن مسلم ☆ محمد بن عمرہ ☆ سلیمان بن حرب
☆ ابو الولید الطیالسی ☆ محمد بن سنان

امام بخاری نے کوفہ میں ان حضرات سے روایات لیں پھر بغداد کا رخ کیا جو سلطنت عباسیہ کا دار الحکومت تھا۔ سرکاری طور پر علماء و مشائخ کی قدر افزائی نے اس کو مرجع علوم بنا دیا تھا۔ وہاں ہر طرف سے اہل کمال جمع ہو گئے تھے۔ امام بخاری نے حصول علم کے لیے بغداد کا کئی مرتبہ سفر کیا۔ بغداد کے شیوخ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ امام احمد بن حنبل ☆ محمد بن عیسیٰ الصباغ ☆ محمد بن سائق
☆ سرتج بن نعمان

امام بخاری رحمہ اللہ جب آخری مرتبہ بغداد سے واپس آنے لگے اور امام احمد بن حنبل سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تو امام موصوف نے انہیں بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا:

”آپ لوگوں، اہل زمانہ اور علم کو چھوڑ کر خراسان جا رہے ہیں۔“

جب حاکم بخارا ابو طاہر نے امام بخاری پر بہتان لگا کر بخارا بدر کرنے کا منصوبہ بنایا تو آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس مقولہ کو یاد کر کے بہت افسوس کرتے تھے۔ فرماتے تھے:

”اب مجھے ان کی بات یاد آتی ہے۔“

امام بخاری نے شام کا بھی سفر کیا وہاں حسب ذیل مشائخ سے علم حاصل کیا:

☆ امام یوسف فریابی ☆ ابو نصر اسحاق بن ابراہیم ☆ آدم بن ابی ایاس
☆ ابو الیمان الحکم بن نافع ☆ حیوہ بن شریح

ان کے علاوہ دوسرے اہل علم معاصرین سے بھی تکمیل علم کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حصول علم کے لیے مصر بھی گئے اور وہاں عثمان بن صالح، سعید بن ابی مریم، عبداللہ بن صالح، احمد بن صالح، احمد بن شیبہ، اصح بن خرج، سعید بن ابی یسوی، سعید بن کثیر اور یحییٰ بن عبداللہ سے احادیث حاصل کیں۔

آپ نے مرو میں علی بن حسن، عبدان، محمد بن مقاتل، بلخ میں مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن بشیر، محمد بن ابان، حسن بن شجاع، یحییٰ بن موسیٰ، امام قتیبہ، ہرات میں احمد بن ابی الولید الحنفی، نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ، بشر بن حکم، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع، زری میں ابراہیم بن موسیٰ اور واسط میں حسان بن حسان، حسان بن عبداللہ اور سعید بن عبداللہ سے احادیث حاصل کیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے صرف انہی شیوخ سے احادیث لیں ہیں جو ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے اور اعمال کو جزو ایمان خیال کرتے تھے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا موقف تھا۔ (مقدمہ فتح الباری ص: ۶۷۰)

طبقات شیوخ بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار مشائخ سے کسب فیض کیا وہ خود فرماتے ہیں:

”میں نے ایک ہزار اسی شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور وہ سب کے سب محدث تھے۔“ (مقدمہ فتح الباری ص: ۶۷۰)

حافظ ابن حجر نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

☆ پہلا طبقہ

اس طبقہ میں وہ شیوخ شامل ہیں جنہوں نے آپ کو تابعین کے واسطے سے احادیث سنائیں۔ جیسا کہ امام بخاری کے استاد محمد بن عبداللہ انصاری ہیں۔ انہوں نے عمید طویل سے احادیث لیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ اسی طرح امام بخاری کے استاد مکی بن ابراہیم ہیں۔ جنہوں نے یزید بن ابی سعید سے احادیث روایت کیں اور یہ حضرت بھی تابعین عظام سے ہیں، امام بخاری مکی بن ابراہیم سے تین واسطوں کے ذریعہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک مکی بن ابراہیم دوسرے تابعی اور تیسرے صحابی، ان روایات کو ثلاثیات کہا جاتا ہے، امام بخاری کے ایک استاد ابو نعیم فضل بن دکین ہیں۔ انہوں نے حضرت سلمان بن مہران رضی اللہ عنہ سے احادیث بیان کی ہیں اور اعمش تابعی ہیں۔ الغرض امام بخاری کے بہت سے ایسے اساتذہ ہیں جو تابعین سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ مشائخ بخاری میں یہ اعلیٰ طبقہ ہے۔

☆ دوسرا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جو طبقہ اولیٰ کے ہم عصر تو ہیں لیکن ثقات تابعین سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ مثلاً: آدم بن ایاس، ابو مسرہ عبدالاعلیٰ بن مسرہ، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ یہ تمام حضرات طبقہ ثانیہ سے ہیں جن سے امام بخاری نے احادیث کو بیان کیا ہے۔

☆ تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ اساتذہ شامل ہیں جن کی کسی تابعی سے ملاقات ثابت نہیں ہے مثلاً سلیمان بن حرب، قتیبہ

بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، عیسیٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ۔ اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم بھی امام بخاری کے ساتھ شریک ہیں۔

☆ چوتھا طبقہ

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں جو طلب حدیث میں امام بخاری کے ساتھی تھے۔ یا ان سے تھوڑا وقت پہلے علم حدیث پڑھا، مثلاً محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی، عبد بن حمید، احمد بن نصر اور محمد بن عبدالرحیم وغیرہ ان اساتذہ سے امام بخاری نے وہ احادیث روایت کی ہیں جو آپ کو پہلے تین طبقات سے نہ مل سکیں۔

☆ پانچواں طبقہ

اس طبقہ میں وہ اساتذہ شامل ہیں جو عمر اور اسناد کے اعتبار سے امام بخاری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن حماد الاعلیٰ، عبداللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہ۔ امام بخاری نے کسی خاص فائدہ کے تحت ان سے احادیث بیان کی ہیں۔ مثلاً: ایک حدیث اپنے اساتذہ اور ساتھیوں سے نہ مل سکی تو وہ اپنے شاگردوں سے بیان کریں گے ایسا کرنے سے امام بخاری نے امام و کعب کی بات پر عمل کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

”آدی اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے احادیث بیان نہیں کرتا۔“

بلکہ امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ انسان محدث کامل اس وقت ہوگا جب وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے ہم عمر اور اپنے سے کم درجہ سے احادیث بیان نہ کرے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص: ۶۵۰، ۶۵۱)

تلامذہ بخاری

امام بخاری کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ امام بخاری کے شاگرد فربری کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ سے صحیح بخاری کا سماع کیا ہے، ان کی تعداد نوے ہزار ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۶۸۶)

بہر حال امام بخاری سے روایت کرنے والوں کو ہم تین طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔

☆ پہلا طبقہ

اس طبقہ میں وہ مشائخ شامل ہیں جن سے امام بخاری نے کسب فیض کیا، ان میں چند ایک یہ ہیں:

☆ عبداللہ بن محمد مسندی ☆ عبداللہ بن مزیر ☆ اسحاق بن احمد سمراری ☆ محمد بن خلف بن قتیبہ

☆ دوسرا طبقہ

یہ طبقہ امام بخاری کے ہم عصر مشائخ پر مشتمل ہے جو آپ سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ اس طبقہ میں مشہور مشہور تلامذہ یہ

ہیں:

☆ ابو زرہ رازی ☆ ابو حاتم رازی ☆ ابراہیم حربی ☆ ابوبکر بن ابی عاصم ☆ موسیٰ بن ہارون

☆ محمد بن عبداللہ بن ظہیر ☆ اسحاق بن احمد بن زریک فارسی ☆ محمد بن قتیبہ بخاری ☆ ابو بکر اعین

☆ تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں وہ تلامذہ شامل ہیں جن کا شمار بڑے بڑے حفاظ میں ہوتا ہے، چند ایک کے نام یہ ہیں:

☆ صالح بن محمد جزرہ ☆ ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری ☆ ابوالفضل احمد بن مسلم
☆ ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ ☆ محمد بن نصر مروزی ☆ ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی
☆ ابویسٰیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ☆ ابوبکر بن ابی الدنیا ☆ ابوبکر البزار
☆ حاشد بن اسماعیل ☆ ابوالقاسم البغوی ☆ حسین بن اسماعیل المحاملی

(مقدمہ فتح الباری ص ۶۸)

یہ وہ تلامذہ ہیں جنہوں نے براہ راست امام بخاری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بالواسطہ تلامذہ کی تعداد میں قیامت تک اضافہ ہوتا رہے گا اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ کا سامان پیدا ہوتا رہے گا۔

”ذالك فضل الله يؤتیه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔“

مسلك بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فروری اور اجتہادی مسائل میں مروجہ مسالک سے بالکل آزاد ہیں۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی کی مخالفت یا موافقت کا انھما ارتعاب یا عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ دلیل پر ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، ہمارے پاس آپ کا مسلک معلوم کرنے کا واحد ذریعہ آپ کی تالیف صحیح بخاری ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مسلک درج ذیل آیت کریمہ کا آئینہ دار ہے:

﴿ اِتَّبِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ ۗ ﴾ (۷/ الاعراف: ۳)

”جو کچھ ہمارے پروردگار سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تم اس کی پیروی کرو، اس کے علاوہ دوسرے قائدین کی پیروی نہ کرو۔“

اگرچہ کچھ حضرات نے امام بخاری کو شافعی یا حنبلی لکھا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے بلکہ آپ مجتہد مطلق امام الفقہ اور تحریک آزادی فکر کے علمبردار ہیں جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے معلوم ہوتا ہے۔

☆ شوافع کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے کم از کم چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، امام بخاری نے ان کی تردید کرتے ہوئے بایں طور پر عنوان قائم کیا ہے:

جب لوگ نماز جمعہ کے وقت امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی ماندہ آدمیوں کی نماز صحیح ہے۔ (کتاب الجمعہ: باب نمبر ۳۸)

پھر اس کے تحت حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی جب کہ تجارتی قافلہ

آنے کی وجہ سے لوگ دوران جمعہ چلے گئے تھے۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۳۶)

☆ احناف کے ہاں جمعہ کی ادائیگی کے لیے متعدد شرائط ہیں، ان کے ہاں عام دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس موقف کی تردید میں درج ذیل عنوان قائم کیا:

دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ کی ادائیگی۔ (کتاب الجمعہ باب نمبر ۱۱)

پھر ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ عبدالقیس کی ایک جوانی نامی ہستی میں شروع ہوا جو بحرین کے علاقہ میں تھی۔ (بخاری، الجمعہ: ۸۹۳)

☆ حنابلہ کا مشہور مسلک ہے کہ زوال آفتاب سے پہلے جمعہ جائز ہے، امام بخاری نے صراحت فرمائی کہ یہ موقف صحیح نہیں ہے۔ اور ان کی تردید میں ایک عنوان قائم کیا:

جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے۔ (کتاب الجمعہ باب نمبر ۱۶)

پھر آپ نے اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ زوال آفتاب کے بعد جمعہ پڑھتے تھے۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۰۴)

☆ مالکی حضرات کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس موقف سے اتفاق نہیں کیا بلکہ ان کی تردید میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا:

بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ (کتاب الجمعہ، باب نمبر ۱۶)

اس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا کہ اگرچہ جمعہ کی ادائیگی بہت ضروری ہے تاہم بارش کی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ تمہیں مشقت میں ڈالوں اور تم مٹی اور کچھڑ میں تھڑے ہوئے مسجد میں آؤ۔ (بخاری، الجمعہ: ۹۰۱)

مولانا انور شاہ کا شیری نے امام بخاری کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی مسلک کی تقلید نہیں کی بلکہ اجتہاد کا راستہ اختیار کیا

ہے، ان کی فہم و بصیرت نے جو فیصلہ کیا، اسے آزادی کے ساتھ اپنایا ہے۔ (فیض الباری ص ۱۷۳۳۵)

مسائل میں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کے ساتھ موافقت کرنا چیزے دیگر است، یہ بات مجتہد کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تالیفات بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدد تالیفات کی صورت میں اپنا علمی ترکہ امت کے حوالے کیا ہے۔ ان تصانیف کی دو اقسام ہیں:

❶ جو آج دستیاب ہیں۔

❷ جن کا ذکر صرف مورخین نے کیا ہے۔

دستیاب تالیفات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❶ الجامع الصحیح: جس کا تفصیلی تذکرہ ہم آئندہ اوراق میں کریں گے۔

❷ الادب المفرد: یہ کتاب اخلاق و آداب اور معاشرتی مسائل کا مجموعہ ہے۔

- ③ جزء رفع الیدین: اسے استاذ مکرم جناب علامہ بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔
- ④ جزء القراءة: حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ اسلامیہ نے اسے شائع کیا ہے۔
- ⑤ کتاب الضعفاء: اس کتاب کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔
- ⑥ غلق افعال العباد: اس کتاب کو امام بخاری سے یوسف بن ریحان اور فربری روایت کرتے ہیں۔
- ⑦ بر الوالدین: والدین سے حسن سلوک کے متعلق اس رسالہ میں احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔
- ⑧ التاريخ الکبیر: اسے امام بخاری نے چاندنی راتوں میں تصنیف کیا اور یہ متعدد جلدوں پر مشتمل ہے۔
- ⑨ التاريخ الاوسط۔
- ⑩ التاريخ الصغیر بھی آپ کی تالیفات سے ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ تالیفات کا مورخین نے ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ الجامع الکبیر ۲۔ المسند الکبیر ۳۔ التفسیر الکبیر ۴۔ کتاب الہدیۃ ۵۔ کتاب الاثریۃ ۶۔ کتاب الوحدان
- ۷۔ کتاب اسامی الصحابۃ ۸۔ کتاب المہبوط ۹۔ کتاب العلل ۱۰۔ کتاب الکنی ۱۱۔ کتاب الفوائد

(مقدمہ البخاری ص ۶۸۶)

ابو حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آپ کو یاد

ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا۔

”ان تصانیف میں جو کچھ ہے ان میں سے کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ نیز میں نے تمام کتابوں کو تین تین مرتبہ

تصنیف کیا ہے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ان تصانیف میں دو لاکھ سے زائد احادیث جمع کی ہیں۔ آپ اپنی تالیفات کے

متعلق فرماتے ہیں:

”مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے ان تصانیف میں برکت عطا فرمائے گا۔“ (مقدمہ البخاری ص ۶۸۱)

ان تمام تصانیف میں سے جو قبولیت اور شہرت دوام صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ دوسری کسی کتاب کے حصہ میں

نہیں آئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی عظیم محنت کا اپنے ہاں اجر جزیل عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن خدام

حدیث میں اٹھائے۔ (آمین)

احوال صحیح بخاری

کتب احادیث میں جو مرتبہ اور مقام صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو نہیں مل سکا، محدثین کرام کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب ”صحیح بخاری“ ہے۔

سنن نسائی کے مؤلف امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کتب احادیث میں محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔“ (تاریخ بغداد، ص ۲۷۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ”جو انسان اس کتاب کی عظمت کو تسلیم نہ کرے وہ بدعتی، مسلمانوں کی راہ کے خلاف

راستہ اختیار کرتا ہے۔“ (حجۃ اللہ باللہ، ص ۱۳۳ ج ۱)

اس عظیم کتاب کا تعارف پیش خدمت ہے

نام صحیح بخاری

”الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتہ و آیامہ۔“

اس نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کا موضوع صحیح اور مسند احادیث کو جمع کرنا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں

نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو درج کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۷)

اس میں احادیث معلقہ اور آثار موقوفہ اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ انہیں محض متابعت اور تائید کے لیے پیش کیا گیا ہے، اب ہم

اس نام کی مختصر وضاحت کرتے ہیں۔

الجامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل آٹھ قسم کی احادیث پر مشتمل ہو، احکام، مناقب، سیر،

آداب، تفسیر، فتن، رقائق اور عقائد۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں حدیث کے متعلق کسی ایک صنف کو خاص نہیں کیا بلکہ انواع ثنائیہ کے متعلق احادیث

بیان کی ہیں۔

الصحیح

اصول حدیث کے اعتبار سے صحیح حدیث کی پانچ شرائط ہیں۔

① اتصال سند ② عدل راوی

③ ضبط راوی ④ عدم شذوذ

⑤ عدم علت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں بنیادی احادیث کے لیے صحیح ہونے کا پورا پورا التزام کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود

تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی جامع میں صحیح احادیث ہی ذکر کی ہیں۔

المسند

اس سے مراد وہ مرفوع حدیث ہے جس کی سند متصل ہو خواہ وہ حدیث قولی یا فعلی یا تقریری، اگر کسی موقع پر احادیث معلقہ اور آثار موقوفہ بیان ہوئے ہیں تو وہ اصل مقصود نہیں بلکہ انہیں صرف متابعت اور تاکید و استشہاد کے لیے پیش کیا گیا ہے، امام بخاری کا اصل مقصود احادیث مرفوعہ متصلہ بیان کرنا ہے۔

المختصر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ لاکھ احادیث سے اس کتاب کا انتخاب کیا ہے۔ اس میں مکررات و معلقات کی مجموعی تعداد نو ہزار اناسی (۹۰۷۹) ہے۔ ان میں ایک ہزار تین صد ایکسی (۱۳۸۱) معلقات، تین صد ایکسی (۳۸۱) متابعات اور باقی سات ہزار تین صد ستانوے (۷۳۹۷) احادیث موصول ہیں۔

من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے مسند کی وضاحت مقصود ہے۔ یعنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریرات کا بیان ہوگا۔

سننہ

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہونے والے فقہی احکام ہیں، یعنی ضابطہ زندگی اور اس کی تفصیل جو آپ سے منقول ہے، اسے بیان کیا جائے گا۔

ایامہ

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آنے والے شب و روز کے حوادث و واقعات ہیں یعنی اس کتاب میں ابواب جہاد اور غزوات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

سبب تالیف صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری سے پہلے کتب حدیث لکھی گئی تھیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی اس کی تدوین شروع ہو چکی تھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صحیفہ مدون کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ”الصحیفۃ الصادقہ“ مرتب کر رکھا تھا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ”الصحیفۃ الصحیحۃ“ کا بھی تاریخ میں حوالہ ملتا ہے۔ حضرت ابن جریج اور سعید بن عمرو کے مجموعے مرتب ہوئے تھے، لیکن ان میں صرف احادیث کو جمع کیا گیا تھا ان کی عنوان بندی نہ تھی اس کے بعد سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی نے اپنے مجموعوں کو کتب و ابواب کے ساتھ مرتب فرمایا، لیکن ان میں صحیح اور معتد احادیث جمع کرنے کا اہتمام نہ تھا، تاہم عام لوگوں کو اس امر کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجموعہ ہو جس پر انکھیں بند کر کے عمل کیا جائے۔ جس کی ہر حدیث قابل حجت ہو اور اطمینان ہو کہ اس کی ہر حدیث واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان ہے، امام بخاری کے استاذ امام اسحاق بن راہویہ نے ایک دفعہ اپنی علمی مجلس میں اس امر کا اظہار کیا کہ صحیح احادیث پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ ہونا چاہیے جو نہ صرف قابل عمل ہو بلکہ وہ واجب العمل ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استاذ محترم کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی، میں نے اس خواہش کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، انہی دنوں امام بخاری نے ایک خواب دیکھا کہ وہ پلٹے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کھیاں اڑا رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے کذب و افتراء کی کھیاں دور فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے متعلق کوئی خدمت لے گا چنانچہ صحیح بخاری کی تالیف دراصل آپ کے استاذ محترم کی خواہش کی تکمیل اور آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔

(مقدمہ فتح الباری، ص: ۹۰)

اغراض و مقاصد صحیح بخاری

اس مبارک تالیف کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد ہیں:

۱۔ مختلف فنون کا بیان

صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے مختلف جوامع اور مسانید مرتب ہو چکی تھیں اور مصنفات کے نام سے بھی مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ متقدمین نے بہت سے اسلامی علوم اور دینی فنون کو اپنی تالیفات میں جمع کر دیا ہے جیسا کہ امام مالک اور سفیان ثوری نے فقہ میں، ابن جریج نے تفسیر میں، ابو عبیدہ نے غریب قرآن میں، محمد بن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ نے سیرت میں، ابن مبارک نے زہد و رقائق میں، امام نسائی نے ابتدائے آفرینش اور قصص الانبیاء میں، یحییٰ بن معین نے مناقب صحابہ میں اور دیگر علمائے تعبیر روایا، ادب و شائل، اصول حدیث اور احوال قیامت کے متعلق لکھا ہے۔ امام بخاری نے ان مدونہ علوم و فنون پر طائرانہ نظر ڈالی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان تمام علوم و فنون کو ایک مختصر مگر جامع کتاب میں جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے جون (۵۴) کے قریب مختلف فنون پر قلم اٹھایا اور ان کا حق ادا کر دیا۔

۲۔ تحریک آزادی فکر کا احیا

تیسری صدی میں محدثین کرام نے جب مسلمانوں کی اکثریت کو دیکھا کہ وہ اپنے علما اور فقہاء کے استنباطات اور فتاویٰ کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور ان کے استخراجات کو آسمانی وحی خیال کرتے ہیں تو محدثین عظام نے فقہ الرائے کے بجائے فقہ الحدیث کی داغ بیل ڈالی، ان محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر قافلہ ہیں۔ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں صرف صحیح احادیث کو ہی جمع نہیں فرمایا بلکہ اس میں استخراج مسائل کو موضوع بنایا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے تمام توئی صرف کر دیں۔ چنانچہ آپ نے تراجم ابواب میں جو فقہ مرتب کی ہے وہ تقلیدی انداز کی نہیں بلکہ وہ آپ کے اپنے اجتہاد و استنباط کے ثمرات ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ عنوانات کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے ضروریات زندگی کا کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا جس کا براہ راست حدیث سے اس کا استخراج نہ کیا ہو، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فقہی فروع اور اجتہادی مسائل میں مروجہ تقلیدی مسالک سے بالکل آزاد ہیں، مسائل میں تواضع

کو تقلید کا نام نہیں دیا جاسکتا، ہمارے رجحان کے مطابق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریک آزادی فکر کے علمبردار ہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ امر واقعہ ہے۔ ”فقہ البخاری فی تراجمہ“ یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہان کے قائم کردہ عنوانات میں ہے، تراجم کے متعلق ہم ایک مستقل عنوان کے تحت آئندہ گفتگو کریں گے۔

۳۔ مختلف فقہوں کی روک تھام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح میں ان نظریاتی تحریکات کا بھی جائزہ لیا ہے۔ جو اس دور میں اسلامی معاشرہ کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ چنانچہ معتزلہ اور جہمیہ نے صفات باری تعالیٰ کی نفی کر کے ایک بڑے فتنے کو جنم دے رکھا تھا، جب کہ خوارج اور مرجئہ نے ایمان و کفر کے پیمانے مقرر کر رکھے تھے، اس طرح فقہی جمود کی تباہ کاریاں حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھیں۔ ان کے علاوہ شیعہ اور روافض نے نظریہ خلافت و حکومت کے متعلق انتشار پھیلا رکھا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام نظریات و تحریکات کو سامنے رکھ کر متعدد فقہوں کی سرکوبی اپنی الجامع الصحیح میں کی ہے جسے ہم درج ذیل سطور میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

فتنہ انکار حدیث

قرآن اور حدیث دونوں کی بنیاد وحی پر ہے مگرین حدیث صرف قرآن کو وحی مانتے ہیں اور حدیث کو وحی تسلیم نہیں کرتے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح کے آغاز میں بدء الوحی کا عنوان قائم کر کے وحی کی عظمت و حقانیت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ قرآن اور اس کا بیان یعنی حدیث دونوں کی بنیاد وحی الہی ہے۔ ایک کو ماننا اور دوسرے سے انکار کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

فتنہ ارجاء (بے عملی)

کچھ لوگ ایمان کی موجودگی میں عمل کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، ان کے نزدیک ایمان لانے کے بعد عمل کرنا، نہ کرنا دونوں برابر ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں عمل کی حیثیت کو اجاگر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ احادیث میں مختلف اعمال کو ان کی اہمیت کے پیش نظر ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً: جہاد کرنا ایمان کا حصہ ہے، زکوٰۃ دینا اسلام کا جزو ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ نماز پڑھنا عین ایمان ہے اور کھانا کھلانا اسلام کا حصہ ہے۔

فتنہ تکفیر

معمولی بد عملی کی وجہ سے کسی کو کافر قرار دینا انتہائی خطرناک عمل ہے، خوارج کے ہاں یہ فتنہ بڑے عروج پر تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدود و قیود کی وضاحت کرتے ہوئے الجامع الصحیح میں حسب ذیل دو عنوان قائم کیے ہیں:

۱۔ باب من کفرا خاہ بغیر تاویل فهو کما قال۔ (کتاب الادب باب نمبر ۷۳)

”جس کسی نے اپنے بھائی کو بلا وجہ کافر کہا وہ اپنے کہنے کے مطابق کافر ہو جاتا ہے۔“

۲۔ باب من لم یرا کفار من قال ذالک متاً ولأو جاہلاً۔ (کتاب الادب باب نمبر ۷۴)

جو شخص معقول تاویل یا جہالت کی وجہ سے کسی کو کافر کہتا ہے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

فتنہ تقلید

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں فتنہ تقلید عروج پر تھا، اہبارور ہبان کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقام پر فائزہ کو کے علمی عروج کہا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، جیسا ایک بڑا عنوان قائم کر کے اس فتنہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور بتایا ہے کہ شریعت سازی میں ان اہبارور ہبان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ شریعت صرف اللہ کا قرآن اور اس کے رسول کا بیان ہے، ان دونوں کا اتباع ہی ذریعہ نجات ہے، اندھی تقلید کی، اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ روافض کو کتاب الاحکام میں، فتنہ قیاس بالرائے کو کتاب الخلیل میں اور فتنہ اعتزال کو کتاب التوحید میں خوب دبا کر اصل حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

وسعت نظری کی ترویج

شریعت نے جہاں امت پر کشادگی رکھی تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے برقرار رکھا ہے اور اسے فقہی موشگافیوں سے تنگ نہیں کیا۔ مثلاً: ران کا ڈھانچنا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے متعلق بعض روایات معلق ذکر کیں اور کچھ روایات کا مع سند حوالہ دیا پھر دونوں میں فیصلہ کیا: حدیث انس اسند و حدیث جرہد احوط۔

(کتاب الصلوٰۃ، باب نمبر ۱۲)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ہے کہ ران کو ڈھانچنا ضروری نہیں سند کے لحاظ سے مضبوط ہے اور حدیث جرہد جس میں ہے کہ ران ستر ہے اس میں احتیاط کا پہلو نمایاں ہے۔ الغرض آپ نے تمام پہلوؤں پر نہایت حزم و احتیاط سے گفتگو فرمائی اور اپنے فیصلہ میں وسعت نظری کو برقرار رکھا۔

۵۔ مصالح عباد پر نظر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استنباط مسائل میں مصالح عباد پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عنوان قائم کیا ہے:

باب من قال لا نکاح إلا بولی۔ (کتاب النکاح، باب نمبر ۳۷)

یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، دوسری روایات کے پیش نظر ایسا نکاح باطل ہے جو ولی کی اجازت کے بغیر ہو۔

امام بخاری آگے چل کر ایک دوسرا عنوان بایں الفاظ قائم کرتے ہیں:

لا ینکح الأب وغیرہ البکر والشیب إلا برضاہما۔ (کتاب النکاح، باب نمبر: ۴۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، ان دونوں ابواب سے مقصود یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق

العنان ہے کہ جب چاہے جہاں چاہے اپنی شادی رچالے اور نہ ہی وہ اس قدر مجبور و مقہور ہے کہ اس کا سر پرست جب چاہے جس سے چاہے اس کا عقد کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے بلکہ اس امر کی وضاحت کے لیے ایک مزید عنوان بایں الفاظ قائم کیا:

إذا زوج الرجل ابنته وہی کا زہۃ فنکاحہ مردود۔ (کتاب النکاح، باب نمبر ۴۳)

جب باپ اپنی بیٹی کا نکاح زبردستی کر دے جب کہ وہ اسے ناپسند کرتی ہو تو ایسا نکاح مردود ہے۔
درحقیقت شریعت کا منشا بھی یہی ہے کہ اعتدال اور عدل و انصاف کو قائم کیا جائے، اب ہمارے مجتہدین کرام کو دیکھیں، ایک طرف تو انہوں نے بالغ کو مطلق العنان کر دیا کہ وہ جب چاہے جس سے چاہے اپنا عقد کرے، اسے کسی سرپرست کی ضرورت نہیں اور دوسری طرف یہ اندھیرنگری کہ اگر کوئی شخص دھوکہ سے ایجاب و قبول کے الفاظ کہلوالے جسے عورت نہ سمجھتی ہو تو وہ بھی قید نکاح میں آجائے گی اور اسے اس سے آزادی کا کوئی اختیار نہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس افراط و تفریط کے بین بین اعتدال کا پہلو اختیار کیا ہے اور اس اعتدال کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔

۶۔ فقہ الحدیث کی داغ بیل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس نظریے کے پرزور حامی ہیں کہ کتاب و سنت میں ہر مسئلہ موجود ہے، لہذا قیاس اور رائے کا بے دریغ استعمال درست نہیں، آپ نے الجامع الصحیح میں عملاً اس بات کا مظاہرہ کیا ہے اور ایک ایک حدیث پر متعدد عنوانات قائم کر کے فقہ الحدیث کا دروازہ کھولا ہے جیسا کہ درج ذیل امثلہ سے واضح ہوتا ہے۔

☆ حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا پر بیس سے زیادہ عنوانات قائم کر کے متعدد مسائل کا استخراج کیا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ لینے کے واقعہ پر آپ نے متعدد عنوانات قائم کیے ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے چند وسق جو خریدے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو گیارہ مرتبہ بیان کر کے متعدد احکام ثابت کیے ہیں۔

☆ حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بے شمار مسائل اخذ کیے ہیں۔

☆ حدیث کوفہ متعدد مرتبہ لائے ہیں اور اس سے مختلف احکام کا استنباط کیا ہے۔

قیاس میں افراط و تفریط پر پابندی

قیاس کے متعلق فقہائے کوفہ اور علمائے ظاہر افراط و تفریط کا شکار ہیں چنانچہ امام داؤد ظاہری اور امام ابن حزم نے حجیت قیاس کا سرے سے انکار کر دیا جو درج ذیل مسئلہ سے واضح ہوتا ہے:

”اگر کتابرتن میں سے کچھ کھالے اور اس میں منہ ڈال کر کچھ پینے کی نوبت نہ آئے یا اپنا پاؤں یا اپنی دم برتن میں ڈال دی یا وہ خود اس میں گر پڑا لیکن اس میں منہ نہ ڈالا تو ان تمام صورتوں میں برتن کا دھونا ضروری نہیں اور نہ ہی اس میں پڑی چیز کو باہر پھینکنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے۔ نیز اگر زمین کے گڑھے میں کھڑے پانی کے اندر منہ ڈال دے یا کسی انسان کے ہاتھ میں پانی تھا یا کوئی چیز جسے برتن نہیں کہا جاتا اس میں منہ ڈال کر کچھ پی لے تو ایسی صورت میں بھی اسے دھونے اور پڑی چیز کو پھینکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ولوغ صرف منہ ڈال کر پینے کو

کہتے ہیں جس پر نجاست کا حکم مرتب ہوتا ہے۔“ (حکلی ابن حزم ص: ۱۰۹، ۱۱۰)

احناف نے جس طرح بے دریغ قیاس کا استعمال کیا اس کا اندازہ درج ذیل مسئلہ سے کیا جاسکتا ہے۔

”اگر جسم کے کسی عضو کو نجاست لگ جائے تو اگر زبان سے چاٹ کر اس کے اثرات کو زائل کر دیا جائے تو وہ عضو پاک ہو جائیگا، اسی طرح اگر چھری کو نجاست لگ جائے اور اسے زبان سے چاٹ کر زائل کر دیا جائے یا تھوک سے اس کو صاف کر دیا جائے تو وہ چھری پاک ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو نجاست لگ جائے اور اسے زبان سے چاٹ کر صاف کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کے اثرات ختم ہو جائیں تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔“ (فتاویٰ عالمگیری، ص ۱۷۳۵)

ایسے حالات میں قیاس کے متعلق افراط و تفریط پر پابندی لگانا ضروری تھا۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة کے نام سے الجامع الصحیح میں ایک مستقل عنوان اس کے سدباب کے لیے قائم کیا پھر تیس (۳۰) کے قریب ذیلی عنوانات قائم کر کے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان کو سب سے پہلے واضح نصوص کا اتباع کرنا چاہیے اسے خواہ مخواہ قیاس کی تلاش میں مارا مارا نہیں پھرنا چاہیے۔ اگر ضرورت محسوس کرے تو ضروری ہے کہ مقیس علیہ واضح اور معلوم ہونا چاہیے اور علت حکم واضح اور نمایاں ہو۔ چنانچہ آپ نے الجامع الصحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

”من شبه أصلاً معلوماً بأصل مبین قد بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکمہما لیفہم السائل۔“

(کتاب الاعتصام، باب نمبر ۱۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاس میں اصل اور علت کو بین اور واضح ہونا چاہیے محض ظن و تخمین پر انحصار نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لیے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

”باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلف القیاس۔“ (کتاب الاعتصام، باب نمبر ۷)

قیاس میں تکلف اور رائے کا استعمال انتہائی قابل مذمت ہے، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرضی قیاسات کو درج ذیل آیت کریمہ میں داخل فرما کر ان کا بودا پین واضح کیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (الاسراء: ۳۶) ”اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔“

نوٹ:- عام طور پر تالیف صحیح بخاری کی درج ذیل چار اغراض کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ بنیادی غرض تو یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ مرفوعہ کو بیان کیا جائے جن میں کوئی سقم یا ضعف نہ ہو، معلق روایات اور آثار موقوفہ ذاصل مقصود نہیں ہیں۔

☆ صحیح احادیث سے احکام و مسائل کو نکالا جائے چنانچہ الجامع الصحیح میں بے شمار فقہی احکام اور بدیع فوائد بیان ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

☆ استنباط مسائل کی تعلیم دینا بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود ہے چنانچہ نصوص سے فقہی احکام ثابت کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں۔ یعنی دلالت نص، عبارت نص اور اشارات نص وغیرہ ان تمام طرق و استخراج کی الجامع الصحیح میں عملی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ حدیث وفقہ کو جمع کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ الجامع الصحیح صرف فن حدیث پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں کتاب و سنت پر مبنی فقہ کا بھی بیان ہے جسے فقہ الحدیث کہا جاتا ہے۔

شراائط صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اخذ روایات کے سلسلہ میں اپنی کسی کتاب میں شرائط وغیرہ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد آنے والے علما حضرات نے ان کی تالیفات کا مطالعہ کیا، خاص طور پر ان کی تالیف الجامع الصحیح پر نور و خوص کیا تو تنبیح و تلاش کے بعد ان شرائط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اخذ روایات کے سلسلہ میں ملحوظ رکھی ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصحیح میں روایات ذکر کرنے میں جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، کیونکہ ان کے ہاں ہر روایت میں دو چیزوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ راوی کی ذاتی حیثیت یعنی اس کا عادل و ضابط اور ثقہ ہونا۔

۲۔ اس راوی کا اپنے شیخ سے کیسا تعلق ہے اور ملاقات و سماع کس پائے کا ہے؟

ان دونوں حیثیتوں سے راویوں کو ہم پانچ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا طبقہ: جن راویوں کا ضبط و اتقان زیادہ ہے اور وہ اپنے استاذ کے پاس بھی تادیر ٹھہرے رہے یعنی سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے۔

اس کی مثال امام زہری کے شاگردوں میں یونس بن یزید ایللی، عقیل بن خالد ایللی، امام مالک بن انس اصحی، سفیان بن عیینہ وغیرہ یہ حضرات کثیر الضبط اور کثیر الملازمہ ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن راویوں کا ضبط و اتقان تو بہت ہے لیکن اپنے استاذ کے ہاں تھوڑا وقت ٹھہرے، امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال ابو عمرو عبدالرحمن اوزاعی، لیث بن سعد مصری، عبدالرحمن بن خالد، اور ابن ابی ذئب یہ حضرات کثیر الضبط اور کثیر الاتقان ہیں، لیکن امام زہری کے ہاں ان کا قیام بہت تھوڑا رہا ہے گویا یہ حضرات کثیر الضبط اور قلیل الملازمہ ہیں۔

تیسرا طبقہ: وہ راوی جن میں ضبط و اتقان کم ہے لیکن اپنے استاذ کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہرے۔ امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحاق بن یحییٰ الکلی ہیں۔ یہ سب حضرات امام زہری کے ہاں دیر تک رہے لیکن ضبط و اتقان ان میں کم ہے گویا یہ حضرات قلیل الضبط اور کثیر الملازمہ ہیں۔

چوتھا طبقہ: وہ راوی جن میں ضبط و اتقان سب سے کم اور اپنے استاذ کے ہاں بھی بہت کم قیام کیا، امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال زعمہ بن صالح، معاویہ بن یحییٰ صدفی اور شیبی بن صباح ہیں، ان حضرات کا ضبط و اتقان بھی زیادہ نہیں اور اپنے استاذ کے ہاں بھی بہت کم عرصہ ٹھہرے گویا قلیل الضبط اور قلیل الملازمہ ہیں۔

پانچواں طبقہ: وہ راوی جن کا حفظ و ضبط بھی تھوڑا ہوا اور اپنے شیخ کے پاس بس بہت کم وقت ٹھہرے اس کے ساتھ ساتھ ان پر جرح بھی کی گئی ہو۔

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال عبدالقدوس بن حبیب اور محمد بن سعید مصلوب ہیں، یہ حضرات حفظ و اتقان بھی تھوڑا رکھتے ہیں اور اپنے شیخ کے ہاں بھی بہت کم عرصہ قیام کیا۔ پھر ان پر جرح بھی ہوئی ہے۔ گویا یہ حضرات قلیل الضبط اور قلیل الملازمہ مع غوائل الجرح ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے طبقہ کے راویوں کی روایت اپنی تالیف ”الجامع الصحیح“ میں لاتے ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت اصول میں بھی لاتے ہیں اور دوسرے مقامات میں بھی ان کی روایات کو بیان کرتے ہیں، دوسرے طبقہ سے راویوں کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کی روایات کو اصول میں درج کرنے کے بجائے شواہد و متابعات میں لاتے ہیں جب کہ امام مسلم پہلے اور دوسرے طبقہ کے تمام راویوں کی احادیث بیان کرتے ہیں اور تیسرے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں، امام ابو داؤد اور نسائی دوسرے، تیسرے اور چوتھے طبقہ کی روایات ذکر کرتے ہیں اور امام ترمذی پانچویں طبقہ کی احادیث بھی لے آتے ہیں۔ (مقدمہ فیض الباری، ص: ۱۳)

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو عادل، ثقہ اور ضابط ہو اور اپنے شیخ سے اس کی ملاقات بالفعل ثابت ہو، وہ سفر و حضر میں اپنے شیخ کے ساتھ رہا ہو، یا کم از کم حضر میں تو اس کی ملاقات بکثرت ہو کیونکہ جو آدمی سفر و حضر میں کسی کا ساتھی ہوگا۔ اس سے غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے جب کہ امام مسلم پہلی شرط میں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں البتہ دوسری شرط بالفعل ملاقات کو وہ ضروری خیال نہیں کرتے، بلکہ اخذ روایت میں وہ امکان لقا کو ہی کافی سمجھتے ہیں، امام ابو داؤد اور امام نسائی دونوں امام بخاری کے ساتھ شرط ثانی میں شریک ہیں۔ شرط اول کا ان کے ہاں اتنا اہتمام نہیں ہے، ترمذی میں دونوں شرائط پر اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔

یہی وہ شرائط و وجوہات ہیں جن کی بنا پر علمائے حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ الجامع الصحیح کو باقی تمام کتب حدیث پر ترجیح ہے خواہ یہ ترجیح باعتبار صحت کے ہو یا جودت فقہات کی وجہ سے ہو اور اسی بنا پر امام بخاری کو امیر المؤمنین فی الحدیث اور سید المحدثین نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم
تراجم صحیح بخاری

لفظ تراجم، ترجمہ کی جمع ہے اور یہ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

- ☆ کسی بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنا جیسا کہ عربی زبان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔
- ☆ کسی آدمی کے حالات اور سیرت و اخلاق کو بیان کرنا جیسا کہ تراجم علمائے مصر میں مصری علماء کے حالات بیان ہوئے ہیں۔
- ☆ کسی چیز کے آغاز اور ابتدائی حصہ کو بھی ترجمہ کہا جاتا ہے جسے ہم عنوان نام دیتے ہیں۔ تراجم صحیح بخاری سے یہ آخری معنی مراد ہے۔ امام بخاری نے الجامع الصحیح کے تراجم میں بہت سے علمی، فقہی اصولی اور لغوی حقائق بیان کیے ہیں اور یہ تراجم بہت حقائق و دو قائق پر مشتمل ہیں۔ بڑے بڑے علمائے تراجم کو دیکھ کر انگشت بدندان ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے اس قسم کے تراجم قائم نہیں کیے اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم وجود میں آئے گویا امام بخاری اس دروازے کو کھولنے والے تھے اور خود ہی اس دروازے کو بند کر دینے والے ہیں۔“

(مقدمہ فیض الباری، ص: ۳۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تراجم سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں حدیث، تفسیر، لغت اور علم کلام پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ یہ بات تو اہل علم میں مشہور ہے:

”فقہ البخاری فی تراجمہ“ یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہان کے قائم کردہ تراجم میں ہے۔

تراجم بخاری کی دقت و اہمیت کے پیش نظر علمائے حدیث نے انہیں حل کرنے کے لیے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اب تراجم صحیح بخاری کے متعلق اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تراجم کے ذریعے احادیث سے مسائل کے استنباط میں اپنی پوری توانائیاں صرف کی ہیں، اس بنا پر ہم آپ کے تراجم کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

① الجامع الصحیح کے اکثر تراجم دعویٰ کے طور پر ہیں اور احادیث کو بطور دلیل پیش کر کے انہیں ثابت کیا گیا ہے اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک حدیث سے کئی کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ مثلاً: وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۱۶)

اس پر مندرجہ ذیل عنوان قائم کئے ہیں اور متعدد احکام و مسائل اخذ کیے ہیں۔

☆ من الكبائر ان لا یستر من بولہ (کتاب الوضوء، باب ۵۵) ”یہ کبیرہ گناہ ہے کہ انسان اپنے پیشاب سے پرہیز نہ کرے۔“

☆ ماجاء فی غسل البول (کتاب الجنائز، باب ۵۶) ”پیشاب کی جگہ کو دھونا چاہیے۔“

☆ عذاب القبر من الغیبة والبول (کتاب الجنائز، باب ۸۸) ”غیبت اور پیشاب سے عذاب قبر ہوتا ہے۔“

☆ النمیمۃ من الكبائر (کتاب الادب، باب ۴۹) ”چغلی اور غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔“

ایک مقام پر مذکورہ حدیث ذکر کی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث ۲۱۸) لیکن اس پر کوئی عنوان قائم نہیں کیا تا کہ طالب علم خود غور و فکر

کر کے کوئی مناسب عنوان قائم کرے۔ چنانچہ مناسب عنوان یہ ہے: ”کون البول موجباً لعذاب القبر۔“

② تراجم میں کسی مسئلہ کا استخراج نہیں بلکہ حدیث کی وضاحت مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً:

☆ باب الذکر بعد الصلوٰۃ (کتاب الاذان، باب ۱۵۵) حدیث میں دبر الصلوٰۃ (حدیث نمبر ۸۳۳) آیا تھا جس سے بعض

حضرات نے یہ اخذ کیا کہ مذکورہ ادعیہ کو شہد میں پڑھنا چاہیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ دبر کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد نماز کے بعد ہے۔

☆ باب بركة السحور من غیر ایجاب (کتاب الصوم، باب نمبر ۲۰) حدیث میں ہے کہ تم سحری کھاؤ کیونکہ اس میں

برکت ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۹۲۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ حدیث میں صیغہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ احتیاب کے لیے ہے۔

☆ باب رفع معرفة ليلة القدر (کتاب فضل ليلة القدر، باب نمبر: ۴) حدیث میں لیلۃ القدر کے متعلق رفعت کے

الفاظ آئے تھے (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۲۳) جس سے بعض حضرات کو شبہ ہوا کہ شاید شب قدر کو ہی اٹھایا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ ایک تعین کو اٹھایا گیا ہے۔

③ بعض اوقات ایک حدیث متعدد اوامر و نواہی پر مشتمل ہوتی ہے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر امر اور ہر نہی پر الگ الگ عنوان قائم کرتے

ہیں، تاکہ ان کی مستقل حیثیت واضح ہو جائے۔

اوامر کی مثال

حضرت ابو سعید خدری رضي الله عنه سے روایت ہے کہ ہم غلے، جو، کھجور، پنیر اور مٹھی سے ایک ایک صاع بطور فطرانہ دیتے تھے۔
(صحیح بخاری، الزکاة: ۱۵۰۶)

امام بخاری رضي الله عنه نے اس حدیث پر الجامع الصحیح میں چار عنوان قائم کئے ہیں:

- ① صدقة الفطر صاعاً من شعير (كتاب الزكاة، باب نمبر: ۷۲)
 - ② صدقة الفطر صاعاً من طعام (باب نمبر: ۷۳)
 - ③ صدقة الفطر صاعاً من تمر (باب نمبر: ۷۴)
 - ④ صدقة الفطر صاعاً من زبيب (باب نمبر: ۷۵)
- لیکن امام بخاری رضي الله عنه نے ”صدقة الفطر صاعاً من اقط“ کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک دوسری اشیاء کی موجودگی میں اس کی ادائیگی جائز نہیں۔ واللہ اعلم

نواہی کی مثال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: ”وہ ہم سے نہیں جو مصیبت کے وقت رخسار پٹینا ہے، کپڑے پھاڑتا ہے یا جاہلیت کی باتیں کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری، الجنائز: ۱۲۹۳)

اس حدیث پر امام بخاری رضي الله عنه نے حسب ذیل تین عنوان قائم کئے ہیں۔

- ① ليس منا من شق الجيوب (كتاب الجنائز، باب نمبر: ۳۵)
- ② ليس منا من ضرب الخدود (كتاب الجنائز، باب نمبر: ۳۸)
- ③ ما ينهى من الويل ودعوى الجاهلية عند المصيبة (باب نمبر: ۳۹)
- ④ امام بخاری رضي الله عنه بعض اوقات عنوان میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں، اس اضافے سے مقصود، دو متعارض احادیث کے درمیان تطبیق دینا ہوتا ہے۔ مثلاً:

☆ ایک عنوان ہے: ”لا تستقبل القبلة بيول ولا غائط الا عند البناء جدار او نحوه“ (كتاب الوضوء، باب نمبر: ۱۱)

امام بخاری رضي الله عنه کے نزدیک رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کا ارشاد صحرا سے متعلق اور آپ کا عمل عمارت کے متعلق ہے اس طرح آپ نے دو متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے۔

☆ قول النبی صلى الله عليه وسلم يعذب الميت ببعض بقاء أهله عليه إذا كان النوح من سنته (الجنائز، باب نمبر: ۳۲)

اس اسلوب سے امام بخاری رضي الله عنه نے حدیث ابن عمر رضي الله عنه اور حدیث عائشہ رضي الله عنها کے درمیان تطبیق دی ہے کہ جب میت پر رونا دھونا اس خاندان کی عادت ہو اور مرنے والا انہیں اس کام سے باز رہنے کی وصیت نہ کرے گیا ہو تو اہل خانہ کے رونے سے میت کو باز پرس ہوگی جیسا کہ ابن عمر رضي الله عنه کی حدیث میں ہے اور جب وہ وصیت کر کے گیا ہو تو وہ بے تصور ہے۔ اسے اہل خانہ کے رونے سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضي الله عنها نے اس کی وضاحت کی ہے۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے اگر کوئی نیند کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے تو عشاء سے پہلے سونا جائز ہے۔ (کتاب المواقی، باب نمبر ۳۳) جب کہ ایک حدیث میں عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ (المواقی: ۵۶۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اضافہ سے معلوم ہوا کہ نیند کے ہاتھوں مغلوب ہونے کی صورت میں اس کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے۔ (صحیح بخاری، المواقی: ۵۶۹)

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ الجامع الصحیح میں ایک بڑے عنوان کے تحت اضداد کا ذکر کر دیتے ہیں، اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس سے بڑے عنوان کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے کیونکہ گرمی کا احساس دلانے کے لیے اس کی ضد سردی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عرب کا ایک محاورہ ہے اضداد کے ذکر سے اشیاء کی پہچان ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ نے کتاب الایمان میں درج ذیل عنوان کو پیش کیا ہے حالانکہ ان کا ایمان سے تعلق نہیں ہے۔

باب کفران العشیر و کفر دون کفر (کتاب الایمان باب نمبر: ۲۱)

باب ظلم دون ظلم (باب نمبر ۲۳)

باب المعاصی من أمر الجاہلیة (باب نمبر: ۲۲)

باب علامات النفاق (باب نمبر: ۲۴)

کتاب الاستسقاء میں درج ذیل عنوان بھی اسی قبیل سے ہے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجعلها سنین کسنی یوسف (الاستسقاء باب نمبر ۲)

⑥ بعض دفعہ عنوان کے تحت ذکر کردہ حدیث قطعی طور پر عنوان کے مطابق نہیں ہوتی، لیکن اس حدیث کے دیگر طرق کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، مذکورہ حدیث ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اس عنوان کی بنیاد ضرور ہے۔ اور مذکورہ روایت سے اس کی بنیاد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ وہ طریق خود الجامع الصحیح میں ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

باب السمر فی العلم (کتاب العلم، باب نمبر: ۴۱)

اس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی لیکن اس میں علمی باتوں کا کوئی ذکر نہیں، جس کے متعلق عنوان قائم کیا گیا ہے۔ البتہ ایک دوسرے مقام پر اس کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ (صحیح بخاری، التفسیر: ۳۵۶۹)

۲۔ وہ طریق صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے: باب

طول القيام فی صلوة اللیل (کتاب التہجد باب نمبر: ۹)

پھر اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (صحیح بخاری، التہجد: ۱۱۳۶) اس حدیث میں طول قیام کا ذکر نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد میں سورہ بقرہ، آل عمران، ماندہ اور نساء کی تلاوت

فرمائی۔ (صحیح مسلم صلوٰۃ المسافرین: ۷۷۲)

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات اپنے عنوان میں کسی مسئلہ کو جزم و وثوق سے بیان نہیں کرتے جس کی متعدد وجوہ حسب ذیل ہوتی ہیں۔

مسئلہ میں وسعت کا پہلو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ کتاب الوتر میں پہلا عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

باب ما جاء في الوتر (کتاب الوتر باب نمبر: ۱)

اس کے تحت آپ نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں، تاکہ وتروں کی وسعت کا پہلو برقرار رہے کہ وتر ایک ہے یا تین، انہیں فصل سے پڑھنا چاہیے یا وصل سے ادا کرنا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں امام قاسم کا قول بیان کیا ہے:

جب سے ہم نے ہوش سنبھالی ہے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے پایا ہے اور اس میں وسعت ہے، امید ہے کہ اس میں کوئی

خرج نہیں ہوگا۔ (کتاب الوتر، حدیث نمبر: ۹۹۳)

روایات میں اختلاف کی وجہ سے کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل عنوان کے متعلق اسلوب اختیار کیا ہے:

باب الصلوة على الشهيد (کتاب الجنائز، باب نمبر: ۷۲)

اس عنوان کے تحت دو احادیث ذکر کی ہیں ایک میں ہے کہ آپ نے شہدائے احد کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (حدیث نمبر: ۳۳۳)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے اور اہل احد پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت

پر پڑھی جاتی ہے۔ (حدیث نمبر: ۱۳۳۳)

جہ ایک مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہوتا ہے اس بنا پر آپ وہاں کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے: "اذا دعت الام ولدها في الصلوة" اس عنوان کو کتاب العمل فی الصلوة نمبر: ۷ کے تحت بیان کیا ہے۔ پھر حدیث جریح ذکر کی ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ دوران نماز اگر والدہ اپنی کسی ضرورت کے لیے بیٹے کو بلائے تو وہ حاضر ہو جائے یا نماز جاری رکھے۔ اہل علم کے اختلاف کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزم و وثوق سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

⑥ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ اختلافی ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اختیار کردہ موقف کے متعلق بڑے مضبوط دلائل رکھتے ہیں، اس لیے عنوان میں اس مسئلہ کو بڑے وثوق اور جزم سے بیان کرتے ہیں درج ذیل عنوانات اسی قبیل سے ہیں۔

① باب وجوب صلوة الجماعة (کتاب الاذان باب نمبر: ۲۹)

② باب التيمم للوجه والكفين (کتاب التيمم باب)

③ باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس (کتاب الجمعة، باب نمبر: ۱۶)

④ باب التكبير على الجنائز اربعا (الجنائز باب نمبر: ۶۴)

حالانکہ ان مسائل کے متعلق ائمہ اور فقہاء میں بہت اختلاف ہے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل و براہین کی وجہ سے ان کے متعلق بڑے جزم و وثوق سے فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے۔

⑨ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات عنوان میں ایک مرفوع حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اس کا معنی صحیح ہوتا ہے۔ پھر اس معنی کو ثابت کرنے کے لیے تائید کے طور پر دیگر احادیث پیش کرتے ہیں جو ان کی شرائط کے مطابق ہوتی ہیں درج ذیل ابواب میں یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

☆ باب الصعید الطیب وضوء المسلم (کتاب التیمم، باب نمبر: ۶)

☆ سترة الامام سترة من خلفه (کتاب الصلوٰۃ، باب نمبر: ۹۰)

☆ باب الاقامة واحدة (کتاب الاذان، باب نمبر: ۳)

☆ باب من قال لا یقطع الصلوٰۃ شیء (کتاب الصلوٰۃ، باب نمبر: ۱۰۵)

☆ باب الاثنان فما فوقها جماعة (کتاب الاذان، باب نمبر: ۳۵)

☆ الامراء من قریش (کتاب الاحکام، باب نمبر: ۲)

مذکورہ بالا احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق نہ تھیں اس لیے انہیں عنوانات میں ذکر کیا ہے اور اس کا معنی صحیح تھا لہذا دیگر احادیث سے اسے ثابت کیا ہے۔

⑩ کبھی عنوان کی عبارت کا ظاہر مدلول مقصود نہیں ہوتا بلکہ دلالت التزامی سے ثابت ہونے والا امر مقصود ہوتا ہے جو عنوان کے تحت پیش کردہ احادیث میں کافی غور و فکر کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً باب ”کیف بدأ الوحی“ میں آغاز وحی کا تذکرہ ہی مقصود نہیں بلکہ وحی کے جملہ مبادی یعنی وحی اس کی اقسام، اس کی عظمت و صداقت، مقام وحی، زبان وحی اور موحی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و اخلاق نیز صاحب وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حالات وغیرہ بیان کرنا مقصود ہیں، یہ تمام باتیں اس عنوان کے تحت پیش کردہ احادیث سے معلوم ہوتی ہیں، صرف نزول وحی کی کیفیت مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب فضائل القرآن میں ایک عنوان قائم کیا ہے:

باب کیف نزول الوحی وأول ما نزل (کتاب فضائل القرآن، باب نمبر: ۱)

⑪ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجامع الصحیح“ میں بعض مقامات پر باب کا لفظ لکھا ہے لیکن وہاں عنوان ندرت یعنی وہ باب بلا عنوان ہوتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کے عنوان سے تین اغراض ہوتی ہیں۔

☆ اس قسم کے باب کا تعلق پہلے عنوان سے ہوتا ہے گویا بلا عنوان باب کی حیثیت ایک ”فصل“ کی ہوتی ہے جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں باب الصلوٰۃ بین السواری کے بعد ایک باب بلا عنوان ہے۔ گویا کہ پہلے باب کا تہرا اور تکملہ ہے۔

☆ قارئین اہل علم اور طلبہ کو اس امر پر آمادہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ از خود غور و فکر کر کے اس مقام پر کوئی عنوان قائم کریں جو موقع و محل کے مطابق ہو جیسا کہ کتاب التیمم کے آخر میں ایک باب بلا عنوان ہے۔ جس کے تحت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ ایک جنسی آدمی نماز میں شامل نہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔ اس

مقام میں حسب حال درج ذیل عنوان مناسب ہے:

”الجنب اذا لم يجد ماء يتيمم۔“ ”جب جنبی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر لے۔“

☆ ایسے عنوان کے تحت ذکر کردہ حدیث سے بے شمار احکام و مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کثیر فوائد کے پیش نظر اس حدیث پر کوئی عنوان بندی نہیں کرتے، تا کہ اس سے مسائل کثیرہ کے استنباط کی گنجائش برقرار رہے۔ مثلاً: کتاب الایمان میں ایک عنوان باب ”سؤال جبرائیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان.....“ ہے۔ اس کے بعد ایک باب بلا عنوان (باب نمبر ۳۸) ہے اور اس کے تحت حدیث ہرقل بیان کی گئی ہے، جس سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر باب بلا عنوان رکھا ہے، تا کہ کثیر مسائل کی وسعت برقرار رہے۔

۱۲۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عنوان موجود ہے لیکن اس کے تحت کسی آیت یا حدیث کا ذکر نہیں ہوتا، اس کے متعلق شارحین نے درج ذیل دو موقف اختیار کئے ہیں:

☆ راویوں کے تصرف سے ایسا ہوا ہے، اصل کتاب میں ایسا نہیں تھا۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیاض چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے بعد حدیث ذکر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

لیکن ہمارے رجحان کے مطابق یہ دونوں موقف محل نظر ہیں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کو تالیف کرنے کے بعد اس کی تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تقریباً نوے ہزار شاگردوں نے اس کتاب کو براہ راست امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے، یہ ناممکن ہے کہ ایسے حالات میں راویوں کو تصرف کا موقع ملا ہو یا آپ نے بیاض چھوڑ دیا، لیکن بعد میں وہاں حدیث لانے کا اتفاق نہ ہو سکا، ہمارے نزدیک اس کی حسب ذیل دو وجوہات ہیں:

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد کا ملکہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے مقامات پر خود کسی آیت یا حدیث کا انتخاب کریں۔

۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر ایسا کیا ہے کیونکہ اس قسم کے باب سے پہلے یا بعد ضرور ایسی حدیث ہوتی ہے جو اس عنوان کو ثابت کرتی ہے۔ خواہ وہ حدیث قریب یا دور، ہوتی ضرور ہے۔ مثلاً: کتاب الحج میں ایک عنوان بایں الفاظ ہے: باب قصر

الخطبة بعرفة (باب نمبر: ۹۰)

اس کے بعد ایک دوسرا عنوان ہے۔ ”التعجيل الى الموقف“ اس عنوان کے تحت کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے، چونکہ

اس عنوان سے پہلے درج کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے کہا اگر تو سنت کے مطابق حج کرنا چاہتا ہے تو خطبہ مختصر کر اور دو ف عرفات کے

لیے جلدی کرو۔ (صحیح بخاری، الحج، ۱۶۶۳)

مذکورہ عنوان کی یہی حدیث دلیل ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سکرار سے بچنے کے لیے اسے یہاں نقل نہیں فرمایا نیز آپ کا یہ بھی

مقصود ہے کہ طلبہ کا ذہن پختہ ہو جائے اور انہیں استنباط مسائل اور محنت کی عادت پڑھے، بہر حال اس طرح کے ابواب بہت کم ہیں

بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، الغرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجامع الصحیح“ کے تراجم میں بڑے بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں جن کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے نظر غائر اور فہم صائب کی ضرورت ہے۔ سطحی فکر کا حامل انسان ان کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر دیتا ہے کہ ان کے قائم کردہ عنوانات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ حالانکہ وہ خود فہم سقیم میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تراجم کے متعلق تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے، ہم نے صرف بارہ انواع کا ذکر کیا ہے۔ ہماری زیر تالیف شرح بخاری جو اپنے آخری مراحل میں ہے، اس کے مقدمہ میں تراجم کے متعلق تفصیل سے لکھنے کا پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل و کرم سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری کا دفاع کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

نسخہ ہائے صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید فربری نے ذکر کیا ہے کہ الجامع الصحیح کو نوے ہزار آدمیوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست سنا۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۶۸۶) لیکن ہم تک صحیح بخاری کے جو نسخے متصل سند سے پہنچے ہیں وہ صرف چار ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ پہلا نسخہ

یہ حافظ فربری کا نسخہ ہے، یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ سے ہیں انہوں نے صحیح بخاری کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دو مرتبہ سنا ہے، ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فرز میں، بخارا کے قریب دریائے جیحون کے کنارے پر ایک فرز نامی شہر آباد ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہونہار شاگرد اسی مقام پر پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے۔ صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر قال الفربری موجود ہے۔ صحیح بخاری کا یہ نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔

☆ دوسرا نسخہ

یہ حافظ نسفی کا نسخہ ہے۔ ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے، انہوں نے الجامع الصحیح کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست سنا، حافظ نسفی نے پوری کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں سنی، چند اوراق رہ گئے تھے، اس طرح اس نسخہ میں معمولی سا نقص رہ گیا اس بنا پر فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے، کیونکہ انہوں نے پوری کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہے۔ حافظ نسفی کے نسخہ کو وہ شہرت نہ مل سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

☆ تیسرا نسخہ

یہ نسخہ حافظ نسوی کا ہے، ان کا نام حماد بن تنا کر نسوی ہے، انہوں نے الجامع الصحیح کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت کیا لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی، اس نسخہ کو آگے بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے جب کہ فربری کے نسخہ کو نقل کرنے والے نو تلامذہ ہیں۔ اس بنا پر حماد بن تنا کر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت نہ حاصل ہو سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

☆ چوتھا نسخہ

یہ نسخہ حافظ بزدوی کا ہے۔ ان کا پورا نام ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی ہے۔ انہوں نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی، امام

بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے ہیں۔ اس نسخہ کو بھی صرف ایک آدمی نقل کرتا ہے۔ اس لیے نسخہ فربری کے مقابلہ میں اس کی شہرت نہ ہو سکی۔ بعض حضرات حافظ محاملی کو بھی صاحب نسخہ کہتے ہیں لیکن ان کے پاس صحیح بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب آخری مرتبہ بغداد گئے تو حافظ محاملی وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چند مجالس میں شریک ہوئے۔ بہر حال ہمارے ہندوپاک میں حافظ فربری کا نسخہ ہی مدار روایت ہے۔ واللہ اعلم

ترتیب صحیح بخاری

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں شیخ الاسلام ابو حفص عمر ہلقینی کے حوالہ سے الجامع الصحیح کی ترتیب بیان کی ہے،

ہم اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے جس پر صحیح اور جامع دونوں صفات کا اطلاق ہوتا ہے۔ جامعیت کا یہ عالم ہے کہ یہ شریعت کے تمام فنون یعنی عقائد و عبادات، جہاد و غزوات، آداب و معاملات، سیر و اخلاقیات، حدود و تعزیرات، تفسیر و فضائل، طب و علاج اور رقاق و توحید جیسے چون (۵۴) فنون اسلامیہ پر مشتمل ہے۔ ملکی سیاسی قوانین کے علاوہ روزمرہ کے جزوی معاملات بڑے صاف اور روشن دلائل سے مستنبط کیے ہیں، الغرض اللہ کی کتاب کے بعد یہ ایک ایسی کتاب ہے جو دین و دنیا کے معاملات بڑے اچھے انداز میں حل کرتی ہے اور مصنف کے متعلق تمام فنون میں قابلیت کی شہادت دیتی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب کا آغاز پیداء الوحی سے کیا ہے۔ کیونکہ دین اسلام کی بنیاد وحی پر ہے اور وحی کی دونوں اقسام متلو یعنی کتاب اللہ اور غیر متلو یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان دونوں میں عملی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اس کے بعد کتاب الایمان لائے ہیں، تاکہ بتایا جائے کہ وحی پر ایمان لانا ہی نجات کا باعث ہے اور اس کے بغیر انسان کی کوئی محنت بھی ثمر آور نہیں ہو سکتی۔ پھر کتاب العلم کو بیان کیا اس سے یہ مقصود ہے کہ ایمان کے تقاضوں کو سمجھنے کے لیے علم انتہائی ضروری ہے چونکہ علم کا تقاضا عمل ہے اور عملی میدان میں سب سے زیادہ اہم عبادات ہیں اور عبادات کی بجا آوری کے لیے طہارت ظاہری شرط ہے۔ لہذا اس کے بعد کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض اور کتاب التیمم کو بیان فرمایا، عبادات کچھ ایسی بھی ہیں جن کے ثواب کا پیمانہ مقرر ہے پھر ان میں سے کچھ خالص بدنی ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، لہذا کتاب الصلوٰۃ کا اہتمام کیا، پھر وہ عبادات جو محض مالی ہیں، کتاب الزکوٰۃ اسی اہمیت کے پیش نظر بیان کی گئی ہے۔ پھر وہ عبادات جو مالی اور بدنی دونوں سے مرکب ہیں۔ چنانچہ کتاب الحج، کتاب العمرة، کتاب الحصر اور کتاب جزاء الصيد بیان فرمائیں۔ پھر حج کی مناسبت سے کتاب فضائل المدینہ لائے ہیں۔

پھر وہ عبادات جن کے اجر و ثواب کا کوئی پیمانہ مقرر نہیں ہے۔ اگر اسے پورے آداب و شرائط سے ادا کیا جائے تو اللہ کے ہاں بلا حد و حساب اجر و ثواب ملے گا۔ چنانچہ کتاب الصوم تا کتاب الاعتکاف اس حکمت کے پیش نظر بیان کی ہیں۔ اس کے بعد معاملات کا آغاز فرمایا خاص طور پر ہر وہ شخصی معاملات جن کا تعلق انسانی معیشت سے ہے، کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک اسی مقصد کو پورا کیا گیا ہے۔ پھر بین الاقوامی معاملات کو زیر بحث لایا گیا ہے، سرکشوں کی سرکوبی کے لیے جہاد اور ان سے حاصل شدہ اموال کی تقسیم اور جزیہ و ٹیکس کو بیان فرمایا، پھر ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کرنے کے لیے انبیائے کرام اور ان کے اصحاب کے فضائل و

مناقب، آسانی کتابیں، خاص طور پر قرآن کریم اور اس کی تفسیر کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کتاب الجہاد سے فضائل قرآن تک کا طویل سلسلہ بیان کیا، یہ سلسلہ بین الاقوامی مباحث پر مشتمل ہے، اس کے بعد عالمی قوانین کتاب النکاح سے کتاب النفقات تک یعنی خاندانی نظام کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد معاشرہ کی تشکیل نو کے لیے کھانے پینے کے آداب کتاب الاطعمہ سے کتاب الاشرہ تک اور اس میں بے اعتدالی کی وجہ سے بیماری پھر علاج معالجہ کی اہمیت کو کتاب المرضی اور کتاب الطب میں اجاگر کیا گیا ہے۔ متمدن اقوام کھانے پینے کے بعد ستر پوشی کو اہمیت دیتی ہیں۔ اس لیے الناس باللباس کے پیش نظر کتاب اللباس کو بیان کیا۔ پھر اخلاقیات کا آغاز فرمایا چنانچہ کتاب الادب اور کتاب الاستیذان میں اسی قسم کے معاشرتی آداب و حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنے کے لیے کتاب الدعوات اور کتاب الرقاق کو بیان کیا، موت کے حوالہ سے کتاب القدر، کتاب الایمان والند وراور کتاب الفرائض کا ذکر بھی از بس ضروری تھا۔

بعض اوقات انسان اپنی موت سے بے خبر ہو کر دوسروں کے حقوق پر شبخوں مارتا ہے، کتاب الحدود اور کتاب الديات میں ان جرائم کی روک تھام کے لیے مختلف سزاؤں کو بیان فرمایا، بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ جرم پیشہ لوگوں کی سرکشی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ مذکورہ سزائیں انہیں سیدھا نہیں کر سکتیں تو ان کے لیے کتاب استتابة المرتدین والمعاندین و قتالہم قائم کیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مجبور ہو کر کلمہ کفر کہہ دیتا ہے، اس کے حل کے لیے کتاب الاکراہ کو لائے ہیں، اس عالم رنگ و بو میں بے شمار ایسے فتنے ہیں جو انسان کے ایمان و اخلاق کو غارت کے دیتے ہیں، بعض فتنے مذہب کی آڑ میں بلا پایے جاتے ہیں یا کسی خواب کو بنیاد بنا کر انہیں ہوا دی جاتی ہے چنانچہ کتاب الجلیل، کتاب التعمیر اور کتاب الفتن میں اسی قسم کے فتنوں کا سدباب کیا گیا ہے پھر اسلامی حکومت کا خاکہ کتاب الاحکام میں بیان کیا، آخر میں مختلف تحریکات اور نظریات کا جائزہ کتاب التسنی اور کتاب اخبار الاحاد کی صورت میں لیا گیا پھر باطل تحریکات سے بچاؤ کے لیے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کا عنوان قائم کیا ہے۔

آخر میں توحید باری تعالیٰ کے متعلق مختلف لوگوں اور گروہوں نے جو شکوک و شبہات پھیلارکھے ہیں، اپنی کتاب التوحید میں خوب خوب صاف کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز کتاب میں وحی اور آخر میں توحید کو بیان کیا کیونکہ توحید کی اصل وحی اور وحی کا ثمرہ توحید ہے۔ اور درمیان میں اس کا تقاضا عمل ہے آپ نے واضح کیا کہ جس نے دنیا میں اس پھل کو پایا وہ آخرت میں کامیاب ہوگا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ (آمین)

مقام صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح کو حسن نیت اور اخلاص سے تالیف فرمایا اور اس کی تالیف میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا آپ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنی صحیح میں کوئی بھی حدیث غسل کرنے اور دو رکعت پڑھنے اور استخارہ کرنے کے بغیر نہیں لکھی۔“ (مقدمہ فتح الباری، ص ۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم کتاب کو لکھنے کے بعد اس وقت کے جلیل القدر علمائے کرام کے ہاں پیش کیا، تمام محدثین اور

شیوخ نے اسے بنظر تحسین دیکھا۔ ابو جعفر عقیلی کا بیان ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تالیف کو امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور دیگر علمائے وقت کی خدمت میں پیش کیا تو سب نے اس کی تعریف کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی مگر چار احادیث کے متعلق معمولی سا اختلاف کیا۔

ان چار احادیث کے متعلق عقلمندی کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہی صحیح ہے۔ اور وہ احادیث بھی صحیح ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۹) اب گویا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے، امام بخاری خود اس تالیف کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے سولہ برس کی محنت شاقہ سے اپنی اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور چھ لاکھ احادیث میں سے اس کا انتخاب کر کے اپنے اور اللہ کے درمیان اسے حجت قرار دیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۶۸۱)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی صحیح کو تالیف کر کے اس میں اصول جمع کیے اور لوگوں کی راہنمائی کے لیے اس میں احادیث بیان کیں۔ ان کے بعد جس قدر بھی مؤلفین آئے انہوں نے اسی کتاب سے مواد لیا۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۶۸۱)

اس کتاب کے متعلق حافظ ابو نصر وائلی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم اور فقہا اس پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے:

”بخاری کی وہ تمام مرفوع روایات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے۔“

اس طرح کی قسم اٹھانے سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی اور وہ عورت اس کی بیوی رہے گی۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح، ص ۳۹) چونکہ صحیح بخاری کی تمام متصل مرفوع روایات صحیح ہیں اس لیے اس کی بیوی پر طلاق نہیں پڑے گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: ”صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں تمام متصل اور مرفوع روایات یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک تو اتر کے ساتھ پہنچی ہیں، جو انسان ان کی تعظیم نہ بجالائے وہ بدعتی ہے اور وہ مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلتا ہے۔“ (جزء اللہ البالغہ، ص ۱۳۳ ج ۱)

صحیح بخاری کے متعلق ابو یزید مروزی فرماتے ہیں:

میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا، اس دوران میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے مجھے فرمایا ابو یزید! تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھتا رہے گا اور تو میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کوئی کتاب ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح میری کتاب ہے۔

(مقدمہ فتح الباری، ص ۶۸۳)

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا، اس عالم رنگ و بو میں کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کے مترجم اور شارح مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و خدمات سے بھی قارئین کو آگاہ کیا جائے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے ہاں اجر جزیل سے نوازے۔

شراح بخاری مولانا داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نام و جائے پیدائش

مولانا محمد داؤد راز ضلع گوڑ گاؤں (علاقہ میوات) کے ایک چھوٹے سے گاؤں ”راہپواہ“ میں ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے۔ وہاں کے باشندے زیادہ تر میوراچپوت مسلمان ہیں۔ جن کا آبائی پیشہ زراعت ہے۔ یہ علاقہ میوہ چھتری راجپوت مسلمانوں کا ہے، اگرچہ تقسیم ملک کی وجہ سے اس علاقہ پر کافی اثر پڑا۔ یہاں توحید و سنت کی ترویج و اشاعت کا سہرا ان بزرگان قوم پر ہے جو آزادی وطن کے اولین علمبردار مولانا سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل شہید دہلوی کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ حضرات اس علاقہ میں تشریف لائے اور اصلاح و تربیت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد شیخ اکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے فیض یافتگان نے بھی یہاں کافی تبلیغی اور اصلاحی کام کئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی مساعی جلیلہ کو قبول فرمائے۔

تعلیمی حالات

مولانا محمد داؤد راز کا بچپن سکول کی ابتدائی تعلیم سے شروع ہوا، ان کے والد محترم پہلے ہی داغ مفارقت دے چکے تھے۔ بڑے بھائی اور والدہ ماجدہ کے زیر سایہ غالباً ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دہلی جا کر مدرسہ حمیدیہ صدر بازار میں داخلہ کی سعادت حاصل کی جو دہلی کے رئیس حافظ حمید اللہ نے قائم کیا تھا اور وہی اس مدرسہ کے اخراجات برداشت کرتے تھے وہاں مولانا عبد الجبار شکر اوی سے دینیات کی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور اسی درسگاہ میں قرآن مجید نیز فارسی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد دہلی ہی میں حضرت مولانا عبد الوہاب صدری کے مدرسہ دارالکتاب والنتہ میں حافظ عنایت اللہ اثری اور بعض دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا اور وہیں سے دینی علوم کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ یہ غالباً ۱۳۴۶ھ کی بات ہے۔ ان دنوں دہلی کا یہ مدرسہ واقعی دارالعلوم تھا۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ یہاں موجود تھے اور دیگر اکابر اہل علم بھی ہند کے اطراف سے یہاں آتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد داؤد راز کو تحقیقی رجحان دیا تھا، اس مدرسہ میں رہتے ہوئے انہیں علمی مجالس سے استفادہ کرنے کا خوب موقع میسر آیا، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی بھی یہاں درس و افتاء کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے، ان کی صحبت سے بھی انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ تقسیم ملک کے بعد مولانا ابوسعید شرف الدین نے کراچی کو مسکن بنایا مگر آپ ۱۳۷۲ھ میں ممبئی تشریف لائے تو انہیں دو ماہ تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، انہی ایام میں انہوں نے سند اجازت حاصل کی، حصول علم اور سند فراغت کے بعد آپ اپنے وطن میوات چلے گئے وہاں جا کر آپ نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو کافی سال جاری رہا۔

تبلیغی خدمات

مولانا محمد داؤد راز نے مقامی اہل حدیث علماء کے ساتھ ملکر ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دعوتی دورہ کیا، تبلیغی دورے کا یہ سلسلہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے شروع کیا گیا تھا جو کافی عرصہ جاری رہا۔ اس دوران آپ نے مدراس، جبل پور، بریلی اور دیگر شہروں میں کتاب و سنت کی تبلیغ کی اور قرآن و حدیث پر مشتمل دروس دیئے۔ ایک دفعہ آپ نے آل انڈیا کانفرنس کی

صدارت کی اور خطبہ صدارت ارشاد فرمایا آپ نے اس خطبہ کے آخر میں کہا:

حضرات! ملی اتحاد و اصلاح ہی آپ کے اس عظیم الشان اجلاس کا مقصد ہے، سخت ضرورت ہے کہ آج مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بنیں۔ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے آج ہمارا جو حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ہمیں اس ملک میں رہتے ہوئے ملی اور وطنی تعمیرات میں پورا پورا حصہ لینا چاہیے۔ آج ہماری سخت ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی روشنی میں ہمارے اخلاق و اعمال درست ہوں، دوسری اقوام کے لیے ہمارا وجود باعث کشش ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم آج بھی دعوت و تبلیغ کے متعلق بزرگان اسلام کی یاد تازہ کر سکتے ہیں اور بنی نوع انسان کو ترقی و سکون کا صحیح راستہ دکھا سکتے ہیں۔ اس اجلاس کا یہی مقصد ہے اور ہم کو آج خود فیصلہ کرنا ہے کہ اس مقصد میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اس بابرکت اجتماع سے کس قدر روحانی و اخلاقی فوائد ہم نے حاصل کیے ہیں۔ اللہ نہ کرے اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا:

نشستند و گفتند و برخواستند

آج ہمیں گفتار سے ہٹ کر کردار کی ضرورت ہے، قول سے زیادہ عمل درکار ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

علمی مصروفیات

آپ کئی سال ممبئی رہے۔ وہاں ان کا قیام مومن پورہ میں تھا جہاں وہ خطابت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور مکتبہ دینیات کے نام سے مسلک اہل حدیث کے مطابق دینی کتب کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے بہت بڑی علمی خدمات انجام دیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ انہوں نے پہلے پہلے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام سے ثنائی ترجمے والا قرآن مجید منتخب حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا، حواشی کی ترتیب و تدوین میں تفاسیر و احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں کو پیش نظر رکھا۔ شروع میں قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل و آداب پھر حواشی کے اہم مضامین کی مختصر فہرست درج کی گئی ہے۔ جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید میں صفات باری تعالیٰ تو حید و رسالت، رد شرک، ملائکہ، جنت و دوزخ، قیامت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دیگر مضامین سے متعلق جو آیات مختلف مقامات پر آئی ہیں۔ ان کی الگ فہرست دی گئی ہے۔ علامہ ثناء اللہ امرتسری کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

☆ فتاویٰ ثنائیہ: مولانا محمد داؤد راز نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ جات کو مرتب کر کے شائع کیا۔ بعض مقامات پر مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی کے حواشی بھی ہیں۔ علامہ احسان الہی ظہیران کے متعلق رقمطراز ہیں:

فتاویٰ ثنائیہ کے بارے میں یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو فتاویٰ میں یہ جامع اور صحیح ترین مجموعہ ہے۔ مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور ژرف نگاہی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں اور پھر مولانا محمد داؤد راز نے اسے سلیقے اور طریقے سے مرتب کر کے مزید مفید اور مستند بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں کچھ

تساہت بھی ہوں گے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ کتاب و سنت کے اس قدر قریب اور مسلک سلف کے اس قدر مطابق فتاویٰ کا اور کوئی مجموعہ اردو میں موجود نہیں۔

☆ شرح بخاری: مولانا محمد داؤد راز نے صحیح بخاری کا اردو ترجمہ بھی کیا اور مفید حواشی بھی رقم فرمائے۔ پھر خود ہی تیس پاروں کی صورت میں انہیں الگ الگ شائع کیا، مولانا مرحوم نے اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ہمارے ہاں کچھ متعصب حضرات بخاری شریف کے ترجمہ و شرح کی خدمت کا نام لے کر اس مقدس کتاب کو اس کے مقام رفیع سے گرانے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ خود امام الدینیانی الحدیث حضرت امام بخاری کی تنقیص کر کے اپنے مزعومات کی برتری ثابت کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ عین منشاء ایزدی اور سخت ترین ضرورت کے پیش نظر اس خدمت کا آغاز کیا گیا ہے جسے تکمیل کو پہنچانا کائنات کے پروردگار کا کام ہے۔“

طالب الدعوات
ابو محمد عبدالستار الحماد

مقدمہ

امام بخاری کا تعارف اور صحیح بخاری

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ. مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. آمَنَّا بِعَدْلِهِ
اللَّهُ تَعَالَى نَعْرِضُ الْقُرْآنَ الْمَجِيدَ فِي مَجْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كِي الطاعت کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَاتَّبِعُوا حَيْثُ سَمِعْتُمْ﴾

(۸/ الانفال: ۲۰)

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو اور (حال یہ کہ) تم سن رہے ہو۔“

اور فرمایا: ”اور اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر ہو گے۔“ (۲۴/ النور: ۵۴)

نیز فرمایا: ”جس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔“ (۴/ النساء: ۸۰)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول احادیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ امام ابو
عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۵۶ھ) کی مشہور کتاب: صحیح البخاری صحیح احادیث کا وہ مجموعہ ہے جسے امت مسلمہ کے
جلیل القدر اماموں نے بالاتفاق تلقی بالقبول کرتے ہوئے ”أَصْحَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ“ یعنی قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح
کتاب قرار دیا ہے۔

سنن النسائی کے مصنف امام ابو عبد الرحمن النسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۳ھ) جو کہ امام بخاری کے شاگرد ہیں، اپنے دور تک لکھی
ہوئی کتب حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”فما فی هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري“
ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/ ۹، وسندہ صحیح)
امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: ”ومع هذا فما فی هذه الكتب خيراً وأفضل من
كتاب محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله“

اور اس کے ساتھ ان کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے بہتر اور افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

(اطراف الغرائب والافراد تالیف محمد بن طاهر المقدسی ۱/ ۲۰ ح ۱۵، وسندہ صحیح)
امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۸ھ) فرماتے ہیں: بخاری اور مسلم ہر ایک نے ایسی ایسی کتاب لکھی ہے
جس میں ایسی حدیثیں جمع کر دی ہیں جو ساری صحیح ہیں۔ (معرفة السنن والآثار ۱/ ۱۰۶)

جس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں روایت کر دیں تو تفسیر بغوی کے مصنف امام ابو محمد حسین بن مسعود

الفراء رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۱۶ھ) اسے ”ہذا حدیث متفق علی صحته“ اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، لکھتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے شرح السنۃ (۱/ ۵۰ ح ۱)

اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ“ اللہ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب کتابوں سے صحیح کتاب ہے۔ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح اور دو ٹوک انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ”ثم حکى أن الأمة تلقت هذين الكتابين بالقبول، سوى أحرف يسيرة، انتقدتها بعض الحفاظ كالدارقطني وغيره، ثم استنبط من ذلك القطع بصحة ما فيها من الأحاديث، لأن الأمة معصومة عن الخطأ، فما ظنت صحته وجب عليها العمل به، لا بد وأن يكون صحيحاً في نفس الأمر، وهذا جيد“ پھر (ابن الصلاح نے) بیان کیا کہ بے شک (ساری) امت نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کو قبول کر لیا ہے، سوائے تھوڑے حروف کے جن پر بعض حفاظ مثلاً دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔ پھر اس سے (ابن الصلاح نے) استنباط کیا کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث قطعی الصحت ہیں کیونکہ امت (جب اجماع کر لے تو) خطا سے معصوم ہے۔ جسے امت نے (بالاجماع) صحیح سمجھا تو اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ حقیقت میں بھی صحیح ہی ہو۔ اور (ابن الصلاح کی) یہ بات اچھی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/ ۱۲۴، ۱۲۵)

اصول فقہ کے ماہر حافظ ثناء اللہ الزاہدی نے ایک رسالہ ”احادیث الصحیحین بین الظن والیقین“ لکھا ہے، جس میں ابواسحاق الاسفرائینی (متوفی ۴۱۸ھ) امام الحرمین الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) ابن القیمرانی [محمد بن طاہر المقدسی] (متوفی ۵۰۷ھ) ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) اور ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وغیرہم سے صحیحین کا صحیح و قطعی الثبوت ہونا ثابت کیا ہے۔ اس مسئلے پر تفصیلی بحث سے پہلے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

① امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ولم أر أحداً بالعراق ولا بخراسان في معنى العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد كبير أحد أعلم من محمد بن إسماعيل رحمه الله“ میں نے علل، تاریخ اور معرفت اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رضی اللہ عنہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا ہے اور نہ خراسان میں۔ (کتاب العلل للترمذی ص ۳۲)

② امام بخاری کے شاگرد امام مسلم رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: ”لا يبغضك إلا حاسد وأشهد أن ليس في الدنيا مثلك“

’آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض رکھتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔‘

(الارشاد للخليلي ۳/ ۹۶۱ و سندہ صحیح)

③ امام الامام شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ انیسابوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے فرمایا: ”ما رأیت تحت اديم السماء اعلم بالحديث من محمد بن إسماعيل البخاري“ میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑا حدیث کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ (معرفة علوم الحديث للحاكم ص ۷۴ ح ۱۵۵ و سندہ صحیح)

④ صحیح ابن حبان کے مؤلف حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا: ”وكان من خيار الناس ممن جمع وصنف ورحل وحفظ وذاكر وحث عليه وكثرت عنايته بالأخبار وحفظه للأثار مع علمه بالتاريخ ومعرفة أيام الناس ولزوم الورع الخفي والعبادة الدائمة إلى أن مات رحمه الله“ لوگوں میں آپ بہترین انسان تھے، آپ نے (احادیث) جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے پر بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک غنیمہ پر ہیزگاری اور عبادت دائمہ پر قائم رہے، رحمۃ اللہ علیہ (کتاب النقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)

صحیح بخاری کا تعارف

اب صحیح بخاری کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

① مشہور کتاب سنن الترمذی کے مؤلف امام ابو عبد الرحمن الترمذی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۲۰ھ) نے فرمایا:

”فما في هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري“

ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۹ و سندہ صحیح)

② ”الإبانة الكبرى“ کے مصنف، امام حافظ، شیخ السنہ ابو نصر السجری الوائلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۳۳ھ) سے منقول ہے:

”أجمع أهل العلم _ الفقهاء وغيرهم _ أن رجلاً لو حلف بالطلاق أن جميع ما في كتاب

البخاري مما روى عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قد صح عنه ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قاله، لاشك فيه أنه لا

يحدث، والمرأة بحالها في جبالته“

اہل علم۔ فقہاء وغیر ہم۔ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی طلاق کی قسم کھائے کہ صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے وہ یقیناً صحیح

ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی قسم نہیں ٹوٹی اور اس کی عورت اس کے نکاح میں باقی

رہتی ہے۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۸، ۳۹ دوسرا نسخہ ص ۹۴، ۹۵، النکت للزرکشی ص ۸۰، التقييد والايضاح

للعراقي ص ۳۸، ۳۹، الشذی الفیاح لبرهان الدين الأبناسی، الورقة: ۹ بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین ص ۲۸)

اس قول کی وائلی تک مجھے سند نہیں ملی لیکن ایسا ہی قول امام الحرمین ابو المعالی سے مروی ہے۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص

۸۰، ۸۱، شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۴ دوسرا نسخہ ۱/۱۹، ۲۰) النکت

علی ابن الصلاح لابن حجر (۱/۳۷۲) وقال: مقاله المشهورة)

امام الحرمین والاقول بھی باسند صحیح معلوم نہیں۔ ابن دحیہ والی روایت قوی متابعت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ تاہم یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کہ ایسی قسم کھانے والے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی کیونکہ صحیح بخاری کی تمام متصل مرفوع روایات یقیناً صحیح ہیں۔

③ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: "أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع و أنهما متواتران إلى مصنفيهما وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين" صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔" (حجة الله البالغة عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲ ترجمہ: عبدالحق حقانی)

برصغیر (پاکستان اور ہندوستان) کے دیوبندیوں، بریلویوں اور حنفیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ دہلوی کا بہت بڑا مقام ہے، لہذا شاہ ولی اللہ کا قول ان کے لئے کافی ہے تاہم مزید تحقیق اور اتمام حجت کے لئے صحیح بخاری کے بارے میں بریلویوں اور دیوبندیوں کی تحقیقات پیش خدمت ہیں۔

بریلویوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کے راوی محمد بن فضیل بن غزوان پر جرح کی۔ (دیکھئے معیار الحق ص ۳۹۶)

تو احمد رضا خان بریلوی صاحب نے رد کرتے ہوئے لکھا:

"اقول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، طبع قدیم ۲/۲۴۴ طبعہ جدیدہ ۵/۱۷۴)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک صحیحین کے راویوں پر جرح کرنا بے شرعی کا کام ہے۔

تنبیہ: محمد بن فضیل ثقہ و صدوق راوی ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔ والحمد للہ

احمد رضا خان صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ازال جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ....." (احکام شریعت حصہ اول ص ۶۲)

② عبدالسیح رامپوری صاحب لکھتے ہیں: "اور یہ محدثین میں قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی

احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی" (انوار ساطعہ ص ۴۱)

③ غلام رسول رضوی صاحب لکھتے ہیں: "تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے

اصح کتاب ہے۔" (نفہم البخاری شرح صحیح البخاری ۱/۵)

نیز دیکھئے تذکرۃ الحمدین للسعیدی (ص ۳۲۳)

④ محمد حنیف رضوی بریلوی نے صحیح بخاری کو "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" قرار دیا۔

(دیکھئے جامع الحدیث ۱/۳۲۳ ومقالات کاظمی ۱/۲۴۷، نیز دیکھئے یہی مضمون، باب: حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام) تنبیہ: یعنی حنفی، زیلیعی حنفی، ابن الترمذی حنفی اور ملا علی قاری وغیرہم کو بریلوی حضرات اپنا کاہر مانتے ہیں، ان کے اقوال آگے آرہے ہیں۔ ان شاء اللہ

پھر محمد کرم شاہ بھیروی بریلوی فرماتے ہیں کہ ”جمہور علمائے امت نے گہری فکر و نظر اور بے لاگ نقد و تبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔“ (سنت خیر الانام ص ۱۷۵ طبع ۲۰۰۱ء)

دیوبندیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: ”مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے“

(اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القرئ ص ۱۸، تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷)

نیز دیکھئے اوثق العری (ص ۲۹) اور تالیفات رشیدیہ (ص ۳۳۳)

② مدرسہ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ایک آدمی راؤ عبدالرحمن صاحب سے فرمایا: ”بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

(حکایات اولیاء ص ۲۷۲ حکایت: ۲۵۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک راؤ صاحب، سیدنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحیح بخاری پڑھتے تھے۔ اگر اس میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ انھیں یا نانوتوی صاحب کو ضرور بتا دیتے۔

③ انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: ”والشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً کتب انہ راہ ﷺ وقرأ علیہ البخاری فی ثمانية رقة معہ ثم سماهم وكان واحد منهم حنفياً وكتب الدعاء الذي قرأه عند ختمه، فالرؤيا يقظة متحققة وانكارها جهل“

مفہوم: اور شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آٹھ آدمیوں کے ساتھ جن میں ایک حنفی تھا، آپ کو صحیح بخاری پڑھ کر سنائی، اور جو دعاس کے ختم کے وقت پڑھی تھی لکھ دی۔ پس (یہ) روایت بیداری کی ثابت ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔ (فیض الباری ۱/۲۰۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے ”عظیم محدث“ کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے بیداری میں (دنیا میں آکر) آٹھ آدمیوں کو صحیح بخاری پڑھائی، ان آٹھ آدمیوں میں شعرانی بدعتی صوفی بھی تھا۔ اگر اس میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ ضرور بیان فرما دیتے۔

④ قاری محمد طیب دیوبندی، مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ”دوسری طرف شارح بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔“

(مقدمہ فضل الباری ۱/۲۶)

اسی کتاب کے مقدمے میں قاری طیب صاحب فرماتے ہیں: ”اس لئے حدیث صحیح لذاتہ کا انکار درحقیقت قرآن کی سیکڑوں

آئیوں کا انکار ہے۔ اس لئے کسی منکر حدیث کے لئے جو اتباع قرآن کا نام نہاد مدعی ہے کم از کم اس روایت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کا نام صحیح لذتہ ہے۔“ (مقدمہ فضل الباری ۱/۱۰۳)

قاری محمد طیب صاحب مزید فرماتے ہیں: ”صحیح بخاری: تو امام بخاری روایت کرنے میں یکتا ہیں کہ صحیح بخاری کے اندر جو حدیثیں ہیں وہ ان کی شرائط پر منطبق ہیں وہ نہایت ہی اونچی حدیثیں ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحیح کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ مسلم میں بھی صحیح حدیثیں ہیں ترمذی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ نسائی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ اور کتابوں میں بھی ہیں مگر جن شرائط اور محتاط طریقے سے امام بخاری قبول کرتے ہیں ان سب سے نیچے نیچے ہیں۔ ان کی نہایت کچی شرطیں ہوتی ہیں۔ وہ ان میں کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ایسی شرطیں روایت میں لگائی ہیں کہ وہ اور صحیحوں سے بڑھ کر روایت میں صحیح ہیں جن کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے روایت کر دیا..... اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے۔“

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے۔ کتاب اللہ کے بعد اس کا درجہ رکھا گیا۔ اول تو طبعاً بھی بعد میں اس کا مرتبہ ہونا چاہئے اس لئے کہ کتاب اللہ میں تو اللہ کا علم ہے۔ کتاب اللہ کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ کا حکم ہو، اور یہ صحیح بخاری درحقیقت کتاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ظاہر بات ہے کہ رسول کا درجہ تو اللہ کے بعد ہی ہے اس لئے رسول کی کتاب کا درجہ بھی اللہ کی کتاب کے بعد ہوا۔ تو اعلیٰ ترین صحت کتاب اللہ کی ہے کہ اس عالم میں کسی آسمانی کتاب کو وہ صحت نصیب نہیں ہوئی جو کتاب مبین کو ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کلام درحقیقت صرف یہی ہے۔“ (خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۲، ۲۳۳)

متنبیہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنا چاہئے۔ صرف ”ص“ وغیرہ لکھ دینا غلط ہے۔
دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح (ص ۲۰۹ و سرانسخہ ص ۲۹۹، ۳۰۰)

⑤ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

”حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری“ (مودودی صاحب اور تجزیہ اسلام ص ۱۹، احسن التاویہ ص ۳۱۵)

⑥ محمد عاشق الہی میرٹھی صاحب فرماتے ہیں: ”جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے بلکہ تقریباً سارے ہی مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔“ (سوانح عمری مجز کر یا صاحب ص ۳۲۹، ۳۵۰)

⑦ مولوی عبدالقدیر دیوبندی صاحب (مؤمن پور، حضور، ضلع انک و الے) حافظ ابن حجر کا ضابط بطور استدلال لکھتے ہیں کہ ”یعنی صحیحین کی روایت کو غیر پر ترجیح ہوگی۔“ (تدقیق الکلام ۱/۲۳۲)

⑧ محمد عبدالقوی پیر قادری لکھتے ہیں: ”علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ احادیث کی جملہ کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین ہیں۔“ (مفتاح النجاح مع حل سوالات جلد اول ص ۳۵)

⑨ دیوبندی مناظر ماسٹر محمد امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ”... مگر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری اصح البخاری اور صحاح ستہ کے اجماع کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔“ (فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامات ص ۲۰، فقرہ ۱۶، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۲۲۲، طبع ۱۹۹۴ء)

⑩ عبد القیوم حقانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں: ”چنانچہ روئے زمین پر اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کے باب...“ (دفاع امام ابوحنیفہ ص ۲۸۷ پسند فرمودہ عبدالحق حقانی و سراج الحق حقانی)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے کہا: ”اہل فن اسے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں۔“ (آثار الحدیث جلد دوم ص ۱۶۳) اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً دیکھئے تفہیم البخاری (۱/۲۷۷، از عدنان احمد مکتبہ مدنیہ/شائع کردہ مکتبہ مدنیہ، اردو بازار لاہور) و صحیحہ باہل حق (ص ۳۰۴ عبد القیوم حقانی) و مقدمۃ انوار الباری (۵۲/۲) و درس ترمذی (محمد تقی عثمانی ۶۸/۱) انعام الباری (محمد تقی عثمانی ۹۹/۱) علوم الحدیث (محمد عبید اللہ الاسعدی ص ۹۴) ارشاد اصول الحدیث (مفتی محمد ارشاد قاسمی ص ۵۹ بحوالہ ظفر الامانی ص ۱۳۶) آسان اصول حدیث (خالد سیف اللہ رحمانی ص ۳۸) خیر الاصول فی حدیث الرسول (خیر محمد جالندھری ص ۶، ۷، ۸ آثار خیر ص ۱۲۳، ۱۲۴) کشف الباری (۱/۱۸۵، از افادات: سلیم اللہ خان دیوبندی)

جناب عبدالحق حقانی دہلوی (صاحب تفسیر حقانی) فرماتے ہیں: ”اسی لئے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم۔“ (عقائد الاسلام ص ۱۰۰، پسند فرمودہ محمد قاسم نانوتوی، دیکھئے عقائد الاسلام ص ۲۶۴) سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ”امام مسلم (التوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم شریف کے مولف ہیں جو بخاری شریف کے بعد تمام حدیث کی کتابوں میں پہلے درجہ پر صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایات صحیح ہیں۔“ (حاشیہ احسن الکلام ۱/۱۸۷ دوسرا نسخہ ۱/۲۳۴)

احناف کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

① عینی حنفی نے کہا:

”اتفق علماء الشرق والغرب علی أنه لیس بعد کتاب اللہ تعالیٰ أصح من صحیحی البخاری و مسلم.....“ مشرق و مغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

(عمدة القاری ۵/۱)

② ملا علی قاری نے کہا: ”تم انفتت العلماء علی تلقی الصحیحین بالقبول وإنهما أصح الكتب المؤلفة....“ پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح

ترین ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۵۸/۱)

③ زیلعی حنفی نے کہا: ”و اعلیٰ درجۃ الصحیح عند الحفاظ ما اتفق علیہ الشیخان“ اور حفاظ حدیث کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث وہ ہے جس کی روایت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو۔ (نصب الرایۃ ۱/۴۲۱)

④ شاہ ولی اللہ دہلوی کا قول ”صحیح بخاری کا تعارف“ کے تحت گزر چکا ہے۔

⑤ قاضی محمد عبدالرحمن عید الخلاوی الحنفی نے کہا:

”ومن هذا القسم أحاديث صحيح البخاري ومسلم فإن الأمة تلتقت ما فيهما بالقبول“ اور اسی قسم سے بخاری و مسلم کی حدیثیں ہیں کیونکہ یقیناً امت نے (تلقی بالقبول کر کے) انھیں قبول کر لیا ہے۔

(تسهیل الوصول الی علم الوصول ص ۱۴۵ حکم خبر الواحد ووجوب العمل بہ)

نیز دیکھئے قفوالاثر فی صفو علوم الاثر لمحمد بن ابراہیم الحلبي الحنفی (ص ۵۱-۵۷)

وبلغة الغريب في مصطلح آثار الحبيب لمحمد مرتضى الحسيني الزبيدي (ص ۱۸۹ [۳])

اور الاجوبة الفاضلة للكنوي (ص ۱۹، مجموعہ رسائل لکھنوی ۴/ ۴۱۱)

⑥ احمد علی سہارنپوری ماتریدی (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے فرمایا: ”واتفق العلماء على أن أصح الكتب المصنفة صحيحا

البخاري ومسلم واتفق الجمهور على أن صحيح البخاري أصحهما صحيحًا وأكثرهما فوائد“

اور علما کا اتفاق (اجماع) ہے کہ (کتاب اللہ کے بعد) کبھی ہوئی کتابوں میں سب سے صحیح، بخاری و مسلم ہیں اور جمہور کا اس پر

بھی اتفاق ہے کہ صحیح مسلم سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور اس میں فوائد بھی زیادہ ہیں۔ (مقدمہ صحیح البخاری، درسی نسخہ ۴/۱)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مختصر یہ کہ بریلویوں، دیوبندیوں اور حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری صحیح اور اصح الکتب

بعد کتاب اللہ ہے۔ والحمد لله على ذلك

صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے

دور قدیم اور دور جدید میں منکرین حدیث جن زاویوں سے صحیح بخاری پر حملے کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں ان کا مختصر

تعارف مع رد درج ذیل ہے:

۱۔ بعض الناس صحیح بخاری کی ایک یا چند احادیث لے کر کہتے ہیں کہ ”یہ قرآن کے خلاف ہے“ عرض ہے کہ خلاف ہونے کی دو قسمیں ہیں:

اول: ایک دلیل دوسری دلیل کے من کل الوجوه (ہر لحاظ سے) خلاف ہو، تطبیق اور توفیق ممکن ہی نہ ہو مثلاً (۱) ایک شخص کہتا ہے: ”کتاب حلال ہے!“ (۲) دوسرا کہتا ہے: ”کتاب حرام ہے“

یہ دونوں اقوال ایک دوسرے کے سراسر مخالف ہیں۔ اس قسم کی مخالفت والی کوئی ایک حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے کہ جس سے قرآن مجید کا صریح خلاف وارد ہوتا ہو۔ بلکہ دنیا کی کسی کتاب میں ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جو اس لحاظ سے قرآن کے صریح مخالف ہو۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ ”لا اعراف انه روي عن النبي ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین، فمن كان

عنده فليأتني لأؤلف بينهما / إن شاء الله“

مجھے نبی ﷺ کی ایسی دو صحیح السنہ حدیثیں معلوم نہیں ہیں جو باہم متعارض ہوں (یا قرآن کے خلاف ہوں) جس شخص کے

پاس ایسی کوئی بات ہے تو وہ میرے پاس لے آئے میں ان کے درمیان تطبیق و توفیق دے کر سمجھا دوں گا ان شاء اللہ۔
 تنبیہ: اس قسم کا ایک قول شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) سے مروی ہے لیکن مجھے اس کی کوئی صحیح سند نہیں ملی لہذا ہم اس بات کو امام ابن خزیمہ سے منسوب نہیں کرتے۔

دوم: حدیث صحیح کا متن صراحت کے ساتھ قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہوتا۔ ناخ منسوخ، تطبیق اور توفیق ممکن ہوتی ہے لیکن بعض الناس اپنے اپنے مزاعم مخصوصہ کی بنا پر اس حدیث کو قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف کہہ دیتے ہیں۔ ان کا یہ اعتراض سرے سے مردود ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَٰمِلَتُ عَلَيْكُمُ الْمِيثَاقَ﴾ تم پر مردار حرام کیا گیا۔ (۵/ المائدہ: ۳)

جبکہ ارشاد نبوی ہے: ((الْحَلَلُ مَيْتَةٌ)) سمندر کا مردار حلال ہے۔ (موطأ امام مالک ۱/ ۲۲ ح ۴۰ و سندہ صحیح، ورواہ أبو داود: ۸۳ والنسائی: ۵۹ وابن ماجہ: ۳۸۶ والترمذی: ۶۹ وقال: "هذا حديث حسن صحيح" و صححہ ابن خزيمة: ۱۱۱ وابن حبان الموارد: ۱۱۹)

اگر کوئی شخص قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے مردہ مچھلی (مردار سمندر) کو حرام قرار دے تو یہ اس شخص کی حماقت ہی ہو گی۔ معلوم ہوا کہ خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل سے استدلال غلط ہوتا ہے۔

تنبیہ: بعض منکرین حدیث نے (۱) تخلیق آدم و حوا (۲) فرضیت اطاعت والدین وغیرہ اسلامی عقائد کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے (۱) دیکھئے پرویز کی کتاب "عالمگیر افسانے" (ص ۱۷، ۳)

تمام مسلمانوں (اور دیگر مذاہب) کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا رحمۃ اللہ علیہما کو پیدا فرمایا ان دونوں کی نسل سے تمام انسان روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اس اجماعی عقیدے کا انکار کرتے ہوئے پرویز لکھتا ہے: "سب سے پہلے نہ کوئی ایک فرد مٹی سے بنایا گیا تھا، نہ اس کی پستی سے عورت نکالی گئی تھی... اور پانی کے استخراج (یعنی قرآن کے الفاظ میں، طین لازب) سے زندگی کا اولین جراثیم (LIFE-CELL) ظہور میں آیا جو جوشِ نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا" (عالمگیر افسانے ص ۵)

اس عبارت میں پرویز نے انسانوں کی ابتدا آدم علیہ السلام کے بجائے ایک جراثیم کو قرار دیا ہے جو کہ بعینہ ڈارون (کافر) کی تھیوری ہے، اس کفریہ عقیدے سے تمام مسلمان بری ہیں۔

☆ ۲ بعض لوگوں نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال وغیرہ کتب اسماء الرجال میں سے صحیحین کے بعض مرکزی راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حرکت حبیب الرحمن کاندلوی، تمنا عمادی، شبیر احمد ازہر، مٹھی اور محمد ہادی تورڈھیرودی وغیرہ منکرین حدیث نے کی ہے۔ صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تمام جرح درج ذیل دو باتوں پر مشتمل ہیں:

① بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہی نہیں ہیں، مثلاً صحیحین کے بنیادی راوی ابن جریج کے بارے میں بعض الناس نے تذکرۃ الحفاظ لڈھی (۱۷۱، ۱۷۱، ۱۶۳) وغیرہ کے ذریعے سے لکھا ہے کہ ابن جریج نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا۔

تذکرۃ الحفاظ میں بغیر سند کے لکھا ہوا ہے: ”وقال جریر: كان ابن جریج يرى المتعة تزوج ستین امرأة... قال ابن عبدالحکم: سمعت الشافعي يقول: استمتع ابن جریج بتسعين امرأة حتى أنه كان يحتقن في الليلة بأوقية شيرج طلباً للجماع“ (۱۷۱، ۱۷۱)

جرح کے یہ دونوں اقوال بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہیں۔ جریر اور ابن عبدالحکم کی وفات کے صدیوں بعد حافظ ذہبی پیدا ہوئے لہذا انھیں کس ذریعے سے یہ اقوال ملے؟ یہ ذریعہ نامعلوم ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری سے منسوب جرح (منکر الحدیث) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

② بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہوتی ہیں لیکن جمہور کی توثیق یا تعدیل صریح کے مقابلے میں جرح غیر صریح ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہیں، مثلاً امام زہری، عبدالرزاق بن ہمام، بقیہ بن الولید، عبدالمجید بن جعفر، بکر بن محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہم پر تمام جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

تنبیہ: امام زہری کا ذکر بطور فرض کیا گیا ہے ورنہ وہ تو بالاجماع ثقہ ہیں۔ والحمد للہ

جب کسی راوی پر جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو تو جارحین مع جرح اور معدلین مع تعدیل جمع کر کے دیکھیں پھر اس حالت میں جس طرف جمہور ہیں وہی حق اور صواب ہے۔

تمنا عمادی، کاندھلوی اور شبیر احمد میرٹھی وغیرہ تمام لوگوں کی صحیحین کے بنیادی و اصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

۳۶۳۔ بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ثقہ مدلس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت و صحیح شاہد کے بعد صحیح و جت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔

تنبیہ: صحیحین میں تمام مدلسین کی روایات تصریح سماع، معتبر متابعت اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں۔ تفصیلی حوالوں کے لئے دیکھئے اصول حدیث کی کتابیں اور شرح صحیح مسلم للووی (۱۸۱ ادرسی نسخہ) وغیرہ۔

محمد سرافراز خان صفدر دیوبندی فرماتے ہیں: ”مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ جت نہیں الا یہ کہ وہ حدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس معترض نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص ۱۸،

فتح المغیث ص ۷۷ و تدریب الراوی ص ۱۴۴)“ (خزائن السنن ۱/۱)

بعض جاہل لوگ اور ارج اور مدرج کی جرح کر کے بعض ثقہ راویوں کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جرح کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے، صرف مدرج کو غیر مدرج سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور بس!

صحیح حدیث حجت ہے چاہے خبر واحد ہو یا متواتر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۴/ النساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس آیت کریمہ و دیگر آیات سے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ قبا (مدینے) میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا ہے۔ پس سارے نمازی جو شام کی طرف رخ کے نماز پڑھ رہے تھے، نماز ہی میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ (موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم بتحقیق: ۲۷۷ و سندہ صحیح، روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/ ۱۹۵ ح ۶۶۰، صحیح البخاری: ۴۰۳ و صحیح مسلم: ۵۲۶)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عقیدے میں بھی صحیح خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے جو خط بھیجا تھا، اسے سیدنا وحید الکلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح خبر واحد ظنی نہیں ہوتی بلکہ یقینی، قطعی اور حجت ہوتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں: ”صحیحین میں جتنی احادیث (حدیث کے ساتھ بیان کردہ) ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں کیونکہ اُمت (اجماع کی صورت میں) معصوم عن الخطأ ہے لہذا جسے اُمت نے صحیح سمجھا ہے، اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ روایات حقیقت میں بھی صحیح ہی ہیں۔“

اس پر مٹی الدین نووی کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں: ”اور یہ استنباط اچھا ہے... میں اس مسئلے میں ابن الصلاح کے ساتھ ہوں، انھوں نے جو کہا اور راہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے) واللہ اعلم“

(اختصاص علوم الحدیث مع تحقیق الشیخ الالبانی ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶)

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: ”اس کے بعد مجھے ہمارے استاذ علامہ ابن تیمیہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے:

جس حدیث کو (ساری) اُمت کی (بالاجماع) تلتقی بالقبول حاصل ہے، اس کا قطعی الصحت ہونا ائمہ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ ان میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد الاسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابواسحاق الشیرازی، حنابلہ میں سے (ابو عبداللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق)، ابویعلیٰ ابن الفراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علما، حنفیہ میں سے شمس اللامۃ السرخسی سے یہی بات منقول ہے۔ (کہ تلتقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں۔)

ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ”اشاعرہ (اشعری فرقے) کے جمہور متکلمین مثلاً ابواسحاق الاسفرائینی اور ابن فورک کا یہی قول ہے... اور یہی تمام اہل حدیث (محدثین کرام اور ان کے عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔ یہ بات ابن الصلاح نے بطور استنباط کہی تھی جس میں انھوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے۔“ (اختصاص علوم الحدیث ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

جو حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسے ترک کرنا جائز

نہیں ہے۔ (مناقب الشافعی للبيهقي ج ۱ ص ۴۸۳ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ”متی رویت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً صحیحاً فلم آخذ به والجماعة۔ فأشهد کم ان عقلي قد ذهب“ جب میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اسے (بطور عقیدہ و بطور عمل) نہ لوں تو گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔ (مناقب الشافعی ج ۱ ص ۴۷۴ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔

امام شافعی خبر واحد (صحیح) کو قبول کرنا فرض سمجھتے تھے۔ (دیکھئے جماع العلم للشافعی ص ۸ فقرہ: ۱)

امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا: تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوئی، بھری ہو یا شامی ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۷۰/۹، وسندہ صحیح، ماہنامہ الحدیث حضور: ۲۵ ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے نئی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلاف قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے۔

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (صحیح) حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔ (مناقب احمد ص ۱۸۲، وسندہ حسن، الحدیث: ۲۶ ص ۲۸)

امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انھوں نے فرمایا: ”یہ حدیث حسن ہے، میں نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی“ اس کے بعد امام مالک اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ (تقدمة الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ص ۳۱، ج ۱، وسندہ حسن)

امام ابو حنیفہ کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیث ان کا مذہب تھا۔ مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل ابن عابدین (۲۳۱، شرح عقود رسم المفتی)

عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”اما بالخبر الواحد فقال بجوازه الأئمة الأربعة“

قرآن کی خبر واحد (صحیح) کے ساتھ تخصیص ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ (غیث الغمام ص ۲۷۷)

معلوم ہوا کہ زمانہ تدوین حدیث کے بعد، اصول حدیث کی رو سے صحیح روایت کو ایمان، عقائد، صفات اور احکام وغیرہ سب مسائل میں قبول کرنا فرض ہے۔

حدیث وحی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ (النحل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا، تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے بیان کر دیں جو نازل کیا گیا ہے اور شاید وہ غور و فکر کریں۔“

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ثُمَّ رَأَى عَلَيْنَا يَا كَاهِنًا ۗ﴾ (۷۵/القیامۃ: ۱۹) پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وانما كان الذي اوتيت وحيًا اوحاه الله إلي.))

”مجھے جو دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۷۲۷۴، صحیح مسلم: ۱۵۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فاوحى إلي انكم تفتنون في قبوركم.))

”پس میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمایا جاتا ہے...“ (صحیح بخاری: ۸۶)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وان الله اوحى إلي ان تواضعوا حتى لا يفخر احد

على احد ولا يبغى احد على احد.))

”اور بے شک اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ (لوگو!) تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی

دوسرے پر ظلم نہ کرے۔“ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵، دارالسلام: ۷۲۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الابني اوتيت الكتاب ومثله معه.))

سن لو! مجھے کتاب اور اس کی مثل (وحی حدیث) عطا کی گئی ہے۔

(مسند احمد ۴/ ۱۳۰، ۱۳۱ ح ۱۷۱۷۴، وسندہ صحیح، سنن ابی داؤد: ۴۶۰۴ ولہ طریق آخر فی صحیح ابن

حبان، الاحسان: ۱۲)

اس میں مثل سے مراد وحی غیر متلو (یعنی حدیث) ہے۔ دیکھئے عون المعبود (ج ۴ ص ۳۲۸ ح ۴۶۰۴)

مشہور ثقہ تابعی حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کان جبریل ينزل على رسول الله ﷺ بالسنة كما ينزل

عليه بالقرآن ويعلمه إياه كما يعلمه القرآن“

جبریل عليه السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس سنت (حدیث) لے کر (ایسے) نازل ہوتے جیسے قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اور

وہ آپ کو جس طرح قرآن سکھاتے، اسی طرح یہ بھی (سنت/ حدیث) سکھاتے تھے۔

(السنة للامام محمد بن نصر المروزي: ۱۰۲، وسندہ صحیح)

حدیث رسول کے وحی غیر متلو ہونے پر علمائے کرام کے اقوال کے لئے دیکھئے فتح الباری (۱۵۸۳، تحت ح ۱۸۱۳) اور الاحکام

لابن حزم (۵۰۹/۲)

فتنہ انکار حدیث

ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے خوارج نے قرآن ماننے کا دعویٰ کر کے حدیث کا انکار کیا جن کے بارے میں رسول

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((ويقرؤون القرآن لا يجاوز حناجرهم.)) ”اور وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے

نہیں اترے گا۔“ (صحیح بخاری: ۵۰۵۸، صحیح مسلم: ۱۰۶۴)

یعنی خوارج نہ تو قرآن پر عمل کریں گے اور نہ قرآن کا مفہوم سمجھیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے خوارج کو ”کلاب النار“ [جنم کے گئے] قرار دیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۴/۳۸۲ ح

۱۹۴۱۵، وسندہ حسن)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کو کلاب النار کہا اور اسے مرفوعاً یعنی نبی ﷺ سے بھی بیان کیا۔ مسند احمد (۵/۳۵۳ ح ۲۲۱۸۳

وسندہ حسن) مسند احمد (۵/۲۵۰ ح ۲۲۱۵۱) میں اس کا حسن شاہد بھی ہے۔

خوارج کی تقلید کرتے ہوئے روافض، معتزلہ، جہمیہ اور منکرین حدیث نے بھی صحیح احادیث کی حجیت کا انکار کیا اور قرآن کو

رول کے بغیر سمجھنے کا زبان حال سے دعوئی کیا۔ یہاں یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ امت میں فتنہ انکار حدیث کی پیش گوئی

نبی کریم ﷺ نے اس فتنے کے وقوع سے پہلے کر دی تھی۔ دیکھئے سنن ابی داؤد (۴/۳۶۰۳ وسندہ صحیح)

حدیث پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا سد باب

احادیث صحیحہ پر منکرین حدیث چار طرح سے حملے کرتے ہیں:

① قرآن اور عقل کے خلاف

بعض صحیح احادیث کو قرآن اور عقل کے خلاف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ احادیث نہ تو قرآن کے خلاف ہوتی ہیں اور نہ

عقل سلیم کے خلاف۔ تفصیل کے لئے دیکھئے امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کتاب ”الانوار الکاشفۃ“:

② راویان حدیث پر جرح

کتب حدیث، کتب تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں بعض ثقہ و صدوق راویوں پر بعض اوقات کچھ جرح منقول ہوتی

ہے جسے بعض منکرین حدیث مثلاً تمنا عمادی اور بشیر احمد میرٹھی وغیرہما پیش کر کے عوام الناس کو حدیث سے دور ہٹانے کی کوشش

کرتے ہیں، اگر جرح منقول نہ بھی ہو تو یہ لوگ خود جرح بنا لیتے ہیں۔ مثلاً یہ راوی ایرانی ہے، عجمی ہے، شیعہ تھا۔ وغیرہ

اس تمام جرح کا مختصر و جامع جواب یہ ہے کہ اگر کسی راوی پر جرح ثابت ہے اور تطبیق و توفیق ممکن نہیں تو جہور محدثین کی ثابت

شدہ توثیق و تعدیل کو ہمیشہ ترجیح ہوتی ہے یعنی جو راوی جہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے تو ان

پر بعض محدثین کی جرح مردود ہوتی ہے سوائے اس کے کہ کسی خاص روایت میں اس کا وہم و خطا بطریق محدثین ثابت ہو جائے تو

اسے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

③ حجیت حدیث کا انکار

بعض منکرین حدیث کسی تقیے کے بغیر ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہوئے احادیث کی حجیت کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے

لوگ عام مسلمانوں کے نزدیک بھی مبغوض و مردود رہتے ہیں۔

④ روایات میں شک و تشکیک پیدا کرنا

بعض منکرین حدیث یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ احادیث تو سنی سنائی باتیں ہیں جو نبی ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال (۲۵۰) بعد لکھی گئیں لہذا یہ سارا ذخیرہ ہی مشکوک ہے۔ سنی سنائی باتوں میں کمی بیشی تو ہوتی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات بات کا بٹنگڑ بھی بن جاتا ہے!!

عرض ہے کہ یہ اعتراض دو وجہ سے باطل ہے:

① یہ دنیاوی سنی سنائی باتیں نہیں ہیں بلکہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم نے انھیں دین سمجھ کر سنا، یاد رکھا اور آگے سنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خیر القرون کے لوگوں کو ایسے بے پناہ حافظے عطا فرمائے تھے کہ لاکھوں روایات اپنی سندوں اور متنوں (متون) کے ساتھ روایان حدیث کو اس طرح یاد تھیں جیسے عام آدمی کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ مشہور ثقہ امام اسحاق بن راہویہ المرزوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم الشان اور بڑی کتاب مسند اسحاق بن راہویہ لکھی تھی جس کی چوتھی جلد کے قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ ہمارے پاس موجود ہے اور یہ چوتھی جلد چار جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے یہ ساری مسند کئی دفعہ زبانی حافظے سے شاگردوں کو لکھوائی تھی۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۶/ ۳۵۴) روایۃ ابراہیم بن ابی طالب و سندہ صحیح

یہ صرف ایک امام کے عظیم الشان حافظے کی مثال ہے، اگر تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو حافظ ابن الملقن کی شہرہ آفاق کتاب ”البدرا لمیر“ (ج ۱ ص ۲۵۹-۲۷۲) کا مطالعہ کریں، آپ تعجب سے سر دھتے رہ جائیں گے۔

امام دارقطنی کی مشہور کتاب العلیل سولہ (۱۶) جلدوں میں مع تحقیق و فہرست چھپی ہوئی ہے، یہ ساری کتاب امام دارقطنی نے زبانی لکھوائی تھی۔ دیکھئے تاریخ بغداد للخطیب البغدادی (۱۲/ ۳۷) و سندہ صحیح

② یہ بات غلط ہے کہ کتابت حدیث خیر القرون کے بعد شروع ہوئی یا حدیث کی کتابیں ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں بلکہ اس کے برعکس یہ صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور سے لے کر ہر دور میں احادیث لکھی جاتی رہی ہیں جس میں سے خیر القرون کے دور کی لکھی ہوئی بعض کتابوں کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے۔

عہد نبوی میں کتابت حدیث

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ما من أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حدیثاً عنہ منی إلا ما کان من عبد اللہ بن عمرو و فإنہ کان یکتب و لا اکتب“ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ آپ (ﷺ) سے حدیثیں بیان کرنے والا نہیں سوائے عبد اللہ بن عمرو (بن العاص) کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۱۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی سنتا تو ہر شے لکھ لیتا تھا، میں اسے یاد کرنا چاہتا تھا (لیکن) قریشیوں نے مجھے منع کر دیا اور کہا: ”تم رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر چیز لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ بشر

ہیں، کبھی آپ غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں، تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ((اكتب فوالذي نفسي بيده! ما خرج مني إلا حق.)) لکھو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔ (مسند احمد ۲/ ۱۶۲ ح ۶۵۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ۴۹، ۵۰، سنن ابی داؤد:

۳۶۶۶، مسند دارمی: ۴۹۰ وسندہ صحیح)

ابوقبیل تابعی (حی بن ہانی المعافری/حسن الحدیث) سے روایت ہے کہ ہم (سیدنا) عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے پاس موجود تھے کہ ان سے پوچھا گیا: دو شہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا: قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے حلقوں والا صندوق منگوایا پھر اس سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھ رہے تھے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: دو شہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا: قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مدینة هر قل تفتح اولاً.)) ”پہلے ہر قل کا شہر یعنی قسطنطنیہ فتح ہوگا۔“ (مسند احمد ۲/ ۱۷۶ ح ۶۶۴۵ وسندہ حسن لذاتہ وصححہ الحاکم ۵۵۵/۴ ووافقه الذہبی وخطاً من ضعفه)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کی احادیث کا ایک مجموعہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے ساتھ الصحیفہ الصادقہ کے نام سے مشہور ہے۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث

سیدنا انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ان کے لئے یہ کتاب لکھ کر انھیں بحرین کی طرف بھیجا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ فرض صدقات کے مسائل ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیئے ہیں...

(صحیح بخاری: ۱۴۵۴)

جلیل القدر ثقہ تابعی ابو عثمان عبدالرحمن بن بل العنبدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذر بایجان یا شام میں تھے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی کتاب ہمارے پاس پہنچی: انا بعد! بے شک رسول اللہ ﷺ نے ریشم سے (مردوں کو) منع فرمایا ہے سوائے اتنے (یعنی) دو انگلیوں (کے برابر) کے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۹، دارالسلام: ۵۴۱۵)

سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے اللہ! میں تجھے گواہ بنا تا ہوں کہ میں نے شہروں کے امراء کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انھیں دین سکھائیں اور نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دیں۔

(صحیح مسلم: ۵۶۷، دارالسلام: ۱۲۵۸)

سیدنا ابو جحیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟ یا لوگوں کے پاس نہیں ہے؟ تو انھوں (سیدنا علی (رضی اللہ عنہ)) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑ کر اگایا اور مخلوق

کو پیدا کیا! ہمارے پاس قرآن کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے سوائے فہم کے جو آدمی کو کتب کے بارے میں عطا ہوتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: دیت (تاوان خون)، قیدیوں کو آزاد کرنے (کے مسائل) اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری: ۶۹۰۳)

بشیر بن نہیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنتا لکھ لیتا تھا پھر جب میں نے آپ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو کتاب لے کر گیا اور آپ کو کتاب پڑھ کر سنائی اور کہا: میں نے آپ سے جو سنا ہے وہ یہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں۔ (مسند الدارمی: ۵۰۰، العلم لابی خیشمہ: ۱۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰/۹ وسندہ صحیح)

ابن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم حسن (بصری) کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں سمرہ (بن جندب رضی اللہ عنہ) کی کتاب دکھائی۔ (العلل للامام احمد ۲۱۸۷ وسندہ صحیح)

معن (بن عبدالرحمن) سے روایت ہے کہ میرے سامنے عبدالرحمن بن عبداللہ (بن مسعود) نے ایک کتاب نکالی اور قسم کھا کر کہا کہ یہ ان کے والد (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰/۹ ح ۲۶۴۲۰ وسندہ صحیح)

تابعین عظام اور تدوین حدیث

تابعین کرام کے دور میں کثرت سے احادیث لکھی گئیں جن میں سے بعض کے حوالے درج ذیل ہیں:

① عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کی طرف لکھ کر (حکم) بھیجا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے علم اور اہل علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔

(مسند الدارمی: ۴۹۴، دوسرا نسخہ: ۵۰۵ وسندہ صحیح، صحیح بخاری قبل ح ۱۰۰، نحو المعنی)

② سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رات کو ککے کے راستے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کر رہا تھا، وہ مجھے کوئی حدیث سناتے تو میں اسے بجاوے پر لکھ لیتا پھر صبح کو اسے اپنے پاس (کتاب میں) لکھ لیتا تھا۔ (سنن الدارمی: ۵۰۵/۵۱۶ وسندہ صحیح)

③ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس کریم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کتابوں میں سے ایک اونٹ کے وزن کے برابر کتابیں رکھیں پھر جب علی بن عبداللہ بن عباس کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو لکھ بھیجتے: فلاں کتاب میری طرف بھیج دیں، تو وہ اس کتاب کو لکھ کر ایک نسخہ ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۵/۲۹۳ وسندہ صحیح)

④ سلیمان بن موسیٰ (صدوق راوی) سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا، نافع مولیٰ ابن عمر اپنا علم لکھواتے اور یہ آپ کے سامنے لکھا جاتا تھا۔ (مسند الدارمی: ۵۱۳ وسندہ صحیح)

⑤ مشہور ثقہ امام ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (مشہور ثقہ تابعی) ابوقلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی رضی اللہ عنہ) نے میرے

لئے اپنی کتابوں کی وصیت فرمائی (کہ میری کتابیں ایوب کو دے دو) تو میں یہ کتابیں شام سے لایا، ان کے کرائے پر دس سے زیادہ درہم ادا کئے گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۲۵۱ وسندہ صحیح)

⑥ صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پھر انھوں (زہری) نے (احادیث کو) لکھا اور میں نے نہیں لکھا تو وہ کامیاب ہو گئے اور میں ضائع ہو گیا۔ (تقیید العلم للخطیب ص ۱۰۶، ۱۰۷، وسندہ صحیح، تاریخ ابی زرعة الدمشقی: ۹۶۶)

⑦ محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی (تابعی صغیر) کی کتاب السیرة کا ایک حصہ ۷۲ صفحات میں مطبوع ہے۔

⑧ مشہور ثقہ تابعی ہمام بن منہ رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ صحیفہ شائع ہو کر علمی دنیا میں بہت مشہور ہے۔ اس مجموعے میں ایک سواڑ تالیس (۱۲۸) احادیث ہیں۔

⑨ عبید اللہ سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو (مشہور مفسر قرآن) مجاہد (بن جبر تابعی) کے سامنے تفسیر لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارمی: ۵۰۸ وسندہ صحیح)

اس طرح کے اور بھی کئی حوالے کتب حدیث و کتب رجال وغیرہ میں موجود ہیں۔

عہد ترویج تابعین میں کتابت حدیث

عہد ترویج تابعین میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱ موطا امام مالک (روایت یحییٰ بن یحییٰ) ۱۹۵۵۔ احادیث ہیں

تنبیہ: امام ابو حنیفہ نے امام مالک کی احادیث کو ابراہیم بن طہمان سے سن کر لکھا تھا۔ (دیکھئے کتاب البحر والحدید ۳/ ۱۲۳ وسندہ صحیح) معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ امام مالک کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

2 کتاب المناسک للإمام سعید بن ابی عروبہ العدوی (متوفی ۱۵۶ھ) ۱۲۳۔ احادیث

3 کتاب الزہد للإمام وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) ۵۳۹۔ احادیث

4 کتاب الزہد للإمام عبد اللہ بن المبارک ۱۶۲۔ احادیث

(زوائد نعیم بن حماد) ۲۳۔ احادیث

مسند عبد اللہ بن المبارک ۲۸۹۔ احادیث

کتاب البر والصلۃ ۳۵۳۔ احادیث

کتاب الجہاد ۲۶۲۔ احادیث

کل احادیث: ۲۹۶

5 کتاب السیر للإمام ابی اسحاق الفزری ۶۵۹۔ احادیث

6 کتاب الدعاء للإمام محمد بن فضیل بن غزوان ۱۶۱۔ احادیث

اس سہری دور کے بعد تو حدیث کی اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا شمار بے حد مشکل ہے مثلاً:

- مصنف عبدالرزاق ۲۱۰۳۳- احادیث
 مصنف ابن ابی شیبہ ۳۷۹۳۰- احادیث
 مسند ابن ابی شیبہ ۹۹۸- احادیث
 مسند احمد ۲۸۱۹۹- احادیث
 مسند ابی داؤد الطیالسی ۶۷۶۷- احادیث
 اور دیگر کتب حدیث

قرآن کے علاوہ لکھنے سے ممانعت والا حکم منسوخ ہے

صحیح مسلم (۳۰۰۳) کی جس روایت میں قرآن مجید کے علاوہ لکھنے سے ممانعت کا حکم آیا ہے، متعدد دلائل کی رو سے منسوخ ہے۔ دیکھئے النسخ والمنسوخ لابن شاپین (ص ۵۷۸ ح ۶۱۹) اور الباعث الحثیث (ج ۲ ص ۳۸۰)

نبی کریم ﷺ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا: ((اثنونی بکتاب اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعده)) "میرے پاس کتاب (کاغذ) لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھا دوں، تم اس کے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔" (صحیح بخاری: ۱۱۴)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو حکم دیا تھا۔ بیٹو! اس علم کو کتاب میں لکھو۔ (سنن الدارمی: ۴۹۷ و سندہ حسن)

ثقفہ راوی عبداللہ بن حنشل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ (سیدنا) براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) کے پاس لکھتے

تھے۔ (سنن دارمی: ۵۰۹ و سندہ صحیح)

بعض دیگر حوالے اسی مضمون میں سابقہ صفحات پر گزر چکے ہیں۔

اس کتاب کے ناشر رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت میں دن رات مصروف ہیں اور اُن کا یہی مطمح نظر ہے کہ دین حق چاروں طرف پھیل جائے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے مولانا محمد داؤد رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور شرح والی صحیح بخاری آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر لیا ہے۔ احادیث صحیح بخاری کی کتب ستہ سے مناسب و مفید تخریج بھی کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ محترم ناشر، اُن کے معاونین اور تمام اشخاص کو جزائے خیر عطا فرمائے جو اس کتاب کی تدوین اور نشر و اشاعت میں شریک رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کو احادیث صحیحہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین (۱۰/اپریل ۲۰۰۹ء)

حافظ زبیر علی زئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[کِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ]

وحی کی ابتدا کا بیان

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةَ الْبَحَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى آمِينَ. [

شیخ امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی اور اللہ عز و جل کا یہ فرمان:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾. [النساء: ۱۶۳]

”ہم نے بلاشبہ (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا۔“

۱- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ [عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ] قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصِ اللَّيْثِيِّ، يَقُولُ سَمِعْتُ: عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا نَوَى؛ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [اطرافه في: ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳] [مسلم: ۴۹۲۷،

(۱) ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہم کو یحییٰ بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تمیمی سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس حدیث کو علقمہ بن وقاص لیشی سے سنا، ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ ”تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔“

ابوداؤد: ۲۲۰۱، ترمذی: ۱۶۴۷، نسائی: ۷۵،

۳۴۳۷، ۳۸۰۳، ابن ماجہ: ۴۲۲۷]

تشیخ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کے افتتاح کے لیے تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کو کافی سمجھا کہ اس میں بھی اللہ کی حمد کامل طور پر موجود ہے۔ یا آپ نے حمد کا تلفظ زبان سے ادا فرمایا کہ اس کے لیے لکھنا ہی ضروری نہیں۔ یا پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کو ملحوظ خاطر رکھا ہو کہ تحریرات نبوی کی ابتدا صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی سے ہو کرتی تھی جیسا کہ کتب تواریخ ویر سے ظاہر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ”وحی“ کا ذکر مناسب سمجھا اس لیے کہ قرآن و سنت کی اولین بنیاد ”وحی“ ہے۔ اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت موقوف ہے۔ وحی کی تعریف علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے: ”والوحی الاعلام فی خفاء وفی اصطلاح الشرع اعلام اللہ تعالیٰ انبیانہ الشیء اما بکتاب او برسالة ملک او منام او الہام۔“ (ارشاد الساری ۱/ ۴۸) یعنی وحی لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ مخفی طور پر کوئی چیز علم میں آجائے اور شرعاً وحی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نبیوں رسولوں کو براہ راست کسی مخفی چیز پر آگاہ فرمادے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں، یا تو ان پر کوئی کتاب نازل فرمائے یا کسی فرشتے کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے خبر دے یا خواب میں آگاہ فرمادے، یا دل میں ڈال دے۔ وحی محمدی کی صداقت کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ: ﴿اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ کَیْمًا اَوْحٰیْنَا اِلَیْ نُوْحٍ﴾ (النساء: ۱۶۳) درج فرما کر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے مختصر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ عالیہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ و جملہ انبیاء و رسل صلی اللہ علیہم وسلم سے مربوط ہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح آپ کی تصدیق جملہ انبیاء و رسل صلی اللہ علیہم وسلم کی تصدیق ہے اور آپ کی تکذیب جملہ انبیاء و رسل صلی اللہ علیہم وسلم کی تکذیب ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ومناسبت الایة للترجمة و واضح من جهة ان صفة الوحی الی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم توافق صفة الوحی الی من تقدمه من النبیین“ (فتح الباری ۱/ ۹۱) یعنی باب بدء الوحی کے انعقاد اور آیت: ﴿اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ﴾ الایة میں مناسبت اس طور پر واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول قطعی طور پر اسی طرح ہے، جس طرح آپ سے قبل تمام نبیوں رسولوں پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے۔

ذکر وحی کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث: ((انما الاعمال بالنیات)) کو نقل فرمایا، اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ظاہر کرنا بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانہ وحی سے جو کچھ بھی دولت نصیب ہوئی یہ سب آپ کی اس پاک نیت کا ثمرہ ہے جو آپ کو ابتداءً عمر ہی سے حاصل تھی۔ آپ کا بچپن، جوانی، الغرض قبل نبوت کا سارا عرصہ نہایت پاکیزگی کے ساتھ گزرا۔ آخر میں آپ نے دنیا سے قطعی علیحدگی اختیار فرما کر عاجزاً میں خلوت اختیار فرمائی۔ آخر آپ کی پاک نیت کا ثمرہ آپ کو حاصل ہوا اور خلعت رسالت سے آپ کو نوازا گیا۔ روایت حدیث کے سلسلہ عالیہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کا افتتاح فرمایا۔ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل، حسب و نسب ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے اس لیے کہ ان کی علمی و عملی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں، حسب و نسب کے لحاظ سے قریشی ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جا ملتا ہے۔ ان کی کنیت ابو بکر، نام عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہے، ان کے اجداد میں کوئی بزرگ حمید بن اسامہ نامی گزرے ہیں، ان کی نسبت سے یہ حمیدی مشہور ہوئے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حمیدی سے جو کرکے ہیں، لاکر یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی تھی۔

حدیث: ((انما الاعمال بالنیات)) کی بابت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وهذا الحدیث اخذ الاحادیث الثی علیہا مدار الاسلام و قال الشافعی واحمد انه بدخل فیہ ثلث العلم۔“ (ارشاد الساری ۱/ ۵۶، ۵۷) یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار و مدار ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے۔ بعض علما نے اسے حدیث متواتر بھی قرار

دیا ہے۔ اس کے راویوں میں سعد بن ابی وقاص، علی بن ابی طالب، ابو سعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبادہ بن صامت، عقبہ بن عبدالمسلمی، ہلال بن سواد، عقبہ بن عامر، ابو زر عقبہ بن احمد، عقبہ بن مسلم اور عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نقل کیے گئے ہیں۔ (قططانی رحمہ اللہ)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو اس حدیث سے اس لیے شروع فرمایا کہ ہر نیک کام کی تکمیل کے لیے خلوص نیت ضروری ہے۔ احادیث نبوی کا جمع کرنا، ان کا لکھنا، ان کا پڑھنا، یہ بھی ایک نیک ترین عمل ہے، پس اس فن کے حاصل کرنے والوں کے لیے آداب شرعیہ میں سے یہ ضروری ہے کہ اس علم کو خالص دل کے ساتھ محض رضائے الہی و معلومات سنن رسالت پناہی کے لیے حاصل کریں، کوئی غرض فاسد ہرگز درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ یہ نیک عمل بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کے لیے مفید عمل نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ اس حدیث کے شان درود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نامی کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے جواب میں خبر دی کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ فیض اسی غرض سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا اور اس کی شادی ہو گئی۔ دوسرے صحابہ کرام اس کو مہاجرام قیس کہا کرتے تھے۔ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

امام قططانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واخرجه المؤلف في الايمان والعنق والهجرة والنكاح والايمن والنذور وترك الحيل ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه واحمد والدارقطني وابن حبان والبيهقي۔" یعنی امام بخاری رحمہ اللہ اپنی جامع صحیح میں اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب الايمان میں بھی لائے ہیں اور وہاں آپ نے یہ باب منعقد فرمایا ہے "باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبة ولكل امرئ ما نوى۔" یہاں آپ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ وضو، زکوٰۃ، حج، روزہ جملہ اعمال خیر کا اجرائی صورت میں حاصل ہوگا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔ یہاں آپ نے استشہاد مزید کے لیے قرآنی آیت کریمہ ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلِيهِ﴾ (۱۷/۱۷۱) بنی اسرائیل: ۸۳ کو نقل کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ﴿شَاكِلِيهِ﴾ سے نیت ہی مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرتا ہے تو یقیناً اسے ثواب حاصل ہوگا تیسرے امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب العتق میں لائے ہیں۔ چوتھے باب الهجرة میں پانچویں کتاب النكاح میں چھٹے مذکور کے بیان میں، ساتویں کتاب الحيل میں۔ ہر جگہ اس حدیث کی نقل سے غرض یہ ہے کہ صحت اعمال و ثواب اعمال، سب نیت ہی پر موقوف ہیں اور حدیث ہذا کا مفہوم بطور عموم ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں فقہائے شوافع صرف صحت اعمال کی تخصیص کرتے ہیں اور فقہائے احناف صرف ثواب اعمال کی۔ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ان ہر دو کی تفسیر فرماتے ہوئے امام احمد شین بخاری رحمہ اللہ ہی کے موقف کی تائید کی ہے یہ حدیث ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ (دیکھو انوار الباری/۱۶، ۱۷)

نیت سے دل کا ارادہ مراد ہے۔ جو ہر فعل اختیاری سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے، نماز، روزہ، وغیرہ کے لیے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر اکابر امت نے تصریح کی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا غلط ثبوت نہ خود رسول کریم ﷺ سے ہے نہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے۔ لہذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا محض ایجاد بندہ ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

آج کل ایک جماعت منکرین حدیث کی بھی پیدا ہو گئی ہے جو اپنی فحوت کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی استعمال کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے خلاف تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شروع فرمایا ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر الزام بالکل غلط ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود احادیث نبوی کو روایت فرمایا کرتے تھے۔ ہاں صحت کے لیے آپ کی طرف سے احتیاط ضرور مد نظر تھا اور یہ ہر عالم، امام، محدث کے سامنے ہونا ہی چاہیے۔ منکرین حدیث کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں احادیث نبوی کی نشر و اشاعت کا غیر معمولی اہتمام فرمایا تھا اور دنیا کے اسلام کے گوشہ گوشہ میں جلیل القدر صحابہ کو اس غرض کے لیے روانہ فرمایا تھا، جن کی جنگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں مسلم تھی۔ جیسا

کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ از الة الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

”فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور مغفل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کو بصرہ میں مقرر فرمایا اور عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام روانہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کے عمال کو لکھا کہ ان حضرات کو ترویج احادیث کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حضرات جو حدیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔ معاویہ بن ابی سفیان جو اس وقت شام کے گورنر تھے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دلائی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوی میں ایمان لائے اور آپ کے مسلمان ہونے پر کعبہ شریف میں مسلمانوں نے نماز باجماعت ادا کی یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کے مقابلہ پر حق سر بلند ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ آپ بڑے نیک، عادل اور صاحب الرائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ ۱۳ انبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت اسلامیہ کو سنبھالا اور آپ کے دور میں فتوحات اسلامی کا سیلاب دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ آپ ایسے مفکر اور ماہر سیاست تھے کہ آپ کا دور اسلامی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے آپ کے دربار میں اپنے آقا کی غلط شکایت پیش کی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ نہ دی۔ مگر وہ پارسی غلام ایسا برا فروختہ ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر چھپا کر لے گیا اور نماز کی حالت میں آپ پر اس ظالم نے حملہ کر دیا۔ اس کے تین دن بعد یکم محرم ۲۳ھ کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مخلص رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں قیامت تک کے لیے سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہم اغفر لہم اجمعین۔ آمین

(۲) ہم کو عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، ان کو مالک نے ہشام بن عروہ کی روایت سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے نقل کی، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو کھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعے نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑا کے کی سردی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلُ صَلَافَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ، فَيَقْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ)) قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ، فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَنْقَعُ عَرَقًا. [طرفة في: ۳۲۱۵]

[ترمذی: ۳۶۳۴، نسائی: ۹۳۳]

تشریح: انہی خصوصاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ انہی کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور ان کے قلوب مٹھی پر جو واردات یا الہامات ہیں۔ کبھی اللہ کا فرستادہ فرشتہ اصل صورت میں ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کبھی بصورت بشر حاضر ہو کر ان کو اللہ کا فرمان سنانا ہے۔ کبھی باری تعالیٰ و تقدس خود براہ راست اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وقتاً فوقتاً وحی کی یہ جملہ اقسام پائی

کہیں۔ حدیث بالا میں جو گھنٹی کی آواز کی مشابہت کا ذکر آیا ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وحی مراد لے کر آنے والے فرشتے کے پیروں کی آواز مراد بتلائی ہے، بعض حضرات نے اس آواز سے صوت باری کو مراد لیا ہے اور قرآنی آیت ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ (الآیہ: ۱۶۲/الشوری: ۵۱) کے تحت اسے درائے حجاب والی صورت سے تعبیر کیا ہے، آج کل ٹیلی فون کی ایجاد میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فون کرنے والا پہلے گھنٹی پر انگلی رکھتا ہے اور وہ آواز جہاں فون کرتا ہے گھنٹی کی شکل میں آواز دیتی ہے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث مندرجہ بالا میں بھی کوئی ایسا ہی استعارہ ہے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے وحی اور الہام بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک غیبی روحانی فون ہی ہے جو عالم بالا سے اس کے مقبول بندگان انبیاء و رسل کے قلوب مبارکہ پر نزول کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ اسے بارانِ رحمت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید وہ وحی ہے جسے وحی مملوکہ کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جو تاقیام دنیا مسلمانوں کی تلاوت میں رہے گی اور وحی غیر مملوکہ آپ کی احادیث قدسیہ میں جن کو قرآن مجید میں ”الحکمہ“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر دو قسم کی وحی کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس چودہ سو سال کے عرصہ میں جس طرح قرآن کریم کی خدمت و حفاظت کے لیے حفاظ، قراء، علماء، مفسرین پیدا ہوتے رہے، اسی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے گروہ محدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ و غیر ہم جیسوں کو پیدا کیا۔ جنہوں نے علوم نبویہ کی وہ خدمت کی کہ قیامت تک امت ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی کہ اگر دینِ شریا پر ہوگا تو آلِ فارس سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو وہاں سے بھی اسے حاصل کر لیں گے، بلاشبک و شبہ اس سے یہی محدثین کرام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ و غیر ہم مراد ہیں۔ جنہوں نے احادیث نبویہ کی طلب میں ہزار ہا میل پیدل سفر کیا اور بڑی بڑی تکالیف برداشت کر کے ان کو مدون فرمایا۔

صدائے نفوس کہ آج اس چودہویں صدی میں کچھ لوگ کھلم کھلا احادیث نبویہ کا انکار کرتے اور محدثین کرام پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پیدا ہو چکے ہیں جو بظاہر ان کے احترام کا دم بھرتے ہیں اور در پردہ ان کو غیر ثقہ، محض روایت کنندہ، درایت سے عاری، ناقص الفہم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ پاک نے اپنے مقبول بندوں کی خدمات جلیلہ کو جو دوام بخشا اور ان کو قبولِ عام عطا فرمایا وہ ایسی غلط کاوشوں سے زائل نہیں ہو سکتا۔ الغرض وحی کی چار صورتیں ہیں (۱) اللہ پاک براہِ راست اپنے رسول، نبی سے خطاب فرمائے (۲) کوئی فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آئے (۳) یہ کہ قلب پر القا ہو (۴) چوتھے یہ کہ سچے خواب دکھائی دیں۔

اصطلاحی طور پر وحی کا لفظ صرف پیغمبروں کے لیے بولا جاتا ہے اور الہام عام ہے جو دوسرے نیک بندوں کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں جانوروں کے لیے لفظ الہام کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ﴾ (۱۶/الہل: ۶۹) میں مذکور ہے۔ وحی کی مزید تفصیل کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ذیل نقل فرماتے ہیں:

۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ عَقِيلِ بْنِ عَمْرِوَةَ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بَدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّنْحِ، ثُمَّ حَبَّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ جِرَاءٍ فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي دَوَاتٍ

(۳) ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی، لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں عقیل ابن شہاب سے، وہ عمرو بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر منجانبِ قدرت آپ تنہا پسند ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الہی ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب

تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا تو توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلبیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزریں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو کہنا ہی ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھینکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔“ پس یہی آیتیں آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ ”مجھے کھل اڑھا دو، مجھے کھل اڑھا دو۔“ لوگوں نے آپ کو کھل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ ”مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔“ آپ کی اہلبیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کتبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلوسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پاسکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے

الْعَدَدِ۔ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدَ لِدَلِكْ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ، فَيَتَزَوَّدَ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءِ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقَالَ: فَقُلْتُ: ((مَا أَنَا بِقَارِئٍ)) قَالَ: ((فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّلَاثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ((اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ)) (العلق: ۱-۳) فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْجِفُ فُوَادَهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ: ((زَمَلُونِي زَمَلُونِي)) فَزَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِحَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: ((لَقَدْ حَشِيتُ عَلَى نَفْسِي)) فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِنُكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزَى، ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ، وَكَانَ أَمْرًا تَنْصَرُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى؟ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَبَرَ مَا رَأَى. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ

کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشاء خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ کے حالات بیان کئے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش! میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ ”کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟“ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا: ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

(۴) ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ”ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کھیل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں: ”اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔“ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن کبیر

الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَىٰ مُوسَىٰ يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَدَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوْ مُخْرِجِي هُمْ؟)) قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِي، وَإِنْ يُذِرْكُنِي يَوْمَكَ أَنْصُرَكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَّةٌ أَنْ تُؤْفَى وَفَتَرَ الْوَحْيُ. [اطرافه في: ۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۶۹۸۲] [مسلم: ۴۰۵]

۴۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فِتْرَةِ الْوَحْيِ. فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا، مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِجْرَاءِ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَرُعَيْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمَلُونِي، زَمَلُونِي، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ [إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ﴾]) [المدثر: ۱-۵] فَحَمِي الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ.

تَابِعَهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ .
وَتَابِعَهُ هَلَالُ بْنُ رَدَادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ
يُونُسُ وَمَعْمَرٌ: ((بَوَادِرُهُ)). [اطرافه فی: ۳۲۳۸،
۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶،
۴۹۵۴، ۶۲۱۴] [مسلم: ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸،
۴۰۹، ۴۱۰، ترمذی: ۳۳۲۵]

تشریح: ((بوادری)) بادرۃ کی جمع ہے، جو گردن اور کندھے کے درمیانی حصہ پر بولا جاتا ہے۔ کسی دہشت انگیز منظر کو دیکھ کر بے اوقات یہ حصہ بھی پھڑکنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حیرت انگیز واقعہ سے آپ ﷺ کے کندھے کا گوشت تیزی سے پھڑکنے لگا۔

ابتدائے وحی کے متعلق اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول منامات صادقہ (سچے خوابوں) کے ذریعہ آپ کا رابطہ عالم مثال سے قائم کرایا گیا، ساتھ ہی آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت اختیار کی۔ یہ غار مکہ کرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے وہاں ”تحنث“ اختیار فرمایا۔ لفظ تحنث زمانہ جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اس زمانہ میں عبادت کا اہم طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ آدمی کسی گوشے میں دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر کچھ راتیں یاد الہی میں بسر کرے۔ چونکہ آپ کے پاس اس وقت تک وحی الہی نہیں آئی تھی، اس لیے آپ نے یہ عمل اختیار فرمایا اور یاد الہی ذکر و فکر و مراقبہ نفس میں بالقاتے ربانی وہاں وقت گزارا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو تین مرتبہ اپنے سینے سے آپ کا سینہ ملا کر زور سے اس لیے بھیجا کہ بحکم الہی آپ کا سینہ کھل جائے اور ایک خاک کی مادی مخلوق کو نورانی مخلوق سے فوری رابطہ حاصل ہو جائے۔ یہی ہوا کہ آپ بعد میں وحی الہی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ (۹۶/۱: اعلق) کو فر فراد ا کرنے لگے۔ پہلی وحی میں سلسلہ علوم معرفت حق و خلقت انسانی و اہمیت قلم و آداب تعلیم اور علم و جہل کے فرق پر جو جلیف اشارات کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، نہ یہاں مجالش ہے۔ ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں بت پرستی سے متنفر ہو کر نصرانی ہو گئے تھے اور ان کو سریانی و عبرانی علوم حاصل تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کی وفات پر ان کو حضرت عباس میں دیکھا اس لیے کہ یہ شروع ہی میں آپ پر ایمان لائے تھے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ہمت افزائی کے لیے جو کچھ فرمایا وہ آپ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کی ایک بہترین تصویر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ جیسے ہمدرد انسانیت بااخلاق ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ آپ کا مستقبل تو بے حد شاندار ہے۔ ورقہ نے حالات سن کر حضرت جبریل علیہ السلام کو لفظ ”ناموس اکبر“ سے یاد فرمایا۔ علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

”هو صاحب سر الوحی والمراد جبرئیل واهل الكتاب یسمونه الناموس الاکبر۔ یعنی یہ وحی کے رازداں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کو اہل کتاب ”ناموس اکبر“ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ حضرت ورقہ نے باوجود یہ کہ وہ عیسائی تھے مگر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا، اس لیے کہ حضرت موسیٰ ہی صاحب شریعت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد تین یا اڑھائی سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا کہ اچانک سورہ مدثر کا نزول ہوا۔ پھر برابر پرے درپے آئے لگی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو یادایا۔ اس کے متعلق علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”وهذا الغط لیفرغه عن النظر الی امور الدنیا ویقبل بکلیۃ الی ما یلقى الیہ وکرره للمباغۃ واستدل بہ علی ان المؤدب لایضرب صیبا اکثر من ثلاث ضربات وقیل الغطۃ الاولی لیتخلی عن الدنیا والثانیۃ لیتفرغ لمایوحی الیہ والثالثۃ للموانسۃ۔“ (ارشاد الساری ۶۳/۱) یعنی یہ دہانا اس لیے تھا کہ آپ کو دنیاوی امور کی طرف نظر ڈالنے سے فارغ کر کے جو وحی و بار رسالت آپ پر ڈالا جا رہا ہے، اس کے کلی طور پر قبول کرنے کے لیے آپ کو تیار کر دیا جائے۔ اس واقعہ سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ معلم کے لیے مناسب ہے کہ بوقت ضرورت اگر معلم کو مارنا ہی ہو تو تین دفعہ سے زیادہ نہ مارے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ ”غط“ کو نبی کریم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیاء کی ابتدائے وحی کے وقت ایسا واقعہ کہیں مقول نہیں

ہوا۔ حضرت ورقہ بن نوفل نے آپ کے حالات سن کر جو کچھ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مزید تفصیل علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں نقل فرماتے ہیں: "فقال له ورقة ابشر ثم ابشر فانا اشهد انك الذي بشرته ابن مريم وانك على مثل ناموس موسى وانك نبي مرسل۔" یعنی ورقہ نے کہا کہ خوش ہو جائیے، خوش ہو جائیے، میں یقیناً گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ورسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی اور آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ پینک اللہ کے فرستادہ سچے رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو مرنے کے بعد جنتی لباس میں دیکھا تھا۔ اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی، اس لیے جنتی ہوا۔ ورقہ بن نوفل کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اس کو دوسرے اسلامی فرائض ادا کرنے کا موقع نہ ملے، اس سے پہلے ہی وہ انتقال کر جائے۔ اللہ پاک ایمانی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بذیل تفسیر سورہ مدثر ﴿وَيُنَادِيكَ فَكُنْ﴾ (۱۰/۷۳/المدثر:۱۰) فرماتے ہیں کہ عرب شعراء ثیاب سے مراد دل لیا کرتے ہیں۔ امرء القیس کہتا ہے: "وان كنت قد نساء تك منى خليقة فسلى ثيابي من ثيابك تنسلي" اس شعر میں ثیاب سے مراد دل ہے۔ یہاں مناسب یہی ہے کیونکہ کپڑوں کا پاک رکھنا صحت صلوة کے لیے ضروری ہے مگر دل کا پاک صاف رکھنا ہر حال میں لازمی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے (ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب) یعنی انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سو وہ دل ہے۔ اللهم اصلح قلبی وقلب کل ناظر (تفسیر ثنائی)

عجیب لطیفہ: قرآن مجید کی کون سی سورہ پہلے نازل ہوئی؟ اس بارے میں قدرے اختلاف ہے مگر سورہ علق ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ کا اتفاق ہے، اس کے بعد فقرہ وحی کا زمانہ اڑھائی تین سال رہا اور پہلی سورہ ﴿يَا أَيُّهَا الْمَدِينُ﴾ نازل ہوئی۔ مسلکی تعصب کا حال ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر ایک صاحب نے جو بخاری شریف کا ترجمہ شارح شائع فرما رہے ہیں۔ اس سے سورہ فاتحہ کی نماز میں عدم رکعت پر دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: "سب سے پہلے سورہ اقرا نازل ہوئی اور سورہ فاتحہ کا نزول بعد کو ہوا ہے تو جب تک اس کا نزول نہیں ہوا تھا، اس زمانے کی نمازیں کس طرح درست ہوئیں؟ جب کہ فاتحہ رکن نماز ہے کہ بغیر اس کے نماز درست ہی نہیں ہو سکتی تاہم رکعت فاتحہ جواب دیں۔" (انوار الہامی، جلد اول، ص: ۱۴۰) نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے، اس پر یہاں سے تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں نہ اس بحث کا یہ محل ہے ہاں شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے: "فان قراءتها فريضة وهي ركن تبطل الصلوة بتركها" (غنية الطالبين، ص: ۵۳) یعنی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا بطور رکن نماز فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، موصوف کے جواب میں ہم سر درست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ جب تک سورہ فاتحہ کا نزول ہی نہیں ہوا تھا جیسا کہ موصوف نے بھی لکھا ہے تو اس موقع پر اس کی رکعت فرضیت کا سوال ہی کیا ہے؟ ابتدائے رسالت میں بہت سے احکام وجود میں نہیں آئے تھے جو بعد میں بتلائے گئے۔ پھر اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ احکام شروع زمانہ رسالت میں نہ تھے تو ان کا ماننا ضروری کیوں؟ غالباً کوئی ذی عقل انسان اس بات کو صحیح نہیں سمجھے گا۔ پہلے صرف دو نمازیں تھیں بعد میں نماز پنج وقتہ کا طریقہ جاری ہوا، پہلے اذان بھی نہ تھی بعد میں اذان کا سلسلہ جاری ہوا۔ مکی زندگی میں رمضان کے روزے فرض نہیں تھے، مدنی زندگی میں یہ فرض عائد کیا گیا۔ پھر کیا موصوف کی اس نازک دلیل کی بنا پر ان جملہ امور کا انکار کیا جا سکتا ہے ایک ادنیٰ تامل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی، مگر جہاں قدم قدم پر مسلکی و فقہی جمود کام کر رہا ہو وہاں وسعت نظری کی تلاش عیش ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب بھی سورہ فاتحہ کا نزول ہوا اور نماز فرض باجماعت کا طریقہ اسلام میں رائج ہوا، اس سورہ مبارک کو رکن نماز قرار دیا گیا۔ نزول سورہ و فرض نماز باجماعت سے قبل ان چیزوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا سکتا۔ باقی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث قدسی میں سورہ فاتحہ کو "نماز" کہا گیا ہے۔ شاید معترض صاحب اس پر یوں کہنے لگیں کہ جب سورہ فاتحہ ہی اصل نماز ہے تو اس کے نزول سے قبل والی نمازوں کو نماز کہنا کیوں صحیح ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سورہ فاتحہ نماز کا ایک ضروری رکن ہے اور معترض کا قول صحیح نہیں۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ

سورۃ فاتحہ کا نزول مکہ میں نہ مانا جائے۔ لیکن اگر مان لیا جائے جیسا کہ کتب تفسیر سے ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی تو مکہ شریف ہی میں اس کی رکیت نماز کے لیے ثابت ہوگی۔

(۵) موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی، ان کو ابو عوانہ نے خبر دی، ان سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے بیان کی، ان سے سعید بن جبیر نے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلام الہی ﴿لَا تُحَرِّكُ﴾ الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ ”اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھادینا ہمارا ذمہ ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی قرآن آپ ﷺ کے دل میں جمادینا اور پڑھادینا ہمارے ذمہ ہے۔ ”پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔“ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔“ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اس کو محفوظ کر سکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام (وحی لے کر) آتے تو آپ (توجہ سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ ﷺ اس (وحی) کو اس طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے پڑھا تھا۔

۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجَلَ بِهِ﴾ [القيامة: ۱۶] قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفْتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا. وَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا. فَحَرَكَ شَفْتَيْهِ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ [القيامة: ۱۷-۱۶] قَالَ: جَمَعَهُ لَكَ صَدْرَكَ، وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ [القيامة: ۱۸] قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [القيامة: ۱۹] ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ. فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَنَا جَبْرِئِيلُ اسْتَمِعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جَبْرِئِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ. [اطرافه في: ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۵۰۴۴، ۵۷۲۴] [مسلم: ۱۰۰۴، ترمذی: ۳۳۲۹]

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے وحی کی ابتدائی کیفیت کے بیان میں اس حدیث کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا جس سے وحی کی عظمت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ اللہ پاک نے ان آیات کریمہ ﴿لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجَلَ بِهِ﴾ (۵/القیامہ: ۱۶) میں آپ کو پورے طور پر تسلی دلائی کہ وحی کا نازل کرنا، پھر اسے آپ کے دل میں جمادینا، اس کی پوری تفسیر سمجھا دینا، اس کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا یہ جملہ ذمہ داریاں صرف ہماری ہیں۔ ابتدا میں آپ کو یہ ٹھکانا رہتا تھا کہ کہیں حضرت جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد میں نازل شدہ کلام کو بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپ ﷺ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے اپنی زبان مبارک ہلاتے رہتے تھے، اس سے آپ کو روکا گیا اور بخور و توجہ کامل سننے کے لیے ہدایتیں کی گئیں، جس کے بعد آپ کا یہی معمول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ ﴿لَا تُحَرِّكُ بِهِ﴾ الآية کے نزول کے وقت عالم وجود میں نہ

تھے۔ مگر بعد کے زمانوں میں جب نبی کریم ﷺ کے وحی کے ابتدائی حالات بیان فرماتے تب ابتدائے نبوت کی پوری تفصیل فرمایا کرتے تھے، ہونٹ ہلانے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد میں دیکھا اور فعل نبوی کی اقتدا میں اپنے ہونٹ ہلا کر اس حدیث کو نقل فرمایا۔ پھر حضرت سعید بن جبیر نے بھی اپنے عہد میں اسے روایت کرتے وقت اپنے ہونٹ ہلائے۔ اس لیے اس حدیث کو ”سلسل بسبحريك الشفقتين“ کہا گیا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے راویوں میں ہونٹ ہلانے کا تسلسل پایا جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وحی کی حفاظت کے لیے اس کے نزول کے وقت کی حرکات و سکنات نبویہ تک کو بذریعہ نقل درنقل محفوظ رکھا گیا۔ آیت مبارکہ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتٍ﴾ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی اور اپنے عمل سے دکھلائی۔ یہ بھی سب اللہ پاک کی وحی کے تحت ہے، اس سے حدیث نبوی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی میں شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ان کو غلط قرار دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کے خیالات باطلہ کی بھی یہاں پوری تردید موجود ہے۔ صحیح مرفوع حدیث یقیناً وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآنی وحی کو وحی مملو اور حدیث کو وحی غیر مملو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلم و متعلم کے آداب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک حیثیت میں استماع اور انصات کی ہدایت فرمائی گئی۔ استماع کانوں کا فعل ہے اور انصات بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکھوں سے ہوتا ہے۔ پس متعلم کے لیے ضروری ہے کہ درس کے وقت اپنے کانوں اور آنکھوں سے معلم پر پوری توجہ سے کام لے۔ اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھے، لب و لہجہ کے اشارات سمجھنے کے لیے نگاہ استاد کی طرف اٹھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی عظمت کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر دو کا درس لیتے وقت متعلم ہمہ تن گوش ہو جائے اور پورے طور پر استماع اور انصات سے کام لے۔ حالت خطبہ میں بھی سامعین کے لیے اسی استماع و انصات کی ہدایت ہے۔ نزول وحی کے وقت آپ پر سختی اور شدت کا طاری ہونا اس لیے تھا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے ﴿إِنَّا سَلَّمْنَاهُ عَلَيْكَ قَوْلًا تَقِينًا﴾ (۳۳/ المزمل: ۶) بے شک ہم آپ پر بھاری باعظمت کلام نازل کرنے والے ہیں۔ پچھلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت آپ پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے۔ وہی کیفیت یہاں بیان کی گئی ہے، آیت کریمہ میں زبان ہلانے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث ہذا میں آپ کے ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے۔ یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کتاب التفسیر میں حضرت جریر نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں ہونٹوں کے ساتھ زبان ہلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے ((کان رسول اللہ ﷺ اذا نزل جبریل بالوحی فکان مما يحرك بلسانه وشفتيه)) اس صورت میں آیت و حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

راویان حدیث: حضرت موسیٰ بن اسماعیل منقری۔ منقر بن عبید الحافظ کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے بصرہ میں ۲۲۳ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ غفر اللہ لہ۔ ابو عوانہ و ضاح بن عبداللہ ہیں جن ۹۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ موسیٰ بن ابی عائشہ (الکونی الہمدانی) ہیں۔ سعید بن جبیر بن ہشام الکونی الاسدی ہیں، جن کو ۹۶۱ھ میں مظلومانہ حالت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔ جن کی بددعا سے حجاج پھر جلد ہی غارت ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ترحمان القرآن کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نبیہ مقرر کی ان کی دعا فرمائی تھی۔ ۲۸ھ میں طائف میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی روایت سے دو سوسترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ (قسطلانی)

۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ نَحْوَهُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ [قَالَ:] أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ

(۶) ہم کو عبدان نے حدیث بیان کی، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، ان کو یونس نے، انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ (دوسری سند یہ ہے کہ) ہم سے بشر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی، ان سے عبداللہ بن مبارک نے، ان سے یونس اور معمر دونوں نے، ان دونوں نے زہری سے روایت کی پہلی سند کے مطابق سے زہری سے عبید اللہ بن عبداللہ نے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ سب

النَّاسِ، وَكَانَ أَجُودَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوهُ اللَّهُ ﷺ أَجُودَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. [اطرافہ فی: ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷] [مسلم: ۶۰۰۹، نسائی: ۲۰۹۴]

لوگوں سے زیادہ جواد (نحی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبریل آپ ﷺ سے ملتے بہت ہی زیادہ جو دو کر م فرماتے۔ جبریل ﷺ رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت ﷺ کو لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جو دو کر م فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ رمضان مبارک میں حضرت جبریل ﷺ آپ ﷺ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ قرآن یعنی وحی کا نزول رمضان شریف میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (۱۸۵: ۲/البقرہ) میں مذکور ہے۔ یہ نزول قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں آسمان دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے نبی کریم ﷺ پر نزول بھی رمضان ہی میں شروع ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف قرآن کریم کے لیے سالانہ یادگار مہینہ قرار پایا اور اسی لئے اس ماہ مبارک میں آپ اور حضرت جبریل ﷺ قرآن مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کے ”جو دو“ کا ذکر فرمایا گیا۔ سخاوت خاص مال کی تقسیم کا نام ہے۔ اور جو دو کے معنی ”اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی“ کے ہیں جو بہت زیادہ عمومیت لیے ہوئے ہے۔ پس ”جو دو“ مال ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو چیز بھی جس جس کے لیے مناسب ہو دے دی جائے، اس لئے آپ ﷺ اجود الناس تھے۔ حاجت مندوں کے لیے مالی سخاوت، تشنگانِ علوم کے لئے علمی سخاوت، مگر اہوں کے لئے فیوض روحانی کی سخاوت، الغرض آپ ﷺ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں بہترین نحی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوتوں کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں منقول ہیں۔ آپ کے جو دو سخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی ہواؤں سے دی گئی جو بہت ہی مناسب ہے۔ بارانِ رحمت سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ آپ کی جو دو سخاوت سے بنی نوع انسان کی اجزی ہوئی دنیا آباد ہو گئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بہنے لگے۔ خدا شناسی اور اخلاقِ فاضلہ کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ آپ کی سخاوت اور روحانی کمالات سے ساری دنیائے انسانیت نے فیض حاصل کیے اور یہ مبارک سلسلہ تا قیام دنیا قائم رہے گا کیونکہ آپ پر نازل ہونے والا قرآن مجید وحی متلو اور حدیث شریف وحی غیر متلو تا قیام دنیا قائم رہنے والی چیزیں ہیں۔ پس دنیا میں آنے والے اہل بصیرت انسان ان سے فیوض حاصل کرتے ہی رہیں گے۔ اس سے وحی کی عظمت بھی ظاہر ہے اور یہ بھی کہ قرآن و حدیث کے معلمین و متعلمین کو یہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ نحی، جو دو وسیع القلب ہونا چاہیے کہ ان کی شان کا یہی تقاضا ہے۔ خصوصاً رمضان شریف کا مہینہ جو دو سخاوت ہی کا مہینہ ہے، کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب کتنے ہی درجات حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ اپنی ظاہری سخاوتوں کے دریا بہا دیتے تھے۔

سند حدیث: پہلا موقع ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں سند حدیث میں تحویل فرمائی ہے۔ یعنی امام زہری تک سند پہنچا دینے کے بعد پھر آپ دوسری سند کی طرف لوٹ آئے ہیں اور عبدان پہلے استاد کے ساتھ اپنے دوسرے استاد بشیر بن محمد کی روایت سے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور زہری پر دونوں سندوں کو یکجا کر دیا۔ محدثین کی اصطلاح میں لفظ (ح) سے یہی تحویل مراد ہوتی ہے۔ اس سے تحویل سند اور سند میں اختصار مقصود ہوتا ہے۔ آگے اس قسم کے بہت سے مواقع آتے رہیں گے۔ بقول علامہ قسطلانی اس حدیث کی سند میں روایت حدیث کی مختلف اقسام تحدیث، اخبار، عنعنہ، تحویل سب صحیح ہو گئی ہیں۔ جن کی تفصیلات مقدمہ میں بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: (۷) ہم کو ابو الیمان حکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہیں اس حدیث کی أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ نَعْبَدُ فِيهِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ لَمْ يَلْقَ اللَّهَ ﷻ فِي رَمَضَانَ لَمْ يَلْقَ اللَّهَ ﷻ فِي سَائِرِ الشُّهُورِ. [مسلم: ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷]

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس سے ابوسفیان بن حرب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہرقل (شاہِ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور ابوسفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء و زراہ و امرا) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لاکر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے (یعنی محمد ﷺ کے) حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ (ابوسفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا: نہیں، کہنے لگا: اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر اس نے کہا: بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا: نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا: اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: کیا اپنے اس دعوائے (نبوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ. أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوا تُجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَادَّ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكَفَّارَ قُرَيْشٍ، فَاتَوْهُ وَهُمْ بِإِيلِيَاءٍ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ، وَحَوَّلَهُ عِظَمَاءَ الرُّومِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجَمَانَهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ: أَذْنُوهُ مِنِّي، وَقَرَّبُوا أَصْحَابَهُ، فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ. ثُمَّ قَالَ لِتَرْجَمَانِهِ: قُلْ لَهُمْ: إِنِّي سَأَلْتُ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ، فَإِنْ كَذَّبَنِي فَكَذَّبُوهُ. فَوَاللَّهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَّبْتُ عَنْهُ، ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ: كَيْفَ نَسَبُهُ فَيُكْم؟ قُلْتُ: هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاؤُهُمْ؟ فَقُلْتُ: بَلْ ضَعَفَاؤُهُمْ. قَالَ: أَيْرِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قُلْتُ: بَلْ يَزِيدُونَ. قَالَ: فَهَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخَطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا، وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مَدَّةٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا. قَالَ: وَلَمْ تُمَكِّنِي كَلِمَةً أُدْخِلُ

(جھوٹ) اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہر قل نے کہا: کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوئی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا، لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیز گاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) پھر ہر قل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعویٰ نبوت کی) یہ بات تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی، تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آبا و اجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے، تو (دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے تابعین ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے۔ تم نے کہا

فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ. قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالَكُمْ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالَكُمْ إِيَّاهُ؟ قُلْتُ: الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِبْجَالٌ، يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ. قَالَ: مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ: يَقُولُ: اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ، وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرَكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ وَالصَّلَةِ. فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ: قُلْ لَهُ: سَأَلْتُكَ عَنِ نَسَبِهِ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ دُونَ نَسَبِ، وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ تُبَعْتُ فِي نَسَبِ قَوْمِيهَا، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ: لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ: رَجُلٌ يَأْتِسِي بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ: فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ: رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيهِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدْرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ، وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافَ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاؤُهُمْ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضَعَفَانَهُمْ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرَّسُولِ، وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُ أَحَدٌ سَخَطَةَ لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَالِطُ بِشَاشَتَهُ الْقُلُوبَ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ لَا تَغْدِرُ، وَسَأَلْتُكَ

نہیں، تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے جن کے دلوں میں اس کی مسرت رنج بس جائے وہ اس سے لونا نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لئے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں، تموں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ لہذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا کہ جہاں میرے بہرہ داروں پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (پیغمبر) آنے والا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا، تو اس سے ملنے کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگایا جو آپ نے دبیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاکم بصری کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں (لکھا تھا): ”اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے لیے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین دنیا میں) سلامتی نصیب ہوگی۔ اللہ آپ کو دو ہر اثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھریں تو (مسلمانو!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو ایک خدا کے اطاعت گزار ہیں۔“ ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا۔ تو اس کے ارد گرد بہت شور و غوغا ہوا۔ بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے (آنحضرت ﷺ)

بِمَا يَأْمُرُكُمْ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ؛ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَبَنَاهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَعَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيمِ بَصْرَى، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بَصْرَى إِلَى هِرْقَلٍ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ: ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرْقَلٍ عَظِيمِ الرُّومِ. سَلَامٌ عَلَيَّ مِنْ اتَّبَعِ الْهُدَى، أَمَا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْتَ تَسَلَّمْ، يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَرُوسِيِّينَ وَ: «يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ»)) [آل عمران: 64] قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ، وَفَرَّغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا: فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي جِئْنَا أُخْرِجَنَا لَقَدْ أَمَرَ أَمْرًا مِنْ أَبِي كِبْشَةَ، إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَضْفَرِ. فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ سَيَطْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ -صَاحِبُ إِبِلِيَاءَ وَهَرْقَلُ- [سُقْفًا] عَلَيَّ

کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔ (دیکھو تو) اس سے بنی امصر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کا بیان ہے کہ) ابن ناطور ایلیا کا حاکم ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کلاٹ پادری بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب ایلیا آیا، ایک دن صبح کو پریشان اٹھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی پاتے ہیں (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا، علم نجوم میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر غالب آ گیا ہے (بھلا) اس زمانہ میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ سوان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ سلطنت کے تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجے کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کر دیئے جائیں وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔ جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کئے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لئے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔

تب ہرقل نے کہا کہ یہ ہی (محمد ﷺ) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہرقل کی طرح ماہر تھا۔ پھر وہاں سے ہرقل حمص چلا گیا۔ ابھی حمص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا۔ اس کی رائے بھی حضور ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہرقل کے موافق تھی کہ محمد ﷺ (واقعی) پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حمص کے محل میں طلب کیا اور اس کے حکم سے محل کے دروازے بند کر دیے گئے۔ پھر وہ (اپنے خاص محل سے) باہر آیا۔ اور کہا: ”اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟ اگر تم اپنی سلطنت کی بچا چاہتے ہو تو پھر اس نبی (ﷺ) کی بیعت کر لو اور

نَصَارَى السَّامِ، يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ جِئْنَ قَدِيمَ
إِيلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِنْتَ النَّفْسِ، فَقَالَ
بَعْضُ بَطَارِقِيهِ: قَدِ اسْتَكْرَمْنَا هَيْتَكَ قَالَ ابْنُ
النَّاطُورِ: وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ،
فَقَالَ لَهُمْ جِئْنَ سَأَلُوهُ: إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ جِئْنَ
نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكَ الْخَتَانِ قَدْ ظَهَرَ،
فَمَنْ يَخْتِنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ قَالُوا: لَيْسَ
يَخْتِنُ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا يَهْمَنَّكَ شَأْنُهُمْ
وَاكَتَبَ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ، فَيَقْتُلُوا مَنْ
فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ. فَبَيَّنَاهُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أَنِّي
هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ، يُخْبِرُ
عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ
هِرَقْلُ قَالَ: اذْهَبُوا فَانظُرُوا أَمْخَتِنَ هُوَ أَمْ
لَا فَانظُرُوا إِلَيْهِ، فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتِنٌ،
وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ: هُمْ يَخْتِنُونَ.

فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ.
ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبِ لَهُ بَرُومِيَّةَ، وَكَانَ
نَظِيرَهُ فِي الْعِلْمِ، وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمصَ،
فَلَمَّا بَرِمَ حِمصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ
يُؤَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ
وَأَنَّهُ نَبِيٌّ، فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي
دَسْكَرَةِ لَهُ بِحِمصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَعَلَقَتْ،
ثُمَّ أَطْلَعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الرُّومِ، هَلْ لَكُمْ
فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبِتَ مُلْكَكُمْ فَتَبَاعُوا
هَذَا النَّبِيَّ، فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ
إِلَى الْأَبْوَابِ، فَوَجَدُواهَا قَدْ عَلِقَتْ، فَلَمَّا
رَأَى هِرَقْلُ نَفَرَتَهُمْ، وَأَيْسَ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ:
رُدُّوهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ: إِنِّي فُلْتُ مَقَالَتِي أَنْفَا

مسلماں ہو جاؤ (یہ سننا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے (مگر) انہیں بند پایا۔ آخر جب ہرقل نے (اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ (جب وہ دوبارہ آئے) تو اس نے کہا۔ میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی، سو وہ میں نے دیکھ لی۔ تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہ ہی رہی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

[اطرافہ فی: ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸،

[۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱]

[مسلم: ۴۶۰۷، ۵۱۳۶، ترمذی: ۲۷۱۷]

تشریح: وحی، نزول وحی، اقسام وحی، زمانہ وحی، مقام وحی، ان جملہ تفصیلات کے ساتھ ساتھ ضرورت تھی کہ جس مقدس شخصیت پر وحی کا نزول ہو رہا ہے ان کی ذات گرامی کا تعارف کراتے ہوئے ان کے حالات پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ مشہور مقولہ ہے "الحق ما شہدت به الاعداء" حق وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ اسی اصول کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس تفصیلی حدیث کو نقل فرمایا جو دو اہم ترین شخصیتوں کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ جس کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی نبوت و رسالت ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں اس وقت غیر مسلم ہیں۔ باہمی طور پر دونوں کے قوم و وطن، تہذیب و تمدن میں ہر طرح سے بعد المشرقین ہے۔ امانت و دیانت اور اخلاق کے لحاظ سے ہر دو اپنی اپنی جگہ پر ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مکالمہ نہایت چچا تلا ہوگا اور ان کی رائے بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہوگی، چنانچہ اس حدیث میں پورے طور پر یہ چیز موجود ہے اسی لئے علامہ سنہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لما كان المقصود بالذات من ذكر الوحي هو تحقيق النبوة واثباتها وكان حديث هرقل اوفر تادية لذلك المقصود ادرجه في باب الوحي والله اعلم۔" اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقام کے علاوہ کتاب الجہاد و کتاب التفسیر و کتاب الشہادات و کتاب الجریہ و ادب و ایمان و علم و احکام و مغازی و غیرہ وغیرہ میں بھی نقل فرمایا ہے اور ہر جگہ اسی مقام کے باب سے اس کی مطابقت پیدا کرتے ہوئے اس سے بہت سے احکام و مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ بعض متعصبین و متجددین کہتے ہیں کہ محدثین کرام رحمہم اللہ محض ناقلین روایت تھے، اجتہاد و استنباط مسائل میں ان کو دورک نہیں تھا۔ یہ محض جھوٹ اور محدثین کرام کی کھلی توہین ہے جو ہر پہلو سے لائقِ صدمت ہے۔

بعض حضرات محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمہ اللہ کو مسلک شافعی کا مقلد بتلایا کرتے ہیں۔ مگر اس بارے میں مزید تفصیلات سے قطع نظر ہم صاحب ایضاح البخاری کا ایک بیان یہاں نقل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ مقلد ہرگز نہ تھے۔ بلکہ آپ کو مجتہد مطلق کا درجہ حاصل تھا۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیل علم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں، انہوں نے جس طرح احناف رحمہم اللہ سے اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کم نہیں ہے..... امام بخاری رحمہ اللہ کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جاسکتا ہے۔"

(ایضاح البخاری، جز اول/ص: ۳۰)

صحیح بخاری کے عین مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے استنباط مسائل، فقہ الحدیث کے بارے میں بہت ہی غور و خوض سے

کام لیا ہے اور ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل ثابت کئے ہیں۔ جیسا کہ اپنے اپنے مقامات پر ناظرین مطالعہ کریں گے۔
علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ کی فصل ثانی میں فرماتے ہیں:

”تقرر انه التزم فيه الصحة وانه لا يورد فيه الاحديثا صحيحا (الى قوله) ثم راي ان لا يخليه من الفوائد الفقهية والنكت الحكيمة فاستخرج بفهمه من المتون معاني كثيرة فرقاها في ابواب الكتاب بحسب تناسبها۔ (الى قوله) قال الشيخ محي الدين نفع الله به: ليس مقصود البخاري الاقتصار على الاحاديث فقط، بل مراده الاستنباط منها والاستدلال لابواب ارادها (الى قوله) وقد ادعى بعضهم انه صنع ذلك عمدا۔“ (هدى السارى، ص: 8 بيروت)
یہ بات ثابت ہے کہ امام نے التزام کیا ہے کہ اس میں سوائے صحیح حدیث کے اور کبھی قسم کی روایت نہیں ذکر کریں گے اور بائیں خیال کہ اس کو فوائد فقہی اور حکمت کے نکات سے خالی نہ رہنا چاہیے، اپنی فہم سے متن حدیث سے بہت بہت معانی استخراج کئے۔ جن کو مناسبت کے ساتھ ابواب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا۔ شیخ محی الدین نے کہا کہ امام کا مقصود حدیث ہی کا ذکر کر دینا نہیں بلکہ اس سے استدلال و استنباط کر کے باب مقرر کرتا ہے (انہیں وجوہات سے) بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے یہ سب کچھ خود تصدأ کیا ہے۔“ (حل مشکلات البخاری حضرت مولانا سیف بناری قدس سرہ ص ۱۶)

۷ ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے معزز سفراء کے ہاتھوں روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا کہ تبلیغی فرامین بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ ایسی ہی ضروریات کے لئے آپ کے واسطے چاندی کی مہرتیار کی گئی تھی۔ تین سطور میں اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ ہر قل شاہ قسطنطنیہ یاروما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ جسے یہاں لفظ ایلیاس یا دکیا گیا ہے۔ جس کے معنی بیت اللہ کے ہیں، ہر قل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا ہی شاندار دربار منعقد کیا۔ اور سفیر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔ اس کے بعد ہر قل نے مزید تحقیق کے لئے حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی کہہ کا آدمی آیا ہو تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ ملک شام آئے ہوئے تھے، ان کو بیت المقدس بلا کر دربار میں پیش کیا گیا۔ ان دنوں ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ مگر قیصر کے دربار میں اس کی زبان سوائے حق و صداقت کے کچھ نہ بول سکی۔ ہر قل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ابوسفیان سے دس سوال کئے جو بہت گہرے حقائق اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے جوابات میں ابوسفیان نے بھی جن حقائق کا اظہار کیا۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہر قل کے دل میں نقش ہو گئی مگر اپنی قوم و حکومت کے خوف سے وہ ایمان نہ لاسکا۔ بالآخر کفر ہی کی حالت میں اس کا خاتمہ ہوا۔ مگر اس نے جو پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن آئے گا کہ عرب مسلمان ہمارے ملک و تخت پر قابض ہو جائیں گے وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور وہ دن آیا کہ مسیحیت کا صدر مقام اور قبلہ و مرکز اچانک عیسائی دنیا کے ہاتھ سے نکل کر ایک نبی قوم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

مشہور مؤرخ گین کے لفظوں میں تمام مسیحی دنیا پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی۔ کیونکہ مسیحیت کی اس سے بڑی توہین کو نہ تو مذہب کا کوئی متوقع معجزہ ہی روک سکا نہ عیسائی شہنشاہی کا لشکر جرار۔ پھر یہ صرف بیت المقدس ہی کی فتح تھی بلکہ تمام ایشیا و افریقہ میں مسیحی فرما روائی کا خاتمہ تھا۔ ہر قل کے یہ الفاظ جو اس نے تختہ جہاز پر لڑنان کی چوٹیوں کو مخاطب کر کے کہے تھے آج تک مؤرخین کی زبانوں پر ہیں ”الوداع سرزمین شام ہمیشہ کے لئے الوداع۔“

فدائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹیا لوی:

مناسب ہو گا کہ اس مکالمہ کو مختصر اندازے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں ہی نقل کر دیا جائے۔ جس سے ناظرین اس مکالمہ کو پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔

قیصر: محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: شریف و عظیم۔

قیصر: سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عارضہ ہو۔

قیصر: محمد (ﷺ) سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: نبی ہونے سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل نے اس جواب پر کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: محمد (ﷺ) کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار قوی لوگ؟

ابوسفیان: مسکین حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا ہر نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے کہا: لذت ایمانی کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں پیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تو جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: یہ شخص کبھی عہد و پیمانہ کو بھی توڑ دیتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ لیکن اس سال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھئے کیا انجام ہو۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا۔ مگر

قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ دی اور کہا کہ بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے، عہد شکنی دنیا دار کیا کرتے ہیں، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ لڑائی بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔

ہرقل نے کہا اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار اللہ کی مدد سے فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان: ایک اللہ کی عبادت کرو، باپ دادا کے طریق (بت پرستی) چھوڑ دو۔ نماز روزہ، سچائی، پاکدامنی، اور صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کہا: نبی مودودی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو ایک روز اس جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام بیت المقدس) کا ضرور مالک ہو جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی (ﷺ) کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد نبی کریم (ﷺ) کا نام مبارک پڑھا گیا۔ اراکین اسے سن کر چیخے چلائے اور ہم کو دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور نبی کریم (ﷺ) کی عظمت کا یقین ہو گیا۔ (رحمۃ للعالمین، جلد اول ص ۱۵۲، ۱۵۳)

ابوسفیان نے آپ (ﷺ) کے لئے ابوکبشہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کیونکہ کفار مکہ نبی کریم (ﷺ) کی طنزیہ اور تحقیر کے طور پر ابن کبشہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ابوکبشہ ایک شخص کا نام تھا جو بتوں کی بجائے ایک ستارہ شمری کی پوجا کیا کرتا تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوکبشہ نبی کریم (ﷺ) کے رضاعی باپ تھے۔

ہرقل کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اسلام قبول نہیں کریں گے تو اس نے بھی اپنا جینئر بدل دیا اور کہا کہ اس بات سے محض تمہارا امتحان مقصود تھا۔ تو سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے، جو گویا تعظیم اور اطاعت کا اظہار تھا۔

ہرقل کے بارے میں بعض لوگ اسلام کے بھی قائل ہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ باوجود غربت وہ اسلام قبول نہ کر سکا۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کے عہد یعنی گیارہویں صدی ہجری تک نبی کریم (ﷺ) کا نام مبارک ہرقل کی اولاد میں محفوظ تھا اور اس کو تبرک سمجھ کر بڑے اہتمام سے سونے کے صندوقے میں رکھا گیا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ: ”واوصانا آباءنا مادام هذا الكتاب عندنا لا يزال الملك فينا فنحن نحفظ غاية الحفظ ونعظمه ونكتمه عن النصارى ليدوم الملك فينا“ انتہی۔ (فتح الباری)

ابوسفیان آخر وقت میں جب کہ کلمہ فتح ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کر کے فدائیان اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لعمرک انی یوم احمل رایۃ لتغلب خیل اللات خیل محمد

فکا لمدلج الحیران اظلم لیلۃ فہذا اوانی حین اہدی فاہتدی

ہدانی ہاد غیر نفسی، ودلنی الی اللہ من طردتہ کل مطرد

”قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت) کا لشکر محمد (ﷺ) کے لشکر پر غالب آجائے ان دنوں میں خار پشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں نکل کر میں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھی راہ اختیار کر لوں، مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور اللہ کا راستہ مجھے اس نے بتلایا ہے جسے میں نے پورے طور پر دھنکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔“

متفرقات: ابوسفیان نے جس مدت صلح کا ذکر کیا تھا۔ اس سے صلح حدیبیہ کی دس سالہ مدت مراد ہے۔

ہرقل نے کہا تھا کہ وہ آخری نبی عرب میں سے ہوگا۔ یہ اس لیے کہ یہود و نصاریٰ یہی گمان کئے ہوئے تھے کہ آخری نبی بھی بنی اسرائیل ہی سے ہوگا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کو بھلا دیا تھا کہ تمہارے بھائیوں میں سے اللہ ایک پیغمبر میری طرح پیدا کرے گا۔

اور اشعیاء نبی کی اس بشارت کو بھی فراموش کر دیا تھا کہ فاران یعنی مکہ کے پہاڑوں سے اللہ ظاہر ہوا۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام کی اس بات کو بھی وہ بھول چکے تھے کہ جس پتھر کو معماروں نے نوٹے میں ڈال دیا تھا۔ وہی محل کا صدر نشین ہوا۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مقدس گیت کو بھی وہ فراموش کر چکے تھے کہ ”وہ تو ٹھیک محمد (ﷺ) ہے۔“ میرا ظلیل میرا حبیب یہی ہے۔ وہ دس ہزار قدوسیوں کے درمیان جھنڈے کے مانند کھڑا ہوتا ہے اسے یروٹلم کے بیٹو!

یہ جملہ بشارت یقیناً محمد رسول اللہ (ﷺ) کے حق میں تھیں۔ مگر یہود و نصاریٰ ان کو عناداً بھول چکے تھے۔ اسی لئے ہرقل نے ایسا کہا۔

نبی کریم (ﷺ) نے اپنے نام مبارک میں آیت کریمہ ﴿وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (آل عمران ۶۳) کا استعمال اس

لیے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں اور بہت سے امراض کے ساتھ تقلید جامد کا مرض بھی بری طرح داخل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی تقلید میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ ان ہی کا توئی ان کے لئے آسانی وحی کا درجہ رکھتا تھا۔

ہمارے زمانے کے مقلدین جامدین کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو کتنی ہی قرآنی آیات یا حدیث نبوی دکھاؤ، قول امام کے مقابلہ میں ان سب کو رد کر دیں گے۔ اسی تقلید نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا۔ انا للہ ثم انا للہ خفی شافی ناموں پر جنگ و جدال اس تقلید جامدہ کی کاثر ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہرقل اور اس کے دوست مضاط نے اسلام قبول کرنا چاہا تھا۔ مگر ہرقل اپنی قوم سے ڈر گیا اور مضاط نے اسلام قبول کر لیا اور روم کو اسلام کی دعوت دی مگر رومیوں نے ان کو شہید کر دیا۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے لئے بنواصف (زرد نسل) کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ روم کے جد اعلیٰ نے جو روم بن عیص بن اسحاق تھے ایک حبشی شہزادی سے شادی کی تھی۔ جس سے زرد یعنی گندم گوں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی لیے ان کو بنواصف کہا گیا۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

آداب مراسلت و طریق دعوت اسلام کے لئے نامہ مبارک میں ہمارے لئے بہت سے اسباق ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تبلیغ کے لئے تحریری کوشش کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

دعوت حق کو مناسب طور پر اکابر عصر کے سامنے رکھنا بھی مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ مختلف انخیال اقوام و ملل اگر مسائل مشترک میں اتحاد و عمل سے کام لیں تو یہ بھی عین منشاء اسلام ہے۔

ارشاد نبوی: ((فان علیک اثم الیریسین)) سے معلوم ہوا کہ بڑوں کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یریسین کا شکاروں کو کہتے ہیں۔ ہرقل کی رعایا کا شکاروں ہی پر مشتمل تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ نے دعوت اسلام قبول نہ کی اور آپ کی متابعت میں آپ کی رعایا بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئی تو ساری رعایا کا گناہ آپ کے سر ہوگا۔

ان تفصیلی معلومات کے بعد ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک منگایا جو عظیم بصری کی معرفت ہرقل کے پاس پہنچا تھا۔ جس کا مضمون اس طرح شروع ہوتا تھا:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم)) اسے سن کر ہرقل کا بھتیجا بہت ناراض ہوا، اور چاہا کہ نامہ مبارک کو چاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس میں شہنشاہ روم کے نام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو فوقیت دی گئی ہے اور شہنشاہ کو بھی صرف عظیم الروم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ آپ ملک الروم و سلطان الروم ہیں۔

ہرقل نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ خط میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ میں مالک نہیں ہوں، مالک تو صرف خداوند کریم ہے۔ رہا اپنے نام کا تقدم سو اگر وہ واقعتاً نبی ہیں تو واقعی ان کو تقدم کا حق حاصل ہے۔ اس کے بعد نامہ مبارک پڑھا گیا۔

ابن ناطور شام میں عیسائی لاٹ پادری اور وہاں کا گورنر بھی تھا۔ ہرقل جب محص سے ایلیا آیا تو ابن ناطور نے ایک صبح کو اس کی حالت متغیر و متفکر دیکھی۔ سوال کرنے پر ہرقل نے بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ میرے ملک پر ملک الختان (ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ) کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ہرقل فطری طور پر کاہن اور علم نجوم میں مہارت تام رکھتا تھا۔ تخمین کا عقیدہ تھا کہ برج عقرب میں قرآن السعدین کے وقت آخری نبی کا ظہور ہوگا۔ برج عقرب وہ ہے جب اس میں چاند اور سورج دونوں مل جاتے ہیں تو یہ وقت تخمین کے نزدیک قرآن السعدین کو کہلاتا ہے اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ یہ قرآن ہر بیس سال کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بھی قرآن السعدین میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی جس وقت رکھا گیا وہ قرآن السعدین کا وقت تھا۔ فتح مکہ کے وقت بھی سعدین برج عقرب میں جمع تھے۔ ایسے موقع پر ہرقل کا جواب اس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا تھا چنانچہ اس نے مصاحبین سے معلوم کیا کہ ختنے کا رواج کس ملک اور کس قوم میں ہے؟ چنانچہ یہودیوں کا نام لیا گیا اور

ساتھ ہی ان کے قتل کا بھی مشورہ دیا گیا کہ حاکم غسان حارث بن ابی تامر نے ایک آدمی (یہ شخص خود عرب کا رہنے والا تھا جو غسان کے بادشاہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی خبر دیئے گیا، اس نے اس کو ہرقل کے پاس بھجوا دیا، یہ مختون تھا) کی معرفت ہرقل کو تحریری خبر دی کہ عرب میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں۔ جب یہ معزز قاصد ہرقل کے پاس پہنچا۔ تو ہرقل نے اپنے خواب کی بنا پر معلوم کیا کہ آنے والا قاصد فی الواقع مختون ہے۔ ہرقل نے اسی کو خواب کی تعبیر قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مدعی رسالت میری راجد ہائی تک جلد ہی سلطنت حاصل کر لے گا۔

اس کے بعد ہرقل نے بطور مشورہ ضغاطر کو اٹلی میں خط لکھا اور ساتھ میں کتب نبوی بھی بھیجا۔ یہ ہرقل کا ہم سبق تھا۔ ضغاطر کے نام یہ مکتوب حضرت دجیہ کلبی رضی اللہ عنہما ہی لے کر گئے تھے اور ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ خط ضغاطر کی تنہائی میں دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس نے نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا اور جواب میں ہرقل کو لکھا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ نبی الواقع حضرت محمد ﷺ نبی و رسول موعود ہیں۔ درباری لوگوں نے ضغاطر کا اسلام معلوم ہونے پر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت دجیہ کلبی رضی اللہ عنہما واپس ہرقل کے دربار میں گئے اور جرایم بیان کیا۔ جس سے ہرقل بھی اپنی قوم سے ڈر گیا۔ اس لئے دروازوں کو بند کر کے دربار منعقد کیا تاکہ ضغاطر کی طرح اس کو بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ درباریوں نے نامہ مبارک اور ہرقل کی رائے سن کر مخالفت میں شور و غوغا برپا کر دیا۔ جس پر ہرقل کو اپنی رائے بدلنی پڑی اور بالآخر کفر ہی پر دینا سے رخصت ہوا۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع صحیح کو حدیث ((انما الاعمال بالنیات)) اور آیت کریمہ ﴿اَنَا اَوْ حِينَا اِلَيْكَ﴾ سے شروع فرمایا تھا اور اس باب کو ہرقل کے قصہ اور نامہ نبوی پر ختم فرمایا اور ہرقل کی بابت لکھا کہ فکان ذالک آخر شان هرقل یعنی ہرقل کا آخری حال یہ ہوا۔

اس میں امام بخاری رضی اللہ عنہما اشارت فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت کی درستگی کے ساتھ اپنی آخری حالت کو درست رکھنے کی فکر کرے کہ اعمال کا اعتبار نیت اور خاتمہ پر ہے۔ شروع کی آیت مبارکہ: ﴿اَنَا اَوْ حِينَا اِلَيْكَ﴾ الایۃ میں حضرت محمد ﷺ اور آپ سے قبل جملہ انبیاء و رسل ﷺ کی وحی کا سلسلہ عالیہ ایک ہی رہا ہے اور سب کی دعوت کا خلاصہ صرف اقامت دین و اتقان باہمی ہے۔ اسی دعوت کو دہرایا گیا اور بتلایا گیا کہ عقیدہ توحید پر جملہ ملل و ادیان کو جمع ہونے کی دعوت پیش کرنا یہی اسلام کا اولین مقصد ہے اور بنی نوع انسان کو انسانی غلامی کی زنجیروں سے نکال کر صرف ایک خالق مالک ﴿فَاَطِرو السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۱۳/یوسف: ۱۰۱) کی غلامی میں داخل ہونے کا پیغام دینا تعلیمات محمدی ﷺ کا لب لباب ہے۔ اقامت دین یہ کہ صرف خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت، بندگی، اطاعت، فرمانبرداری کی جائے اور جملہ ظاہری و باطنی معبودان باطلہ سے منہ موڑ لیا جائے۔ اقامت دین کا صحیح مفہوم کلہ طیبہ ((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) میں پیش کیا گیا ہے۔

ہرقل کا فر تھا مگر نبی کریم ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں اس کو ایک معزز لقب ”عظیم الہدایہ“ سے مخاطب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق فاضلہ و تہذیب کے دائرہ میں خطاب کرنا سنت نبوی ہے (ﷺ)۔

الحمد لله باب بدء الوحي کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔
والحمد لله اولاً و آخراً ربنا لا نواخذنا ان نسينا او اخطانا۔ (آمین)

فَمَا أَنَا عَلَىٰ صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ.

بند ان کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ان سب کی تفصیلی معلومات تم کو بتلاؤں گا تا کہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مر ہی گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں زندہ رہنے کی خواہش بھی نہیں۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان اموی قرشی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں خلیفہ خامس ہیں جن کو مطابق حدیث مجدد اسلام میں پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ ۹۹ھ میں مسند خلافت پر اس وقت متمکن ہوئے کہ بنو امیہ کے دور خلافت نے ہر چہ اراطراف میں مظالم و مفاسد کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ نے گدی نشین ہوتے ہی جملہ مظالم کا خاتمہ کر کے شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر جمع فرمادیا۔ علامہ ابن جوزی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ایک دن جرہاہ نے شور کیا۔ اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے آہ بھر کر کہا خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا آج انتقال ہو گیا ہے اسی لیے میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیے نے میری بکری پر حملہ کر دیا۔ تحقیق کی گئی تو جو وقت بھیڑیے کے بکری پر حملہ کرنے کا تھا وہی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ خامس راشد کے انتقال کا تھا۔

آپ کا سن وفات ۱۰۱ھ ہے۔ آپ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصہ میں اسلام اور ملت کی وہ تعمیری خدمات انجام دی ہیں جو رقی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ احادیث نبوی (فداہ روحی) کی جمع و ترتیب کے لئے آپ نے ایک منظم اقدام فرمایا۔ بعد میں جو کچھ اس فن شریف میں ترقیاں ہوئیں وہ سب آپ ہی کی مساعی جمیلہ کے نتائج ہیں۔ آپ نے دور حکومت میں بنو امیہ کی وہ جائیدادیں جن بیت المال ضبط کر لیں جو انہوں نے ناجائز طریقوں سے حاصل کی تھیں اور وہ جملہ اعلیٰ سامان بیت المال میں داخل کر دیئے جو لوگوں نے ظلم و جور کی بنا پر جمع کئے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ کے گھلے میں ایک قیمتی ہار دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی اسے بیت المال کے حوالہ کر دو۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ مجھ کو میرے باپ عبدالملک بن مروان نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ چنانچہ اطاعت شعار نیک خاتون نے خود ہی اپنا وہ ہار بھی بیت المال میں داخل کر دیا۔ ایک دفعہ ایک خواب دیکھنے والے نے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد قریب دیکھا حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ قریب دیکھا دریافت کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے ایسے وقتوں میں انصاف سے حکومت کی جب وہ انصاف ہی کا دور تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایسے وقت میں انصاف کو پھیلا یا جب کہ انصاف کا دور دورہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں ہر رات سجدہ ریز رہتے اور رور و کر دعا کرتے کہ خداوند قدوس! اے قادر قیوم مولا! جو مذہداری تو نے مجھ پر ڈالی ہے اس کو پورا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ کہتے ہیں کہ بنو امیہ میں سے کسی ظالم نے آپ کو زہر کھلا دیا تھا، یہی آپ کی وفات کا سبب تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: ﴿وَلَكِنْ لَّيَطْمِئِنَّ قَلْبِي﴾
 [البقرة: ۲۶۰] وَقَالَ مُعَاذٌ: اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ
 سَاعَةً. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: الْيَقِينُ الْإِيمَانُ
 كُلُّهُ. وَقَالَ ابْنُ عَمْرٍو: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ
 التَّقْوَىٰ حَتَّىٰ يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ. وَقَالَ
 مُجَاهِدٌ: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ
 نُوحًا﴾ [الشورى: ۱۳] أَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدًا!
 وَإِيَّاهُ دِينًا وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿شُرْعَةٌ
 وَمَنْهَا جَانِبٌ﴾ [مائدة: ۴۸] سَبِيلًا وَسُنَّةً.

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک صحابی (اسود بن بلال نامی) سے کہا تھا کہ ہمارے پاس بیٹھو تا کہ ایک گھڑی ہم ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یقین پورا ایمان ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بندہ تقویٰ کی اصل حقیقت یعنی کہہ نہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ جو بات دل میں کھٹکتی ہو اسے بالکل چھوڑ دے۔ اور مجاہد رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ﴾ الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ ”اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا جو حضرت نوح علیہ السلام کے لیے ٹھہرایا تھا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد! ہم

﴿دُعَاءُكُمْ﴾ اِیْمَانُكُمْ

نے تم کو اور نوح کو ایک ہی دین کے لئے وصیت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا﴾ کے متعلق فرمایا کہ اس سے سبیل (سیدھا راستہ) اور سنت (نیک طریقہ) مراد ہے۔ اور سورہ فرقان کی آیت میں لفظ دعاء کم کے بارے میں فرمایا: اِیْمَانُكُمْ اس سے تمہارا ایمان مراد ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو وحی اور اس کی تفصیل اور اس کی عظمت و صداقت کے ساتھ شروع فرمایا جس کے بعد ضروری تھا کہ دین و شریعت کی اولین بنیاد پر روشنی ڈالی جائے جس کا نام شرعی اصطلاح میں ”ایمان“ ہے۔ جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک ایسی کڑی ہے کہ اس کو دین کا اولین درجہ اور آخری درجہ دیا جاسکتا ہے۔ ایمان ہی دارین میں کامیابی کی کنجی ہے۔ حقیقی عزت و رفعت اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی اپنی کتاب کو ”کتاب الایمان“ ہی سے شروع فرمایا ہے۔ اس پر مولانا شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وقدمہ لانہ افضل الامور علی الاطلاق و اشرفها و لانہ اول واجب علی المکلف و لانہ شرط لصحة العبادات المتقدمة علی المعاملات“ یعنی ”ذکر ایمان کو اس لئے مقدم کیا کہ ایمان جملہ امور پر مطلقاً افضلیت کا درجہ رکھتا ہے اور ہر مکلف پر یہ پہلا واجب ہے اور عبادات کی صحت اور قبولیت کے لیے ایمان بمنزلہ شرط اول کے ہے۔“

اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بدء الوحی کے بعد کتاب الایمان سے اپنی جامع صحیح کا افتتاح کیا ہے۔ فتح الباری میں ہے: ”ولم يستفتح المصنف بدء الوحی بکتاب الایمان لان المقدمة لاستفتیح بماستفتح به غیرها لانها تنطوی علی ما يتعلق بما بعدها۔“ لفظ ”ایمان“ امن سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی سکون اور ایمان کے ہیں۔ امن لغوی حیثیت سے اس کو کہا جائے گا کہ لوگ اپنی جانوں اور مالوں اور عزت و آبرو کے بارے سکون اور اطمینان و امن محسوس کریں جیسا کہ حدیث نبوی ہے: ((المؤمن من امنه الناس علی دماءهم و اموالهم)) ”مؤمن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں رہیں۔“ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے بھی ہیں جیسا کہ سورہ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے ذکر میں وارد ہوا ہے: ﴿وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰلِحِیْنَ﴾ (۱۲/ یوسف: ۱۷) یعنی ”اے ابا جان! ہم جو کچھ بھی (یوسف) کے بارے میں عرض کر رہے ہیں آپ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اگرچہ ہم کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں۔“ یہاں ایمان تصدیق کے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کسی کی بات پر ایمان لانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنی تکذیب کی طرف سے مطمئن کر دیتے ہیں اور اس کی امانت و دیانت پر پورا اعتماد ثابت کر دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ”والایمان لغة التصدیق و شرعا تصدیق الرسول بما جاء به عن ربه و هذا المقدر متفق علیہ۔“ یعنی ایمان لغت میں مطلق تصدیق کا نام ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے اصول و احکام و ارکان دین لے کر آئے ان سب کی تصدیق کرنا سب کی سچائی دل میں بٹھانا۔ یہاں تک ایمان کے لغوی و شرعی معانی پر سب کا اتفاق ہے۔ تفصیلات میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کی تفصیل مشہور مؤرخ اسلام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ پر و فیسرا لاء کالج نواد یونیورسٹی مصر کے لفظوں میں یہ ہے جس کا اردو ترجمہ ”سیرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ“ سے درج ذیل ہے:

ایمان کی حقیقت ایسا مسئلہ ہے جو اپنے اندر متعدد اختلافی پہلو رکھتا ہے اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ اس سے متعدد فرقے پیدا کر دیئے، جمہیہ کا خیال ہے کہ ایمان معرفت کا نام ہے اگرچہ وہ عمل سے ہم آہنگ نہ ہو۔ انہوں نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ معرفت کے ساتھ اذعان بھی واجب ہے۔ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص کبار کا ارتکاب کرتا ہے، وہ مؤمن نہیں رہتا اگرچہ وحدانیت خداوندی پر عقیدہ رکھتا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہو۔ لیکن وہ کافر بھی نہیں ہوتا۔ یعنی نہ پورا مؤمن نہ پورا کافر بلکہ ان دونوں کے بین بین۔ خوارج کا خیال ہے کہ

گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا مومن نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ عمل ایمان کا جزو ہے۔ ضروری تھا کہ محدثین اور فقہاء اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے اور ظاہر ہے ان کی روش یہی ہو سکتی تھی کہ وہ عقل مجرد پر اعتماد کرنے کی بجائے کتاب و سنت پر بھروسہ کریں، پھر اس بارے میں ان کی آراء باہم ایک دوسرے سے گون زیادہ بعید نہیں ہیں تاہم کسی نہ کسی حد تک مخالف ضرور ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان غیر متزلزل اعتقاد کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس اعتقاد کی علامت صرف یہ ہے کہ آدمی اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اقرار کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک ایمان ایک ایسی مجرد حقیقت کا نام ہے جو بجائے خود کامل ہوتی ہے اور کسی زیادتی قبول نہیں کرتی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھی ویسا ہی ہے جیسا تمام مسلمانوں کا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت حاصل ہے وہ عمل کی بنا پر ہے (نہ کہ ایمان کی بنا پر) اور اس بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جملہ دس لوگوں کے جنت کی بشارت دی تھی۔ اب اس کے بعد مسلمانوں کے اقدار کا باہمی تقادوت صرف عمل اور تعمیل حکم الہی اور اجتہاد نواہی کی بنا پر رہ گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اذعان کا لیکن ان کے نزدیک ایمان میں زیادتی ممکن ہے اس لئے کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان میں اضافہ ہو سکتا ہے، اسی طرح کبھی وہ اس کی کمی کی صراحت بھی کر دیتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمی کی صراحت سے وہ رک گئے کیونکہ انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ایمان نام ہے قول و عمل کا وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ حافظ ابن الجوزی کی کتاب المناقب میں وارد ہوا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ایمان نام ہے قول و عمل کا، وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ نیکو کاری تمام تر ایمان ہی ہے اور معاصی سے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ نیز وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، اہل السنۃ والجماعت مؤمن کی صفت یہ ہے کہ اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ دیکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ نیز یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز دوسرے انبیاء و رسل جو کچھ لائے ہیں ان کا اقرار کرے۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے ظاہر ہو وہ اس کے قلب سے ہم آہنگ ہو۔ پس ایسے آدمی کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔ (حیات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۲۱۲، ۲۱۷)

مسلمک محدثین و جمہور ائمہ اہل السنۃ والجماعت

ایمان کے بارے میں جمہور ائمہ اہل سنت و جملہ محدثین کرام سب کا مسلک یہی ہے جسے علامہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدلل طور پر اسی کو بیان فرمایا ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ”تمہید“ میں فرماتے ہیں:

”اجمع اهل الفقه والحديث على ان الايمان قول وعمل ولا عمل الا بنية قال: والايمان عندهم يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية والطاعات كلها عندهم ايمان الا ما ذكر عن ابي حنيفة واصحابه فانهم ذهبوا الى ان الطاعات لا تسمى ايمانا قالوا: انما الايمان تصديق والاقرار ومنهم من زاد المعرفة وذكر ما احتجوا به الى ان قال واما سائر الفقهاء من اكمل الرأى والاثار بالحجاز والعراق والشام ومصر منهم مالك بن انس والليث بن سعد وسفيان الثوري والاوزاعي والشافعي واحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وابوعبيد القاسم بن سلام وداود بن علي ومن سلك سبيلهم قالوا: الايمان قول وعمل: قول باللسان وهو الاقرار واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح مع الاخلاص بالنية الصادقة وقالوا: كل ما يطاع الله به من فريضة ونافلة فهو من الايمان قالوا: والايمان يزيد بالطاعات وينقص بالمعاصي..... وهذا مذهب الجماعة من اهل الحديث والحمد لله.

علامہ ابن عبدالبر کی اس جامع تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل فقہ اور اہل حدیث سب کا اجماع ہے کہ ایمان قول اور عمل پر مشتمل ہے اور عمل کا اعتبار نیت پر ہے ایمان نیکوں سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے اور نیکیاں جس قدر بھی ہیں وہ سب ایمان ہیں، ہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ طاعات کا نام ایمان نہیں رکھا جا سکتا، ایمان صرف تصدیق اور اقرار کا نام ہے بعض نے معرفت کو بھی زیادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ

جملہ فقہائے اہل الرائے و اہل حدیث حجازی، عراقی و شامی و مصری ہیں۔ سب یہی کہتے ہیں، (جن میں سے کچھ بزرگوں کے اسمائے گرامی علامہ موصوف نے یہاں نقل بھی فرمائے ہیں) کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل میں اعتقاد رکھنا اور جوارح سے نیت صادقہ کے ساتھ عمل کرنا ہے اور عبادات و طاعات فرض ہوں یا نفل سب ایمان ہیں۔ اور ایمان نیکیوں سے بڑھتا اور برائیوں سے گھٹتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے و الحمد للہ۔ سلف امت سے اس قسم کی تصریحات اس قدر منقول ہیں کہ ان سب کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ یہاں مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ و فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

فرقہ مرجیہ: ایمان کے متعلق جملہ محدثین کرام و ائمہ ثلاثہ اہل السنۃ و الجماعت سے اگرچہ فرقہ خوارج اور معتزلہ نے کافی اختلافات کئے ہیں۔ مگر سب سے بدترین اختلاف وہ ہے جو فرقہ مرجیہ نے کیا۔

صاحب ایضاح البخاری لکھتے ہیں: ”بیٹھ ماننے والوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق ہے۔ اعمال اور اقرار ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔ امام اعظم اور فقہائے کرام کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔ لیکن اعمال ایمان کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اور مرجیہ کہتے ہیں کہ اعمال بالکل غیر ضروری ہیں۔ ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنا اور کھانا کھانا دینا برابر ہیں۔ بیٹھ ماننے والوں میں دوسری جماعت مرجیہ اور کرامیہ کی ہے۔ جو صرف اقرار کو ایمان کی حقیقت بتلاتے ہیں۔ تصدیق اور اعمال اس کا جز نہیں۔ صرف یہ شرط کہ اقرار لسانی کے ساتھ دل میں انکار نہ ہونا چاہیے۔“ (ایضاح البخاری، ج ۲، ص ۱۳۲)

اس لیے اسلاف امت نے فرقہ مرجیہ کے خلاف بڑے ہی سخت بیانات دیئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں: ”المرجیۃ اخوف علیٰ هذه الامۃ من الخوارج۔“ یعنی امت کے لئے مرجیہ کا فتنہ، فتنہ خوارج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں ”ما ابتدع فی الاسلام بدعة اضر علیٰ اہلہ من الارجاء۔“ یعنی اسلام میں فتنہ ارجاء سے بڑھ کر ضرر رساں اور کوئی بدعت پیدا نہیں ہوئی۔ یحییٰ بن ابی کثیر اور قتادہ فرماتے ہیں: ”لیس شیء من الایواء اشد عندہم علیٰ الامۃ من الارجاء۔“ یعنی مرجیہ سے بڑھ کر خواہش پرستی کا اور کوئی فتنہ جو انتہائی خطرناک ہو امت میں پیدا نہیں ہوا۔ قاضی شریکؒ نے کہا ہے: ”المرجیۃ اخبت قوم حبیبک بالرافضۃ ولكن المرجیۃ یکذبون علیٰ اللہ“ یعنی فرقہ مرجیہ بہت ہی گندی قوم ہے جو رافضیوں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھنے میں ذرا بھی باک نہیں محسوس کرتے۔ امام سفیان ثوری، امام دکنج، امام احمد بن حنبل، امام قتادہ، امام ایوب سختیانی اور بھی بہت سے ائمہ اہل سنتؒ نے ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مرجیہ میں جو بہت ہی غالی قسم کے لوگ ہیں ان کا کہنا یہاں تک ہے کہ جس طرح کفر میں کوئی نیکی نفع بخش نہیں اسی طرح حالت ایمان میں کوئی بھی گناہ مہتر نہیں اور یہ بدترین قول ہے جو اسلام میں کہا گیا ہے۔ (لوائح انوار ایمانیہ)

ایمان کے بیٹھ اور مرکب کی بحث میں علامہ سندھیؒ کا یہ قول آب زرعہ لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ”والسلف کانوا یتبعون الوارد و لا یتلفنون الیٰ نحو تلك المباحث الکلامیۃ استخرجها المتأخرون۔“ یعنی سلف صالحین صرف ان آیات و احادیث کی اتباع کو کافی جانتے تھے جو ایمان سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ ان مباحث کلامیہ کی طرف قطعی التفات نہیں کرتے تھے جن کو متاخرین نے ایجاد کیا ہے۔

ایمان بہر حال تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بدنی ہر سہ سے مرکب ہے اور یہ تینوں باہمی طور پر اس قدر لازم و ملزوم ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اگر الگ کر دیا جائے تو ایمان حقیقی جس سے عند اللہ نجات ملنے والی ہے وہ باقی نہیں رہ جاتا۔

حضرت العلامة شیخ الحدیث مولانا مبارکپوریؒ

حضرت العلامة مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوریؒ نے ”ایمان“ سے متعلق ایک بہترین جامع تبصرہ فرمایا ہے، جو جتہ جتہ

روح ذیل ہے۔

فرماتے ہیں: "وانما عنون به مع ذكره الاسلام ايضا لانهما بمعنى واحد في الشرع۔" یعنی کتاب الایمان کے عنوان کے تحت اسلام کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام شریعت میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اختلافوا فیہ علی اقوال کے تحت حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "فقال الحنفية الايمان هو مجرد تصديق النبي ﷺ فيما علم مجيبه به بالضرورة تفصيلا في الامور التفصيلية واجمالا في الامور الاجمالية تصديقا جازما ولو بغير دليل فالايمن بسيط عندهم غير مركب لا يقبل الزيادة والنقصان من حيث الكمية۔" الخ یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق مجرد کا نام ایمان ہے۔ تفصیلی امور میں تفصیلی طور پر اور اجمالی امور میں اجمالی طور پر جو کچھ آپ احکام ضروریہ لے کر تشریف لائے سب کی تہہ دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ احناف کے نزدیک ایمان مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے اور وہ کیت کے اعتبار سے زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتے۔ ہاں فرقہ مرجیہ ضالہ کی زد سے بچنے کے لیے وہ بھی اہل سنت وجملہ محدثین کی طرح اعمال کو تکمیل ایمان کی شرط قرار دیتے اور کمال ایمان کے لیے ضروری اجزا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور دیگر اہل سنت کے درمیان اس بارے میں صرف زبان لفظی ہے۔ (رسالہ ایمان و عمل مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۲۳)

حضرت شیخ الحدیث آگے مرجیہ سے متعلق فرماتے ہیں: "وقال المرجية هو اعتقاد فقط والاقرار باللسان ليس بركن فيه ولا شرط فجعلوا العمل خارجا من حقيقة الايمان كالحنفية وانكروا جزئيته الا ان الحنفية اهتموا به وحرصوا عليه وجعلوه سببا ساريا في نماء الايمان واما المرجية فهدروه وقالوا: لا حاجة الى العمل ومدار النجاة هو التصديق فقط فلا يضر المعصية عندهم مع التصديق۔"

اور فرقہ ضالہ مرجیہ نے کہا کہ ایمان فقط اعتقاد کا نام ہے۔ اس کے لئے زبانی اقرار نہ رکن ہے نہ شرط ہے۔ حنفیہ نے بھی عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کیا ہے اور اس کی جزئیت کا انکار کیا ہے۔ مگر حنفیہ نے عمل کی اہمیت کو مانا ہے اور اس کے لیے رغبت دلائی اور ایمان کے نشوونما میں عمل کو ایک موثر سبب تسلیم کیا ہے۔ مرجیہ نے عمل کو بالکل باطل قرار دیا اور کہا کہ عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نجات کا دار و مدار فقط تصدیق پر ہے جس کے بعد کوئی بھی گناہ معتر نہیں ہے (غالباً حضرت مولانا مدنی صاحب مرحوم کے حوالہ مذکور کا بھی یہی منشا ہے) آگے کرامیہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "وقال الكرامية هو نطق فقط فالاقرار باللسان يكفي للنجاة عندهم سواء وجد التصديق ام لا۔" یعنی مرجیہ کے خلاف کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے جو نجات کے لئے کافی ہے۔ تصدیق کی جائے یا نہ۔

آگے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: "وقال السلف من ائمة الثلاثة مالك والشافعي واحمد وغيرهم من اصحاب الحديث هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان فالايمن عندهم مركب ذواجزاء والاعمال داخله في حقيقة الايمان ومن ههنا نشأ لهم القول بالزيادة والنقصان بحسب الكمية الخ۔"

یعنی سیف ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اصحاب الحدیث کے نزدیک ایمان دل کے اعتقاد اور زبان کے اقرار اور ارکان کے عمل کا نام ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک ایمان مرکب ہے جس کے لئے مذکورہ اجزا ضروری ہیں اور اعمال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اس دعویٰ پر ان کے یہاں بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبویہ دلیل ہیں۔ جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں بیان فرمایا ہے اور مذہب حق یہی ہے۔ (مرعاة جلد اول، ص: ۲۳۰ ملخصاً)

اس تفصیل کی روشنی میں علامہ مہار کپوری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: "وقد ظهر من هذا ان الاختلاف بين الحنفية واصحاب الحديث اختلاف معنوي حقيقي لالفظية كما توهم بعض الحنفية۔" (مرعاة) یعنی ایمان کے بارے میں حنفیہ اور اہل حدیث کا اختلاف معنوی حقیقی ہے لفظی نہیں ہے جیسا کہ بعض حنفیہ کو وہم ہوا ہے۔

معتزلہ کے نزدیک ایمان عمل اور قول و اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ ان کے نزدیک کبار کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مؤمن بلکہ کفر و ایمان کے درمیان ایک درجہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کبار کا مرتکب بلا تو بہ مرے گا تو وہ مخلد فی النار یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوگا۔ ان کے برخلاف خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ و صغیرہ ہر دو گناہوں کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ کفر اور ایمان کے درمیان اور کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں فرقتے گمراہ ہیں۔ ان کے برخلاف اہل سنت ایمان کو جہاں اجزائے ثلاثہ سے مرکب اور قابل زیادت و نقصان مانتے ہیں وہاں ان کے نزدیک اعمال کو کمال ایمان کے لئے شرط بھی قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک کبار و تارک فرائض کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوں گے۔ (فتح الباری وغیرہ)

مناسب ہوگا کہ اپنے محترم قارئین کرام کی مزید تفہیم کے لیے ہم ایمان سے متعلق ایک مختصر خاکہ اور پیش کر دیں۔

① ایمان بسیط ہے صرف دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور زبان سے اقرار کرنا جس کے بعد کوئی گناہ معتز نہیں اور کوئی نیکی مفید نہیں ہے۔ (مرجیہ)

② ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو۔ زبانی اقرار نجات کے لیے کافی ہے۔ (کرامیہ)

③ ایمان بسیط ہے اور وہ صرف تصدیق کا نام ہے۔ اعمال اس میں داخل نہیں ہیں نہ وہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ ہاں اعمال ایمان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ (حنفیہ) (دیکھو ایضاً البخاری، ص: ۱۳۴)

④ ایمان اعتقاد اور عمل اور قول کا ایسا مجموعہ ہے جس کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بلا تو بہ مرے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہے۔ گویا اللہ پر مطیع کا ثواب اور عاصی کا عذاب واجب ہے۔ (معتزلہ)

⑤ ایمان اعتقاد اور عمل دونوں کا مجموعہ ہے جس کے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے۔ لہذا کبیرہ و صغیرہ ہر دو قسم کے گناہوں کا مرتکب جو تو بہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ (خوارج)

⑥ ایمان قول و عمل کا ایک مجموعہ ہے جس کے لئے تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بالارکان ضروری ہے اور وہ ان اجزائے ثلاثہ سے مرکب ہے۔ وہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب بشرط صحت ایمان اللہ چاہے تو اسے بخش دے یا دوزخ میں سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کر دے۔ پس مرتکب کبار کا کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوا۔ (اہل سنت والجماعت) اور یہی مذہب حق اور صائب ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان و عمل بالارکان و ارادوا بذلك ان الاعمال شرط فی کماله و من هنا نشأ لهم القول بالزيادة و النقص كما سياتى. والمرجئة قالوا: هو اعتقاد و نطق فقط و الکرامیة قالوا: هو نطق فقط و المعتزلة قالوا: هو العمل و النطق و الاعتقاد و الفارق بينهم و بین السلف انهم جعلوا الاعمال شرطاً فی صحته و السلف جعلوها شرطاً فی کماله..... الخ" (فتح الباری) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

ایک لطیف حکالہ: ہمارے محترم مولانا الفاضل المناظر مولوی عبدالکیم منظر صاحب بستوی نے شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاد جہانی معتزلہ کا وہ لطیف حکالہ "عقائد اسلام" میں درج فرمایا ہے۔ جسے ایک لطیف حکالہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ (یہ حکالہ بہت ہی کتب عقائد میں مذکور ہے) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے جہانی سے پوچھا کہ آپ ان تین بھائیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک مطیع تا بعد امر ہے۔ دوسرا عاصی تا فرمان اور تیسرا بچپن ہی میں مر گیا۔ جہانی نے جواباً کہا کہ پہلا شخص جنت میں دوسرا دوزخ میں اور تیسرا دونوں سے الگ۔ نہ جنت نہ دوزخ میں۔ اس پر ابوالحسن نے پوچھا کہ اگر تیسرا شخص اللہ سے عرض کرے کہ مجھے کیوں نہ زندگی عطا ہوئی کہ بڑا ہو کر نیکی کرتا اور جنت پاتا۔ تو اللہ کیا جواب دے گا۔ جہانی صاحب نے کہا کہ اللہ فرمائے گا میں جانتا تھا تو بڑا ہوگا تو نا فرمانی کر کے جہنم میں داخل ہوگا۔ لہذا تیرے لئے بچپن ہی میں مرجانا بہتر تھا۔ ابوالحسن اشعری نے کہا اگر دوسرا عرض کرے کہ میرے رب تو نے مجھ کو کیوں نہ بچپن ہی میں موت دی کہ میں تیری نا فرمانیوں سے بچ کر دوزخ سے نجات پاتا۔ تو آپ کے مذہب کے مطابق اللہ پاک کی طرف سے اس کو کیا جواب ملے گا؟

اس سوال کے بعد ابوعلیٰ جہانی (مستزلی) کا جواب ہو گیا اور ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد جہانی کا مذہب ترک کر کے معتزلہ کی تردید اور ظاہر سنت کی تائید اور اثبات میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ کیا خوب کہا گیا ہے:

ماتریدی و اشعری ہمہ خوب لیک طور سلف بود مرغوب
چیت دانی عقائد ایشان انتخاب فوائد ایشان
پائے برپائے مصطفیٰ رفتن بسر خویش نے زیا رفتن
پشت پا برزون بفہم جمیل برقیہ سات و این ہمہ تاویل

نسأل الله النجاة يوم المعاد وان يطهر قلوبنا عن قبائح الاعتقاد. ونستغفر الله لنا ولكافة المسلمين من اهل الحديث والقرآن واصحاب التوحيد والایمان۔ (کرمین)

چونکہ مذکورہ بالا تفصیلات میں کئی جگہ ایمان کے متعلق ”حنفیہ“ کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ اس سلسلے کی کچھ تفصیلات ہم موجودہ اکابر علماء احناف ہی سے نقل کر دیں۔ جس سے ناظرین کو مسلک محدثین کرام اور موجودہ اکابر علماء احناف کے خیالات کے سمجھنے میں کافی مدد مل سکے گی۔ دیوبند سے بخاری شریف کا ایک ترجمہ مع شرح ایضاح البخاری کے نام سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیت علماء ہند کے اقادات پر مشتمل ہیں ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مستند بیان اور نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ ذیل تفصیلات ہم لفظ بلفظ اسی ایضاح البخاری سے نقل کر رہے ہیں۔

ایمان میں کمی زیادتی کا بیان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز سے مسئلہ شروع فرمایا ہے، اس کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اعتقاد قلبی، قول لسانی، افعال جوارح۔ کیونکہ جملہ ”وہو قول و فعل“ میں قول و فعل دونوں میں تعیم ہو سکتی ہے۔ یا تو قول کو قول لسانی اور قول قلبی دونوں پر عام کر دیا جائے۔ مگر عرف عام میں قول کا لفظ صرف قول لسانی ہی پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کو بایں معنی قول قلبی پر بھی عام کیا جاسکتا ہے کہ دل میں تصدیق کا پیدا ہونا ایمان نہیں ہے بلکہ پیدا کرنا ایمان ہے اور جب قول دل اور زبان دونوں پر عام ہو گیا تو فعل سے مراد جوارح ہو ہی جائے گا۔ ورنہ اگر قول کو صرف قول لسانی پر محدود کر دیا جائے تو لفظ فعل میں تعیم کر دی جائے گی جو فعل قلبی اور فعل جوارح پر عام ہو جائے گا۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ تصدیق و اعتقاد کا مسئلہ تو اہل فن کے نزدیک مسلم تھا۔ اختلاف صرف زبان اور جوارح کے سلسلہ میں تھا۔ اور اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادھر ہی توجہ مبذول فرمائی، اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان میں تین چیزیں داخل ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایمان میں کمی زیادتی ممکن ہوگی۔ یہ کمی و بیشی بظاہر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ ترتیب کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے ہے۔ یعنی چونکہ ایمان ایک ذی اجزا چیز ہے اور تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اس لئے ضروری کمی زیادتی کی قابلیت ہونی چاہیے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ کے مطابق مذہب یہی ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ اساتذہ سے یزید و یقین ہی نقل کیا ہے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ اختلاف آتا ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کیونکہ صرف امام ہی کی طرف لا یزید و لا یقین کی نسبت کی گئی ہے۔ اور جمہور یزید و یقین کے قائل ہیں گویا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بساطت ایمان کے قائل ہیں اور جمہور ترکیب کے۔ اس لئے بظاہر تردید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان قائلین تردید نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا لا یزید و لا یقین جمہور کے یزید و یقین سے متعارض بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ حضرات اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یقین بنانے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہوتا ہی ایسا آیا ہے۔

اس لئے اصل تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لا یزید و لا یقین کا ثبوت ہی دشوار ہے۔ کیونکہ جن تصانیف پر اعتماد کر کے اس قول کی نسبت امام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے۔ تحقیق کی روشنی میں امام رحمۃ اللہ علیہ کی جانب غلط ہے۔ مثلاً: فقہ اکبر امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن بیچ

ہے کہ یہ امام کے تلمیذ ابو مطیع الحلبي کی تصنیف ہے۔ جو فقہاء کی نظر میں بلند مرتبہ تھی مگر محدثین کی نگاہ میں کمزور ہیں۔ اسی طرح العالم والمتعلم، الوصیہ اور وسطین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ تک ان کی نسبت کی سختی میں کلام ہے۔ اور حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا رخ ہی نہیں ہے کہ جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمجھ رہے ہیں۔ نیز ابراہیم بن یوسف تلمیذ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن عمران کا قول طبقات الحنفیہ میں موجود ہے کہ وہ ایمان کی کمی بیشی کے قائل تھے۔ ارنح

(ایضاح البخاری، ص: ۱۳۷، ص: ۱۳۸)

آگے اس امر کی اور وضاحت کی گئی ہے کہ بالفرض لایزید و لاینقص امام رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول مان لیا جائے تو اس کی صحیح توجیہ کیا ہے۔ اس کی تفصیل سے چند امور روشنی میں آجاتے ہیں۔

① ایمان کی کمی و بیشی کے متعلق یزید و ینقص ہی کا نظریہ جمہور کا نظریہ ہے اور یہی صحیح ہے۔
 ② امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت لایزید و لاینقص جن کی کتابوں میں نقل ہے وہ کتابیں امام صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور ان کو حضرت امام کی طرف منسوب کرنا ہی غلط ہے۔ جیسا فقہ اکبر وغیرہ۔

③ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایمان میں کمی و بیشی کے قائل تھے۔ فنعلم الوفاق وحبذا الاتفاق۔ اس تفصیل کے بعد مسلک محدثین کی تغلیط میں اگر کوئی صاحب کشتائی کرتے ہیں تو یہ خود ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جمہور سلف اور خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صحیح موقف یہی ہے جو تفصیل بالا میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک سب مسلمانوں کو مسلک حق محدثین کرام پر زندہ رکھے اور اس پر موت نصیب کرے اور اس پر حشر فرمائے تاکہ قیامت کے دن شفاعت نبوی سے حصہ وافر نصیب ہو آمین یا رب العالمین۔

مقصد ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنی الاسلام علی خمس سے شروع فرمایا۔ جس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام عمل جوارح کا۔ مگر بطور عموم مخصوص مطلق حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں اور نجات اخروی کے لیے باہمی طور پر لازم و ملزوم ہیں۔ اس لیے آپ نے دوسرا جملہ ایمان کے لیے یہ استعمال فرمایا وہو قول و فعل یعنی وہ قول (زبان سے اقرار) اور فعل (یعنی اعمال صالحہ) ہے۔ تیسرا جملہ فرمایا یزید و ینقص یعنی وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہو جاتا ہے۔ ان تینوں جملوں میں ہر پہلا جملہ دوسرے کے لئے بمنزلہ علت یا ہر دوسرا جملہ پہلے کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے جسے دوسرے لفظوں میں اسلام کہنا چاہیے اور اس میں کمی زیادتی کی صلاحیت ہے۔

کتاب الایمان والاسلام میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الایمان والاسلام احدهما مرتبطة بالآخر فهما كشيء واحد لا ايمان لمن لا اسلام له ولا اسلام لمن لا ايمان له اذ لا يخلو المسلم من ايمان به يصح اسلامه ولا يخلو المؤمن من اسلام به يحقق ايمانه۔“ یعنی ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں اور وہ ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔ کیونکہ جو اسلام کا پابند نہیں اس کا ایمان کا دعویٰ غلط ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں اس کا اسلام غلط ہے۔ مسلمان جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہوگا وہ کبھی بھی ایمان سے خالی نہیں ہو سکتا اور مؤمن جو حقیقی مؤمن ہوگا، اس کو اسلام کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ اسی سے اس کا ایمان تحقق ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کو باس طور متعین کیا جاسکتا ہے۔

① ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں۔

② ایمان میں قول و فعل داخل ہیں۔

③ ایمان میں کمی و زیادتی ہو سکتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے یہی جملہ سلف کا مسلک ہے۔ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و جملہ امامان اسلام سب اس پر بالاتفاق عقیدہ

رکھتے ہیں۔ ہاں مرجیہ و کرامیہ و جمیہ و معتزلیہ و خوارج و دروافض کو ان سے اختلاف ضرور ہے اور ان ہی کی تردید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے۔ ضرورت تھی کہ اپنے دعاوی کو پہلے کتاب اللہ الحجید سے ثابت کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس مقام پر قرآن شریف سے استدلال کے لئے آیات ذیل کو نقل فرمایا ہے۔ جن میں ایمان کو ہدایت و دعاوی غیرہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کا صراحتاً ذکر موجود ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَيَزِدَّهُمْ إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَرَلَّهُ جُنُودَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (الحج: ۴۸)

”وہ اللہ ہی تھا جس نے ایمان والوں کے دلوں میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) تسکین نازل فرمائی۔ تاکہ وہ اپنے سابقہ ایمان میں اور زیادتی حاصل کر لیں۔ اور زمین و آسمانوں کے سارے لشکر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں واضح طور پر ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

﴿وَنَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف: ۱۸)

”اصحاب کہف کی ہم صحیح صحیح خبریں آپ کو سناتے ہیں بلاشک وہ چند نوجوان تھے۔ جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے ہم نے ان کو ہدایت میں زیادتی عطا فرمائی۔“

یہ آیت کریمہ بھی صاف بتلا رہی ہے کہ ایمان و ہدایت میں بفضل اللہ تعالیٰ زیادتی ہوا کرتی ہے۔

﴿وَيُؤَيِّدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَلِيغَاتُ الْصَالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا﴾ (مریم: ۳۶)

”جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ ان کو ہدایت میں اور زیادتی عطا کرتا ہے، اور نیک اعمال (بعد موت) پیچھے رہنے والے ہیں۔ تمہارے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے وہی اچھے ہیں۔“

یہاں بھی ہدایت میں زیادتی کا ذکر ہے۔ جس سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّهَمُ تَقْوَاهُمْ﴾ (الحج: ۱۷)

”اور جو لوگ ہدایت یاب ہیں اللہ ان کو ہدایت اور زیادہ دیتا ہے اور ان کو تقویٰ پر بیہ گاری کی توفیق بخشتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی ہدایت (ایمان) کی زیادتی کا ذکر ہے۔ اور یہی مقصود ہے کہ ایمان کی زیادتی ہوتی ہے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ (المدثر: ۴۳)

”ہم نے دوزخ کے محافظ فرشتے ہی بنائے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی اتنی مقرر کی ہے کہ وہ کافروں کے لیے فتنہ ہو اور اہل کتاب اس پر یقین کر لیں۔ اور جو ایماندار مسلمان ہیں وہ اپنے ایمان میں زیادتی اور ترقی کریں۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی ایمان والوں کے ایمان کی زیادتی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (الجم: ۱۳)

”یعنی جب کوئی سورہ مبارکہ قرآن کریم میں نازل ہوتی ہے تو منافق لوگ باہمی طور پر کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان تازہ کر دیا ہے؟ ہاں جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان یقیناً زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں نہایت ہی صراحت کے ساتھ ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

”وہ راجح الایمان لوگ (انصار و مہاجرین) جن کو لوگوں نے ڈراتے ہوئے کہا کہ لوگ بکثرت تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں، تم اس سے ڈرو تو

ان کا ایمان بڑھ گیا، اور انہوں نے فوراً کہا کہ ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کار ساز ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی ایمان کی زیادتی کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

(۳۳/۱۲۱:۱۲۲)

”ایمانداروں نے (جنگ خندق میں) جب کفار کی فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی واقعہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے پہلے ہی سے کیا

ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس سے بھی ان کے ایمان و تسلیم میں زیادتی ہی ہوئی۔“

اس آیت میں بھی ایمان کی زیادتی کا صاف ذکر موجود ہے۔

قرآن شریف کے بعد سنت رسول ﷺ سے استدلال کرنے کے لیے آپ نے مشہور حدیث ”الحب فی اللہ“ الخ کو ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا یہ بھی داخل ایمان ہے۔ محبت اور دشمنی ہر دو گھٹنے اور بڑھنے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے ایمان بھی حسب مراتب گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ خلیفہ خاص حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان بھی آپ نے استدلالاً نقل فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ خیر القرون میں فرائض اور شرائع اور حدود اور سنن سب داخل ایمان سمجھے جاتے تھے اور ایمان کے کامل یا ناقص ہونے کا تصور ان جملہ امور کی ادائیگی و عدم ادائیگی پر موقوف سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں میں عام طور پر ایمان کی کمی و بیشی کی اصطلاحات مروج تھیں۔ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا قول ﴿لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ الخ بھی اسی لئے نقل فرمایا کہ ایمان کی کمی و بیشی کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اور الہی پر جس قدر بھی اطمینان قلب حاصل ہوگا، ایمان میں ترقی ہوگی۔ علم یقین عین یقین کے ساتھ حق یقین کے لئے آپ نے یہ درخواست کی تھی۔ جیسا کہ شہد کی مشافص صرف خبر سننے والا اور دوسرا اس کو آنکھوں سے دیکھنے والا اور تیسرا اسے دیکھنے والا اور پھر چمکنے والا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کافی فرق ہے۔ حق یقین اسی آخر مقام کا نام ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے جو کچھ فرمایا جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں نقل فرمایا ہے اس سے بھی ایمان کی ترقی مراد ہے۔ بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یقین کل (اپنی جملہ قسموں کے ساتھ) ایمان ہی میں داخل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حقیقت تعوی کی بارے میں جو فرمایا اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے۔ مشہور مفسر قرآن مجاہد رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ ﴿شَوْعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ﴾ الآية (۳۲/الشوری: ۱۳۰) کے بارے میں جو فرمایا وہ وضاحت سے بتلا رہا ہے کہ ایمان اور دین کے بارے میں جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اصول اتحاد رہا ہے۔

آیت کریمہ: ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جُنَا﴾ (۲۸/المائدہ: ۴۸) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شرع عقے مراد ہدایت (سنت طریقہ) اور منہاجا سے سبیل یعنی دینی راستہ مراد ہے۔ مقصد یہ کہ ایمان ان سب کو شامل ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ: ﴿قُلْ مَا يَعْْبُوْكُمْ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دَعَاؤُكُمْ لَفَقَدْنَاكُمْ لَغَدًّا كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾ (۷۵/الفرقان: ۷۵) یعنی کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو اللہ کو بھی تمہاری پروا نہیں۔ سو تم نے تکذیب پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ پس عقریب وہ (عذاب الہی) بھی تم کو چٹ جائے والا ہے۔ یہاں دعاؤکم میں حقیقتاً ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہی مراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ اپنے طور طریق پر عبادت بھی کرتے تھے۔ پس ایمان ہی اصل بنیاد نجات ہے اور عبادت اور جملہ اعمال صالحہ اس کے اندر داخل ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ﴾ (۲/البقرہ: ۱۳۳) میں اللہ پاک نے خود نماز کو لفظ ایمان سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان جملہ خصوص قطعہ کے بعد بھی اعمال نماز روزہ وغیرہ کو ایمان سے علیحدہ کہنا صحیحاً غلطی ہے۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ (رہیں)

امام بخاری رحمہ اللہ اور جملہ محدثین کرام رضی اللہ عنہم و امامان ہدئی کا بھی یہی مسلک ہے۔ ”ونقل الشافعی علی ذلك الاجماع وقال البخاری لقیث اکثر من الف رجل من العلماء بالا مصار فما رايت احدا منهم یختلفه فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص۔“ (لوائح الانوار ص ۳۱: ۳۲) یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسلک پر اجماع نقل کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اسلامی ممالک کے شہروں میں ایک ہزار سے زائد اہل علم و فضل و کمال سے ملا۔ ان میں سے میں نے کسی کو اس بارے میں مختلف نہ پایا کہ ایمان قول و عمل کا نام

ہے اور وہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا لَمَنِّيهِمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمَنَّهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَنَّهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُاذِنُ اللَّهُ ذَلِكُ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ (۳۵/ فاطر: ۳۲) یعنی ”(اہل کتاب کے بعد) ہم نے اپنی کتاب قرآن پاک کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اس لئے جن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ بعض درمیانی راستہ چلنے والے اور بعض نیکیوں کے لئے سبقت کرنے والے اللہ کے حکم سے اور یہی بڑا فضل ہے۔“

اس آیت کریمہ میں نبر اول پر وہ مسلمان مراد ہے جو مسلمان تو ہے مگر اس نے ایمانی و اسلامی فرائض کو کما حقہ ادا نہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا اور دوسرے نبر پر وہ ہے جس نے دینی واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے بچا وہ مؤمن مطلق ہے اور تیسرا سابق بالخیرات وہ محسن ہے جس نے اللہ کی عبادت بایں طور کی گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ حاصل یہ کہ دین کے یہی تین مدارج ہیں۔ اول اسلام۔ اوسط ایمان۔ اعلیٰ احسان۔ اسلام انقیاد و ظاہر اور ایمان تصدیق الہی اور رسول کے ساتھ انقیاد باطن کا نام ہے۔ اس لحاظ سے اسلام و ایمان میں جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پھر ایمان مجمل تو یہ کہ اللہ و رسول کی تصدیق کی جائے اور قیامت و تقدیر و جہاد و انبیاء کرام ﷺ و فرشتوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان مفصل کی کچھ اور ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ جن میں سے کچھ کے مطلق وہ احادیث ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الایمان میں روایت فرما رہے ہیں۔ ہر حدیث کے مطالعہ کے ساتھ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہے بہت سے علمی و روحانی فوائد حاصل ہوں گے۔ بحوالہ التوفیق۔

۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يُنْبِئُ الْإِسْلَامَ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَالْحَجُّ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ)).

(۸) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کی بابت حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

[مطرفہ فی: ۴۵۱۵] [مسلم: ۱۱۴، ترمذی: ۲۶۰۹]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مرفوع حدیث کو یہاں اس مقصد کے تحت بیان فرمایا کہ ایمان میں کی دہشتی ہوتی ہے اور جملہ اعمال صالحہ و ارکان اسلام ایمان میں داخل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے دعاوی بایں طور ثابت ہیں کہ یہاں اسلام میں پانچ ارکان کو بنیاد بتلایا گیا اور یہ پانچوں چیزیں بیک وقت ہر ایک مسلمان مرد و عورت میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے مراتب ایمان میں فرق آجاتا ہے عورتوں کو ناقص العقل و الدین والیاں اس لیے فرمایا گیا کہ وہ ایک ماہ میں چند ایام بغیر نماز کے گزارتی ہیں۔ رمضان میں چند روزے وقت پر نہیں رکھ پاتیں۔ اسی طرح کتنے مسلمان نمازی بھی ہیں جن کے حق میں ﴿وَأَذًا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى﴾ (۳/ النساء: ۱۳۰) کہا گیا ہے کہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پس ایمان کی کی دہشتی ثابت ہے۔

اس حدیث میں اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں کو بتلایا گیا۔ جن میں اولین بنیاد و حید و رسالت کی شہادت ہے اور قصر اسلام کے لئے یہی اصل ستون ہے جس پر پوری عمارت قائم ہے۔ اس کی حیثیت قطب کی ہے جس پر شیخہ اسلام قائم ہے باقی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بمنزلہ اوتاد کے ہیں۔ جن کے خیمے کی رسیاں باندھ کر اس کو مضبوط و مستحکم بنایا جاتا ہے، ان سب کے مجموعہ کا نام خیمہ ہے جس میں درمیانی اصل ستون دو دیگر رسیاں، اوتاد و دھچت سب ہی شامل ہیں۔ وہ ہر وہی مثال اسلام کی ہے۔ جس میں کلمہ شہادت قطب ہے باقی اوتاد و ارکان ہیں جن کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

اس حدیث میں ذکر حج کو ذکر صوم رمضان پر مقدم کیا گیا ہے۔ مسلم شریف میں ایک دوسرے طریق سے صوم رمضان حج پر مقدم کیا گیا ہے۔ یہی روایت حضرت سعید بن عبیدہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے، اس میں بھی صوم رمضان کا ذکر حج سے پہلے ہے اور انہیں حظلہ سے امام مسلم نے ذکر صوم کو حج پر مقدم کیا ہے گویا حظلہ سے دونوں طریق منقول ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے دونوں طرح سنا ہے۔ کسی موقع پر آپ نے حج کا ذکر پہلے فرمایا اور کسی پر صوم رمضان کا ذکر مقدم کیا۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ بیان بھی صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب واجح و صوم رمضان فرمایا تو راوی نے آپ کو ٹوکا اور صوم رمضان والحج کے لفظوں میں آپ کو لقمہ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ حکذا سمعت رسول اللہ ﷺ یعنی میں نے رسول کریم ﷺ سے ”والحج و صوم رمضان سنا ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے مسلم شریف والے بیان کو اصل قرار دیا ہے اور بخاری شریف کی اس روایت کو بالسنی قرار دیا ہے۔ لیکن خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع تفسیر میں ابواب حج کو ابواب صوم پر مقدم کیا ہے اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی روایت اصل ہے جس میں صوم رمضان سے حج کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔

صیام رمضان کی فرضیت ۲ھ میں نازل ہوئی اور حج ۶ھ میں فرض قرار دیا گیا۔ جو بدنی و مالی ہر دو قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اقرار توحید و رسالت کے بعد پہلا رکن نماز اور دوسرا رکن زکوٰۃ قرار پایا جو علیحدہ علیحدہ بدنی و مالی عبادات ہیں۔ پھر ان کا مجموعہ حج قرار پایا۔ ان منازل کے بعد روزہ قرار پایا جس کی شان یہ ہے۔ ”الصیام لی وانا اجزی بہ“ (بخاری کتاب الصوم) یعنی ”روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں ہی دے سکتا ہوں۔“ فرضتوں کو تاب نہیں کہ اس کے اجر و ثواب کو وہ قلم بند کر سکیں۔ اس لحاظ سے روزے کا ذکر آخر میں لایا گیا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے غالباً ایسے ہی پاکیزہ مقاصد کے پیش نظر ابواب صیام کو نماز، زکوٰۃ اور حج کے بعد قلم بند فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے اسلام کے ان ارکان غمہ کو اپنی اپنی جگہ پر ایسا مقام حاصل ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سب کی تفصیلات اگر قلم بند کی جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ یہ سب حسب مراتب باہم ارتباط تام رکھتے ہیں۔ ہاں زکوٰۃ و حج ایسے ارکان ہیں۔ جن سے غیر مستطیع مسلمان مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ جو ﴿لَا يَكْتَفِي اللَّهُ نَفْسًا أَلَا وَسَعَهَا﴾ (البقرہ: ۲۸۶) کے تحت قرآن کی تحت ہیں۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں ارکان غمہ میں جہاد کا ذکر اس لئے نہیں آیا کہ وہ فرض کفایہ ہے جو بعض مخصوص احوال کے ساتھ متعین ہے۔ نیز کلمہ شہادت کے ساتھ دیگر انبیاء اور ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہی ان سب کی تصدیق ہے۔ فیستلزم جميع ما ذكر من المعتقدات۔ اقامت صلوة سے ٹھہر ٹھہر کر نماز ادا کرنا اور مداومت و محافظت مراد ہے۔ ایسے زکوٰۃ سے مخصوص طریق پر مال کا ایک حصہ نکال دینا مقصود ہے۔

علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ومن لطائف اسناد هذا الحديث جمعه للتحديث والاختبار والعنونة وكل رجاله مكبون الا عبيد الله فانه كوفي وهو من الرباعيات واخرج متنه المؤلف ايضا فى التفسير ومسلم فى الايمان خماسى الاسناد“ یعنی اس حدیث کی سند کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اس میں روایت حدیث کے مختلف طریقے تصدیق و اخبار و معتمد سب جمع ہو گئے ہیں۔ (جن کی تفصیلات مقدمہ بخاری میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ) اور اس کے جملہ راوی سوائے عبید اللہ کے کسی ہیں، یہ کوئی ہیں اور یہ باعیات میں سے ہے (اس کے صرف چار راوی ہیں جو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے درمیان واقع ہوئے ہیں) اس روایت کے متن کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب التفسیر میں بھی ذکر فرمایا اور امام مسلم رضی اللہ عنہ نے کتاب الایمان میں اسے ذکر کیا ہے۔ مگر وہاں سند میں پانچ راوی ہیں۔

باب: ایمان کے کاموں کا بیان

اور اللہ پاک کے اس فرمان کی تشریح کہ

بَابُ أُمُورِ الْإِيمَانِ

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

”نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کر لو بلکہ اصلی نیکی تو اس انسان کی ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھے اور قیامت کو برحق مانے اور فرشتوں کے وجود پر ایمان لائے اور آسمان سے نازل ہونے والی کتاب کو سچا تسلیم کرے۔ اور جس قدر نبی رسول دنیا میں تشریف لائے ان سب کو سچا تسلیم کرے۔ اور وہ شخص مال دیتا ہوا اللہ کی محبت میں اپنے (حاجت مند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو اور دوسرے محتاج لوگوں کو اور (تنگ دست) مسافروں کو اور (لا چاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی کرتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب وہ کسی امر کی بابت وعدہ کریں۔ اور وہ لوگ صبر و شکر کرنے والے ہیں تنگ دستی میں اور بیماری میں اور (محرکہ) جہاد میں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کو سچا مومن کہا جاسکتا اور یہی لوگ درحقیقت پرہیزگار ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔“

(۹) ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد جعفی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عامر عقدی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلال نے، انہوں نے عبد اللہ دینار سے، انہوں نے روایت کیا ابوصالح سے، انہوں نے نقل کیا حضرت ابو ہریرہ سے، انہوں نے نقل فرمایا جناب نبی کریم ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، اور حیا (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۷] وَقَوْلِهِ: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [الآية. المؤمنون: ۱]

۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْإِيمَانُ بضع وَسِتُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ)). [مسلم: ۱۵۲، ۱۵۳؛ ترمذی: ۲۶۱۴؛ ۵۰۱۹، ۵۰۲۰، ۵۰۲۱؛ ابن

ماجہ: ۵۷]

تشریح: امیر المومنین رضی اللہ عنہما سابق میں بنیادی چیزیں بیان فرما چکے اب فروع کی تفصیل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے باب میں ”امور الایمان“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مرجعہ کی تردید کرنا بھی مقصود ہے۔ کیونکہ پیش کردہ قرآنی آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں بعض امور ایمان گنائے گئے ہیں اور دوسری آیتوں میں ایمان والوں کی چند صفات کا ذکر ہے۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے جس میں دراصل اہل کتاب کی تردید مقصود ہے۔ جنہوں نے تحویل قبلہ کے وقت مختلف قسم کی آوازیں اٹھائی تھیں۔ نصاریٰ کا قبلہ مشرق تھا اور یہود کا مغرب۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ پھر مسجد الحرام کو آپ ﷺ کا قبلہ قرار دیا گیا اور آپ نے ادھر منہ پھیر لیا۔ اس پر مخالفین نے اعتراضات شروع کئے۔ جن کے جواب میں اللہ پاک نے یہ آیت مہارکہ نازل فرمائی اور بتلایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا ہی بالذات کوئی نیکی نہیں ہے اصل نیکیاں تو ایمان راجح، عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ معاشرتی پاک زندگی اور اخلاق فاضلہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے عبدالرزاق سے روایت مجاہد حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے

میں سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب میں آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِخْوَةٌ كَالَّذِينَ فِي الْأَنْبَاءِ وَالصَّبِيرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (٢/ البقرة: ١٧٧)

ترجمہ اوپر باب میں لکھا جا چکا ہے۔

آیات میں عقائد صحیحہ و ایمانِ راسخ کے بعد ایثار، مالی قربانی، صلہ رحمی، حسن معاشرت، رفاہ عامہ کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد اعمالِ اسلام نماز، زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ پھر اخلاقِ فاضلہ کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد صبر و استقلال کی تلقین ہے۔ یہ سب کچھ ”بر“ کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوا کہ جملہ اعمالِ صالحہ و اخلاقِ فاضلہ ارکانِ اسلام میں داخل ہیں۔ اور ایمان کی کمی و بیشی بہر حال صورتِ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مرجیہ جو اعمالِ صالحہ کو ایمان سے الگ اور بیکار محض قرار دیتے ہیں اور نجات کے لیے صرف ”ایمان“ کو کافی جانتے ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

سورۃ مؤمنون کی آیات یہ ہیں:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتغَىٰ زَاوَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعُدُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (٢٣/ المؤمنون: ١-١١)

ان آیات کا ترجمہ بھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اس حیرانہ میں یہ بیان دوسرا اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد ہر دو آیات کا ایک ہی ہے۔ ہاں اس میں بذیل اخلاقِ فاضلہ، عفت و عصمت شرم و حیا کو بھی خاص جگہ دی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اس آیت کا ارتباط اگلی حدیث سے ہو رہا ہے جس میں حیا کو بھی ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ہر دو آیات کے درمیان واو عاطفہ کا استعمال نہیں فرمایا۔ مگر بعض نسخوں میں واو عاطفہ اور بعض میں قول اللہ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ اگر ان نسخوں کو نہ لیا جائے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی آیت کی تفسیر میں المتقون کے بعد اس آیت کو بلا فصل اس لئے نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ متقون کی تفسیر اس آیت کو قرار دے دیا جائے۔ مگر ترجیح واو عاطفہ اور قول اللہ کے نسخوں کو حاصل ہے۔

آیت قرآن کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نبوی کو نقل فرمایا اور اشارتا بتلایا کہ امور ایمان ان ہی کو کہنا چاہیے جو پہلے کتاب اللہ سے اور پھر سنت رسول سے ثابت ہوں۔ حدیث میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دے کر اس کی ساتھ سے کچھ اور شاخیں بتلائی گئی ہیں۔ اس میں بھی مرجیہ کی صاف تردید مقصود ہے جو ایمان سے اعمالِ صالحہ کو بے جوڑ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ درخت کی جڑ میں اور اس کی ڈالیوں میں ایسا قدرتی ربط ہے کہ ان کو باہمی طور پر بے جوڑ یا نکل نہیں کہا جا سکتا۔ جڑ قائم ہے تو ڈالیاں اور پتے قائم ہیں۔ جڑ سوکھ رہی تو ڈالیاں اور پتے بھی سوکھ رہے ہیں۔ ہو بہو ایمان کی یہی شان ہے۔ جس کی جڑ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اور جملہ اعمالِ صالحہ و اخلاقِ فاضلہ و عقائد راسخہ اس کی ڈالیاں ہیں۔ اس ایمان و اعمالِ صالحہ کا باہمی لازم ملزوم ہونا اور ایمان کا گھٹنا اور بڑھنا ہر دو امور ثابت ہیں۔

بعض روایات میں بضع و ستون کی جگہ بضع و سبعون ہے اور ایک روایت میں اربع و ستون ہے۔ اہل لغت نے بضع کا اطلاق تین اور نو کے درمیان عدد پر کیا ہے۔ کسی نے اس کا اطلاق ایک اور چار تک کیا ہے، روایت میں ایمان کی شاخوں کی تحدید مراد نہیں بلکہ کثیر مراد ہے علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ بعض علماء حدیث مراد لینے ہیں۔ پھر ستون (٦٠) اور سبعون (٧٠) میں زائد سبعون کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ زائد میں ناقص

بھی شامل ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ستون (۶۰) ہی متین ہے۔ کیونکہ مسلم شریف میں بروایت عبداللہ بن دینار جہاں سبعون کا لفظ آیا ہے بطریق شک واقع ہوا ہے۔

والحیاء شعبۂ من الایمان میں تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ حیاطیعت کے انفعال کو کہتے ہیں۔ جو کسی کام کے نتیجہ میں پیدا ہو جو کام عرفان یا شرعاً مذموم، برا، بے حیائی سے متعلق سمجھا جاتا ہو۔ حیادشرم الایمان کا اہم ترین درجہ ہے۔ بلکہ جملہ اعمال خیرات کا مخزن ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا: ”اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔“ ”جب تم شرم و حیا کو اٹھا کر طاق پر رکھ دو پھر جو چاہو کرو۔“ کوئی پابندی باقی نہیں رہ سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی تشریح میں مستقل ایک کتاب شعب الایمان کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔ جس میں ستر سے کچھ زائد امور الایمان کو مدلل و مفصل بیان فرمایا ہے ان کے علاوہ امام ابو عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوائد المنہاج اور اسحاق ابن قرطبی نے کتاب الصحاح میں اور امام ابو حاتم نے وصف الایمان و شعبہ میں اور دیگر حضرات نے بھی اپنی تصنیفات میں ان شاخوں کو معمولی فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو اعمال قلب (دل کے کام) اعمال لسان (زبان کے کام) اعمال بدن (بدن کے کام) پر تقسیم فرما کر اعمال قلب کی (۲۴) شاخیں اور اعمال لسان کی سات شاخیں اور اعمال بدن کی (۳۸) شاخیں بالتفصیل ذکر کی ہیں۔ جن کا مجموعہ (۶۹) بن جاتا ہے۔ روایت مسلم میں ایمان کی اعلیٰ شاخ کلمہ طیبہ لایہ الا اللہ اور ادنیٰ شاخ اطاعت الاذی عن الطریق بتلائی گئی ہے۔ اس میں تعلق باللہ اور خدمت خلق کا ایک لطیف اشارہ ہے۔ گویا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ تب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے۔ خدمت خلق میں راستوں کی صفائی، سرسڑکوں کی درستگی کو لفظ ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدمت خلق کا مضمون بہت ہی وسیع ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے جس پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان باللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے شروع ہو کر اس کی مخلوق پر رحم کرنے اور مخلوق کی ہر ممکن خدمت کرنے پر جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس شعر کے یہی معنی ہیں۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
خدا مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

باب: اس بیان میں کہ مسلمان وہ ہے جس کی

زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہیں (کوئی

تکلیف نہ پائیں)

بَابُ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ

الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

(۱۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے یہ حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے وہ عبداللہ بن ابی السفر اور اسماعیل سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں شعبی سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔“

۱۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، وَإِسْمَاعِيلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ)). [طرفہ: ۶۴۸۴]

[ابوداؤد: ۲۴۸۱؛ نسائی: ۵۰۱۱]

ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور ابو معاویہ نے کہ ہم کو حدیث بیان کی داؤد بن ابی ہند نے، انہوں نے روایت کی عامر شعبی سے، انہوں نے کہا کہ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ میں نے سنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَنِ جَنَابِ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ سے (وہی مذکورہ حدیث) اور کہا کہ عبدالاعلیٰ نے روایت کیا داود سے، انہوں نے عامر سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، انہوں نے نبی ﷺ سے۔

تشویح: امیرالمحدثین رضی اللہ عنہ نے یہاں یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام کی بنیاد اگرچہ پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ مگر اس سے آگے کچھ نیک عادات، پاکیزہ خصائل بھی ایسے ہیں جو اگر حاصل نہ ہوں تو انسان حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نہ پورے طور پر صاحب ایمان ہو سکتا ہے اور اسی تفصیل سے ایمان کی کمی و بیشی و پاکیزہ و نیک خصائل کا داخل ہونا ثابت ہے۔ جس سے مرید وغیرہ کی تردید ہوتی ہے۔ جو ایمان کی کمی و بیشی سے قائل نہیں۔ نہ اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ کو داخل ایمان مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا قول نصوص صریحہ کے قطعاً خلاف ہے۔ زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ ہر وقت قیچی کی طرح چل سکتی ہے اور پہلے اسی کے وار ہوتے ہیں۔ ہاتھ کی نوبت بعد میں آتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

جراحات السنان لها التثام ولا يلتأم ما جرح اللسان

”یعنی نیروں کے زخم بھر جاتے ہیں اور زبانوں کے زخم عرصہ تک نہیں بھر سکتے۔“

((من سلم المسلمون)) کی تکرار یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلمانوں کو زبان یا ہاتھ سے ایذا رسانی جائز ہے۔ اس شبہ کو رفع کرنے کے لیے دوسری روایت میں ((من امنه الناس)) کے لفظ آئے ہیں۔ جہاں ہر انسان کے ہاتھ صرف انسانی رشتہ کی بنا پر نیک معاملہ و اخلاق حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام کا ماخذ ہی سلم ہے جس کے معنی صلح جوئی، خیر خواہی، مصالحت کے ہیں۔ زبان سے ایذا رسانی میں نسبت، گالی گلوچ، چٹلی، بدگوئی وغیرہ جملہ عادات بد داخل ہیں اور ہاتھ کی ایذا رسانی میں چوری، ڈاکہ، مار پیٹ، قتل و غارت وغیرہ وغیرہ۔ پس کامل انسان وہ ہے جو اپنی زبان پر، اپنے ہاتھ پر پورا کنٹرول رکھے اور کسی انسان کی ایذا رسانی کے لیے اس کی زبان نہ کھلے، اس کا ہاتھ نہ اٹھے۔ اس معیار پر آج تلاش کیا جائے تو کتنے مسلمان ملیں گے جو حقیقی مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ نسبت، بدگوئی، گالی گلوچ تو عوام کا ایسا شیوہ بن گیا ہے گویا یہ کوئی عیب ہی نہیں ہیں۔ استغفر اللہ! شرعاً مہاجر وہ جو دارالحرب سے نکل کر دارالاسلام میں آئے۔ یہ ہجرت ظاہری ہے۔ ہجرت باطنی یہ ہے جو یہاں حدیث میں بیان ہوئی اور یہی حقیقی ہجرت ہے جو قیامت تک ہر حال میں ہر جگہ جاری رہے گی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہاں دو تعلیقات ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عامر اور شعبی ہر دو سے ایک ہی راوی مراد ہے جس کا نام عامر اور لقب شعبی ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ ابن ہندہ کی روایت سے شبہ ہوتا تھا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے شعبی نے براہ راست اس روایت کو نہیں سنا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے عن عامر قال سمعت عبد الله بن عمرو کے الفاظ نقل کیے گئے۔ جس سے براہ راست شعبی کا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سماع ثابت ہو گیا۔

دوسری تعلیق کا مقصد یہ کہ عبدالاعلیٰ کے طریق میں ”عبداللہ“ کو غیر مستحب ذکر کیا گیا جس سے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد نہ ہوں جیسا کہ طبقہ صحابہ میں یہ اصطلاح ہے۔ اس لئے دوسری تعلیق میں ”عن عبداللہ بن عمرو“ کی صراحت کر دی گئی۔ جس سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

باب: اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے؟

بَابُ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟

۱۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأُمَوِيِّ (۱۱) ہم کو سعید بن یحییٰ بن سعید اموی قرشی نے یہ حدیث سنائی، انہوں نے اس حدیث کو اپنے والد سے نقل کیا ہے، انہوں نے ابو بردہ بن الفرّسی قال: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ

ابن عبد اللہ بن ابی بزرۃ، عن ابی بزرۃ، عن ابی موسیٰ بن جعفر، وہ کہتے ہیں کہ
 ابی موسیٰ قال: قالوا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ تو نبی ﷺ
 الإسلام افضل؟ قال: ((من سلم المسلمون من لسانه ويده)) [مسلم: ۱۶۶، ترمذی: ۲۵۰۴؛
 مسلمان سلامتی میں ہیں۔“

نسائی: ۵۰۱۴]

چونکہ حقیقت کے لحاظ سے ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں، اس لئے ای الاسلام افضل کے سوال سے معلوم ہوا کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔
 افضل کے مقابلہ پر ادنیٰ ہے۔ پس اسلام ایمان، اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کے لحاظ سے کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا یہاں مقصد ہے

بَابُ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

باب: اس بیان میں کہ (بھوکے ناداروں کو) کھانا کھلانا بھی اسلام میں داخل ہے

۱۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ
 عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
 الْإِسْلَامَ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تَطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ
 السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)).
 (۱۲) ہم سے حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے، ان کو لیث نے، وہ روایت
 کرتے ہیں یزید سے، وہ ابو الخیر سے، وہ عبد اللہ بن عمرو بن
 عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ
 سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: ”یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پوچھا تو
 اس کو بھی، اور جس کو نہ پوچھا تو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔“

[طرفہ فی: ۲۸، ۶۲۳۶] [مسلم: ۱۶۰، نسائی:

۵۰۱۵؛ ابن ماجہ: ۳۲۵۳]

تشریح: آپ ﷺ نے توکل الطعام کی بجائے تطعم الطعام فرمایا۔ اس لئے کہ اطعام میں کھانا کھلانا، پانی پلانا، کسی چیز کا چکھانا اور کسی کی
 ضیافت کرنا اور علاوہ ازیں کچھ بطور عطا بخشش کرنا وغیرہ یہ سب داخل ہیں۔ ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، یہ اس لئے کہ جملہ مومنین باہمی
 طور پر بھائی بھائی ہیں، وہ کہیں کہیں باہم ہوں، کسی قوم سے ان کا تعلق ہو مگر اسلامی رشتہ اور کلہ تو حید کے تعلق سے سب بھائی بھائی ہیں۔ اطعام
 طعام مکارم مالہ سے اور اسلام مکارم بدنہ سے متعلق ہیں۔ گویا مالی و بدنی طور پر جس قدر بھی مکارم اخلاق ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ اس
 لئے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عبادات داخل اسلام ہیں اور اسلام و ایمان نتائج کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہ کہ جس میں جس قدر بھی مکارم اخلاق
 بدنی و مالی ہوں گے، اس کا ایمان و اسلام اتنا ہی ترقی یافتہ ہوگا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ان کا یہ قول سراسر ناقابل التفات ہے۔

اس روایت کی سند میں جس قدر ادوی واقع ہوئے ہیں وہ سب مصری ہیں اور سب جلیل القدر ائمہ اسلام ہیں۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ
 اسی کتاب الایمان میں آگے چل کر ایک اور جگہ لائے ہیں۔ اور باب الاستیذان میں بھی نقل کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کو کتاب
 الایمان میں نقل کیا ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے باب الادب میں اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باب الاطعمہ میں۔

غراب و مساکین کو کھانا کھلانا اسلام میں ایک بہتم باشان نیکی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں حتیٰ لوگوں کے ذکر میں ہے ((وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ
 عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا)) (۶/الدھر: ۸) نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کی محبت کے لیے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام کا نشانہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں بھوک و تنگ دستی کا اتنا مقابلہ کیا جائے کہ کوئی بھی انسان بھوک کا شکار نہ ہو سکے اور سلامتی و امن کو اتنا وسیع کیا جائے کہ بدامنی کا ایک معمولی سا خدشہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ اسلام کا یہ مشن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ خیر میں پورا ہوا اور اب بھی جب اللہ کو منظور ہوگا یہ مشن پورا ہوگا۔ تاہم جزوی طور پر ہر مسلمان کے مذہبی فرائض میں سے ہے کہ بھوکوں کی خبر لے اور بدامنی کے خلاف ہر وقت جہاد کرتا رہے۔ یہی اسلام کی حقیقی غرض و نعت ہے۔

باب: اس بارے میں کہ ایمان میں داخل ہے کہ مسلمان جو اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کے لیے دوست رکھے

بَابُ: مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

(۱۳) ہم سے حدیث بیان کی مسدود نے، ان کو یحییٰ نے، انہوں نے شعبہ سے نقل کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول کریم ﷺ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ اور شعبہ سے اور حسین معلم سے بھی روایت کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کیلئے چاہتا ہے۔“

۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَعَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)). [مسلم: ۱۶۹، ۱۷۰، ترمذی: ۲۵۱۵؛ نسائی: ۵۰۳۱،

۵۰۳۲، ابن ماجہ: ۶۶]

باب: اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا بھی ایمان میں داخل ہے

بَابُ: حُبُّ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الْإِيمَانِ

(۱۴) ہم سے ابو الیمان نے حدیث بیان کی، ان کو شعیب نے، ان کو ابو الزناد نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔“

۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَمُوتَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ)). [نسائی: ۵۰۳۰]

تشریح: پچھلے ابواب میں من الایمان کا جملہ مقدم تھا اور یہاں ایمان پر حب الرسول کو مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں ادب مقصود ہے اور یہ بتلانا کہ محبت رسول ہی سے ایمان کی اول و آخر تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے تو ایمان ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و خصائل حمیدہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی حلیفہ فنی فرمائی ہے جس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت پر اس کے والد یا اولاد کی محبت غالب ہو۔ روایت میں لفظ والد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ اولاد سے زیادہ والدین کا حق ہے اور لفظ والد میں ماں بھی داخل ہے۔

۱۵۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا (۱۵) ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، ان کو ابن علیہ نے، وہ

عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ اور ہم کو آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے، وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔“

ابْنُ عَلِيَّةَ عَنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ وَحَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ وَوَالِدِيهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)). [مسلم: ۱۶۸، ۱۶۹؛ نسائی: ۵۰۲۸، ۵۰۲۹؛ ابن ماجہ: ۶۷]

[ماجہ: ۶۷]

تشریح: اس روایت میں دو سندیں ہیں۔ پہلی سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد یعقوب بن ابراہیم ہیں اور دوسری سند میں آدم بن ابی ایاس ہیں۔ تحویل کی صورت اس لئے اختیار نہیں کی کہ ہر دو سندیں حضرت انس رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے ان روایات میں جس محبت کا مطالبہ ہے وہ محبت طبعی مراد ہے کیونکہ حدیث میں والد اور ولد سے مقابلہ ہے اور ان سے انسان کو محبت طبعی ہی ہوتی ہے پس نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی اس درجہ میں مطلوب ہے کہ وہاں تک کسی کی بھی محبت کی رسائی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اپنے نفس تک کی بھی محبت نہ ہو۔

باب: ایمان کی مٹھاس کا بیان

بَابُ حَلَاوَةِ الْإِيمَانِ

(۱۶) ہمیں محمد بن شہابی نے یہ حدیث بیان کی، ان کو عبد الوہاب ثقفی نے، ان کو ایوب نے، وہ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا: ”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔“

۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَدَّ فِي النَّارِ)). [اطرافہ فی: ۲۱،

[۶۹۶۱، ۶۰۶۱] [مسلم: ۱۶۳؛ ترمذی: ۲۶۲۴]

تشریح: یہاں بھی امام الحدیث رحمہ اللہ نے مرجیہ اور ان کے کلی و جزوی ہم نواؤں کے عقائد فاسدہ پر ایک کاری ضرب لگائی ہے اور ایمان کی کمی و زیادتی اور ایمان پر اعمال کے اثر انداز ہونے کے سلسلے میں استدلال کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ایمان کی حلاوت کے لئے اللہ و رسول کی حقیقی محبت، اللہ والوں کی محبت اور ایمان میں استقامت لازم ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وفی قوله حلاوة الایمان استعارة تخييلة شبه رغبة المؤمن في الایمان بشيء حلو واثبت له لازم ذلك الشيء واصله اليه وفيه تلميح الى قصة المريض والصحيح لان المريض الصفاوى يجد طعم العسل مرا والصحيح يذوق حلاوته على ما هي عليه وكلما نقصت الصحة شينا ما نقص ذوقه بقدر ذلك فكانت هذه

الاستعارة من اوضح ما يقوى استدلال المصنف على الزيادة والنقص۔ یعنی ایمان کے لیے لفظ حلاوت بطور استعارہ استعمال فرما کر مومن کی ایمانی رغبت کو کبھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے لازمہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اسے اس کی طرف منسوب کیا اس میں مریض اور تندرست کی تشبیہ پر بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ مضر اور مریض شہد کو بھی چکھے گا تو اسے کڑوا بتلائے گا اور تندرست اس کی منہاس کی لذت حاصل کرے گا۔ گویا جس طرح صحت خراب ہونے سے شہد کا مضر خراب معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح معاصی کا صفر جس کے مزاج پر غالب ہے، اسے ایمان کی حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ ایمان کی کمی و زیادتی کو ثابت کرنے کے لیے مصنف کا یہ نہایت واضح اور قوی تر استدلال ہے۔

حدیث مذکور میں حلاوت ایمان کے لئے تین خصلیں پیش کی گئی ہیں۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دین کی ایک اصل عظیم ہے۔ اس میں پہلی چیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت قرار دی گئی ہے جس سے ایمانی محبت مراد ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ کہ توحید الہیت میں اسے وحدہ لا شریک لایقین کر کے عبادت کی جملہ اقسام صرف اس اکیلے کے لیے عمل میں لائی جائیں اور کسی بھی نبی، بولی، فرشتے، جن، بھوت، دیوی، دیوتا، انسان وغیرہ وغیرہ کو اس کی عبادت کے کاموں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا یہی تقاضا ہے۔ جس کے متعلق حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الدرین الخالص“ میں فرماتے ہیں: ”وفی هذه الکلمة نفی واثبات، نفی الالوهية عما سوى الله تعالى من المرسلین حتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والملائكة حتی جبرئیل فضلا عن غیرهم من الاولیاء والصالحین واثباتها له وحده لا حق فی ذلك لاحد من المقربین اذا فهتمت ذلك فتأمل هذه الالوهية التي اثبتها کلها لنفسه المقدسة ونفی عن محمد وجبرئیل وغیرهما ان یكون لهم مثقال حبة خردل منها۔“ (الدرین الخالص، ج: ۱ / ص: ۱۸۲)

یعنی اس کلمہ طیبہ میں نبی اور اثبات ہے۔ اللہ پاک کی ذات مقدس کے سوا ہر چیز کے لئے الوہیت کی نفی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت جبرئیل علیہ السلام تک کے لئے بھی نفی ہے۔ پھر دیگر اولیا و صلحا کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ الوہیت خالص اللہ کے لیے ثابت ہے اور مقربین میں سے کسی کے لیے اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ یہ الوہیت وہ ہے جس کو اللہ پاک نے خاص اپنی ہی ذات مقدسہ کے لئے ثابت کیا ہے اور اپنے ہر غیر حتیٰ کہ محمد و جبرئیل علیہ السلام تک سے اس کی نفی کی ہے، ان کے لئے ایک رائی کے دانہ برابر بھی الوہیت کا کوئی حصہ حاصل نہیں۔ پس حقیقی محبت الہی کا یہی مقام ہے جو لوگ اللہ کی الوہیت میں اس کی عبادت کے کاموں میں اولیا و صلحا یا انبیاء و ملائکہ کو شریک کرتے ہیں۔

ویظنون الله جعل نحواً من الخلق منزلة یرضی ان العامی یلتجئ الیہم ویرجوہم و یخالفہم و یستغیث بہم و یستعین منہم بقضاء حوائجہ و اسعاف مرامہ و انجاح مقامہ و یجعلہم و سائط بینہ و بین الله تعالیٰ ہی الشریک الجلی الذی لا یغفر الله تعالیٰ ابداً۔“ (حوالہ مفکور) اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو ایسا مقام دے رکھا ہے کہ عوام ان کی طرف پناہ ڈھونڈیں، ان سے اپنی مرادیں مانگیں، ان سے استعانت کریں اور تقضائے حاجات کے لئے ان کو اللہ کے درمیان وسیلہ ٹھہرائیں۔ یہ وہ شرک جلی ہے جس کو اللہ پاک ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ﴾ (النساء: ۴۸) یعنی ”بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا۔“

”رسول“ کی محبت سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری مراد ہے اس کے بغیر محبت رسول کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز محبت رسول کا تقاضا ہے کہ آپ کا ہر فرمان بلند و بالا تسلیم کیا جائے۔ اور اس کے مقابلہ پر کسی کا کوئی حکم نہ مانا جائے۔ پس جو لوگ صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول کے فرمان کو ٹھکرادیتے ہیں ان کے متعلق سید العلماء نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تأمل فی مقلدة المذاهب کیف اقرؤا علی انفسہم بتقلید الاموات من العلماء والاولیاء و اعترفوا بان فہم الكتاب والسنة کان خاصا لہم۔ واستدلوا لاشراکہم فی الصلحاء بعبارات القوم و کاشفات الشیوخ فی النوم و رجحوا کلام الامة والائمة علی کلام الله تعالیٰ ورسولہ علی بصیرة منہم و علی علم فما ندری ما عذرہم عن ذالک عذا یوم الحساب والکتاب وما یہینہم من ذالک العذاب والعقاب۔“ (الدرین الخالص، ج: ۱ / ص: ۱۹۶)

یعنی مذاہب معلومہ کے مقلدین میں غور کرو کہ علما و اولیا جو دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کی تقلید میں کس طور پر گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا ان ہی اماموں پر ختم ہو چکا، یہ خاص ان ہی کا کام تھا۔ صلحا کو عبادت الہی میں شریک کرنے کے لئے عبارات قوم سے کٹر بیونت کر کے دلیل پکڑتے ہیں اور شیوخ کے مکاشفات سے جو ان کے خوابوں سے متعلق ہوتے ہیں اور امت اور ائمہ کے کلام کو اللہ و رسول کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ روش صحیح نہیں ہے۔ ہم نہیں جان سکتے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا عذر بیان کریں گے اور اس دن کے عذاب سے ان کو کون سی چیز نجات دلا سکے گی۔

الغرض اللہ و رسول کی محبت کا تقاضا یہی ہے جو اوپر بیان ہوا، ورنہ صادق آئے گا:

تعصى الرسول وانت تطهر حبه
لو كان حبك صادقا لاطعته
هذا لعمرى فى القياس بدیع
ان المحب لمن يحب مطیع

اس حدیث نبوی میں دوسری خصلت بھی بہت ہی اہم بیان کی گئی ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جس کی لوگوں سے محبت خالص اللہ کے لئے ہو اور دشمنی بھی خالص اللہ کے لئے ہو۔ نفسانی اغراض کا شائبہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ ایک کافر نے جس کی چھاتی پر آپ چڑھے ہوئے تھے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ تو آپ فوراً ہٹ کر اس کے نقل سے رک گئے اور یہ فرمایا کہ اب میرا یہ نقل کرنا اللہ کے لئے نہ ہوتا۔ بلکہ اس کے تھوکے کی وجہ سے یہ اپنے نفس کے لئے ہوتا مؤمن صادق کا یہ شیوہ نہیں کہ اپنے نفس کے لئے کسی سے عداوت یا محبت رکھے۔

تیسری خصلت میں اسلام و ایمان پر استقامت مراد ہے۔ حالات کتنے بھی ناسازگار ہوں ایک سچا مؤمن دولت ایمان کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بلاشبہ جس میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہوں گی اس نے درحقیقت ایمان کی لذت حاصل کی پھر وہ کسی حال میں بھی ایمان سے محرومی پسند نہ کرے گا اور مرد ہونے کے لیے کبھی بھی تیار نہ ہو سکے گا۔ خواہ وہ شہید کر دیا جائے، اسلامی تاریخ کی ماضی و حال میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے مخلص بندگانِ مسلمین نے جام شہادت نوش کر لیا مگر ارتداد کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد و عورت کے اندر ایسی ہی استقامت پیدا فرمائے۔ آمین۔

ابو نعیم نے متخرج میں حسن بن سفیان عن محمد بن العشی کی روایت سے ((ویکوه ان یعود فی الکفر)) کے آگے ((بعد اذا انقذه اللہ)) کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی دوسری سند سے ان لفظوں کا اضافہ نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان لفظوں کا ترجمہ یہ کہ وہ کفر میں واپس جانا نہ کرے سمجھے اس کے بعد کہ اللہ پاک نے اسے اس سے نکالا۔ مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے کافر تھے بعد میں اللہ نے اس کو ایمان و اسلام نصیب فرمایا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا الاسناد كله بصريون۔" یعنی اس سند میں سب کے سب بصری راوی واقع ہوئے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: حدیث مذکور میں ((ان یکون اللہ ورسوله احب الیہ مما سواهما)) فرمایا گیا ہے۔ جس میں ضمیر متنیہ "ہما" میں اللہ اور رسول ہر دو کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ جمع کرنا اس حدیث سے نکلتا ہے جس میں ذکر ہے کہ کسی خطیب نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ایک خطبہ بایں الفاظ دیا تھا: من یطع اللہ ورسوله فقد رشد ومن یعصهما آپ ﷺ نے یہ سن کر اظہارِ خفگی کے لئے فرمایا: ((بئس الخطیب انت)) یعنی تم اچھے خطیب نہیں ہو۔ آپ کی یہ خفگی یہاں ضمیر (ہما) پر تھی جب کہ خطیب نے "یعصهما" کہہ دیا تھا۔ اہل علم نے اس اشکال کے کئی جواب دیئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تعلیم اور خطبہ کے مواقع الگ الگ ہیں۔ حدیث ہذا میں آپ ﷺ نے بطور معلم اختصار و جامعیت کے پیش نظر یہاں "ہما" ضمیر استعمال فرمائی اور خطیب نے خطبہ کے موقع پر جب کہ تفصیل و تطویل کا موقع تھا۔ اختصار کے لئے "ہما" ضمیر استعمال کی جو بہتر نہ تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس پر خفگی فرمائی۔ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ حدیث مذکور میں مقام محبت میں ہر دو کو جمع کیا گیا ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اللہ و رسول کی محبت لازم و ملزوم، ہر دو کی محبت جمع ہوگئی تو نجات ہوگئی اور ایمان کا مدار ہر دو کی محبت پر ہے اور خطیب مذکور نے معصیت کے معاملہ میں دونوں کو جمع کر دیا تھا جس سے وہ ہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہر دو کی معصیت نقصان کا باعث ہے اور اگر کسی نے ایک کی اطاعت کی اور ایک کی نافرمانی تو یہ موجب نقصان نہیں حالانکہ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی اطاعت نہ کرنا بھی گمراہی اور رسول کی نافرمانی بھی گمراہی، اس لئے وہاں الگ الگ بیان ضروری تھا، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ضمیر فرمائی کہ تم کو خطبہ دینا نہیں آتا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکل الآثار میں یوں لکھا ہے کہ خطیب مذکور نے لفظ ”ومن يعصهما“ پر سکتہ کر دیا تھا اور ظہر کر بعد میں کہا ”فقد غوي“ اس سے ترجمہ یہ ہو گیا تھا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نیک ہے اور جو نیک ہے اور جو نافرمانی کرے وہ بھی، اس طرزِ ادا سے بڑی بھاری غلطی کا امکان تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطیب کو تنبیہ فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور میں ((مما سواهما)) کے الفاظ استعمال کئے گئے: ”ممن سواهما“ نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ الفاظ سابقہ میں بطورِ عموم اہل عقل اور غیر اہل عقل یعنی انسان حیوان، جانور، نباتات، جمادات سب داخل ہیں۔ ”ممن سواهما“ کہنے میں خاص اہل عقل مراد ہوتے، اس لئے ((مما سواهما)) کے الفاظ استعمال کیے گئے اور اس میں اس پر بھی دلیل ہے کہ اس تنبیہ کے استعمال میں کوئی برائی نہیں۔ حدیث مذکور میں اس امر پر بھی اشارہ ہے کہ نیکوں سے آراستہ ہونا اور برائیوں سے دور رہنا تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔

بَابُ: عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

بَاب: اس بیان میں کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے

۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ)). [طرفہ فی: ۳۷۸۴]

(۱۷) ہم سے اس حدیث کو ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہیں عبد اللہ بن جر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کو سنا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔“

[مسلم: ۲۳۵، ۲۳۶؛ نسائی: ۵۰۳۴]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی مرجعہ کی تردید کے لیے اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ انصار اہل مدینہ کا لقب ہے جو انہیں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی امداد و اعانت کے صلہ میں دیا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ پہنچی تو اس وقت مدینہ کے مسلمانوں نے آپ کی اور دیگر مسلمانوں کی جس طرح امداد فرمائی۔ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا جس کو اللہ کی طرف سے اس طرح قبول کیا گیا کہ قیامت تک مسلمان ان کا ذکر انصار کے معزز نام سے کرتے رہیں گے۔

اس نازک وقت میں اگر اہل مدینہ اسلام کی مدد کے لئے نہ کھڑے ہوتے تو عرب میں اسلام کے امھرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اس لئے انصار کی محبت ایمان کا جزو قرار پائی۔ قرآن پاک میں بھی جا بجا انصار و مہاجرین کا ذکر فرمایا ہے اور ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (۹۸/المیدہ: ۸) سے ان کو یاد کیا گیا ہے۔

انصار کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ ان کے باہمی جنگ و جدال کے متعلق

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وانما كان حالهم في ذلك حال المجتهدين في الاحكام للمصيب اجران وللمخطيء اجر واحد والله اعلم۔“ یعنی اس بارے میں ان کو ان مجتہدین کے حال پر قیاس کیا جائے گا جن کا اجتہاد درست ہو ان کو دو گنا ثواب ملتا ہے اور اگر ان سے خطا ہو جائے تو بھی وہ ایک ثواب سے محروم نہیں رہتے۔ المجتہد قد يخطيء ويصيبهم، ولهم اجران وللمخطيء اجر واحد۔ انصار کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ ان کے باہمی جنگ و جدال کے متعلق

انصار کے فضائل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا: ((لولا الهجرة لكنت امرا من الانصار)) (بخاری شریف) ”اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی اپنا شمار انصار ہی میں کرتا۔“ اللہ پاک نے انصار کو یہ عزت عطا فرمائی کہ قیامت تک کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شہر مدینہ میں ان کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔

ایک بار آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار ہی کی وادی کو اختیار کروں گا۔ اس سے بھی انصار کی شان و مرتبت کا اظہار مقصود ہے۔

باب: میں نے اس بات پر بیعت کی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا

بَابُ: [بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا]

(۱۸) ہم سے اس حدیث کو ابو الیمان نے بیان کیا، ان کو شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے نقل کرتے ہیں۔ انہیں ابو ادریس عائد اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور لیلۃ العقبہ کے (بارہ) نقیبوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ ”مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور نہ عدا کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (اللہ کی) نافرمانی نہ کرو گے۔ جو کوئی تم میں (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لئے بدلہ ہو جائے گی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے دے۔“ (عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی۔

۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: ((بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تُسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَاتُوا بَهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَاجْرَهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَسْتِرَّهُ اللَّهُ، فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ)).

[اطرافہ فی: ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴،

۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۰۵، ۷۱۹۹،

۷۲۱۳، ۷۴۶۸] [مسلم: ۴۴۶۱، ۴۴۶۲؛ ترمذی:

۱۴۳۹؛ نسائی: ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۸۹،

[۴۲۲۱، ۵۰۱۷]

تشریح: اس حدیث کے راوی عبادہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مکہ آ کر مقام عقبہ میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کی اور اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ ﷺ نے جن بارہ آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یہ ان میں سے ایک ہیں اور جنگ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں۔ (۳۳) ہجری میں (۴۲) سال کی عمر پر ان کا انتقال کیا اور رملہ میں دفن ہوئے۔ صحیح بخاری میں ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

انصار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں نے جب اسلام کی اعانت کے لئے مکہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو اسی بنا پر ان کا نام انصار ہوا۔ انصار امر کی جمع ہے اور ناصر مددگار کو کہتے ہیں۔ انصار عہد جاہلیت میں بنو قیلہ کے نام سے موسوم تھے۔ قیلہ اس ماں کو کہتے ہیں جو دو قبائل کی جامعہ

ہو۔ جس سے اوس اور خزرج ہر دو قبائل نراذ ہیں۔ ان ہی کے مجموعہ کو انصار کہا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون کے تحت جب ایک مجرم کو اس کے جرم کی سزا مل جائے تو آخرت میں اس کے لئے یہ سزا کفارہ بن جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی سزا دے۔ اسی طرح اللہ پر کسی نیکی کا ثواب دینا بھی ضروری نہیں۔ اگر وہ گناہ گار کو سزا دے تو یہ اس کا عین انصاف ہے اور گناہ معاف کر دے تو یہ اس کی عین رحمت ہے۔ نیکی پر اگر ثواب نہ دے تو یہ اس کی شان بے نیازی ہے اور ثواب عطا فرمادے تو یہ اس کا عین کرم ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب بغیر توبہ کئے مر جائے تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، چاہے تو اس کے ایمان کی برکت سے بغیر سزا دیے جنت میں داخل کرے اور چاہے سزا دے کر پھر جنت میں داخل کرے گا مگر شرک اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے بارے میں قانون الہی یہ ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء: ۱۱۶) جو شخص شرک پر انتقال کر جائے اللہ پاک اسے ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کسی مؤمن کا خون ناحق بھی نص قرآنی سے یہی حکم رکھتا ہے۔ اور حقوق العباد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب تک وہ بندے ہی نہ معاف کر دیں، معافی نہیں ملے گی۔ چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی عام آدمی کے بارے میں قطعی جنتی یا قطعی دوزخی کہنا جائز نہیں۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر ایمان دل میں ہے تو محض گناہوں کے ارتکاب سے انسان کا فریب نہیں ہوتا۔ مگر ایمان قلبی کے لئے زبان سے اقرار کرنا اور عمل سے ثبوت دینا بھی ضروری ہے۔ اس حدیث میں ایمان، اسلام، اخلاق، حقوق العباد کے وہ بیشتر مسائل آگئے ہیں۔ جن کو دین و ایمان کی بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ نیکی و بدی یقیناً ایمان کی کمی و بیشی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور جملہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں۔ ان احادیث کی روایت سے امیر المؤمنینؓ کا یہی مقصد ہے۔ پس جو لوگ ایمان میں کمی و بیشی کے قائل نہیں وہ یقیناً خطا پر ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر یا ہمیشہ کے لئے دوزخی بتلاتے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت کے مطابق یہاں لفظ باب بغیر ترجمہ کے ہے اور یہ ترجمہ سابق ہی سے متعلق ہے۔ ”ووجه التعلق انه لما ذكر الانصار في الحديث الاول اشار في هذا الى ابتداء السبب في تلقيهم بالانصار لان اول ذالك كان ليلة العقبة لما توافقوا مع النبي ﷺ عند عقبة منى في الموسم كما سيأتى شرح ذالك ان شاء الله تعالى في السيرة النبوية من هذا الكتاب“ یعنی اس تعلق کی وجہ یہ ہے کہ حدیث اول میں انصار کا ذکر کیا گیا تھا یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ لقب ان کو کیونکر ملا۔ اس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ ان لوگوں نے عقبہ میں منیٰ کے قریب نبی کریم ﷺ کی موافقت و امداد کے لئے پورے طور پر وعدہ کیا۔

لفظ ”عصا“ کا اطلاق زیادہ سے زیادہ چالیس پر ہو سکتا ہے۔ یہ بیعت اسلام تھی جس میں آپ نے شرک، بتد سے توبہ کرنے کا عہد لیا۔ پھر دیگر اخلاق برائیوں سے بچنے کا اور اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ لیا۔ جب کہ عرب میں یہ برائیاں عام تھیں۔ بہتان سے بچنے کا بھی وعدہ لیا۔ یہ جھوٹ ہے جس کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ الفاظ ((بین ایدیکم و ارجلکم)) میں دل سے کنایہ ہے۔ یعنی دل نے ایک بے حقیقت بات گھڑ لی۔ آگے آپ ﷺ نے اصولی بات پر عہد لیا کہ ہر نیک کام میں ہمیشہ اطاعت کرنی ہوگی۔ معروف ہر وہ چیز ہے جو شریعت کی نگاہ میں جانی ہوئی ہو۔ اس کی ضد منکر ہے جو شریعت میں نگاہ نفرت سے دیکھی جائے۔

بَابُ مِنَ الدِّينِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

باب: اس بیان میں کہ فتنوں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں شامل ہے

۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، (۱۹) ہم سے (اس حدیث کو) عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے

اسے مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ سے، انہوں نے اپنے باپ (عبد اللہ رضی اللہ عنہ) سے وہ ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا (سب سے) عمدہ مال (اس کی) بکریاں ہوں گی۔ جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور برساتی وادیوں میں اپنے دین کو بچانے کے لئے بھاگ جائے گا۔“

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ عَنَّمْ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَقْرَأُ بِلَدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ)) [أطرافه في: ٣٣٠٠، ٣٦٠٠،

٦٤٩٥، ٧٠٨٨] [ابوداؤد: ٤٢٦٧؛ نسائي:

١٥٠٥١؛ ابن ماجه: ٣٩٨٠]

تشریح: مقصد حدیث یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد اتنا بڑھ جائے کہ اس کی اصلاح بظاہر ناممکن نظر آنے لگے تو ایسے وقت میں سب سے یکسوئی بہتر ہے۔ فتنہ میں فتن، فجور کی زیادتی، سیاسی حالات کی بدعنوانی، اور کلی انتظامات کی بدعنوانی یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ جن کی وجہ سے مرد مومن کے لئے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت دشوار ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر محض دین کی حفاظت کے جذبے سے آدمی کسی تہائی کی جگہ چلا جائے۔ جہاں فتنہ و فساد سے بچ سکے تو یہ بھی دین ہی کی بات ہے اور اس پر بھی آدمی کو ثواب ملے گا۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی ہے کہ اپنے دین کو بچانے کے لئے سب سے یکسوئی اختیار کرنے کا عمل بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بکری کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس پر انسان آسانی سے قابو پالیتا ہے اور یہ انسان کے لئے مزاحمت بھی نہیں کرتی۔ یہ بہت ہی غریب اور مسکین جانور ہے۔ اس کو جنت کے چوپایوں میں سے کہا گیا ہے۔ اس سے انسان کو نفع بھی بہت ہے۔ اس کا دودھ بہت مفید ہے۔ جس کے استعمال سے طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیز اس کی سل بہت بڑھتی ہے۔ اس کی خوراک کے لئے بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جنگلوں میں اپنا پیٹ خود بھر لیتی ہے۔ ہا سانی پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ اس لئے فتنہ و فساد کے وقت پہاڑوں جنگلوں میں تہائی اختیار کر کے اس مفید ترین جانور کی پرورش سے گزران معیشت کا مناسب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور پیشین گوئی فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں بہت پر فتن زمانے آئے اور کتنے ہی بندگان الہی نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے آبادی سے ویرانوں کو اختیار کیا۔ اس لئے یہ عمل بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ اس سے ایمان و اسلام کی حفاظت مقصود ہے۔

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تفصیل کہ

”میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں۔“ اور

اس بات کا ثبوت کہ معرفت دل کا فعل ہے۔ اس

لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”لیکن (اللہ) گرفت

کرے گا اس پر جو تمہارے دلوں نے کیا ہوگا“

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَا

أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ)) وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ

فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

قُلُوبُكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢٥]

٢٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا (٢٠) یہ حدیث ہم سے محمد بن سلام نے بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ انہیں اس

عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمْرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ، قَالُوا: إِنَّا لَنَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ: ((إِنَّ اتِّقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ أَنَا)).

کی عہدہ نے خبر دی، وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں، ہشام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معصوم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لئے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کرنے کا حکم فرمائیے) (یہ سن کر) آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ خنقی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ ”بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔“ (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کر سکتے)۔

تشریح: اس باب کے تحت بھی امام بخاری رضی اللہ عنہما یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کا یہ فعل ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے قلب کی ایمانی کیفیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساری مخلوقات سے بڑھ کر تھی۔ یہاں امام بخاری رضی اللہ عنہما حرجیہ کے ساتھ کرامیہ کے قول کا بطلان بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور یہ حدیث ایمان کی کمی و زیادتی کے لئے بھی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان: ((إِنَّا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ)) سے ظاہر ہے کہ علم باللہ کے درجات ہیں اور اس بارے میں لوگ ایک دوسرے سے کم و زیادہ ہو سکتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اس معاملہ میں جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ چڑھ کر حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض صحابی آپ سے بڑھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس خیال کی تغلیط میں فرمایا کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ تم کتنی ہی عبادت کرو مگر مجھ سے نہیں بڑھ سکتے ہو اس لئے کہ معرفت خداوندی تم سب سے زیادہ مجھ ہی کو حاصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں میاں رومی ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ایسی عبادت جو طاقت سے زیادہ ہو، اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان معرفت رب کا نام ہے اور معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے ایمان محض زبانی اقرار کو نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے لئے معرفت قلب بھی ضروری ہے اور ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

باب: اس بیان میں کہ جو آدمی کفر کی طرف واپسی

کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے، تو اس کی یہ روش

بھی ایمان میں داخل ہے

بَابُ مَنْ كَفَرَ أَنْ يَعُودَ فِي

الْكُفْرِ كَمَا يُكْفَرُ أَنْ يُلْقَى فِي

النَّارِ مِنَ الْإِيمَانِ

٢١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا،

(٢١) اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا: ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور

وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يُعَوَّدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ)). (راجع: ۱۶] [مسلم: ۱۶۵، نسائی: ۵۰۰۳]

اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کیلئے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔“

تشریح: ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت فی الحقیقت بیٹھ جائے وہ کفر کو کسی حالت میں برداشت نہیں کرے گا۔ لیکن اس محبت کا اظہار محض اقرار سے نہیں بلکہ اطاعت احکام اور مجاہدہ نفس سے ہوتا ہے اور ایسا ہی آدی درحقیقت اسلام کی راہ میں مصیبتیں جمیل کر بھی خوش رہ سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عادات پاکیزہ اور استقامت یہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ ابھی پیچھے یہی حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ جس میں ((بعد اذ انقذہ اللہ)) کے لفظ نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لئے پچھلے صفحات کا مطالعہ کیا جائے۔

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهذا الحديث بمعنى حديث ذاق طعم الايمان من رضى بالله ربا وبالاسلام ديناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً وذلك انه لا يصح المحبة لله ورسوله حقيقة وحب الآدمي في الله ورسوله وكرهية الرجوع الى الكفر لا يكون الا لمن قوى الايمان يقينه واطمأننت به نفسه وانشرح له صدره وخالط لحمه ودمه وهذا هو الذي وجد حلاوته والحب في الله من ثمرات حب الله.“ (سراج الوهاج، ص: ۳۶)

یعنی یہ حدیث دوسری حدیث ((ذاق طعم الايمان..... الخ)) ہی کے معنی میں ہے جس میں وارو ہے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھ لیا جو اللہ سے از روئے رب ہونے کے راضی ہو گیا اور جس نے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند کر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول کے مان لیا، اس نے ایمان کا مزہ حاصل کر لیا۔ اور یہ نعمت اسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کو طاقت ور کر دیا ہو اور اس سے اس کا نفس مطمئن ہو گیا اور اس کا سینہ کھل گیا اور ایمان و یقین اس کے گوشت پوست اور خون میں داخل ہو گیا۔ یہی وہ خوش نصیب ہے جس نے ایمان کی حلاوت پائی اور اللہ کے لئے اس کے نیک بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔ پھر آگے نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت دلی میلان کا نام ہے۔ کبھی یہ حسین و جمیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے، کبھی اچھی آواز یا اچھے کھانے کی طرف، کبھی یہ لذت میلان کا طبعی معانی سے متعلق ہوتی ہے۔ جیسے صالحین و علماء و اہل فضل سے ان کے مراتب کمال کی بنا پر محبت رکھنا۔ کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہو جاتی ہے جو صاحب احسان ہیں۔ جنہوں نے تکالیف اور مصائب کے وقت مدد کی ہے۔ ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے اور اس قسم کی جملہ خوبیاں اللہ کے نبی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جمع ہیں۔ آپ کا جمال ظاہر و باطن اور آپ کے خصال حمیدہ اور فضائل اور جمیع السلیب پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ کی محبت عین تقاضائے ایمان ہے۔

آگے نواب رحمۃ اللہ علیہ نے عشق مجازی پر ایک طویل تبصرہ فرماتے ہوئے بتلایا ہے کہ ”ومن اعظم مکائد الشیطان ما فتن به عشاق صور المرء والنسوان وتلك لعمر الله فتنة كبرى وبلية عظيمة الخ۔“ یعنی شیطان کے عظیم تر جالوں میں سے ایک یہ جال ہے جس میں بہت سے عشاق مبتلا رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو لڑکوں اور عورتوں کی صورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں اور قسم اللہ کی یہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے بڑی مصیبت ہے۔ اللہ ہر مرد و مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ (آئیں۔)

امام مفسرین ناصر محمد شین نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ تحریم الخمر میں فرماتے ہیں:

”مرض عشق کو شراب و زنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک مناسبت خاص ہے۔ یہ مرض شہوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کسی مزاج پر شہوت غالب آ جاتی ہے تو یہ بیماری اس شہوت پرست کو پکڑ لیتی ہے جب وصال معشوق محال ہوتا ہے یا میسر نہیں آتا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔“

لہذا کتب دین میں عشق کی مذمت آئی ہے اور اس کا انجام شرک ٹھہرایا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی جگہ اس منحوس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زینجا میں افراط محبت بلطف "شغف حب" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زینجا سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرد عشاق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلیٰ پر فریفتہ تھا۔ اس سے بدتر عشق اہل فرس کا ہے کہ وہ مرد پر شیفہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قوم لواط اور اظلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ زنا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شرابی، زانی ہو جاتا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو وحید الہی سے روک کر گرفتار شرک و بت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق مہشوق کا بندہ ہو جاتا ہے اس کی رضامندی کو خالق کی رضامندی پر مقدم رکھتا ہے۔ یہی اس کی ضم پرستی ہے۔ کتاب اغاثۃ اللہفان و کتاب الدواء الخافی اور دیگر رسائل میں آفات ومصائب عشق کو تفصیل وار لکھا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس شرک شیریں و کفر نمکین سے بچا کر اپنی محبت بخشے اور جہازے حقیقت کی طرف لائے۔ حدیث میں آیا ہے: "حبك الشیء یعمی ویصم۔" یعنی کسی چیز کی محبت تجھ کو اندھا بہرہ بنا دیتی ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہی حال مقلدین جاہلین کا ہے جن کا طور طریقہ بالکل ان لوگوں کے مطابق ہے۔ جن کا حال اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے انہ جہتدین کا احترام اپنی جگہ پر ہے مگر ان کے ہر فتویٰ ہر ارشاد کو وحی آسمانی کا درجہ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین

بابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ

باب: (اس بیان میں کہ) ایمان والوں کا عمل میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا (عین ممکن ہے)

(۲۲) ہم سے اسماعیل نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ان سے مالک نے، وہ عمرو بن یحییٰ المازنی سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو، اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوسلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے (یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا) اس وقت وہ دانے کی طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا کہ ہم سے عمرو نے (حیا کے بجائے) "حیاء" اور (خردل من ایمان) کی بجائے "خردل من خیر" کا لفظ بیان کیا۔

۲۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ [تَعَالَى]: أَخْرَجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ. فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا قِدَّ اسْوَدُّوا فَيَلْقَوْنَ فِي نَهْرٍ الْحَيَاةِ أَوْ الْحَيَاةِ. شَكَ مَالِكٌ. فَيَنْتَوْنُ كَمَا تَنْبَتُ الْجَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً؟)) قَالَ وَهَيْبٌ: حَدَّثَنَا عَمْرُو: ((الْحَيَاةِ)). وَقَالَ ((خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ)).

[اطرافہ فی: ۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ۶۵۶۰، ۶۵۷۴،

[۷۴۳۹، ۷۴۳۸] [مسلم: ۴۵۷، ۴۵۸]

تشریح: اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جس کسی کے دل میں ایمان کم سے کم ہوگا۔ کسی نہ کن دل وہ مشیت ایزدی کے تحت اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان پر نجات کا مدار تو ہے۔ مگر اللہ کے یہاں درجات اعمال ہی سے ملیں گے۔ جس قدر اعمال عمدہ اور نیک ہوں گے اس قدر اس کی عزت ہوگی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ کہ کچھ لوگ ایمان میں ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے قلوب میں ایمان محض ایک رائی کے دانہ برابر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی میں اس قدر وضاحت کے بعد بھی جو لوگ جملہ ایمانداروں کا ایمان یکساں مانتے ہیں اور کسی بیشی کے قائل نہیں ان کے اس قول کا خود اندازہ کر لینا چاہیے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ووجه مطابقت هذا الحديث للترجمة ظاهر و اراد بايراده الرد على المرجئة لما فيه من ضرر المعاصي مع الايمان وعلى المعتزلة في ان المعاصي موجبة للخلود.“

یعنی اس حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں اس حدیث کے لانے سے مقصد مرجیہ کی تردید کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایمان کے باوجود معاصی کا ضرر نقصان بتلایا گیا ہے اور معتزلہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ گناہ گار لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمْصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدْيِ، وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عَمْرُ بْنُ النَّخَّاطِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجْرُهُ))، قَالُوا: فَمَا أَوْلَتْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الَّذِينَ)) [اطرافه في: ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، مسلم: ۶۱۸۹]

(۲۳) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے ابراہیم بن سعد نے، وہ صالح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن شہاب سے، وہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایک وقت سو رہا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ گرتے پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرتہ سینے تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا ہے۔ (پھر) میرے سامنے عمر بن خطاب لائے گئے۔ (ان کے بدن) پر (جو) کرتہ تھا۔ اسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔“ (یعنی ان کا کرتہ زمین تک نیچا تھا) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”(اس سے) دین مراد ہے۔“

ترمذی: ۲۲۸۵، ۲۲۸۶؛ نسائی: ۵۰۲۶]

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات میں اس طرح جمع ہو گیا کہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنی فداکاری و جان نثاری اور دینی عظمت کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر ہے اور بزرگی و عظمت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اسلام کو جو ترقی اور بحیثیت دین کے جو شوکت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے ہوئی وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کرتہ سب سے بڑا تھا، اس لئے ان کی دین بھی اوروں سے بڑھ کر تھی۔ دین کی اسی کی بیشی میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس روایت کے نقل کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے۔

”ومطابقته للترجمة ظاهرة من جهة تأويل القمص بالدين وقد ذكر انهم متفاضلون في لبسها فدل على انهم متفاضلون في الايمان.“ (تح الباری) یعنی حدیث اور باب کی مطابقت ہاں طور ظاہر ہے کہ قیموں سے دین مراد ہے اور مذکور ہوا کہ لوگ ان کے پہننے میں کی بیشی کی حالت میں ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ وہ ایمان میں بھی کم و بیش ہیں۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی هذا الحديث التشبيه البليغ وهو تشبيه الدين بالقميص لانه ليستر عورة الانسان وكذلك الدين يستر من النار وفيه الدلالة على التفاضل في الايمان كما هو مفهوم تاويل القميص الدين مع ما ذكره من ان اللابسين يتفاضلون في لبسه۔“

یعنی اس حدیث میں ایک گہری بلیغ تشبیہ ہے جو دین کو قمیص کے ساتھ دی گئی ہے، قمیص انسان کے جسم کو چھپانے والی ہے، اسی طرح دین اسے دوزخ کی آگ سے چھپالے گا، اس میں ایمان کی کمی بیشی پر بھی دلیل ہے جیسا کہ قمیص کے ساتھ دین کی تعبیر کا مفہوم ہے۔ جس طرح قمیص پہننے والے اس کے پہننے میں کم بیش ہیں اسی طرح دین میں بھی لوگ کم بیش درجات رکھتے ہیں، پس ایمان کی کمی بیشی ثابت ہوئی۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں امام الحدیثین رحمہ اللہ آگے ان چیزوں کا بیان شروع فرما رہے ہیں، جن کے نہ ہونے سے ایمان میں نقص لازم آتا ہے۔ چنانچہ اگلا باب اس مضمون سے متعلق ہے۔

باب: شرم و حیا بھی ایمان سے ہے

بَابُ: الْحَيَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ

(۲۴) عبد اللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک بن انس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ سالم بن عبد اللہ سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ نے اس انصاری سے فرمایا کہ ”اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔“

۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ)) [طرفہ فی: ۶۱۱۸]

[ابوداؤد: ۴۷۹۵؛ نسائی: ۵۰۴۸]

تشریح: بخاری کتاب الادب میں یہی روایت ابن شہاب سے آئی ہے۔ اس میں لفظ يعظ کی جگہ يعاتب ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ انصاری اس کو اس بارے میں عتاب کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انصاری سے فرمایا اسے اس کی حالت پر رہنے دو۔ حیا ایمان ہی کا حصہ ہے۔ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان برائی کی نسبت اپنے نام کے ساتھ ہونے سے ڈرے۔ حرام امور میں حیا کرنا واجب ہے اور مکروہات میں بھی حیا کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ الحیا لایاتی الابخییر کا بھی مطلب ہے کہ حیا خیر ہی خیر لاتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے۔ خف الله على قدرته عليك واستحي منه على قدرة قربه منك۔ اللہ کا خوف پیدا کرو اس اندازہ کے مطابق کہ وہ تمہارے اوپر کتنی زبردست قدرت رکھتا ہے اور اس سے شرم رکھو یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ وہ تم سے کس قدر قریب ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ کا خوف پورے طور پر ہو کہ وہ تمہارے اوپر اپنی قدرت کامل رکھتا ہے جب وہ چاہے اور جس طرح چاہے تم کو پکڑے اور اس سے شرم و حیا بھی اس خیال سے ہونی چاہیے کہ وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

الغرض حیا اور شرم انسان کا ایک فطری نیک جذبہ ہے جو اسے بے حیائی سے روک دیتا ہے اور اس کے طفل وہ بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ حیا سے مراد وہ بے جا شرم نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان کی جرأت عمل ہی مفقود ہو جائے۔ وہ اپنے ضروری فرائض کی ادائیگی میں بھی شرم و حیا کا بہانہ تلاش کرنے لگے۔ امام الحدیثین رحمہ اللہ اس حدیث کی نقل سے بھی مرچہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو ایمان کو صرف قول بلا عمل مانتے ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ میں جملہ اعمال صالحہ و عادات سیرہ کو ایمان ہی کے اجزا قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ شرم و حیا جیسی پاکیزہ عادت بھی ایمان میں داخل ہے۔

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہ ”اگر وہ (کافر) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی ان سے جنگ نہ کرو)“

بَابُ: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ [التوبة: ۵]

(۲۵) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ابو روح حری بن عمارہ نے، ان سے شعبہ نے، وہ واقد بن محمد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے، سوائے اسلام کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔“

۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَانَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)). [مسلم: ۱۲۹]

تشریح: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابواب ایمان میں لانے سے فرقہ خالہ مرجیہ کی تردید مقصود ہے جن کا گمان ہے کہ ایمان کے لیے عمل کی حاجت نہیں۔ آیت اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے توبہ کرنے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی جنگ نہ کرو۔ اور حدیث میں اس کی تفسیر مزید کے طور پر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ کلمہ شہادت کا بھی ذکر کیا گیا اور بتلایا گیا کہ جو لوگ ان ظاہری اعمال کو بجالائیں گے ان کو یقیناً مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور وہ جملہ اسلامی حقوق کے مستحق ہوں گے۔ رہا ان کے دل کا حال سو وہ اللہ کے حوالہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا وہی ہے۔

((الایحی الاسلام)) کا مطلب یہ ہے کہ تو ان میں اسلام کے اگر وہ کسی سزا یا حد کے مستحق ہوں گے تو اس وقت ان کا ظاہری اسلام اس بارے میں رکاوٹ نہ بن سکے گا اور شرعی سزا یا ضرور ان پر لاگو ہوگی۔ جیسے حصن زانی کے لئے رجم ہے۔ ناحق خون ریزی کرنے والے کے لئے قصاص ہے۔ یا جیسے وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد زکوٰۃ سے انکار کر دیا تھا۔ جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمایا کہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ جو لوگ نماز کی فرضیت کے قائل ہیں مگر زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں ان سے میں ضرور مقاتلہ کروں گا۔ ((الایحی الاسلام)) میں ایسے جملہ امور داخل ہیں۔ آیت مبارکہ مذکورہ سورہ توبہ میں ہے جو پوری یہ ہے:

﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (التوبة: ۵)

”یعنی حرمت کے مہینے گزرنے کے بعد (مدافعتی طور پر) مشرکین سے جنگ کرو اور جہاں بھی تمہارا داد و گانگہ ان کو مارو، پکڑو، قید کر لو اور ان کے پکڑنے یا زیر کرنے کے لئے ہر گتات میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ شرارت سے توبہ کریں اور (اسلام قبول کر کے) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ پاک بخشنے والا مہربان ہے۔“

آیت مبارکہ کا تعلق ان مشرکین عرب کے ساتھ ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیا اور ہر وقت وہ مدینہ کی اینٹ بجانے کی فکر میں رہے اور ”خود جیو اور دوسروں کو جینے دو“ کا فطری اصول بھلا دیا۔ آخر مسلمانوں کو مجبوراً مدافعت کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ آیت کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے اس پر بھی ان کو آزادی دی گئی کہ اگر وہ جارحانہ اقدام سے باز آجائیں اور جنگ بند کر کے جزیہ ادا کریں تو ان کو امن دیا جائے گا اور اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر وہ اسلامی برادری کے فرد بن جائیں گے اور جملہ اسلامی حقوق ان کو حاصل ہوں گے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ویؤخذ من هذا الحديث قبول الاعمال الظاهرة والحكم بما يقتضيه الظاهر والاكتفاء في قبول الايمان للاعتقاد

الجازم۔“

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال ظاہری کو قبول کیا جائے گا اور ظاہری حال ہی پر حکم لگایا جائے گا اور پختہ اعتقاد کو قبولیت ایمان کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ویؤخذ منه ترك تكفير اهل البدع المقرين بالتوحيد الملتزمين للشرائع وقبول توبة الكافر من كفره من غير

تفصيل بين كفر ظاهر او باطن۔“

یعنی اس حدیث سے یہ بھی لیا جائے گا کہ جو اہل بدعت تو حید کے قراری اور شرائع کا التزام کرنے والے ہیں ان کی تکفیر نہ کی جائے گی اور یہ کہ کافر کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے کہ وہ توبہ ظاہری کر رہا ہے یا اس کے دل سے بھی اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ ہاں جو لوگ محبت بدعت میں گرفتار ہو کر علانیہ توبہ ہیں وانکار سنت کریں گے وہ ضرور آیت کریمہ:

﴿إِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ﴾ (آل عمران: ۳۲) کے مصداق ہوں گے۔

امام الحدیثین رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے اور یہ بتلاتے ہوئے کہ اعمال بھی ایمان ہی میں داخل ہیں، تفصیل مزید کے طور پر آگے بٹھانا چاہتے ہیں کہ بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی میں لفظ عمل استعمال ہوا ہے اور وہاں اس سے ایمان مراد ہے۔ پس مرجیہ کا یہ قول کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، باطل ہے۔ علامہ مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی الحديث رد علی المرجئة فی قولهم ان الايمان غير مفتقر الى الاعمال وفيه تنبيه على ان الاعمال من

الایمان والحديث موافق لقوله تعالى فان تابوا واقاموا الصلوة فخلوا سبيلهم متفق عليه اخرجه البخاری فی الايمان والصلوة ومسلم فی الايمان الا ان مسلما لم يذكر الا بحق الاسلام لكنه مراد والحديث اخرجه ايضا الشيخان من حديث

ابی هريرة والبخاری من حديث انس ومسلم من حديث جابر۔“ (مرعاة جلد اول: / ص ۳۶)

مراد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان اور کتاب الصلوة میں نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایمان میں اور وہاں لفظ الا بحق الاسلام ذکر نہیں ہوا لیکن مراد وہی ہے نیز اس حدیث کو شیخین نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بخاری نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اور مسلم نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ
باب: اس شخص کے قول کی تصدیق میں جس نے کہا ہے کہ ایمان عمل (کا نام) ہے

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الزخرف: ۷۲] کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور یہ جنت ہے، اپنے عمل کے بدلے میں تم جس کے مالک ہوئے۔“ اور بہت سے اہل علم حضرات ارشاد باری

تَعَالَى ﴿قَوْرَبِكَ.....﴾ الخ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں سے ”لا الہ الا اللہ“ کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”عمل کرنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنا چاہیے۔“

وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿قَوْرَبِكَ لِنَسْأَلَنَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الحجر: ۹۲-۹۳] عَنْ قَوْلٍ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَقَالَ تَعَالَى ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ﴾. [الصافات: ۶۱]

(۲۶) ہم سے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل دونوں نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ کہا گیا: اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ کہا گیا: پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”حج مبرور۔“

۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: ((إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ)) قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حَجٌّ مَبْرُورٌ)). [طرفه في: ۱۵۱۹] [مسلم: ۲۴۸]

نسائی: ۵۰۰۰

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی ثابت فرما رہے ہیں کہ ایمان اور عمل ہر دو شے درحقیقت ایک ہی ہیں اور قرآنی آیات میں جو یہاں مذکور ہیں لفظ عمل استعمال کر کے ایمان مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿وَتِلْكَ الْحَنَّةُ الَّتِي أُورِثُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۴۳/الزخرف: ۷۲) میں ہے اور بہت سے اہل علم جیسے حضرت انس بن مالک اور مجاہد اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بالاتفاق کہا ہے کہ آیت کریمہ ﴿قَوْرَبِكَ﴾ الخ میں ﴿عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱۵/الحجر: ۹۳) سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مراد ہے۔ کہ قیامت کے دن اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آیت مبارکہ: ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ﴾ (۳۷/الصافات: ۶۱) میں بھی ایمان مراد ہے۔ مقصد یہ کہ کتاب اللہ کی اسی قسم کی جملہ آیات میں عمل کا لفظ استعمال میں لا کر ایمان مراد لیا گیا ہے۔ پھر حدیث مذکور میں نہایت صاف لفظوں میں موجود ہے ای عمل افضل کون سا عمل بہتر ہے؟ جواب میں فرمایا ایمان باللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ یہاں اس بارے کی ایسی صراحت موجود ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ باب کا مطلب بھی یہیں سے نکلتا ہے، کیونکہ یہاں ایمان کو صاف صاف لفظوں میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ عمل سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے اعمال کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ایمان سے یہاں اللہ ورسول پر یقین رکھنا مراد ہے۔ اسی ایمانی طاقت کے ساتھ مرد مؤمن میدان جہاد میں گمازن ہوتا ہے۔ حج مبرور سے خالص حج مراد ہے جس میں ریا و سود کا شائبہ نہ ہو۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی گناہوں سے توبہ کرے۔ پھر گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں:

”فما وقع في القرآن من عطف العمل على الايمان في مواضع فهو من عطف العام على الخاص لمزيد الاهتمام بالخاص والله اعلم۔“

یعنی قرآن پاک کے بعض مقامات پر عمل کا عطف ایمان پر واقع ہوا ہے اور یہ اہتمام خاص کے پیش نظر عام کا عطف خاص پر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ایمان قول بلا عمل کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ مراسر خطا پر ہیں اور کتاب و سنت سے ان کا یہ عقیدہ باطل ظاہر و باہر ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے والے حضرت ابو زرعہ غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان باللہ کے بعد جہاد کا پھر حج مبرور کا ذکر ہے۔ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ میں حج کا ذکر چھوڑ کر حق یعنی غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں نماز پھر بر (نیکی) پھر جہاد کا ذکر ہے۔ بعض جگہ پہلا اس شخص کا ذکر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ یہ جملہ اختلافات احوال مختلفہ کی بنا پر اور اہل خطاب کی ضروریات کی بنا پر ہیں۔ بعض جگہ سامعین کو جو چیز معلوم تھیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور جو معلوم کرنا تھا اسے ذکر کر دیا گیا۔ اس روایت میں جہاد کو مقدم کیا جو ارکانِ خمسہ میں سے نہیں ہے اور حج کا ذکر کیا جو ارکانِ خمسہ میں سے ہے۔ یہ اس لئے کہ جہاد نفع متعدی ہے یعنی پوری ملت کو حاصل ہو سکتا ہے، اور حج کا نفع ایک حاجی کی ذات تک منحصر ہے۔ آیت مبارکہ ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ﴾ الآیۃ سورہ زخرف میں ہے اور آیت مبارکہ ﴿فَلَوْ رُكِبَ﴾ الآیۃ سورہ بقرہ میں ہے اور آیت مبارکہ ﴿لَمَثَلٌ هَذَا﴾ الآیۃ سورہ صافات میں ہے۔

تسمیہ: امام الدینیانی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ تراجم ابواب پر نظر غائر ڈالنے سے آپ کی دقت نظر و وسعت معلومات، مجتہدانہ بصیرت، خداداد قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔ مگر تعصب کا برا ہوا آج کل ایک جماعت نے اسی کو ”خدمت حدیث“ قرار دیا ہے کہ آپ کی علمی شان پر جاوے جائے کہ آپ کے خداداد مقام کو گرا لیا جائے اور صحیح بخاری شریف کو اللہ نے جو قبولیت عام عطا کی ہے جس طور پر بھی ممکن ہو اسے عدم قبولیت میں تبدیل کیا جائے۔ اگرچہ ان حضرات کی یہ غلط کوشش بالکل بے سود ہے۔ پھر بھی کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی ایسی نامبارک مساعی سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ ان ”حضرات“ کی ایک نئی اناجی بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی کے لئے ناقل محض تھے۔ مجتہدانہ بصیرت ان کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ یہ قول اتنا باطل اور بے ہودہ ہے کہ اس کی تردید میں دفتر لکھے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت ہم سرمدت صرف جتہ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر تبصرہ نقل کرتے ہیں جس میں واضح ہو جائے گا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایسی ہرزہ سرائی کرنے والوں کی دیانت و امانت کس درجہ میں ہے۔ یہ تبصرہ حضرت علامہ مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ ایک دن ہم اس حدیث میں بحث کر رہے تھے۔

((لو كان الايمان عند الثريا لنالہ رجال اور جل من هؤلاء یعنی اہل فارس و فی رواية: لنالہ رجال من هؤلاء))

میں نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں داخل ہیں۔ کس لئے کہ خدائے منان نے حدیث کا علم انہیں کے ہاتھوں مشہور کیا ہے اور ہمارے زمانے تک حدیث کا سنا صحیح متصل اسی مرد کی ہمت مردانہ سے باقی رہی۔ (جس شخص کے ساتھ بحث ہو رہی تھی) وہ شخص اہل حدیث سے ایک قسم کا بغض رکھتا تھا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقہیوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے اس نے میری بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے حافظ تھے نہ عالم۔ ان کو ضعیف اور حدیث صحیح کی پہچان تھی لیکن فقہ اور فہم میں کامل نہ تھے (اے جاہل! تو نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پر غور نہیں کیا اور نہ ایسی بات ان کے حق میں نہ نکالتا۔ وہ تو فقہ اور فہم اور باریکی استنباط میں طاق ہیں اور مجتہد مطلق ہیں اور اس کے ساتھ حافظ حدیث بھی تھے، یہ فضیلت کسی مجتہد کو بہت کم نصیب ہوتی ہے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ (کیونکہ جواب جاہلانہ باشد خوشی) اور اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تقریب میں لکھتے ہیں: محمد بن اسمعیل امام الدنیا فی فقہ الحدیث یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سب دنیا کے امام ہیں فقہ حدیث اور یہ امر اس شخص کے نزدیک جس نے فن حدیث کا تتبع کیا ہو، بدیہی ہے۔ بعد اس کے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چند تحقیقات علمیہ جو سو اہل علم کے کسی نے نہیں کی ہیں، بیان کیں اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہ میری زبان سے نکلا۔ (مقدمہ تبصیر الباری ص: ۲۷، ۲۸)

صاحب ایضاح البخاری (دیوبند) نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجتہد تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے ص (۲۰) پر مرقوم ہے۔ مگر دوسری طرف کچھ ایسے متعصب بھی موجود ہیں جن کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طور بھی ممکن ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تخفیف و تنقیص و تجہیل کی جائے۔

ایسے حضرات کو یہ حدیث قدسی یاد رکھنی چاہیے: ((من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب)) اللہ کے پیارے بندوں سے عداوت رکھنے والے اللہ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور نتیجہ دیکھ لیں کہ اس جنگ میں ان کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے پیارے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدائی تھے۔

یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی جگہ پر امت کے لئے باعث صد فخر ہیں۔ ان کی مجتہدانہ مساعی کے شکر یہ سے امت کسی صورت میں بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کی تعریف اور توصیف میں ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص و تجہیل کرنا شروع کر دیں، یہ انتہائی غلط قدم ہوگا۔ اللہ ہم سب کو نیک سمجھ عطا فرمائے۔ (آئیں)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ نہ صرف محدث، فقیہ، مفسر بلکہ ولی کامل تھے۔ خدا پرستی اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں آپ کو زنبور نے سترہ بار کاٹا اور آپ نے نماز میں اف تک نہ کی۔ نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سترہ جگہ زنبور کا ڈنگ لگا اور جسم کا بیشتر حصہ سوچ گیا ہے۔ آپ کی سخاوت کا چہر طرف تھا خصوصاً طلبائے اسلام کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے، اسی لئے علمائے معاصرین میں سے بہت بڑی تعداد کا یہ متفقہ قول ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علم پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے، وہ اللہ پاک کی آیات قدرت میں سے زمین پر پڑنے پھرنے والی ایک زندہ نشانی تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مناقب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ اور ان کے زمانہ کے علما کے بیان کردہ ہیں اگر ہم بعد والوں کے بھی اقوال نقل کریں تو کاغذ ختم ہو جائے گا اور عمر تمام ہو جائے گی مگر ہم ان سب کو نہ لکھ سکیں گے۔ مطلب یہ کہ بیشار علمانے ان کی تعریف کی ہے۔

بَابُ: إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ

باب: جب حقیقی اسلام پر کوئی نہ ہو

بلکہ محض ظاہر طور پر مسلمان بن گیا ہو یا قتل کے خوف سے تو (لغوی حیثیت سے اس پر) مسلمان کا اطلاق درست ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: ”جب دہیہاتوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ظاہر طور پر مسلمان ہو گئے۔“ لیکن ایمان حقیقتاً حاصل ہو تو وہ باری تعالیٰ کے ارشاد: ”بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔“ کا مصداق ہے (آیات شریفہ میں لفظ ایمان اور اسلام ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے)۔ ”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے گا اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا۔“

(۲۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور سعد رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ (وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا میں اسے مومن گمان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”مومن یا مسلمان؟“ میں تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر پہلی بات

وَكَانَ عَلَى الْإِسْتِسْلَامِ أَوْ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾ [الحجرات: ۱۴] فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آیة آک] عمران: ۱۹] ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آک عمران: ۸۵]

۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ رَسُوْلٍ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ . فَقَالَ: ((أَوْ))

دہرانے لگا۔ آپ ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ”اے سعد! باوجودیکہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظر انداز کر کے) کسی اور دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور) اللہ سے آگ میں اوندھا ڈال دے۔“

مُسْلِمًا)) فَسَكَتَ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعَدْتُ لِمَقَالَتِي، فَقُلْتُ: مَا لِفُلَانٍ؟ فَوَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) فَسَكَتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعَدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((يَا سَعْدُ! إِنِّي لَأَعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ خَشِيَةً أَنْ يَكْبَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ)). [طرفہ فی:

[۱۴۷۸] [مسلم: ۳۷۸، ۳۷۹؛ ابوداؤد: ۴۶۸۳،

۴۶۸۵؛ نسائی: ۵۰۰۷، ۵۰۰۸]

اس کو یونس، صالح، اور زہری کے جتنیچے عبداللہ نے انہی سے روایت کیا۔

وَرَوَاهُ يُونُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَأَبْنُ أُجَيْبٍ الزُّهْرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

تشریح: آیت کریمہ میں، بسواحد کے کچھ بدویوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں آ کر اپنے اسلام کا اظہار بطور احسان کر رہے تھے، اللہ نے بتایا کہ یہ ہمارا احسان ہے نہ کہ تمہارا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں قسم کھا کر مؤمن ہونے کا بیان دیا تھا۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ ایمان دل کا فعل ہے کسی کو کسی کے باطن کی کیا خبر، ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا حکم لگا سکتے ہو۔ اس باب اور اس کے ذیل میں یہ حدیث لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام عند اللہ وہی قبول ہے جو دل سے ہو۔ ویسے دنیاوی امور میں ظاہری اسلام بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان اور اسلام شرعی میں اتحاد ثابت کر رہے ہیں اور یہ اسی مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر ہے جو اللہ نے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھی۔

بَابُ: إِفْتِئَاءِ السَّلَامِ، مِنْ بَابِ: سَلَامٍ پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے

الإِسْلَامِ

عمار نے کہا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا اس نے سارا ایمان حاصل کر لیا۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا، سلام کو عالم میں پھیلانا اور تنگ دستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

وَقَالَ عَمَّارٌ: ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ: الْإِنصَافَ مِنْ نَفْسِكَ، وَبَذَلَ السَّلَامَ لِلْعَالَمِ، وَالْإِنْفَاقَ مِنَ الْإِقْتَارِ.

(۲۸) ہم سے تنبیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، انہوں نے ابوالخیر سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔“

۲۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تَطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)). [راجع: ۱۲:

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی مرجعہ کی تردید فرما رہے ہیں کہ اسلام کے معمولی اعمال صالحہ کو بھی ایمان میں شمار کیا گیا ہے۔ لہذا مرجعہ کا مذہب باطل ہے۔ کھانا کھانا اور اہل اسلام کو عام طور پر سلام کرنا الغرض جملہ اعمال صالحہ کو ایمان کہا گیا ہے اور حقیقی اسلام بھی یہی ہے۔ ان اعمال صالحہ کے کم و بیش ہونے پر ایمان کی کمی و بیشی منحصر ہے۔

اپنے نفس سے انصاف کرنا یعنی اس کے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے بارے میں اس کا محاسبہ کرتے رہنا مراد ہے اور اللہ کی عنایات کا شکر یہ ادا کرنا اور اس کی اطاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرنا بھی نفس سے انصاف کرنے میں داخل ہے۔ نیز ہر وقت ہر حال میں انصاف مد نظر رکھنا بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ وَكُفْرِ دُونِ كُفْرٍ

باب: خاوند کی ناشکری کے بیان میں اور ایک کفر کا (اپنے درجہ میں) دوسرے کفر سے کم ہونے کا بیان

فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. اس بارے میں وہ حدیث جسے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ)) قِيلَ: أَيْ كُفْرًا بِاللَّهِ؟ قَالَ: ((نَكْفُرُ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرُونَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)). [اطرافہ فی: ۴۳۱، ۷۴۸، ۱۰۵۲، ۳۲۰۲، ۵۱۹۷] [مسلم: ۲۱۰۹؛ نسائی: ۱۶۹۲]

اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، وہ امام مالک سے، وہ زید بن اسلم سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے دوزخ دکھائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھران میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھی گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔“

تشریح: امام الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کفر و طرح کا ہوتا ہے ایک تو کفر حقیقی ہے جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے۔ دوسرے بعض گناہوں کے ارتکاب پر بھی کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ مگر یہ کفر حقیقی کفر سے کم ہے۔ ابوسعید والی حدیث کتاب الجہنم میں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے عورتوں کو صدمتے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے دوزخ میں زیادہ تر تم کو دیکھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کا کفر یعنی ناشکری کرتی ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بڑی لمبی ہے۔ جو بخاری کی کتاب الکسوف میں ہے۔ یہاں استدلال کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک ٹکڑا ذکر فرمایا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی هذا الحدیث وعظ الرئيس المروس وتحريضه على الطاعة ومراجعة المتعلم العالم والتابع المتبوع فيما قاله اذا لم يظهر له معناه..... الخ۔“

یعنی اس حدیث کے تحت ضروری ہوا کہ سردار اپنے ماتحتوں کو وعظ و نصیحت کرے اور نیکی کے لیے ان کو رغبت دلائے اور اس سے یہ بھی نکلا کہ شاگرد اگر استاد کی بات پورے طور پر نہ سمجھ پائے تو استاد سے دوبارہ دریافت کر لے اور اس حدیث سے ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ثابت ہوا اور یہ بھی

معلوم ہوا کہ معاصی سے ایمان گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ معاصی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے مگر یہ وہ کفر نہیں ہے جس کے ارتکاب سے دوزخ میں ہمیشہ رہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کا ایمان جیسے خاندان کی ناشکری سے گھٹ جاتا ہے، ویسے ہی ان کی شکرگزاری سے بڑھ جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کفر دون کفر کا کلمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس قول سے لیا ہے جو آپ نے آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ﴾ (۵/المائدہ: ۴۴) کی تفسیر میں فرمایا ہے: (اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے سوائے لوگ کافر ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ کفر مراد نہیں ہے جس کی سزا خود فی النار ہے۔ اس لئے علمائے محققین نے کفر چار قسموں پر تقسیم کیا ہے (۱) کفر بالکل انکار کے معنی میں ہے، یعنی اللہ پاک کا بالکل انکار کرنا اس کا وجود ہی نہ تسلیم کرنا، قرآن مجید میں زیادہ تر ایسے ہی کافروں سے خطاب کیا گیا ہے (۲) کفر جو دے یعنی اللہ کو دل سے حق جاننا مگر اپنے دنیاوی مفاد کے لئے زبان سے اقرار نہ کرنا، مشرکین مکہ میں سے بعض کا ایسا ہی کفر تھا، آج بھی ایسے بہت لوگ ملتے ہیں (۳) کفر عناد ہے یعنی دل میں تصدیق کرنا زبان سے اقرار بھی کرنا مگر احکام الہی کو تسلیم نہ کرنا اور توحید و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو ماننے کے لیے تیار نہ ہونا، ماضی و حال میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ (۴) کفر نفاق ہے یعنی زبان سے اقرار کرنا مگر دل میں یقین نہ کرنا جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا آمَنُوا مِمَّا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ (۲/البقرہ: ۱۳) میں مذکور ہے۔ (یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ) ”جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا یقین ایمان لاؤ جیسا کہ دوسرے لوگ (انصار و مہاجرین) لائے ہوئے ہیں تو جواب میں کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہم بھی بے وقوفوں جیسا ایمان لے آئیں۔ یاد رکھو یہی (منافق) بے وقوف ہیں۔ لیکن ان کو علم نہیں ہے۔“

بَابُ: الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ

باب: گناہ جاہلیت کے کام ہیں

الْجَاهِلِيَّةِ

اور گناہ کرنے والا گناہ سے کافر نہیں ہوتا، مگر شرک سے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر سے فرمایا تھا: ”تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت کی بو آتی ہے۔“ (اس برائی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کافر نہیں کہا) اور اللہ نے سورہ نساء میں فرمایا ہے: ”بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے وہ بخش دے۔“ (سورہ حجرات میں فرمایا) اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو (اس آیت میں اللہ نے اس گناہ کبیرہ قتل و غارت کے باوجود ان لڑنے والوں کو مؤمن ہی کہا ہے)۔

(۳۰) ہم سے بیان کیا عبدالرحمن بن مبارک نے، کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زید نے، کہا ہم سے بیان کیا ابویوب اور یونس نے، انہوں نے حسن سے، انہوں نے احف بن قیس سے، کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابو بکرہ ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا، اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو جاتا ہوں۔ ابو بکرہ نے کہا: اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ

وَلَا يُكْفَرُ صَاحِبُهَا بِازْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشَّرْكِ
لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((أَنْتَ أَمْرٌ فَبِكَ الْجَاهِلِيَّةِ))
وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]
﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات: ۹] فَسَمَاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ.

۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ،
حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ،
وَيُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَخْنَفِ بْنِ
قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ
فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ: أَيْنَ تَرِيدُ؟ قُلْتُ:
أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ قَالَ: ازْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا نَفَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: ((إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ)). [طرفاه فی: ۶۸۷۵، ۷۰۸۳] مسلم: ۷۲۵۲، ابوداؤد: ۴۲۶۸، ۴۲۶۹؛ نسائی: ۴۱۳۳، ۴۱۳۴

فرماتے تھے: ”جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔“ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ فرمایا: ”وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔“ (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا)۔

تشریح: اس بات کا مقصد خوارج اور معتزل کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ احنف بن قیس جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگاروں میں تھے۔ جب ابوبکر نے ان کو یہ حدیث سنائی تو وہ لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے اس حدیث کو نطق رکھا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بلاوجہ شرعی دو مسلمان ناحق لڑیں اور حق پر لڑنے کی قرآن میں خود اجازت ہے۔ جیسا کہ آیت: ((لَقَدْ بَعَثْنَا لِحِبَانِ الْأَرْضِ عَلَى الْأَنْحُسِيِّ الْأَخْرُسِيُّ)) (۱۳۹/الحجرات: ۹) سے ظاہر ہے اس لئے احنف اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور انہوں نے ابوبکر کی رائے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے وقت اس کا موقع مل بھی ضرور مد نظر رکھنا چاہیے۔

۳۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلِ الْأَخْطَبِيِّ عَنِ الْمَعْرُورِ قَالَ: لَقِيتُ أَبَا ذَرًّا بِالرَّبِذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غَلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَأَيْتُ رَجُلًا فَمَيَّرْتُهُ بِأَمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَى أَبَا ذَرًّا أَعْبَرْتَهُ بِأَمِّهِ؟ إِنَّكَ أَمْرٌ فَبِكَ جَاهِلِيَّةٍ، إِنْخَوَانُكُمْ خَوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيَطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبَسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تَكْلَفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ فَاعَيْنُوهُمْ)). [طرفاه فی: ۲۵۴۵، ۲۶۰۵] مسلم: ۴۳۱۳، ابوداؤد: ۵۱۵۷، ۵۱۵۸، ترمذی: ۱۹۴۵، ابن ماجہ: ۳۶۹۰

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے اسے واصل اخطب سے، انہوں نے معرور سے، کہا میں ابوذر سے ربذہ میں ملا۔ وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص یعنی غلام کو برا بھلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم کر کے مجھ سے فرمایا: ”اے ابوذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی ہے، بے شک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہ کپڑا اسے پہنانے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کیلئے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔“

تشریح: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں، بہت ہی بڑے زاہد، عابد تھے۔ ربذہ مدینہ سے تین منازل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے، وہاں ان کا قیام تھا۔ بخاری شریف میں ان سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جس شخص کو انہوں نے عادل دلائی تھی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور ان کو انہوں نے ان کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کا طعن دیا تھا۔ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابوذر ابھی تم میں جاہلیت کا نخر باقی رہ گیا۔“ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ جب تک بلال میرے رخسار پر اپنا پاؤں نہ رکھیں گے۔ مٹی سے نہ انھوں گا۔

حلد و چاروں کو کہتے ہیں۔ جو ایک تہ بند کی جگہ دوسری بالائی حصہ جسم پر استعمال ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو آپ نے تنبیہ فرمائی لیکن ایمان سے خارج نہیں بتلایا۔ ثابت ہوا کہ معصیت بڑی ہو یا چھوٹی محض اس کے ارتکاب سے مسلمان کا فرہم ہوتا۔ پس معتزلہ و خوارج کا مذہب باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرے اور اسے حلال جان کر کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ حدود الہی کا توڑنا ہے، جس کے لئے ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (البقرہ: ۲۲۹) جو شخص حدود الہی کو توڑے وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ شیطان کو اس ذیل میں مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس نے خدا کی نافرمانی کی اور اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنے لگا اللہ نے اس کی وجہ سے اسے مردود و مطر و قتر اردیا۔ پس گناہ گاروں کے بارے میں اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

باب: اس بیان میں کہ بعض ظلم بعض سے ادنیٰ ہیں

بَابُ: ظُلْمٌ دُونَ ظُلْمٍ

(۳۲) ہمارے سامنے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم سے (اسی حدیث کو) بشر نے بیان کیا، ان سے محمد نے، ان سے شعبہ سے، انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سورہ انعام کی یہ آیت اتری ”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ تب اللہ پاک نے سورہ لقمان کی یہ آیت اتاری کہ ”بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔“

۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي بَشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الانعام: ۸۲] قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَيُنَا لَمْ يَظْلِمْ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿إِنَّ الشُّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾. [لقمان: ۱۳] [اطرافہ فی: ۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۶۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، ۶۹۳۷] [مسلم: ۳۲۷، ۳۲۸]

ترمذی: ۳۰۶۷

تشریح: آیت میں بظلم کے آگے ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (الانعام: ۸۲) کے الفاظ اور ہیں یعنی امن کے لئے ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو موحد ہوگا اسے ضرور امن ملے گا گو کتنا ہی گناہ گار ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں پر بالکل عذاب نہ ہوگا جیسا کہ مرجعہ کہتے ہیں۔ حدیث اور آیت سے ترجمہ باب نکل آیا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ سے کم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ظالم کا لفظ شرک و کفر و معاصی سب ہی پر عام تھا۔ اسی لئے ان کو اشکال پیدا ہوا۔ جس پر آیت کریمہ سورہ لقمان والی نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ پچھلی آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کے ساتھ ظلم عظیم یعنی شرک کا اختلاط کیا۔ ان کے لئے امن ہے۔ یہاں ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

باب: منافق کی نشانیوں کے بیان میں

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

(۳۳) ہم سے سلیمان ابو الربیع نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے، ان سے نافع بن ابی عامر ابوسہیل نے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے

۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اتَّعَمَّنَ خَانَ)) [اطرافه في: ٢٦٨٢، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥] [مسلم: ٢١١، ترمذي: ٢٦٣١؛ نسائي: ٥٠٣٦]

ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔“

تشریح: ایک روایت میں چار نشانیاں مذکور ہیں، چوتھی یہ کہ اقرار کر کے دغا کرنا، ایک روایت میں پانچویں نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ تکرار میں گالی گلوچ بکنا، الغرض یہ جملہ نشانیاں نفاق سے تعلق رکھتی ہیں جس میں یہ سب جمع ہو جائیں اس کا ایمان یقیناً عمل نظر ہے مگر احتیاطاً اس کو عملی نفاق قرار دیا گیا ہے جو کفر نہیں۔ قرآن مجید میں اعتقادی منافقین کی مذمت ہے جن کے لئے کہا گیا: ﴿لَإِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ۱۳۵) یعنی ”منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں داخل ہوئے۔“

٣٤- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَةَ، عَنِ مَسْرُوقٍ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا اتَّعَمَّنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ عَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) . [طرفاه في: ٢٤٥٩، ٣١٧٨] [مسلم: ٢١٠، ترمذي: ٢٦٣٢، نسائي: ٥٠٣٥]

(۳۴) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے، وہ اعمش بن عبید اللہ بن مرہ سے نقل کرتے ہیں، وہ مسروق سے، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔“ اس حدیث کو شعبہ نے (بھی) سفیان کے ساتھ اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح: پہلی حدیث میں اور دوسری میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں ”منافق خالص“ کے الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس میں چوتھی عادت بھی ہو کر لڑائی کے وقت گالیاں بکنا شروع کرے تو اس کا نفاق ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کی عملی زندگی سراسر نفاق کی زندگی ہے اور جس میں صرف ایک عادت ہو، تو بہر حال نفاق تو وہ بھی ہے۔ مگر کم درجے کا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایمان کی کمی و بیشی ثابت کرنا ہے جو ان احادیث سے ظاہر ہے نیز یہ بتلانا بھی کہ معاصی سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے۔

ان احادیث میں نفاق کی حتمی علامتیں ذکر ہوئی ہیں وہ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی مسلمان ہونے کے بعد پھر عمل میں نفاق کا مظاہرہ ہو اور اگر نفاق قلب ہی میں ہے یعنی سرے سے ایمان ہی موجود نہیں اور محض زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو وہ نفاق تو یقیناً کفر و شرک ہی کے برابر ہے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر آیت مبارکہ: ﴿لَإِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ۱۳۵) یعنی ”منافقین دوزخ کے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔“ یہ ایسے ہی اعتقادی منافقوں کے بارے میں ہے۔ البتہ نفاق کی جو علامتیں عمل میں پائی جائیں، ان کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ

قلب کا اعتقاد اور ایمان کا پودا کمزور ہے اور اس میں نفاق کا گھن لگا ہوا ہو خواہ وہ ظاہری طور پر مسلمان بنا ہوا ہو، اس کو عملی نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ظاہر و باطن کے اختلاف کے ہیں۔ شرع میں منافق اس کو کہتے ہیں جس کا باطن کفر سے بھر پور ہو اور ظاہر میں وہ مسلمان بنا ہوا ہو۔ رہا ظاہری عادات مذکورہ کا اثر سوریہ بات متفق علیہ ہے کہ محض ان خصال ذمیرہ سے مؤمن منافق نہیں بن سکتا۔ وہ مؤمن ہی رہتا ہے۔ امانت سے مراد امانت الہی یعنی حدود اسلامی ہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اسی کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿أَمَّا عَوْنُهَا الْأَمَانَةُ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ (۱۱۳/۳۳ الاحزاب: ۷۲) یعنی ”ہم نے اپنی امانت کو آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر اس بار امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر انسان نے اس کے لئے اقرار کر لیا۔“ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کتنا بڑا بوجھ ہے اس کے بعد باہمی طور پر ہر قسم کی امانت مراد ہیں، وہ مالی ہوں یا جانی یا قوی، ان سب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور پورے طور پر ان کی حفاظت کرنا ایمان کی چنگلی کی دلیل ہے۔ بات بات میں جھوٹ بولنا بھی بڑی مذموم عادت ہے۔ خدا ہر مسلمان کو پچائے۔ (آہن)۔

بَابُ: قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ

بَاب: شب قدر کی بیداری (اور عبادت گزاری)

الْإِيمَانِ

۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [اطرافه في: ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱،

(۳۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے خبر دی، کہا ان سے ابو الزناد نے اعرج کے واسطے سے بیان کیا، اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محض ثوابِ آخرت کے لئے ذکر و عبادت میں گزارے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

[۲۰۰۹، ۲۰۱۴، ۱۷۸۲] [مسلم: ۱۷۸۲]

بَاب: جہاد بھی جزو ایمان ہے

بَابُ: الْجِهَادُ مِنَ الْإِيمَانِ

۳۶۔ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اتَّذَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِي أَوْ تَصَدِيقٌ بِرَسُولِي أَنْ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ، وَوَلَّوْا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ

(۳۶) ہم سے حرمی بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے، ان سے عمارہ نے، ان سے ابو زرہ بن عمرو بن جریر نے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفروشی کے لئے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ

أَحْيَا نَمَّ أُقْتَلُ، نَمَّ أَحْيَا نَمَّ أُقْتَلُ)) [اطرافہ فی: چھوڑنا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔“ ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۲۲۷، ۷۴۵۷، ۷۴۶۳ [مسلم: ۴۸۵۹؛ نسائی:

۵۰۴۵؛ ابن ماجہ: ۲۷۵۳]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے ابواب میں نفاق کی نشانیوں کا ذکر فرمایا تھا، اب ایمان کی نشانیوں کو شروع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ لیلۃ القدر کا قیام جو خالصاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ بتلایا گیا کہ وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں اور ان کی کمی دیشی پر ایمان کی کمی دیشی منحصر ہے۔ پس مرجیہ و کرامیہ جو عقائد رکھتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔ لیلۃ القدر تقدیر سے ہے۔ یعنی اس سال میں جو حادثہ پیش آنے والے ہیں ان کی تقدیرات کا علم فرشتوں کو دیا جاتا ہے۔ قدر کے معنی حرمت کے بھی ہیں اور اس رات کی عزت قرآن مجید ہی سے ظاہر ہے۔ شب قدر رمضان کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے جو ہر سال اذتی بدلتی رہتی ہے۔ قیام رمضان اور قیام لیلۃ القدر سن الدین کے درمیان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”جہاد“ کا ذکر فرمایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک جزو اعظم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گہری نظر کی بنا پر جہاں اشارہ فرمایا ہے کہ جہاد انفس ہو (یعنی نفس کے ساتھ جہاد ہو) جیسا کہ رمضان شریف کے روزے اور قیام لیلۃ القدر وغیرہ ہیں۔ یہ بھی ایمان میں داخل ہیں۔ اور جہاد بالکفار ہو تو یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ جہاد اگر رمضان شریف میں واقع ہو تو اور زیادہ ثواب ہے۔ پھر اگر شہادت فی سبیل اللہ بھی نصیب ہو جائے تو نور علی نور ہے۔

حدیث جہاد کا مفہوم ظاہر ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ صرف وہی ہے جس کا خروج خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ تصدیق رسل سے مراد ان جملہ بشراتوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ہے جو اللہ کے رسولوں نے جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے اللہ پاک نے دو ذمہ داریاں لی ہیں۔ اگر اسے درجہ شہادت مل گیا تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوا، حوروں کی گود میں پہنچا اور حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہو گیا۔ وہ جنت کے میوے کھاتا ہے اور معلق قدیلوں میں بسیرا کرتا ہے اور اگر وہ سلامتی کے ساتھ گھر واپس آ گیا تو وہ پورے پورے ثواب کے ساتھ اور ممکن ہے کہ مال غنیمت کے ساتھ بھی واپس ہوا ہو۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔ جس سے آپ امت کو مرتبہ شہادت بتلانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جنت کا سودا کر لیا ہے جو بہترین سودا ہے۔

حدیث شریف میں جہاد کو قیامت تک جاری رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ ہاں طریقہ کار حالات کے تحت بدلتا رہے گا۔ آج کل قلمی جہاد بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

بَابُ: تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ

باب: اس بارے میں کہ رمضان شریف کی راتوں

میں نفلی قیام کرنا بھی ایمان ہی میں سے ہے

الْإِيمَانِ

۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا

(۳۷) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے نقل کیا، انہوں نے حمید بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لئے عبادت

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))، [راجع: ۳۵] [مسلم: ۱۷۷۹، نسائی:]

[۱۶۰۱، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۵۰۴۰، ۵۰۴۱]

تشریح: ترجمہ باب کا مقصد قیام رمضان کو بھی ایمان کا ایک جز وثابت کرنا اور مرجحہ کی تردید کرنا ہے جو اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں۔ قیام رمضان سے تراویح کی نماز مراد ہے۔ جس میں آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تراویح کی آٹھ رکعات کو باجماعت ادا کرنے کا طریقہ رائج فرمایا تھا۔ (مؤطا امام مالک)

آج کل جو لوگ آٹھ رکعات تراویح کو ناجائز اور بدعت قرار دے رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ بخشنے۔ آمین۔

بَابُ: صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا

باب: اس بیان میں کہ خالص نیت کے ساتھ

رمضان کے روزے رکھنا ایمان کا جزو ہیں

مِنَ الْإِيمَانِ

(۳۸) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کی، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔“

۳۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فَضِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ۳۵] [نسائی:]

[۲۲۰۴؛ ابن ماجہ: ۱۶۶۱]

باب: اس بیان میں کہ دین آسان ہے

بَابُ: الدِّينُ يَسْرُ

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کوسب سے زیادہ دین پسند ہے جو سیدھا اور سچا ہو (اور یقیناً وہ دین اسلام ہے سچ ہے ان الدین عند اللہ الاسلام) (۳۹) ہم سے عبدالسلام بن مطہر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر بن علی نے معن بن محمد غفاری سے خبر دی، وہ سعید بن ابوسعید مقبری سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لئے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔“ (نماز پانچ وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو)۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ)).

۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مَطَهْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَفَارِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الدِّينَ يَسْرُ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا عَلَيْهِ، فَسَدُّوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدَّلْجَةِ)). [اطرافہ فی: ۵۶۷۳، ۶۶۶۳]

[۷۲۳۵] [نسائی: ۵۰۴۹]

تشریح: سورہ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ (حج: ۷۸) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے۔ اس کے اصولی اور فروعی احکام اور جس قدر اور فوائد ہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ ایجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل بنا لیا گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ (آمین)۔

باب: اس بارے میں کہ نماز ایمان کا جزو ہے

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔“ یعنی تمہاری وہ نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں (قبول ہیں)۔

بَابُ: الصَّلَاةِ مِنَ الْإِيمَانِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيْمَانَكُمْ ط﴾ [البقرة: ۱۷۳] يَعْنِي صَلَاتِكُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ.

۴۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِمْ أَوْ قَالَ: أَخْوَالِهِ مِنْ الْأَنْصَارِ، وَأَنَّهُ صَلَّى قَبْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشْرَ شَهْرًا - أَوْ سَبْعَةَ عَشْرَ شَهْرًا - وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ النَّبِيِّ، وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا - صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُونَ فَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوا كَمَا هُمْ قِبَلَ النَّبِيِّ، وَكَانَتِ الْيَهُودُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ الْكِتَابِ، فَلَمَّا وُلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ النَّبِيِّ أَنْكَرُوا ذَلِكَ.

۴۰۔ ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو پہلے اپنی نھیال اترے، جو انصار تھے۔ اور وہاں آپ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو (جب بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا) تو سب سے پہلی نماز جو آپ نے بیت اللہ کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی۔ وہاں آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں سے ایک آدمی نکلا اور اس کا مسجد (بنی حارث) کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔ وہ بولا کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ (یہ سن کر) وہ لوگ اسی حال میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور جب رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہود اور عیسائی خوش ہوتے تھے مگر جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا تو انہیں یہ امر ناگوار ہوا۔

قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِي حَدِيثِهِ هَذَا: أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ - قَبْلَ أَنْ تَحُولَ رِجَالٌ وَقِيلُوا لَمْ نَذِرْ مَا نَقُولُ

فِيهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [البقرة: ١٤٣] [ا طرفه في: اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔“

[٧٢٥٢، ٤٤٩٢، ٤٤٨٦، ٣٩٩

بَابُ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ

٤١- قَالَ مَالِكٌ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَّارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ إِسْلَامَهُ يَكْفُرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا)). [نسائي: ٥٠١٣]

باب: آدمی کے اسلام کی خوبی (کے درجات کیا ہیں)

(۴۱) امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے، ان کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ”جب (ایک) بندہ مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام عمدہ ہو (یقین و خلوص کے ساتھ ہو) تو اللہ اس کے گناہ کو جو اس نے اس (اسلام لانے) سے پہلے کیا معاف فرمادیتا ہے اور اب اس کے بعد کے لئے بدلہ شروع ہو جاتا ہے (یعنی) ایک نیکی کے عوض دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (ثواب) اور ایک برائی کا اسی برائی کے مطابق (بدلہ دیا جاتا ہے) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس برائی سے بھی درگزر کرے۔“ (اور اسے بھی معاف فرمادے۔ یہ بھی اس کے لئے آسان ہے۔)

٤٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تَكْتُبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تَكْتُبُ لَهُ بِمِثْلِهَا)). [مسلم: ٢٣٤]

(۴۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے، انہیں معمر نے ہمام سے خبر دی، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمدہ بنا لے (یعنی نفاق اور ریا سے پاک کر لے) تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے اس کے عوض دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتیں ہیں اور ہر برا کام جو کرتا ہے تو وہ اتنا ہی لکھا جاتا ہے۔“ (جتنا کہ اس نے کیا ہے۔)

تشریح: امام الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خدا داد بصیرت کی بنا پر یہاں بھی اسلام و ایمان کے ایک ہونے اور ان میں کمی و بیشی کے صحیح ہونے کے عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے اور بطور دلیل ان احادیث پاک کو نقل فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب جب سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے تو یقیناً اس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور کتاب و سنت کی رو سے یہی عقیدہ درست ہے جو لوگ ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں ہیں اگر وہ منظر عیسیٰ کتاب و سنت کا مطالعہ کریں گے تو ضرور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اسلام کے بہتر ہونے کا مطلب یہ کہ اوامر و نواہی کو ہر وقت سامنے رکھا جائے۔ حلال و حرام میں پورے طور پر تیز کر کے جائے، اللہ کا خوف، آخرت کی طلب، دوزخ سے پناہ ہر وقت مانگی جائے اور اپنے اعتقاد و عمل و اخلاق سے اسلام کا سچا نمونہ پیش کیا جائے اس حالت میں یقیناً جو بھی نیکی ہوگی اس کا ثواب سات سو گنے تک زیادہ کیا جائے گا۔

اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ سعادت عظیمی نصیب فرمائے۔ آمین

بَابُ: أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ
عَزَّوَجَلَّ أَدْوَمُهُ

باب: اللہ کو دین (کا) وہ (عمل) سب سے زیادہ
پسند ہے جس کو پابندی سے کیا جائے

۴۳) ہم سے محمد بن الہثمی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ (عروہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) ان کے پاس آئے، اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی، آپ نے دریافت کیا ”یہ کون ہے؟“ میں نے عرض کیا، فلاں عورت اور اس کی نماز (کے اشتیاق اور پابندی) کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ظہر جاؤ (سن لو کہ) تم پر اتنا ہی عمل واجب ہے جتنے عمل کی تمہارے اندر طاقت ہے۔ اللہ کی قسم (ثواب دینے سے) اللہ نہیں اکتاتا، مگر تم (عمل کرتے) اکتا جاؤ گے۔“ اور اللہ کو دین (کا) وہی عمل زیادہ پسند ہے جس کی ہمیشہ پابندی کی جا سکے۔ (اور انسان بغیر اکتائے اسے انجام دے)۔

۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)). قَالَتْ: فَلَانَةٌ. تُذَكِّرُ مِنْ صَلَاتِهَا. قَالَ: ((مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تَطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا)). وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ. [طرفة في: ۱۱۵۱] [مسلم ۱۸۳۴، نسائي: ۱۶۴۱، ۵۰۵۰]

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنَقْصَانِهِ

باب: ایمان کی کمی اور زیادتی کے بیان میں
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی (تفسیر) کہ ”اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادتی دی۔“ اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہ ”اور اہل ایمان کا ایمان زیادہ ہو جائے۔“ پھر یہ بھی فرمایا ”آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔“ کیونکہ جب کمال میں سے کچھ باقی رہ جائے تو اسی کو کمی کہتے ہیں۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَزَادَ الْإِيمَانَ آمَنُوا﴾ [المائدة: ۳] وَقَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ [المائدة: ۳] فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ. پس ان آیات سے ترجمہ باب کا ثبات ہوا۔

۴۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک نہ ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیموں کے دانہ برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر

۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ شَعِيرَةٌ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ بَرَّةٌ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ

بھی خیر ہے۔“ ابو عبد اللہ امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابان نے بروایت قتادہ بواسطہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”خیر“ کی جگہ ”ایمان“ کا لفظ نقل کیا ہے۔

وَزُنُّ دَرَقَةَ مِنْ خَيْرٍ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ إِيْمَانٍ)) مَكَانَ: ((خَيْرٍ)). [اطرافہ فی:

٤٤٧٦، ٦٥٦٥، ٧٤١٠، ٧٤٤٠، ٧٥٠٩، ٧٥١٠، ٧٥١٦] [مسلم: ٤٧٨؛ ترمذی: ٢٥٩٣؛

ابن ماجہ: ٤٣١٢]

پہلی روایت میں لفظ خیر سے بھی ایمان ہی مراد ہے۔

(۴۵) ہم سے اس حدیث کو حسن بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن عون سے سنا، وہ ابوالعمیس سے بیان کرتے ہیں، انہیں قیس بن مسلم نے طارق بن شہاب کے واسطے سے خبر دی۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورہ مائدہ کی یہ آیت کہ) ”آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔

٤٥۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ ابْنَ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَيْسِ، أَخْبَرَنَا قَيْسُ ابْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرُؤُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَغْشَرُ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَأَتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدة: ٣]. قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ. [اطرافہ فی: ٤٤٠٧، ٤٦٠٦، ٧٢٦٨]

[مسلم: ٧٥٢٥، ٧٥٢٦؛ ترمذی: ٣٠٤٣؛ نسائی:

٣٠٠٢، ٥٠٢٧]

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن ہمارے ہاں عید ہی مانا جاتا ہے اس لئے ہم بھی اس مبارک دن میں اس آیت کے نزول پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، پھر عرفہ کے بعد والا دن عید الاضحیٰ ہے، اس لئے جس قدر خوشی اور مسرت ہم کو ان دنوں میں ہوتی ہے اس کا تم لوگ اندازہ اس لئے نہیں کر سکتے کہ تمہارے ہاں عید کا دن کھیل متاثر اور لہو و لعب کا دن مانا گیا ہے، اسلام میں ہر عید بہترین روحانی اور ایمانی پیغام لے کر آتی ہے۔ آیت کریمہ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (۵/ المائدہ: ۳) میں دین کے اکمال کا اعلان کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کامل صرف وہی چیز ہے جس میں کوئی نقص باقی نہ رہ گیا ہو، پس اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کامل ہو چکا جس میں کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ کسی خاص امام کے مطاع مطلق کا تصور تھا۔ کوئی تیج، فاتحہ، چہلم کے نام سے رسم نہ تھی۔ حنفی، شافعی، و مالکی و حنبلی نسبتوں سے کوئی آشنا نہ تھا کیونکہ یہ بزرگ عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئے اور تقلیدی مذہب کا اسلام کی چار صدیوں تک پتہ نہ تھا، اب ان چیزوں کو دین میں داخل کرنا، کسی امام بزرگ کی تقلید مطلق واجب

قراردینا اور ان بزرگوں سے یہ تقلیدی نسب اپنے لئے لازم سمجھ لینا یہ وہ امور ہیں جن کو ہر بے بصیرت مسلمان دین میں اضافہ ہی کہے گا۔ مگر صد افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک جم غفیر ان ایجادات پر اس قدر پختگی کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے خلاف وہ ایک حرف سننے کے لئے تیار نہیں، بلکہ ایجادات نے مسلمانوں کو اس قدر فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ اب ان کا مرکز واحد پر جمع ہونا تقریباً ناممکن نظر آ رہا ہے۔ مسلک محمد بن جعفر، محمد بن احمد، محمد بن اسحاق اور اس اندھی تقلید کے خلاف خالص اس اسلام کی ترجمانی کرتا ہے جو آیت مبارکہ: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (۵/ المائدہ: ۳) میں بتایا گیا ہے۔

تقلیدی مذاہب کے بارے میں کسی صاحب بصیرت نے خوب کہا ہے:

دین حق را چار مذاہب ساختند ☆ رخنہ دین نبی انداختند
یعنی لوگوں نے دین حق جو ایک تھا، اس کے چار مذاہب بنا ڈالے، اس طرح نبی کریم ﷺ کے دین میں رخنہ ڈال دیا۔

باب: زکوٰۃ دینا اسلام میں داخل ہے

اور اللہ پاک نے فرمایا: ”حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اسی اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی پختہ دین ہے۔“

(۴۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا ابوسہیل بن مالک سے، انہوں نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے، انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ سے وہ کہتے تھے نجد والوں میں سے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، سر پریشان یعنی بال بکھرے ہوئے تھے، ہم اس کی آواز کی جھنجھناہٹ سنتے تھے اور ہم سمجھ نہیں پارہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں تک کہ وہ نزدیک آن پہنچا، جب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے۔“ اس نے کہا بس اس کے سوا تو اور کوئی نماز مجھ پر نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں مگر تو نفل پڑھے۔“ (تو اور بات ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں مگر تو نفل روزے رکھے۔“ (تو اور بات ہے) طلحہ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا۔ وہ کہنے لگا کہ بس اور کوئی صدقہ مجھ پر نہیں ہے آپ نے فرمایا: ”نہیں مگر یہ نفل صدقہ دے۔“ (تو اور بات ہے) راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ یوں کہتا جاتا تھا، قسم خدا کی! میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بَابُ: الزَّكَاةُ مِنَ الْإِسْلَامِ

وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ [البينة: ۵]

۴۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سَهِيلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرِ الرَّأْسِ نَسَمِعُ دَوَى صَوْتِهِ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَاذًا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرَهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَصِيَامَ رَمَضَانَ)) قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرَهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) قَالَ: فَادْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَيَّ هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)). [اطرافه في: ۱۸۹۱،

فرمایا: ”اگر یہ سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔“

۲۶۷۸، ۶۹۵۶ [مسلم: ۱۰۰؛ ابو داؤد: ۳۹۱،

۳۹۲، ۳۲۵۲؛ نسائی: ۴۵۷، ۲۰۸۹، ۵۰۴۳]

باب: جنازے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے

بَابُ: اتَّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْإِيمَانِ

(۴۷) ہم سے احمد بن عبد اللہ بن علی مجوفی نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط اتنا بڑا ہوگا جیسے احد کا پہاڑ، اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔“ روح کے ساتھ اس حدیث کو عثمان مؤذن نے بھی روایت کیا ہے۔ کہا ہم سے عوف نے، بیان کیا انہوں نے محمد بن سیرین سے، سنا انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگلی روایت کی طرح۔

۴۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَجُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا رُوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيُفْرِعَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ، كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطٍ)). تَابَعَهُ عَثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [طرفاه فی: ۱۳۲۳، ۱۳۲۵]

[نسائی: ۱۹۹۵، ۵۰۴۷]

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان ابواب میں ایمان و اسلام کی تفصیلات بتلائے ہوئے زکوٰۃ کی فرضیت کو قرآن شریف سے ثابت فرمایا اور بتلایا کہ زکوٰۃ دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ فرض دین کو ایمان سے الگ قرار دیتے ہیں، ان کا قول درست نہیں۔ حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے اس کا نام ضام بن ثعلبہ تھا۔ خبر لغت میں بلند علاقہ کو کہتے ہیں، جو عرب میں تہامہ سے عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ جنازے کے ساتھ جانا بھی ایسا نیک عمل ہے، جو ایمان میں داخل ہے۔

باب: مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کے اعمال

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

مٹ نہ جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو

اور ابراہیم تمیمی (واعظ) نے کہا میں نے اپنے گفتار اور کردار کو جب ملایا، تو مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں میں شریعت کے جھٹلانے والے (کافروں) سے نہ ہو جاؤں اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملا، ان سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگا ہوا تھا، ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل و میکائیل کے ایمان جیسا ہے اور حسن بصری

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّمِيمِيُّ: مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مَكْدُبًا، وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ، مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى

إِيمَانِ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ، وَيَذْكُرَ عَنِ الْحَسَنِ: مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا أَمَنَهُ إِلَّا مُنَافِقًا. وَمَا يُحَذِّرُ مِنَ الْإِضْرَارِ عَلَى التَّقَاتِلِ وَالْعِضْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾.

سے منقول ہے، نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو ایماندار ہوتا ہے اور اس سے نڈر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے۔ اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہوں پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورۃ آل عمران میں فرمایا: ”اور اپنے برے کاموں پر جان بوجھ کر وہ اڑا (اصرار) نہیں کرتے۔“

[آل عمران: ۱۳۵]

۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلَ عَنِ الْمَرْجِيَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)).

[طرفہ فی: ۶۰۴۴، ۷۰۷۶] [مسلم: ۲۲۱؛ ترمذی: ۱۹۸۳، ۲۶۳۵؛ نسائی: ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴]

۴۸) ہم سے محمد بن عزرہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے زید بن حارث سے، کہا میں نے ابو وائل سے مرچیہ کے بارے میں پوچھا، (وہ کہتے ہیں گناہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا) انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔“

۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ يُخْبِرُ بَلَيْلَةَ الْقَدْرِ، فَتَلَاخَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: ((إِنِّي خَرَجْتُ لِأَخْبِرْكُمْ بَلَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلَاخَى فَلَانٌ وَفَلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ التَّمِسُّوْهَا فِي السَّبْعِ وَالْتَّمِسُّوْهَا فِي الْخَمْسِ)).

[طرفہ فی: ۲۰۲۳، ۶۰۴۹]

۴۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے حمید سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، کہا مجھ کو عبادہ بن صامت نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے سے نکلے، لوگوں کو شب قدر بتانا چاہتے تھے (وہ کون سی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے، آپ نے فرمایا: ”میں تو اس لئے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتلاؤں اور فلاں فلاں آدمی لڑ پڑے وہ میرے دل سے اٹھالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمہاری بہتری ہو۔ (تو اب ایسا کرو کہ) شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں، انیسویں اور چھبیسویں رات میں ڈھونڈا کرو۔“

تشریح: اس حدیث سے بھی امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصود مرچیہ کی تردید کرتے ہوئے یہ بتلانا ہے کہ نیک اعمال سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے۔

شب قدر کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کے طاق راتوں میں سے ایک پوشیدہ رات ہے اور وہ ہر سال ان تواریخ میں گھومتی رہتی ہے، جو لوگ شب قدر کو ستائیسویں شب کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حدیث: ۳۵ میں اور اسی طرح بہت سی مرویات میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بار بار آتا ہے لہذا ان کے مختصر حالات جاننے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ اور اساطین میں شمار ہیں، صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ علمی شوق میں سارا

وقت صحبت نبوی میں گزارتے تھے وہ عاقل بھی از دیا و علم ہی کی مانگتے تھے، نشر حدیث میں بھی اتنے ہی سرگرم تھے، مرویات کی تعداد (۵۳۷۴) تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن میں (۳۲۵) متفق علیہ ہیں، فقہ میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عربی کے علاوہ فارسی و عبرانی بھی جانتے تھے، مسائل تورات سے بھی پوری واقفیت تھی۔

خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ ”احساب قیامت“ کے ذکر پر چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ مخصوص طور پر یہ حدیث سنائی جس کے دوران میں کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے۔

”نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بروز قیامت سب سے پہلے عالم قرآن، شہید اور دولت مند فیصلہ کے لئے طلب ہوں گے، اول الذکر سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تجھے علم قرآن عطا کیا، اس پر تو نے عمل بھی کیا؟ جواب دے گا شانہ روز عبادت کرتا رہتا تھا۔ فرمائے گا، جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ قاری کا خطاب مل جائے بل گیا۔ دولت مند سے سوال ہوگا کہ میں نے تجھے دولت مند بنا کر دوسروں کی دست گیری سے بے نیاز نہیں کیا تھا؟ اس کا کیا بدلہ دیا؟ عرض کرے گا صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ ارشاد ہوگا، جھوٹ بولتا ہے مقصد تو یہ تھا کہ تخی مشہور ہو جائے، وہ ہو گیا۔ شہید سے سوال ہوگا۔ وہ کہے گا اے رب العالمین! میں تو تیرے حکم جہاد ہی کے تحت لڑا، یہاں تک کہ تیری راہ میں مارا گیا۔ حکم ہوگا غلط ہے، تیری نیت تو یہ تھی کہ دنیا میں شجاع و جری مشہور ہو جائے، وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ ہمارے لئے کیا کیا؟ یہ حدیث بیان کر کے نبی کریم ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے انہیں تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔“ (ترمذی، ابواب الہد)

عبادت سے عشق تھا، گھر میں ایک بیوی اور ایک خادمہ تھیں، تینوں باری باری تہائی شب مصروف عبادت رہتے تھے بعض اوقات پوری پوری راتیں نماز میں گزار دیتے۔ آغاز ماہ میں تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے۔ ایک روز تکبیر کی آواز سن کر ایک صاحب نے پوچھا تو فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں برہ بنت غروان کے پاس محض روٹی پر ملازم تھا، اس کے بعد وہ دن بھی اللہ نے دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی۔ نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت تھی، اسوۂ رسول ﷺ پر سختی سے پابند تھے، اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اطاعت والدین کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ شوق عبادت کے باوجود محض ماں کی تہائی کے خیال سے ان کی زندگی میں حج نہیں کیا۔ (مسلم جلد ۳)

قابل فخر خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو آپ کے اخلاق بہت بلند تھے اور حق گوئی کے جوش میں بڑے سے بڑے شخص کو فوراً روک دیتے تھے، چنانچہ جب مدینہ میں ہنڈی یا چک کارواج ہوا ہے تو آپ نے مروان سے جا کر کہا کہ تو نے رباح لال کر دیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اشیائے خوردنی کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ بائع اسے ناپ تول نہ لے، اسی طرح اس کے یہاں تصادیر آویزاں دیکھ کر اسے ٹوکا اور اسے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ مروان کی موجودگی میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے صحیح فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ لیکن سب سے نمایاں چیز یہ تھی کہ منصب امارت پر پہنچ کر اپنے فخر کو نہ بھولے۔ یا تو یہ حالت تھی کہ روٹی کے لئے گھوڑے کے پیچھے دوڑتے، مسلسل فاتوں سے غش پہ غش آتے، نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ اصحاب صفہ میں تھے کسی سے سوال نہ کرتے، لکڑیاں جنگل سے کاٹ لاتے، اس سے بھی کام نہ چلتا، رہگزر پر بیٹھ جاتے کہ کوئی کھلانے کے لیے لے جائے یا یہ عالم ہوا کہ گورنری پر پہنچ گئے، سب کچھ حاصل ہو گیا، لیکن فقیرانہ سادگی برابر قائم رکھی، ویسے اچھے سے اچھا پہنا، کتان کے بنے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کر کے کہا، واہ واہ! ابو ہریرہ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل شدت فاقہ سے مسجد نبوی میں غش کھا کر گر پڑا کرتے تھے۔ شہر سے نکلتے تو سواری میں گدھا ہوتا، جس پر معمولی منہ کسا ہوتا۔ چھال کی رسی لگام ہوتی۔ جب سامنے کوئی آجاتا تو مزاحاً خود کہتے، راستہ چھوڑا میری سواری آ رہی ہے۔

بڑے مہمان نواز اور دیر چشم تھے۔ اللہ تعالیٰ آج کسی کو معمولی فارغ البالی بھی عطا کرتا ہے تو غرور سے حالت اور ہو جاتی ہے مگر اللہ نے آپ کو زمین سے اٹھا کر ہرش پر بٹھا دیا، لیکن سادگی کا وہی عالم رہا۔ (رضی اللہ عنہ)

باب: حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ سے
ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے علم کے بارے
میں پوچھنا

اور اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا بیان فرمانا پھر آخر میں آپ نے
فرمایا کہ ”یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔“ یہاں
آپ نے ان تمام باتوں کو (جو جبریل علیہ السلام کے سامنے بیان کی گئی تھیں)
دین ہی قرار دیا اور ان باتوں کے بیان میں جو آنحضرت ﷺ نے ایمان
سے متعلق عبدالقیس کے وفد کے سامنے بیان فرمائی تھی اور اللہ پاک کے
اس ارشاد کی تفصیل میں کہ ”جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار
کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔“

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيِّ ﷺ
عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ
وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ

وَبَيَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ ثُمَّ قَالَ: ((جَاءَ جِبْرِيلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ)). فَجَعَلَ
ذَلِكَ كُلَّهُ دِينًا، وَمَا بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ لِيُوفِدَ
عَبْدَ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيمَانِ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى:
﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ
مِنْهُ﴾. [آل عمران: ۸۵]

اس آیت مبارکہ میں بھی اسلام کو لفظ دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۵۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن
ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو حیان تمیمی نے ابو زرہ سے
خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دن
آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا
اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ایمان یہ
ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے
فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس
کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔“
پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے پھر جواب دیا کہ ”اسلام
یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور
نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔“ پھر اس
نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”احسان یہ کہ تم اللہ کی
عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو
سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔“ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔
آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے

۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّمِيمِيُّ عَنْ
أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا
الْإِيمَانُ؟ قَالَ: ((الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ
وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرَسُولِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ)).
قَالَ: مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: ((الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ
اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ، وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤَدِّيَ
الزَّكَاةَ مَفْرُوضَةً وَتَصُومَ رَمَضَانَ)). قَالَ: مَا
الْإِحْسَانُ قَالَ: ((أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ،
فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) قَالَ: مَتَى
السَّاعَةُ؟ قَالَ: ((مَا الْمَسْئُولُ بِأَعْلَمَ مِنَ
السَّائِلِ، سَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأُمَّةُ
رَبِّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَتْ رِعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمَ فِي الْبُنْيَانِ،
فِي حُمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ)) ثُمَّ نَلَا

النَّبِيِّ ﷺ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [الآيَةُ] [لقمان: ٣٤] ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ: (رُدُّوهُ)).
 فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ: ((هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: جَعَلَ ذَلِكَ كَلِمَةً مِنَ الْإِيمَانِ. [طرفة في: ٤٧٧٧] [ابن ماجه: ٤٠٤٤، ٦٤]

والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لوٹڑی اپنے آقا کو چنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (یاد رکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ “پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ ”اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہوگی۔“ (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پوٹھ پھیر کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ”اسے واپس بلا کر لاؤ۔“ لوگ دوڑ پڑے مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔“ امام ابو عبد اللہ بخاری ﷺ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان تمام باتوں کو ایمان ہی قرار دیا ہے۔

تشریح: شارحین بخاری لکھتے ہیں:

”مقصود البخاری من عقد ذلك الباب ان الدين والاسلام والايمن واحد لا اختلاف في مفهومهما والواو في وما بين وقوله تعالى بمعنى مع۔“

یعنی امام بخاری ﷺ کا اس باب کے منعقد کرنے سے اس امر کا بیان مقصود ہے کہ دین اور اسلام اور ایمان ایک ہیں، اس کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ما بین میں اور وقوله تعالیٰ میں ہر دو جگہ واو مع کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ کہ باب میں پہلا ترجمہ سوال جبرئیل سے متعلق ہے جس کے مقصد کو آپ نے فجعل ذلك كله من الايمان سے واضح فرمادیا۔ یعنی دین، ایمان، اسلام، احسان اور اعتقاد قیامت سب پر مشتمل ہے۔ دوسرا ترجمہ ما بین لو فد عبد القیس ہے یعنی آپ ﷺ نے وفد عبد القیس کے لئے ایمان کی جو تفصیل بیان فرمائی تھی اس میں اعمال بیان فرما کر ان سب کو داخل ایمان قرار دیا گیا تھا خواہ وہ ادا سے ہوں یا نواہی سے۔ تیسرا ترجمہ یہاں آیت کریمہ ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ﴾ (١/٣/٨٥) ہے جس سے ظاہر ہے کہ اصل دین دین اسلام ہے۔ اور دین اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کیونکہ اگر دین اسلام سے مغایر ہوتا تو آیت مبارکہ میں اسلام کا تلاش کرنے والا شریعت میں معتبر ہے۔ یہاں ان کے لغوی معانی سے کوئی بحث نہیں ہے۔ امام بخاری ﷺ کا مقصد یہاں بھی مرجعہ کی تردید ہے جو ایمان کے لئے اعمال کو غیر ضروری بتلاتے ہیں۔

تعصب کا براہو: فرقہ مرجعہ کی صلاحت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے اور امام بخاری ﷺ بھی ایسے ہی گمراہ فرقوں کی تردید کے لئے یہ جملہ تفصیلات پیش فرما رہے ہیں۔ مگر تعصب کا براہو عصر حاضر کے بعض مترجمین و شارحین بخاری کو یہاں بھی خلاصا حضرت امام ابوحنیفہ ﷺ پر تعریض نظر آئی ہے اور اس خیال کے پیش نظر انہوں نے یہاں امام بخاری ﷺ کو غیر فقہ زور دینے قرار دے کر دل کی ہیز اس نکالی ہے صاحب انوار الباری کے لفظ یہ ہیں:

”امام بخاری ﷺ میں تاثر کا مادہ زیادہ تھا اور اپنے اساتذہ حمیدی، عیسیٰ بن حماد، خرامی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل، عمروہ سے زیادہ متاثر ہو گئے۔ جن کو امام صاحب وغیرہ سے لے کر بعض تھادوسرے وہ زور دینے تھے۔ فن حدیث کے امام بے مثال تھے مگر فقہ میں وہ پابہ نہ تھا۔ اس لئے ان کا کوئی مذہب نہ بن سکا۔ امام اعظم ﷺ کی فقہی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ اونچے درجے کی تفقہ کی ضرورت تھی۔ جو نہ سمجھا وہ ان کا مخالف ہو گیا۔“

(انوار الباری، جلد دوم/ص: ١٦٨)

اس بیان پر تفصیلی تبصرہ کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ مگر آج کے دور میں ان فرسودہ مباحث میں جا کر علمائے سلف کا باہمی حسد و بغض ثابت کر کے تاریخ اسلام کو مجروح کرنا یہ خدمت ایسے متحصنین حضرات ہی کو مبارک ہو ہمارا تو سب کے لئے یہ عقیدہ ہے ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ (البقرہ: ۱۳۴)۔ اہم بخاری رحمہ اللہ کو زور دروغ اور غیر فقیہ قرائد و بنا خود ان لکھنے والوں کو زور دروغ اور کم فہم ہونے کی دلیل ہے۔

باب: [أَهْلُ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ] **باب: اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے بڑھ**

رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں

(۵۱) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے، ان کو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، ان کو ابوسفیان بن حرب نے کہ ہرقل (روم کے بادشاہ) نے ان سے کہا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو نے جواب میں بتلایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ (ٹھیک ہے) ایمان کا یہی حال رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ اس کے دین میں آ کر پھر اس کو برا جان کر پھر جاتا ہے؟ تو نے کہا: نہیں، اور ایمان کا یہی حال ہے۔ جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر اس کو کوئی برا نہیں سمجھ سکتا۔

۵۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبِيدَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَنَّ هِرْقَلًا قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ، فَرَعَمْتُ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخَطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَالِطُ بِشَاشَتِهِ الْقُلُوبَ، لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ. [راجع: ۷]

یہ باب بھی پچھلے باب ہی سے متعلق ہے اور اس سے بھی ایمان کی کمی و زیادتی ثابت کرنا مقصود ہے۔

باب: اس شخص کی فضیلت کے بیان میں جو اپنا

بابُ فَضْلِ مَنْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ

دین قائم رکھنے کے لئے گناہ سے بچ گیا

(۵۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے، انہوں نے عامر سے، کہا میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس

۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الْمُشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَّاعٍ يَرُغِي حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ

مَلِكٍ حَمِيٍّ، أَلَا إِنَّ حَمِيَّ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)). [طرفہ فی: ۲۰۰۱] [مسلم: ۴۰۹۴، ابوداؤد: ۳۳۲۹، ۳۳۳۰؛ ترمذی: ۱۲۰۵]

پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر کھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدی کا دل ہے۔“

نسائی: ۴۴۶۵، ۵۷۲۶؛ ابن ماجہ: ۳۹۸۴

تشریح: باب کے منعقد کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ دروغ پرہیزگاری بھی ایمان کو کامل کرنے والے عملوں میں سے ہے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بنا پر ہمارا مذہب یہی ہے کہ قلب ہی عقل کا مقام ہے اور فرماتے ہیں: ”قد اجمع العلماء علی عظم موقع هذا الحدیث وانه احد الاحادیث الاربعۃ التي علیها مدار الاسلام المنظومة فی قوله۔“

عمدة الدین عندنا کلمات مسندات من قول خیر البریة

اتق الشبه. وازهدن ودع ما لیس یعینک واعملن بنیة

یعنی اس حدیث کی عظمت پر علما کا اتفاق ہے اور یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے جیسا کہ اس رباعی میں ہے کہ دین سے متعلق ارشادات نبوی کے یہ چند کلمات ہمارے نزدیک دین کی بنیاد ہیں۔ شبہ کی چیزوں سے بچو، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، فضولیات سے بچو اور نیت کے مطابق عمل کرو۔

بَابُ: اس بارے میں کہ مال غنیمت سے پانچواں

بَابُ: آدَاءُ الْخُمْسِ مِنَ الْإِيمَانِ

حصہ ادا کرنا بھی ایمان سے ہے

۵۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيَجْلِسُنِي عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ: أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي، فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ الْقَوْمُ أَوْ مِنَ الْوَفْدِ؟)). قَالُوا: رِبِيعَةُ قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ، أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ حَزَانًا وَلَا نَدَامَى)). فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ كُفَّارٍ مُضْرٍّ، فَمَرْنَا بِأَمْرِ

(۵۳) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہوں نے ابو جمرہ سے نقل کیا کہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا وہ مجھ کو خاص اپنے تخت پر بٹھاتے (ایک دفعہ) کہنے لگے کہ تم میرے پاس مستقل طور پر رہ جاؤ میں اپنے مال میں سے تمہارا حصہ مقرر کر دوں گا۔ تو میں دو ماہ ان کی خدمت میں رہ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ عبد القیس کا وفد جب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ ”یہ کون سی قوم کے لوگ ہیں یا یہ وفد کہاں کا ہے؟“ انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مرحبا اس قوم کو یا اس وفد کو نہ ذلیل ہونے والے نہ شرمندہ ہونے والے (یعنی ان کا آنا بہت خوب ہے)۔“ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں صرف ان حرمت والے مہینوں میں آسکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کافروں کا قبیلہ آباد

ہے۔ پس آپ ہم کو ایک ایسی قطعی بات بتلا دیجئے جس کی خبر ہم اپنے پچھلے لوگوں کو بھی کر دیں جو یہاں نہیں آئے اور اس پر عمل درآد کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے آپ سے اپنے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا۔ آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار قسم کے برتنوں کو استعمال میں لانے سے منع فرمایا۔ ان کو حکم دیا کہ ایک کیلئے خدا پر ایمان لاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ ”جاننے ہو ایک کیلئے اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟“ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے جو ملے اس کا پانچواں حصہ (مسلمانوں کے بیت المال میں) داخل کرنا۔“ اور چار برتنوں کے استعمال سے آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ سبز لاکھی مرتبان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے، لکڑی کے کھوڑے ہوئے برتن سے، اور روغنی برتن سے اور فرمایا کہ ”ان باتوں کو حفظ کر لو اور ان لوگوں کو بھی بتلا دینا جو تم سے پیچھے ہیں۔“

فَضْلٌ، نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاتَنَا وَتَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ. وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِيَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاَهُمْ عَنِ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحَدَهُ قَالَ: ((أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحَدَهُ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تَعْتَظُوا مِنَ الْمُغْنَمِ الْخُمْسَ)) وَنَهَاَهُمْ عَنِ أَرْبَعٍ عَنِ النَّحْتَمِ وَالذُّبَابِ وَالْتَقْيِرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرَبَّمَا قَالَ: الْمُقَيَّرِ وَقَالَ: ((احْفَظُوا هُنَّ وَأَخْبِرُوا بَيْنَ مَنْ وَرَأَيْكُمْ))

[طرافہ فی: ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۲۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶] [مسلم: ۱۵۱۷۸ ابوداؤد: ۳۶۹۲، ۴۶۷۷؛ ترمذی: ۱۵۹۹، ۲۶۱۱؛ نسائی: ۵۰۴۶، ۵۷۰۸]

تشریح: یہاں بھی مرید کی تردید مقصود ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مذہب السلف فی الایمان من کون الاعمال داخله فی حقیقته فانه قد فسر الاسلام فی حدیث جبرئیل بما فسره الایمان فی قصه وقد عبد القیس فدل هذا علی ان الاشیاء المذكوره فیها اداء الخمس من اجزاء الایمان وانه لا بد فی الایمان من الاعمال خلافا للمرجئه۔“ (مرعاۃ جلد: اول/ ص: ۴۵)

یعنی سلف کا مذہب یہی ہے کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل علیہ السلام (مذکورہ سابقہ) میں اسلام کی جو تفسیر بیان فرمائی وہی تفسیر آپ نے وفد عبد القیس کے سامنے ایمان کی فرمائی۔ جس یہ دلیل ہے کہ اشیاء مذکورہ جن میں مال غنیمت سے خمس ادا کرنا بھی ہے یہ سب اجزائے ایمان سے ہیں اور یہ کہ ایمان کے لئے اعمال کا ہونا لازمی ہے۔ مرجئہ اس کے خلاف ہیں۔ (جو ان کی ذلت و جہالت کی دلیل ہے) جن برتنوں کے استعمال سے آپ نے منع فرمایا ان میں عرب کے لوگ شراب رکھا کرتے تھے۔ جب شراب پینا حرام قرار پایا تو چند روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔

یاد رکھنے کے قابل: یہاں حضرت مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یاد رکھنے کے قابل بات فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”قال الحافظ وفيه دليل على تقدم اسلام على قبائل مضر الذين كانوا بينهم وبين المدينة ويدل على سبقهم الى الاسلام ايضا ما رواه البخارى فى الجمعة عن ابن عباس قال: ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فى مسجد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فى مسجد عبد القيس بجواثى من البحرين وانما جمعوا بعد رجوع وفدهم اليهم فدل على انهم سبقوا جميع القرى الى الاسلام انتهى واحفظه فانه ينفعك فى مسئلة الجمعة فى القرى۔“ (مرعاۃ جلد: اول/ ص: ۴۴)

یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ عبدالقیس کا قبیلہ معزز سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا جو ان کے اور مدینہ کے بیچ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام میں ان کی سبقت پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جو نماز جمعہ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مسجد نبوی میں اقامت جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جو ان کی نامی گاؤں میں جو بحرین میں واقع تھا، عبدالقیس کی مسجد میں قائم کیا گیا۔ یہ جمعہ انہوں نے مدینہ سے واپسی کے بعد قائم کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ دیہات میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اسے یاد رکھو یہ گاؤں میں جمعہ ادا ہونے کے ثبوت میں تم کو نفع دے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ

باب: اس بات کے بیان میں کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتے

اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے، تو عمل میں، وضو، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور سارے احکام آگے اور (سورۃ بنی اسرائیل میں) اللہ نے فرمایا: ”اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ ہر کوئی اپنے طریق یعنی اپنی نیت پر عمل کرتا ہے۔“ اور (اسی وجہ سے) آدمی اگر ثواب کی نیت سے خدا کا حکم سمجھ کر اپنے گھر والوں پر خرچ کر دے تو اس میں بھی اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اب ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن جہاد اور نیت کا سلسلہ باقی ہے۔

وَلِكُلِّ امْرِيءٍ مَا نَوَىٰ فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ وَالرُّضُوءُ، وَالصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْأَحْكَامُ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ كُلُّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلِيهِ﴾ [الإسراء: ۸۴] عَلَىٰ نِيَّتِهِ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَىٰ أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ)).

[طرفہ فی: ۱۳۴۹]

۵۴۔ (۵۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ بن وقاص سے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمل نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں (یا نیت ہی کے مطابق ان کو بدلہ ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ہجرت کرے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لئے ہوگی۔“

۵۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُلْقَمَةَ بْنِ وَقَاصٍ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِيءٍ مَا نَوَىٰ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِيَ حِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِلدُّنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ امْرَأَةً يَتَزَوَّجُهَا، فَهِيَ حِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [راجع: ۱]

۵۵۔ (۵۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ کو عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، سنا، انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: ”جب آدمی ثواب کی نیت سے

۵۵۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَفَقَّ الرَّجُلُ عَلَىٰ

أَهْلِيهِ يَحْتَسِبُهَا فِيهِ لَهٗ صَدَقَةٌ))۔ [طرفاء فی: ۴۰۰۶، ۵۳۵۱] [مسلم: ۲۳۲۲، ۲۳۲۳]

ترمذی: ۱۹۶۵؛ نسائی: ۲۵۴۴

۵۶۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَتَّبِعِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّىٰ مَا تَجْعَلَ فِيَّ فِيمَ امْرَأَتِكَ)). [طرفاء فی: ۱۲۹۵، ۲۷۴۲، ۲۷۴۴، ۳۹۳۶، ۴۴۰۹، ۵۳۵۴، ۵۶۶۸، ۵۶۶۹، ۶۳۷۳، ۶۷۳۳] [مسلم: ۴۲۰۹، ۴۲۱۰؛ ابوداؤد: ۲۸۶۴؛ نسائی: ۳۶۲۸؛ ابن

ماجہ: ۲۷۰۸]

تشریح: ان جملہ احادیث میں جملہ اعمال کا دار و مدار نیت پر بتلایا گیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کی بنا پر حظ نفس بھی جب شریعت کے موافق ہو تو اس میں بھی ثواب ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الَّذِينَ

النَّصِيحَةَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلَا نِيَّةَ

الْمُسْلِمِينَ وَعَامَتِهِمْ))

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ((إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ))

[التوبة: ۹۱]

باب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”دین سچے دل سے فرمانبرداری اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے“ اور اللہ نے سورہ توبہ میں فرمایا: ”جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں رہیں۔“

۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجَلْبَلِيِّ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَىٰ إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [طرفاء فی: ۵۸، ۵۲۴، ۱۴۰۱، ۲۱۵۷، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۲۷۱۵]

[۷۲۰۴] [مسلم: ۱۹۹؛ ترمذی: ۱۹۲۵]

۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللَّهِ وَخَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْوَفَارِ وَالسَّكِينَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمْ الْآنَ، ثُمَّ قَالَ: اسْتَعْفُوا لِأَمِيرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ، فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ: أَبَايَعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ: ((وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)). فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَرَبَّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ. [طرفہ فی: ۵۷] [مسلم: ۲۰۰؛ نسائی: ۴۱۶۷]

(۵۸) ہم سے ابو نعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہوں نے زیاد سے، انہوں نے علاقہ سے کہا، میں نے جریر بن عبد اللہ سے سنا جس دن مغیرہ بن شعبہ (حاکم کوفہ) کا انتقال ہوا تو وہ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کہا: تم کو اکیلے اللہ کا ڈر رکھنا چاہیے اس کا کوئی شریک نہیں اور محل اور اطمینان سے رہنا چاہیے اس وقت تک کہ کوئی دوسرا حاکم تمہارے اوپر آئے اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مرنے والے حاکم کے لیے دعائے مغفرت کرو کیونکہ وہ (مغیرہ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا۔ پھر کہا کہ اس کے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لیے شرط کی۔ پس میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کر لی (پس) اس مسجد کے رب کی قسم کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح: اللہ اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی تعظیم کرے۔ زندگی بھر ان کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے، اللہ کی کتاب کی اشاعت کرے، حدیث نبوی کو پھیلانے، ان کی اشاعت کرے اور اللہ رسول کے خلاف کسی پیر مرشد مجتہد امام مولوی کی بات ہرگز نہ مانے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار جب اصل ہے تو نقل کیا ہے یاں وہم خطا کا دخل کیا ہے

حضرت مغیرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت حضرت جریر بن عبد اللہ کو اپنا نائب بنا دیا تھا، اس لئے جریر نے ان کی وفات پر یہ خطبہ اور لوگوں کو نصیحت کی کہ دوسرا حاکم آنے تک کوئی شرفساد نہ کرو بلکہ مبر سے ان کا انتظار کرو، شرفساد کوفہ والوں کی فطرت میں تھا، اس لئے آپ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کے بعد زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا جو پہلے بصرہ کے گورنر تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کو اس حدیث پر ختم کیا جس میں اشارہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرح میں نے جو کچھ یہاں لکھا ہے محض مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی مقصود ہے ہرگز کسی سے عناد اور تعصب نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے چلے آتے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ ساتھ ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ بھی اشارہ کیا کہ میں نے ہمیشہ مبر و محل سے کام لیتے ہوئے معافی کو پسند کیا ہے پس آنے والے مسلمان بھی قیامت تک میری مغفرت کے لئے دعا کرتے رہا کریں۔ غفر الله له آمین۔

صاحب ایضاح البخاری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ”امام ہمیں یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم نے ابواب سابقہ میں مرجیہ، خارجہ اور کہیں بعض اہل سنت پر تعریضات کی ہیں لیکن ہماری نیت میں اخلاص ہے۔ خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ اہمارا مقصد نہیں اور نہ ہمیں شہرت کی ہوس ہے بلکہ یہ ایک خیر خواہی کے جذبہ سے ہم نے کیا اور جہاں کوئی فرقہ بھگ گیا یا کسی انسان کی رائے ہمیں درست نظر نہ آئی وہاں ہم نے بد نیت ثواب صحیح بات وضاحت سے بیان کر دی۔“

(ایضاح البخاری، ص: ۳۲۸)

.. امام سطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والنصيحة من نصحة العسل اذا صفيته من الشمع او من النصح وهو الخياطة بالنصيحة۔" یعنی لفظ نصیحت نصیحة العسل سے ماخوذ ہے جب شہد موم سے الگ کر لیا گیا ہو یا نصیحت سوئی سے پینے کے معنی میں ہے جس سے کپڑے کے مختلف ٹکڑے جوڑ جوڑ کر ایک کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح نصیحت بمعنی خیر خواہی سے مسلمانوں کا باہمی اتحاد مطلوب ہے۔
(الحمد للہ کہ کتاب الایمان آج اور آخری الحجہ ۱۳۸۶ھ کو بروز یک شنبہ ختم ہوئی)۔ (راز)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْعِلْمِ

علم کا بیان

امام بخاری رضی اللہ عنہ کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو اس لئے لائے کہ ایمان اور علم میں ایک زبردست رابطہ ہے اور ایمان کے بعد دوسری اہم چیز علم ہے۔ جس کا خزانہ قرآن وحدیث ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف جو کچھ ہوا سے علم نہیں بلکہ جہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ عام بول چال میں علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جہل ناجاننا اس کی ضد ہے۔ پس تکمیل دین کے لئے ایمان اور اسلام کی تفصیلات کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر ۳۵/۲۸) ”اللہ کے جاننے والے بندے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔“ اس لئے کہ ان کے علم نے ان کے دماغوں سے جہل کے پردوں کو دور کر دیا ہے۔ پس وہ دیکھنے والوں کی مثال ہیں اور جاہل اندھوں کی مثال ہیں سچ ہے: ”لابستوى الاعمى والبصير۔“

باب: علم کی فضیلت کے بیان میں

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

اور اللہ پاک نے (سورہ مجادلہ) میں فرمایا: ”جو تم میں ایماندار ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ طہ میں) فرمایا: ”(کہ یوں دعا کیا کرو) پروردگار مجھ کو علم میں ترقی عطا فرما۔“

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [المجادلة: ۱۱] وَقَوْلِهِ: ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾. [طہ: ۱۱۴]

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے فضیلت علم کے بارے میں قرآن مجید کی ان دو آیات ہی کو کافی سمجھا، اس لئے کہ پہلی آیت میں اللہ پاک نے خود اہل علم کے لئے بلند درجات کی بشارت دی ہے اور دوسری میں علمی ترقی کے لئے دعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نیز پہلی آیت میں ایمان و علم کا رابطہ مذکور ہے اور ایمان کو علم پر مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کے حسن ترتیب اور حسن بیان پر بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی پہلے کتاب الایمان پھر کتاب العلم کا انعقاد فرمایا ہے۔ آیت میں ایمان اور علم ہر دو کو ترقی درجات کے لئے ضروری قرار دیا۔ درجات جمع سالم اور مکرم ہونے کی وجہ سے غیر معین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان درجات کی کوئی حد نہیں جو اہل علم کو حاصل ہوں گے۔

باب: اس بیان میں کہ جس شخص سے علم کی کوئی

بات پوچھی جائے اور وہ اپنی کسی دوسری بات میں

مشغول ہو پوس (ادب کا تقاضا ہے کہ) وہ پہلے اپنی

بات پوری کر لے پھر پوچھنے والے کو جواب دے

بَابُ مَنْ سُوِلَ عِلْمًا وَهُوَ

مُسْتَعْلٍ فِيْ حَدِيْثِهِ فَاتَمَّ الْحَدِيْثَ

ثُمَّ اَجَابَ السَّائِلَ

۵۹) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فتح نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ (فتح) نے بیان کیا، کہا ہلال بن علی نے، انہوں نے عطاء بن یسار سے نقل کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا: ”وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس (دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ”جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔“ اس نے کہا: ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”(جب حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔“

۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ؛ قَالَ: وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي هَلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَخَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: جَاءَهُ سَمِعَ مَا قَالَ، فَكَّرَهُ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ: ((أَيْنَ- أَرَاهُ- السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) فَقَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ((إِذَا وَسَدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) [طرفه فی: ۶۴۹۶]

تشریح: آپ ﷺ دوسری باتوں میں مشغول تھے، اس لئے اس کا جواب بعد میں دیا۔ ہمیں سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود باب ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ علمی آداب میں یہ ضروری ادب ہے کہ شاگرد موقع محل دیکھ کر استاد سے بات کریں۔ کوئی اور شخص بات کر رہا ہو تو جب تک وہ فارغ نہ ہو اور میان میں دخل اندازی نہ کریں۔ امام تھمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وانما لم يجبه عليه الصلوة والسلام لانه يحتمل ان يكون لانتظار الوحي او يكون مشغولا بجواب سائل اخر ويؤخذ منه ينبغي للعالم والقاضي ونحوهما رعاية تقدم الأسبق.“

یعنی آپ ﷺ نے شاید وحی کے انتظار میں اس کو جواب نہ دیا یا آپ دوسرے سائل کے جواب میں مصروف تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم اور قاضی صاحبان کو پہلے آنے والوں کو رعایت کرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

باب: اس کے بارے میں جس نے علمی مسائل کے لیے اپنی آواز کو بلند کیا

۶۰) ہم سے ابو العثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے ابو بشر سے بیان کیا، انہوں نے یوسف بن ماہک سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا آنحضرت ﷺ ہم سے

۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ ﷺ

فِي سَفَرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكْنَا وَقَدْ أَزْهَقْنَا الصَّلَاةَ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسُحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَتَادَى بَاعْلَى صَوْتِهِ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا [طرفاء فی: ۹۶، ۱۶۳] [مسلم: ۵۷۲]

پچھے رہ گئے اور آپ ﷺ ہم سے اس وقت ملے جب (عصر کی) نماز کا وقت آن پہنچا تھا، ہم (جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے۔ پس پاؤں کو خوب دھونے کے بدل ہم یوں ہی سادھو رہے تھے۔ (یہ حال دیکھ کر) آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: ”دیکھو ایڑیوں کی خرابی دوزخ سے ہونے والی ہے“ دو یا تین بار آپ ﷺ نے (یوں ہی بلند آواز سے) فرمایا۔

تشریح: بلند آواز سے کوئی بات کرنا شان نبوی کے خلاف ہے کیونکہ آپ کی شان میں لیس بصرخاب آیا ہے کہ آپ شور مچانے والے نہ تھے مگر یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بات منعقد کر کے بتلادیا کہ مسائل کے بتلانے کے لئے آپ کبھی آواز کو بلند فرمادیتے تھے۔ خطبہ کے وقت بھی آپ کی یہی عادت مبارک تھی جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ ترجمہ باب اسی سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد لوگوں کو آگاہ کرنا تھا کہ جلدی کی وجہ سے ایڑیوں کو خشک نہ رہنے دیں، یہ خشکی ان ایڑیوں کو دوزخ میں لے جائے گی۔ یہ سفر کہہ سے مدینہ کی طرف تھا۔

بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ: حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

باب: محدث کا لفظ حد ثنا واخبرنا وانبانا استعمال کرنا صحیح ہے

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ: كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ ((حَدَّثَنَا)) و((أَخْبَرَنَا)) و((أَنْبَأَنَا)) و((سَمِعْتُ)) وَاجِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَقِيقٌ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَلِمَةً كَذَا، وَقَالَ حُذَيْفَةُ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرَوِي عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَنَسُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرَوِيهِ عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرَوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

جیسا کہ امام حمیدی نے کہا کہ ابن عیینہ کے نزدیک الفاظ حد ثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت ایک ہی تھے..... اور عبداللہ بن مسعود نے بھی یوں ہی کہا حد ثنا رسول اللہ ﷺ درحالیہ آپ سچوں کے سچے تھے۔ اور شقیق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات سنی اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں اور ابو العالیہ نے روایت کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے اور انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی اور آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی کہا آپ ﷺ اس کو تمہارے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ محدثین کی نقل و نقل کی اصطلاح میں حد ثنا و اخبرنا و انبانا کا استعمال ان کا خود ایجاد کردہ نہیں ہے۔ بلکہ خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کے پاک زمانوں میں بھی نقل و نقل کے لئے ان ہی لفظوں کا استعمال ہوا کرتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں ان چھ روایات کو بغیر سند کے لائے ہیں۔ دوسرے مقامات پر ان کی اسناد موجود ہیں اسناد کا علم دین میں بہت ہی بڑا درجہ ہے۔ محدثین کرام رضی اللہ عنہم نے سچ فرمایا ہے کہ ”الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء“ یعنی اسناد بھی دین میں ہی داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو کچھ آتا وہ کہہ ڈالتا۔ مگر علم اسناد نے صحت نقل کے لئے حد بندی کر دی ہے اور یہی محدثین کرام کی سب سے بڑی خوبی ہے

کہ وہ علم الاسناد کے ماہر ہوتے ہیں اور رجال کے مال و معالیہ پر ان کی پوری نظر ہوتی ہے اسی لئے کذب و افترا ان کے سامنے نہیں بٹھہر سکتا۔

۶۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجْرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدَّثُونِي مَا هِيَ؟)) قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا: حَدَّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)).

(۶۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے، اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟“ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کی طرف دوڑا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“

إطرافه في: ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸،

۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴] [مسلم: ۷۰۹۸]

تشریح: اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس لفظ حدثنا وحدثونی خود نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں سے بولے گئے ہیں پس ثابت ہو گیا کہ یہ اصطلاحات عہد نبوی ﷺ سے مردج ہیں۔ بلکہ خود قرآن مجید ہی سے ان سب کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ سورہ تحریم میں ہے: ﴿قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَاتِيُّ الْعَلِيمِ الْخَبِيرِ﴾ (۶۶/التحریم: ۳) ”اس عورت نے کہا کہ آپ ﷺ کو اس بارے میں کس نے خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ مجھ کو اس نے خبر دی جو جانے والا خبر رکھنے والا پروردگار عالم ہے“ پس مگرین حدیث کی یہ ہنوت کہ علم حدیث عہد نبوی کے بعد کی ایجاد ہے بالکل غلط اور قرآن مجید کے بالکل خلاف اور واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔

باب: اس بارے میں کہ استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے ان سے کوئی سوال کرے (یعنی امتحان لینے کا بیان)

بَابُ طَرَحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ لِيُخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

(۶۲) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ (ایک مرتبہ) آپ ﷺ نے فرمایا: ”درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی بھی یہی مثال ہے بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟“ یہ سن کر لوگوں کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے لیکن (وہاں بہت بزرگ موجود تھے اس لیے) مجھ کو شرم آئی۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض

۶۲۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجْرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدَّثُونِي مَا هِيَ؟)) . قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي۔ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا: حَدَّثْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هِيَ؟ قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)).

النَّحْلَةَ))، [راجعہ: ۶۱]

کیا یا رسول اللہ! آپ ہی بیان فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“

اس حدیث اور واقعہ نبوی سے طالب علموں کا امتحان لینا ثابت ہوا۔ جبکہ کھجور کے درخت سے مسلمان کی تشبیہ اس طرح ہوئی کہ مسلمان متوکل علی اللہ ہو کر ہر حال میں ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ وَالْعُرْضِ عَلَى الْمَحَدِّثِ

باب: شاگرد کا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا

روایت حدیث کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو حدیث پڑھ کر سنائے۔ اسی طرح یوں بھی ہے کہ شاگرد استاد کو پڑھ کر سنائے۔ بعض لوگ دوسرے طریقوں میں کلام کرتے تھے۔ اس لئے حضرت امام محمدؒ نے یہ باب منعقد کر کے بتلادیا کہ ہر دو طریقے جائز اور درست ہیں۔

ورَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيَّ، وَمَالِكُ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً، وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَاةَ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَهَذِهِ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَحَبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهُ بِذَلِكَ فَأَجَازُوهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُونَ أَشْهَدْنَا فَلَانَ، وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِي فَيَقُولُ الْقَارِي: أَقْرَأَنِي فَلَانَ.

اور امام حسن بصری اور سفیان ثوری اور مالک نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز کہا ہے اور بعض نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے لی ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“۔ تو یہ (گویا) آنحضرت ﷺ کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا۔ ضمام نے پھر جا کر اپنی قوم سے یہ بیان کیا تو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔ اور امام مالک نے دستاویز سے دلیل لی جو قوم کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے دستاویز پر گواہ کیا اور پڑھنے والا پڑھ کر استاد کو سناتا ہے پھر کہتا ہے مجھ کو فلاں نے پڑھایا۔

ابن بطال نے کہا کہ دستاویز والی دلیل بہت ہی پختہ ہے کیونکہ شہادت تو اخبار سے بھی زیادہ اہم ہے۔ مطلب یہ کہ صاحب معاملہ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جائے اور وہ گواہوں کے سامنے کہے دے کہ ہاں یہ دستاویز صحیح ہے تو گواہ اس پر گواہی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح جب عالم کو کتاب پڑھ کر سنائی جائے اور وہ اس کا اقرار کرے تو اس سے روایت کرنا صحیح ہوگا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ النَّوَّاسِيُّ عَنِ عَوْفِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى: عَنْ سَفْيَانَ قَالَ: إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمَحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ: حَدَّثَنِي قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُولُ: عَنْ مَالِكٍ وَسَفْيَانَ الْقِرَاءَةَ عَلَى

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، ہم سے محمد بن حسن واسطی نے بیان کیا، کہا انہوں نے عوف سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے سفیان ثوری سے سنا، وہ کہتے تھے جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں اگر یوں کہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا۔ اور میں نے ابو عاصم سے سنا، وہ امام مالک اور سفیان ثوری کا قول بیان کرتے تھے کہ عالم کو پڑھ کر سنانا اور عالم کا شاگردوں کے سامنے پڑھنا

دونوں برابر ہیں۔

العالم وقرأته سواء.

(۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے، انہوں نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر سے، انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا (بھائیو!) تم لوگوں میں محمد (ﷺ) کون سے ہیں؟ آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: محمد (ﷺ) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہو میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔“ وہ بولا میں آپ ﷺ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برانہ مانے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔“ تب اس نے کہا کہ میں آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب تبارک و تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں یا میرے اللہ!“ پھر اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں یا میرے اللہ!“ پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں اس مہینہ رمضان کے روزے رکھو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں یا میرے اللہ!“ پھر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ہاں یا میرے اللہ!“ تب وہ شخص کہنے لگا جو حکم آپ ﷺ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (تحقیق حال کے لیے) آیا ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے

۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ هُوَ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاحَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَالنَّبِيُّ ﷺ مَتَكِيٌّ بَيْنَ ظَهْرَانِهِمْ. فَقُلْنَا: هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمَتَكِيُّ. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا بَنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ أَجَبْتِكَ)). فَقَالَ الرَّجُلُ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ فَمَشَدَّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ. فَقَالَ: ((سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ)). فَقَالَ: أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ، اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ، اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). فَأَنْشُدْكَ بِاللَّهِ، اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ، اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَعْيَانِنَا فَتَقْسِمَ بِهَا عَلَيَّ فُقْرَانِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: آمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ، وَأَنَا رَسُولٌ، مِنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي، وَأَنَا ضَمَامُ ابْنِ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرِ رَوَاهُ مُوسَى وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. [مسلم:

۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶

ہوں۔ اس حدیث کو (لیث کی طرح) موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے یہی مضمون آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: مسلم کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے۔ مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ہے: "فاناخ بعیرہ علی باب المسجد" یعنی اس نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے پر باندھ دیا تھا۔ اس نے بے تکلفی سے سوالات کئے اور آپ بھی بے تکلفی سے جواب دیتے رہے اور لفظ مبارک ((اللھم نعم)) کا استعمال فرماتے رہے۔ اللھم تمام اسمائے حسنیٰ کے قائم مقام ہے، اس لئے گویا آپ نے جواب کے وقت اسمائے حسنیٰ کو شامل فرمایا۔ یہ عربوں کے محاورے کے مطابق بھی تھا کہ وثوق کامل کے مقام پر اللہ کا نام بطور قسم استعمال کرتے تھے۔ ضمام کا آنا ۹ھ کی بات ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور ابو سعیدہ وغیرہ کی تحقیق ہے، اس کی تائید طبرانی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عرض و قراءت کا طریقہ بھی معتبر ہے جیسا کہ ضمام نے بہت سی دینی باتوں کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور آپ تصدیق فرماتے رہے۔ پھر ضمام اپنی قوم کے ہاں گئے اور انہوں نے ان کا اعتبار کیا اور ایمان لائے۔

حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت سے عالی سند کے حصول کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ ضمام نے اپنے ہاں آپ کے قاصد کے ذریعہ یہ ساری باتیں معلوم کر لی تھیں لیکن پھر خود حاضر ہو کر آپ ﷺ سے بالمشافہ ساری باتوں کو معلوم کیا، لہذا اگر کسی کے پاس کوئی روایت چند واسطوں سے ہو اور کسی شیخ کی اجازت سے ان واسطوں میں کسی آسانی ہو تو ملاقات کر کے عالی سند حاصل کرنا بہر حال بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہم کو ایسی لیے یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیدہ باری آئے اور آپ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیدہ باری آیا اور اس نے کہا کہ (اے محمد ﷺ) ہمارے ہاں آپ کا مبلغ گیا تھا۔ جس نے ہم کو خبر دی کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، ایسا آپ کا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے بالکل سچ کہا ہے۔" پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ عزوجل نے۔" پھر اس نے پوچھا کہ زمین کس نے پیدا کی ہے اور پہاڑ کس نے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ عزوجل نے۔" پھر اس نے پوچھا کہ ان میں نفع دینے والی چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل نے۔" پھر اس نے کہا کہ پس اس ذات کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس میں نفع پیدا کئے کہ کیا

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَيْتُنَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ يَعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُولُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزَعَمُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ ((صَدَقَ)) فَقَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ: ((اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ)) قَالَ: فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ: ((اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ)) قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: زَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ

اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ”ہاں بالکل سچ ہے۔“ (اللہ نے مجھ کو رسول بنایا ہے) پھر اس نے کہا کہ آپ کے مبلغ نے بتلایا ہے کہ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنا اسلامی فرائض ہیں، کیا یہ درست ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! اس نے بالکل سچ کہا ہے۔“ پھر اس نے کہا: آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں بالکل درست ہے۔“ آپ کے مبلغ نے بتلایا کہ ہم پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اُس نے سچ کہا ہے۔“ پھر اُس نے کہا آپ کو اُس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں بالکل درست ہے۔“ پھر وہ بولا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اُس نے سچ کہا۔“ پھر اُس نے کہا آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ ہی نے آپ ﷺ کو یہ حکم فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ”ہاں!“ پھر وہ کہنے لگا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں پر کچھ زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا۔ (بلکہ ان ہی کے مطابق اپنی زندگی گزار دوں گا) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا تو وہ ضرور ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔“

صَلَوَاتٍ وَرِكَاتَةٍ فِي أَمْوَالِنَا قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي سَبْتِنَا قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ: ((صَدَقَ)) قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ صَدَقَ لِيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ)).

تشریح: صحابی نے کہا کہ یہ حدیث اس مقام پر اسی ایک نسخہ بخاری میں ہے جو فربری پر پڑھا گیا اور کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ شرح قسطلانی میں بھی یہ روایت یہاں نہیں ہے۔ بہر حال صحابہ کرام کو غیر ضروری سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ وہ احتیاطاً خاموشی اختیار کر کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کوئی باہر کا آدمی آ کر مسائل معلوم کرے اور ہم کو سننے کا موقع مل جائے۔ اس روایت میں بھی شاید وہی ضمام بن ثعلبہ مراد ہیں جن کا ذکر کچھ جلیبی روایت میں آچکا ہے۔ اس کے تمام سوالات کا تعلق اصول و فرائض دین سے متعلق تھا۔ آپ ﷺ نے بھی اصولی طور پر فرائض ہی کا ذکر فرمایا۔ نوافل فرائض کے تابع ہیں چند ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس بارے میں آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اس سے سنن و نوافل کی اہمیت جو اپنی جگہ پر مسلم ہے وہ کم نہیں ہوئی۔

ایک بے جا الزام: صاحب ایضاح البخاری جیسے سنجیدہ مرتب کو اللہ جانے کیا سوجھی کہ حدیث طلحہ بن عبید اللہ جو کتاب الایمان میں بذیل باب الزکوٰۃ من الاسلام مذکور ہوئی ہے اس میں آنے والے شخص کو اہل نجد سے بتلایا گیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہی ہیں۔ بہر حال اس کے ذیل میں آپ نے ایک عجیب سرفخی ”دور حاضرہ کا ایک فنڈ“ سے قائم فرمائی ہے۔ پھر اس کی توضیح یوں کی ہے کہ ”اہل حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سنن کے اہتمام سے پہلو تہی کرتے ہیں۔“ (ایضاح البخاری جلد ۴/ص ۳۸۶)

الہمدیث پر یہ الزام اس قدر بے جا ہے کہ اس پر جتنی بھی لٹی کی جائے کم ہے۔ کاش آپ غور کرتے اور سوچتے کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں، جو جماعت سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے ہاں انتہائی مقرب ہے وہ بھلا سننے کے اہتمام سے پہلو تہی کرے گا؟ یہ بالکل غلط ہے۔ انفرادی طور پر اگر کوئی شخص ایسا کر گزرتا ہے تو اس فعل کا وہ خود ذمہ دار ہے یوں کہتے مسلمان خود نماز فرض ہی سے پہلو تہی کرتے ہیں تو کیا کسی غیر مسلم کا یہ کہنا درست ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے ہاں نماز کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ الہمدیث کا نعرہ ہی یہ ہے:

مَاعَا شَقِيمٍ بے دل دلدار ما محمد ما بلبلیم نالان گلزار ما محمد ﷺ

ہاں! الہمدیث یہ ضرور کہتے ہیں کہ فرض و سنن و نوافل کے مراتب الگ الگ ہیں۔ کوئی شخص کبھی کسی مقبول عذر کی بنا پر اگر سنن و نوافل سے محروم رہ جائے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ نہ اس کی ادا کردہ فرض نماز پر اس کا کچھ اثر پڑے گا، اگر اہل حدیث ایسا کہتے ہیں تو یہ بالکل بجا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو خود آپ کا بھی فتویٰ ہے۔ جیسا کہ آپ خود اسی کتاب میں فرما رہے ہیں، آپ کے لفظ یہ ہیں۔ ”آپ ﷺ نے اس کے بے کم و کاست عمل کرنے کی قسم پر دخول جنت کی بشارت دی کیونکہ اگر بالفرض وہ صرف انہیں تعلیمات پر اکتفا کر رہا ہے اور سنن و نوافل کو شامل نہیں کر رہا ہے۔ تب بھی دخول جنت کے لئے تو کافی ہے۔“ (ایضاح، جلد: ۵/ص: ۳۱) صد افسوس کہ آپ یہاں ان کو داخل جنت فرما رہے ہیں اور پچھلے مقام پر آپ ہی اسے ”دور حاضرہ کا ایک نذر“ بتلاتے ہیں۔ ہم کو آپ کی انصاف پسند طبیعت سے پوری توقع ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح فرمادیں گے۔

بَابُ مَا يُدْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ
وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ
إِلَى الْبُلْدَانِ
باب: مناوولہ کا بیان اور اہل علم کا علمی باتیں لکھ کر
(دوسرے) شہروں کی طرف بھیجنا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف (یعنی قرآن) لکھوائے اور انہیں چاروں طرف بھیج دیا۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یحییٰ بن سعید اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ (کتابت) جائز ہے۔ اور بعض اہل حجاز نے مناوولہ پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے امیر لشکر کے لیے خط لکھا تھا۔ پھر (قاصد سے) فرمایا تھا کہ جب تک تم فلاں فلاں جگہ نہ پہنچ جاؤ اس خط کو مت پڑھنا۔ پھر جب وہ جگہ پہنچ گئے تو اس نے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور جو آپ کا حکم تھا وہ انہیں بتلایا۔

وَقَالَ أَنَسٌ: نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْأَفَاقِ، وَرَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ وَمَالِكَ ذَلِكَ جَائِزًا، وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيرِ السَّرِيَةِ كِتَابًا وَقَالَ: لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ، وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۶۴) اسامیل بن عبد اللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے صالح کے واسطے سے روایت کی، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے نقل کیا کہ ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا اور اس سے یہ حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جائے۔ بحرین کے حاکم نے وہ خط کسری (شاہ ایران) کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت اس نے وہ خط پڑھا تو چاک کر ڈالا (راوی کہتے ہیں) اور میرا خیال

۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا، وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كَسْرَى، فَلَمَّا

قرآ مَزَقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمَسْبَبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلُّ مَمَزَّقٍ. [اطرافہ فی: ۲۹۳۹، ۴۴۲۴، ۷۲۶۴]

ہے کہ ابن مسیب نے (اس کے بعد) مجھ سے کہا کہ (اس واقعہ کو سن کر) رسول اللہ ﷺ نے اہل ایران کے لیے بددعا کی کہ وہ (بھی چاک شدہ خط کی طرح) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اللہ نے بہت جلد اپنے پیچھے رسول ﷺ کی دعا کا اثر ظاہر کر دیا۔

۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا، أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَفْرَوُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتَوْمًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَفْسَهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ. فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَنْ قَالَ: نَفْسَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنَسٌ [اطرافہ فی: ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲] [مسلم: ۵۴۸۰؛ نسائی: ۵۲۱۶، ۵۲۹۳]

(۶۵) ہم سے ابوالحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ نے، انہیں شعبہ نے قتادہ سے خبر دی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے (کسی بادشاہ کے نام دعوت اسلام دینے کے لیے) ایک خط لکھایا لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط (یعنی بے مہر کے خط کو مستند نہیں سمجھتے) تب آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی نوائی۔ جس میں ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا۔ گویا (آج بھی) آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قتادہ سے پوچھا کہ یہ کس نے کہا (کہ) اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا: انس رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح: مناولہ اصطلاح محدثین میں اسے کہتے ہیں کہ اپنی اصل مرویات اور مسوعات کی کتاب جس میں اپنے استادوں سے سن کر حدیثیں لکھ رکھی ہوں اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر دی جائے اور اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو روایت کرنے کی اس کو اجازت بھی دے دی جائے، تو یہ جائز ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہی ہے۔ اگر اپنی کتاب حوالہ کرتے ہوئے روایت کرنے کی اجازت نہ دے تو اس صورت میں حدیثی یا اخباری فلان کہنا جائز نہیں ہے۔ حدیث ۶۲ میں کسری کے لئے بددعا کا ذکر ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کا نام مبارک چاک کر ڈالا، چنانچہ خود اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ بھاڑ ڈالا۔ سو جب وہ مرنے لگا تو اس نے دواؤں کا خزانہ کھولا اور ہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا تو ہاہ کے لئے اکسیر ہے۔ وہ بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا جب وہ مر گیا اور اس کے بیٹے نے دوا خانے میں اس ڈبے پر لکھا ہوا دیکھا تو اس کو وہ کھا گیا اور وہ بھی مر گیا۔ اسی دن سے اس سلطنت میں متزل شروع ہوا، آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا نام دشنام بھی باقی نہیں رہا، ایران کے ہر بادشاہ کا لقب کسری ہوا کرتا تھا۔ اس زمانے کے کسری کا نام پرویز بن ہرہز بن نوشیروان تھا، اسی کو خسرو پرویز کہتے ہیں۔ اس کے قاتل بیٹے کا نام شیرویہ تھا، خلافت فاروقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران فتح ہوا۔

مناولہ کے ساتھ باب میں مکاتبت کا ذکر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ استاد اپنے ہاتھ سے خط لکھے یا کسی اور سے لکھوا کر شاگرد کے پاس بھیجے، شاگرد اس صورت میں بھی اس کو اپنے استاد سے روایت کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی خدا داد قوت اجتہاد کی بنا پر ہر دو مذکورہ احادیث سے ان اصطلاحات کو ثابت فرمایا ہے پھر تعجب ہے ان کم فہموں پر جو امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیر اور درونج اور محض ناقل حدیث سمجھ کر آپ کی تخفیف کے درپے ہیں۔ نعموذ باللہ من شرور انفسنا۔

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ

باب: وہ شخص جو مجلس کے آخر میں بیٹھ جائے اور وہ

الْمَجْلِسُ، وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي
الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

شخص جو درمیان میں جہاں جگہ دیکھے بیٹھ جائے
(بشرطیکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو)

(۶۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ان سے مالک نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے ذکر کیا، بے شک ابو مرہ مولیٰ عقیل بن ابی طالب نے انہیں ابو داؤد لیشی سے خبر دی کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے (ان میں سے) دو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے (جب) مجلس میں (ایک جگہ کچھ) گنجائش دیکھی، تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے (تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ”کیا تمہیں تین آدمیوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تو (سنو) ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی، اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیسرے شخص نے منہ موڑا، اللہ نے (بھی) اس سے منہ موڑ لیا۔“

۶۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ أَبَا مَرْة، مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَذْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفْرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ، فَأَوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ)).

[طرفہ فی: ۴۷۴] [مسلم: ۵۶۸۱، ۵۶۸۲]

ترمذی: ۲۷۲۴

تشریح: ثابت ہوا کہ مجالس علی میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ نے مذکورہ تین آدمیوں کی کیفیت مثال کے طور پر بیان فرمائی۔ ایک شخص نے مجلس میں جہاں جگہ دیکھی وہاں ہی وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے نے کہیں جگہ نہ پائی تو مجلس کے کنارے جا بیٹھا اور تیسرے نے جگہ نہ پا کر اپنا راستہ لیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اعراض گویا اللہ سے اعراض ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کے بارے میں سخت الفاظ فرمائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں آدمی کو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہیے اگرچہ اس کو سب سے آخر میں جگہ ملے۔ آج بھی وہ لوگ جن کو قرآن و حدیث کی مجلس پسند نہ ہو بڑے ہی بد بخت ہوتے ہیں۔

باب: رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل

میں کہ ”بسا اوقات وہ شخص جسے (حدیث) پہنچائی

جائے سننے والے سے زیادہ (حدیث کو) یاد رکھ لیتا

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ:

((رُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ))

ہے

(۶۷) ہم سے مسد نے بیان کیا، ان سے بشر نے ان سے ابن عون نے ابی سیرین کے واسطے سے، انہوں نے عبدالرحمن بن ابی بکر سے نقل کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نے اس کی نیل تھام رکھی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: ”آج یہ کونسا دن ہے؟“ ہم خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آج کے دن کا آپ کوئی دوسرا نام اس کے علاوہ تجویز فرمائیں گے (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کیا: بے شک۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا: ”یہ کون سا مہینہ ہے؟“ ہم (اس پر بھی) خاموش رہے اور یہ (ہی) سمجھے کہ اس مہینے کا (بھی) آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کیا: بے شک! آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو یقیناً تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔ پس جو شخص حاضر ہے اسے چاہیے کہ غائب کو یہ (بات) پہنچا دے، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ ایسے شخص کو یہ خبر پہنچائے، جو اس سے زیادہ (حدیث کا) یاد رکھنے والا ہو۔“

۶۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا بَشْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ: قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَعَدَ عَلَيَّ بِعَيْرِهِ، وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ هَذَا)). فَسَكَّنَا حَتَّى ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ سَوَى اسْمِهِ، قَالَ: ((الْيَسَّ يَوْمَ النَّحْرِ)). فَلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا)) فَسَكَّنَا حَتَّى ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ. فَقَالَ: ((الْيَسَّ بِذِي الْحِجَّةِ)). فَلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَانَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. لِيَبْلُغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يَبْلُغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ)). [اطرافہ فی: ۱۰۵، ۱۷۴۱، ۳۱۹۶، ۴۴۰۶، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۰۷۸، ۷۴۴۷] [مسلم: ۴۳۸۳، ۴۳۸۴]

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت امام خطیب یا محدث یا استاد سواری پر بیٹھے ہوئے بھی خطبہ دے سکتا ہے، وعظ کہہ سکتا ہے۔ شاگردوں کے کسی سوال کو حل کر سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاگرد کو چاہیے کہ استاد کی تشریح و تفصیل کا انتظار کرنے اور خود جواب دینے میں جگت سے کام نہ لے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شاگرد فہم اور حفظ میں اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ چیز استاد کے لئے باعث مسرت ہونی چاہیے۔ یہ حدیث ان اسلامی فلاسفوں کے لئے بھی دلیل ہے جو شرعی حقائق کو فلسفیانہ تفریح کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرع کے حقائق و فوائد بیان کرنے میں بہترین تفصیل سے کام لیا ہے۔

بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

باب: اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے

لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا﴾ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ”آپ

جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتدا فرمائی اور (حدیث میں ہے) کہ علما انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے (دولت کی) بہت بڑی مقدار حاصل کر لی۔ اور جو شخص کسی راستے پر حصول علم کے لیے چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔“ اور (دوسری جگہ) فرمایا: ”اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔“ اور فرمایا: ”اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے تو جہنمی نہ ہوتے۔“ اور فرمایا: ”کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔“ اور ”علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔“ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو، اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، اور مجھے گمان ہوا کہ میں نے نبی ﷺ سے جو ایک کلمہ سنا ہے، گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً اسے بیان کر ہی دوں گا اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے۔“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت ﴿كُونُوا رَبَّانِيِّينَ﴾ سے مراد حکما، علما، فقہا ہیں۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے۔

اللَّهُ ﴿[محمد: ۱۹] فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ، وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَرَثُوا الْعِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَقَالَ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [فاطر: ۲۸] وَقَالَ: ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ [العنكبوت: ۴۳] وَقَالَ: ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الملك: ۱۰] وَقَالَ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: ۹] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ)) [طرفه فی: ۷۱] وَ﴿إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالْتَعْلَمِ﴾ وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَوْ وَضَعْتُمْ الصَّنَمَ مَعَهُ عَلَى هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أَنْفَعُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَعْتُهَا. وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كُونُوا رَبَّانِيِّينَ﴾ [آل عمران ۷۹] حُكَمَاءَ، عُلَمَاءَ، فَفَهَاءَ. وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.

بچوں کو قاعدہ، پارہ پڑھانے والے حضرات بھی اسی میں داخل ہیں۔

باب: نبی ﷺ کا لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت فرمانے اور تعلیم دینے کے بیان میں تاکہ انہیں ناگوار نہ ہو

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا

(۶۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہیں سفیان نے اعمش سے خبر دی، وہ ابوالوکیل سے روایت کرتے ہیں۔ وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَنَا سَفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ أَبِي وَإِلٍ، عَنِ

ابن مسعود، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ، كَرَاهَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا. تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں۔

[طرفہ فی: ۷۰، ۶۴۱۱] [مسلم: ۷۱۲۷، ۷۱۲۸]

۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّبَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَشِّرُوا وَلَا تَعْسُرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تَنْفَرُوا)).

(۶۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے شعبہ نے ان سے ابوالنباح نے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔“

[طرفہ فی: ۶۱۲۵] [مسلم: ۴۵۲۸]

معلمین و اساتذہ و دو اعظین و خطبا حضرت سب ہی کے لئے یہ ارشاد واجب العمل ہے۔

بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَعْلُومَةً

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص اہل علم کے لیے

کچھ دن مقرر کر دے (تو یہ جائز ہے یعنی استاد اپنے شاگردوں کے لیے اوقات مقرر کر سکتا ہے)

۷۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوْ دِدْتُ أَنَّكَ ذَكَرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَمْلِكُكُمْ، وَإِنِّي أَتَحَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا. [طرفہ فی: ۶۸] [مسلم: ۷۱۲۹]

(۷۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ (ابن مسعود) ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابو عبد الرحمن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا: تو سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تک نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔

تشریح: احادیث بالا اور اس باب سے مقصود اساتذہ کو یہ بتلانا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ذہن کا خیال رکھیں، تعلیم میں اس قدر انہماک اور شدت سمجھیں کہ طلبہ کے دماغ تھک جائیں اور وہ اپنے اندر بے دلی اور کم رغبتی محسوس کرنے لگ جائیں۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے درس و مواعظ کے لئے ہفتہ میں صرف جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نقلی عبادت اتنی تنگی جانی کے دل میں بے رغبتی اور ملال پیدا ہو۔ بہر حال اصول تعلیم یہ ہے کہ ((یسروا ولا تعسروا و بشاروا ولا تنفروا))۔

بَابُ مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا

باب: اس بارے میں اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ

بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما

يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ

دیتا ہے

(۷۱) ہم سے سعید بن عقیل نے بیان کیا، ان سے وہب نے یونس کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو شخص تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔“

۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَقِيلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ حَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، خَطْبِيًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ)) [اطرافه في: ۳۱۱۶، ۳۶۴۱، ۷۳۱۲، ۷۴۶۰]

[مسلم: ۲۳۹۲]

نا سمجھ لوگ جو مدعیان علم اور داعی و مرشد بن جائیں ہم حکیم خطرہ جان، ہم ملاحظہ ایمان ان ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

باب: علم میں سمجھ داری سے کام لینے کے بیان میں

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

(۷۲) ہم سے علی (بن مدینی) نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے ابن ابی قح نے مجاہد کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینے تک رہا، میں نے (اس) ایک حدیث کے سوا ان سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور حدیث نہیں سنی، وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک گاہلا لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ”درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔“ (ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سن کر) میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لیے خاموش رہا۔ (پھر) رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ ”وہ کھجور ہے۔“

۷۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَانِي بِجُمَارٍ فَقَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مِثْلُهَا كَمِثْلِ الْمُسْلِمِ)). فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَضْعَفُ الْقَوْمَ فَسَكَتُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((هِى النَّخْلَةُ)). [ارجع: ۶۱]

[مسلم: ۷۱۰۰، ۷۱۰۱]

تشریح: حدیث (۷۱) کے آخر میں جو فرمایا، اس کا مطلب دوسری حدیث کی وضاحت کے مطابق یہ ہے کہ امت کس قدر بھی گمراہ ہو جائے مگر اس میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، اس کی لوگ کتنی بھی مخالفت کریں مگر اس جماعت حقہ کو اس مخالفت کی کچھ پروا نہ ہوگی، اس جماعت حقہ سے جماعت اللہ حدیث مراد ہے۔ جس نے تقلید جامد سے ہٹ کر صرف کتاب و سنت کو اپنا مدار عمل قرار دیا ہے۔

بَابُ الْإِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو (یعنی دین کا علم حاصل کرو) اور ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بوجھاپے میں بھی دین سیکھا۔

وَقَالَ عُمَرُ: تَفَقَّهُوْا قَبْلَ أَنْ تَسُوْدُوْا. [قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَبَعْدَ أَنْ تَسُوْدُوْا] وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ كِبَرِ سِنِهِمْ.

(۷۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے دوسرے لفظوں میں بیان کیا، ان لفظوں کے علاوہ جوزہری نے ہم سے بیان کئے، وہ کہتے ہیں میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”حد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔“

۷۳- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَلِيُّ غَيْرِ مَا حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْلَطَ عَلَيْهِ هَلَكَ فِيهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)) [اطرافه في: ۱۴۰۹، ۷۱۴۱، ۷۳۱۶] [مسلم: ۱۸۹۶؛ ابن ماجه: ۴۲۰۸]

تشریح: شارحین حدیث لکھتے ہیں: ”اعلم ان المراد بالحسد ههنا الغبطة فان الحسد مذموم قديين الشرع قباحته باوضع بيان وقد يجيء الحسد بمعنى الغبطة وان كان قليلا.“ یعنی حدیث (۷۳) میں حد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے کیونکہ حد بہر حال مذموم ہے جس کی شرع نے کافی مذمت کی ہے۔ کبھی حد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بہت سے نا فہم لوگ امام بخاری رضی اللہ عنہ سے حد کر کے ان کی توہین و تحقیر کے درپے ہیں، ایسا حد کرنا مؤمن کی شان نہیں۔ اللہم احفظنا آمین۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پاس دریا میں جانے کے ذکر میں

مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى

الْخَضِرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (جو حضرت موسیٰ کا قول ہے) ”کیا میں تمہارے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تم مجھے (اپنے علم سے کچھ) سکھاؤ۔“

وَقَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿هَلْ أَتَبَعَكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا﴾. [الکہف: ۶۶]

(۷۴) ہم سے محمد بن غریب زہری نے بیان کیا، ان سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ان کے باپ (ابراہیم) نے، انہوں نے صالح سے

۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ حَدَّثَنَا

سنا، انہوں نے ابن شہاب سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ وہ اور حر بن قیس بن حسن فزاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث و تکرار کرنے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ پھر ان کے پاس سے ابی بن کعب گزرے تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میں اور میرے یہ رفیق موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے انہوں نے ملاقات چاہی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ ذکر سنا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں (دنیا میں) کوئی آپ سے بڑھ کر عالم موجود ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ہے (جس کا علم تم سے زیادہ ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضر علیہ السلام سے ملنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو (واپس) لوٹ جاؤ، تب خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ تب موسیٰ علیہ السلام (چلے اور) دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے۔ اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے، کیا آپ نے دیکھا تھا، میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی بنے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باتیں کرتے ہوئے لوٹے (وہاں) انہوں نے خضر علیہ السلام کو پایا۔ پھر ان کا وہی قصہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔“

أَبِي، عَنْ صَالِحِ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ ابْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيِّ فِي صَاحِبِ مُوسَى: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ حَضِرٌ. فَمَرَّ بِهِمَا أَبُو بِنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي، هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لِقَائِهِ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ مُوسَى بَلَى، عَبْدُنَا حَضِرٌ، فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ، فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسَى قَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوْينَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ. قَالَ: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَعْبِي، فَأَرْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَوَجَدَا حَضِرًا. فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ)). [اطرافه في: ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨] [مسلم: ٣١٦٨، ٦١٦٨، ٦١٦٩]

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: بَابُ: نَبِيِّ ﷺ كَايَهُ فَرِمَانَ كَمَا فِي اللَّهِ اسَّ قَرَّآنَ كَا

((اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ))

علم عطا فرمائیو!

(۷۵) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، ان سے عبد الوارث نے، ان سے خالد نے عمر کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (سینے سے) لگایا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ ”اے اللہ! اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرمائیو۔“

۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ)). [اطرافہ فی: ۱۴۳، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰] [ترمذی: ۳۸۲۴؛ ابن ماجہ: ۱۶۶]

باب: اس بارے میں بچے کا (حدیث) سننا کس عمر میں صحیح ہے؟

بَابُ مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ؟

(۷۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) گدھی پر سوار ہو کر چلا: اس زمانے میں، میں بلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے دیوار (کی آڑ) نہ تھی، تو میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا اور گدھی کو چھوڑ دیا۔ وہ چرنے لگی، جبکہ میں صف میں شامل ہو گیا (مگر) کسی نے مجھے اس بات پر ٹوکا نہیں۔

۷۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى جِمَارِ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِيَمِينِي إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ. [اطرافہ فی: ۴۹۳، ۸۶۱، ۱۸۵۷، ۴۴۱۲] [مسلم: ۱۱۲۴]

ابوداؤد: ۷۱۵؛ ترمذی: ۳۳۷؛ نسائی: ۷۵۱؛ ابن ماجہ: ۹۴۷

(۷۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ابو مسہر نے، ان سے محمد بن حرب نے، ان سے زہیدی نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمود بن الربیع سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کھلی فرمائی، اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسَهَّرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهَيْدِيُّ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي - وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ - مِنْ دَلْوٍ. [اطرافہ فی: ۱۸۹، ۸۳۹، ۱۱۸۵، ۶۳۵۴]

[۶۴۲۲] [مسلم: ۱۴۹۸]

تشریح: بعض نے ایسے بھی ذہن، ذکی، فہیم ہوتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر ہی میں ان کا دماغ قابل اعتماد ہو جاتا ہے۔ یہاں ایسا ہی مجھ مراد ہے اس سے ثابت ہوا کہ لڑکا یا لڑکا ہا اگر نمازی کے آگے سے نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ لڑکے کی روایت صحیح ہے چونکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت تک لڑکے ہی تھے مگر آپ کی روایت کو مانا گیا ہے دوسری روایت میں محمود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو بہت ہی کسن تھے چونکہ ان کو یہ بات یاد رہی تو ان کی روایت معتبر ٹھہری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبب شفتت اور برکت کے لئے ڈالی تھی۔

بَابُ الْخُرُوجِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ . باب: علم کی تلاش میں نکلنے کے بارے میں

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ فِي حَدِيثٍ وَاحِدٍ . اور جابر بن عبد اللہ کا ایک حدیث کی خاطر عبد اللہ بن انیس کے پاس جانے کے لیے ایک ماہ کی مسافت طے کرنا۔

۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَاضِي حِمصَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيِّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، فَمَرَّ بِهِمَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لُقْيَيْهِ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ: أُبَيُّ نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَكٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ: مُوسَى لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى بَلَى، عَبْدُنَا حَضِرُ، فَسَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لُقْيَيْهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحَوْتَ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَ الْحَوْتَ فَارْجِعْ، فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ مُوسَى يَتَّبِعُ أَثَرِ الْحَوْتَ فِي الْبَحْرِ. فَقَالَ فَتَى مُوسَى لِمُوسَى:

(۷۸) ہم سے ابوالقاسم خالد بن خلی قاضی حمص نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرب نے، اوزاعی کہتے ہیں کہ ہمیں زہری نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے خبر دی، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حرب بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں جھگڑے (اس دوران میں) ان کے پاس سے ابی بن کعب گزرے، تو ابی بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلا لیا اور کہا کہ میں اور میرے (یہ) ساتھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے ملنے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ سے) دعا کی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ان کا ذکر فرماتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت ابی نے کہا کہ ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے ”کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر (علم میں تم سے بڑھ کر) ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملنے کی راہ دریافت کی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے (ان سے ملاقات کے لیے) مچھلی کو نشانی قرار دیا اور ان کہہ دیا کہ جب تم مچھلی کو نہ پاؤ تو لوٹ جانا، تم خضر علیہ السلام سے ملاقات کر لو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا میں مچھلی کے نشان کا انتظار کرتے رہے۔ تب ان

کے خادم نے ان سے کہا: ”آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم پتھر کے پاس تھے، تو میں (وہاں) مچھلی بھول گیا۔ اور مجھے شیطان ہی نے غافل کر دیا۔“ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہم اسی (مقام) کے تو متلاشی تھے، تب وہ اپنے (قدموں کے) نشانوں پر باتیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ (وہاں) خضر علیہ السلام کو انہوں نے پایا۔ پھر ان کا قصہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔“

﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنسَانِي إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾
 قَالَ مُوسَى: ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ)). [راجع: ۷۴]

باب: پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے

بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلَّمَ وَعَلَّمَ

بیان میں

(۷۹) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے حماد بن اسامہ نے برید بن عبد اللہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو موسیٰ علیہ السلام سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پنی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چھیل میدان ہوتے ہیں نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔“ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے ابو اسامہ کی روایت سے ”قیلت الماء“ کا لفظ نقل کیا ہے۔ قاع اس خطہ زمین کو کہتے ہیں جس پر پانی چڑھ جائے (مگر ٹھہرے نہیں) اور جھصف اس زمین کو کہتے ہیں جو بالکل ہموار ہو۔

۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ أَسَامَةَ، عَنْ بَرِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي بَرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَلْبَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّا وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أُمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَفَنَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تَنْبِتُ كَلًّا، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فِقَهُ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: عَنْ أَبِي أَسَامَةَ: وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قِيلَتِ الْمَاءَ، قَاعٌ يَغْلُوهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ. [مسلم: ۵۹۵۳]

تشریح:۔ حدیث (۷۸) سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ حضرت موسیٰ نے علم حاصل کرنے کے لئے کتنا بڑا سفر کیا۔ جن لوگوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے نقد خلی سکھیں اور پھر قشیری کو سکھائی یہ سارا قصہ محض جھوٹ ہے۔ اسی طرح بعض کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ یا امام مہدی حنفی

ذہب کے مقلد ہوں گے محض بے اصل اور خلاف قیاس ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خوب رد کیا ہے۔ امام مہدی خالص کتاب وسنت کے علم بردار پختہ احمدیٹ ہوں گے۔

باب: علم کے زوال اور جہالت کے پھیل جانے

کے بیان میں

اور ربیعہ کا قول ہے کہ جس کے پاس کچھ علم ہو، اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم کو چھوڑ دے اور) اپنے آپ کو ضائع کر دے۔

(۸۰) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے ابوالتیاح کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علامت قیامت میں سے یہ ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا۔ اور (علائیہ) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔“

وَقَالَ رَبِيعَةُ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

۸۰۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيُضَيَّبَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخُمْرُ، وَيُظْهَرَ الزُّنَاءُ)). [اطرافه في: ۸۱، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷، ۶۸۰۸، مسلم: ۶۷۸۵]

(۸۱) ہم سے مسد نے بیان کیا ان سے یحییٰ نے شعبہ سے نقل کیا، وہ ابو قتادہ سے، ابو قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے بعد تم سے کوئی نہیں بیان کرے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”علامت قیامت میں سے یہ ہے کہ علم (دین) کم ہو جائے گا۔ جہل ظاہر ہو جائے گا۔ زنا بکثرت ہوگا۔ عورتیں بڑھ جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ ۵۰ عورتوں کا نگران صرف ایک مرد رہ جائے گا۔“

۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَأَحَدُنْكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُقَلَّ الْعِلْمُ، وَيُظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيُظْهَرَ الزُّنَاءُ، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقَلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقِيَمُ الْوَّاحِدُ)). [راجع: ۸۰، مسلم: ۶۷۸۶، ترمذی: ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ابن ماجہ: ۲۲۰۵]

ان لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جن میں مرد بکثرت تیغ ہو گئے اور عورتیں ہی عورتیں رہ گئیں۔

باب: علم کی فضیلت کے بیان میں

(۸۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے لیٹنے، ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، وہ حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

۸۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ ابْنَ

رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”میں سو رہا تھا۔ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے (خوب اچھی طرح) پی لیا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن خطاب کو دے دیا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”علم۔“

عَمْرًا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَتَيْتُ بِقَدْحٍ لَبَنٍ، فَشَبَّ بِي حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرَّيِّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)). قَالُوا: فَمَا أَوْلَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الْعِلْمُ))

[اطرافہ فی: ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷،

[۷۰۳۲] [مسلم: ۶۱۹۰؛ ۶۱۹۱، ترمذی:

۲۲۸۴

باب: جانوروں وغیرہ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا جائز ہے

بَابُ الْفَتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى

ظَهْرِ الدَّابَّةِ أَوْ غَيْرِهَا

(۸۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، وہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کے مسائل دریافت کرنے کی وجہ سے منیٰ میں ٹھہر گئے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اب) ذبح کر لے اور کچھ حرج نہیں۔“ پھر دوسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اب) رمی کر لے (اور پہلے کر دینے سے) کچھ حرج نہیں۔“ ابن عمر کہتے ہیں (اس دن) آپ ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال ہوا، جو کسی نے آگے اور پیچھے کر لی تھی۔ تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ ”اب کر لے اور کچھ حرج نہیں۔“

۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنَى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ. قَالَ: ((اَذْبِحْ وَلَا حَرْجَ)). فَمَنْ أَشْعُرٌ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ. قَالَ: ((أَرُمُ وَلَا حَرْجَ)) قَالَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَدَّمَ وَلَا أَخَّرَ إِلَّا قَالَ: ((الْفَعْلُ وَلَا حَرْجَ)). [اطرافہ فی: ۱۲۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷،

۱۷۳۸] [۶۶۶۵] [مسلم: ۳۱۵۶، ۳۱۵۷،

۳۱۵۸، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲،

۳۱۶۳؛ ترمذی: ۹۱۶؛ ابن ماجہ: ۳۰۵۱]

باب: اس شخص کے بارے میں جو ہاتھ یا سر کے

بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ

الْيَدِ وَالرَّأْسِ

اشارے سے فتویٰ کا جواب دے

(۸۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ایوب نے عکرمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے آپ کے (آخری) حج میں کسی نے پوچھا کہ میں نے رمی کرنے (یعنی نکلر پھینکنے) سے پہلے ذبح کر لیا، آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (اور) فرمایا: ”کچھ حرج نہیں۔“ کسی نے کہا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمادیا کہ ”کچھ حرج نہیں۔“

۸۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سئِلَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُرْمِيَ؟ قَالَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قَالَ: ((وَلَا حَرَجَ)). وَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ؟ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: ((وَلَا حَرَجَ)) [اطرافہ فی: ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵،

[۶۶۶۶] [ابن ماجہ: ۳۰۴۹]

(۸۵) ہم سے سہمی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں حنظلہ نے سالم سے خریدی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”(ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب) علم اٹھایا جائے گا۔ جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا۔“ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر فرمایا اس طرح، گویا آپ ﷺ نے اس سے قتل مراد لیا۔

۸۵- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بُغْضُ الْعِلْمِ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتْنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ)). قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ، فَحَرَفَهَا، كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ. [اطرافہ فی: ۱۰۳۶، ۱۰۴۱۲، ۳۶۰۸، ۴۶۳۵،

۴۶۳۶، ۶۰۳۷، ۶۰۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱]

[۷۱۱۵، ۷۱۲۱] [مسلم: ۶۷۹۵]

(۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ہشام نے فاطمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ اسماء سے روایت کرتی ہیں کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگا ہے) اتنے میں لوگ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ پاک ہے۔ میں نے کہا (کیا یہ گہن) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! پھر میں (بھی نماز کے لیے) کھڑی ہو گئی۔ حتیٰ کہ مجھے غش آنے لگا، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (نماز کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان فرمائی، پھر فرمایا: ”جو چیز مجھے پہلے دکھائی نہیں گئی تھی آج

۸۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: آتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيُ فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا النَّاسُ؟ قِيَامٌ، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ! قُلْتُ: آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا، أَي نَعَمَ، فَقَمِنْتُ حَتَّى عَلَانِي الْعَشِيُّ، فَجَعَلْتُ أَصْبَ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللَّهُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنْتَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيئُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي

وہ سب اس جگہ میں نے دیکھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آزمانے جاؤ گے، مثل یا قریب کا کون سا لفظ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نہیں جانتی، فاطمہ کہتی ہیں (یعنی) قننہ دجال کی طرح (آزمانے جاؤ گے) کہا جائے گا (قبر کے اندر کہ) تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو جو صاحب ایمان یا صاحب یقین ہوگا، کونسا لفظ فرمایا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے، مجھے یاد نہیں۔ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں، جو ہمارے پاس اللہ کی ہدایت اور دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو قبول کر لیا اور ان کی پیروی کی۔ وہ محمد ﷺ ہیں۔ تین بار (اسی طرح کہے گا) پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ آرام سے سو جاوے شک ہم نے جان لیا کہ تو محمد ﷺ پر یقین رکھتا تھا۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کون سا لفظ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا۔ تو وہ (منافق یا شکی آدمی) کہے گا کہ جو لوگوں کو میں نے کہتے سنا میں نے بھی (وہی) کہہ دیا (باقی میں کچھ نہیں جانتا)۔“

هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَأَوْحِيَ إِلَيَّ أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ - أَوْ قَرِيبًا لَا أَدْرِي أَيِّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، يُقَالُ مَا عَلِمْتُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ - أَوِ الْمُؤَقِنُ لَا أَدْرِي أَيَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ: هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا، هُوَ مُحَمَّدٌ. ثَلَاثًا، فَيُقَالُ: نَمَّ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوِ الْمُرْتَابُ، لَا أَدْرِي أَيِّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)).

[اطرافہ فی: ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴،

۱۰۶۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰،

[۷۲۸۷] [مسلم: ۲۱۰۳، ۲۱۰۴]

باب: رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ عبد القیس کے وفد کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ ایمان لائیں اور علم کی باتیں یاد رکھیں اور پیچھے رہ جانے والوں کو بھی خبر کر دیں

بَابُ تَحْرِيطِ النَّبِيِّ ﷺ وَفَدِّ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَحْفَظُوا الْإِيمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

اور مالک بن الحویرث نے فرمایا کہ ہمیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر انہیں (دین کا) علم سکھاؤ۔“

وَقَالَ: مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِكُمْ، فَعَلِّمُوهُمْ)).

(۸۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غنڈر نے، ان سے شعبہ نے ابو جرہ کے واسطے سے بیان کیا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا تھا (ایک مرتبہ) ابن عباس نے کہا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”کون سا وفد ہے یا یہ کون لوگ ہیں؟“ انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان (کے لوگ ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”مبارک ہو قوم کو (آنا) یا مبارک ہو اس وفد کو (جو گھسی) نہ رسوا ہونہ شرمندہ ہو (اس

۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أُنْرِجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ الْوَفْدُ؟ أَوْ مِنَ الْقَوْمِ)). قَالُوا: رَبِيعَةٌ، قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ، غَيْرَ خَزَائِيَا وَلَا نَدَامَى)). قَالُوا: إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ

کے بعد)۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کو نے سے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے زمینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آسکتے۔ اس لیے ہمیں کوئی ایسی (قطعی) بات بتلا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ (پھر) فرمایا کہ ”کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟“ انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”(ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو۔“ اور چار چیزوں سے منع فرمایا، نوباء، حتم، اور مزفت کے استعمال سے۔ اور (چونکہ چیز کے بارے میں شعبہ) کہتے ہیں کہ ابو جمرہ بسا اوقات تقیر کہتے تھے اور بسا اوقات مقیر۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔“

شُقَّةٌ بَعِيدَةٌ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ كُفَّارٍ مُضْرٍ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَأَانَا، نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ. فَأَمْرُهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَايَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمْرُهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحَدَهُ. قَالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحَدَهُ؟)). قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِتْيَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتَعْطُؤُا الخُمْسِ مِنَ الْمَغْنَمِ)). وَنَهَايَهُمْ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْحَتَمِ وَالْمَزْفَتِ. قَالَ: شُعْبَةُ وَرَبِّمَا قَالَ: ((النَّقِيرِ)). وَرَبِّمَا قَالَ: ((الْمُقَيْرِ)). قَالَ: ((أَحْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ)).

[راجع: ۵۳] [مسلم: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷؛ نسائی:

۵۷۰۸، ۵۰۴۶]

نوٹ: یہ حدیث کتاب الایمان کے اخیر میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ثابت فرمایا ہے کہ استاد اپنے شاگردوں کو تحصیل علم کے لئے ترغیب و تحریض سے کام لے سکتا ہے۔ مزید تفصیل وہاں دیکھی جائے۔

بَابُ الرَّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ

باب: جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لیے سفر کرنا (کیسا ہے؟)

(۸۸) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ نے خبر دی، انہیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے عقبہ بن الحارث کے واسطے سے نقل کیا کہ عقبہ نے ابو اباب بن عزیز کی لڑکی سے نکاح کیا۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے اس کا نکاح ہوا ہے، اس کو دودھ پلایا ہے۔ (یہ سن کر) عقبہ نے کہا، مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے نہ تو نے کبھی مجھے

۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةَ أَبِي إِبَاهِبِ بْنِ عَزِيزٍ، فَاتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي

بتایا ہے۔ تب سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہا گیا۔“ تب عقبہ بن حارث نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے دوسرا خاوند کر لیا۔

تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ
أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟)). فَقَارَقَهَا
عُقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. [اطرافہ فی:

[۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴]

[ابوداؤد: ۳۶۰۳، ۳۶۰۴؛ ترمذی: ۱۱۵۱]

نسائی: ۳۳۳۰]

تشریح: عقبہ بن حارث نے احتیاطاً اسے چھوڑ دیا کیونکہ جب شبہ پیدا ہو گیا تو اب شہ کی چیز سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا سفر کر کے مدینہ جانا ترجمہ الباب کا یہی مقصد ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے طلب حدیث کے سلسلہ میں جو جو سفر کیے ہیں وہ طلب علم کے لئے بے مثال سفر ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے احتیاطاً عقبہ کی جدائی کرا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ احتیاط کا پہلو بہر حال مقدم رکھنا چاہیے یہ بھی ثابت ہوا کہ رضاع صرف رضع کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ

باب: اس بارے میں کہ (طلبہ کا حصول) علم کے
لیے (استاد کی خدمت میں) اپنی اپنی باری مقرر
کرنا درست ہے

(۸۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی (ایک دوسری سند سے) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن وہب کو یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور سے نقل کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں اطراف مدینہ کے گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے جو مدینہ کے (پورب کی طرف) بلند گاؤں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا، ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ) دیگر باتوں کی اس کو خبر دے دیتا تھا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ تو ایک دن وہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے روز حاضر خدمت ہوا (جب

۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ،
عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: قَالَ: وَقَالَ ابْنُ وَهَبٍ:
أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسٍ، عَنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي
مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ
مِنَ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا تَتَنَاوَبُ التَّنَزُّولَ
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ
يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلَتْ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ
مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَّ مِثْلَ
ذَلِكَ، فَتَنَزَّلُ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيَّ يَوْمَ

نَوْبِهِ، فَضْرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا. فَقَالَ: أَنْتُمْ هُمْ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ حَدَّثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ. فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ: أَطَلَقَكُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَذْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَقْتَ نِسَانَكَ؟ قَالَ: ((لَا)). فَقُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. [اطرافه في: ٢٤٦٨، ٤٩١٣، ٥١٩١، ٥٢١٨، ٥٨٤٣، ٧٢٥٦، ٧٢٦٣] [مسلم: ٣٦٩٥؛ ترمذی: ٢٤٦١، نسانی: ٢١٣١]

واپس آیا تو اس نے میرا روزہ بہت زور سے کھٹکھٹایا اور (میرے بارے میں پوچھا کہ) کیا عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس آیا وہ کہنے لگا کہ ایک بڑا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) پھر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا، وہ رورہی تھی۔ میں نے پوچھا، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی: میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کھڑے کھڑے کہا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ (یہ افواہ غلط ہے) تب میں نے (تعجب سے) کہا: اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے)۔

تشریح: اس انصاری کا نام عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ تھا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ خبر واحد پر اعتماد کرنا درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر اس لئے پوچھا کہ ان دنوں مدینہ پر غسان کے بادشاہ کے حملہ کی افواہ گرم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے شاید غسان کا بادشاہ آ گیا ہے۔ اسی لئے آپ گھبرا کر باہر نکلے پھر انصاری کی خبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ اس نے ایسی بے اصل بات کیوں کہی۔ اس لئے بے ساختہ آپ کی زبان پر نعرہ تکبیر آ گیا۔ باری اس لئے مقرر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجر پیشہ تھے اور انصاری بھائی بھی کاروباری تھے۔ اس لئے تاکہ اپنا کام بھی جاری رہے اور علوم نبوی سے بھی محرومی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لئے بھی اہتمام ضروری ہے اس حدیث کی باقی شرح کتاب النکاح میں آئے گی۔

بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ
باب: اس بیان میں کہ استاد شاگردوں کی جب کوئی ناگوار بات دیکھے تو وعظ کرتے اور تعلیم دیتے وقت ان پر خفا ہو سکتا ہے

٩٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَا أَكَادُ أُذْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوُّونَ بِنَا فَلَانَ، فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمَيْهِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مُنْفَرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالصَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ))

(٩٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا انہیں سفیان نے ابو خالد سے خبر دی، وہ قیس بن ابی حازم سے بیان کرتے ہیں، وہ ابو مسعود انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر) عرض کیا، یا رسول اللہ! فلاں شخص (معاذ بن جبل) لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس لیے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چرانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرأت سننے کی طاقت نہیں رکھتا) (ابو مسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غضبناک نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم (ایسی شدت

[اطرافہ فی: ۷۵۲، ۷۰۴، ۶۱۱، ۷۱۵۹] اختیار کر کے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے تو وہ ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت والے (سب ہی قسم کے لوگ) ہوتے ہیں۔“

تشریح: غصہ کا سبب یہ کہ آپ پہلے بھی منع کر چکے ہوں گے دوسرے ایسا کرنے سے ڈرتا کہ کہیں لوگ تمہارے دین سے نفرت نہ کرنے لگ جائیں۔ یہیں سے ترجمہ باب لکھا ہے۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانَ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِينِيُّ، عَنْ زَيْنَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنَجَّبِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ وَكَانَهَا. أَوْ قَالَ: وَعَائِنَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرَفَهَا سَنَةً، ثُمَّ اسْتَمْعَعَ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَذَاهَا إِلَيْهِ)) قَالَ: فَضَالَةٌ الْإِبِلِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّت وَجْتَانُهَا. أَوْ قَالَ: احْمَرَّ وَجْهَهُ. فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحَبْدَاؤُهَا، تَرُدُّ الْمَاءَ، وَتَرَعَى الشَّجَرَ، فَذَرَاهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)) قَالَ: فَضَالَةٌ الْغَنَمِ قَالَ: ((لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذَّبِّ)) [اطرافہ فی: ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۲۴۹۲، ۲۶۱۱۲]۔ [مسلم: ۴۴۹۸، ۴۴۹۹] ابوداؤد: ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸ ترمذی: ۱۱۳۷۲ ابن ماجہ: ۲۵۰۴

تشریح: گری پڑی چیز کو لفظ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں اسی کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے غصے کا سبب یہ ہوا کہ اونٹ کے بارے میں سوال ہی بیکار تھا۔ جب کہ وہ تلف ہونے والا جانور نہیں۔ وہ جنگل میں اپنا چارہ پانی خود تلاش کر لیتا ہے، اسے شیر یا بھیڑ یا بھی نہیں کھا سکتے، پھر اس کا پکڑنا بیکار ہے۔ خود اس کا مالک ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس تک پہنچ جائے گا، ہاں بکری کے تلف ہونے کا فوری خطرہ ہے لہذا اسے پکڑ لینا چاہیے۔ پھر مالک آئے تو اس کے حوالہ کر دے۔ معلوم ہوا کہ شاگردوں کے نامناسب سوالات پر استاد کی تنگی بجا تسلیم کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگردوں کو سوال کرنے سے پہلے خود سوال کی اہمیت پر بھی غور کر لینا ضروری ہے۔ اونٹ سے متعلق آپ کا جواب اس زمانہ کے ماحول کے پیش نظر تھا مگر آج کل کا ماحول ظاہر ہے۔

۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أَكْثَرَ عَلَيْهِ غَضَبٌ، ثُمَّ قَالَ: لِلنَّاسِ: ((سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ)). فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُدَافَةَ)). فَقَامَ آخِرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ)). فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نَتُوبُ إِلَيْكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. [طرفه فی: ۷۲۹۱] [مسلم: ۶۱۲۵]

۹۲) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے ابواسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابوبردہ سے اور وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں دریافت کی گئیں کہ آپ ﷺ کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات کی) آپ ﷺ پر بہت زیادتی کی گئی تو آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ”(اچھا اب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔“ تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔“ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کا حال دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔

تشریح: لغو اور بے ہودہ سوال کسی صاحب علم سے کرنا سراسر نادانی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے اس قسم کا سوال کرنا تو گویا بہت ہی بے ادبی ہے۔ اسی لئے اس قسم کے بے جا سوال پر آپ نے غصہ میں فرمایا کہ جو چاہو دریافت کرو۔ اس لئے اگرچہ بشر ہونے کے لحاظ سے آپ غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے۔ مگر اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ﷺ ہونے کی بنا پر وحی والہام سے اکثر احوال آپ کو معلوم ہو جاتے تھے، یا معلوم ہو سکتے تھے جن کی آپ کو ضرورت پیش آتی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں مانتے ہو تو اب جو چاہو پوچھو، مجھ کو اللہ کی طرف سے جو جواب ملے گا تم کو بتلاؤں گا۔ آپ کی عقلی دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر حاضرین کی نمائندگی فرماتے ہوئے ایسے سوالات سے باز رہنے کا وعدہ فرمایا۔

باب: اس شخص کے بارے میں جو امام یا محدث

کے سامنے دوزانو (ہو کر ادب کے ساتھ) بیٹھے

۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ، فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُدَافَةَ)). ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)). فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا

۹۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہیں انس بن مالک نے بتلایا کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ حضور میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حذافہ۔“ پھر آپ ﷺ نے بار بار فرمایا ”کہ مجھ سے پوچھو۔“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوزانو ہو کر عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے، اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں اور (یہ جملہ) تین مرتبہ (دہرایا) پھر (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش

بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ

عِنْدَ الْإِمَامِ أَوْ الْمُحَدِّثِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثَلَاثًا، فَسَكَتَ. [اطرافہ فی: ۵۴۰، ۷۴۹، ہو گئے۔

۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰،

[۷۲۹۵، ۷۲۹۴] [مسلم: ۶۱۲۲]۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے کی منشا یہ تھی کہ اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر اب ہمیں مزید کچھ سوالات پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ لوگ عبد اللہ بن حذاذ کو کسی اور کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ سے اپنی تفسیح حاصل کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو فراتو ہو کر بیٹھے سے ترجمہ باب نکلا اور ثابت ہوا کہ شاگرد کو استاد کا ادب ہمہ وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مؤدبانہ بیان سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جاتا رہا اور آپ خاموش ہو گئے۔

بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ ثَلَاثًا
لِيَفْهَمَ عَنْهُ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص سمجھانے کے لیے (ایک) بات کو تین مرتبہ دہرائے تو یہ ٹھیک ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”لا وقول الزور“ اس کو تین بار دہراتے رہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نے تم کو پہنچا دیا۔“ (یہ جملہ) آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ)). فَمَا زَالَ يُكْرَرُهَا. [طرفہ فی: ۲۵۸۶] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ بَلَّغْتُ)) ثَلَاثًا.

[طرفہ فی: ۱۷۴۲]

(۹۳) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبد الصمد نے، ان سے عبد اللہ بن شئی نے، ان سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار دہراتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔

۹۴: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُنْتَنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ أَنَسِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ عَنْهُ.

[طرفہ فی: ۹۵، ۶۲۴۴] [ترمذی: ۲۷۲۳]

(۹۵) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبد الصمد نے، ان سے عبد اللہ بن شئی نے، ان سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار لوٹاتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔ اور جب کچھ لوگوں کے پاس آپ تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

۹۵: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُنْتَنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ أَنَسِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ، وَإِذَا آتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

[راجع: ۹۴]

۹۶: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، (۹۶) ہم سے مسدود نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے ابو بشر کے واسطے

سے بیان کیا، وہ یوسف بن مالک سے بیان کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہمارے قریب پیچھے تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا یا تنگ ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم اپنے پیروں پر پانی کا ہاتھ پھیرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ ”آگ کے عذاب سے ان ایڑیوں کی (جو خشک رہ جائیں) خرابی ہے۔“ یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسُحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع: ۶۰]

توضیح: ان احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ اگر کوئی محدث سمجھانے کے لئے ضرورت کے وقت حدیث کو کمر بیان کرے یا طالب علم ہی استاد سے دوبارہ بارہ بارہ پڑھنے کو کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ تین بار سلام اس حالت میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں بھی لائے ہیں، اس سے بھی یہی نکلتا ہے۔ ورنہ ہمیشہ آپ کی یہ عادت تھی کہ تین بار سلام کرتے، یہ اسی صورت میں تھا کہ گھر والے پہلا سلام نہ سن پاتے تو آپ دوبارہ سلام کرتے اگر پھر بھی وہ جواب نہ دیتے تو تیسری دفعہ سلام کرتے، پھر بھی جواب نہ ملتا تو آپ واپس ہو جاتے۔

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی باندی اور گھر

بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ أُمَّتَهُ وَأَهْلَهُ

والوں کو تعلیم دینا (ضروری ہے)

(۹۷) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عماری نے خبر دی، وہ صالح بن حیان سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہا ان سے ابو بردہ نے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”تین شخص ہیں جن کے لیے دو گنا اجر ہے: ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آزادی جس کے پاس کوئی لوٹری ہو جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دو گنا اجر ہے۔“ پھر عامر نے (صالح بن حیان سے) کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت (صلہ یا مشقت) کے سنا دی ہے (ورنہ) اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔

۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حِيَّانَ، قَالَ: عَامِرُ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أُمَّةٌ يَطَّأُهَا فَأَدَّبَهَا، فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ بَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ)). ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ: أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ يُرَكَّبُ فِيهَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ. [اطرافه في: ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۲۵۵۱، ۳۰۱۱، ۳۴۴۶، ۵۰۸۳] [مسلم:

۳۷۷، ۳۸۸، ترمذی: ۱۱۱۶، نسائی: ۳۳۴۴؛

ابن ماجہ: ۱۹۵۶]

تشریح: حدیث سے باب کی مطابقت کے لئے لوٹنی کا ذکر صریح موجود ہے اور بیوی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تادیب یعنی ادب سکھانا اور عمدہ تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ اگر علم کے ساتھ عمدہ تربیت نہ ہو تو ایسے علم سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسلاف امت ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرتے اور بے حد مشقتیں اٹھایا کرتے تھے۔ شارحین بخاری کہتے ہیں:

”وانما قال هذا ليكون ذلك الحديث عنده بمنزلة عظمة ويحفظه باهتمام بليغ فان من عادة الانسان ان الشيء الذي يحصله من غير مشقة لا يعرف قدره ولا يهتم بحفاظته۔“

یعنی عامر نے اپنے شاگرد صالح سے یہ اس لئے کہا کہ وہ حدیث کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور اسے اہتمام کے ساتھ یاد رکھیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ بغیر مشقت حاصل ہونے والی چیز کی وہ قدر نہیں کرتا اور نہ پورے طور پر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

بابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّسَاءِ وَتَعْلِيمِهَا

باب: اس بارے میں کہ امام کا عورتوں کو بھی نصیحت کرنا اور تعلیم دینا (ضروری ہے)

۹۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رِيَّاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَوْ قَالَ عَطَاءٌ: أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النَّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَلْقِي الْقُرْطُ وَالْخَاتِمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. [اطرافه في: ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۵۲۴۹]

(۹۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ایوب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں، یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں میں سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا۔ تو آپ نے انہیں علیحدہ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت ہالی (اور کوئی عورت) اگٹھکی ڈالنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔ اس حدیث کو اسماعیل نے ایوب سے روایت کیا، انہوں نے عطاء سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا کہ میں آنحضرت ﷺ پر گواہی دیتا ہوں (اس میں شک نہیں ہے)۔ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگلا باب عام لوگوں سے متعلق تھا اور یہ حاکم اور امام سے متعلق ہے کہ وہ بھی عورتوں کو وعظ سنائے۔

[۷۳۲۵] [ابوداؤد: ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴]

تشریح: اس حدیث سے مسئلہ باب کے ساتھ عورتوں کا عید گاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ جو لوگ اس کے مخالف ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مردوں تھی۔ یہ امر ٹھیک ہے کہ عورتیں پردہ اور ادب و شرم و حیا کے ساتھ جائیں۔ کیونکہ نبی

پر دگی بہر حال بری ہے۔ مگر سنت نبوی کی مخالفت کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔

بابُ الْحُرْصِ عَلَى الْحَدِيثِ

باب: علم حدیث حاصل کرنے کی حرص کے بارے میں

۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَمَّنْ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْلَ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ)).

(۹۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان نے عمرو بن ابی عمرو کے واسطے سے بیان کیا، وہ سعید بن ابی سعید المقبری کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے ”لا الہ الا اللہ“ کہے گا۔“

[طرفہ فی: ۱۰۷۰]

تشریح: حدیث شریف کا علم حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحسین فرمائی۔ اسی سے الحدیث کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دل سے کہنے کا مطلب یہ کہ شرک سے بچے، کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے اسے پڑھتا ہو۔ جیسا کہ آج کل بہت سے قبروں کے پجاری نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے۔

باب: كَيْفَ يَقْبُضُ الْعِلْمُ

باب: اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَزْمٍ أَنْظِرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَكْتَبَهُ، فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يُقْبَلُ إِلَّا حَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ، وَلْيَفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يُعْلَمَ سَنَ لَا يُعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا. حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ، يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور انہیں لکھ لو، کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علمائے دین کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تاکہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔ ہم سے علاء بن عبدالجبار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے اس کو بیان کیا یعنی عمر بن عبدالعزیز کی حدیث ذہاب العلماء تک۔

إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءُ .

مقصود یہ ہے کہ پڑھنے پڑھانے ہی سے علم دین باقی رہ سکے گا۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

۱۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)) قَالَ الْفَرَبْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ. [طرفة في: ۷۳۰۷] [مسلم: ۶۷۹۶؛ ترمذی: ۲۶۵۲؛ ابن ماجہ: ۵۲]

۱۰۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ”اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علما کو موت دے کر علم اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اسی لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔“ فربری نے کہا ہم سے عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے قتیبہ نے، کہا ہم سے جریر نے، انہوں نے ہشام سے مانند اس حدیث کے۔

تشریح: پختہ عالم جو دین کی پوری سمجھ بھی رکھتے ہوں اور احکام اسلام کے دقائق و مواضع کو بھی جانتے ہوں، ایسے پختہ دماغ علامت ہو جائیں گے اور سطحی لوگ خدعیان علم باقی رہ جائیں گے جو تاہی کی وجہ سے محض تقلید جلد کی تاریکی میں گرفتار ہوں گے اور ایسے لوگ اپنے غلط فتوؤں سے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ یہ رائے اور قیاس کے دلدادہ ہوں گے۔ یہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطرف فربری کی روایت ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور صحیح بخاری کے اولین راوی بھی فربری رحمہ اللہ ہیں۔ بعض روایوں میں ((بغیر علم)) کی جگہ بر ایہم بھی آیا ہے۔ یعنی وہ جاہل مدعیان علم اپنی رائے قیاس سے فتویٰ دیا کریں گے۔ ”قال العینی: لا یختص هذا بالمفتیین بل عام للقضاة الجاهلین“ یعنی اس حکم میں نہ صرف مفتی بلکہ عالم جاہل قاضی بھی داخل ہیں۔

بَابُ: هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلَى حِدَّةٍ فِي الْعِلْمِ؟

باب: اس بیان میں کہ کیا عورتوں کی تعلیم کے لیے کوئی خاص دن مقرر کیا جاسکتا ہے؟

۱۰۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ، ذَكَوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ: قَالَ النَّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: عَلَبْنَا عَلَيْكَ الرَّجَالُ فَاجْعَلْ

۱۰۱) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابن الاصبہانی نے، انہوں نے ابوصالح ذکوان سے سنا، وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ (آپ ﷺ سے فائدہ اٹھانے میں) مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے آپ اپنی طرف سے ہمارے (دعوظ کے) لیے (بھی) کوئی دن خاص

لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ. فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ: ((مَا مِنْكُمْ أَمْرًا تَقْدَمُ ثَلَاثَةَ مِنْ وُلْدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). فَقَالَتْ أَمْرًا: وَائْتِنِينَ؟ فَقَالَ: ((وَائْتِنِينَ)) [طرفہ فی: ۱۲۴۹، ۷۳۱۰] [مسلم: ۶۶۹۹]

فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ اس دن عورتوں سے آپ نے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور (مناسب) احکام سنائے جو کچھ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ ”جو کوئی عورت تم میں سے (اپنے) تین (لڑکے) آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لیے دوزخ سے پناہ بن جائیں گے۔“ اس پر ایک عورت نے کہا، اگر دو (بچے بھیج دے) آپ نے فرمایا: ”ہاں! اور دو (کا بھی یہ حکم ہے)۔“

یعنی دو معصوم بچوں کی موت ماں کے لئے بخشش کا سبب بن جائے گی۔ پہلی مرتبہ تین بچے فرمایا، پھر دو اور ایک اور حدیث میں ایک بچے کے انتقال پر بھی یہ بشارت آئی۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو ایک مقرر دن میں یہ وعظ فرمایا۔ اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ باب اور حدیث میں مطابقت پیدا ہوئی۔ دو بچوں کے بارے میں سوال کرنے والی عورت کا نام ام سلیم تھا۔ (جنین) کچے بچے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

۱۰۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذُكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَمْ يَلْغُوا الْحِنْتَ. [طرفہ فی: ۱۲۵۰]

۱۰۲) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر نے، ان سے شعبہ نے عبدالرحمن بن الاصبہانی کے واسطے سے بیان کیا، وہ ذکوان سے، وہ ابوسعید سے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور (دوسری سند میں) عبدالرحمن بن الاصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حازم سے سنا، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسے تین (بچے) جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

[مسلم: ۶۷۰۰]

تقریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید اور ایک راوی ابن الاصبہانی کے نام کی وضاحت کے لئے لائے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے بچے کی موت کا کافی رنج ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بچے کی موت ماں کی بخشش کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

باب: اس بارے میں کہ ایک شخص کوئی بات سنے

اور نہ سمجھے تو دوبارہ دریافت کر لے تاکہ وہ اسے

(اچھی طرح) سمجھ لے یہ جائز ہے

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ

يَفْهَمَهُ. فَرَأَجَعَهُ حَتَّى يَعْرِفَهُ

۱۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حُوِّسَبَ عَذَابٌ))

۱۰۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں نافع بن عمر نے خبر دی، انہیں ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ایسی باتیں سنتیں جس کو سمجھ نہ پاتیں تو دوبارہ اس کو معلوم کرتیں تاکہ سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب کیا جائے گا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَوْ لَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَسَوْفَ يَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾؟ [الانشقاق: ۸۰] قَالَتْ: فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ الْعَرَضُ، وَلَكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ)). [اطرافہ فی: ۴۹۳۹، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷]

فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے کہا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”معتزب اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ صرف (اللہ کے دربار میں) پیشی کا ذکر ہے لیکن جس کے حساب میں جانچ پڑتال کی گئی (سمجھو) وہ عارت ہو گیا۔“

تشریح: یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوقِ علم اور سمجھداری کا ذکر ہے کہ جس مسئلہ میں انہیں الجھن ہوتی، اس کے بارے میں، وہ رسول اللہ ﷺ سے بے تکلف دوبارہ دریافت کر لیا کرتی تھیں۔ اللہ کے ہاں پیشی تو سب کی ہوگی، مگر حسابِ نبوی جس کی شروع ہوگئی وہ ضرور گرفت میں آجائے گا۔ حدیث سے ظاہر ہوا کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو شکرِ داستار سے دوبارہ، سہ بارہ پوچھ لے، مگر کج حقی کے لئے بار بار غلط سوالات کرنے سے ممانعت آئی ہے۔

بَابُ: لِيَبْلُغَ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْعَائِبُ

باب: اس بارے میں کہ جو لوگ موجود ہیں وہ غائب شخص کو علم پہنچائیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَهْلِكُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ. [اطرافہ فی: ۴۹۳۹، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷]

یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔ (اور بخاری کتاب الحج میں یہ تعلق باسناد موجود ہے)

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي شَرِيحٍ، أَنَّهُ قَالَ: لِعَمْرٍو ابْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْتَدُّ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثُكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَدَّ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعْتَهُ أَذْنًاى وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَأَبْصَرْتَهُ عَيْنَاى، جِئَن تَكَلَّمُ بِهِ، حَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَمَهَا اللَّهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِأَمْرِيءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْصِدُ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَحَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ

۱۰۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے، وہ ابو شریح سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے جب وہ مکہ میں (ابن زبیر رضی اللہ عنہ) سے لڑنے کے لیے (نوچیں بھیج رہے تھے) کہا کہ اے امیر! مجھے آپ اجازت دیں تو میں وہ حدیث آپ سے بیان کر دوں، جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس (حدیث) کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ یہ حدیث فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے (پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ ”مکہ اللہ نے حرام کیا ہے، آدمیوں نے حرام نہیں کیا۔ تو (سن لو) کہ کسی شخص کے لیے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ ”مکہ میں خون ریزی کرے، یا اس کا کوئی پیز کائے، پھر اگر کوئی اللہ کے رسول (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز نکالے تو اس سے کہہ دو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اجازت دی تھی، تمہارے لیے نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لیے

عَادَتْ حُرْمَتَهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلِيَبْلُغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)). فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ عَمْرُو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ! لَا تُعَيِّذُ عَاصِيَا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ [طرفاء فی: ۱۸۳۲، ۴۲۹۵] [مسلم: ۳۳۰۴؛ ترمذی: ۸۰۹، ۱۴۰۶؛ نسائی: ۲۸۷۶]

اجازت ملی تھی۔ آج اس کی حرمت لوٹ آئی، جیسی کل تھی۔ اور حاضر غائب کو (یہ بات) پہنچادے۔ (یہ حدیث سننے کے بعد راوی حدیث) ابوشریح سے پوچھا گیا کہ (آپ کی یہ بات سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ کہا یوں کہ اے (ابوشریح!) حدیث کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مگر حرم (مکہ) کسی خطا کار کو یا خون کر کے اور قندہ پھیلا کر بھاگ آنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

تشریح: عمرو بن سعید یزید کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، انہوں نے ابوشریح سے حدیث نبوی سن کر تاویل سے کام لیا اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو باغی فساد کی قرار دے کر مکہ شریف پر فوج کشی کا جواز نکالا حالانکہ ان کا خیال بالکل غلط تھا، حضرت ابن زبیر نہ باغی تھے نہ فسادی تھے۔ نص کے مقابلہ پر رائے و قیاس و تاویلات فاسدہ سے کام لینے والوں نے ہمیشہ اسی طرح فسادات برپا کر کے اہل حق کو ستایا ہے۔ حضرت ابوشریح کا نام غولید بن عمرو بن صخر ہے اور بخاری شریف میں ان سے صرف تین احادیث مروی ہیں۔ ۲۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا رضی اللہ عنہ۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے حرم مکہ شریف کو اپنے لیے جائے پناہ بنایا تھا۔ اسی لئے یزید نے عمرو بن سعید کو مکہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کئے گئے۔ اور حرم مکہ کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور عبداللہ بن زبیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نواسے تھے۔ آج کل بھی اہل بدعت حدیث نبوی کو ایسے بہانے نکال کر رد کرتے ہیں۔

۱۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَانَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ: مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، أَلَا لِيَبْلُغَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ)). وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُولُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَانَ ذَلِكَ ((أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟)) مَرَّتَيْنِ. [راجع: ۶۷]

(۱۰۵) ہم سے عبداللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے حماد نے ایوب کے واسطے سے نقل کیا، وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ابوبکر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یوں) فرمایا: ”تمہارے خون اور تمہارے مال، محمد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراضکم کا لفظ بھی فرمایا۔ (یعنی) اور تمہاری آبرو میں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں۔ سن لو! یہ خبر حاضر غائب کو پہنچادے۔“ اور محمد (راوی حدیث) کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ (پھر) دوبارہ فرمایا کہ ”کیا میں نے (اللہ کا یہ حکم) تمہیں نہیں پہنچادیا۔“

تشریح: مقصد یہ کہ میں اس حدیث نبوی کی تعمیل کر چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا، دوسری حدیث میں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے۔

بَابُ إِثْمٍ مِّنْ كَذَبٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

باب: اس بیان میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ کس درجے کا ہے

۱۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا (۱۰۶) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں منصور

شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْصُورٌ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَ بْنَ حِرَاشٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلَيْسَ مِنَ النَّارِ)). [مسلم: ۲؛

نے، انہوں نے ربیع بن حراش سے سنا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مجھ پر جھوٹ مت بولو۔ کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو۔“

ترمذی: ۲۶۶۰، ۳۷۱۵؛ ابن ماجہ: ۳۱]

تشریح: یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنے والے کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونے کو تیار رہے۔

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا يُحَدِّثُ فَلَانٌ وَفَلَانٌ. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتَهُ يَقُولُ: ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلَيْتَبُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [ابوداؤد: ۳۶۵۱؛ ابن ماجہ: ۳۶]

(۱۰۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے جامع بن شداد نے، وہ عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے اور وہ اپنے باپ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ یعنی زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں سنیں جیسے فلاں فلاں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: (بات یہ نہیں) کہ میں نبی ﷺ سے جدا رہا ہوں لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔“

تشریح: اسی لئے میں حدیث رسول ﷺ بیان نہیں کرتا کہ مباد کہیں غلط بیانی نہ ہو جائے۔

۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: أَنَسُ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أَحَدَّنَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلَيْتَبُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [مسلم: ۳]

(۱۰۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے عبدالعزیز کے واسطے سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے بہت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“

۱۰۹۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلْمَةَ هُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يُقُلُّ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلَيْتَبُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(۱۰۹) ہم سے مکئی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“

تشریح: یہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی پہلی ثلاثی حدیث ہے ثلاثی وہ حدیثیں ہیں جن میں رسول کریم ﷺ اور امام بخاری رضی اللہ عنہما تک درمیان میں صرف تین ہی راوی ہوں۔ ایسی حدیثوں کو ثلاثیات امام بخاری رضی اللہ عنہما کہا جاتا ہے۔ اور جامع الصحیح میں ان کی تعداد صرف بائیس ہے۔ یہ فضیلت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہم عصر علما جیسے امام مسلم وغیرہ ہیں ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ صاحب انوار الباری نے یہاں ثلاثیات امام

بخاری رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ثلاثیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے مسند امام عظیم نامی کتاب کا حوالہ دے کر امام بخاری رضی اللہ عنہ پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ فن حدیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے اور مسند امام عظیم نامی کتاب محمد خوارزمی کی جمع کردہ ہے جو ۶۷۴ھ میں راج ہوئی۔ (بستان الحدیث ص ۵)

۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَسْمُوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتُمُوا بِكُنْيَتِي، وَمَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَوَّأ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)). [اطرافہ فی: ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، ۶۹۹۳] [مسلم: ۴]

(۱۱۰) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے ابو حصین کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابوصالح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے کہ ”(اپنی اولاد) کا میرے نام کے اوپر نام رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا تلاش کرے۔“

تشریح: ان مسلسل احادیث کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوگ غلط بات منسوب کر کے دنیا میں خلق کو گمراہ نہ کریں۔ یہ حدیثیں بجائے خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عام طور پر احادیث نبوی کا ذخیرہ منسرد لوگوں کے دست سے محفوظ رہا ہے اور جتنی احادیث لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیں تھیں ان کو علمائے حدیث نے صحیح احادیث سے الگ چھانٹ دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ خواب میں اگر کوئی شخص میری صورت دیکھے تو وہ بھی صحیح ہونی چاہیے، کیونکہ خواب میں شیطان رسول اللہ ﷺ کی صورت میں نہیں آ سکتا۔

موضوع اور صحیح احادیث کو پرکھنے کے لیے اللہ پاک نے جماعت محدثین خصوصاً امام بخاری و مسلم رضی اللہ عنہما جیسے اکابر امت کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے اس فن کی وہ خدمت کی کہ جس کی ام سابقہ میں نظیر نہیں مل سکتی، علم الرجال و توابع جرح و تعدیل وہ ایجاد کیے کہ قیامت تک امت مسلمہ ان پر فخر کیا کرے گی مگر صد افسوس کہ آج چودھویں صدی میں کچھ ایسے بھی متعصب مقلد جامد وجود میں آ گئے ہیں جو خود ان بزرگوں کو غیر فقہیہ ناقابل اعتماد ٹھہرا رہے ہیں، ایسے لوگ محض اپنے مزعوم تقلیدی مذاہب کی حمایت میں ذخیرہ احادیث نبوی کو مشکوک بنا کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ دے۔ (آمین۔)

یہ حقیقت ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کو غیر فقہیہ زور درخ بتلانے والے خود بے سمجھ ہیں جو چھوٹا منہ اور بڑی بات کہہ کر اپنی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس مقام کی تفصیل میں جاتے ہوئے صاحب انوار الباری نے جماعت احمدیث اور اکابر احمدیث کو بار بار لفظ جماعت غیر مقلدین سے حس طنز توہین کے ساتھ یاد کیا ہے وہ حدودِ قابلِ مذمت ہے مگر تقلید جامد کا اثر ہی یہ ہے کہ ایسے متعصب حضرات نے امت میں بہت سے اکابر کی توہین و تحقیر کی ہے۔ قدیم الامیاء سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ معاندین نے تو صحابہ کو بھی چھوڑا۔ حضرت ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر، انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم کو غیر فقہیہ ٹھہرایا ہے۔

باب: (دینی) علم کو قلم بند کرنے کے جواز میں

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

۱۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَنْ سَفْيَانَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ

(۱۱۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہیں وکیع نے سفیان سے خبر دی، انہوں نے مطرف سے سنا، انہوں نے شعبی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابو حنیفہ

سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی (اور بھی) کتاب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مگر اللہ کی کتاب قرآن ہے یا پھر فہم ہے جو وہ ایک مسلمان کو عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: دیت اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلمان، کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

السَّعْبِيُّ، عَنْ أَبِي جَحِيفَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ: هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: قُلْتُ: وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفِكَاكَ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. [اطرافہ فی: ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۶۹۱۵، ۷۳۰۰] [مسلم: ۳۳۲۷، ۳۳۲۹، ۳۷۹۴؛ نسائی: ۴۷۵۸]

تشریح: بہت سے شیعوں یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ ایسے خاص احکام پوشیدہ باتیں کسی صحیفے میں درج ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتائیں، اس لیے ابو جحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا اور آپ نے صاف لفظوں میں خیال باطل کی تردید فرمادی۔

۱۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ خِرَاعَةَ، قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَحَطَبَ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوْ الْفَيْلَ)) قَالَ مُحَمَّدٌ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ كَذَا قَالَ أَبُو نَعِيمٍ: الْقَتْلَ أَوْ الْفَيْلَ وَغَيْرَهُ يَقُولُ الْفَيْلَ۔ وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُؤْمِنُونَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَجَلْ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا تَجَلْ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُحْتَلَى شَوْكَهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَافِطُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قَتَلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ.)) فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: أَكْتُبُ لِي يَا

(۱۱۲) ہم سے ابو نعیم الفضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو سلمہ سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے کسی شخص نے بنو لیت کے کسی آدمی کو اپنے کسی مقتول کے بدلے میں مار دیا تھا، یہ فتح مکہ والے سال کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی، آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ”اللہ نے مکہ سے قتل یا ہاتھی کو روک لیا۔“ امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس لفظ کو شک کے ساتھ سمجھو، ایسا ہی ابو نعیم وغیرہ نے القتل اور الفیل کہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ الفیل کہتے ہیں۔ (پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ ”اللہ نے ان پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور سمجھ لو کہ وہ (مکہ) کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ نہ مجھ سے پہلے اور نہ (آئندہ) کبھی ہوگا اور میرے لیے بھی صرف دن کے تھوڑے سے حصہ کے لیے حلال کر دیا گیا تھا۔ سن لو کہ وہ اس وقت حرام ہے۔ نہ اس کا کوئی کاٹنا توڑا جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیزیں بھی وہی اٹھائے جس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اس شے کا اعلان کر دے گا۔ تو اگر کوئی شخص مارا جائے تو (اس کے عزیزوں کو) اختیار ہے دو باتوں کا، یادیت لیں یا بدلہ۔ اتنے میں ایک یعنی آدمی (ابوشاہ نامی) آیا اور کہنے لگا (یہ مسائل) میرے لیے لکھوا دیجئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ ابوفلان کے لیے (یہ مسائل) لکھ دو۔ تو ایک

رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: «اُكْتُبُوا لِأَبِيِّ فُلَانٍ»۔ قریشی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مگر آخر (یعنی آخر کائنات کی اجازت دے دیجئے) کیونکہ اسے ہم گھروں کی چھتوں پر ڈالتے ہیں۔ (اور مٹی ملا کر) اپنی قبروں میں بھی ڈالتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(ہاں) مگر آخر، مگر آخر۔“ [طرفاہ (الإلا الإذخِرْ، إلا الإذخِرْ)۔]

في: ٢٤٣٤، ٦٨٨٠] [ابوداؤد: ٢٠١٧، ٤٥٠٥]

تشریح: یعنی اس کے اکھاڑنے کی اجازت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یعنی مسائل کی درخواست پر یہ جملہ مسائل اس کے لئے قلم بند کروادئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تدوین احادیث و کتابت احادیث کی بنیاد خود زمانہ نبوی سے شروع ہو چکی تھی، جسے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ترقی دی گئی۔ پس جو لوگ احادیث نبوی میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ذخیرہ احادیث کو بعض عجمیوں کی گھڑنت بتاتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے کذاب اور فسقری بلکہ دشمن اسلام ہیں، ہرگز ان کی خرافات پر کان نہ دھرنا چاہیے۔ جس صورت میں قتل کا لفظ مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک نے مکہ والوں کو قتل سے بچالیا۔ بلکہ قتل و عارت کو یہاں حرام قرار دے دیا۔ اور لفظ قتل کی صورت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک کی سورہ نمل میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سال ولادت میں حبش کا بادشاہ ابربہ نامی بہت سے ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا مگر اللہ پاک نے راستے ہی میں ان کو ابابیل پرندوں کی ککرکیوں کے ذریعہ ہلاک کر ڈالا۔

١١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو، قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنْبِهِ، عَنْ أَخِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ. تَابِعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [ترمذی: ٢٦٦٨، ٣٨٤١]

(١١٣) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے وہب بن منبہ نے اپنے بھائی کے واسطے سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا، مگر وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ دوسری سند سے معمر نے وہب بن منبہ کی متابعت کی، وہ ہمام سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: اس سے مزید وضاحت ہوگی کہ زمانہ نبوی میں احادیث کو بھی لکھنے کا طریقہ جاری ہو چکا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ عبداللہ بن عمرو نے مجھ سے زیادہ احادیث روایت کی ہوں گی، مگر بعد کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات پانچ ہزار سے زائد (٥٣٢٦ احادیث) ہیں۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مرویات سات سو سے زائد نہیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ علی مرتبی نبی کریم ﷺ کی دعا کے صدقہ میں ملا تھا۔

١١٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ عَنْ ابْنِ سَلِيمَانَ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ

(١١٣) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابن وہب نے، انہیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن عبداللہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے مرض میں شدت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے پاس سامان کتابت لاؤ تا کہ

تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں، تاکہ بعد میں تم گمراہ نہ ہو سکو۔“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس وقت آپ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن موجود ہے جو ہمیں (ہدایت کے لیے) کافی ہے۔ اس پر لوگوں کی رائے مختلف ہو گئی اور شور وغل زیادہ ہونے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو، میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں۔“ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ بے شک مصیبت بڑی سخت مصیبت ہے (وہ چیز جو) ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہو گئی۔

وَجَعَهُ قَالَ: ((اتَّوَيْتُ بِكِتَابِ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ)). قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ. قَالَ: ((قَوْمُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ)) فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ كِتَابِهِ. [اطرافہ فی: ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹]

[۷۳۶۶] [مسلم: ۴۲۳۲]

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازراہ شفقت نبی کریم ﷺ کی سخت ترین تکلیف دیکھ کر یہ رائے دی تھی کہ ایسی تکلیف کے وقت آپ تحریر کی تکلیف کیوں فرماتے ہیں ہماری ہدایت کے لیے قرآن مجید کافی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بھی اس رائے پر سکوت فرمایا اور اس واقعہ کے بعد چار روز آپ ﷺ زندہ رہے مگر آپ نے دوبارہ اس خیال کا اظہار نہیں فرمایا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

”وقد كان عمر اقله من ابن عباس حيث اكتفى بالقرآن على انه يحتمل ان يكون كان ظهر له حين هم بالكتاب انه مصلحة ثم ظهر له او اوحى اليه بعد ان المصلحة في تركه ولو كان واجبا لم يتركه عليه الصلوة والسلام لاختلافهم لانه لم يترك التكليف بمخالفة من خالف وقد عاش بعد ذلك اياما ولم يعادوا امرهم بذلك۔“

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ سمجھ دار تھے، انہوں نے قرآن کو کافی جانا نبی کریم ﷺ نے مصلحتیہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا مگر بعد میں اس کا چھوڑنا بہتر معلوم ہوا۔ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو آپ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اسے ترک نہ فرماتے آپ ﷺ اس واقعہ کے بعد کئی روز زندہ رہے مگر پھر آپ ﷺ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث سات طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔

باب: اس بیان میں کہ رات کو تعلیم دینا اور وعظ کرنا

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ

جائز ہے

(۱۱۵) صدقہ نے ہم سے بیان کیا، انہیں ابن عیینہ نے عمر کے واسطے سے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں زہری ہند سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (دوسری سند میں) عمرو اور یحییٰ بن سعید زہری سے، وہ ایک عورت (ہند سے)، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ ”سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ

۱۱۵۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ؛ ح: وَعَمْرُو، وَيَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ امْرَأَةٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! مَاذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فَتَحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيَقْظُوا صَوَاحِبَ

الْحُجْرِ، قُرْبٌ بِكَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِبَةٌ فِي آخِرَتٍ مِثْلِي هُوں گی۔“
[الأخيرة] . [اطرافه في: ۱۱۲۶، ۳۵۹۹،

۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹] [ترمذی: ۲۱۹۶]

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک بندوں کے لیے اللہ کی رحمتوں کے خزانے نازل ہوئے ہیں، اور بدکاروں پر اس کا عذاب بھی اترا۔ پس بہت سی عورتیں جو ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں جن سے بدن نظر آئے، آخرت میں انہیں رسوا کیا جائے گا۔ اس حدیث سے رات میں وعظ و نصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے، پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے (فتح الباری) عورتوں کے لیے حد سے زیادہ باریک کپڑوں کا استعمال جن سے بدن نظر آئے قطعاً حرام ہے۔ مگر آج کل زیادہ باریک لباس چل پڑا ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

بَابُ السَّمْرِ بِالْعِلْمِ

باب: اس بارے میں کہ سونے سے پہلے رات کے وقت علمی باتیں کرنا جائز ہے

۱۱۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَسَافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، وَأَبِي بَكْرٍ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَنَمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ لَيْتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنْ رَأَسَ مِائَةَ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)). [اطرافه في: ۵۶۴، ۶۰۱] [مسلم:

(۱۱۶) سعید بن عمیر نے ہم سے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے سالم اور ابو بکر بن سلیمان بن ابی حنمہ سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آخر عمر میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ”تمہاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سو برس کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔“

۶۴۷۹؛ ابوداؤد: ۴۳۴۸؛ ترمذی: ۲۲۵۱]

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اس امت کی عمریں سو برس سے زیادہ نہ ہوں گی، یا یہ کہ آج کی رات میں جس قدر انسان زندہ ہیں سو سال کے آخر تک یہ سب ختم ہو جائیں گے۔ اس رات کے بعد جو نسلیں پیدا ہوں گی ان کی زندگی کی نفی مراد نہیں ہے۔ محققین کے نزدیک اس کا مطلب یہی ہے ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری صحابی ابو طفیل عامر بن واصلہ رضی اللہ عنہ کا ٹھیک سو برس بعد ۱۱۰ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

سمر کے معنی رات کو سونے سے پہلے بات چیت کرنا مراد ہے۔ پہلے باب میں مطلق رات کو وعظ کرنے کا ذکر تھا اور اس میں خاص سونے سے پہلے علمی باتوں کا ذکر ہے۔ اسی سے وہ فرق ظاہر ہو گیا جو پہلے باب میں اور اس میں ہے۔ (فتح الباری)

مقصد یہ ہے کہ درس و تدریس، وعظ و تذکیر بوقت ضرورت دن اور رات کے ہر حصہ میں جائز اور درست ہے۔ خصوصاً طلبا کیلئے رات کو پڑھنا دل و دماغ پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے دلیل پکڑی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا خیال صحیح نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ملاقات کرتے۔ بعض علما ان کی حیات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ: ((نَامَ الْعَلِيمُ)). أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيظَهُ - أَوْ حَطِيظَهُ - ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [اطرافه في: ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۳۶۱۶، ۷۴۵۲]

(۱۱۷) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان کو حکم نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ ميمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہما زوجہ نبی کریم ﷺ کے پاس گزاری اور نبی کریم ﷺ نے عشاء کی (اس دن) ان کی رات میں ان ہی کے گھر تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت (نماز نفل) پڑھ کر آپ سو گئے، پھر اٹھے اور فرمایا کہ ”(ابھی تک یہ) لڑکا سو رہا ہے، یا اسی جیسا لفظ فرمایا۔ پھر آپ (نماز پڑھنے) کھڑے ہو گئے اور میں (بھی وضو کر کے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے دائیں جانب (کھڑا) کر لیا، تب آپ ﷺ نے پانچ رکعت پڑھیں۔ پھر دو پڑھیں، پھر آپ ﷺ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خرانے کی آواز سنی، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز کے لیے (باہر) تشریف لے آئے۔

[ابوداؤد: ۱۳۵۶]

تشریح: کتاب التفسیر میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ایک دوسری سند سے نقل کی ہے۔ وہاں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کیں اور پھر سو گئے، اس جملے سے اس کی باب سے مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی سونے سے پہلے رات کو علمی گفتگو کرنا جائز اور درست ہے۔

باب: علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں

۱۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَلَوْلَا آيَاتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثَنَا، ثُمَّ يَتَلَوْنَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الرَّحِيمِ﴾ [البقرة: ۱۵۹-۱۶۰] إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَأَنْ يَسْغَلَهُمُ الصَّفْقُ

(۱۱۸) عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں) کہ قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی، (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ ”جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) ”رحیم“ تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور

بِالْأَسْوَابِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ يَسْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ، وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِشَبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُونَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ. [اطرافہ فی: ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰،

۳۶۴۸، ۷۳۵۴] [مسلم: ۶۳۹۷؛ ابن ماجہ: ۲۶۶۲]

تشریح: ”والمعنى انه كان يلازم قانعا بالقوت ولا يتجر ولا يزرع.“ (قسطانی) یعنی کھانے کے لیے جو مل جاتا اسی پر قناعت کرتے ہوئے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے، نہ دھکتی کرتے نہ تجارت۔ علم حدیث میں اس لئے آپ کو فقیہ حاصل ہوئی۔ بعض لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ لکھا اور قیاس کے مقابلہ پر ان کی روایت کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر یہ سراسر غلط اور ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے ایسا لکھنے والے خود نا سمجھ ہیں۔

۱۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُضْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَسَاهُ، قَالَ: ((أَبْسُطْ رِدَائَكَ)) فَبَسَطْتُهُ. فَعَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((ضُمَّ)) فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدُ. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ بِهَذَا أَوْ قَالَ: عَرَفَ بِيَدِهِ فِيهِ. [راجع: ۱۱۸] [ترمذی: ۳۸۳۵]

(۱۱۹) ہم سے ابو مضعب احمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن دینار نے ابی ذنب کے واسطے سے بیان کیا، وہ سعید المقبری سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی چادر پھیلاؤ۔“ میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی اوک بنائی اور (میری چادر میں ڈال دی) فرمایا کہ ”(چادر کو) لپیٹ لو۔“ میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا، پھر (اس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔ ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی فدیک نے اسی طرح بیان کیا کہ (یوں) فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو اس (چادر) میں ڈال دی۔

تشریح: آپ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ حدیث کے میدان میں سب سے سبقت لے گئے اور اللہ نے ان کو دین اور دنیا ہر دو سے خوب ہی نوازا۔ چادر میں نبی کریم ﷺ کا چلو ڈالنا ایک فالی تھی۔

۱۲۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُجَيْبٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَائِينَ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَنَيْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرَ فَلَوْ بَنَيْتُهُ قَطَعَ هَذَا الْبَلْعُومُ. قَالَ:

(۱۲۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی (عبدالحمید) نے ابن ابی ذنب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں: ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ زرخرا کاٹ دیا جائے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْبُلْعُومُ مَجْرَى الطَّعَامِ. فرمایا کہ بلعوم سے مراد وہ خراج جس سے کھانا اترتا ہے۔

تشریح: اسی طرح جوہری اور ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب محققین علما کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے برتن سے مراد ایسی حدیثیں ہیں۔ جن میں ظالم و جاہل حکام کے حق میں وعیدیں آئی ہیں اور فتنوں کی خبریں ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اشارے کے طور پر ان باتوں کا ذکر کر بھی دیا تھا۔ جیسا کہ کہا کہ میں ۶۰ ہ کی شرسے اور چھو کروں کی حکومت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اسی سنہ میں یزید کی حکومت ہوئی اور امت میں کتنے ہی فتنے برپا ہوئے۔ یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی زمانے میں بیان کی، جب فتنوں کا آغاز ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو چلا تھا، اسی لئے یہ کہا کہ ان حدیثوں کے بیان کرنے سے جان کا خطرہ ہے، لہذا میں نے مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی ہے۔

بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

باب: اس بارے میں کہ عالموں کی بات خاموشی

سے سنا ضروری ہے

۱۲۱۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ: ((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ)) فَقَالَ: ((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

۱۲۱) ہم سے حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے علی بن مدرک نے ابو زرعد سے خبر دی، وہ جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ ”لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں)۔“ پھر فرمایا: ”لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔“

[اطرافہ فی: ۴۴۰، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰] [مسلم:

۳۲۲۳؛ نسائی: ۴۱۴۲؛ ابن ماجہ: ۳۹۴۲]

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتیں فرمانے سے پہلے جریر کو حکم دیا کہ لوگوں کو توجہ سے بات سننے کے لیے خاموش کریں، باب کا یہی منشا ہے کہ شاعر کا فرض ہے استاد کی تقریر خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننے۔ جریر رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ کافر بن جانے سے مراد کافروں کے سے نسل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ تاق خون ریزی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ مگر صد افسوس کہ تھوڑے ہی دنوں بعد امت میں فتنے فساد شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں، امت میں سب سے بڑا اقتدار کی تقلید محض کے نام پر افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔ مقلدین زبان سے چاروں اماموں کو برحق کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی آپس میں اس طرح لڑتے بھگڑتے ہیں گویا ان سب کا دین جدا جدا ہے۔ تقلید جاد سے بچنے والوں کو غیر مقلد لاندہب کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ان کی تحقیر تو چین کرنا کارثواب جانتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے۔

اگر تقلید بودے شیوہ خوب
پیغمبر ہم رہ اجداد نہ رنتے

یعنی تقلید کا شیوہ اگر اچھا ہو تا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ دادا کی راہ پر چلتے مگر آپ نے اس روش کی مذمت فرمائی۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا
سئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَيَكُلُّ

باب: اس بیان میں کہ جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا

الْعِلْمُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

ہے؟ تو بہتر یہ ہے کہ اللہ کے حوالے کر دے یعنی یہ

کہہ دے کہ اللہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے یا یہ کہ

اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے

۱۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى لَيْسَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ. فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ. فَعَتَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرِدْ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبُحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ يَه؟ فَقِيلَ لَهُ أَحْمِلْ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهَوِّ نَمَّ، فَانْطَلِقْ وَانْطَلِقْ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُونٍ، وَحَمَلًا حُوتًا فِي مِكْتَلِي، حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا، وَكَانَ لِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلِهِمَا وَيَوْمَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَانَا، لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا، وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ بِهِ. فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوْبَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، قَالَ مُوسَى

۱۲۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد المسندی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، انہیں سعید بن جبیر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام (جو خضر کے پاس گئے تھے وہ) موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل والے نہیں تھے بلکہ دوسرے موسیٰ تھے (یہ سن کر) ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ ”(ایک روز) موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ دیا، تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں۔ اس وجہ سے اللہ کا غصہ ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو اللہ کے حوالے کیوں نہ کر دیا۔ تب اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ دریاؤں کے سنگم پر ہے۔ (جہاں فارس اور روم کے سمندر ملتے ہیں) وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! میری ان سے ملاقات کیسے ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو، پھر جہاں تم اس مچھلی کو گم کر دو گے تو وہ بندہ تمہیں (وہیں) ملے گا۔ تب موسیٰ علیہ السلام چلے اور ساتھ اپنے خادم یوشع بن نون کو لے لیا اور انہوں نے زنبیل میں مچھلی رکھ لی جب (ایک) پتھر کے پاس پہنچے، دونوں اپنے سر اس پر رکھ کر سو گئے اور مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں اپنی راہ بناتی چلی گئی اور یہ بات موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لیے بے حد تعجب کی تھی، پھر دونوں باقی رات اور دن میں (جتنا وقت باقی تھا) چلتے رہے، جب صبح ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا، ہمارا نشتر لاؤ، اس سفر میں ہم نے (کافی) تکلیف اٹھائی ہے اور موسیٰ علیہ السلام بالکل نہیں تھکے تھے، مگر جب اس جگہ سے آگے نکل گئے، جہاں تک انہیں جانے کا حکم ملا تھا، تب ان کے خادم نے کہا، کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم صحرا کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی

کا ذکر بھول گیا، (بقول بعض صحرہ کے نیچے آب حیات تھا، وہ اس مچھلی پر پڑا، اور وہ زندہ ہو کر بقدرت الہی دریا میں چل دی) (یہ سن کر) موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی، تو وہ پچھلے پاؤں واپس ہو گئے، جب پھر تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے (موجود ہے) موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا، خضر نے کہا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، خضر بولے کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! پھر کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں، تاکہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں بتلاؤ جو اللہ نے خاص آپ ہی کو سکھائی ہیں۔ خضر علیہ السلام بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اے موسیٰ! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری، تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بھالو۔ خضر علیہ السلام کو انہوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یادو چوٹیں ماریں (اسے دیکھ کر) خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہوگا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے، پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں ایک تختہ نکال ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں کرایہ لیے بغیر (مفت میں) سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کی لکڑی) اکھاڑ ڈالی تاکہ یہ ڈوب جائیں، خضر علیہ السلام بولے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ (اس پر) موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر یہ پہلا اعتراض کیا تھا۔ پھر دونوں چلے (کشتی سے اتر کر) ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے الگ کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو بغیر کسی جانی حق کے

ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَلَمَّا أَتَيْتُمَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مِّنْ سَجِّي بَنُوْبٍ - أَوْ قَالَ: تَسْجَى بَنُوْبِهِ۔ فَسَلَّمَ مُوسَى. فَقَالَ الْخَضِرُ وَاللَّي بَارِضِيكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوسَى. فَقَالَ: مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: هَلْ أَتَيْتَكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلِمْتَ رُشْدًا. قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا، يَا مُوسَى! إِنِّي عَلَىٰ عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَّمَكُهُ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ. قَالَ: سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا، وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا، فَاَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ، فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا، فَعَرَفَ الْخَضِرُ، فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عَصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَتَنَقَّرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ. فَقَالَ الْخَضِرُ: يَا مُوسَى! مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعَلِمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَىٰ إِلَّا كَنَقْرَةٍ هَذَا الْعَصْفُورُ فِي الْبَحْرِ. فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِّنَ الْوُحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ. فَقَالَ مُوسَى: قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَ إِلَيَّ سَفِينَتِهِمْ فَحَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا؟ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ قَالَ: لَا تَوَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ قَالَ فَكَانَتِ الْأُولَىٰ مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا. فَاَنْطَلَقَا فَإِذَا غَلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْإِيمَانِ، فَآخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ. فَقَالَ مُوسَى: أَقْتَلْتَ

مارڈالا (غضب ہو گیا) حضرت علیؑ بولے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس کلام میں پہلے زیادہ تاکید ہے (کیونکہ پہلے کلام میں لفظ لک نہیں کہا تھا، اس میں لک زائد کیا، جس سے تاکید ظاہر ہے) پھر دونوں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا لینا چاہا۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہیں دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی۔ حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیؑ بول اٹھے کہ اگر آپ چاہتے تو (گاؤں والوں سے) اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ (بس اب) ہم اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ جناب محبوب کبریٰ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ موسیٰ پر رحم کرے، ہماری تمنا تھی کہ موسیٰ کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات ان دونوں کے بیان کئے جاتے (اور ہمارے سامنے روشنی میں آتے، مگر حضرت موسیٰ علیؑ کی عجلت نے اس علم لدنی کے سلسلہ کو جلد ہی منقطع کر دیا) محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن خشرم نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان بن عیینہ نے پوری کی پوری بیان کی۔

نفساً زکیۃً یغیر نفسی قال: اثم اقل لک انک لکن تستطیع معی صبراً))۔ قال ابن عیینہ وهذا اؤكد۔ ((فانطلقا حتی اذا اتیا اهل قریۃ استطعما اهلها، فابوا ان یضیفوهما، فوجدا فیها جدارا یرید ان ینقض قال الخضر بیده فاقامه فقال له موسی: لو شئت لاتخذت علیہ اجرا۔ قال: هذا فراق بنی وبنیک))۔ قال النبی ﷺ: ((یرحم اللہ موسی، لو ددنا لو صبر حتی یفص علینا من امرہما))۔ قال محمد بن یوسف: حدثننا بہ علی بن خشرم قال: حدثننا سفیان بن عیینہ بطولہ۔ [راجع: ۷۴]

تشریح: نوف بکالی تابعین سے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غصہ کی حالت میں ان کو اللہ کا دشمن کہہ دیا۔ کیونکہ انہوں نے صاحبِ حضرت موسیٰ بن میشاکو کہہ دیا تھا جو کہ یوسف علیؑ کے پوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیؑ صاحبِ بنی اسرائیل ہی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن، حدیث کے خلاف رائے و قیاس پر چلنے والوں پر ایسا عتاب جائز ہے۔

حضرت خضر نبی ہوں یا ولی مگر حضرت موسیٰ علیؑ سے افضل نہیں ہو سکتے۔ مگر حضرت موسیٰ علیؑ کا یہ کہنا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کا مقابلہ ایسے بندے سے کر لیا جو ان سے درجہ میں کم تھے، تاکہ وہ آئندہ ایسا دعویٰ نہ کریں، حضرت موسیٰ علیؑ نے جب خضر کو سلام کیا، تو انہوں نے علیکم السلام کہہ کر جواب دیا، ساتھ ہی وہ گھبرائے بھی کہ یہ سلام کرنے والے صاحب کہاں سے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیؑ کو بھی غیب کا علم نہ تھا، لہذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے لیے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں حضرت موسیٰ علیؑ کا علم ظاہر شریعت تھا۔ اور حضرت خضر علیؑ اصحابِ شریعہ کے علم کے ساتھ خاص حکموں پر مامور تھے، اس لئے حضرت موسیٰ علیؑ کو ان کے کام بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوئے حالانکہ وہ خلاف شریعت نہ تھے۔ کشتی سے ایک تختہ کا ٹکنا اس مصلحت کے تحت تھا کہ پیچھے سے ایک ظالم بادشاہ کشتیوں کو بیگار میں پکڑنے کے لیے چلا آ رہا تھا، اس نے اس کشتی کو عیب دار دیکھ کر چھوڑ دیا، جب وہ گزر گیا تو حضرت خضر علیؑ نے پھر اسے جوڑ دیا، بچے کا قتل اس لئے کیا کہ حضرت خضر کو وحی الہی نے بتلادیا تھا کہ یہ بچہ آئندہ چل کر اپنے والدین کے لئے سخت مضر ہوگا اس مصلحت کے تحت اس کا ختم کرنا مناسب جانا۔ ایسا قتل شاید اس وقت کی شریعت میں جائز ہو پھر اللہ نے اس بچے کے والدین کو نیک بچے عطا کیے اور اچھا ہو گیا۔ دیوار کو اس لئے آپ نے سیدھا کیا کہ دو تہیم بچوں کا باپ انتقال کے وقت اپنے ان بچوں کے لئے اس دیوار کے نیچے ایک خزانہ دفن کر گیا وہ دیوار گر جاتی تو لوگ تہیموں کا خزانہ لوٹ کر لے جاتے۔ اس

مصلحت کے تحت آپ نے فوراً اس دیوار کو باذن اللہ سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ اور خضر کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں، جن کی تفصیل نظر غائر والوں پر واضح ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا
باب: اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا جو بیٹھا ہوا ہو (جائز ہے)

(۱۲۳) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سراٹھایا، اور سر اس لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کھڑا ہوا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے لڑے، وہ اللہ کی راہ میں (لڑتا ہے)۔“

۱۲۳۔ حَدَّثَنَا عُمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِمَّا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ. قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا. فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [اطرافه في: ۲۸۱۰، ۳۱۲۶، ۷۴۵۸] [مسلم: ۴۹۱۹؛ ۴۹۲۰، ابوداؤد: ۲۵۱۷؛ ترمذی: ۱۶۶۶؛ نسائی: ۳۱۳۶]

[ابن ماجہ: ۲۷۸۳]

تشریح: یعنی جب مسلمان اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچتا ہے اور غصہ کے ساتھ یا غیرت کے ساتھ جوش میں آ کر لڑتا ہے تو یہ سب اللہ ہی کے لیے سمجھا جائے گا۔ چونکہ یہ سوال آپ ﷺ سے کھڑے ہوئے شخص نے کیا تھا، اسی سے مقصد ترجمہ ثابت ہوا کہ حسب موقع کھڑے کھڑے بھی علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے کلمہ کو سر بلند کرنے سے تو انین اسلامیہ وحدود شرعیہ کا جاری کرنا مراد ہے جو سر اسر عدل وانصاف وبنی نوع انسان کی خیر خواہی پر مبنی ہیں، ان کے برعکس جملہ قوانین نوع انسان کی فلاح کے خلاف ہیں۔

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمِي الْجَمَارِ
باب: اس بیان میں کہ رمی جمار (یعنی حج میں پتھر پھینکنے) کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا جائز ہے

(۱۲۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے زہری کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کے وقت دیکھا آپ ﷺ سے پوچھا جا رہا تھا تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی؟ آپ ﷺ نے

۱۲۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحَرْتُ

قَبْلَ أَنْ أُرْمِيَ؟ فَقَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)) قَالَ فَرَمَا: ”(اب) رمی کر لو کچھ حرج نہیں ہوا۔“ دوسرے نے کہا: یا رسول اللہ! آخَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَلَفْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ: ((انْحَرُ وَلَا حَرَجَ)) فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا آخَرَ إِلَّا قَالَ: ((افْعَلْ وَلَا حَرَجَ)). (راجع: ۸۳)

میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اب) قربانی کر لو کچھ حرج نہیں۔“ (اس وقت) جس چیز کے بارے میں جو آگے پیچھے ہوگئی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا، آپ ﷺ نے یہ ہی جواب دیا: ”(اب) کر لو کچھ حرج نہیں۔“

تشریح: (تعصب کی حد ہوگئی) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ظاہر ہے کہ رمی جمار کے وقت بھی مسائل دریافت کرنا جائز ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ سے جو بھی سوالات کئے گئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل و تدبیر کے تحت آپ ﷺ نے تقدیم و تاخیر کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کام چھوٹ گئے ہیں ان کو اب کر لو، تو کوئی حرج نہیں۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے مگر تعصب کا براہو صاحب انوار الباری کو ہر جگہ یہی نظر آتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی محض احتاف کی تردید کے لئے ایسا لکھ رہے ہیں۔ ان کے خیال ناقص میں گویا جامع صحیح از ازل تا آخر حنفی احناف کی تردید کے لئے لکھی گئی ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

”احقر (صاحب انوار الباری) کی رائے ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت جس رائے کو اختیار کرتے ہیں چونکہ بقول حضرت شاہ صاحب اسی کے مطابق احادیث لاتے ہیں اور دوسری جانب کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لئے ترتیب افعال حج کے سلسلہ میں چونکہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مخالف ہیں اس لئے اپنے خیال کی تائید میں جگہ جگہ حدیث الباب افعال ولا حرج کو بھی لائے ہیں۔“ (انوار الباری، جلد ۳/۱۰۳)

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب انوار الباری کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا پورا حال معلوم ہے، اسی لئے تو وہ ان کے ضمیر پر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تھی کہ مسلمان آپس میں حسن ظن سے کام لیا کریں، یہاں یہ سوء ظن ہے۔ استغفر اللہ۔

آگے صاحب انوار الباری مزید وضاحت فرماتے ہیں:

”آج اس ہی قسم کے تشدد سے ہمارے غیر مقلد بھائی اور حریمین شریفین کے خبری علماء ائمہ حنفیہ کے خلاف مجاز بناتے ہیں، حنفیہ کو چڑانے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طرف احادیث پیش کیا کرتے ہیں۔“ (حوالہ مذکور)

صاحب انوار الباری کے اس الزام پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے قاعدہ ہے ”المرء یقین علی نفسه“ ”انسان دوسروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے۔“ چونکہ اس تشدد اور چڑانے کا منظر کتاب انوار الباری کے بیشتر مقامات پر ظاہر و باہر ہے اس لئے وہ دوسروں کو بھی اسی عینک سے دیکھتے ہیں، حالانکہ واقعات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ مقام صد شکر ہے کہ یہاں آپ نے اپنی سب سے متوتب جماعت احمدیہ کو لفظ ”غیر مقلد بھائی“ سے تو یاد فرمایا! اللہ کرے کہ غیر مقلدوں کو یہ بھائی بنانا برادران یوسف کی نقل نہ ہو اور ہمارا تو یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے اتفاق باہمی عطا فرمائے۔ سو اے موقع پر اتنی تقدیم و تاخیر معاف ہے۔ حدیث کا یہی منشا ہے، حنفیہ کو چڑانا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾

بَابُ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح میں کہ

”تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے“

[الإسراء: ۸۵]

۱۲۵۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا (۱۲۵) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے، ان

سے اعمش سلیمان بن مهران نے ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے علقمہ سے نقل کیا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چل رہا تھا اور آپ کھجور کی چھڑی پر سہارا دے کر چل رہے تھے، تو کچھ یہودیوں کا (ادھر سے) گزر ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو، ان میں سے کسی نے کہا تم پوچھو، ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار ہو (مگر) ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے (دل میں) کہا کہ آپ پر وحی آرہی ہے۔ اس لیے میں کھڑا ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (وہ کیفیت) دور ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کی یہ آیت جو اس وقت نازل ہوئی تھی) تلاوت فرمائی ”(اے نبی!) تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔“ (اس لیے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے) اعمش کہتے ہیں کہ ہماری قرأت میں ”وَمَا أُوتُوا“ ہے (وَمَا أُوتِيتُمْ نہیں)۔

عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَرِبِ الْمَدِينَةِ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصِيْبٍ مَعَهُ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ لَا يَجِبُ فِيهِ بَشِيءٌ تَكْرَهُونَهُ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِنَسَائِلِهِ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ. فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا الرُّوحُ فَسَكَتَ. فَقُلْتُ: إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ. فَقُمْتُ، فَلَمَّا أَنْجَلَنِي عَنْهُ، فَقَالَ: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [بني اسرائيل: ٨٥]. قَالَ الْأَعْمَشُ: هَكَذَا فِي قِرَائَتِنَا وَمَا أُوتُوا. [اطرافه في: ٤٧٢١، ٧٢٩٧، ٧٤٥٦، ٧٤٦٢] [مسلم: ٧٠٥٩، ٧٠٦٠؛ ترمذي: ٣١٤١]

تشریح: چونکہ تورات میں بھی روح کے متعلق یہی بیان کیا گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک چیز ہے، اسی لئے یہودی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کی تعلیم بھی تورات کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا روح کے سلسلہ میں یہ بھی ملاحظہ و فلاسفہ کی طرح دور انداز کا رہا کرتے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال آپ سے مکہ شریف میں بھی کیا گیا تھا، پھر مدینہ کے یہودی نے بھی اسے ذہرایا۔ اہل سنت کے نزدیک روح جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، جس طرح گلاب کی خوشبو اس کے پھول میں سرایت کئے ہوتی ہے۔ روح کے بارے میں ستر اقوال ہیں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں ان پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ روح خالص ایک لطیف چیز ہے، اسی لئے ہم اپنی موجودہ زندگی میں جو کثافت سے بھر پور ہے کسی طرح روح کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے، اگر اہل سنت کی یہی رائے ہے کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ روح کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، بعض علما کی رائے ہے کہ من امر ربی سے مراد روح کا عالم امر سے ہونا ہے جو عالم ملکوت ہے، جمہور کا اتفاق ہے کہ روح حادث ہے جس طرح دوسرے تمام اجزا حادث ہیں۔ امام بخاری قدس سرہ کا نشانے باب یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم فاضل محدث مفسر بن جائے مگر پھر بھی انسانی معلومات کا سلسلہ بہت محدود ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ جملہ علوم پر حاوی ہو چکا ہے۔ (للأس منہ واللہ)

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْإِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْضَرَ فَهُمْ بَعْضٌ

النَّاسِ فَيَقْعُوا فِيْ أَشَدِّ مِنْهُ

وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) باتوں

میں مبتلا نہ ہو جائیں

۱۲۶۔ ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے اسرائیل کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے ابوسحاق سے اسود کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہت باتیں چمپا کر کہتی تھیں، تو کیا تم سے کعبہ کے بارے میں بھی کچھ بیان کیا، میں نے کہا (ہاں) مجھ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا تھا کہ ”اے عائشہ! اگر تیری قوم (دور جاہلیت کے ساتھ) قریب نہ ہوتی (بلکہ پرانی ہوگئی ہوتی) ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا یعنی زمانہ کفر کے ساتھ (قریب نہ ہوتی) تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اس کے لیے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے۔“ (بعد میں) عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کام کیا۔

۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ، كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيرًا، فَمَا حَدَّثْتِكُ فِي الْكُفْبَةِ؟ قُلْتُ: قَالَتْ لِي: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا عَائِشَةُ! لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثٌ عَهْدِهِمْ - قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: بِكُفْرٍ - لَنَقَضْتُ الْكُفْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ، وَبَابًا يَخْرُجُونَ)). فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. [اطرافہ فی: ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۳۳۶۸، ۴۴۸۴، ۷۲۴۳]

تشریح: قریش چونکہ قریبی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے، اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً کعبہ کی نئی تعمیر کو ملتوی رکھا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر کعبے کی دوبارہ تعمیر کی اور اس میں دو دروازے ایک شرقی اور ایک غربی جانب نکال دیئے لیکن حجاج نے پھر کعبہ توڑ کر اسی شکل پر قائم کر دیا۔ جس پر عہد جاہلیت سے چلا آ رہا تھا۔ اس باب کے تحت حدیث لانے کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہیر ہے کہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر کعبہ توڑنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتوی فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فتنہ و فساد پھیل جانے کا یا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں مصلحت کسی مستحب کام کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے۔ سنت نبوی کا معاملہ الگ ہے۔ جب لوگ اسے بھول جائیں تو یقیناً اس سنت کے زندہ کرنے والوں کو سوشیڈوں کا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح ہندوستانی مسلمان ایک مدت سے جہری نمازوں میں آمین بالجہر جیسی سنت نبوی کو بھولے ہوئے تھے کہ اکابر اہل حدیث نے اسز نو اس سنت نبوی کو زندہ کیا اور کتنے لوگوں نے اس سنت کو رواج دینے میں بہت تکلیف برداشت کی، بہت سے نادانوں نے اس سنت نبوی کا مذاق اڑایا اور اس پر عمل کرنے والوں کے جانی دشمن ہو گئے، مگر ان بندگان مخلصین نے ایسے نادانوں کی باتوں کو نظر انداز کر کے سنت نبوی کو زندہ کیا، جس کے اثر سے آج اکثر لوگ اس سنت سے واقف ہو چکے ہیں اور اب ہر جگہ اس پر عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ پس ایسی سنتوں کا مصلحتاً ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے ((من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائة شہید)) جو کوئی فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے گا اس کو سوشیڈوں کا ثواب ملے گا۔

بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةً أَنْ لَا يَفْهَمُوا

باب: اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی

وَقَالَ عَلِيُّ: حَدَّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ أَلْتَجِبُونَ أَنْ يَكْذَبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟ (یہ عین مناسب ہے کیونکہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس

کے رسول کو جھٹلا دیں؟

تشریح: منشا یہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے فہم کے مطابق بات کرنی چاہیے، اگر لوگوں سے ایسی بات کی جائے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو تسلیم نہیں کریں گے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی صاف صریح حدیثیں بیان کرو، جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں۔ تفصیلات کو اہل علم کے لیے چھوڑ دو۔

۱۲۷۔ حَدَّثَنَا بِهِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ مَعْرُوفٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ .

(۱۲۷) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے معروف کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے طفیل سے نقل کیا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (مضمون حدیث

حدیثوا الناس بما يعرفون النسخ بیان کیا، ترجمہ گزر چکا ہے۔)

۱۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمُعَاذُ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: ((يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: ((يَا مُعَاذُ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. ثَلَاثًا. قَالَ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: ((إِذَا يَتَكَلَّمُوا)). وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِمًا [طرفه في:

(۱۲۸) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میرے باپ نے قتادہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ نے فرمایا: ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کیا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے (سہ بارہ) فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کیا: حاضر اے اللہ کے رسول! تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔“ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے)“ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرمادی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے

آخرت میں مواخذہ نہ ہو۔

۱۲۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ، سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: ذَكَرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاذٍ: ((مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). قَالَ: أَلَا أَبْشُرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: ((لَا، إِنِّي أَخَافُ

(۱۲۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے معتمر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہوگا۔“ معاذ بولے:

یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنادوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔“

﴿أَنْ يَتَكَلَّمُوا﴾ [راجع: ۱۲۸]

تشریح: اور اپنی غلطی سے نیک اعمال میں سستی کریں گے۔ نجات اخروی کے اصل الاصول عقیدہ توحید و رسالت کا بیان کرنا نبی کریم ﷺ کا مقصد تھا، جن کے ساتھ لازماً اعمال صالحہ کا ربط ہے۔ جن سے اس عقیدہ کی درستگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے بعض روایت میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو جنت کی کنجی بتلاتے ہوئے کنجی کے لیے دنداؤں کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال صالحہ اس کنجی کے دندانے ہیں۔ بغیر دندانے والی کنجی سے قفل کھولنا محال ہے ایسے ہی بغیر اعمال صالحہ کے دعوائے ایمان و دخول جنت ناممکن، اس کے بعد اللہ ہر لغزش کو معاف کرنے والا ہے۔

بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ . باب: اس بیان میں کہ حصول علم میں شرمانا مناسب

نہیں ہے

مجاہد کہتے ہیں کہ متکبر اور شرمانے والا آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا۔
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ انصار عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے سے نہیں روکتی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعَهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهُنَّ فِي الدِّينِ.

تشریح: متکبر اپنے تکبر کی حماقت میں مبتلا ہے جو کسی سے تحصیل علم اپنی کسر شان سمجھتا ہے اور شرم کرنے والا اپنی کم عقلی سے ایسی جگہ حیا دار بن رہا ہے، جہاں حیا و شرم کا کوئی مقام نہیں۔

(۱۳۰) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ اسے ابو معاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے زینب بنت ام سلمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ (اپنی والدہ) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم (نامی ایک عورت) رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرمانا (اس لیے میں پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل ضروری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہاں) جب عورت پانی دیکھ لے۔“ (یعنی کپڑے وغیرہ پر مٹی کا اثر معلوم ہو) تو (یہ سن کر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کی مشابہ ہوتا ہے۔“ (یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)

۱۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ اللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا اخْتَلَمَتْ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ)). فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ - تَغْنِي وَجْهَهَا - وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ: ((نَعَمْ، تَرَبَّتْ يَمِينُكَ، فِيمَ يُشَبِّهَهَا وَلَكِنَّهَا؟)). [اطرافہ فی: ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱] [مسلم: ۷۱۲، ۷۱۳؛ ترمذی:

تشریح: انصار کی عورتیں ان مخصوص مسائل کے دریافت کرنے میں کسی قسم کی شرم سے کام نہیں لیتی تھیں، جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ سے ان مسائل کو وضاحت کے ساتھ دریافت نہ کرتیں تو آج مسلمان عورتوں کو اپنی زندگی کے اس گوشے کے لئے راہنمائی کہاں سے ملتی، اسی طرح مذکورہ حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بیان فرمائی کہ وہ جن بات کے بیان میں نہیں شرماتا، پھر وہ مسئلہ دریافت کیا جو بظاہر شرم سے تعلق رکھتا ہے، مگر مسئلہ ہونے کی حیثیت میں اپنی جگہ دریافت طلب تھا، پس پوری امت پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا بڑا احسان ہے کہ آپ ﷺ نے ذاتی زندگی سے متعلق بھی وہ باتیں کھول کر بیان فرمادیں جنہیں عام طور پر لوگ بے جا شرم کے سہارے بیان نہیں کرتے اور دوسری طرف صحابیہ عورتوں کی بھی یہ امت بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے آپ سے سب مسائل دریافت کر ڈالے، جن کی ہر عورت کو ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت زینب بنت عبد اللہ بن الاسد مخزومی رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی بڑی فاضلہ عالمہ خاتون تھیں، ان کی والدہ ماجدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عبد اللہ کی وفات کے بعد غزوہ احد کے بعد عدت گزارنے پر نبی کریم ﷺ کی زوجیت سے شرف ہوئیں تو ان کی تربیت آپ ﷺ ہی کے پاس ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسلام میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، ان کے خاوند ابوسلمہ بدر میں بھی شریک تھے، احد میں یہ مجروح ہوئے اور بعد میں وفات پائی، جن کے جنازے پر نبی کریم ﷺ نے نوکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی تھی، اس وقت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد نبی کریم ﷺ کے حرم میں ان کو شرف حاصل ہوا۔ سیدہ ام سلیم حضرت انس کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت ابوطحہ انصاری کی زوجہ مطہرہ ہیں، اسلام میں ان کا بھی بڑا اونچا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۳۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجْرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدَّثُونِي مَا هِيَ؟)). فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهُ النَّخْلَةُ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَاسْتَحْيَيْتُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونِ فُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا. [راجع: ۶۱] [ترمذی: ۲۸۶۷]

(۱۳۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے عبد اللہ بن دینار کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ ”درختوں میں سے ایک درخت (ایسا) ہے۔ جس کے پتے (کبھی) نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ وہ کیا (درخت) ہے؟“ تو لوگ جنگلی درختوں (کی سوچ) میں پڑ گئے اور میرے دل میں آیا (کہ میں بتلا دوں) کہ وہ کھجور (کا پتڑ) ہے، عبد اللہ کہتے ہیں کہ پھر مجھے شرم آگئی (اور میں چپ ہی رہا) تب لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہی (خود) اس کے بارہ میں بتلائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ کھجور ہے۔“ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں جو بات تھی وہ اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو بتلائی، وہ کہنے لگے کہ اگر تو (اس وقت) کہہ دیتا تو میرے لیے ایسے ایسے قیمتی سرمایہ سے زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اس سے قبل بھی دوسرے باب کے تحت یہ حدیث آچکی ہے۔ یہاں اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں شرم کا ذکر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر شرم نہ کرتے تو جواب دینے کی فضیلت انہیں حاصل ہو جاتی، جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ اگر تم بتلا دیتے تو میرے لئے بہت بڑی خوشی ہوتی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر شرم سے کام نہ لینا چاہیے۔ اس سے اولاد کی نیکیوں اور علمی صلاحیتوں پر والدین کا خوش ہونا بھی ثابت ہوا جو ایک فطری امر ہے۔

باب: اس بیان میں کہ مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں جو شخص (کسی معقول وجہ سے) شرمانے وہ کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ سے مسئلہ معلوم کر لے

**بَابُ مَنْ اسْتَحْيَا فَاَمَرَ غَيْرَهُ
بِالسُّؤَالِ**

۱۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُنْذِرِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَدَّاءً، فَأَمَرْتُ الْمُقَدَّادَ أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِسْأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيهِ الْوُضُوءُ)). [طرفاء فی: ۲۷۸، ۲۶۹] [مسلم: ۶۹۵، ۶۹۶؛ نسائی: ۴۳۶، ۱۵۷]

تشریح: حضرت علیؑ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے رشتہ و دامادی کی بنا پر اس مسئلے کے بارے میں شرم محسوس کی مگر مسئلہ معلوم کرنا ضروری تھا تو دوسرے صحابی کے ذریعے دریافت کرایا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوتا ہے۔

باب: مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتویٰ دینا جائز ہے

بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفَتَا فِي الْمَسْجِدِ

۱۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا، قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مِنْ أَيْنَ بَأْمَرْنَا أَنْ نَهْلُ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يَهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحَلْفَةِ، وَيَهْلُ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيَهْلُ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قُرْنٍ)). وَقَالَ ابْنُ عَمْرٍو وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَيَهْلُ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلْمَمٍ)). وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو يَقُولُ: لَمْ أَفْقَهُ هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [اطرافہ فی: ۱۵۲۲، ۱۵۲۵]

کہ مجھے یہ (آخری جملہ) رسول اللہ ﷺ سے یاد نہیں۔

تشریح: مسجد میں سوال کیا گیا اور مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مساجد کو دارالحدیث کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

[۱۵۲۸، ۱۵۲۷] [نسائی: ۲۶۹۱]

باب: سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دینا
(تا کہ اسے تفصیلی معلومات ہو جائیں)

**بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ
بِأَكْثَرِ مِمَّا سَأَلَهُ**

(۱۳۳) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ان کو امین ابی ذب نے نافع کے واسطے سے خبر دی، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے اور (دوسری سند میں) زہری سالم سے، کہا وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”نہ تقيص پہنے نہ صافہ باندھے اور نہ پاجامہ اور نہ کوئی سرپوش اوڑھے اور نہ کوئی زعفران اور درس سے رنگا ہوا کپڑا پہنے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور انہیں (اس طرح) کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔“

۱۳۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرُوسَ وَلَا تَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوْ الزَّعْفَرَانُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّلْعِينَ فَلْيَلْبَسِ الْخَفَيْنِ وَيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكُعْبَيْنِ)). [اطرافه في: ۳۶۶، ۱۵۴۲،

۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵،

۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲] [مسلم: ۶۷۹۲؛

نسائي: ۲۶۶۵؛ ابن ماجه: ۲۹۳۲]

تشریح: درس ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کا استعمال جائز نہیں۔ سائل نے سوال تو مختصر سا کیا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ اس کو جواب دیا، تاکہ جواب نامکمل نہ رہ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استاد کو مسائل کی تفصیل میں فیاضی سے کام لینا چاہیے تاکہ طلبا کے لیے کوئی گوشہ تشہیح میل نہ رہ جائے۔

الحمد للہ کہ آج عشرہ اول ربیع الثانی ۱۳۸ھ میں کتاب العلم کے ترجمہ و حواشی سے فراغت حاصل ہوئی، اس سلسلہ میں بوجہ کم علمی کے خادم سے جو لغزش ہوئی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔

ربنا لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم۔ رب اشرح لی صدري ویسر لی امری۔

آمین یا ارحم الراحمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الوضوء

وضو کا بیان

تشریح: وضو کے لغوی معنی صفائی ستھرائی اور روشنی کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وضو طریقہ مقررہ کے ساتھ صفائی کرنا ہے جس کی برکت سے قیامت کے دن اعضائے وضو کو نور حاصل ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوضوء کو آیت قرآنی سے شروع فرما کر اشارہ فرمایا کہ آئینہ جملہ تفصیلات کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔ آیت مبارکہ میں بسلسلہ وضو چہرہ دھونا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیروں کا دھونا اصول وضو کے طرز پر بیان کئے گئے ہیں۔ پورے سر کا مسح ایک بار کرنا یہی مسلک راجح ہے۔ جس کی صورت آئینہ بیان ہوگی۔

لفظ وضو کی تحقیق میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهو بالضم الفعل وبالفتح الماء الذي يتوضأ به وحكى في كل الفتح والضم وهو مشتق من الوضاءة وهو الحسن والنظافة لان المصلى يتنظف به فيصير وضيا“

یعنی وضو کا لفظ واؤ کے پیش کے ساتھ وضو کرنے کے معنی میں ہے اور واؤ کے زبر کے ساتھ لفظ وضو اس پانی پر بولا جاتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ ”وضاءت“ سے مشتق ہے جس کے معنی حسن اور نظافت کے ہیں۔ نمازی اس سے نظافت بھی حاصل کرتا ہے۔ پس وہ ایک طرح سے صاحب حسن ہو جاتا ہے۔ عبادت کے لیے وضو کا عمل بھی ان خصوصیات اسلام سے ہے جس کی نظیر مذاہب عالم میں نہیں ملے گی۔ وللتفصیل مقام اخر۔

بَابُ: فِي الْوُضُوءِ مَا جَاءَ فِي

قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: 6]

اور اس آیت کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو (پہلے وضو کرتے ہوئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ وضو میں (اعضا کا دھونا) ایک ایک مرتبہ فرض ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اعضاء) دو دو بار (دھو کر بھی) وضو کیا ہے اور تین تین بار بھی۔ ہاں تین مرتبہ سے زیادہ نہیں کیا اور علمائے وضو میں اسراف (پانی حد سے زائد استعمال کرنے) کو مکروہ کہا ہے کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے آگے بڑھ جائیں۔

تشریح: خاص طور پر ہاتھ پیروں کا تین تین بار سے زائد دھونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں سب اعضا تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ ”جس نے اس پر زیادہ یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔“

ابن خزیمہ کی روایت میں صرف یوں ہے کہ جس نے زیادہ کیا یہی صحیح ہے اور پچھلی روایت میں کم کرنے کا لفظ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ تین بار سے کم وضو ہانا اجماع برائیں ہے۔

بَابُ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ

باب: اس بارے میں کہ نماز بغیر پاکی کے قبول ہی نہیں ہوتی

تشریح: یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث میں وارد ہے۔ جسے ترمذی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نہیں لائے کہ وہ ان کی شرط کے موافق نہ تھی۔

۱۳۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنْبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مَنْ أَحَدَتْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ)). قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوَاتٍ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضَرَاطٌ. [طرفاء فی: ۶۹۵: ۶]

(۱۳۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے بیان کیا، انہیں عبدالرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے ہمام بن منبہ کے واسطے سے بتلایا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص حدیث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کر لے۔“ حضرموت (ایک جگہ کا نام) کے ایک شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! حدیث ہونا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی) آواز والی یا بے آواز والی ہوا۔

[مسلم: ۵۳۷؛ ابوداؤد: ۶۰]

تشریح: فسا اس ہوا کو کہتے ہیں جو ہلکی آواز سے آدی کے مقعد سے نکلتی ہے اور ضراط وہ ہوا جس میں آواز ہو۔

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالْغُرُ الْمَحْجَلُونَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کی فضیلت کے بیان میں (اور ان لوگوں کی فضیلت میں) جو (قیامت کے دن) وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے

نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے

۱۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَلَالٍ، عَنْ نُعَيْمِ الْمُجَمِّرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ قَالَ: إِنَّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ أُمَّتِي يَدْعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیس نے خالد کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعید بن ابی ہلال سے نقل کرتے ہیں، وہ نعیم الجمر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ”میری امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں

آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ بَلَائے جائیں گے۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ)) [مسلم: ۵۷۹، ۵۸۰]

تشریح: جو اعضا وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت میں وہ سفید اور روشن ہوں گے، ان ہی کو غرامحجلین کہا گیا ہے۔ چمک بڑھانے کا مطلب یہ کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اور پاؤں کو گھٹنوں تک دھوئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض دفعہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابُ: لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ

حَتَّى يَسْتَيْقِنَ

۱۳۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، وَعَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الرَّجُلَ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((لَا يَنْفَعُكَ أَوْ لَا يَنْصُرُكَ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)). [طرفاء فی: ۱۷۷، ۲۰۵۶] [مسلم: ۸۰۴]

پورا یقین نہ ہو محض شک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے

۱۳۷) ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے زہری نے سعید بن المسیب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوائی) معلوم ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”(نماز سے) نہ پھرے یا نہ مزے، جب تک آواز نہ سنے یا بونہ پائے۔“

ابوداؤد: ۱۷۶؛ نسائی: ۱۶۰؛ ابن ماجہ: ۵۱۳]

تشریح: اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا اس کی بدبو معلوم نہ کرے۔ باب کا یہی مقصد ہے۔ یہ حکم عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز کے باہر۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث سے ایک بڑا قاعدہ کلی نکلتا ہے کہ کوئی یقینی کام شک کی وجہ سے زائل نہ ہوگا۔ مثلاً: ہر فرش یا ہر جگہ یا ہر کپڑا جو پاک صاف اور ستر ہوا ہو اگر کوئی اس کی پاکی میں شک کرے تو وہ شک غلط ہوگا۔

بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

باب: اس بارے میں کہ ہلکا وضو کرنا بھی درست اور جائز ہے

تشریح: اس کا مطلب یہ کہ نمازی پانی اعضا پر بہا لے، یا وضو میں اعضا کو صرف ایک ایک بار دھولے۔ یا ان پر پانی کم ڈالے بوقت ضرورت یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

۱۳۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ حَتَّى نَفَخَ نَمَّ صَلَّى، وَرَبَّمَا قَالَ: اضْطَجَعَ حَتَّى

۱۳۸) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے عمرو کے واسطے سے نقل کیا، انہیں کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور کبھی (راوی نے یوں) کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ پھر خراٹے

لینے لگے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اس کے بعد نماز پڑھی۔ پھر سفیان نے ہم سے دوسری مرتبہ یہی حدیث بیان کی عمرو سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ (ام المومنین) حضرت میمونہ کے گھرات گزاری، تو (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے۔ جب تھوڑی رات باقی رہ گئی۔ تو آپ ﷺ نے اٹھ کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو اس کا ہلکا پن اور معمولی ہونا بیان کرتے تھے اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو میں نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر آ کر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اور کبھی سفیان نے عن یسارہ کی بجائے عن شمالہ کا لفظ کہا (مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) پھر آپ ﷺ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی داہنی جانب کر لیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔ پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ خزانوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں کہ) ہم نے عمرو سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے کہا میں نے عبید بن عمیر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی جچی ہوتے ہیں۔ پھر (قرآن کی یہ) آیت پڑھی: ”میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔“

نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى. حَدَّثَنَا، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَدَأْتُ عِنْدَ خَالَاتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مُعَلَّتِي وَضُوءًا خَفِيفًا - يُخَفِّفُهُ عَمْرٍو وَيُقَلِّلُهُ - وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأَتْ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جَنَّتْ فَقَمْتُ عَنْ يَسَارِهِ - وَرَبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: عَنْ شِمَالِهِ - فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، فَقَامَ حَتَّى نَفَخَ، ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأَ. فَلَمَّا لَعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٍو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عَمْرِوٍ يَقُولُ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَخَى، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾. [الصفات: ۱۰۲]

[راجع: ۱۱۷] [مسلم: ۱۷۹۳؛ نسائي: ۴۴۱؛ ابن ماجه: ۴۲۳]

تشریح: رسول کریم ﷺ نے رات کو جو وضو فرمایا تھا تو تین مرتبہ ہر عضو کو نہیں دھویا، یا دھویا تو اچھی طرح ملا نہیں، بس پانی بہا دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی کہ نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو لیٹ کر یوں غفلت کی نیند آجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تخفیف وضو کا یہ بھی مطلب ہے کہ پانی کی استعمال فرمایا اور اعضا سے وضو پڑا یا پانی نہیں ڈالا۔ آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا۔ عبید نے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے خواب کو وہی ہی سمجھا اسی لئے وہ اپنے لخت جگر کی قربانی کے لئے مستعد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا خواب بھی وحی الہی کا درجہ رکھتا ہے اور یہ کہ پیغمبر سوتے ہیں، مگر ان کے دل جاگتے رہتے ہیں۔ عمرو نے یہی پوچھا تھا جسے عبید نے ثابت فرمایا۔ وضو میں ہلکا پن سے مراد یہ ہے کہ ایک ایک دفعہ دھویا اور ہاتھ پیروں کو پانی سے زیادہ نہیں ملا۔ بلکہ صرف پانی بہانے پر اقتصار کیا۔ (تح الباری)

باب: وضو پورا کرنے کے بارے میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ”وضو کا پورا کرنا اعضائے وضو کا صاف کرنا ہے۔“

(۱۳۹) ہم سے عبداللہ بن سلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کرب موٹی ابن عباس سے، انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتر میدان عرفات سے واپس ہوئے۔ جب گھاٹی میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خوب اچھی طرح نہیں کیا۔ تب میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز کا وقت (آ گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز تمہارے آگے ہے (یعنی مزدلفہ چل کر پڑھیں گے)۔“ جب مزدلفہ میں پہنچے تو آپ نے خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر جماعت کھڑی کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ بٹھایا، پھر عشاء کی جماعت کھڑی کی گئی اور آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَمْرٍو: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ: الْإِنْقَاءُ.

۱۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنِ مَالِكٍ، عَنِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ كَرْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ. فَقُلْتُ الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)). فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلَّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أَقِمِ الْعِشَاءَ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا. [اطرافه في: ۱۸۱، ۱۶۶۷، ۱۶۶۹، ۱۶۷۲] [مسلم: ۳۰۹۹، ۳۱۰۰، ۳۱۰۱، ۳۱۰۲، ۳۱۰۳؛ ابوداؤد: ۱۹۲۵]

نسائی: ۳۰۲۴، ۳۰۲۵]

تشریح: پہلی مرتبہ آپ نے وضو صرف پاکی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ دوسری مرتبہ نماز کے لیے کیا تو خوب اچھی طرح کیا، ہر اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا چاہیے۔ اس رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم سے وضو کیا تھا۔ جس سے آب زمزم سے وضو کرنا بھی ثابت ہوا۔ (بخاری)

باب: دونوں ہاتھوں سے چہرے کا صرف ایک چلو

(پانی) سے دھونا بھی جائز ہے

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ

مِنْ عَرَفَةَ وَاحِدَةً

تشریح: اس امر پر آگاہ کرنا مقصد ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اکٹھے چلو بھرنا شرط نہیں ہے۔ (بخاری)

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: (۱۴۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ کو ابوسلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ابن بلال یعنی سلیمان

نے زید بن اسلم کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یسار سے سنا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کے ایک چلو سے گلی کی اور ناک میں پانی دیا۔ پھر پانی کا ایک اور چلولیا، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا۔ پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر پانی کا دوسرا چلولیا اور اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلولے کر اس سے اپنا بائیں ہاتھ دھویا۔ اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر پانی کا چلولے کر داہنے پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا۔ پھر دوسرے چلو سے اپنا پاؤں دھویا۔ یعنی بائیں پاؤں اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ - يَعْنِي سُلَيْمَانَ - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَعَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَتَمَضَّمَصَّ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَصَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى، فَعَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَعَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَعَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى عَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرَى، فَعَسَلَ بِهَا - يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى - ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ. [ابوداؤد: ۱۳۷،

ترمذی: ۳۶؛ نسائی: ۱۰۱؛ ابن ماجہ: ۴۰۳، ۴۳۹]

تشریح: ”وفي هذا الحديث دليل الجمع بين المضمضة والاستنشاق بغرفة واحدة.“
یعنی اس حدیث میں ایک ہی چلو سے گلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہوا۔ (تسلائی رحمۃ اللہ علیہ)

باب: اس بارے میں کہ ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی ضروری ہے

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوَقَاعِ

(۱۳۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے نقل کیا، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو کہے: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو (اس جماع کے نتیجے میں) ہمیں عطا فرمائے“ یہ دعا پڑھنے کے بعد (جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“

۱۴۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. فَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلَدًا، لَمْ يَضُرَّهُ)) [اطرافہ فی: ۳۲۷۱،

[۳۲۸۸، ۵۱۶۵، ۳۲۸۳]

تشریح: وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنا الٰہدیت کے نزدیک ضروری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں ذکر کردہ حدیث میں یہی ثابت فرمایا ہے کہ جب جماع کے شروع میں بسم اللہ کہنا مشروع ہے تو وضو میں کیونکر مشروع نہ ہوگا وہ تو ایک عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے: ((لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه)) جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے موافق تھی اس لئے آپ نے اسے چھوڑ کر اس حدیث سے استدلال فرما کر ثابت کیا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہے۔ ابن جریر نے جامع الآثار میں مجاہد سے روایت کیا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان بھی اس کی عورت سے جماع کرتا ہے۔ آیت قرآنی: ﴿لَمْ يَطْمِئِنُّنَّ اَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جِئَانُ﴾ (۵۵/ الرحمن: ۷۴) میں اسی کی نفی ہے۔ (تسلطانی)

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ((لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه)) کے ذیل میں فرماتے ہیں: ”ای لا یصح الوضوء ولا یوجد شرعاً الا بالتسمیة اذ الاصل فی النفی الحقیقۃ ونفی الصحۃ اقرب الی الذات واكثر لزوماً للحقیقۃ فیستلزم عدمها عدم الذات ومالیس بصحیح لایجزی ولا یعتد به فالحدیث نص علی افتراض التسمیة عند ابتداء الوضوء والیہ ذهب احمد فی روایۃ وهو قول اهل الظاهر وذہبت الشافعیۃ والحنفیۃ ومن وافقهم الی ان التسمیة سنة فقط واختار ابن الهمام من الحنفیۃ وجوبها۔“ (مرعۃ)

اس بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب ظواہر کا یہی مذہب ہے۔ حنفی و شافعی وغیرہ اسے سنت مانتے ہیں۔ مگر حنفیہ میں سے ایک بڑے عالم امام ابن ہمام اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام میں بسم اللہ کے واجب ہونے پر پچاس سے بھی زائد دلائل پیش کیے ہیں۔

صاحب انوار الباری کا تبصرہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب انوار الباری نے ہر اختلافی مقام پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی ایسی حقیقت ہے کہ کبھی نہ کبھی آپ کے کٹرخالفوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔ بحث مذکورہ میں صاحب انوار الباری کا تبصرہ اس کا ایک روشن ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ استاد محترم حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔

امام بخاری کا مقام رفیع: یہاں یہ چیز قابل لحاظ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اپنے رجحان مذکور کے بھی ترجمۃ الباب میں وضو کے لئے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا تا کہ اشارہ ان احادیث کی تحسین کی طرف نہ ہو جائے۔ جو وضو کے بارے میں مروی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے حدیث ترمذی کو بھی ترجمۃ الباب میں ذکر کرنا موزوں نہیں سمجھا۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ”جلالت قدر و رفعت مکانی“ معلوم ہوتی ہے کہ جن احادیث کو دوسرے محدثین تحت الابواب ذکر کرتے ہیں۔ ان کو امام اپنے تراجم اور عنوانات ابواب میں بھی ذکر نہیں کرتے۔ پھر یہاں چونکہ ان کے رجحان کے مطابق کوئی معتبر حدیث ان کے نزدیک نہیں تھی تو انہوں نے عموماً سے تمسک کیا اور وضو کو ان کے نیچے داخل کیا اور جماع کا بھی ساتھ ذکر کیا۔ تا کہ معلوم ہو کہ اللہ کا اسم معظم ذکر کرنا جماع سے قبل مشروع ہوتا ہو تا کہ جہاں وضو سے پہلے بھی مشروع ہوتا ہے۔ گویا یہ استدلال نظر سے ہوا۔ (انوار الباری، ج: ۳/ص: ۱۶۱)

مخلصانہ مشورہ: صاحب انوار الباری نے جب جگہ جگہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لب کشائی کرتے ہوئے آپ کو غیر فقیہ، زودرنج وغیرہ وغیرہ طنزیات سے یاد کیا۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان بالا کے مطابق آپ امام بخاری قدس سرہ کی شان میں تنقیص سے پہلے ذرا سوچ لیا کریں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت قدر و رفعت مکانی ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ جس سے انکار کرنے والے خود اپنی ہی تنقیص کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ہمارے محترم ناظرین میں سے شاید کوئی ہمارے بیان کو مبالغہ سمجھیں اس لیے ہم ایک دو مثالیں پیش کر دیتے ہیں، جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ صاحب انوار الباری کے قلب میں امام الحدیثین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سے کس قدر تنگی ہے۔

بخاری و مسلم میں مبتدعین و اصحاب اہوا کی روایات: آج تک دنیا اسلام یہی سمجھتی چلی آ رہی ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نہایت ہی معتبر

کتابیں ہیں۔ خصوصاً قرآن مجید کے بعد صحاح الکتب بخاری شریف ہے۔ مگر صاحب انوار الباری کی رائے میں بخاری و مسلم میں بعض جگہ مبتدعین و اہل اہوا جیسے بدترین قسم کے لوگوں کی روایات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز و راستباز و محدیث کی روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے بخاری و مسلم میں مبتدعین اور بعض اصحاب اہوا کی روایات بھی لی گئی ہیں۔ اگر چہ ان میں ثقہ اور صادق اللقبہ ہونے کی شرط و رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔“ (انوار الباری، ج: ۳/ص: ۵۳)

مقام غور ہے کہ سادہ لوح حضرات صاحب انوار الباری کے اس بیان کے نتیجہ میں بخاری و مسلم کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے بعض غلط بیانی کی ہے، آگے اگر آپ بخاری و مسلم کے مبتدعین اور اہل اہوا کی کوئی فہرست پیش کریں گے تو اس بارے میں تفصیل سے لکھا جائے گا اور آپ کے افتراء پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جامع صحیح کا مقام گرانے کی ایک مذموم کوشش:

حبك الشیء یعنی ویصم کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ صدانسوس کہ صاحب انوار الباری نے اس حدیث نبوی کی بالکل تصدیق فرمادی ہے۔ بخاری شریف کا مقام گرانے اور امیر المحدثین کی نیت پر حملہ کرنے کے لیے آپ بڑے ہی محققانہ انداز سے فرماتے ہیں:

”ہم نے ابھی بتلایا کہ امام اعظم کی کتاب لآثار مذکور میں صرف احادیث احکام کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے، اس کے مقابلہ میں جامع صحیح بخاری کے تمام ابواب غیر مکرر موصول احادیث مرویہ کی تعداد ۲۳۵۳ حسب تصریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اور صحیح مسلم کی کل ابواب ہی احادیث مرویہ چار ہزار ہیں۔ ابوداؤد کی ۴۸۰۰ اور جامع ترمذی کی پانچ ہزار۔ اس سے معلوم ہوا کہ احادیث احکام کا سب سے بڑا ذخیرہ کتاب لآثار امام اعظم پھر ترمذی و ابوداؤد میں ہے۔ مسلم میں ان سے کم، بخاری میں ان سب سے کم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے اجتہاد کے موافق احادیث ذکر کرتے ہیں۔“ (انوار الباری، ج: ۳/ص: ۵۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام رفیع اور ان کی جلالت قدر و رفعت مکانی کا ذکر بھی آپ صاحب انوار الباری کی قلم سے ابھی پڑھ چکے ہیں اور جامع الصحیح اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کا یہ بیان بھی ناظرین کے سامنے ہے۔ جس میں آپ نے کھلے لفظوں میں بتلایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اپنے اجتہاد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی حسب نفا احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ صاحب انوار الباری کا یہ حملہ اس قدر سنگین ہے کہ اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ تاہم متانت و سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے ہم کوئی مستغناء انکشاف نہیں کریں گے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ الاناء بترشح بما فیہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے۔ حضرت والا خود خانہ احادیث نبوی کو اپنے مفروضات مسلکی کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کمر بستہ ہوئے ہیں۔ سو آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں سچ ہے۔ المرء یقیس علی نفسه۔

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ باب: اس بارے میں کہ بیت الخلا جانے کے

وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

(۱۴۲) حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، / (۱۴۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے عبدالعزیز بن صہیب
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے
أَنَسًا، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (قضاے حاجت کے لیے) بیت الخلا میں
الْخَلَاءَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ داخل ہوتے تو یہ (دعا) پڑھتے: ”اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک

النُّخْبِ وَالْخَبَائِثِ)) تَابَعَهُ ابْنُ عَزْرَةَ ،
عَنْ شُعْبَةَ ، وَقَالَ: غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ إِذَا
أَتَى الْخَلَاءَ . وَقَالَ مُوسَى عَنْ حَمَّادٍ: إِذَا
دَخَلَ . وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ: إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ . [طرفه فی: ۶۳۲۲]

[ابوداؤد: ۵؛ ترمذی: ۵]

تشریح: اس حدیث میں خود نبی کریم ﷺ کا یہ دعا پڑھنا مذکور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں لفظ امر کے ساتھ ہے کہ جب تم بیت الخلا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو: ((بِسْمِ اللَّهِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النُّخْبِ وَالْخَبَائِثِ)) ان لفظوں میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ خبث اور خبائث سے ناپاک جن اور جنیاں مراد ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فارغ ہونے کے بعد والی دعا کی حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کی شرطوں کے موافق نہیں۔ جسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ فارغ ہونے کے بعد ((عَفْرَ اَنِّكَ)) پڑھتے۔ اور ابن ماجہ میں یہ دعا آئی ہے: ((اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَاقَبَنِي)) ”سب تعریف اس اللہ کے لئے جس نے مجھ کو عافیت دی اور اس گندگی کو مجھ سے دور کر دیا“ فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ

باب: اس بارے میں کہ بیت الخلا کے قریب پانی

رکھنا بہتر ہے

۱۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا
وَرَقَاءُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْخَلَاءَ ،
فَوَضَعَتْ لَهُ وَضُوءًا قَالَ: ((مَنْ وَضَعَ
هَذَا؟)). فَأَخْبَرَ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ فَفِّهْ فِي
الَّذِينَ)). [راجع: ۷۵] [مسلم: ۶۳۶۸]

تشریح: یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس کی خالہ کے گھر کا واقعہ ہے۔ آپ کو خبر دینے والی بھی حضرت میمونہ ہی تھیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فقہ امت قرار پائے۔

بَابُ: لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ

باب: اس مسئلہ میں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت

قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے لیکن جب کسی

عمارت یاد یوار وغیرہ کی آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں

أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ

أَوْ نَحْوِهِ

۱۴۴- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِطُ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّئُهَا ظَهْرَهُ، شَرُّهُمَا أَوْ عَرَبُوهَا)). [طرفہ فی: ۳۹۴]

(۱۳۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذنب نے، کہا کہ ہم سے زہری نے عطاء بن یزید اللیثی کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ اس کی طرف پشت کرے (بلکہ) مشرق کی طرف منہ کر لیا مغرب کی طرف۔“

[مسلم: ۶۰۹؛ ابوداؤد: ۹۹؛ ترمذی: ۸؛ نسائی:

۲۱، ۲۲؛ ابن ماجہ: ۳۱۸]

تشریح: یہ حکم مدینہ کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ مدینہ مکہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس لئے آپ نے قضائے حاجت کے وقت پچھتم یا پورب کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ بیت اللہ کا ادب ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حدیث کے عنوان سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اگر کوئی آڑھ منہ ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر سکتا ہے۔ آپ نے جو حدیث اس باب میں ذکر کی ہے وہ ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے مطلق ممانعت نکلتی ہے اور ترجمہ باب میں عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ نے یہ حدیث محض ممانعت ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے اور عمارت کا استثنا آگے والی حدیث سے نکالا ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بعض نے لفظ غائط سے صرف میدان مراد لیا ہے اور اس ممانعت سے سمجھا گیا کہ عمارت میں ایسا کرنا درست ہے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ مبارکپوری رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دلائل طرفین پر مفصل روشنی ڈالنے ہوئے اپنا آخری فیصلہ یہ دیا ہے: ”وعندی الاحتراز عن الاستقبال والاستدبار فی البيوت احوط وجوبا لاندبا۔“ یعنی میرے نزدیک بھی وجوب احتیاط کا تقاضا ہے کہ گھروں میں بھی بیت اللہ کی طرف پیٹھ یا منہ کرنے سے پرہیز کی جائے۔ (مرعاة جلد اول ص ۲۳۱) علامہ مبارکپوری رضی اللہ عنہ صاحب تحفۃ الاحوذی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَيَّ لِبَنَتَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص دو اینٹوں پر بیٹھ

کر قضائے حاجت کرے (تو کیا حکم ہے؟)

۱۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ، وَأَسْبَحَ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ نَأْسًا يَقُولُونَ: إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ، فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: لَقَدْ ارْتَقَيْتَ بَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ لَنَا، فَرَأَيْتُ

(۱۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی۔ وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے، وہ اپنے چچا و اسح بن حبان سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کی طرف (یہ سن کر) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے دو اینٹوں پر قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔ پھر عبد اللہ بن

عمر بن الخطابؓ نے (واسع سے) کہا کہ شاید تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے چوڑوں کے بل نماز پڑھتے ہیں۔ تب میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا (کہ آپ کا مطلب کیا ہے) امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اس سے وہ شخص مراد لیا جو نماز میں زمین سے اونچا نہ رہے، سجدہ میں زمین سے چمٹ جائے۔

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى لَبْتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ. وَقَالَ: لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ، فَقُلْتُ: لَا أَدْرِي وَاللَّهِ قَالَ مَالِكٌ: يَغْنِي الَّذِي بَصَلِّي وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ، يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ.

[اطرافہ فی: ۱۴۸، ۱۴۹، ۳۱۰۲]

[مسلم: ۶۱۱، ۶۱۲؛ ترمذی: ۱۱؛ نسائی: ۲۳؛

ابن ماجہ: ۳۲۲]

تشریح: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی کسی ضرورت سے چھٹ پر چڑھے۔ اتفاقاً ان کی نگاہ نبی کریم ﷺ پر پڑ گئی۔ ابن عمرؓ نے اس قول کا منشا کہ بعض لوگ اپنے چوڑوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ شاید یہ ہو کہ قبلہ کی طرف شرمگاہ کا رخ اس حال میں منع ہے کہ جب آدمی رفع حاجت وغیرہ کے لیے نکلا ہو۔ ورنہ لباس پہن کر پھر تکلف کرنا کسی طرح قبلہ کی طرف سامنا یا پشت نہ ہو، یہ بڑا تکلف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سجدہ اس طرح کرتے ہیں کہ اپنا پیٹ بالکل رانوں سے ملا لیتے ہیں اسی کو (یصلون علی اور اکھم)) سے تعبیر کیا گیا مگر صحیح تفسیر وہی ہے جو مالک سے نقل ہوئی۔ صاحب انوار الباری کا عجیب اجتہاد: احناف میں عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے کچھ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ صاحب انوار الباری نے لفظ مذکور یصلون علی اور اکھم سے عورتوں کی اس مرجعہ نماز پر اجتہاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”یصلون علی اور اکھم سے عورتوں والی نشست اور سجدہ کی حالت تھلائی گئی ہے کہ عورتیں نماز میں کولھے اور سرین پر بیٹھتی ہیں اور سجدہ بھی خوب سٹ کر کرتی ہیں کہ پیٹ رانوں کے اوپر کے حصوں سے مل جاتا ہے۔ تاکہ ستر زیادہ سے زیادہ چھپ سکے لیکن ایسا کرنا مردوں کے لیے خلاف سنت ہے ان کو سجدہ اسی طرح کرنا چاہیے کہ پیٹ ران وغیرہ حصوں سے بالکل الگ رہے۔ اور سجدہ اچھی طرح کھل کر کیا جائے۔ غرض عورتوں کی نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کی حالت مردوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔“ (انوار الباری، ج: ۳/ص: ۱۸۷)

صاحب انوار الباری کی اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ مردوں کے لیے ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور عورتوں کے لیے عین سنت کے مطابق ہے۔ شاید آپ کے اس بیان کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ایسی ہی نماز ثابت ہوگی۔ کاش! آپ ان احادیث نبوی کو بھی نقل فرمادیتے جن سے عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق ثابت ہوتی ہے یا ازواج مطہرات ہی کا عمل نقل فرمادیتے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق مجوزہ محض صاحب انوار الباری ہی کا اجتہاد ہے۔ ہمارے علم میں احادیث صحیحہ سے یہ تفریق ثابت نہیں ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبُرَاكِ

باب: اس بارے میں کہ عورتوں کا قضائے حاجت

کے لیے باہر نکلنے کا کیا حکم ہے؟

۱۴۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَرْوَاحَ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۳۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

کی بیویاں رات میں مناصح کی طرف قضائے حاجت کے لیے جاتیں اور مناصح ایک کھلا میدان ہے۔ تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک روز رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ جو دراز قد عورت تھیں، (باہر) گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں آواز دی (اور کہا) ہم نے تمہیں پہچان لیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پردہ (کا حکم) نازل ہو جائے۔ چنانچہ (اس کے بعد) اللہ نے پردہ (کا حکم) نازل فرمادیا۔

كُنْ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِحِ، وَهِيَ صَعِيدٌ أَفِيحٌ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَحْجُبْ نِسَاءَكَ. فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ، فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً، وَكَانَتْ امْرَأَةً طَوِيلَةً، فَادَّاهَا عُمَرُ: أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكَ يَا سَوْدَةُ، جِرْصًا عَلَى أَنْ يَنْزِلَ الْحِجَابُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْحِجَابَ.

[اطرافہ فی: ۱۴۷، ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ۶۲۴۰]

[مسلم: ۵۶۷۱]

(۱۳۷) ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے (اپنی بیویوں سے) فرمایا کہ ”تمہیں قضائے حاجت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔“ ہشام کہتے ہیں کہ حاجت سے مراد پاخانے کے لیے (باہر) جانا ہے۔

۱۴۷- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ)). قَالَ هِشَامٌ: يَعْنِي

الْبَرَازَ [راجع: ۱۴۶] [مسلم: ۵۶۶۸]

تشریح: آیت حجاب کے بعد بھی بعض دفعہ رات کو اندھیرے میں عورتوں کا جنگل میں جانا ثابت ہے۔ (فتح الباری)

باب: اس بارے میں کہ گھروں میں قضائے حاجت

بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوتِ

کرنا ثابت ہے

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہما کی ہر اس باب سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ عورتوں کا حاجت کے لیے میدان میں جانا ہمیشہ نہیں رہا اور بعد میں گھروں میں انتظام کر لیا گیا۔

(۱۳۸) ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے عبید اللہ بن عمر کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے نقل کرتے ہیں، وہ واسح بن حبان سے، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن میں اپنی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ) حصہ کے مکان کی چھت پر اپنی کسی ضرورت سے چڑھا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف پشت اور

۱۴۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: ارْتَفَقْتُ عَنْ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْضِي

حَاجَتُهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ . شام کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

[راجع: ۱۴۵]

تشریح: آپ اس وقت فضائیں نہ تھے، بلکہ وہاں ہاتھ روم بنا ہوا تھا، اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ (بخاری)

۱۴۹۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: (۱۳۹) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں یحییٰ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے خبر دی، انہیں ان کے چچا واسع بن حبان نے بتلایا، انہیں عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا، تو مجھے رسول اللہ ﷺ دو اینٹوں پر (قضائے حاجت کے وقت) بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَائِدًا عَلَى لِبْسَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

[راجع: ۱۴۵]

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے کبھی اپنے گھر کی چھت اور کبھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت کا ذکر کیا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ گھر تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ہی تھا مگر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ورثہ میں ان ہی کے پاس آ گیا تھا۔ اس باب کی احادیث کا منشا یہ ہے کہ گھروں میں بیت الخلاء بنانے کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مکانات میں قضائے حاجت کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے۔

باب: پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے

۱۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ - وَأَسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ، وَهُوَ كَهْتَمْتُمْ تَحْتَهُ كَيْبَرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَفَعَ حَاجَتَهُ لِيَلِي نَتْلُوهُ تَوَيْمًا وَأُورِيكَ لِرَأْسِهِ سَاهِمًا بِأَنْبِيَاءِ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجِيءُ أَنَا وَغُلَامٌ، مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ . يَعْنِي يَسْتَنْجِي بِهِ [اطرافه في: ۱۵۱، ۱۵۲، ۲۱۷، ۵۰۰] [مسلم: ۶۱۹]

[ابوداؤد: ۴۳؛ نسائی: ۴۵]

باب: اس بارے میں کہ کسی شخص کو ہمراہ اس کی

طہارت کے لیے پانی لے جانا جائز ہے

حضرت ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ابو معاذ سے جن کا نام عطاء بن ابی میمونہ تھا نقل کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لیے نکلے تو میں اور ایک لڑکا اپنے ساتھ پانی کا برتن لے آتے تھے۔ مطلب یہ کہ اس پانی سے رسول اللہ ﷺ طہارت کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ حَمَلَ مَعَهُ الْمَاءَ لِطُهُورِهِ

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَلَيْسَ فِيمَكُمُ صَاحِبٌ

تکیہ والے صاحب نہیں ہیں؟

النَّعْلَيْنِ وَالطَّهْوَرِ وَالْوَسَادِ؟

تشریح: یہ اشارہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتے، تکیہ اور وضو کا پانی ساتھ لے رہتے تھے، اسی مناسبت سے آپ کا یہ خطاب پڑ گیا۔

(۱۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ عطاء بن ابی میمونہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لیے نکلے، میں اور ایک لڑکا دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا تھا۔

۱۵۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَعَبْلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ. [راجع: ۱۵۰]

باب: اس بیان میں کہ استنجا کے لیے پانی کے

بَابُ حَمْلِ الْعَنْزَةِ مَعَ الْمَاءِ

ساتھ نیزہ (بھی) لے جانا ثابت ہے

فِي الْإِسْتِنجَاءِ

(۱۵۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے محمد بن جعفر نے، ان سے شعبہ نے عطاء بن ابی میمونہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر چلتے تھے۔ پانی سے آپ طہارت کرتے تھے، (دوسری سند سے) نظر اور شاذان نے اس حدیث کی شعبہ سے متابعت کی ہے نیزہ لاٹھی کو کہتے ہیں جس پر پھلکا لگا ہوا ہو۔

۱۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ، فَأَحْمِلُ أَنَا وَعَبْلَامٌ مِنْ مَاءٍ، وَعَنْزَةٌ، يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ. تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. الْعَنْزَةُ: عَصَا عَلَيْهِ رُجٌّ

[راجع: ۱۵۰]

تشریح: یہڑھیلا توڑنے کے لئے کام میں لائی جاتی تھی اور موذی جانوروں کو دفع کرنے کے لیے بھی۔

باب: اس بارے میں کہ داہنے ہاتھ سے طہارت

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِسْتِنجَاءِ

کرنے کی ممانعت ہے

بِالْيَمِينِ

(۱۵۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سے، وہ اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلا میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے

۱۵۳ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ - هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ - عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا

أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ. [اطرافہ فی: ۱۵۴، ۵۶۳]

باب: لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ

باب: اس بارے میں کہ پیشاب کے وقت اپنے

عضو کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے

إِذَا بَالَ

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ)). [راجع: ۱۵۳]

۱۵۴۔ ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے یحییٰ بن کثیر کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبد اللہ بن ابی قتادہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنا عضو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے، نہ داہنے سے طہارت کرے، نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔“

تشریح: کیونکہ یہ سارے کام صفائی اور ادب کے خلاف ہیں۔

باب: پتھروں سے استنجا کرنا ثابت ہے

بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو الْمَكِّيِّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ: ((ابْغِي أَحْجَارًا اسْتَفِضْ بِهَا. أَوْ نَحْوَهُ. وَلَا تَأْتِي بَعْظُمَ وَلَا رَوْثًا)). فَاتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ. [طرفہ فی: ۳۸۶]

۱۵۵۔ ہم سے احمد بن محمد الحکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو الحکی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ایک مرتبہ) رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (چلتے وقت) ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے قریب پہنچ گیا۔ (مجھے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ”مجھے پتھر ڈھونڈ دو، تاکہ میں ان سے پاکی حاصل کروں، یا اسی جیسا (کوئی لفظ) فرمایا اور فرمایا کہ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔“ چنانچہ میں اپنے دامن میں پتھر (بھر کر) آپ کے پاس لے گیا اور آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور آپ کے پاس سے ہٹ گیا۔ جب آپ (فضائے حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ نے پتھروں سے استنجا کیا۔

تشریح: ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنا جائز نہیں۔ گوبر اور ہڈی جنوں کی خوراک ہیں۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کرو، یہ تمہارے بھائی جنوں کا توشہ ہیں۔“ (رواہ ابوداؤد و الترمذی) معلوم ہوا کہ ڈھیلوں سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر پانی سے مزید پاکی حاصل کرنا افضل ہے۔ (دیکھو حدیث: ۱۵۴) آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ پانی سے استنجا کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھویا کرتے تھے۔

بَابُ: لَا يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ

۱۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلَكِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ، يَقُولُ أَنِّي النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ، وَالتَّمَسْتُ الثَّلَاثَ فَلَمْ أَجِدْ، فَأَخَذْتُ رَوْثَهُ، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَالْقَى الرِّوْثَةَ وَقَالَ: ((هَذَا رِكْسٌ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

[نسائی: ۴۲؛ ابن ماجہ: ۳۱۴]

تشریح: اس کو اس لیے ناپاک فرمایا کہ وہ گدھے کی لیدھی جیسا کہ امام حاکم کی روایت میں تشریح ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً**بَابُ: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو ایک****ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے**

۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً. [ابوداؤد: ۱۳۸؛ دھویا۔

ترمذی: ۴۲؛ نسائی: ۸۰؛ ابن ماجہ: ۴۱۱]

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ایک ایک بار اعضا کو دھولیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اگر چہ وہ ثواب نہیں ملتا جو تین دفعہ دھونے سے ملتا ہے۔

بَابُ: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو دو دو بار**دھونا بھی ثابت ہے****بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ**

۱۵۸۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ حَزْمٍ، وَابْنُ عَبَّادٍ، وَابْنُ تَيْمٍ، وَابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضا کو دو بار دھویا۔
 تشریح: دو بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سنت ہے مگر تین بار دھونا زیادہ افضل ہے۔

باب: اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو تین بار دھونا (سنت ہے)

بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

(۱۵۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ الاویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، انہیں عطاء بن یزید نے خبر دی، انہیں حمران حضرت عثمان کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے (حمران سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کھلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

۱۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، رَأَى عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَعَ عَلَى كَفَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَعَسَلَهُمَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ، وَاسْتَشَشَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، عُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[اطرافہ فی: ۱۶۰، ۱۶۶، ۱۹۳۴، ۶۴۳۳]

[مسلم: ۵۳۸، ۵۳۹؛ ابوداؤد: ۱۰۶؛ نسائی:

[۸۵، ۸۴

(۱۶۰) اور روایت کی عبدالعزیز نے ابراہیم سے، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شہاب سے، لیکن عروہ حمران سے روایت کرتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو فرمایا: میں تم کو ایک حدیث سنا تا ہوں، اگر قرآن پاک کی ایک آیت (نازل) نہ ہوتی تو میں یہ حدیث تم کو نہ سنا تا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ

۱۶۰۔ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ: فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ: لِأَحَدٍ ثَلَاثًا حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمْ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ

جب بھی کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور (خلوص کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے تو اس کے ایک نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ”جو لوگ اللہ کی اس نازل کی ہوئی ہدایت کو چمپاتے ہیں جو اس نے لوگوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور (دوسرے) لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔“

تشریح: اعضاء وضو کا تین بار دہرنا سنت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ ایک ایک بار اور دودو بار بھی دھولیا کرتے تھے۔ تاکرامت کے لیے آسانی ہو۔

بَابُ الْإِسْتِنَارِ فِي الْوُضُوءِ

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ وَأَبْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتِنْثِرْ، وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوتِرْ)). [طرفه فی: ۱۶۲]

[مسلم: ۵۶۲، ۵۶۳؛ نسائی: ۸۸؛ ابن ماجہ: ۴۰۹]

تشریح: مٹی کے ڈھیلے بھی پتھری میں شمار ہیں بلکہ ان سے صفائی زیادہ ہوتی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِجْمَارِ وَتُرَا

۱۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ أَبِي الزُّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتِنْثِرْ، وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوتِرْ، وَإِذَا اسْتَيْقِظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا فِي وَضُوءِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ)). [راجع: ۱۶۱] [مسلم: ۵۶۰]

باب: وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے

اس مسئلہ کو عثمان اور عبد اللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۶۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا انہیں یونس نے زہری کے واسطے سے خبر دی، کہا انہیں ابو اور یونس نے بتایا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجا کرے اسے چاہیے کہ طاق عدد (یعنی ایک تین یا پانچ ہی) سے کرے۔“

باب: طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجا کرنا چاہیے!

(۱۶۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے ابو الزناد کے واسطے سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) صاف کرے، اور جو شخص پتھروں سے استنجا کرے اسے چاہیے کہ بے جوڑ عدد (یعنی ایک یا تین) سے استنجا کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی سوکراٹھے، تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔“

ابوداؤد: ۱۴۰، نسائی: ۸۶]

باب: دونوں پاؤں دھونا چاہیے اور قدموں پر مسح نہ کرنا چاہیے

(۱۶۳) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے، وہ ابو بشر سے، وہ یوسف بن ماہک سے، وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر (تھوڑی دیر بعد) آپ ﷺ نے ہم کو پالیا اور عصر کا وقت آپہنچا تھا۔ ہم وضو کرنے لگے اور (اچھی طرح پاؤں دھونے کی بجائے جلدی میں) ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“ دوسرے مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

۱۶۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: تَخَلَّفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنَّا فِي سَفَرَةٍ، فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا تَوَضُّأً وَنَمَسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع: ۶۰]

تشریح: اس میں روایں کا رد ہے جو قدموں پر بلا موزوں کے مسح کے قائل ہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو قدموں کا دھونا فرض ہے جیسا کہ آیت وضو میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کو بھی دوسرے اعضا کی طرح دھونا چاہیے اور اس طرح پر کہ کہیں سے کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

باب: وضو میں کلی کرنا

اس مسئلہ کو ابن عباس اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۶۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعب بن زہری کے واسطے سے خبر دی، کہا ہم کو عطاء بن یزید نے حمران مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی (لے کر) ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا۔ پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی دیا، پھر ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا۔ اور کہیں تک تین دفعہ ہاتھ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر ہر ایک پاؤں تین دفعہ دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ میرے اس وضو جیسا وضو فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور پھر (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔“

بابُ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ [وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ]

۱۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حُمْرَانَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَاءِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضَّضَ، وَاسْتَنَشَقَّ، وَاسْتَنْشَرَّ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا وَقَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى

بابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوَضُوءِ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَحَدَّثَ اللَّهُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حُمْرَانَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَاءِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضَّضَ، وَاسْتَنَشَقَّ، وَاسْتَنْشَرَّ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا وَقَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى

رَكَعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ تَوَالِدُ تَعَالَى اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ۱۵۹]

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں کلی کرنا بھی ضروریات ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْأَعْقَابِ

باب: ایڑیوں کے دھونے کے بیان میں

وَكَانَ ابْنُ سَبْرِينَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.
امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ وضو کرتے وقت انگلی کے نیچے کی جگہ (بھی) دھویا کرتے تھے۔

۱۶۵- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ - وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُونَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ - فَقَالَ: أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)). [مسلم: ۵۷۴؛ ہے۔

(۱۶۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ ہمارے پاس سے گزرے اور لوگ لوٹنے سے وضو کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اچھی طرح وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

[نسائی: ۱۱۰]

تشریح: نشانی ہے کہ وضو کو کلی عضو خشک نہ رہ جائے ورنہ وہی عضو قیامت کے دن عذاب الہی میں مبتلا کیا جائے گا۔

بَابُ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ جوتوں کے اندر پاؤں

دھونا چاہیے اور جوتوں پر مسح نہ کرنا چاہیے

وَلَا يَمَسُّ عَلَى النَّعْلَيْنِ

۱۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ ارْأَيْتَكَ تَضَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرِ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَضَعُهَا. قَالَ: وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ: رَأَيْتَكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِينَ، وَرَأَيْتَكَ تَلْبَسُ النَّعَالَ السَّيْتِيَّةَ، وَرَأَيْتَكَ تَضْبَعُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتَكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ وَلَمْ تَهَلِّ أَنْتَ حَتَّى

(۱۶۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے سعید المقبری کے واسطے سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن جریج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے تمہیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جنہیں تمہارے ساتھیوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے، اے ابن جریج! وہ کیا ہیں؟ ابن جریج نے کہا کہ میں نے طواف کے وقت آپ کو دیکھا کہ دو یمنی رکنوں کے سوا کسی اور رکن کو آپ نہیں چھوتے ہو۔ (دوسرے) میں نے آپ کو سمیٹی جوتے پہنے ہوئے دیکھا اور (تیسرے) میں نے دیکھا کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہو اور (چوتھی بات) میں نے یہ دیکھی کہ جب آپ مکہ میں تھے، لوگ (ذی الحججا) چاند دیکھ کر لبیک پکارنے لگتے ہیں۔ اور (حج) کا احرام

باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ (دوسرے) ارکان کو تو یوں نہیں چھوتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یمانی رکنوں کے علاوہ کسی اور رکن کو چھوتے ہوئے نہیں دیکھا اور رہے سستی جوتے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا کہ جن کے چمڑے پر بال نہیں تھے اور آپ انہیں کو پہنے پہنے وضو فرمایا کرتے تھے، تو میں بھی انہی کو پہننا پسند کرتا ہوں اور زرد رنگ کی یہ بات ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو میں بھی اسی رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں اور احرام باندھنے کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر نہ چل پڑتی۔

كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَمَا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النَّعَالُ السَّبِيئَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ النَّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَضْبَعُ بِهَا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَضْبَعَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَهْلُ حَتَّى تَتْبَعَتْ بِهِ رِجْلَتَهُ.

[اطرافہ فی: ۱۵۱۴، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۲۸۵۱] [مسلم: ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ۱۷۷۲؛ نسائی: ۱۱۷، ۲۷۵۹، ۲۹۵۰، ۵۲۵۸؛ ابن ماجہ: ۳۶۲۶]

باب: وضو اور غسل میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا ضروری ہے

بَابُ التَّيْمَنِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ

(۱۶۷) ہم سے مسد نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے خالد نے حصہ بنت سرین کے واسطے سے نقل کیا، وہ ام عطیہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مخومہ) صاجزادی (حضرت زینب) کو غسل دینے کے وقت فرمایا تھا کہ ”غسل داہنی طرف سے دو اور اعضائے وضو سے غسل کی ابتدا کرو۔“

۱۶۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَهْنُ فِي غُسْلِ ابْنَتِي: ((أَبْدَأَنَّ بِيَمَانِيهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)). [اطرافہ فی:

۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳] [مسلم: ۲۱۷۴، ۲۱۷۵؛ ابوداؤد: ۳۱۴۵؛ ترمذی: ۹۹۰؛ نسائی: ۱۸۸۳، ۱۸۸۴]

تشریح: وضو اور غسل میں داہنی طرف سے کام شروع کرنا مسنون ہے، اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی یہ طریقہ مسنون ہے۔

(۱۶۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں اشعث بن سلیم نے خبر دی، ان کے باپ نے مسروق سے سنا، وہ ام المؤمنین

۱۶۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ،

قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَجِّبُهُ التَّيْمُنُ فِي
تَعَلُّهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطَهُورِهِ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ .

[اطرافہ فی: ۴۲۶، ۵۳۸، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶]

[مسلم: ۶۱۶، ۶۱۷؛ ابوداؤد: ۴۱۴۰؛ ترمذی:

۶۰۸؛ نسائی: ۱۱۲، ۴۱۹؛ ابن ماجہ: ۴۰۱]

بَابُ التَّمَّاسِ الْوُضُوءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ

باب: اس بارے میں کہ نماز کا وقت ہو جانے پر
پانی کی تلاش ضروری ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) صبح ہو گئی۔ پانی
تلاش کیا گیا، مگر نہیں ملا، تو آیت تیمم نازل ہوئی۔

(۱۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو مالک
نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل
کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز
عصر کا وقت آ گیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انہیں پانی نہ ملا، تو رسول
اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول
اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن)
سے وضو کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا آپ کی
انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہاں تک کہ
(قالے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالتَّمَّسَ
الْمَاءَ، فَلَمْ يُوَجَدْ فَتَزَلَّ التَّيْمُمُ .

۱۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ:
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ:
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتِ صَلَاةُ الْعَصْرِ،
فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوُضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوا، فَأَتَى
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِوَضُوءٍ، فَوَضَعَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ
أَنْ يَتَوَضَّؤُوا مِنْهُ قَالَ: فَرَأَيْتَ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ
تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ .

[اطرافہ فی: ۱۹۵، ۲۰۰، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳]

[۳۵۷۴، ۳۵۷۵] [مسلم: ۵۹۴۲؛ ترمذی:

۳۶۳۱؛ نسائی: ۷۶]

تشریح: یہ رسول اللہ ﷺ کا مجرہ تھا کہ ایک پیالہ پانی سے سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ وضو کے لیے پانی تلاش کرنا اس سے ثابت ہوا، نہ ملے تو پھر
تیمم کر لینا چاہیے۔

باب: جس پانی سے آدمی کے بال دھوئے جائیں
اس پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بَابُ الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ
شَعْرُ الْإِنْسَانِ

عطاء بن ابی رباح آدمیوں کے بالوں سے رسیاں اور ڈوریاں بنانے میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے اور کتوں کے جھوٹے اور ان کے مسجد سے گزرنے کا بیان۔ زہری کہتے ہیں کہ جب کتا (کسی بھرے) برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ وضو کے لیے اور پانی موجود نہ ہو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتا ہے: ”جب پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔“ اور کتے کا جھوٹا پانی (تو) ہے۔ (مگر) طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ (بہر حال) اس سے وضو کر لے اور (احتیاطاً) تیمم بھی کر لے۔

(۱۷۰) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے عاصم کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ بن النضر سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

(۱۷۱) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا، ہم سے عباد نے ابن عون کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن سیرین سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع میں) جب سر کے بال منڈوائے تو سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال لیے تھے۔

[طرفہ فی: ۱۷۱]

۱۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَادٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ أَنَسِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ.

[راجع: ۱۷۰]

تشریح: سیدالحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی و طہارت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بالوں کو تبرک کے لیے لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

بَابُ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ \ باب: جب کتا برتن میں پی لے (تو کیا کرنا چاہیے)

(۱۷۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں

۱۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا

شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِيَّائِهِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا)) سے (کچھ) پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھولو (تو پاک ہو جائے گا)۔“

[مسلم: ۶۵۰؛ نسائی: ۶۳؛ ابن ماجہ: ۳۶۴]

(۱۷۳) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الصمد نے خبر دی، کہا ہم کو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، وہ ابوصالح سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا، جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے پانی بھر کر پلانا لگا، حتیٰ کہ اس کو خوب سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے اس کام کی قدر کی اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔“

۱۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ التُّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرَوَاهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ)). [إطرافه

في: ۲۳۶۳، ۲۴۶۶، ۶۰۰۹]

(۱۷۴) احمد بن شبيب نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا مجھ سے حمزہ بن عبد اللہ نے اپنے باپ (یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان جگہوں پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

۱۷۴۔ وَقَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَمَزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتَذْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يَرشُونَ شَيْئًا

مِنْ ذَلِكَ. [ابو داود: ۳۸۲]

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا جب کہ مسجد کے گاؤ وغیرہ بھی نہ تھے۔ اس کے بعد جب مساجد کے بارے میں احترام و اہتمام کا حکم نازل ہوا تو اس طرح کی سب باتوں سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ لوگو! مسجد میں بے ہودہ بات کرنے سے پرہیز کیا کرو، تو جب لغو باتوں سے روک دیا گیا، تو دوسرے امور کا حال بھی بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ اس لئے اس سے پہلے حدیث میں کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم آیا۔ اب وہی حکم باقی ہے۔ جس کی تائید اور بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض روایات میں کتے کے جھوٹے برتن کے بارے میں اتنی تاکید آئی ہے کہ اسے پانی کے علاوہ آٹھویں بار مٹی سے صاف کرنے کا بھی حکم ہے۔ مٹی سے اول مرتبہ دھونا چاہیے پھر سات دفعہ پانی سے دھونا چاہیے۔

اس مسئلہ میں احناف اور اہلحدیث کا اختلاف: کتے کے جھوٹے برتن کو سات بار پانی سے دھونا اور ایک بار صرف مٹی سے مانجھنا واجب ہے۔ یہ اہلحدیث کا مذہب ہے اور صرف تین بار پانی سے دھونا یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ سر تاج علمائے اہلحدیث حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قال الشوكاني في النيل: والحديث يدل على وجوب الغسلات السبع من ولوغ الكلب واليه ذهب ابن عباس وعروة بن الزبير ومحمد بن سيرين وطاوس وعمرو بن دينار والاوزاعي ومالك والشافعي واحمد بن حنبل واسحاق وابوثور وابوعبيدة وداود انتهى - وقال النووي: وجوب غسل نجاسة ولوغ الكلب سبع مرات وهذا مذهبا ومذهب

مالک والجمہیر - وقال ابو حنیفة: یکفی غسله ثلاث مرات انتهى - وقال المحافظ فی الفتح. وامام الحنفیة فلم یقولوا بوجوب السبع ولا الترتیب۔“ (تحفة الاحوذی ، ج: ۱/ ص: ۹۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ ان احادیث کی بنا پر جمہور علمائے اسلام، صحابہ کرام و تابعین و ائمہ ثلاثہ و دیگر محدثین کا مذہب یہی ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے۔ برخلاف اس کے کہ حنفیہ صرف تین ہی دفعہ دھونے کے قائل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب تمہارے کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھو ڈالو۔“ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس لئے کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حسب وضاحت امام دارقطنی اس کی سند میں ایک راوی عبدالوہاب نامی متروک ہے، جس نے اسماعیل نامی اپنے استاد سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا۔ جلالہ کنان ہی اسماعیل سے دوسرے راوی اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ جنہوں نے سات بار دھونا نقل کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دارقطنی میں ہے جو طبقہ ثلاثہ کی کتاب ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے:

”اخرج ابن ماجة عن ابی رزین قال: رايت ابا هريرة: يضرب جبهته بيده ويقول يا اهل العراق انتم تزعمون اني اكذب على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ليكون لكم الهنا وعلى الاثم اشهد سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليغسله سبع مرات۔“ (تحفة الاحوذی ، ج: ۱/ ص: ۹۴)

یعنی ابو رزین کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ انظار افسوس کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے عراقیو! تم ایسا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہاری آسانی کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں اور گناہگار ہوں۔ یاد رکھو میں گواہی دیتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ”جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھو ڈالو۔“ معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین بار دھونے کی روایت ناقابل اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحی کھنوسی نے بڑی تفصیل سے دلائل خلافیہ پر منصفانہ روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھو سعایہ، ص: ۳۵۱)

بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتا اور کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ بعض علمائے مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض کتے کی اور اس کے جھوٹے کی پاکی ثابت کرنا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ نہیں ہے بلکہ آپ نے صرف لوگوں کے مذہب بیان کیے ہیں وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ترجمہ میں آپ نے صرف کتے کے جھوٹے کا نام لیا۔ یوں نہیں کہا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ حدیث بخاری کے ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمبارک پوری فرماتے ہیں:

”وفی الحدیث دلیل علی نجاسة فم الكلب من حیث الامر بالغسل لما ولغ فیہ والاراقة للماء۔“ (مرعاة ، ج: ۱/ ص: ۳۲۴)

یعنی اس حدیث مذکور بخاری میں دلیل ہے کہ کتے کا منہ ناپاک ہے اسی لئے جس برتن میں وہ منہ ڈال دے اسے دھوئے اور اس پانی کے بہا دینے کا حکم ہوا۔ اگر اس کا منہ پاک ہوتا تو پانی کو اس طور پر ضائع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ منہ کے ناپاک ہونے کا مطلب اس کے تمام جسم کا ناپاک ہونا ہے۔

عبداللہ بن معقل کی حدیث جسے مسلم و دیگر محدثین نے نقل کیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ سات بار پانی سے دھونا چاہیے اور آٹھویں بار مٹی سے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الحدیث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وظاهره يدل علی ايجاب ثمان غسلات وان غسله الترتیب غیر الغسلات السبع وان الترتیب خارج عنها والحديث قد اجمعوا علی صحة اسناده وهي زیادة ثقة فتعین المصیر الیہا۔“ (مرعاة ، ج: ۱/ ص: ۳۲۴)

یعنی اس سے آٹھ دفعہ دھونے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ مٹی سے دھونے کا معاملہ سات دفعہ پانی سے دھونے کے علاوہ ہے۔ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھونا بھی صحیح ہے۔ جو پہلے ہی ہونا چاہیے بعد میں سات دفعہ پانی سے دھویا جائے۔

باقی احناف کے دیگر دلائل کے مفصل جوابات شیخ العلام حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ابرار الحسن (ص: ۳۲، ۳۹)

میں مفصل ذکر فرمائے ہیں۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

مناسب ہوگا کہ کتے کے لعاب کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے متعلق حضرت العلام مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کر دیا جائے جو صاحب انوار الباری کی روایت سے یہ ہے۔

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات مستعجب ہے کہ وہ لعاب کلب کی طہارت کے قائل ہوں۔ جب کہ اس باب میں قطعیات سے نجاست کا ثبوت ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دی ہیں۔ ناظرین! خود یہ فیصلہ کر لیں۔ کیونکہ یہ بھی ان کی ایک عادت ہے۔ جب وہ کسی باب میں دونوں جانب قوت دیکھتے ہیں تو دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ جس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی ایک جانب کا یقین نہیں فرماتے واللہ اعلم۔“ (انوار الباری، جلد: ۵/۱۰۷) کلب معلم کی حدیث ذیل لانے سے بھی ظاہر ہے کہ امام موصوف عمومی طور پر لعاب کلب کی طہارت کے قائل نہیں ہیں۔

کلب معلم وہ کتاب جس میں اطاعت شکاری کا مادہ بدرجہ اتم ہو اور جب بھی وہ شکار کرے کبھی اس میں سے خود کچھ نہ کھائے۔ (کرمانی)

(۱۷۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابن ابی السفر کے واسطے سے بیان کیا، وہ شعبی سے نقل فرماتے ہیں، وہ عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کتے کے شکار کے متعلق) دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ”جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑے اور وہ شکار کر لے تو تو اس (شکار) کو کھا اور اگر وہ کتاب اس شکار میں سے خود (کچھ) کھالے تو تو (اس کو) نہ کھائیو۔ کیونکہ اب اس نے شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔“ میں نے کہا کہ بعض دفعہ میں (شکار کے لیے) اپنے کتے چھوڑتا ہوں، پھر اس کے ساتھ دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر مت کھا۔ کیونکہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی تھی۔ دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔“

۱۷۵۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ الْمُعَلَّمُ فَقَتَلَ فُكْلًا، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ)). قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ: ((فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتُ عَلَى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ)). [اطرافہ فی: ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۵۴۹۷] [مسلم: ۴۹۷۴؛ ابوداؤد: ۲۸۵۴؛ نسائی: ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۳۱۷]

تشریح: اس حدیث کی اصل بحث کتاب الصيد میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ معلوم ہوا کہ عام کتوں کی نجاست کے حکم سے سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کا استثناء بشرط معلومہ مذکورہ۔

باب: اس بارے میں کہ بعض لوگوں کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کی راہ سے کچھ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے

بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقَبْلِيِّ وَالذُّبُرِيِّ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ [المائدة: ۶] وَقَالَ عِطَاءُ: فِي مَنْ فَارَغَ هُوَ كَرَأَى تَوْتَمِ پَانِي نَه پَاؤُ تَوْتَمِيمُ كَرَلُوْ- عَطَاءُ كَبْتِ هِي كِه جَسْ شَخْصٌ

کے پچھلے حصہ سے (یعنی دبر سے) یا اگلے حصہ سے (یعنی ذکریا فرج سے) کوئی کثیر ایاجوں کی قسم کا کوئی جانور نکلے اسے چاہیے کہ وضو لوٹائے اور جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب (آدمی) نماز میں ہنس پڑے تو نماز لوٹائے اور وضو نہ لوٹائے اور حسن (بصری) نے کہا کہ جس شخص نے (وضو کے بعد) اپنے بال اتروائے یا ناخن کٹوائے یا موزے اتار ڈالے اس پر وضو نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وضو حدیث کے سوا کسی اور چیز سے فرض نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات الرقاع کی لڑائی میں (تشریف فرما) تھے۔ ایک شخص کے تیر مارا گیا اور اس (کے جسم) سے بہت خون بہا مگر اس نے پھر بھی رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پوری کر لی اور حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے رخصوں کے باوجود نماز پڑھا کرتے تھے اور طاؤس، محمد بن علی اور اہل حجاز کے نزدیک خون (نکلتے) سے وضو (واجب) نہیں ہوتا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (اپنی) ایک پھنسی کو دبا یا تو اس سے خون نکلا۔ مگر آپ نے (دوبارہ) وضو نہیں کیا اور ابن ابی اوفی نے خون تھوکا۔ مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے اور ابن عمر اور حسن رضی اللہ عنہم پچھنے لگانے والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ پچھنے لگے ہوں اس کو دھو لے، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ
الْقَمَلَةِ يُعِيدُ الْوُضُوءَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ:
إِذَا ضَحَكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَلَمْ
يُعِدِ الْوُضُوءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ أَخَذَ مِنْ
شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وَضُوءَ
عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ
حَدِيثٍ. وَيَذَكَّرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ قَرِمِي رَجُلٌ بِسَهْمٍ،
فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ، وَمَضَى فِي
صَلَاتِهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا زَالَ الْمُسْلِمُونَ
يُصَلُّونَ فِي جِرَاحَاتِهِمْ. وَقَالَ طَاوُسٌ
وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ:
لَيْسَ فِي الدَّمِ وَضُوءٌ، وَعَصْرُ ابْنِ عَمْرٍو بَثْرَةٌ
فَخَرَجَ مِنْهَا دَمٌ، فَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَبَزَقَ ابْنُ
أَبِي أَوْفَى دَمًا فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ. وَقَالَ:
ابْنُ عَمْرٍو وَالْحَسَنُ فِي مَنْ اخْتَجَمَ لَيْسَ
عَلَيْهِ إِلَّا غَسَلُ مَحَاجِمِهِ.

(۱۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید المقبری نے بیان کیا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے تا وقتیکہ وہ حدیث نہ کرے۔“ ایک عجمی آدمی نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! حدیث کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہوا جو پیچھے سے خارج ہو۔ (جسے عرف عام میں گوز مارنا کہتے ہیں)

۱۷۶- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبَاسٍ، قَالَ حَدَّثَنَا
ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبَرِيِّ،
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
«لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ
يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، مَا لَمْ يُحَدِّثْ» فَقَالَ: رَجُلٌ
أَعْجَبِي مَا الْحَدِيثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: الصَّوْتُ.
يَعْنِي الضَّرْطَةَ [اطرافه في: ۴۴۵، ۴۷۷، ۶۴۷،

[۶۴۸، ۲۱۱۹، ۳۲۲۹، ۴۷۱۷]

(۱۷۷) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے، وہ زہری سے، وہ عباد بن تمیم سے، وہ اپنے چچا سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ”(نمازی نماز سے) اس وقت تک نہ

۱۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا
ابْنُ عَيِّنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَادِ بْنِ
تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

((لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ)) پھرے جب تک (رج کی) آواز نہ سن لے یا اس کی بو نہ پالے۔

(ریحاً)۔ (راجع: ۱۳۷)

تشریح: خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو، اس وقت تک محض کسی شہ کی بنا پر نماز نہ توڑے۔

۱۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ،
عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُنْذِرِ أَبِي يَعْلَى الثَّوْرِيِّ ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ ، قَالَ: قَالَ: عَلِيُّ
كُنْتُ رَجُلًا مَدَّاءً ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ
فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيهِ الْوُضُوءُ)) . وَرَوَاهُ شُعْبَةُ
عَنِ الْأَعْمَشِ [راجع: ۱۳۲]

(۱۷۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، وہ منذر سے، وہ ابو یعلیٰ ثوری سے، وہ محمد ابن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو سیان مذی کی شکایت تھی، مگر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ تو میں نے ابن الاسود کو حکم دیا، انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا ”کہ اس میں وضو کرنا فرض ہے۔“ اس روایت کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا۔

۱۷۹۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا
شَيْبَانٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، أَنَّ
عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ ، أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ
أَخْبَرَهُ أَنَّهُ ، سَأَلَ عُمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ:
أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ وَكَمْ يُمْنُ؟ قَالَ عُمَانُ:
يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ، وَيَغْتَسِلُ ذَكَرَهُ .
قَالَ عُمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا ، وَالزُّبَيْرِ ، وَطَلْحَةَ ،
وَأَبِي بَنٍ كَعْبٍ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ . [طرفہ فی:

(۱۷۹) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں، انہیں زید بن خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صحبت کرے اور منی نہ نکلے۔ فرمایا کہ وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو کو دھو لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (زید بن خالد کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی، زبیر، طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا۔ سب نے اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔

[۲۹۲: مسلم: ۷۸۱]

۱۸۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ ، قَالَ:
أَخْبَرَنَا النَّضْرُ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ
الْحَكَمِ ، عَنْ ذُكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي
سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرْسَلَ
إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ ،
فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ ((لَعَلْنَا أَعْجَلْنَاكَ)) فَقَالَ:
نَعَمْ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَعْجَلَتْ

(۱۸۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہمیں نصر نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ نے حکم کے واسطے سے بتلایا، وہ ذکوان سے، وہ ابوصالح سے، وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کو بلایا۔ وہ آئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔“ انہوں نے کہا، جی ہاں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب کوئی جلدی (کا کام) آپڑے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تم پر وضو ہے (غسل ضروری نہیں)۔“

أَوْ قِحْطًا، فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ)). تَابَعَهُ وَهَبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَلَمْ يَقُلْ عُنْدَ وَيَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ: ((الْوُضُوءُ)). [مسلم: ۷۷۸؛ ابن ماجه: ۶۰۶]

اس حدیث کو نظر کے ساتھ وہب نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے لیکن عند اور یحییٰ نے اس میں شعبہ سے وضو کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: یہ سب روایات ابتدائی عہد سے متعلق ہیں۔ اب صحبت کے بعد غسل فرض ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو:

”قال النووي: اعلم ان الامة مجتمعة الان على وجوب الغسل بالجماع ان لم يكن معه انزال وكانت جماعة من الصحابة على انه لا يجب الا بالانزال ثم رجع بعضهم وانعقد الاجماع بعد الاخرين انتهى۔ قلت: لا شك في ان مذهب الجمهور هو الحق والصواب۔“ (تحفة الاحوذى، ج: ۱ / ص: ۱۱۰-۱۱۱)

یعنی اب امت کا اجماع ہے کہ جماع کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ حضرت (مولانا شیخنا علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہی حق و صواب ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَوْضِيءُ صَاحِبَهُ

باب: اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے

۱۸۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مَوْسَى ابْنِ عَقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشَّعْبِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ. قَالَ أُسَامَةُ: فَجَعَلْتُ أَصَبُّ عَلَيْهِ وَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَصَلِّي؟ قَالَ: ((الْمُصَلِّيُ أَمَامَكَ)) [طرفه فی: ۱۳۹]

(۱۸۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن ہارون نے یحییٰ سے خبر دی، وہ موسیٰ بن عقبہ سے، وہ کریب بن عبّاس سے، وہ اسامہ بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ سے لوٹے، تو (پہاڑ کی) گھاٹی کی جانب مڑ گئے، اور رفع حاجت کی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ پھر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (اعضاء) پر پانی ڈالنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے رہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ (اب) نماز پڑھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز کا مقام تمہارے سامنے (یعنی مزدلفہ میں) ہے وہاں نماز پڑھی جائے گی۔“

۱۸۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبرَاهِيمَ، أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ

(۱۸۲) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، انہوں نے کہا مجھے سعد بن ابراہیم نے نافع بن جبیر بن مطعم سے بتلایا۔ انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے سنا، وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (وہاں) آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے (جب آپ واپس آئے، آپ نے وضو شروع کیا) تو مغیرہ بن شعبہ آپ کے (اعضاء) پر پانی ڈالنے لگے۔

آپ ﷺ وضو کر رہے تھے آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا، سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

لَهُ، وَأَنَّ الْمُغْتَبِرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. [طرافہ فی:

۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱،

۵۷۹۸، ۵۷۹۹] [مسلم: ۶۲۶، ۶۲۷، ۹۵۲،

ابوداؤد: ۱۴۹، ۱۵۱؛ نسائی: ۷۹، ۸۲، ۱۲۴،

ابن ماجہ: ۵۴۵]

باب: بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن

بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ

وَعِغْرِهِ

اور دوسرے امور جو جائز ہیں ان کا بیان

منصور نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حمام (غسل خانہ) میں تلاوت قرآن میں کچھ حرج نہیں، اسی طرح بغیر وضو لکھنے میں (بھی) کچھ حرج نہیں اور حماد نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اگر اس (حمام والے آدمی کے بدن) پر تہبند ہو تو اس کو سلام کرو، اور اگر (تہبند) نہ ہو تو سلام مت کرو۔

وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ، وَبَكْتَبِ الرِّسَالَةَ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ. وَقَالَ: حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَلَسَلُمْ، وَإِلَّا فَلَا تَسَلُمْ.

(۱۸۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے مخرمہ بن سلیمان کے واسطے سے نقل کیا، وہ کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام، سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے ایک رات رسول کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہما کے گھر میں گزاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول کریم ﷺ اور آپ، کی اہلیہ نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ سوتے رہے اور جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) لٹکا ہوا تھا آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، خوب اچھی طرح، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا، جس طرح آپ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا

۱۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بِنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَأَضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِيهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسُحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنْ مَعْلَقَةٍ، فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَفَمْتُ فَصَنَعْتُ سَبُلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ،

رہا تھا اور لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، کیا دیکھتی ہوں وہ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا (کیا یہ) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ ہاں۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ (آپ نے اتنا قیام فرمایا کہ) مجھ پر عشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنایاں کی اور فرمایا: ”آج کوئی چیز ایسی نہیں رہی جس کو میں نے اپنی اسی جگہ نہ دیکھ لیا ہوتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزما دیا جائے گا۔ دجال جیسی آزمائش یا اس کے قریب قریب۔ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس (اللہ کے فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اسماء نے لفظ ایماندار کہا یا یقین رکھنے والا کہا۔ مجھے یاد نہیں۔ (بہر حال وہ شخص) کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی روشنی لے کر آئے۔ ہم نے (اسے) قبول کیا، ایمان لائے، اور (آپ کی) اتباع کی۔ پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ تو سو جا دو حالیکہ تو مرد صالح ہے اور ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، اسماء نے کون سا لفظ کہا مجھے یاد نہیں (جب اس سے پوچھا جائے گا) کہے گا کہ میں (کچھ) نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا، وہی میں نے بھی کہہ دیا۔“

حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تَصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ! فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ: أَنْ نَعَمْ. فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّيَنِي الْعَشَى، وَجَعَلْتُ أَصْبُ فَوْقَ رَأْسِي مَاءً، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِينًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ)) لَا أُذْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. ((يُوتَى أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ: مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ)) - أَوْ الْمُؤْمِنَةُ - لَا أُذْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. فَيَقُولُ: ((هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَأَمْنَا وَاتَّبَعْنَا، فَيَقَالُ نَمَّ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ)) أَوْ الْمُرْتَابُ لَا أُذْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. فَيَقُولُ: ((لَا أُذْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)).

[راجع: ۸۶] [مسلم: ۲۱۰۳]

تشریح: امام احمد ثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ثابت کیا کہ معمولی عشی کے دورے سے وضو نہیں ٹوٹتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں اور پھر بھی نماز پڑھتی رہیں۔

باب: اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے

بابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ((وَأَمْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ)) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اپنے سروں کا مسح کرو۔“

[المائدة: ٦] وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا، وَسُئِلَ مَالِكٌ: أَيُجْزَىءُ أَنْ يَمْسَحَ بَعْضُ رَأْسِهِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ.

اور ابن مسیب نے کہا ہے کہ سر کا مسح کرنے میں عورت مرد کی طرح ہے۔ وہ (بھی) اپنے سر کا مسح کرے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا کچھ حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے دلیل میں عبداللہ بن زید کی (یہ) حدیث پیش کی، یعنی پورے سر کا مسح کرنا چاہیے۔

۱۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى - أَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِينِي، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأَفْرَعُ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ، حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. [أطرافه

۱۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے عمرو بن یحییٰ المازنی سے خبر دی، وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح وضو کیا ہے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے پانی کا برتن منگوا یا پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی، تین بار ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ اس طور پر اپنے ہاتھ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے۔ (مسح) سر کے ابتدائی حصے سے شروع کیا۔ پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا، پھر اپنے پیر دھوئے۔

فی: ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹]

[مسلم: ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸؛ ابوداؤد:

۱۰۰؛ نسائی: ۹۷، ۹۸؛ ابن ماجہ: ۴۰۵،

[۴۳۴، ۴۷۱]

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے ارشاد: ﴿وَأَمْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ﴾ (۵/ المائدہ: ۶) میں کوئی حد مقرر نہیں کی کہ آدھے یا چوتھائی سر کا مسح کرو۔ جیسے ہاتھوں میں کہنیوں تک اور پیروں میں ٹخنوں تک کی قید موجود ہے تو معلوم ہوا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے جب سر پر عمامہ نہ ہو اور اگر عمامہ ہو تو پیشانی سے مسح شروع کر کے عمامہ پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے۔ عمامہ اتارنا ضروری نہیں۔ حدیث کی رو سے یہی مسلک صحیح ہے۔

بَابُ غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

باب: اس بارے میں کہ ٹخنوں تک پاؤں دھونا ضروری ہے

۱۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، شَهَدْتُ عَمْرٍو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَا بِتَوْبٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وَوُضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْبِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْبِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

(۱۸۶) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے اپنے باپ (یحییٰ) سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پانی کا طشت منگوا دیا اور ان (پوچھنے والوں) کے لیے رسول اللہ ﷺ کا سا وضو کیا۔ (پہلے طشت) سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر تین بار ہاتھ دھوئے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (اور پانی لیا) پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، ناک صاف کی، تین چلوؤں سے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دوبار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور سر کا مسح کیا۔ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے، ایک بار۔ پھر ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

[راجع: ۱۸۵]

باب: لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا

بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوءِ النَّاسِ

وَأَمَرَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَهْلَهُ أَنْ يَتَوَضَّؤُوا بِفَضْلِ سِوَاكِهِ

تشریح: یعنی مسواک جس پانی میں ڈوب رہی تھی، اس پانی سے گھر کے لوگوں کو بخوشی وضو کرنے کے لئے کہتے تھے۔

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیں۔

۱۸۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، يَقُولُ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّهْجَةِ، فَاتَى بَوْضُوءَ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوءِهِ فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنزَةٌ. [اطرافه في: ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹،

(۱۸۷) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے تو آپ کے لیے وضو کا پانی حاضر کیا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر اسے (اپنے بدن پر) پھیرنے لگے۔ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور آپ کے سامنے (آڑکے لیے) ایک نیزہ تھا۔

۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶،

[۵۸۵۹] [مسلم: ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، نسائی: ۴۶۹]

۱۸۸۔ وَقَالَ أَبُو مُوسَى: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ (۱۸۸) (اور ایک دوسری حدیث میں) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: ((اشْرِبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَيَّ وَجُوهَكُمَا وَنَحْوِرَكُمَا)). [طرفاه فی: ۱۹۶، ۴۳۲۸] [مسلم: ۶۳۵۵]

نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگولایا۔ جس میں پانی تھا۔ اس سے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اسی پیالہ میں منہ دھویا اور اسی میں کلی فرمائی، پھر فرمایا: ”تو تم لوگ اس کو پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔“

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں۔ جیسے کہ آپ ﷺ کی کلی کا پانی کہ اس کو آپ نے انہیں پی لینے کا حکم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی پاک ہے۔

۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحِ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَهُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي وَجْهِهِ - وَهُوَ غَلَامٌ - مِنْ بَنِيهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنْ الْمَسُورِ وَغَيْرِهِ: يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ: وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوا يَفْتَتِلُونَ عَلَيَّ وَضُؤِيهِ. [راجع: ۷۷]

(۱۸۹) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے، کہا ہم سے میرے باپ نے، انہوں نے صالح سے سنا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، کہا انہیں محمود بن الربیع نے خبر دی، ابن شہاب کہتے ہیں محمود وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان ہی کے کنویں (کے پانی) سے ان کے منہ میں کلی ڈالی تھی اور عروہ نے اسی حدیث کو مسور وغیرہ سے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک (راوی) ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے بچے ہوئے وضو کے پانی پر صحابہ رضی اللہ عنہم جھگڑنے کے قریب ہو جاتے تھے۔

تشریح: یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الشروط میں نقل کی ہے اور یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے جب مشرکوں کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آپ سے گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس نے واپس ہو کر مشرکین مکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان نثاری کو دوا لہانا انداز میں بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ ایسے سچے فدائی ہیں کہ آپ کے وضو سے جو پانی بچ رہتا ہے اس کو لینے کے لئے ایسے دوڑتے ہیں گویا قریب ہے کہ لڑ پڑیں گے۔ اس سے بھی آپ مستعمل کا پاک ہونا ثابت ہوا۔

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ الْجَعْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: دَهَبَتْ بَنِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعَ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوءِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَظَنَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِشَلْ زُرِّ الْحَجَلَةِ.

(۱۹۰) ہم سے عبد الرحمن بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے جعد کے واسطے سے بیان کیا، کہا انہوں نے سائب بن یزید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میری خالہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کا پچا ہوا پانی پیا۔ پھر میں آپ کی کمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے مونڈھوں کے درمیان ایسی تھی جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی (یا کبوتر کا انڈا)۔

[مسلم: ۶۰۸۷، ترمذی: ۳۶۴۳]

تشریح: وضو کا بجا ہوا پانی پاک تھا تب ہی تو اسے بیا گیا۔ پس جو لوگ آب مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَّ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

دینے کے بیان میں

(۱۹۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (وضو کرتے وقت) انہوں نے برتن سے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ پھر انہیں دھویا۔ (یا یوں کہا کہ) کٹی کی اور ناک میں ایک چلو سے پانی ڈالا۔ اور تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا۔ اگلی جانب اور پچھلی جانب کا اور ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے، پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

۱۹۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَعَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَّ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ، فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۱۸۵]

تشریح: یہ شک امام بخاری رضی اللہ عنہ کے استاد شیخ مسدد سے ہوا ہے۔ مسلم کی روایت میں شک نہیں ہے۔ صاف یوں مذکور ہے کہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اسے نکالا اور کٹی کی حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

باب: سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں

(۱۹۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا۔ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک طشت منگوا لیا، پھر ان (لوگوں) کے دکھانے کے لیے وضو (شروع) کیا۔ (پہلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر انہیں تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا، پھر کٹی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی، تین چلوؤں سے تین دفعہ۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو

۱۹۲- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: شَهِدْتُ عَمْرُو بْنَ أَبِي حَسَنِ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنِ وَضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَوَضَّأَ لَهُمْ، فَكَفَّ عَلَى يَدَيْهِ فَعَسَلَهُمَا ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَضَمَّضَ وَاسْتَنْشَقَّ، وَاسْتَشْرَّ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غَرْفَاتٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدِهِ وَأَذْبَرَ بِهَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ وَقَالَ: مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً. [راجع: ۱۸۵]

تشریح: معلوم ہوا کہ ایک بار تو وضو میں دھوئے جانے والے ہر عضو کا دھونا فرض ہے۔ دوسرے دھونا کافی ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اسی طرح کئی اور ناک میں پانی ایک چلو سے سنت ہے۔ سر کا آج ایک بار کرنا چاہیے، دو بار یا تین بار نہیں ہے۔

بَابُ وَضُوءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ، وَفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ، وَتَوَضُّأَ عُمَرَ بِالْحَمِيمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ

باب: اس بارے میں کہ خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور عیسائی عورت کے گھر کے پانی سے وضو کیا

تشریح: یہ دو جدا جدا اثر ہیں پہلے کوسید بن منصور نے اور دوسرے کوشافعی اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض صرف یہ ہے کہ جیسے بعض لوگ عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت کرنا منع سمجھتے تھے، اسی طرح گرم پانی سے یا کافر کے گھر کے پانی سے بھی منع سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ گرم پانی سے بھی اور کافر کے گھر کے پانی سے بھی بشرطیکہ اس کا پاک ہونا یقینی ہو، طہارت کی جاسکتی ہے۔

۱۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جَمِيعًا. [ابوداؤد: ۷۹؛ نسائی: ۷۱، ۳۴۱؛ ابن ماجہ: ۳۸۱]

۱۹۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے نافع سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ (ایک ہی برتن سے) وضو کیا کرتے تھے۔

باب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بے ہوش آدمی پر

اپنے وضو کا پانی چھڑکنے کے بیان میں

۱۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَبِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُولُ: جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَعُودُنِي، وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوءِهِ، فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ

۱۹۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن المنکدر کے واسطے سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں بیمار تھا ایسا کہ مجھے ہوش تک نہیں تھا۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، تو مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا وارث کون

لِمَنْ الْجَمْرَاتُ؟ إِنَّمَا يَرْتَبِي كَلَالَةَ، فَتَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ. [إطرافه في: ٤٥٧٧، ٥٦٥١، هولي۔

[٥٦٦٤، ٥٦٧٦، ٦٧٢٣، ٦٧٤٣، ٧٣٠٩]

[مسلم: ٤١٤٨، ٤١٤٩]

تشریح: کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ دادا ہو، نہ اس کی اولاد ہو۔ باب کی مناسبت اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی جاہر پر ڈالا۔ اگر یہ ناپاک ہوتا تو آپ نہ ڈالتے۔ آیت یوں ہے: ﴿لَسْتَ تَزَالُ لَدَىٰ آبَائِكَ لَدَىٰ مَا هُمْ بِكَ كَالَّذِينَ خَالَفُوا وَتَوَلَّوْا أَجْمَمِينَ﴾ (النساء: ۱۷۶) تفصیلی ذکر کتاب الشیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب: لگن، پیالے، لکڑی اور پتھر کے برتن سے غسل اور وضو کرنے کے بیان میں

بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدْحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

(۱۹۵) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن بکر سے سنا، کہا ہم کو حمید نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے انس سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آ گیا، تو جس شخص کا مکان قریب ہی تھا وہ وضو کرنے اپنے گھر چلا گیا اور کچھ لوگ (جن کے مکان دور تھے) رہ گئے۔ تو رسول کریم ﷺ کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا۔ جس میں کچھ پانی تھا اور وہ اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی تھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے۔ (مگر) سب نے اس برتن کے پانی سے وضو کر لیا، ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے؟ کہا اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ ہی تھے۔

۱۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةَ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلَىٰ أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأَتَىٰ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيهِ مَاءٌ، فَصَغَرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَسْطُ فِيهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قُلْنَا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً [راجع: ۱۶۹]

تشریح: یہ رسول کریم ﷺ کا مجرہ تھا کہ اتنی قلیل مقدار سے اتنے لوگوں نے وضو کر لیا۔

(۱۹۶) ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو بردہ سے، وہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگولایا جس میں پانی تھا۔ پھر اس میں آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسی میں کلی کی۔

۱۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بَرِيدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِقَدْحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ. [راجع: ۱۸۸]

تشریح: گو اس حدیث میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ مگر منہ ہاتھ دھونے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پورا ہی وضو کیا تھا اور راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ باب کا مطلب لگنا ظاہر ہے۔

۱۹۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا (۱۹۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن زید سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ہمارے گھر) تشریف لائے، ہم نے آپ کے لیے تانبے کے برتن میں پانی نکالا۔ (اس سے) آپ نے وضو کیا۔ تین بار چہرہ دھویا، دو دو بار ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا (اس طرح کہ) پہلے آگے کی طرف (ہاتھ) لائے۔ پھر پیچھے کی جانب لے گئے اور پیر دھوئے۔

[راجع: ۱۸۵]

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ تانبے کے برتن میں پانی لے کر اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

(۱۹۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ نے اپنی (دوسری) بیویوں سے اس بات کی اجازت لے لی کہ آپ کی تیمارداری میرے ہی گھر کی جائے۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی، (ایک روز) رسول کریم ﷺ دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لے کر) گھر سے نکلے۔ آپ کے پاؤں (کنزوری کی وجہ سے) زمین پر گھٹتے جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک آدمی کے درمیان (آپ باہر) نکلے تھے۔ عبید اللہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی، تو وہ بولے، تم جانتے ہو دوسرا آدمی کون تھا، میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ کہنے لگے وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ”میرے اوپر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو، جن کے سر بند نہ کھولے گئے ہوں۔ تاکہ میں (سکون کے بعد) لوگوں کو کچھ وصیت کروں۔“ (چنانچہ) آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی (دوسری) بیوی کے لگن میں (جو تانبے کا تھا) بٹھا دیا گیا اور ہم نے آپ پر ان مشکوں سے پانی بہانا شروع کیا۔ جب آپ ہم کو اشارہ فرمانے لگے کہ بس اب تم نے اپنا کام پورا کر دیا تو اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجَنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرِ، فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَذْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۱۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الِيمان، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَقَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَدَّ بِهِ وَجْهَهُ، اسْتَأْذَنَ أَرْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمرَضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخَطُّ رَجُلَاهُ فِي الْأَرْضِ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ، قَالَ: عُبَيْدُ اللَّهِ: فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَتَذْرِبِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ: قُلْتُ: لَا قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاسْتَدَّ وَجْهَهُ: ((هَرِّيقُوا عَلِيَّ مِنْ سَبْعِ قَرَبٍ، لَمْ تُحْلَلْ أَوْ كَيْهِنَّ، لَعَلِّيْ أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ)) وَأَجْلَسَ فِي مَنْخَضٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَضِبُ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتَّى طَفِقَ يُبَشِّرُ الْبَنَاتِ أَنْ قَدْ فَعَلْتَنَّ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ. [اطرافه في: ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣،

٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٧١٧، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٠، ٧٢١، ٧٢٢، ٧٢٣، ٧٢٤، ٧٢٥، ٧٢٦، ٧٢٧، ٧٢٨، ٧٢٩، ٧٣٠، ٧٣١، ٧٣٢، ٧٣٣، ٧٣٤، ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٧، ٧٣٨، ٧٣٩، ٧٤٠، ٧٤١، ٧٤٢، ٧٤٣، ٧٤٤، ٧٤٥، ٧٤٦، ٧٤٧، ٧٤٨، ٧٤٩، ٧٥٠، ٧٥١، ٧٥٢، ٧٥٣، ٧٥٤، ٧٥٥، ٧٥٦، ٧٥٧، ٧٥٨، ٧٥٩، ٧٦٠، ٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٣، ٧٦٤، ٧٦٥، ٧٦٦، ٧٦٧، ٧٦٨، ٧٦٩، ٧٧٠، ٧٧١، ٧٧٢، ٧٧٣، ٧٧٤، ٧٧٥، ٧٧٦، ٧٧٧، ٧٧٨، ٧٧٩، ٧٨٠، ٧٨١، ٧٨٢، ٧٨٣، ٧٨٤، ٧٨٥، ٧٨٦، ٧٨٧، ٧٨٨، ٧٨٩، ٧٩٠، ٧٩١، ٧٩٢، ٧٩٣، ٧٩٤، ٧٩٥، ٧٩٦، ٧٩٧، ٧٩٨، ٧٩٩، ٨٠٠، ٨٠١، ٨٠٢، ٨٠٣، ٨٠٤، ٨٠٥، ٨٠٦، ٨٠٧، ٨٠٨، ٨٠٩، ٨١٠، ٨١١، ٨١٢، ٨١٣، ٨١٤، ٨١٥، ٨١٦، ٨١٧، ٨١٨، ٨١٩، ٨٢٠، ٨٢١، ٨٢٢، ٨٢٣، ٨٢٤، ٨٢٥، ٨٢٦، ٨٢٧، ٨٢٨، ٨٢٩، ٨٣٠، ٨٣١، ٨٣٢، ٨٣٣، ٨٣٤، ٨٣٥، ٨٣٦، ٨٣٧، ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠، ٨٤١، ٨٤٢، ٨٤٣، ٨٤٤، ٨٤٥، ٨٤٦، ٨٤٧، ٨٤٨، ٨٤٩، ٨٥٠، ٨٥١، ٨٥٢، ٨٥٣، ٨٥٤، ٨٥٥، ٨٥٦، ٨٥٧، ٨٥٨، ٨٥٩، ٨٦٠، ٨٦١، ٨٦٢، ٨٦٣، ٨٦٤، ٨٦٥، ٨٦٦، ٨٦٧، ٨٦٨، ٨٦٩، ٨٧٠، ٨٧١، ٨٧٢، ٨٧٣، ٨٧٤، ٨٧٥، ٨٧٦، ٨٧٧، ٨٧٨، ٨٧٩، ٨٨٠، ٨٨١، ٨٨٢، ٨٨٣، ٨٨٤، ٨٨٥، ٨٨٦، ٨٨٧، ٨٨٨، ٨٨٩، ٨٩٠، ٨٩١، ٨٩٢، ٨٩٣، ٨٩٤، ٨٩٥، ٨٩٦، ٨٩٧، ٨٩٨، ٨٩٩، ٩٠٠، ٩٠١، ٩٠٢، ٩٠٣، ٩٠٤، ٩٠٥، ٩٠٦، ٩٠٧، ٩٠٨، ٩٠٩، ٩١٠، ٩١١، ٩١٢، ٩١٣، ٩١٤، ٩١٥، ٩١٦، ٩١٧، ٩١٨، ٩١٩، ٩٢٠، ٩٢١، ٩٢٢، ٩٢٣، ٩٢٤، ٩٢٥، ٩٢٦، ٩٢٧، ٩٢٨، ٩٢٩، ٩٣٠، ٩٣١، ٩٣٢، ٩٣٣، ٩٣٤، ٩٣٥، ٩٣٦، ٩٣٧، ٩٣٨، ٩٣٩، ٩٤٠، ٩٤١، ٩٤٢، ٩٤٣، ٩٤٤، ٩٤٥، ٩٤٦، ٩٤٧، ٩٤٨، ٩٤٩، ٩٥٠، ٩٥١، ٩٥٢، ٩٥٣، ٩٥٤، ٩٥٥، ٩٥٦، ٩٥٧، ٩٥٨، ٩٥٩، ٩٦٠، ٩٦١، ٩٦٢، ٩٦٣، ٩٦٤، ٩٦٥، ٩٦٦، ٩٦٧، ٩٦٨، ٩٦٩، ٩٧٠، ٩٧١، ٩٧٢، ٩٧٣، ٩٧٤، ٩٧٥، ٩٧٦، ٩٧٧، ٩٧٨، ٩٧٩، ٩٨٠، ٩٨١، ٩٨٢، ٩٨٣، ٩٨٤، ٩٨٥، ٩٨٦، ٩٨٧، ٩٨٨، ٩٨٩، ٩٩٠، ٩٩١، ٩٩٢، ٩٩٣، ٩٩٤، ٩٩٥، ٩٩٦، ٩٩٧، ٩٩٨، ٩٩٩، ١٠٠٠، ١٠٠١، ١٠٠٢، ١٠٠٣، ١٠٠٤، ١٠٠٥، ١٠٠٦، ١٠٠٧، ١٠٠٨، ١٠٠٩، ١٠١٠، ١٠١١، ١٠١٢، ١٠١٣، ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨، ١٠١٩، ١٠٢٠، ١٠٢١، ١٠٢٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ١٠٢٩، ١٠٣٠، ١٠٣١، ١٠٣٢، ١٠٣٣، ١٠٣٤، ١٠٣٥، ١٠٣٦، ١٠٣٧، ١٠٣٨، ١٠٣٩، ١٠٤٠، ١٠٤١، ١٠٤٢، ١٠٤٣، ١٠٤٤، ١٠٤٥، ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٤٨، ١٠٤٩، ١٠٥٠، ١٠٥١، ١٠٥٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٥٥، ١٠٥٦، ١٠٥٧، ١٠٥٨، ١٠٥٩، ١٠٦٠، ١٠٦١، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٠٦٧، ١٠٦٨، ١٠٦٩، ١٠٧٠، ١٠٧١، ١٠٧٢، ١٠٧٣، ١٠٧٤، ١٠٧٥، ١٠٧٦، ١٠٧٧، ١٠٧٨، ١٠٧٩، ١٠٨٠، ١٠٨١، ١٠٨٢، ١٠٨٣، ١٠٨٤، ١٠٨٥، ١٠٨٦، ١٠٨٧، ١٠٨٨، ١٠٨٩، ١٠٩٠، ١٠٩١، ١٠٩٢، ١٠٩٣، ١٠٩٤، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٧، ١٠٩٨، ١٠٩٩، ١١٠٠، ١١٠١، ١١٠٢، ١١٠٣، ١١٠٤، ١١٠٥، ١١٠٦، ١١٠٧، ١١٠٨، ١١٠٩، ١١١٠، ١١١١، ١١١٢، ١١١٣، ١١١٤، ١١١٥، ١١١٦، ١١١٧، ١١١٨، ١١١٩، ١١٢٠، ١١٢١، ١١٢٢، ١١٢٣، ١١٢٤، ١١٢٥، ١١٢٦، ١١٢٧، ١١٢٨، ١١٢٩، ١١٣٠، ١١٣١، ١١٣٢، ١١٣٣، ١١٣٤، ١١٣٥، ١١٣٦، ١١٣٧، ١١٣٨، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٤١، ١١٤٢، ١١٤٣، ١١٤٤، ١١٤٥، ١١٤٦، ١١٤٧، ١١٤٨، ١١٤٩، ١١٥٠، ١١٥١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١١٥٤، ١١٥٥، ١١٥٦، ١١٥٧، ١١٥٨، ١١٥٩، ١١٦٠، ١١٦١، ١١٦٢، ١١٦٣، ١١٦٤، ١١٦٥، ١١٦٦، ١١٦٧، ١١٦٨، ١١٦٩، ١١٧٠، ١١٧١، ١١٧٢، ١١٧٣، ١١٧٤، ١١٧٥، ١١٧٦، ١١٧٧، ١١٧٨، ١١٧٩، ١١٨٠، ١١٨١، ١١٨٢، ١١٨٣، ١١٨٤، ١١٨٥، ١١٨٦، ١١٨٧، ١١٨٨، ١١٨٩، ١١٩٠، ١١٩١، ١١٩٢، ١١٩٣، ١١٩٤، ١١٩٥، ١١٩٦، ١١٩٧، ١١٩٨، ١١٩٩، ١٢٠٠، ١٢٠١، ١٢٠٢، ١٢٠٣، ١٢٠٤، ١٢٠٥، ١٢٠٦، ١٢٠٧، ١٢٠٨، ١٢٠٩، ١٢١٠، ١٢١١، ١٢١٢، ١٢١٣، ١٢١٤، ١٢١٥، ١٢١٦، ١٢١٧، ١٢١٨، ١٢١٩، ١٢٢٠، ١٢٢١، ١٢٢٢، ١٢٢٣، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ١٢٢٦، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ١٢٣٠، ١٢٣١، ١٢٣٢، ١٢٣٣، ١٢٣٤، ١٢٣٥، ١٢٣٦، ١٢٣٧، ١٢٣٨، ١٢٣٩، ١٢٤٠، ١٢٤١، ١٢٤٢، ١٢٤٣، ١٢٤٤، ١٢٤٥، ١٢٤٦، ١٢٤٧، ١٢٤٨، ١٢٤٩، ١٢٥٠، ١٢٥١، ١٢٥٢، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣، ١٢٦٤، ١٢٦٥، ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٢٦٩، ١٢٧٠، ١٢٧١، ١٢٧٢، ١٢٧٣، ١٢٧٤، ١٢٧٥، ١٢٧٦، ١٢٧٧، ١٢٧٨، ١٢٧٩، ١٢٨٠، ١٢٨١، ١٢٨٢، ١٢٨٣، ١٢٨٤، ١٢٨٥، ١٢٨٦، ١٢٨٧، ١٢٨٨، ١٢٨٩، ١٢٩٠، ١٢٩١، ١٢٩٢، ١٢٩٣، ١٢٩٤، ١٢٩٥، ١٢٩٦، ١٢٩٧، ١٢٩٨، ١٢٩٩، ١٣٠٠، ١٣٠١، ١٣٠٢، ١٣٠٣، ١٣٠٤، ١٣٠٥، ١٣٠٦، ١٣٠٧، ١٣٠٨، ١٣٠٩، ١٣١٠، ١٣١١، ١٣١٢، ١٣١٣، ١٣١٤، ١٣١٥، ١٣١٦، ١٣١٧، ١٣١٨، ١٣١٩، ١٣٢٠، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٣، ١٣٢٤، ١٣٢٥، ١٣٢٦، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٢٩، ١٣٣٠، ١٣٣١، ١٣٣٢، ١٣٣٣، ١٣٣٤، ١٣٣٥، ١٣٣٦، ١٣٣٧، ١٣٣٨، ١٣٣٩، ١٣٤٠، ١٣٤١، ١٣٤٢، ١٣٤٣، ١٣٤٤، ١٣٤٥، ١٣٤٦، ١٣٤٧، ١٣٤٨، ١٣٤٩، ١٣٥٠، ١٣٥١، ١٣٥٢، ١٣٥٣، ١٣٥٤، ١٣٥٥، ١٣٥٦، ١٣٥٧، ١٣٥٨، ١٣٥٩، ١٣٦٠، ١٣٦١، ١٣٦٢، ١٣٦٣، ١٣٦٤، ١٣٦٥، ١٣٦٦، ١٣٦٧، ١٣٦٨، ١٣٦٩، ١٣٧٠، ١٣٧١، ١٣٧٢، ١٣٧٣، ١٣٧٤، ١٣٧٥، ١٣٧٦، ١٣٧٧، ١٣٧٨، ١٣٧٩، ١٣٨٠، ١٣٨١، ١٣٨٢، ١٣٨٣، ١٣٨٤، ١٣٨٥، ١٣٨٦، ١٣٨٧، ١٣٨٨، ١٣٨٩، ١٣٩٠، ١٣٩١، ١٣٩٢، ١٣٩٣، ١٣٩٤، ١٣٩٥، ١٣٩٦، ١٣٩٧، ١٣٩٨، ١٣٩٩، ١٤٠٠، ١٤٠١، ١٤٠٢، ١٤٠٣، ١٤٠٤، ١٤٠٥، ١٤٠٦، ١٤٠٧، ١٤٠٨، ١٤٠٩، ١٤١٠، ١٤١١، ١٤١٢، ١٤١٣، ١٤١٤، ١٤١٥، ١٤١٦، ١٤١٧، ١٤١٨، ١٤١٩، ١٤٢٠، ١٤٢١، ١٤٢٢، ١٤٢٣، ١٤٢٤، ١٤٢٥، ١٤٢٦، ١٤٢٧، ١٤٢٨، ١٤٢٩، ١٤٣٠، ١٤٣١، ١٤٣٢، ١٤٣٣، ١٤٣٤، ١٤٣٥، ١٤٣٦، ١٤٣٧، ١٤٣٨، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ١٤٤٢، ١٤٤٣، ١٤٤٤، ١٤٤٥، ١٤٤٦، ١٤٤٧، ١٤٤٨، ١٤٤٩، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٢، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ١٤٥٦، ١٤٥٧، ١٤٥٨، ١٤٥٩، ١٤٦٠، ١٤٦١، ١٤٦٢، ١٤٦٣، ١٤٦٤، ١٤٦٥، ١٤٦٦، ١٤٦٧، ١٤٦٨، ١٤٦٩، ١٤٧٠، ١٤٧١، ١٤٧٢، ١٤٧٣، ١٤٧٤، ١٤٧٥، ١٤٧٦، ١٤٧٧، ١٤٧٨، ١٤٧٩، ١٤٨٠، ١٤٨١، ١٤٨٢، ١٤٨٣، ١٤٨٤، ١٤٨٥، ١٤٨٦، ١٤٨٧، ١٤٨٨، ١٤٨٩، ١٤٩٠، ١٤٩١، ١٤٩٢، ١٤٩٣، ١٤٩٤، ١٤٩٥، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨، ١٤٩٩، ١٥٠٠، ١٥٠١، ١٥٠٢، ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥٠٧، ١٥٠٨، ١٥٠٩، ١٥١٠، ١٥١١، ١٥١٢، ١٥١٣، ١٥١٤، ١٥١٥، ١٥١٦، ١٥١٧، ١٥١٨، ١٥١٩، ١٥٢٠، ١٥٢١، ١٥٢٢، ١٥٢٣، ١٥٢٤، ١٥٢٥، ١٥٢٦، ١٥٢٧، ١٥٢٨، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٥٣١، ١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٥٣٤، ١٥٣٥، ١٥٣٦، ١٥٣٧، ١٥٣٨، ١٥٣٩، ١٥٤٠، ١٥٤١، ١٥٤٢، ١٥٤٣، ١٥٤٤، ١٥٤٥، ١٥٤٦، ١٥٤٧، ١٥٤٨، ١٥٤٩، ١٥٥٠، ١٥٥١، ١٥٥٢، ١٥٥٣، ١٥٥٤، ١٥٥٥، ١٥٥٦، ١٥٥٧، ١٥٥٨، ١٥٥٩، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٥٦٣، ١٥٦٤، ١٥٦٥، ١٥٦٦، ١٥٦٧، ١٥٦٨، ١٥٦٩، ١٥٧٠، ١٥٧١، ١٥٧٢، ١٥٧٣، ١٥٧٤، ١٥٧٥، ١٥٧٦، ١٥٧٧، ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨٠، ١٥٨١، ١٥٨٢، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ١٥٨٧، ١٥٨٨، ١٥٨٩، ١٥٩٠، ١٥٩١، ١٥٩٢، ١٥٩٣، ١٥٩٤، ١٥٩٥، ١٥٩٦، ١٥٩٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ١٦٠٠، ١٦٠١، ١٦٠٢، ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦٠٥، ١٦٠٦، ١٦٠٧، ١٦٠٨، ١٦٠٩، ١٦١٠، ١٦١١، ١٦١٢، ١٦١٣، ١٦١٤، ١٦١٥، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦١٨، ١٦١٩، ١٦٢٠، ١٦٢١، ١٦٢٢، ١٦٢٣، ١٦٢٤، ١٦٢٥، ١٦٢٦، ١٦٢٧، ١٦٢٨، ١٦٢٩، ١٦٣٠، ١٦٣١، ١٦٣٢، ١٦٣٣، ١٦٣٤، ١٦٣٥، ١٦٣٦، ١٦٣٧، ١٦٣٨، ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٤١، ١٦٤٢، ١٦٤٣، ١٦٤٤، ١٦٤٥، ١٦٤٦، ١٦٤٧، ١٦٤٨، ١٦٤٩، ١٦٥٠، ١٦٥١، ١٦٥٢، ١٦٥٣، ١٦٥٤، ١٦٥٥، ١٦٥٦، ١٦٥٧، ١٦٥٨، ١٦٥٩، ١٦٦٠، ١٦٦١، ١٦٦٢، ١٦٦٣، ١٦٦٤، ١٦٦٥، ١٦٦٦، ١٦٦٧، ١٦٦٨، ١٦٦٩، ١٦٧٠، ١٦٧١، ١٦٧٢، ١٦٧٣، ١٦٧٤، ١٦٧٥، ١٦٧٦، ١٦٧٧، ١٦٧٨، ١٦٧٩، ١٦٨٠، ١٦٨١، ١٦٨٢، ١٦٨٣، ١٦٨٤، ١٦٨٥، ١٦٨٦، ١٦٨٧، ١٦٨٨، ١٦٨٩، ١٦٩٠، ١٦٩١، ١٦٩٢، ١٦٩٣، ١٦٩٤، ١٦٩٥، ١٦٩٦، ١٦٩٧، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ١٧٠٦، ١٧٠٧، ١٧٠٨، ١٧٠٩، ١٧١٠، ١٧١١، ١٧١٢، ١٧١٣، ١٧١٤، ١٧١٥، ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ١٧١٩، ١٧٢٠، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٢٤، ١٧٢٥، ١٧٢٦، ١٧٢٧، ١٧٢٨، ١٧٢٩، ١٧٣٠، ١٧٣١، ١٧٣٢، ١٧٣٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ١٧٣٩، ١٧٤٠، ١٧٤١، ١٧٤٢، ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥، ١٧٤٦، ١٧٤٧، ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠، ١٧٥١، ١٧٥٢، ١٧٥٣، ١٧٥٤، ١٧٥٥، ١٧٥٦، ١٧٥٧، ١٧٥٨، ١٧٥٩، ١٧٦٠، ١٧٦١، ١٧٦٢، ١٧٦٣، ١٧٦٤، ١٧٦٥، ١٧٦٦، ١٧٦٧، ١٧٦٨، ١٧٦٩، ١٧٧٠، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٧٣، ١٧٧٤، ١٧٧٥، ١٧٧٦، ١٧٧٧، ١٧٧٨، ١٧٧٩، ١٧٨٠، ١٧٨١، ١٧٨٢، ١٧٨٣، ١٧٨٤، ١٧٨٥، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ١٧٨٩، ١٧٩٠، ١٧٩١، ١٧٩٢، ١٧٩٣، ١٧٩٤، ١٧٩٥، ١٧٩٦، ١٧٩٧، ١٧٩٨، ١٧٩٩، ١٨٠٠، ١٨٠١، ١٨٠٢، ١٨٠٣، ١٨٠٤، ١٨٠٥، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨٠٩، ١٨١٠، ١٨١١، ١٨١٢، ١٨١٣، ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ١٨١٩، ١٨٢٠، ١٨٢١، ١٨٢٢، ١٨٢٣، ١٨٢٤، ١٨٢٥، ١٨٢٦، ١٨٢٧، ١٨٢٨، ١٨٢٩، ١٨٣٠، ١٨٣١، ١٨٣٢، ١٨٣٣، ١٨٣٤، ١٨٣٥، ١٨٣٦، ١٨٣٧،

تشریح: بعض تیز بخاروں میں ٹھنڈے پانی سے مریض کو غسل دلانا بے حد مفید ثابت ہوا۔ آج کل برف بھی ایسے مواقع پر سر اور جسم پر رکھی جاتی ہے۔ باب میں جن جن برتنوں کا ذکر تھا احادیث مذکورہ میں ان سب سے وضو کرنا ثابت ہوا۔

بابُ الوُضُوءِ مِنَ التَّوَرِّطِ

باب: طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے

بیان میں

۱۹۹۔ (۱۹۹) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان نے، کہا مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میرے چچا بہت وضو کیا کرتے تھے (یابہ کہ وضو میں بہت پانی بہاتے تھے) ایک دن انہوں نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بتلائیے رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوا لیا۔ اس کو (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا۔ پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) ایک چلو سے کلی کی اور تین مرتبہ ناک صاف کی۔ پھر اپنے ہاتھوں سے ایک چلو (پانی) لیا اور تین بار اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا۔ تو (پہلے اپنے ہاتھ) پیچھے لے گئے، پھر آگے کی طرف لائے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱۹۹۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوءِ، قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَكَفَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضَمَّ وَاسْتَشْرَبَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاعْتَرَفَ بِهِمَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدَيْهِ مَاءً، فَمَسَحَ رَأْسَهُ، فَأَذْبَرَ يَدَيْهِ وَأَقْبَلَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ. [راجع: ۱۸۵]

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لاکر یہاں طشت سے براہ راست وضو کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔

۲۰۰۔ (۲۰۰) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے، وہ ثابت ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ تو آپ کے لیے چوڑے منہ کا پيالہ لایا گیا جس میں کچھ تھوڑا پانی تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (ایک پیالہ) پانی سے جن لوگوں نے وضو کیا، وہ ستر سے اسی تک تھے۔

۲۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادٌ، عَنْ نَابِثٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَتَيْتْ بِقَدَحٍ رَخِاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلَتْ أَنْظُرَ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، قَالَ: أَنَسٌ فَحَزَزْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ. [راجع: ۱۶۹] [مسلم: ۵۹۴۱]

تشریح: یہ حدیث پہلے بھی آچکی ہے، یہاں اس برتن کی ایک خصوصیت یہ ذکر کی ہے کہ وہ چوڑے منہ کا پھیلا ہوا برتن تھا۔ جس میں پانی کی مقدار کم آتی ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا مجزرہ تھا کہ اتنی کم مقدار سے اسی (۸۰) آدمیوں نے وضو کر لیا۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِالْمُدِّ

باب: مد سے وضو کرنے کے بیان میں

۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْعَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْتَسِلُ - أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ - بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ. [مسلم: ۱۷۳۵، ابوداؤد: ۱۹۵، ترمذی: ۱۶۰۹]

[نسائی: ۷۳]

تشریح: ایک پیمانہ عرب میں رانج تھا جس میں ایک رطل اور تہائی رطل آتا تھا، اسے مد کہا کرتے تھے۔ اس حدیث کی روشنی میں سنت یہ ہے کہ وضو ایک مد پانی سے کم سے نہ کرے اور غسل ایک صاع پانی سے کم سے نہ کرے۔ صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ایک رطل اور تہائی رطل۔ ہمارے ملک کے وزن سے صاع سوا دو سیر ہوتا ہے اور مد آدھ سیر سے کچھ زیادہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وضو میں دو رطل پانی کافی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ باختلاف اشخاص و حالات یہ مقدار مختلف ہوئی ہے۔ پانی میں اسراف کرنا اور بے ضرورت بہانا ہر حال میں منع ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے تجاوز نہ کیا جائے۔

باب اور روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وضو اور غسل میں تعیین مقدار کے قائل ہیں۔ ائمہ حنفیہ میں سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی تعیین مقدار کے قائل اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نوا ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعانۃ اللہقان میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان وسواس والے لوگوں کا رد کیا ہے جو وضو اور غسل میں مقدار نبوی کو بنظر تحقیر دیکھتے ہوئے تکثیر ماء پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ شیطان کا ایک کمر ہے جس میں یہ لوگ بری طرح سے گرفتار ہوئے ہیں اور بجائے ثواب کے مستحق عذاب بنتے ہیں۔ تفصیل کے لئے تہذیب الایمان ترجمہ اعانۃ اللہقان مطبوعہ بریلی کا ص: ۱۳۶ ملاحظہ کیا جائے۔

اوپر جس صاع کا ذکر ہوا ہے اسے صاع حجازی کہا جاتا ہے، صاع عراقی جو حنفیہ کا معمول ہے وہ آٹھ رطل اور ہندوستانی حساب سے وہ صاع عراقی تین سیر چھٹا کھٹا بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں صاع حجازی ہی مروج تھا۔ فخر المحدثین حضرت علامہ عبد الرحمن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والحاصل انه لم يقم دليل صحيح على ما ذهب اليه ابو حنيفة من ان المد رطلان ولذلك ترك الامام ابو يوسف مذهبه واختار ما ذهب اليه جمهور اهل العلم ان المد رطل وثلث رطل قال البخاري في صحيحه باب صاع المدينة ومد النبي ﷺ وبركته وما توارث اهل المدينة من ذلك قرنا بعد قرن انتهى الى اخره.“ (تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص ۵۹-۶۰)

خلاصہ یہ کہ مد کے وزن دو رطل ہونے پر جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہوئی۔ اسی لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اولین شاگرد رشید ہیں، انہوں نے صاع کے بارے میں حنفی مذہب چھوڑ کر جمہور اہل علم کا مذہب اختیار فرمایا تھا کہ بلا شک مد رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصحیح میں صاع المدینہ اور مد النبوی رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے باب منعقد کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہی برکت والا صاع تھا جو مدینہ میں بڑوں سے چھوٹوں تک بطور ورثہ کے نقل ہوتا رہا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور امام دارالجمہرہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی تو صاع کے بارے میں ذکر چل پڑا۔ جس پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ رطل والا صاع پیش کیا۔ جسے سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر تشریف لے گئے، اور ایک صاع لے کر آئے اور فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولہ صاع یہی ہے۔ جسے وزن کرنے پر

پانچ رطل اور ثلث کا پایا گیا۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اسی وقت صاع عراقی سے رجوع فرما کر صاع مدنی کو اپنا مذہب قرار دیا۔
تعب ہے کہ بعض علمائے احناف نے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کا انکار فرمایا ہے۔ حالانکہ امام تہمتی اور امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اسناد صحیحہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود امام طحاوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جسے علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی، جلد: اول/ص: ۶۰ پر باریں الفاظ نقل فرمایا ہے:

”واخرج الطحاوی فی شرح الآثار قال: حدثنا ابن ابی عمران قال اخبرنا علی بن صالح وبشر بن الولید جمیعا عن ابی یوسف قال: قدمت المدینة فاخرج الی من اثق به صاعا فقال هذا صاع النبی ﷺ فقد رته فوجدته خمسة ابطال وثلث رطل وسمعت ابن ابی عمران یقول: یقال ان الذی اخرج هذا لابی یوسف هو مالک بن انس۔“
یعنی حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ شرح الآثار میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ امام تہمتی نے حضرت امام ابو یوسف کے سفر حج کا واقعہ بھی سند صحیحہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ حج کے موقع پر جب مدینہ شریف تشریف لے گئے اور صاع کی تحقیق چاہی تو انصار و مہاجرین کے پچاس بوڑھے اپنے اپنے گھروں سے صاع لے کر آئے، ان سب کو وزن کیا گیا تو بخلاف صاع عراقی کے وہ پانچ رطل اور ثلث رطل کا تھا۔ ان جملہ بزرگوں نے بیان کیا کہ یہی صاع ہے جو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک سے ہمارے ہاں مروج ہے۔ جسے سن کر امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے صاع کے بارے میں اہل مدینہ کا مسلک اختیار فرمایا۔

علمائے احناف نے اس بارے میں جن جن تاویلات سے کام لیا ہے اور جس جس طرح سے صاع حجازی کی تردید و تخفیف کر کے اپنی تقلید جامد کا ثبوت پیش فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ آئندہ کسی موقع پر اور تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔
الحمد لله کہ عصر حاضر میں بھی اکابر علمائے حدیث کے ہاں صاع حجازی مع سند موجود ہے۔ جسے وہ بوقت فراغت اپنے ارشد تلامذہ کو سند صحیح کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت دیا کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ محترم حضرت مولانا ابو محمد عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم شکرادہ کے پاس بھی اس صاع کی نقل سند صحیح موجود ہے۔ والحمد لله علی ذالک۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں

۲۰۲۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو سَأَلَ عَمْرٍو عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: نَعَمْ، إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعَدَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ . وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عَمْرٌو:

۲۰۲) ہم سے اصبح بن الفرَج نے بیان کیا، وہ ابن وہب سے بیان کرتے ہیں، کہا مجھ سے عمرو نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو النضر نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن کے واسطے سے نقل کیا، وہ عبد اللہ بن عمر سے، وہ سعد بن ابی وقاص سے، وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (سچ ہے اور یاد رکھو) جب تم سے سعد رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرمائیں۔ تو اس کے متعلق ان کے سوا (کسی) دوسرے آدمی سے مت پوچھو اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو النضر نے بتلایا، انہیں ابو سلمہ نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص نے ان سے (رسول اللہ ﷺ کی یہ) حدیث بیان کی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے

عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو سَأَلَ عَمْرٍو عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: نَعَمْ، إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعَدَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ . وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عَمْرٌو:

بیٹے) عبد اللہ سے ایسا کہا۔

لِعَبْدِ اللَّهِ نَحْوَهُ .

تشریح: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کو فو آئے، اور انہیں موزوں پر مسح کرتے دیکھا، تو اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپ بھی مسح کیا کرتے تھے، انہوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت سعد کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سعد کی روایت وقتی قابل اعتماد ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ کسی اور سے تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں۔

موزوں پر مسح کرنا تقریباً ستر صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت سے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو آگے آ رہی ہے۔ وہ غرہ تبوک کے موقع پر بیان کی گئی ہے۔ سورہ مائدہ اس سے پہلے اتر چکی تھی اور دوسرے راوی جریر بن عبد اللہ بھی سورہ مائدہ اترنے کے بعد اسلام لائے بہر حال تمام صحابہ کے اتفاق سے موزوں کا مسح ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

۲۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدِ الْحَرَّابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةَ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ، فَصَبَّ عَلَيْهِ جِئِينَ فَرَّغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ [راجع: ۱۸۲]

(۲۰۳) ہم سے عمرو بن خالد الحرابی نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعد بن ابراہیم سے، وہ نافع بن جبیر سے وہ عمرو بن المغیرہ سے وہ اپنے باپ مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ (ایک دفعہ) آپ رفع حاجت کے لیے باہر گئے تو مغیرہ پانی کا ایک برتن لے کر آپ کے پیچھے گئے، جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے تو مغیرہ نے (آپ کو وضو کراتے ہوئے) آپ (کے اعضائے مبارکہ) پر پانی ڈالا۔ آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

۲۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةِ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ. وَتَابَعَهُ حَرْبُ وَأَبَانُ عَنْ يَحْيَى. [طرفہ فی: ۲۰۵]

(۲۰۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابوسلمہ سے، انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری سے نقل کیا، انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کی متابعت میں حرب اور ابان نے یحییٰ سے حدیث نقل کی ہے۔

۲۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ. وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ

(۲۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اوزاعی نے یحییٰ کے واسطے سے خبر دی، وہ ابوسلمہ سے، وہ جعفر بن عمرو سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ اس کو روایت کیا عمر نے یحییٰ سے، وہ ابوسلمہ سے، انہوں نے عمرو سے متابعت کی اور کہا کہ میں نے رسول

عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ كُوَيْكِبَا (آپ وقتی ایسا ہی کیا کرتے تھے)۔
رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ [طرفہ ۲۰۴]

تشریح: عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت علامہ شیخ الحدیث صاحب محدث ڈی انوی ﷺ فرماتے ہیں:

”قلت: احادیث مسح علی العمامة اخرجه البخاری و مسلم و الترمذی و احمد و النسائی و ابن ماجه و غیر واحد من الائمة من طرق قوية متصلة الاسانید و ذهب اليه جماعة من السلف كما عرفت و قد ثبت عن النبي ﷺ انه مسح علی الراس فقط و علی العمامة فقط و علی الراس و العمامة معا و الكل صحيح ثابت عن رسول الله ﷺ موجود فی کتب الائمة الصحاح و النبي ﷺ مبین عن الله تبارک و تعالیٰ الخ۔“ (عون المعبود، ج: ۱ / ص: ۵۶)

یعنی عمامہ پر مسح کی احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، نسائی، ابن ماجہ ﷺ اور بھی بہت سے اماموں نے پختہ متصل اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں اور سلف کی ایک جماعت نے اسے تسلیم کیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے خالی سر پر مسح فرمایا اور خالی عمامہ پر بھی مسح فرمایا اور سر اور عمامہ ہر دو پر اکٹھے بھی مسح فرمایا۔ یہ تینوں صورتیں رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اور ائمہ کرام کی کتب صحاح میں یہ موجود ہیں اور نبی ﷺ اللہ پاک کے فرمان: ﴿وَأَمْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ﴾ (۵/ المائدہ: ۶) کے بیان فرمانے والے ہیں (لہذا آپ کا یہ عمل وحی نخی کے تحت ہے)

عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”من لم يظهره المسح علی العمامة فلا ظهروه الله رواه الخلال باسناده“ یعنی جس شخص کو عمامہ پر مسح کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے پیشانی پر مسح کر کے پگڑی کو درست کیا ہوگا۔ جسے راوی نے پگڑی کا مسح گمان کر لیا۔ بعض نے کہا کہ چوتھائی سر کا مسح جو فرض تھا اسے کرنے کے بعد آپ نے سنت کی تکمیل کے لئے بجائے مسح بقیہ سر کے پگڑی پر مسح کر لیا۔ بعض نے کہا کہ پگڑی پر آپ نے مسح کیا تھا۔ مگر وہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت العلام مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی مرحوم: مناسب ہوگا کہ ان جملہ احتمالات فاسدہ کے جواب میں ہم سر تاج علمائے دیوبند حضرت مولانا انور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کر دیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عمامہ پر مسح کرنے کا مسئلہ حق و ثابت ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک واضح حق بات یہ ہے کہ مسح عمامہ تو احادیث سے ثابت ہے اور اسی لئے ائمہ ثلاثہ نے بھی (جو صرف مسح عمامہ کے ادا کرنے فرض کے لئے کافی نہیں سمجھتے) اس امر کو تسلیم کر لیا ہے اور استحباب یا استیجاب کے طور پر اس کو مشروع بھی بان لیا ہے۔ پس اگر اس کی کچھ اصل نہ ہوتی تو اس کو کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف الفاظ پر جمود کر کے دین بناتے ہیں۔ بلکہ امور دین کی تعیین کے لئے میرے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ امت کا توارث اور ائمہ کا مسلک مختار معلوم کیا جائے۔ کیونکہ وہ دین کے ہادی و راہنما اور اس کے بینار و ستون تھے اور ان ہی کے واسطے سے ہم کو دین پہنچا ہے۔ ان پر اس کے بارے میں پورا اعتماد و تکیہ کرنا پڑے گا اور اس کے بارے میں کسی قسم کی بھی بدگمانی مناسب نہیں ہے۔

غرض مسح عمامہ کو جس حد تک ثابت ہوا ہمیں دین کا جزو ماننا ہے، اسی لئے اس کو بدعت کہنے کی جرأت بھی ہم نہیں کر سکتے (جو بعض کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے)۔“ (انوار الباری، جلد: ۵/ ص: ۱۹۳) براہِ احواف جو الحمدیث سے خواہ مخواہ اس قسم کے فردی مسائل میں جھگڑتے رہتے ہیں، وہ اگر حضرت مولانا مرحوم کے اس بیان کو نظر انصاف ملاحظہ کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مسلک الحمدیث کے فردی و اصولی مسائل ایسے نہیں ہیں جن کو باسانی متروک العمل اور قطعی غیر مقبول قرار دے دیا جائے۔ مسلک الحمدیث کی بنیاد خالص کتاب و سنت پر ہے۔ جس میں قیل و قال و آراء رجاہ سے کچھ گنجائش نہیں ہے۔ جس کا مختصر تعارف یہ ہے:

ما اهلحدیثیم دعا رانہ شانتسیم صد شکر کہ در مذهب ما حیلہ و فن نیست

بَابُ: إِذَا أُدْخِلَ رَجُلِيهِ وَهَمَّا

طَاهِرَتَانِ

۲۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفِّيهِ فَقَالَ: ((دَعُهُمَا، فَإِنِّي أُدْخِلُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)) فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا .

۲۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَّارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ . أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَيْفَ شَاؤَ، ثُمَّ صَلَّى وَكَمْ يَتَوَضَّأُ [طرفاه فی: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵] [مسلم: ۷۹۰، ابوداؤد: ۱۸۷]

ترجمہ: متیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک مسلسل موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے، کم از کم چالیس اصحاب نبوی سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت نقل ہوئی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ

الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ

بَابُ: اس بارے میں کہ بکری کا گوشت اور ستو کھا کر نیا وضو نہ کرنا ثابت ہے

اور حضرت ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم نے گوشت کھایا اور نیا وضو نہیں کیا۔

۲۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَّارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ . أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَيْفَ شَاؤَ، ثُمَّ صَلَّى وَكَمْ يَتَوَضَّأُ [طرفاه فی: ۵۴۰۴، ۵۴۰۵] [مسلم: ۷۹۰، ابوداؤد: ۱۸۷]

۲۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقْبِلَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَنْفِ شَاؤَ، فَدَعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْفَى السَّكِينِ فَصَلَّى وَكَمْ يَتَوَضَّأُ [اطرافه فی: ۶۷۵، ۲۹۲۳]

۲۰۸۔ ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہمیں لیث نے عقیل سے خبر دی، وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں، انہیں جعفر بن عمرو بن امیہ نے اپنے باپ عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ سے کاٹ کاٹ کر کھارے تھے، پھر آپ نماز کے لیے بلائے گئے تو آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی، نیا وضو نہیں کیا۔

۵۴۰۸، ۵۴۲۲، ۵۴۶۲ [مسلم: ۷۹۲،

۷۹۳، ۷۹۴؛ ترمذی: ۱۸۳۶؛ ابن ماجہ: ۴۹۲]

تشریح: کسی بھی جائز اور مباح چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جن روایات میں ایسے وضو کرنے کا ذکر آیا ہے وہاں لغوی وضو یعنی صرف ہاتھ منہ دھونا۔ کلی کرنا مراد ہے۔

بَابُ مَنْ مَضَمَّ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

باب: اس بارے میں کہ کوئی شخص ستوکھا کر صرف کلی کرے اور نیا وضو نہ کرے

(۲۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے امام مالک نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے خبر دی، وہ بشیر بن یسار بنی حارثہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ فتح خیبر والے سال وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صہبا کی طرف، جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے، پہنچے۔ آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر ناشتہ منگوا گیا تو سوائے ستوکے اور کچھ نہیں لایا گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ بھگو دیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے کھایا اور ہم نے (بھی) کھایا۔ پھر مغرب (کی نماز) کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کلی کی اور ہم نے (بھی) پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں کیا۔

۲۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ ابْنَ النُّعْمَانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ - فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ، فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَتَرَى، فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى مَغْرِبٍ، فَمَضَمَّ وَمَضَمَضْنَا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [اظرافه في: ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۴۱۷۵، ۴۱۹۵، ۵۳۸۴، ۵۳۹۰،

۵۴۵۴، ۵۴۵۵] [نسائي: ۱۸۶؛ ابن ماجہ: ۴۹۲]

(۲۱۰) ہم سے اصحغ نے بیان کیا، کہا مجھے ابن وہب نے خبر دی، کہا مجھے عمرو نے کبیر سے، انہوں نے کبیر سے، ان کو حضرت میمونہ زوجہ رسول کریم ﷺ نے بتلایا کہ آپ نے ان کے یہاں (کبری کا) شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں فرمایا۔

۲۱۰- وَحَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عِنْدَهَا كَيْفَا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[مسلم: ۷۹۵، ۷۹۶]

تشریح: یہاں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ثابت فرمایا کہ کبری کا شانہ کھانے پر آپ نے وضو نہیں فرمایا تو ستوکھا کر بھی وضو نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

بَابُ هَلْ يُمَضَمُ مِنَ اللَّبَنِ

باب: اس بارے میں کہ کیا دودھ پی کر کلی کرنی

چاہیے؟

۲۱۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا وہ عقیل سے، وہ ابن شہاب سے، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا، پھر کلی کی اور فرمایا: ”اس میں چکنائی ہوتی ہے۔“

اس حدیث میں عقیل کی یونس اور صالح بن کیسان نے زہری سے متابعت کی ہے۔

۲۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، وَقَتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا، فَمُضْمَضَ وَقَالَ: ((إِنَّ لَهُ دَسْمًا)) تَابَعَهُ يُونُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفہ فی: ۵۶۰۹] [مسلم: ۷۹۸، ۷۹۹؛ ابوداؤد: ۱۹۶؛

ترمذی: ۸۹؛ نسائی: ۱۸۷؛ ابن ماجہ: ۴۹۸]

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

وَمَنْ لَمْ يَرَمِ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوْ الْخَفَقَةِ وَضُوءًا.

باب: سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں

اور بعض علما کے نزدیک ایک یا دو مرتبہ کی اونگھ سے یا (نیند کا) ایک جھونکا آجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۲۱۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا مجھ کو مالک نے ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کو اونگھ آ جائے، تو چاہیے کہ وہ سو رہے یہاں تک کہ نیند (کا اثر) اس سے ختم ہو جائے۔ اس لیے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور وہ اونگھ رہا ہو تو وہ کچھ نہیں جانے گا کہ وہ (اللہ سے) مغفرت طلب کر رہا ہے یا اپنے نفس کو بددعا دے رہا ہے۔“

۲۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَفِيرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ)). [مسلم: ۱۸۳۵؛ ابوداؤد: ۱۳۱۰]

۲۱۳) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث نے، کہا ہم سے ایوب نے ابو قلابہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”جب تم نماز میں اونگھنے لگو تو سو جانا چاہیے۔ پھر اس وقت نماز پڑھے جب جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔“

۲۱۳- حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْمُ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ)).

تشریح: فرض نماز کے لئے بہر حال جاگنا ہی چاہیے جیسا کہ بعض مواقع پر نبی کریم ﷺ کو بھی جگایا جاتا تھا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

۲۱۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے عمرو بن عامر کے واسطے سے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔

۲۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ

(دوسری سند سے) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے، وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ہر نماز کے لیے نیا وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا تم لوگ کس طرح کرتے تھے، کہنے لگے ہم میں سے ہر ایک کو اس کا وضو اس وقت تک کافی ہوتا، جب تک کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آجاتی۔ (یعنی پیشاب، پاخانہ، یا نیند وغیرہ)۔

أَنَسَا ح: وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَتَضَوُّونَ؟ قَالَ: يُجْزِيءُ أَحَدُنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ. [ابوداؤد: ۱۷۱؛ ترمذی: ۶۰؛ نسائی: ۱۳۱؛ ابن ماجہ: ۵۰۹]

(۲۱۵) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں بشیر بن یسار نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بتلایا انہوں نے کہا کہ ہم خیبر والے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جب صہباء میں پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کھانے منگوائے۔ مگر (کھانے میں) صرف ستوہی لایا گیا۔ سو ہم نے (اس کو) کھایا اور پیا۔ پھر رسول کریم ﷺ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے کلی کی، پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

۲۱۵- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ، صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَصْرَ، فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسُّوْتِ، فَأَكَلْنَا وَشَرَبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۹]

تشریح: دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ہر نماز کے لئے نیا وضو مستحب ہے۔ مگر ایک ہی وضو سے آدمی کئی نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

باب: اس بارے میں کہ پیشاب کے چھینٹوں سے

بَابُ مِنَ الْكِبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ

نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے

مِنْ بَوْلِهِ

(۲۱۶) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ مجاہد سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ (وہاں) آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بات یہ ہے کہ

۲۱۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حَيْطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتِ إِنْسَانَيْنِ يَعْذَبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَعْدَابَانِ، وَمَا بَعْدَابَانِ فِي كَبِيرٍ))، ثُمَّ قَالَ:

((بَلَى، كَانَ أَحَدَهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْسِي بِالنِّيمَةِ)). ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تُبَيِّسَا)). [اطرافه في: ٢١٨،

ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس لیے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔“

١٣٦١، ١٣٧٨، ٦٠٥٢، ٦٠٥٥] [ابوداؤد:

٢١؛ نسائی: ٢٠٦٧]

تشریح: اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوا یہ دونوں قبروں والے مسلمان ہی تھے اور قبریں بھی نئی تھیں ہری ڈالیاں تسبیح کرتی ہیں اس وجہ سے عذاب میں کمی ہوئی ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ عذاب کا کم ہونا آپ ﷺ کی دعا سے ہوا تھا ان ڈالیوں کا اثر نہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ: ((كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)). وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ.

باب: پیشاب کو دھونے کے بیان میں

اور یہ کہ رسول کریم ﷺ نے ایک قبر والے کے بارے میں فرمایا تھا کہ ”وہ اپنے پیشاب سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔“ آپ نے آدمی کے پیشاب کے علاوہ کسی اور کے پیشاب کا ذکر نہیں فرمایا۔

٢١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ

٢١٧) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی کہا مجھے روح بن القاسم نے بتلایا، کہا مجھ سے عطاء بن ابی میمونہ نے بیان کیا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لاتا، آپ اس سے استنجا فرماتے۔

به. [راجع: ١٥٠]

بَابُ

٢١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((أَنْتَهُمَا لِيَعْدَبَانِ، وَمَا يُعْدَبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَكَانَ

٢١٨) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن خازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے مجاہد کے واسطے سے روایت کیا، وہ طاؤس سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ دو قبروں پر گزرے تو آپ نے فرمایا کہ ”ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔“ ایک تو ان میں سے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا

يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)). ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً ، فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً . قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ: ((لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَسَا)). قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: وَحَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ: [راجع: ۲۱۶] [مسلم: ۶۷۷؛ ترمذی: ۷۰؛ نسائی: ۳۱، ۲۰۶۸؛ ابن ماجہ: ۳۴۷]

کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے (ایسا) کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: ”شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے۔“ ابن اثنی نے کہا کہ اس حدیث کو ہم سے کعب نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، انہوں نے مجاہد سے اسی طرح سنا۔

تشریح: ((لا یستتر من البول)) کا ترجمہ یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ بعض روایات میں ((لا یستزہ)) آیا ہے جس کا مطلب یہ کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ مقصد ہر دو لفظوں کا ایک ہی ہے۔

باب: رسول کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دیہاتی کو چھوڑ دینا جب تک کہ وہ مسجد میں پیشاب سے فارغ نہ ہو گیا

بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتَّى فَرَعَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((دَعُوهُ)). حَتَّى إِذَا فَرَعَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. [طرفہ فی: ۲۲۱، ۶۰۲۵]

۲۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، کہا ہم سے اسحاق نے انس بن مالک کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو لوگوں سے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ فارغ ہو گیا تو پانی مٹگا کر آپ نے (اس جگہ) بہادیا۔

تشریح: مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

باب: مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دینے کے بیان میں

بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

۲۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ بْنِ عُمَيْرٍ ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ: فَأَمَّا أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَاقَلَهُ النَّاسُ ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعُوهُ))

۲۲۰) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبثہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس پر چھپنے لگے۔ (یہ دیکھ کر) رسول کریم ﷺ نے لوگ سے فرمایا کہ ”اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر“

وَهَرَيْقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ، أَوْ ذُنُوبًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَسِّرِينَ، وَلَمْ تَبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ)) (طرفہ فی: ۶۱۲۸) [نسائی: ۵۶، ۳۲۹]

تشریح: درمیان میں روکنے سے بیماری کا اندیشہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے ازراہ شفقت اسے فارغ ہونے دیا اور بعد میں اسے سمجھا دیا کہ آئینہ ایسی حرکت نہ ہو اور اس جگہ کو پاک کر دیا۔ کاش ایسے اخلاق آج بھی مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں۔

۲۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح. وَحَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَتَهَا هُمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَهْرَيْقَ عَلَيْهِ. [راجع ۲۱۹] [مسلم:

۶۶۰؛ نسائی: ۵۴، ۵۵]

تشریح: باب کا نشانہ احادیث سے صاف روٹن ہے۔

باب: بچوں کے پیشاب کے بارے میں

(۲۲۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔

بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ

۲۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِصَبِيٍّ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتَبَعَهُ إِيَّاهُ. [اطرافہ فی: ۵۴۶۸، ۶۰۰۲،

۶۳۵۵] [نسائی: ۳۰۲]

(۲۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ (بن مسعود) سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، وہ ام قیس بنت محسن نامی ایک خاتون سے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا چھوٹا بچہ لے کر آئیں۔ جو کھانا

۲۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ، عَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ، لَمْ

نہیں کھاتا تھا (یعنی شیر خوار تھا) رسول کریم ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگا کر کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے نہیں دھویا۔

يَأْكُلُ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجْرِهِ، فَقَالَ عَلَى نُؤْيِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّحَهُ وَكَمْ يَغْسِلُهُ.

[طرفہ فی: ۵۶۹۳] [مسلم: ۶۶۵، ۶۶۶]

ابوداؤد: ۳۷۴؛ ترمذی: ۷۱؛ ابن ماجہ: ۵۲۴

تشریح: شیر خوار بچہ جس نے کچھ بھی کھانا پینا نہیں سیکھا ہے، اس کے پیشاب پر پانی کے چھینے کافی ہیں۔ مگر یہ حکم صرف مرد بچوں کے لئے ہے۔ بچیوں کا پیشاب بہر حال دھونا ہی ہوگا۔

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

باب: اس بیان میں کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا (حسب موقع ہر دو طرح سے جائز ہے)

(۲۲۳) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو داؤد سے، وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی قوم کی کوڑی (کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) پر تشریف لائے (پس) آپ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر پانی منگایا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

۲۲۴- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ حَذِيفَةَ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ. [اطرافہ فی: ۲۲۵، ۲۲۶] [۲۴۷۱] [مسلم: ۶۲۴-]

۶۲۵، ۶۲۶؛ ابوداؤد: ۲۳؛ ترمذی: ۱۳؛ نسائی:

۲۷، ۲۸؛ ابن ماجہ: ۳۰۵، ۳۰۶

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔ اور جب ضرورت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہوا تو بیٹھ کر تو یقیناً جائز ہوگا مگر آج کل کوٹ پتلون والوں نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کرنا انگریزوں سے سیکھا ہے ایک مرد مسلمان کے لئے یہ سراسر ناجائز اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نہ پردہ ملحوظ ہوتا ہے نہ چھینٹوں سے پرہیز۔

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسْتُرِ بِالْحَائِطِ

باب: اپنے (کسی) ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ میں

(۲۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو داؤد سے، وہ حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں اور رسول کریم ﷺ جا رہے تھے کہ ایک قوم کی کوڑی پر (جو) ایک دیوار کے پیچھے (تھی) پہنچے تو آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ہم تم میں سے کوئی (شخص) کھڑا ہوتا ہے پھر آپ نے پیشاب کیا اور میں ایک طرف ہٹ گیا۔ تب آپ نے مجھے اشارہ

۲۲۵- حَدَّثَنَا عَثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ مَنْصُورٍ، عَنِ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ حَذِيفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيَّ ﷺ نَتَمَاشَى، فَأَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ قَبَالَ، فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقْبِهِ

کیا تو میں آپ کے پاس (پردہ کی غرض سے) آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔ (بوقت ضرورت ایسا بھی کیا جاسکتا ہے)۔

حَتَّىٰ فَرَغَ. [راجع: ۲۲۴]

باب: کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا

(۲۲۶) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری پیشاب (کے بارہ) میں سختی سے کام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اسے کاٹ ڈالتے۔ ابوحذیفہ کہتے ہیں کہ کاش! وہ اپنے اس تشدد سے رک جاتے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑی (کوڑا کرکٹ کی جگہ) پر تشریف لائے اور آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سِبَاطَةِ قَوْمٍ

۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدُّ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَتْ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ. فَقَالَ: حَذِيفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ، أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سِبَاطَةَ قَوْمٍ قَبَالَ قَائِمًا. [راجع: ۲۲۴]

تشریح: حضرت کی غرض یہ تھی کہ پیشاب سے بچنے میں احتیاط کرنا ہی چاہیے۔ لیکن خواہ مخواہ کا تشدد اور زیادتی سے وہم اور دوسوہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے عمل میں اتنی ہی احتیاط چاہیے جتنی آدمی روزمرہ کی زندگی میں کر سکتا ہے۔

باب: حیض کا خون دھونا ضروری ہے

(۲۲۷) ہم سے محمد بن اسمعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے اسماء کے واسطے سے، وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور فرمائیے ہم میں سے کسی عورت کو کپڑے میں حیض آجائے (تو) وہ کیا کرے آپ نے فرمایا کہ ”(پہلے) اسے کھرچے، پھر پانی سے رگڑے اور پانی سے دھو ڈالے اور اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔“

بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

۲۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: جَاءَتْ امْرَأَةً إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ: ((تَحْرُجُهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، وَتَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ وَتُصَلِّيُ فِيهِ)). [طرفہ فی: ۳۰۷] [مسلم: ۶۷۵، ابوداؤد: ۳۶۱،

۳۶۲، نسائی: ۲۹۲، ۳۹۲، ابن ماجہ: ۶۲۹]

تشریح: معلوم ہوا کہ نجاست دور کرنے کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے دوسری چیزوں سے دھونا درست نہیں۔ اکثر علما کا یہی فتویٰ ہے۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ ہر رتق چیز جو پاک ہو اس سے دھوسکتے ہیں جیسے سرکہ وغیرہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جمہور کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔

(۲۲۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابومعاویہ نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ (عروہ) کے واسطے سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ ابوحیثم کی بیٹی فاطمہ رسول

۲۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ

اللہ ﷻ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی بیماری ہے۔ اس لیے میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں یہ ایک رگ (کا خون) ہے حیض نہیں ہے۔ تو جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ دن گزر جائیں تو اپنے (بدن اور کپڑے) سے خون کو دھو ڈال پھر نماز پڑھ۔“ ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ حضور نے یہ (بھی) فرمایا کہ ”پھر ہر نماز کے لیے وضو کر یہاں تک کہ وہی (حیض کا) وقت پھر آجائے۔“

ابْنَةُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ، أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا، إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتِكَ فَادْعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أُدْبِرَتْ فَاعْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي)). قَالَ: وَقَالَ أَبِي: ((ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ)).

[اطرافہ فی: ۳۰۶، ۳۲۰، ۳۲۵، ۳۳۱] [مسلم:

۷۵۳؛ ترمذی: ۱۲۵؛ نسائی: ۳۵۷؛ ابن ماجہ:

[۶۲۱

تشریح: استحاضہ ایک بیماری ہے جس میں عورت کا خون بند نہیں ہوتا۔ اس کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے لئے مستقل وضو کرے اور حیض کے جتنے دن اس کی عادت کے مطابق ہوتے ہیں ان دنوں کی نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ ان ایام کی نماز معاف ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ ہوا خارج ہونے یا پیشاب کے قطرے وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں، وہ نماز ترک نہ کریں بلکہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں۔ پھر بھی حدیث وغیرہ ہو جائے تو پھر اس کی پروا نہ کریں۔ جس طرح استحاضہ والی عورت خون آنے کی پروا نہ کرے، اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے رہیں۔ شریعت حقہ نے ان ہدایات سے عورتوں کی پاکیزگی اور طبی ضروریات کے پیش نظر ان کی بہترین راہنمائی کی ہے اور اس بارے میں معلومات کو ضروری قرار دیا۔ ان لوگوں پر بے حد تعجب ہے جو انکار حدیث کے لئے ایسی ہدایات پر ہنستے ہیں۔ اور آج کے دور کے اس جنسی لٹریچر کو سراہتے ہیں جو سراسر عریانیت سے بھرپور ہے۔ قاتلہم اللہ انی یؤفکون۔

باب: منی کا دھونا اور اس کا کھر چنا ضروری ہے۔

نیز جو چیز عورت سے لگ جائے اس کا دھونا بھی

ضروری ہے

بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهِ

وَعَسْلُ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

(۲۲۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا مجھے عمرو بن میمون الجزری نے بتلایا، وہ سلیمان بن یسار سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے چنابت کو دھوتی تھی۔ پھر (اس کو پہن کر) آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

۲۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عمرو بن مَيْمُونِ الْجَزْرِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَعْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ تَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِنَّ بُقْعَ الْمَاءِ فِي تَوْبِهِ. [اطرافہ فی: ۲۳۰،

۲۳۱] [۲۳۲] [مسلم: ۶۷۲؛ ابوداؤد: ۳۷۳؛

ترمذی: ۱۱۷؛ نسائی: ۲۹۴؛ ابن ماجہ: ۵۳۶]

۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ، يُصِيبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَتْ: كُنْتُ أَعْصِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسَلِ فِي ثَوْبِهِ

(۲۳۰) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید نے، کہا ہم سے عمرو نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا (دوسری سند یہ ہے) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے، کہا ہم سے عمرو بن میمون نے سلمان بن یسار کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارہ میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں منی کو رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے دھو ڈالتی تھی پھر آپ نماز کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان (یعنی) پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں باقی ہوتے۔

بَقَعَ الْمَاءِ. [راجع: ۲۲۹]

تشریح: باب میں عورت کی شرمگاہ سے تری وغیرہ لگ جانے اور اس کے دھونے کا بھی ذکر تھا۔ مگر احادیث واردہ میں صراحتاً عورت کی تری کا ذکر نہیں ہے، ہاں حدیث نمبر ۲۲۷ میں کپڑے پر مطلقاً منی لگ جانے کا ذکر ہے۔ خواہ وہ مرد کی ہو یا عورت کی اسی سے باب کی مطابقت ہوتی ہے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ منی کو پہلے کھرچنا چاہیے پھر پانی سے صاف کر ڈالنا چاہیے پھر بھی اگر کپڑے پر کچھ نشان دھبے باقی رہ جائیں تو ان میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ کپڑا پاک صاف ہو چکا ہے۔

بَابُ: إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ
باب: اگر منی یا کوئی اور نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے اور (پھر) اس کا اثر نہ جائے (تو کیا حکم ہے؟)

۲۳۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ أَعْصِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسَلِ فِيهِ بَقَعَ الْمَاءِ [راجع: ۲۲۹]

(۲۳۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن میمون نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کے متعلق جس میں جنابت (ناپاکی) کا اثر آ گیا ہو، سلیمان بن یسار سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھو ڈالتی تھی پھر آپ نماز کے لیے باہر نکلتے اور دھونے کا نشان یعنی پانی کے دھبے کپڑے میں ہوتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاک کرنے کے بعد پانی کے دھبے اگر کپڑے پر باقی رہیں تو کچھ حرج نہیں۔

۲۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ بِنِ مِهْرَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ،

(۲۳۲) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے، کہا ہم سے عمرو بن میمون بن مهران نے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے

انہا کانت تغسل المني من ثوب النبي ﷺ، منی کو دھو ڈالنی تھیں (وہ فرماتی ہیں کہ) پھر (کبھی) میں ایک یا کئی دھبے
ثم أراه فيه بقعة أو بقعا. [راجع: ۲۲۹]

تشریح: قسطنطینی نے کہا کہ اگر اس کاشان دور کرنا سہل ہو تو اسے دور ہی کرنا چاہیے مشکل ہو تو کوئی ہرج نہیں اگر رنگ کے ساتھ بو بھی باقی رہ جائے تو
وہ کپڑا ایک نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات میں منی کے سوا اور نجاستوں کاصر اٹھا کر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان سب کو منی ہی پر قیاس کیا، اس طرح
سب کا دھونا ضروری قرار دیا۔

بابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالذَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا

باب: اونٹ، بکری اور چوپایوں کا پیشاب اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں

وَصَلَّى أَبُو مُوسَى فِي دَارِ الْبَرِيدِ وَالسَّرْفِينِ وَالنَّبْرِيَّةِ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: هَاهُنَا وَتَمَّ سَوَاءٌ. دار البرید کوفہ میں سرکاری جگہ تھی۔ جس میں خلیفہ کے اچھی قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے۔ اسی جگہ اونٹ، بکری وغیرہ جانور بھی باندھے جاتے تھے۔ اس لئے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی میں نماز پڑھ لی اور صاف جنگل میں جو قریب ہی تھا جانے کی ضرورت نہ سمجھی پھر لوگوں کے دریافت کرنے پر بتلایا کہ مسئلہ کی رو سے یہ جگہ اور وہ صاف جنگل دونوں برابر ہیں اور اس قسم کے چوپایوں کا لید اور گوبر نجس نہیں ہے۔

۲۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حَمَادِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ، قَالَ: قَدِمَ أَنَسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عَرِينَةَ، فَاجْتَوَا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقَاحِ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَالْبَانِيَا، فَاذْكُرُوا، فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَأْفَوْا النَّعَمَ، فَجَاءَ النَّخْبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبِعَتْ فِي أَنْثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فُقُطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ، وَسَمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأَلْفُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقُونَ. قَالَ أَبُو قَلَابَةَ: فَهَوَّلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ. [اطرافہ فی ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶]

۲۳۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن زید سے، وہ ایوب سے، وہ ابو قلابہ سے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ عکل یا عرینہ (قبیلوں) کے مدینہ میں آئے اور بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لقاح میں جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیئیں۔ چنانچہ وہ لقاح چلے گئے اور جب اچھے ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے وہ جانوروں کو ہانک کر لے گئے۔ علی الصبح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اس واقعہ کی) خبر آئی تو آپ نے ان کے پیچھے آدی دوڑائے۔ دن چڑھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پکڑ کر لائے گئے آپ کے حکم کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیر دی گئیں، اور مدینہ کی پتھر ملی زمین میں ڈال دیئے گئے (پیس کی شدت سے) وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابو قلابہ نے (ان کے جرم کی عینی ظاہر کرتے ہوئے) کہا کہ ان لوگوں نے چوری کی اور چرواہوں کو قتل کیا اور (آخر) ایمان سے پھر گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

، ۵۷۲۷ ، ۶۸۰۲ ، ۶۸۰۳ ، ۶۸۰۴ ، ۶۸۰۵ ،

، ۴۳۵۶ ، ۴۳۵۵ ، ۴۳۵۴ [مسلم: ۶۸۹۹]

؛ ۴۳۵۷؛ ابوداؤد: ۴۳۶۴ ، ۴۳۶۵ ، ۴۳۶۶؛

نسائی: ۴۰۳۶ ، ۴۰۳۷ ، ۴۰۳۸ ، ۴۰۳۹]

تشریح: یہ آٹھ آدمی تھے چار قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکلی کے اور ایک کسی اور قبیلے کا ان کو مدینہ سے چھ میل دور ذوالحجہ اٹامی مقام پر بھیجا گیا۔ جہاں بیت المال کی اونٹنیاں چرتی تھی۔ ان لوگوں نے تندرست ہونے پر ایسی غداری کی کہ چرواہوں کو قتل کیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور اونٹوں کو لے بھاگے۔ اس لئے قصاص میں ان کو ایسی ہی سخت سزا دی گئی۔ حکمت اور دانائی اور قیام امن کے لئے ایسا ضروری تھا اس وقت کے لحاظ سے یہ کوئی وحشیانہ سزا نہ تھی جو غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ان کو خود اپنی تاریخ ہائے قدیم کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس زمانے میں ان کے دشمنوں کے لئے ان کے ہاں کسی کیسی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

اسلام نے اصول قصاص پر ہدایات دے کر ایک پائیدار امن قائم کیا ہے۔ جس کا بہترین نمونہ آج بھی حکومت عربیہ سعودیہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا

ہے۔ والحمد لله على ذلك ايدهم الله بنصرة العزيز آمين۔

۲۳۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: (۲۳۳) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا مجھے ابوالتیاح یزید أخبرنا أبو التیاح، عن أنس، قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُبْنِيَ الْمَسْجِدَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ. [اطرافہ فی: ۴۲۸، ۴۲۹، ۱۸۶۸، ۲۱۰۶، ۲۷۷۱، ۲۷۷۴، ۲۷۷۹]

[۳۹۳۲] [مسلم: ۱۱۷۴، ترمذی: ۳۵۰]

تشریح: معلوم ہوا کہ بکریوں وغیرہ کے باڑے میں بوقت ضرورت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

باب: ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی

میں گرجائیں

زہری نے کہا کہ جب تک پانی کی بو، ذائقہ اور رنگ نہ بدلے اس میں کچھ حرج نہیں اور حجاج کہتے ہیں کہ (پانی) میں مردار پرندوں کے پر (پڑ جانے) سے کچھ حرج نہیں ہوتا۔ مردوں کی جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیاں اس کے بارے میں زہری کہتے ہیں کہ میں نے پہلے لوگوں کو علمائے سلف سے ان کی کنگھیاں کرتے اور ان (کے برتنوں) میں تیل رکھتے ہوئے دیکھا ہے، وہ اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ابن سیرین اور ابراہیم کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کچھ حرج نہیں۔

بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ

فِي السَّمَنِ وَالْمَاءِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يَغْيِرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ. وَقَالَ: حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرَيْشِ الْأَمْيَةِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ: أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ بِهَا، وَيَدَّهِنُونَ فِيهَا، لَا يَرَوْنَ فِيهَا بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ۔

(۲۳۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے روایت کی، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارہ میں پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ فرمایا: ”اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال پھینکو اور اپنا (باقی) گھی استعمال کرو۔“

۲۳۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سئِلَ عَنْ قَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: «الْقَوَاهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَآكَلُوا سَمْنَكُمْ». [اطرافه في: ۲۳۶، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰]

[ابوداؤد: ۳۸۴۲، ترمذی: ۱۷۹۸، نسائی:

۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱]

(۲۳۶) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے معن نے، کہا ہم سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھینک دو۔“ معن کہتے ہیں کہ مالک نے اتنی بار کہا کہ میں گن نہیں سکتا (یہ حدیث) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

۲۳۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سئِلَ عَنْ قَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: «اُخْذُوهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرُحُوهَا». وَقَالَ: مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيهِ يَقُولُ: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ. [راجع: ۲۳۵]

توضیح: پالی کم ہو یا زیادہ جب تک گندگی سے اس کے رنگ یا بویا مزہ میں فرق نہ آئے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ائمہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے جن لوگوں نے قلمین یا درود کی قید لگائی ہے ان کے دل اٹل قوی نہیں ہیں۔ حدیث: ((الماء طهور لا ينجسه شيء)) اس بارے میں بطور اصل کے ہے۔ مردار جانوروں کے بال اور پر، ان کی ہڈیاں جیسے اتھی دانت وغیرہ یہ پانی وغیرہ میں پڑ جائیں تو وہ پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء باب یہی ہے۔ بعض علمائے یہ فرق ضرور کیا ہے کہ گھی اگر جھا ہوا ہو تو بقیہ استعمال میں آسکتا ہے اور اگر پگھلا ہوا سیال ہو تو سارا ہی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ چوہا اس میں گر جائے۔

(۲۳۷) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عمر نے ہمام بن منبہ سے خبر دی اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: ”ہر زخم جو اللہ کی راہ میں مسلمان کو لگے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا جس طرح وہ لگا تھا اس میں سے خون بہتا ہوگا۔ جس کا رنگ (تو) خون سا ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی۔“

۲۳۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مَنِبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّ كَلِمٍ يَكَلِّمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طُمِعَتْ، تَفْعَجِرُ دَمًا، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرُوفُ عَرُوفُ الْمُسْلِمِ». [طرفاه في: ۲۸۰۳، ۵۵۳۳]

تشریح: اس حدیث کی علمائے مختلف تو جہات بیان کی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ مشک پاک ہے۔ جو ایک جما ہوا خون ہوتا ہے۔ مگر اس کے جسے اور اس میں خوشبو پیدا ہو جانے سے اس کا خون کا حکم نہ رہا۔ بلکہ وہ پاک صاف مشک کی شکل بن گئی ایسے ہی جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ گندگی سے بدل جائے تو وہ اصل حالت طہارت پر نہ رہے گا بلکہ ناپاک ہو جائے گا۔

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

باب: اس بارے میں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

۲۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزٍ الْأَعْرَجَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((نَحْنُ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ)). [اطرافه في: ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵]

۲۳۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا مجھے ابو الزناد نے خبر دی کہ ان سے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم ”لوگ (لوگ) دنیا میں پچھلے زمانے میں آئے ہیں (مگر آخرت میں) سب سے آگے ہیں۔“

۲۳۹۔ وَيَأْسَنَادِهِ قَالَ: ((لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ)). [مسلم: ۶۵۶]

۲۳۹) اور اسی سند سے (یہ بھی) فرمایا کہ ”تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے۔ پھر اسی میں غسل کرنے لگے۔“

تشریح: یعنی یہ ادب اور نظافت کے خلاف ہے کہ اسی پانی میں پیشاب کرنا اور پھر اسی سے غسل کرنا۔

بَابُ: إِذَا أَلْقَى عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَدْرٌ أَوْ حَيْفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ

باب: جب نمازی کی پشت پر (اچانک) کوئی نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي تَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يَصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ . وَقَالَ : ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي تَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لَغِيرِ الْقَبْلَةِ أَوْ تَيْمَمٌ، فَصَلَّى ثُمَّ أَذْرَكَ الْمَاءَ فِي وَاقْتِهِ، لَا يُعِيدُ .

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھتے وقت کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھتے تو اس کو اتار ڈالتے اور نماز پڑھتے رہتے، ابن مسیب اور شعبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے پر نجاست یا جنابت لگی ہو، یا (بھول کر) قبلے کے علاوہ کسی اور طرف نماز پڑھی ہو یا تیمم کر کے نماز پڑھی ہو، پھر نماز ہی کے وقت میں پانی مل گیا ہو تو (اب) نماز نہ دہرائے۔

تشریح: ان آثار کو عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسانید سے روایت کیا ہے۔

۲۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي،

۲۴۰) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے

شعبہ سے خبر دی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبداللہ سے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔ (ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابوالحسین سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلہ کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوچھڑی اٹھالائے اور (لا کر) جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بد بخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوچھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوچھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ کی پیٹھ پر سے اتار کر پھینکا۔ تب آپ ﷺ نے سر اٹھا یا پھر تین بار فرمایا: ”یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے۔“ یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ نے انہیں بددعا دی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لیا کہ ”اے اللہ ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے۔ ابو جہل، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو۔“ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کے (بددعا کرتے وقت) آپ نے نام لیے تھے، میں نے ان

عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ، قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَاجِدًا؛ ح: قَالَ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَوْسَفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ النَّبْتِ، وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابُ لَهُ جُلُوسٌ، إِذْ قَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَى جَزُورِ بَنِي فَلَانَ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشَقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ، فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ، لَا أُغْنِي شَيْئًا، لَوْ كَانَتْ لِي مَنَعَةٌ. قَالَ: فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيُحِيلُونَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَاجِدًا لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ، حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ، فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيكَ بِقَرِيشٍ)). ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ - قَالَ: وَكَانُوا يَرُونَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذَلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ - ثُمَّ سَمَى: ((اللَّهُمَّ عَلَيكَ يَا أَبِي جَهْلٍ، وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مَعِيظٍ)) وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ يَحْفَظْهُ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِينَ عَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَرَغِي فِي الْقَلْبِ قَلْبِي بَدْرٍ. [اطرافه في:

کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔ [مسلم: ۲۹۳۴، ۳۱۸۵، ۳۸۵۴، ۳۹۶۰] ۵۲۰

۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، نسائی: ۳۰۶

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے اتفاقاً کوئی نجاست پشت پر آ پڑے تو نماز ہو جائے گی۔ اوجھڑی لانے والا بد بخت عقبہ بن معیط تھا۔ یہ سب لوگ بدر کی لڑائی میں واصل جہنم ہوئے۔ عمارہ بن ولید جیش کے ملک میں مرا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ مظلوم رسول کی دعا قبول نہ ہو۔

باب: کپڑے میں تھوک اور ریخت وغیرہ لگ

جانے کے بارے میں

عروہ نے مسور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانے میں نکلے (اس سلسلہ میں) انہوں نے پوری حدیث ذکر کی (اور پھر کہا) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی مرتبہ بھی تھوکا وہ لوگوں کی تھیلی پر پڑا۔ پھر وہ لوگوں نے اپنے چہروں اور بدن پر مل لیا۔

(۲۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان حمید کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) اپنے کپڑے میں تھوکا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو طوالت کے ساتھ بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو خبر دی یحییٰ بن ایوب نے، کہا مجھے حمید نے بیان کیا، کہا میں نے انس سے سنا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بَابُ الْبُرَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ

فِي التَّوْبِ

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمَسُورِ وَمَرْوَانَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَمَانَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ: وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ ﷺ نَخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ.

۲۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ:

بَرَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي تَوْبِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ:

طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى

ابْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ

أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [أطرافه في: ۴۰۵، ۴۱۲،

۴۱۳، ۴۱۷، ۵۳۱، ۵۳۲، ۸۲۲، ۱۲۱۴]

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو جائے اور یحییٰ بن سعید قطان کا یہ قول غلط ٹھہرے کہ حمید نے یہ حدیث ثابت سے سنی ہے انہوں نے ابو نصرہ سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھتے وقت اگر کسی کپڑے میں تھوک لے تاکہ نماز میں خلل بھی نہ واقع ہو اور قریب کی جگہ بھی خراب نہ ہو تو یہ جائز اور درست ہے۔

باب: نبیذ سے اور کسی نشہ والی چیز سے وضو جائز

نہیں

بَابُ: لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ

وَلَا بِالْمُسْكِرِ

حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ نے اسے مکروہ کہا اور عطاء کہتے ہیں کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے مقابلے میں مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

(۲۳۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے ان سے

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءُ:

التَّيْمُمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ وَاللَّبَنِ.

۲۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ، قَالَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ،
عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ
شَرَابٍ أُسْكِرَ فَهُوَ حَرَامٌ)). [طرفاء فی: ۵۵۸۵،
۵۵۸۶] [مسلم: ۵۲۱۱، ۵۲۱۲، ۵۲۱۳،
ابوداؤد: ۳۶۸۲، ترمذی: ۱۸۶۳، نسائی:

۵۶۰۸، ۵۶۰۹، ۵۶۱۰]

تشریح: نیز کجور کے شربت کو کہتے ہیں جو میٹھا ہو اور اس میں نشہ نہ آیا ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وضو جائز رکھا ہے جب پانی نہ ملے اور امام شافعی، و امام احمد دیگر جملہ ائمہ اہل حدیث کے نزدیک نیز سے وضو جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حسن کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور ابو العالیہ کے اثر کو دارقطنی نے اور عطاء کے اثر کو ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حدیث الباب کا مقصد یہ ہے کہ نشہ آور چیز حرام ہوئی تو اس سے وضو کیونکر جائز ہوگا۔

بَابُ غَسْلِ الْمَرَّةِ أَبَاهَا الدَّمُ

باب: اس بارے میں کہ عورت کا اپنے باپ کے

عَنْ وَجْهِهِ

چہرے سے خون دھونا جائز ہے

ابو العالیہ نے (اپنے لڑکوں سے) کہا کہ میرے پیروں پر مالش کرو کیونکہ وہ مریض ہو گئے۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: امْسَحُوا عَلَيَّ رِجْلَيْ
فَإِنَّهَا مَرِيضَةٌ.

(۲۴۳) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن ابی حازم کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے ہبل بن سعد الساعدي سے سنا کہ لوگوں نے ان سے پوچھا، اور (میں) اس وقت ہبل کے اتنا قریب تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (احد کے) زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کا جاننے والا (اب) مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے منہ سے خون دھوتیں پھر ایک بوریا کا ٹکڑا جلایا گیا اور آپ کے زخم میں بھر دیا گیا۔

۲۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
ابْنُ عَيْنَةَ، عَنِ أَبِي حَازِمٍ، سَمِعَ سَهْلَ بْنَ
سَعْدِ السَّاعِدِيِّ، وَسَأَلَهُ النَّاسُ، وَمَا بَيْنِي
وَبَيْنَهُ أَحَدٌ: يَا سَيِّدِي دَوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ ﷺ
فَقَالَ: مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، كَانَ عَلَيَّ
يَجِيءُ بِتُرْسِهِ فِيهِ مَاءٌ، وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَن
وَجْهِهِ الدَّمَ، فَأَخَذَ حَصِيرًا فَأَحْرَقَ فَحُشِيَ
بِهِ جُرْحُهُ. [اطرافه فی: ۲۹۰۳، ۲۹۱۱،

۳۰۳۷، ۴۰۷۵، ۵۲۴۸، ۵۷۲۲] [مسلم:

۴۶۴۴؛ ترمذی: ۲۰۸۵؛ ابن ماجہ: ۳۴۶۴]

تشریح: اس حدیث سے دوا اور علاج کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ کہ یہ توکل کے منافی نہیں۔ نیز یہ کہ نجاست دور کرنے میں دوسروں سے مدد لینا درست ہے۔

باب: مسواک کرنے کا بیان

بَابُ السَّوَاكِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بِيْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنْ. ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزاری تو (میں نے دیکھا کہ) آپ نے مسواک کی۔

۲۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْ بِسِوَاكِ بِيَدِهِ يَقُولُ: ((أُعُّ أَعُّ))، وَالسَّوَاكُ فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ. [مسلم: ۵۹۱]

ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے غیلان بن جریر کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو بردہ سے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے ہوئے پایا اور آپ کے منہ سے ارع ارع کی آواز نکل رہی تھی اور مسواک آپ ﷺ کے منہ میں تھی جس طرح آپ قے کر رہے ہوں۔

تشریح: اگر حلق کے اندر سے مسواک کی جائے تو اس قسم کی آواز نکلا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس وقت یہی کیفیت تھی۔ مسواک کرنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

۲۴۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُدَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَوَضَّأُ فَاهُ بِالسَّوَاكِ. [طرفاء فی: ۸۸۹، ۱۱۳۶] [مسلم: ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵؛ ابوداؤد: ۵۵؛ نسائی: ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳؛ ابن

ماجہ: ۲۸۶]

تشریح: مسواک کی فضیلت کے بارے میں یہ حدیث ہی کافی ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے آپ ﷺ مسواک کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ آخر وقت تک بھی اس سے غافل نہ ہوئے۔ طبی لحاظ سے بھی مسواک کے بہت سے فوائد ہیں۔ بہتر ہے کہ جیلو کی تازہ جڑ سے کی جائے، مسواک کرنے سے آنکھیں بھی روشن ہوتی ہیں۔

باب: اس بارے میں کہ بڑے آدمی کو مسواک دینا

بَابُ دَفْعِ السَّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ

(ادب کا تقاضا ہے)

۲۴۶۔ وَقَالَ: عَفَّانٌ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكِ، فَجَاءَنِي بِيَانِ كَمَا، وَه ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَعَى نَقَلَ كَرْتِي هِي كَر رَسُولِ ﷺ نَعَى فَرَمَا كَمَا كَمَا مِي نَعَى دِي كَمَا كَر (خَوَابِ مِي) مَسْوَاكِ كَر رَهَا هُوِي تُو مِي رَعَى پَاسِ دُو

رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرَ، فَنَاولَتْ
السَّوَاكَ الْأَصْفَرَ مِنْهُمَا، فَقِيلَ لِي: كَبِيرٌ.
فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ:
اجْتَنَصِرْهُ نَعِيمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنِ أَسَمَةَ
عَنْ نَافِعِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [مسلم: ۵۹۳۳، ۷۵۰۸]

عمر رضی اللہ عنہما سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔
تشریح: معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر بڑے آدمی کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی مسواک بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ

باب: رات کو وضو کر کے سونے والے کی فضیلت کے بیان میں

(۲۳۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے منصور کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے سعد بن عبیدہ سے، وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب تم اپنے بستر پر لیٹے آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لیے کرتے ہو۔ پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر یوں کہو ”اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا۔ میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنا لیا۔ تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی میں اس پر ایمان لایا۔ جو نبی تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا“ تو اگر اس حالت میں اسی رات مر گیا تو فطرت پر مرے گا اور اس دعا کو سب باتوں کے اخیر میں پڑھ۔“ حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا جب آمنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو میں نے ورسولک (کا لفظ) کہہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں (یوں کہو) ”ونبيك الذي ارسلت“۔

۲۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَفِيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ،
عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبِيدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ،
قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا آتَيْتَ مَضْجَعَكَ
فَتَوَضَّأَ وَوَضَوْتَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى
شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي
إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَالْجَأْتُ ظَهْرِي
إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي
أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. فَإِنْ مِتُّ مِنْ
لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا
تَتَكَلَّمُ بِهِ)). قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ
فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي
أَنْزَلْتَ. قُلْتُ وَرَسُولِكَ. قَالَ: ((لَا وَنَبِيِّكَ
الَّذِي أَرْسَلْتَ)). [اطرافه في: ۶۳۱۱،

۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۸۸] [مسلم: ۶۸۸۲،
۶۸۸۴، ۶۸۸۴، ابوداؤد: ۵۰۴۶، ۵۰۴۷،

[ترمذی: ۵۰۴۸، ۳۳۹۴]

تشریح: سیدالرحمن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوضوء کو آیت کریمہ: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ﴾ (۵/المائدہ: ۶) سے شروع فرمایا تھا اور اب کتاب الوضوء کو سوتے وقت وضو کرنے کی فضیلت پر ختم فرمایا ہے۔ اس ارتباط کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر غائر بہت سے امور پر ہے اور اشارہ کرنا ہے کہ ایک مرد مؤمن کی صبح اور شام، ابتدا و انتہا، بیداری و شب باشی سب کچھ با وضو کرا لیا پر ہونی چاہیے۔ اور ذکر الہی بھی عین اسی سچ اسی طور طریقہ پر ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمودہ ہے۔ اس سے اگر ذرا بھی ہٹ کر دو سراستہ اختیار کیا گیا تو وہ عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ رات کو سوتے وقت کی دعائے مذکورہ میں صحابی نے آپ کے تعلیم فرمودہ لفظ کو ذرا بدل دیا تو آپ نے فوراً اسے ٹوکا اور اس کی دہشتی کو گوارا نہیں فرمایا۔ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۳۹/الحجرات: ۱) کا یہی تقاضا اور حکمت اہل حدیث کا یہی خلاصہ ہے۔ تعجب ہے ان مقلدین جامدین پر جو محض اپنے مزعومہ مسالک کی حمایت کے لئے سیدالرحمن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی درایت و فقاہت پر لب کشائی کرتے ہیں اور آپ کی تحفیف و تنقیص کر کے اپنی دریدہ دہنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کتاب الوضوء ختم کرتے ہوئے ہم پھر باگ و دہلی اعلان کرتے ہیں کہ فن حدیث شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امت کے اندر وہ مقام رکھتے ہیں جہاں آپ کا کوئی مثیل و نظیر نہیں ہے۔ آپ کی جامع الحج یعنی صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسے امت نے بالاتفاق "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کا بھی امت میں ایک خصوصی مقام ہے ان کی بھی ادنیٰ تحقیر گناہ کبیرہ ہے۔ سب کو اپنے اپنے درجہ پر رکھنا اور سب کی عزت کرنا تقاضائے ایمان ہے۔ ان میں سے کس کو کس پر فضیلت دی جائے اور اس کے لئے دفاتر سیاہ کئے جائیں یہ ایک خط ہے۔ جو اس چودھویں صدی میں بعض مقلدین جامدین کو ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے پیغمبروں کے متعلق بھی صاف فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ (۲/البقرہ: ۲۵۳) پھر ائمہ کرام و اولیائے عظام و محدثین ذوی الاحترام رحمۃ اللہ علیہم کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ان کے متعلق یہی اصول مد نظر رکھنا ہوگا۔

ہر گلے را رنگ و بوئیے دیگر است

یا اللہ! کس منہ سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھ ناچیز حقیر فقیر گناہگار شر مسارا دنیٰ ترین بندے کو اپنے حبیب پاک گنبد خضرا کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس بابرکت کتاب کی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی، یہ محض تیرا فضل و کرم ہے، ورنہ۔

من آنم کہ من دانم

مولائے کریم! اس مقدس کتاب کے ترجمہ و تشریحات میں نہ معلوم مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ کہاں کہاں میرا قلم جاہل اعتدال سے ہٹ گیا ہوگا۔

اللہ العالمین: میری غلطیوں کو معاف فرمادے اور اس خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے، میرے والدین و اساتذہ و اولاد و جملہ معاونین کرام و ہمدردان کے لئے باعث نجات بنا دے اور اسے قبول عام عطا فرما کر اپنے بندوں بندوں کے لئے باعث رشد و ہدایت فرما۔

آمین یا اللہ العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین۔

الحمد للہ! کہ آج شروع ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ میں بخاری شریف کے پہلے پارہ کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک پوری کتاب کا ترجمہ و تشریحات مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اور قدر دانوں کو اس سے ہدایت اور زیادہ ایمان نصیب کرے۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْغُسْلِ

غسل کے احکام و مسائل

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت میں:

”اگر جنبی ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں پاخانہ سے آئے یا تم نے اپنی بیویوں سے جماع کیا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور ہاتھ پر اسے مل لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنی نعمت کو تم پر تاکہ تم اس کا شکر کرو۔“

اور اللہ کا دوسرا فرمان کہ ”اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر حالت سفر میں یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے یا تم پاس گئے ہو عورتوں کے، پھر نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا پس ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو، بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔“

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾. [المائدة: ٦]

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾. [النساء: ٤٣]

تشریح: ”قال ابن حجر في الفتح: كذا في روايتنا بتقديم البسملة والاكثر بالمعكس والاول ظاهر ووجه الثاني وعليه اكثر الروايات انه جعل الترجمة مقام تسمية السورة والاحاديث المذكورة بعد البسملة كالاتيات مستفتحة بالبسملة۔“
یعنی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت بخاری میں کتاب الغسل پر بسم اللہ مقدم ہے۔ اکثر مؤرخ بھی نقل کرتے ہیں۔ اول روایت ظاہر ہے کہ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کتاب الغسل کو قرآن مجید کی سورتوں میں کسی ایک سورت کے قائم مقام قرار دے کر احادیث بعد کو ان آیات کی جگہ

پر رکھا ہے جو سورت میں بسم اللہ کے بعد آتی ہیں۔ لفظ غسل (غین کے ضمہ کے ساتھ) تمام بدن کے دھونے کا نام ہے۔ طہارت میں تقضائے حاجت سے فارغ ہو کر استنجا کرنا پھر وضو کرنا پھر بوقت ضرورت غسل کرنا۔ اسی ترتیب کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الغسل کو درج فرمایا اور اس کو آیات قرآنی سے شروع کیا۔ جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل جنابت کی فریضت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلی آیت سورہ مانکہ کی اور دوسری آیت سورہ نساء کی ہے۔ دونوں میں طریقہ غسل کی کچھ تفصیلات مذکور ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پانی نہ لٹنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم بطریقہ معلومہ کر لینا کافی ہو جاتا ہے۔

باب: غسل سے پہلے وضو کر لینا چاہیے

(۲۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے ہشام سے خبر دی، وہ اپنے والد سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہا لیتے۔

بَابُ الْوُضُوءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

۲۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَنَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعُهُ فِي الْمَاءِ فَيَحْلُلُ بِهَا أَصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ عَرَفٍ بِيَدِهِ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ. [طرفاه فی: ۲۶۲، ۲۷۲] [نسائی: ۲۴۷]

(۲۳۹) ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اعمش سے روایت کر کے، وہ سالم بن ابی الجعد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ میمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے وضو کی طرح ایک مرتبہ وضو کیا، البتہ پاؤں نہیں دھوئے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جہاں کہیں بھی نجاست لگ گئی تھی، اس کو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بہا لیا۔ پھر پہلی جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ آپ کا غسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

۲۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنِ كَرِيبِ بْنِ عَبْدِ عُبَّاسٍ عَنِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَعَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَقَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ. [اطرافه فی: ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱] [مسلم: ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ابوداؤد: ۲۴۵، ترمذی: ۱۰۳]

نسائی: ۲۵۳، ۴۱۶، ۴۱۷

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ شرمگاہ اور آلائش کو وضو سے پہلے دھونا چاہیے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ پھر وضو کرنا مگر پاؤں نہ دھونا پھر غسل کرنا پھر باہر نکل کر پاؤں دھونا یہی مسنون طریقہ غسل ہے۔

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا درست ہے

۲۵۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُرْوَةَ عَن عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ فَدَحٍ يُقَالُ لَهُ: الْفَرْقُ. [اطرافه في: ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۷۳، ۲۹۹، جاتا تھا۔

[۷۳۳۹، ۵۹۵۶]

تشریح: ہر دو میاں بیوی ایک ہی برتن میں پانی بھر کر غسل کر سکتے ہیں۔ یہاں فرق (برتن) کا ذکر ہر دو کے لئے مذکور ہے جن احادیث میں صرف ایک صاع پانی کا ذکر ہے وہاں نبی کریم ﷺ کے تھا کیلئے غسل کا ذکر ہے۔ دو فرق کا وزن سولہ رطل یعنی آٹھ میر کے قریب ہوتا ہے جو تین صاع حجازی کے برابر ہے۔ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

”وليس الغسل بالصاع والوضوء بالمد للتحديد والتقدير بل كان رسول الله ﷺ ربما اقتصر بالصاع وربما زاد روى مسلم من حديث عائشة انها كانت تغتسل هي والنبى ﷺ من اناء واحد هو الفرق قال ابن عيينة والشافعي وغيرهما: هو ثلاثة اصع.“ (عون المعبود، ج: ۱/ ص ۳۵)

یعنی غسل اور وضو کے لئے صاع کی تحدید نہیں ہے کبھی آپ ﷺ نے ایک صاع پر اور کبھی زیادہ پر اکتفا فرمایا ہے۔

بَابُ غُسْلِ امْرَأَتِهِ مَعَ رَجُلٍ

باب: اس بارے میں کہ ایک صاع یا اسی طرح کسی چیز کے وزن بھر پانی سے غسل کرنا چاہیے

۲۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَفْصِ بْنِ خَفْصِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنِ غُسْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَأَغْتَسَلْتُ وَأَفَاضْتُ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَبَهْزُ وَالْجُدِّي عَنِ شُعْبَةَ: قَدَرٌ صَاعٌ. [مسلم: ۷۲۸؛ نسائي:

۲۲۲۷

(۲۵۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الصمد نے، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا ہم سے ابو بکر بن خفص نے، انہوں نے کہا میں نے ابو سلمہ سے یہ حدیث سنی کہ میں اور (ابو سلمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے۔ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ کے غسل کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے صاع جیسا ایک برتن منگوا لیا۔ پھر غسل کیا اور اپنے اوپر پانی بہایا۔ اس وقت ہمارے درمیان اور ان کے درمیان پردہ حائل تھا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون، بہز اور جدی نے شعبہ سے قدر صاع کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

تشریح: یہ ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے اور آپ کے محرم تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ سے خود غسل فرما کر ان کو طریقتہ غسل کی تعلیم فرمائی۔ مسنون غسل یہی ہے کہ ایک صاع پانی استعمال کیا جائے۔ صاع حجازی کچھ کم پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے۔

۲۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ: يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يَكْفِينِي، فَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ آمَنَّا فِي نَوْبٍ. [طرفاه فی: ۲۵۵، ۲۵۶]

(۲۵۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے زبیر نے ابو اسحاق کے واسطے سے، انہوں نے کہا ہم سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد (جناب زین العابدین) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھے اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک صاع کافی ہے۔ اس پر ایک شخص بولا یہ مجھے تو کافی نہ ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ان کے لئے کافی ہوتا تھا جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک کپڑا پہن کر ہمیں نماز پڑھائی۔

تشریح: وہ بولنے والے شخص حسن بن محمد بن حنفیہ تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو سختی سے سمجھایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے خلاف فصول اعتراض کرنے والوں کو سختی سے سمجھانا چاہیے اور حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس تاویل سے کام لینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

”والحنفية كانت زوجة علي تزوجها بعد فاطمة فولدت لها محمدا فاشتهر بالنسبة اليها.“ (فتح الباری)

یعنی حنفیہ نامی عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں جن کے بطن سے محمد نامی بچہ پیدا ہوا اور وہ بجائے باپ کے ماں ہی کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔

۲۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمِنْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: كَانَ ابْنُ عَيْنَةَ يَقُولُ أَخِيرًا: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ وَالصَّحِيحُ مَا رَوَاهُ أَبُو نَعِيمٍ. [مسلم: ۷۲۳]

(۲۵۳) ہم سے ابو نعیم نے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو کے واسطے سے بیان کیا، وہ جابر بن زید سے، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ اخیر عمر میں اس حدیث کو یوں روایت کرتے تھے: ابن عباس سے انہوں نے میمونہ سے اور صحیح وہی روایت ہے جو ابو نعیم نے کی۔

باب: اس کے بارے میں جو اپنے سر پر تین مرتبہ

پانی بہائے

۲۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ

(۲۵۴) ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زبیر نے

ابن اسحاق قال: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنَا أَوْ فَايِضُ عَلَيَّ رَأْسِي ثَلَاثًا)). وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا. [مسلم: ٧٤٠، ٧٤١؛ ابوداود: ٢٣٩، ترمذی: ٢٥٠، ٤٢٣؛ ابن ماجه: ٥٧٠]

روایت کی ابواسحاق سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں۔“ اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

تشریح: ابو نعیم نے مستخرج میں روایت کیا ہے کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے جھگڑا کیا تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

٢٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْرغُ عَلَيَّ رَأْسِهِ ثَلَاثًا. [راجع: ٢٥٢]

(٢٥٥) محمد بن بشار نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، مخول بن راشد کے واسطے سے، وہ محمد بن علی سے، وہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔

٢٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ: قَالَ لِي جَابِرٌ: أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعْرَضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكْفٍ وَيُفِيضُهَا عَلَيَّ رَأْسِهِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَيَّ سَائِرَ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنَِّّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا. [راجع: ٢٥٢]

(٢٥٦) ہم سے ابو نعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے یحییٰ بن سلام سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس تمہارے چچا کے بیٹے (ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی) آئے۔ انہوں نے پوچھا کہ جنابت کے غسل کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ تین چلو پانی لیتے اور ان کو اپنے سر پر بہاتے تھے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔ حسن نے اس پر کہا کہ میں تو بہت بالوں والا آدمی ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے بال تم سے زیادہ تھے۔

تشریح: چچا کے بیٹے مجازاً کہا۔ دراصل وہ ان کے باب یعنی زین العابدین کے چچا زاد بھائی تھے کیونکہ محمد ابن حنفیہ جناب حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔ جو حسن کے باپ ہیں، جنہوں نے جابر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ ترجمہ الباب اور احادیث واردہ کی مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ غسل جنابت میں سر مبارک پر تین چلو پانی بہاتے تھے۔ پس مستون طریقہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا طرز عمل بہر صورت لائق اتباع ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً

باب: اس بیان میں کہ صرف ایک مرتبہ بدن پر پانی ڈال کر اگر غسل کیا جائے تو کافی ہوگا

(۲۵۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھوئے۔ پھر پانی اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر زمین پر ہاتھ رگڑا۔ اس کے بعد گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہا لیا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔

۲۵۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَصَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاءً لِلْغُسْلِ فَعَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَيَّ شِمَالِهِ فَعَسَلَ مَذَاكِرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيَّ جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ. [راجع: ۲۴۹]

تشریح: یعنی غسل میں ایک ہی بار سارے بدن پر پانی ڈالنا کافی ہے۔ گویا اب کی حدیث میں ایک بار کی صراحت نہیں مطلق پانی کا ذکر ہے جو ایک ہی بار پر محمول ہوگا اسی سے ترجمہ باب نکلا۔

باب: اس بارے میں کہ جس نے حلاب سے یا خوشبو لگا کر غسل کیا تو اس کا بھی غسل ہو گیا

(۲۵۸) محمد بن ثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہاں کہ ہم سے ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے بیان کیا، حنظلہ بن ابی سفیان سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو حلاب کی طرح ایک چیز منگاتے۔ پھر (پانی کا چلو) اپنے ہاتھ میں لیتے اور سر کے داہنے حصے سے غسل کی ابتدا کرتے۔ پھر بائیں حصہ کا غسل کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے بیچ میں لگاتے تھے۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحَلَابِ أَوِ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

۲۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحَلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَيَّ وَسَطِ رَأْسِهِ. [مسلم: ۷۲۵؛ ابوداؤد: ۲۴۰؛ نسائی: ۴۲۲]

تشریح: حلاب کے متعلق مجمع البحار میں ہے:

”الحلاب بکسر مہملہ وخفة لام اناہ یسع قدر حلب ناقۃ ای کان یتبدی بطلب ظرف و بطلب طیب او اراد بہ اناہ

الطیب یعنی بدآ تارۃ بطلب ظرف وتارۃ بطلب نفس الطیب وروی بشدة لام وجیم وهو خطأ“ (مجمع البحار)

یعنی حلاب ایک برتن ہوتا تھا جس میں ایک اونٹنی کا دودھ سما سکے۔ آپ وہ برتن پانی سے پر کر کے منگاتے اور اس سے غسل فرماتے یا اس سے خوشبو رکھنے کا برتن مراد لیا ہے۔ یعنی کبھی کبھی آپ برتن منگاتے کبھی خوشبو۔ ترجمہ باب کا مطلب یہ ہے کہ خواہ غسل پہلے پانی سے شروع کرے جو حلاب جیسے برتن میں بھرا ہوا ہو پھر غسل کے بعد خوشبو لگائے یا پہلے خوشبو لگا کر بعد میں نہائے یہاں باب کی حدیث سے پہلا مطلب یہ ثابت کیا اور دوسرے مطلب کے لئے وہ حدیث ہے جو آگے آ رہی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ آپ نے خوشبو لگانے کے بعد اپنی بیویوں سے صحبت کی اور صحبت کے

بعد غسل ہوتا ہے تو غسل سے قبل خوشبو لگانا ثابت ہوا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جلاب سے مراد بچوں کا ایک شیرہ ہے جو عرب لوگ غسل سے پہلے لگایا کرتے تھے۔ جیسے آج کل صابون یا بنڈہ یا تیل اور مین ملا کر لگاتے ہیں پھر نہایا کرتے ہیں۔ بعض نے اس لفظ کو جیم کے ساتھ جلاب پڑھا ہے اور اسے گلاب کا معرب قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب: اس بیان میں کہ غسل جنابت کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چاہیے

بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

(۲۵۹) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے، کہا مجھ سے سالم نے کریب کے واسطے سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہا ہم سے میمونہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے بائیں پر گرایا۔ اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے مٹی سے ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر آپ کو رومال دیا گیا۔ لیکن آپ نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

۲۵۹۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ: صَبَّتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا فَأَفْرَعُ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَتَى بِمَنْدِيلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا. [راجع: ۲۴۹]

تشریح: معلوم ہوا کہ وضو اور غسل دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے: ”کذا قال اهل الحديث وامام احمد بن حنبل“ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو کے بعد اعضا کے پونچھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی بلکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے کہ غسل کے بعد آپ نے رومال واپس کر دیا۔ جسم مبارک کو اس سے نہیں پونچھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کچھ لوگ مکروہ جانتے ہیں کچھ مستحب کہتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ پونچھنا اور نہ پونچھنا برابر ہے۔ ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

باب: اس بارے میں کہ (گندگی پاک کرنے کے بعد) ہاتھ مٹی سے ملنا تاکہ وہ خوب صاف ہو جائیں

بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُونِ انْفَى

(۲۶۰) ہم سے عبد اللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کیا تو پہلے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ پھر ہاتھ کو دیوار پر رگڑ کر دھویا۔ پھر نماز کی طرح وضو کیا اور جب آپ اپنے غسل سے

۲۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحَمِيدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ. ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ

لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. فارغ ہو گئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

[راجع: ۲۴۹]

تشریح: پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے، مگر یہاں دوسری سند سے مروی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی حدیث کو کئی بار مختلف مسائل نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں مگر جدا جدا اسناد سے تاکہ تکرار بے فائدہ نہ ہو۔

بَابُ: هَلْ يُدْخِلُ الْجُنْبُ يَدَهُ
باب: کیا جنبی اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے
بَابُ: فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا
برتن میں ڈال سکتا ہے؟
فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَدَّرَ غَيْرَ الْجَنَابَةِ وَأَدْخَلَ ابْنَ عُمَرَ وَالْبِرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطُّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَرِ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

جب کہ جنابت کے سوا ہاتھ میں کوئی گندگی نہیں لگی ہوئی۔ ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے ہاتھ دھونے سے پہلے غسل کے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالا تھا۔ اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پانی سے غسل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جس میں غسل جنابت کا پانی ٹپک کر گر گیا ہو۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے تو پانی نجس نہ ہوگا۔ کیونکہ جنابت نجاست حکمی ہے، حقیقی نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ ان میں جنابت کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنابت کو حدیث پر قیاس کیا ہے۔ کیوں کہ دونوں حکمی نجاست ہیں اور ابن ابی شیبہ نے شععی سے روایت کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈال دیتے حالانکہ وہ جنبی ہوتے، یہ اسی حالت میں کہ ان کے ہاتھوں پر ظاہر میں کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ یہ محض اظہار جواز ہے ورنہ بہتر یہی ہے کہ پہلے ہاتھوں کو الگ دھولیا جائے۔

۲۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ. [راجع: ۲۵۰] [مسلم: ۷۳۱]

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے افح بن حمید نے بیان کیا قاسم سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں اس طرح غسل کرتے تھے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔

تشریح: یعنی کبھی میرا ہاتھ اور کبھی آپ کا ہاتھ کبھی دونوں ہاتھ مل بھی جاتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

۲۶۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ. [راجع: ۲۴۸] [ابوداؤد: ۲۴۲]

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے۔

تشریح: اس حدیث کے لانے سے غرض یہ ہے کہ جب ہاتھ پر نجاست کا شبہ ہو تو ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالنا چاہیے اور اگر کوئی شبہ نہ ہو تو بغیر دھوئے بھی

جائز ہے۔

۲۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصِ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَوَاحِدٍ مِنْ جَنَابِيهِ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. إِنْسَانِي: ۲۳۱، ۴۱۰

(۲۶۳) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابو بکر بن حفص کے واسطے سے بیان کیا، وہ عروہ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ میں اور نبی کریم ﷺ (دونوں مل کر) ایک ہی برتن میں غسل جنابت کرتے تھے۔ اور شعبہ نے عبدالرحمن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکر) سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

۲۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَوَاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ: مِنَ الْجَنَابَةِ. حَشَوِيح: حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسماعیل نے وہب کی روایت کو نکالا ہے۔ لیکن اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ تعلق نہیں ہے کیونکہ مسلم بن ابراہیم تو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور وہب نے بھی جب وفات پائی تو امام بخاری رحمہ اللہ کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ کیا تعجب ہے کہ آپ کو ان سے سماعت حاصل ہو۔

(۲۶۳) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے عبداللہ بن عبداللہ بن جبر سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی کوئی زوجہ مطہرہ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ اس حدیث میں مسلم بن ابراہیم اور وہب بن جریر کی روایت میں شعبہ سے من الجنابة کا لفظ (زیادہ) ہے۔ (یعنی یہ جنابت کا غسل ہوتا تھا)۔

باب من أفرغ بيمينه على شماله في الغسل

باب: اس شخص سے متعلق جس نے غسل میں اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گرایا

۲۶۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصِ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ غَسْلًا وَسَتْرَتُهُ فَصَبَّ عَلَيَّ يَدَهُ فغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذْكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لَا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرَجَهُ ثُمَّ ذَلِكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضَّمَصَّ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَّى فَغَسَلَ

(۲۶۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ کریم سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے (غسل کا) پانی رکھا اور پردہ کر دیا۔ آپ نے (پہلے غسل میں) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے ایک یا دو بار دھویا۔ سلیمان کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں راوی (سالم بن ابی الجعد) نے تیسری بار کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا۔ اور شرمگاہ دھوئی، پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر یاد یوار پر رگڑا۔ پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کو دھویا۔ پھر سارے بدن پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف سر کر دو دنوں پاؤں دھوئے۔ بعد میں میں نے

قَدَمَيْهِ فَنَاولَتْهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَلَمْ
يُرْذَهَا. [راجع: ۲۴۹]

تشریح: امام احمد رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا۔ آداب غسل سے ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر پہلے خوب اچھی طرح سے استنجا کر لیا جائے۔ ترجمہ باب حدیث سے ظاہر ہے۔

بَابُ تَفْرِيقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ

باب: اس بیان میں کہ غسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا بھی جائز ہے

وَيَذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا
جَفَّ وَضُوءُهُ.

تشریح: اس اثر کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب الام میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بازار میں وضو کیا۔ پھر ایک جنازے میں بلائے گئے تو وہاں آپ نے موزوں پر مسح کیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔ حافظ نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مشابہ یہ ہے کہ غسل اور وضو میں ممولات واجب نہیں ہے۔

۲۶۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْبُوبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ
ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ
لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَعَ عَلَى
يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ
أَفْرَعَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ ثُمَّ
دَلَّكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ تَمَضَّمَصَّ وَاسْتَشَشَقَ
ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا
ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ
فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

تشریح: یہاں سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکالا ہے کہ ممولات واجب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سارا وضو کر لیا۔ مگر پاؤں نہیں دھوئے۔ یہاں تک کہ آپ غسل سے فارغ ہوئے، پھر آپ نے پیر دھوئے۔ ممولات سے مراد وضو کے سارے اعضا کو ایک ساتھ دھونا۔

بَابُ: إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ
دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

باب: جس نے جماع کیا اور پھر دوبارہ کیا اور جس
نے اپنی کئی بیویوں سے ہم بستر ہو کر ایک ہی غسل

کیا اس کا بیان

۲۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُتَشِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَيَطُوفُ عَلَيَّ نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضِخُ طَبِيًّا. [طرفه في: ۲۷۰] [مسلم: ۲۸۴۲، ۲۸۴۳، ۲۸۴۴؛ نسائي: ۴۱۵، ۴۲۹]

(۲۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے ابن ابی عدی اور یحییٰ بن سعید نے شعبہ سے، وہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، وہ اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپ اپنی تمام ازواج (مطہرات) کے پاس تشریف لے گئے اور صبح کو احرام اس حالت میں باندھا کہ خوشبو سے بدن مہک رہا تھا۔

تشریح: حدیث سے ترجمہ الباب یوں ثابت ہوا کہ اگر آپ ہریوی کے پاس جا کر غسل فرماتے تو آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا نشان باقی نہ رہتا۔ جمہور کے نزدیک احرام سے پہلے اس قدر خوشبو لگانا کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہے جائز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جائز نہیں جانتے تھے۔ اسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اصلاح کے لئے ایسا فرمایا، ابو عبد الرحمن ان کی کنیت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما پر ہی ہے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔

۲۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهِنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنْسٍ: أَوْ كَانَ يُطِيقُهُ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ. وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: إِنَّا نَتَحَدَّثُ إِنَّ أَنْسًا حَدَّثَهُمْ: تِسْعَ نِسْوَةٍ. [اطرافه في: ۲۸۴، ۵۰۶۸، ۵۲۱۵]

(۲۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے واسطے سے، کہا ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں۔ (نومسکوٰۃ اور ولونڈیاں) راوی نے کہا، میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت دی گئی ہے اور سعید نے کہا قتادہ کے واسطے سے کہ ہم کہتے تھے کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے نو (۹) ازواج کا ذکر کیا۔

تشریح: جس جگہ راوی نے نو بیویوں کا ذکر کیا ہے، وہاں آپ کی نو ازواج مطہرات ہی مراد ہیں اور جہاں گیارہ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ماریہ اور ریحانہ جو آپ کی لوہریاں تھیں، ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قال ابن خزيمة: لم يقل احد من اصحاب قتادة احدى عشرة الا معاذ بن هشام وقد روى البخارى الرواية الاخرى عن انس تسع نسوة وجمع بينهما بان ازواجه كن تسعا في هذا الوقت كما في رواية سعيد وسريته مارية وريحانة.“

حدیث کے لفظ ”فی الساعة الواحدة“ سے ترجمہ الباب ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے ایک ہی ساعت میں جملہ بیویوں سے ملاپ فرما کر آخر میں ایک ہی غسل فرمایا۔

قوت مردانگی جس کا ذکر روایت میں کیا گیا ہے یہ کوئی عیب نہیں ہے بلکہ نامردی کو عیب شمار کیا جاتا ہے۔ فی الواقع آپ میں قوت مردانگی اس سے بھی زیادہ تھی۔ باوجود اس کے آپ نے عین عالم شباب میں صرف ایک مہر بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرمایا۔ جو آپ کے کمال ضبط کی ایک بین دلیل ہے۔ ہاں مدنی زندگی میں کچھ ایسے ملکی و سیاسی و اخلاقی و سماجی مصالحوں تھے جن کی بنا پر آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد نو تک پہنچ گئی۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے کہ ان کے مذہبی اکابر کے گھروں میں سو، سو بلکہ ہزار تک عورتیں کتب تواریخ میں لکھی ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

باب: اس بارے میں کہ مذی کا دھونا اور اس کی وجہ

سے وضو کرنا ضروری ہے

(۲۶۹) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے ابو حصین کے واسطے سے، انہوں نے ابو عبد الرحمن سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ مجھے مذی بکثرت آتی تھی، چونکہ میرے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) تھیں۔ اس لئے میں نے ایک شخص (مقداد بن اسود اپنے شاگرد) سے کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق مسئلہ معلوم کریں۔ انہوں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”وضو کر اور شرمگاہ کو دھو (یہی کافی ہے)۔“

باب: اس بارے میں کہ جس نے خوشبو لگائی پھر

غسل کیا اور خوشبو کا اثر ابھی باقی رہا

(۲۷۰) ہم سے ابو العمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، وہ اپنے والد سے، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا ذکر کیا کہ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔

تشریح: حدیث سے ترجمہ باب اس طرح ثابت ہوا کہ غسل کے بعد بھی آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا اثر باقی رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہم بستی کے وقت میاں بیوی کے لئے خوشبو استعمال کرنا سنت ہے، جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے (فتح الباری) باقی تفصیل حدیث نمبر ۲۶۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۷۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا

بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوَضُوءِ

مِنْهُ

۲۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ لِمَكَانِ ابْتِنِهِ فَسَأَلَ فَقَالَ: ((تَوَضَّأَ وَغَسَلَ ذَكَرَكَ)). [راجع: ۱۳۲]

[نسائی: ۱۵۲]

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ

وَبَقِيَ أَثَرُ الطَّيِّبِ

۲۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أَحِبُّ أَنْ أَصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طَيِّبًا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَنَا طَيِّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا. [راجع: ۲۶۷]

شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْضِ الطَّيْبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرَمٌ. [أطرافه في: ١٥٣٨، ٥٩١٨، ٥٩٢٣] ہیں۔

[مسلم: ٢٨٣٧؛ نسائي: ٢٦٩٦]

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے، تفصیلی واقعہ وہی ہے جو اوپر گزرا، باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کا غسل ضرور کیا ہوگا۔ اسی سے خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہوا۔

بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرَوَى بَشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

باب: بالوں کا خلال کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہوگئی تو اس پر پانی بہا دینا (جائز ہے)

٢٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَخَلَّلَ بِيَدِهِ شَعْرَهُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرَوَى بَشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ. [راجع: ٢٤٨] [نسائي: ٤١٨]

(٢٧٢) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کی طرح وضو کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے اپنے بالوں کا خلال کرتے اور جب یقین کر لیتے کہ جسم تر ہو گیا ہے۔ تو تین مرتبہ اس پر پانی بہاتے، پھر تمام بدن کا غسل کرتے۔

٢٧٣- وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَعْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا. [راجع: ٢٥٠] [نسائي: ٢٣٢، ٤٠٩]

(٢٧٣) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ ہم دونوں اس سے چلو بھر کر پانی لیتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنابت کے غسل میں انگلیاں بھگو کر بالوں کی جڑوں میں خلال کرے، جب یقین ہو جائے کہ سر اوڑھا رہی کے بال اور اندر کا چمڑا بھیگ گئے ہیں، تب بالوں پر پانی بہائے یہ خلال بھی آداب غسل سے ہے۔ جو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک واجب اور جمہور کے نزدیک صرف سنت ہے۔

بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعِدْ

باب: اس کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر اپنے تمام بدن کو دھویا، لیکن وضو کے

اعضا کو دوبارہ نہیں دھویا

غَسَلَ مَوَاضِعَ الْوُضُوءِ مِنْهُ
مَرَّةً أُخْرَى

(۲۷۴) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عَمَش نے بیان کیا، انہوں نے سالم کے واسطے سے، انہوں نے کریم مولیٰ ابن عباس سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا پھر آپ نے پہلے دو یا تین مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر یاد یوار پر دو یا تین بار گرزا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی جگہ سے سرک کر پاؤں دھوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ایک کپڑا لائی تو آپ نے اسے نہیں لیا اور ہاتھوں ہی سے پانی جھاڑنے لگے۔

۲۷۴- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضُوءَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ الْحَائِطِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّمَصَ وَاسْتَنَشَقَّ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَنَحَّى فَعَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يَرُدَّهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ.

[راجع: ۲۷۹]

باب: جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے یاد آئے کہ مجھ کو نہانے کی حاجت ہے تو اسی طرح نکل جائے اور تیمم نہ کرے

بَابُ: إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ
أَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا
يَتِيمَمُ

(۲۷۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم کو یونس نے خبر دی زہری کے واسطے سے، وہ ابو سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور صفیں برابر ہو گئیں، لوگ کھڑے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے ہماری طرف تشریف لائے، جب آپ مصلے پر کھڑے ہو چکے تو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں۔ پس آپ نے ہم سے فرمایا کہ ”اپنی جگہ کھڑے رہو۔“ اور آپ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے غسل کیا اور واپس ہماری طرف تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور ہم نے

۲۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَامَ فِي مَصَلَاةٍ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا: ((مَكَانَكُمْ)) ثُمَّ رَجَعَ فَغَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ . [طرفاه فی: ۶۳۹ ، ۶۴۰] [مسلم: ۱۳۶۷؛ ابو داود: ۲۳۵]

آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ عثمان بن عمر سے اس روایت کی متابعت کی ہے عبدالاعلیٰ نے معمر سے اور وہ زہری سے۔ اور اوزاعی نے بھی زہری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: عبدالاعلیٰ کی روایت کو امام احمد نے نکالا ہے اور اوزاعی کی روایت کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الاذان میں ذکر فرمایا ہے۔

بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

باب: اس بارے میں کہ غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑ لینا (سنت نبوی ہے)

۲۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنِ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِمِيمِنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضْرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ. [راجع: ۲۴۹]

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہاں ہم سے ابو حمزہ (محمد بن میمون) نے، کہا میں نے اعمش سے سنا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کرب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے کہا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا اور ایک کپڑے سے پردہ کر دیا۔ پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں پانی لیا اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر مارا اور دھویا۔ پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور بازو دھوئے۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ اس کے بعد آپ مقام غسل سے ایک طرف ہو گئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو ایک کپڑا دینا چاہا۔ تو آپ نے اسے نہیں لیا اور آپ ہاتھوں سے پانی جھاڑنے لگے۔

تشریح: باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے، معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ وضو اور غسل میں بدن کپڑے سے نہ پونجے۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

باب: اس شخص کے متعلق جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل کیا

۲۷۷۔ حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ صَفِيَّةِ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا إِذَا أَهْبَابٌ إِحْدَانَا جَنَابَةً أَحَدَتْ يَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدَيْهَا عَلَى شِقِّهَا

ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے حسن بن مسلم سے روایت کر کے، وہ صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہم ازواج (مطہرات) میں سے کسی کو اگر جنابت لاحق ہوتی تو وہ ہاتھوں میں پانی لے کر سر پر تین مرتبہ ڈالتیں۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے داہنے حصے کا

الْأَيْمَنَ وَيَبِيدَهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا الْأَيْسَرَ. غسل کرتیں اور دوسرے ہاتھ سے بائیں حصے کا غسل کرتیں۔

[ابوداؤد: ۲۵۳]

تشریح: پہلا چلو دائیں جانب پر دوسرا چلو بائیں جانب پر تیسرا چلو سر کے پچوں بیچ جیسا کہ باب من بدأ بالحلاب او الطيب مس بیان ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ بعض کے نزدیک ترجمہ باب جملہ نم تاخذ بیدھا علی شقیھا الايمن سے نکلتا ہے۔ کہ اس میں ضمیر سر کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی پھر سر کے دائیں طرف پر ہاتھ سے پانی ڈالتیں اور سر کے بائیں طرف پر دوسرے ہاتھ سے کرنانی نے کہا کہ باب کا ترجمہ اس سے نکل آیا کیونکہ بدن میں سر سے لے کر قدم تک داخل ہے۔

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کیا اور جس نے کپڑا باندھ کر غسل کیا اور کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے

بَابُ مَنْ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحَدَهُ فِي الْخُلُوةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسْتُرُ أَفْضَلُ

وَقَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ)). اور بہز بن حکیم نے اپنے والد سے، انہوں نے بہز کے دادا (معاویہ بن حیدر) سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔“

تشریح: اس کو امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کون شرمگاہوں پر تصرف کریں اور کون سے پچیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”صرف تمہاری بیوی اور لونڈی تمہارے لئے حلال ہے۔“ میں نے کہا حضور جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہوتا تو ننگا غسل کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ ابن ابی لیلیٰ نے اکیلے بھی ننگا نہانا ناجائز کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ یہ جائز ہے مگر ستر ڈھانپ کر نہانا افضل ہے۔ حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کا نہانا مذکور ہے۔ ”اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔“

۲۷۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى ﷺ يَغْتَسِلُ وَحَدَهُ فَقَالُوا: وَاللَّهِ! مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَجَمَحَ مُوسَى فِي إِبْرِهِ يَقُولُ: ثَوْبِي يَا حَجَرُ! ثَوْبِي يَا حَجَرُ! حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى تَبْزِي سِيءَةً يَوْمَئِذٍ. اے پھر! میرا کپڑا دے۔ اے

پتھر! میرا کپڑا دے۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری نہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔“ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشان باقی ہیں۔

قَالُوا: وَاللَّهِ مَا يَمُوسَىٰ مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا)) فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاللَّهِ إِنَّهُ لَتَدَبَّ بِالْحَجَرِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ.

[طرفاہ فی: ۳۴۰۴، ۴۷۹۹] [مسلم: ۶۱۴۶]

(۲۷۹) اور اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ”(ایک بار) ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے۔ اتنے میں ان کے رب نے انہیں پکارا: اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا، جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم! لیکن تیری برکت سے میرے لئے بے نیازی کیونکر ممکن ہے۔“ اور اس حدیث کو ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے، وہ صفوان سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے اس طرح نقل کرتے ہیں ”جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر غسل کر رہے تھے۔“ (آخربک)

۲۷۹- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَبِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَعْنَيْتَكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَىٰ! وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَىٰ لِي عَنْ بَرِّكَتِكَ)). وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَىٰ بْنِ عَقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا)).

[طرفاہ فی: ۳۳۹۱، ۷۴۹۳]

تشریح: ابراہیم بن طہمان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں سنا تو یہ تعلق ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو نسائی اور اسماعیلی نے وصل کیا ہے۔

بَاب: اس بیان میں کہ لوگوں میں نہاتے وقت پردہ

کرنا ضروری ہے

بَابُ التَّسْتُرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

(۲۸۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے روایت کی، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے عمر بن عبداللہ کے مولیٰ ابونضر سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ابومرہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب کو یہ کہتے سنا کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ غسل فرما رہے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر رکھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: ”یہ کون ہیں؟“ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں۔

۲۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَىٰ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَىٰ أُمِّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: دَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ)). فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيَةَ.

[طرفاہ فی: ۳۵۷، ۳۱۷۱، ۶۱۵۸] [مسلم: ۱۶۶۹]

ترمذی: ۴۷۴، ۲۷۳۴؛ ابن ماجہ: ۴۶۵]

۲۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: سَتَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَعَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِمِيمِنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَعَسَلَ فَرَجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوْ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوئَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحَّى فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ. تَابِعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ فَضِيلٍ فِي السُّنَنِ.

(۲۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، وہ سالم بن ابی الجعد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا جب نبی کریم ﷺ غسل جنابت فرما رہے تھے میں نے آپ کا پردہ کیا تھا۔ تو آپ نے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی بہایا اور شرم گاہ دھوئی اور جو کچھ اس میں لگ گیا تھا اسے دھویا پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑ کر (دھویا) پھر نماز کی طرح وضو کیا۔ پاؤں کے علاوہ۔ پھر پانی اپنے سارے بدن پر بہایا اور اس جگہ سے ہٹ کر دونوں قدموں کو دھویا۔ اس حدیث میں ابو عوانہ اور محمد بن فضیل نے بھی پردے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح: ابو عوانہ کی روایت اس سے پہلے خود امام بخاری رحمہ اللہ ذکر فرما چکے ہیں اور محمد بن فضیل کی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں نکالا ہے۔ ابو عوانہ کی روایت کے لئے حدیث نمبر ۲۶۰ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

باب: اس بیان میں کہ جب عورت کو احتلام ہو تو

بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

اس پر بھی غسل واجب ہے

۲۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتْ أُمَّ سَلِيمٍ امْرَأَةَ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْبِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ)).

(۲۸۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت پر بھی جب کہ اسے احتلام ہو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں اگر (اپنی منی کا) پانی دیکھے (تو اسے بھی غسل کرنا ہوگا)۔“

[راجع: ۱۳۰]

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی مرد کا سا حکم ہے کہ جائے پر منی کی تری اگر کپڑے یا جسم پر دیکھے تو ضرور غسل کرے تری نہ پائے تو غسل واجب نہیں۔

باب: اس بیان میں کہ جنبی کا پسینہ اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا

بَابُ عَرَقِ الْجُنْبِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ

۲۸۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنْبٌ فَأَتَتْجَسَتْ مِنْهُ فَدَهَبَتْ فَأَغْتَسَلَتْ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: كُنْتُ جُنْبًا فَكْرَهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ قَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ)). [اطرافه في: ۲۸۵] [مسلم: ۷۲۴؛

(۲۸۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے حمید طویل نے، کہا ہم سے بکر بن عبد اللہ نے اور ارفع کے واسطے سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مدینہ کے کسی راستے پر نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پیچھے رہ کر لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا۔ اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر غسل کے بیٹھنا برا جانا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سبحان اللہ! مومن ہرگز نجس نہیں ہو سکتا۔“

ابوداؤد: ۲۳۱؛ نسائی: ۲۶۹؛ ابن ماجہ: ۵۳۴]

تشریح: یعنی نجس نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ بیٹھا بھی نہ جا سکے۔ اس کی نجاست عارضی ہے جو غسل سے ختم ہو جاتی ہے، امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ جنبی کا پسینہ بھی پاک ہے کیونکہ جب بدن پاک ہے تو بدن سے نکلنے والا پسینہ بھی پاک ہوگا۔

باب: اس تفصیل میں کہ جنبی گھر سے باہر نکل سکتا اور بازار وغیرہ جا سکتا ہے

بَابُ الْجُنْبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

اور عطاء نے کہا کہ جنبی پچھنا لگوا سکتا ہے، ناخن ترشوا سکتا ہے اور سر منڈوا سکتا ہے۔ اگر چہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَخْتَجِمُ الْجُنْبُ وَيَقْلَمُ أَظْفَارَهُ وَيَخْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ.

(۲۸۴) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، انہوں نے قادمہ سے، کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنی تہام ازواج کے پاس ایک ہی رات میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔

۲۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَّاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ. [راجع: ۲۶۸]

[نسائی: ۲۶۳، ۳۱۹۸]

تشریح: اس نے جنبی کا گھر سے باہر نکلنا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ایک بی بی سے صحبت کر کے گھر سے باہر دوسری بیوی کے گھر تشریف لے جاتے۔

۲۸۵) ہم سے عیاش نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے بکر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ اس وقت میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں آہستہ سے اپنے گھر آیا اور غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ابھی بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے۔“ میں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! مومن تو نجس نہیں ہوتا۔“

۲۸۵۔ حَدَّثَنَا عِيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقِينِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا جُنْبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَاَنْسَلْتُ فَاتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) فَقُلْتُ لَهُ: فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنْ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ)). [راجع: ۲۸۳]

تشریح: اس حدیث کی اور باب کی مطابقت بھی ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں راہ چلتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

باب: غسل سے پہلے جنبی کا گھر میں ٹھہرنا جب کہ وضو کر لے (جائز ہے)

بَابُ كَيْفُونَةِ الْجُنْبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

۲۸۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام اور شیبان نے، وہ یحییٰ سے، وہ ابوسلمہ سے، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں گھر میں سوتے تھے؟ کہا ہاں لیکن وضو کر لیتے تھے۔

۲۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَى [بْنِ أَبِي كَثِيرٍ] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنْبٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ.

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتیا تصویر یا جنبی ہو تو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر بتلایا کہ وہاں جنبی سے وہ مراد ہے جو وضو بھی نہ کرے اور جنابت کی حالت میں بے پرواہ نہ کر یوں ہی گھر میں پڑا رہے۔

باب: بغیر غسل کے جنبی کا سونا جائز ہے

بَابُ نَوْمِ الْجُنْبِ

۲۸۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ فرمایا: ”ہاں وضو کر کے جنابت کی حالت میں بھی سو سکتے ہو۔“

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيْرُقَدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنْبٌ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنْبٌ)). [طرفاء فی: ۲۸۹، ۲۹۰]

باب: اس بارے میں کہ جنبی پہلے وضو کر لے پھر

بَابُ الْجُنْبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

سوئے

۲۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنْبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ

لِلصَّلَاةِ. [راجع: ۲۸۶]

۲۸۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اسْتَمْتَنِي عُمَرُ النَّبِيُّ ﷺ أَيْنَامَ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنْبٌ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ)).

۲۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ تَصَبَّأَ الْجَنَابَةَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمَ)). [راجع: ۲۸۷] [مسلم: ۷۰۴؛ ابوداؤد: ۲۲۱؛ نسائی: ۲۲۰]

تشریح: ان جملہ احادیث کا یہی مقصد ہے کہ جنسی وضو کر کے گھر میں سوکتا ہے۔ پھر نماز کے واسطے غسل کر لے۔ کیونکہ غسل جنابت کے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔ مریض وغیرہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ إِذَا التَّقَى الْخِتَانَانَ

بَابُ: اس بارے میں کہ جب دونوں ختان ایک

دوسرے سے مل جائیں تو غسل جنابت واجب ہے

۲۹۱۔ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَّدهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)).

(۲۹۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا (دوسری سند سے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، وہ ہشام سے، وہ قتادہ سے، وہ امام حسن بصری سے، وہ ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب مرد عورت کے چہرا زانوں میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش

تَابَعَهُ عَمْرُو [بْنُ مَرْزُوقٍ] عَنْ شُعْبَةَ [مِثْلَهُ] وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا أَحْوَدٌ وَأَوْكَدٌ وَإِنَّمَا بَيْنَا الْحَدِيثَ الْآخَرَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ أَحْوَطُ. [مسلم: ۷۸۳؛ نسائی: ۱۹۱؛ ابن ماجہ: ۶۱۰]

کی تو غسل واجب ہو گیا۔“ اس حدیث کی متابعت عمرو نے شعبہ کے واسطہ سے کی ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا۔ اسی حدیث کی طرح۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث میں عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے دوسری حدیث (عثمان اور ابن ابی کعب کی) صحابہ کے اختلاف کے پیش نظر بیان کی اور غسل میں احتیاط زیادہ ہے۔

تشریح: قال النووي: "معنى الحديث ان ايجاب الغسل لا يتوقف على الانزال بل متى غابت الحشفة فى الفرج وجب الغسل عليهما ولا خلاف فيه اليوم۔"

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غسل کا کرنا انزال منی پر متوقف نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی دخول ہو گیا دونوں پر غسل واجب ہو چکا ہے۔ اور اب اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہ طریقہ مناسب نہیں: فقہی مسالک میں کوئی مسلک اگر کسی جزئی میں کسی حدیث سے مطابق ہو جائے تو قابل قبول ہے۔ کیونکہ اصل معمول بہ قرآن و حدیث ہے۔ اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اذا صح الحديث فهو مذهبي۔" جو بھی صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے یہاں تک درست اور قابل تحسین ہے۔ مگر دیکھا یہ جارہا ہے کہ مقلدین اپنے مذہب کو کسی حدیث کے مطابق پاتے ہیں تو اپنے مسلک کو مقدم ظاہر کرتے ہوئے حدیث کو مؤخر کرتے ہیں اور اپنے مسلک کی صحت و اولویت پر اس طرح خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ گویا اولین مقام ان کے مزعومہ مسلک کا ہے اور احادیث کا مقام ان کے بعد ہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق کے لئے موجودہ تراجم احادیث خاص طور پر تراجم بخاری کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جو آج کل ہمارے برادران احناف کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔

قرآن و حدیث کی عظمت کے پیش نظر یہ طریقہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ تسلیم کئے بغیر کسی بھی منصف مزاج کو چارہ نہیں کہ ہمارے مزوجہ مسالک بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ جن کا قرون راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پورے چار سو سال تک مسلمان صرف مسلمان تھے۔ تقلیدی مذاہب چار صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی حقیقت یہی ہے۔ امت کے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ ان فقہی مسالک کو علیحدہ علیحدہ دین اور شریعت کا مقام دے دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ افتراق و انتشار پیدا ہوا کہ اسلام مختلف پارٹیوں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا اور وحدت ملی ختم ہو گئی۔ اور آج تک یہی حال ہے۔ جس پر جس قدر فحشوں کیا جائے کم ہے۔ دعوت الہدیث کا خلاصہ یہی ہے کہ اس انتشار کو ختم کر کے مسلمانوں کو صرف اسلام کے نام پر جمع کیا جائے، امید قوی ہے کہ ضرور یہ دعوت اپنا رنگ لائے گی۔ اور لارہی ہے کہ اکثر روشن دماغ مسلمان ان خود ساختہ پابندیوں کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں۔

بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ

باب: اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے ضروری ہے

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلَّمِ قَالَ يَحْيَى: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَّارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ

(۲۹۲) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن ذکوان معلم کے واسطہ سے، ان کو یحییٰ نے کہا مجھ کو ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی،

ان کو عطا بن یسار نے خبر دی، انہیں زید بن خالد جہنی نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا لیکن انزال نہیں ہوا تو وہ کیا کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کر لے اور ذکر کو دھولے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے۔ میں نے اس کے متعلق علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ یحییٰ نے کہا اور ابو سلمہ نے مجھے بتایا کہ انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

ابن خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ وَقَالَ عُمَانُ: يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْتَسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَبِي بَنٍ كَعْبٍ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ، [قَالَ يَحْيَى:] وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۱۷۹]

تشریح: حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

(۲۹۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے، کہا مجھے خبر دی میرے والد نے، کہا مجھے خبر دی ابو ایوب نے، کہا مجھے خبر دی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ”عورت سے جو کچھ اسے لگ گیا اسے دھولے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔“ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا غسل میں زیادہ احتیاط ہے اور یہ آخری احادیث ہم نے اس لئے بیان کر دیں (تاکہ معلوم ہو جائے کہ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور پانی (سے غسل کر لینا ہی) زیادہ پاک کرنے والا ہے۔

۲۹۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي بَنٍ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يَنْزِلْ قَالَ: ((يَغْتَسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي)). قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ الْآخِرُ وَإِنَّمَا بَيْنَا لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ أَنْقَى.

[مسلم: ۷۸۰] ہے۔

تشریح: یعنی غسل کر لینا بہر صورت بہتر ہے۔ اور بالفرض واجب نہ بھی ہو تو یہی فائدہ کیا کم ہے کہ اس سے بدن کی صفائی ہوجاتی ہے۔ مگر جمہور کا یہی فتویٰ ہے کہ عورت مرد کے سلاپ سے غسل واجب ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ ترجمہ باب یہاں سے لکھتا ہے کہ دخول کی وجہ سے ذکر میں عورت کی فرج سے جو تری لگ گئی ہو اسے دھونے کا حکم دیا۔

”قال ابن حجر في الفتح: وقد ذهب الجمهور الى ان حديث الاكتفاء بالوضوء منسوخ وروى ابن ابي شيبة وغيره عن ابن عباس انه حمل حديث الماء من الماء على صورة مخصوصة ما يقع في المنام من رؤية الجماع وهي تاويل يجمع بين الحديثين بلا تعارض.“

یعنی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ احادیث جن میں وضو کو کافی کہا گیا ہے یہ منسوخ ہیں۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حدیث الماء من الماء خواب سے متعلق ہے۔ جس میں جماع دیکھا گیا ہو، اس میں انزال نہ ہو تو وضو کافی ہوگا۔ اس طرح دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی تعارض نہیں باقی رہتا۔

لفظ جنابت کی لغوی تحقیق سے متعلق حضرت نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”و جنب در مصفی گفته ماده جنب دلالت بر بعد میکند و چون در مواضع بعیدہ و مستورہ می شود..... الخ۔“ یعنی لفظ جنب کے متعلق مصفی شرح مؤطا میں کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا مادہ دور ہونے پر دلالت کرتا ہے جماع بھی پوشیدہ اور لوگوں سے دور جگہ پر کیا جاتا ہے، اس لئے اس شخص کو جنبی کہا گیا، اور جب کو جماع پر بولا گیا۔ بقول ایک جماعت: جنبی تا غسل عبادت سے دور ہو جاتا ہے اس لئے اسے جب کہا گیا۔ غسل جنابت شریعت ابراہیمی میں ایک سنت قدیمہ ہے جسے اسلام میں فرض اور واجب قرار دیا گیا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا، پچھنا لگوا کر غسل کرنا، میت کو نہلا کر غسل کرنا مسنون ہے۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم) جو شخص اسلام قبول کرے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے غسل کرے پھر مسلمان ہو۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد: اول/ص: ۱۷۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحیض

حیض کے مسائل

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں: ”اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے۔ سو تم عورتوں سے حیض کی حالت میں الگ رہو۔ اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو جائیں۔ (یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو) پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے (یعنی قبل میں جماع کرو و بر میں نہیں) بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزگی (صفائی و ستھرائی) حاصل کرنے والوں کو۔“

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذٰى فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾. [البقرة: ۲۲۲]

باب: اس بیان میں کہ حیض کی ابتدا کس طرح ہوئی

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں آیا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث تمام عورتوں کو شامل ہے۔

باب: كَيْفَ كَانَ بَدَءُ الْحَيْضِ

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَذَا شَيْءٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ)). وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِي اِسْرَائِيْلَ، قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَحَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ اَكْثَرُ.

تشریح: یعنی ”آدم کی بیٹیوں“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بھی عورتوں کو حیض آتا تھا۔ اس لئے حیض کی ابتدا کے متعلق یہ کہنا کہ بنی اسرائیل سے اس کی ابتدا ہوئی صحیح نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث یہاں بیان کی ہے۔ اس کو خود انہوں نے اسی لفظ سے آگے ایک باب میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ وقال بعضهم سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ ان کے اثروں کو عبد الرزاق نے نکالا ہے، عجیب نہیں کہ ان دونوں نے یہ حکایت بنی اسرائیل سے لے کر بیان کی ہو۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کے حال میں ہے کہ فضحکت جس سے مراد بعض نے لیا ہے کہ ان کو حیض آ گیا اور ظاہر ہے کہ سارہ بنی اسرائیل سے پہلے تھیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل پر یہ بطور عذاب دائمی بھیجا گیا ہو۔

۲۹۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْقَاسِمِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يَقُولُ: (۲۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا میں نے عبد الرحمن بن قاسم سے سنا، کہا میں نے قاسم سے سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ آپ فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے

نظر۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی اور اس رنج میں رونے لگی کہ رسول ﷺ تشریف لائے، آپ نے پوچھا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا حائضہ ہو گئی ہو؟“ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ ”یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج کے لئے افعال پورے کر لو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (سرف ایک مقام مکہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے)۔

[اطرافہ فی: ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸،

۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱،

۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰،

۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲،

۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۹۵،

۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹،

۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹] [مسلم: ۲۹۱۸؛

نسائی: ۲۸۹، ۳۴۷، ۲۷۴۰؛ ابن ماجہ: ۲۹۶۳]

باب: بیوی کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھی کرنا جائز ہے

بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ

(۲۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ہمیں خبر دی مالک نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھی۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ:

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ

أَيِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَرْجُلُ رَأْسَ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ. [اطرافہ فی: ۲۹۶،

۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵]

[مسلم: ۶۸۷، ۶۸۸؛ نسائی: ۲۷۶، ۳۸۷]

(۲۹۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے عروہ کے واسطے سے بتایا کہ ان سے سوال کیا گیا، کیا حائضہ بیوی میری خدمت کر سکتی ہے، یا ناپاکی کی حالت میں عورت

۲۹۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ:

أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ،

أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ

عُرْوَةَ، أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُو

مجھ سے نزدیک ہو سکتی ہے؟ عروہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح کی عورتیں میری بھی خدمت کرتی ہیں اور اس میں کسی کے لئے بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول کریم ﷺ کو حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں معتكف ہوتے۔ آپ اپنا سر مبارک قریب کر دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ ہی سے کنگھی کر دیتیں، حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں۔

مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ: كُلُّ ذَلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ، وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمُنِي، وَلَيْسَ عَلَيَّ أَحَدٌ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تَرَجُلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَنِينٌ مُجَاوِزٌ فِي الْمَسْجِدِ، يُذْنِبِي لَهَا رَأْسُهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، فَتُرْجَلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

[راجع: ۲۹۵]

تشریح: باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ ادیان سابقہ میں عورت کو ایام حیض میں بالکل علیحدہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان کی قیود کو ہٹا دیا۔

باب: اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کی گود میں

بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حَجْرٍ

حائضہ ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا جائز ہے

أَمْرَاتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

ابو وائل اپنی خادمہ کو حیض کی حالت میں ابورزین کے پاس بھیجتے تھے اور وہ ان کے یہاں سے قرآن مجید جزدان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی۔

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ، فَتَأْتِيهِ بِالْمُضْحَفِ فْتَمْسِكُهُ بِعَلَاقَتِهِ.

تشریح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔

(۲۹۷) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے زہیر سے سنا، انہوں نے منصور بن صفیہ سے کہ ان کی ماں نے ان سے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔

۲۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دَكَيْنٍ: سَمِعَ زُهَيْرًا، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، أَنَّ أُمَّهُ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَكِيءُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَفْرَأُ الْقُرْآنَ [طرفه في: ۷۵۴۹] [مسلم: ۲۹۳]

نسائی: ۲۷۳، ۳۷۹؛ ابن ماجہ: ۶۳۴]

باب: اس شخص سے متعلق جس نے نفاس کا نام بھی

حیض رکھا

بَابُ مَنْ سَمِيَ النَّفَاسَ حَيْضًا

(۲۹۸) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے یحییٰ بن کثیر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ سے کہ زینب بنت ام سلمہ نے ان سے بیان کیا اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی

۲۹۸- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ،

کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی، اتنے میں مجھے حیض آ گیا، اس لئے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ”کیا تمہیں نفاس آ گیا ہے؟“ میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا، اور میں چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

حَدَّثَنَا أَنَّهُ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةً فِي حَمِيصَةٍ إِذْ حَضَّتْ، فَانْسَلَّتْ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي، فَقَالَ: ((أَفْسُتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْحَمِيصَةِ. [اطرافہ فی: ۳۲۲، ۳۲۳، ۱۹۲۹] [مسلم: ۶۸۳؛ نسائی: ۲۸۲،

[۳۶۹]

تشریح: نفاس کے مشہور معنی تو یہ ہیں کہ جو عورت کو زچگی میں آئے وہ نفاس ہے۔ مگر کبھی حیض کو بھی نفاس کہہ دیتے ہیں اور نفاس کو حیض، اس طرح نام بدل کر تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود یہاں حیض کے لئے نفاس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

باب: اس بارے میں کہ حائضہ کے ساتھ مباشرت کرنا (یعنی جماع کے علاوہ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز ہے)

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

(۲۹۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے منصور بن معمر کے واسطے سے، وہ ابراہیم ثعنی سے، وہ اسود سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ حالانکہ دونوں جنبی ہوتے۔

۲۹۹- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيَّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاجِدٍ، وَكِلَانَا جُنُبٍ. [راجع: ۲۵۰] [مسلم: ۶۸۸؛ ابوداؤد: ۷۷؛ نسائی: ۲۳۴،

[۴۱۱، ۲۳۵]

(۳۰۰) اور آپ مجھے حکم فرماتے، پس میں ازار باندھ لیتی، پھر آپ میرے ساتھ مباشرت کرتے، اس وقت میں حائضہ ہوتی۔

۳۰۰- وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتِرُ، فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ. [طرفہ فی: ۳۰۲، ۲۰۳۰] [ابوداؤد: ۲۶۸؛

ترمذی: ۱۳۲؛ نسائی: ۲۸۵؛ ابن ماجہ: ۶۳۶]

(۳۰۱) اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے۔ اس وقت آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں حیض کی حالت میں ہونے کے باوجود آپ کا سر مبارک دھو دیتی۔

۳۰۱- وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ۲۹۵] [مسلم: ۶۸۸؛ نسائی: ۲۷۴، ۳۸۵]

تشریح: بعض منکرین حدیث نے اس حدیث پر بھی استہزا کرتے ہوئے اسے قرآن کے خلاف بتلایا ہے۔ ان کے خیال ناپاک میں مباشرت کا لفظ جماع ہی پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مباشرت کے معنی بدن سے بدن لگانا اور بوس و کنار مراد ہے اور اسلام میں بلا تفاق حائضہ عورت کے ساتھ صرف جماع حرام ہے۔ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا، بوس و کنار بشرطاً معلومہ منع نہیں ہے۔ منکرین حدیث اپنے خیالات فاسدہ کے لئے محض

ہفت باطلہ سے کام لیتے ہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جس کو اپنی ثبوت پر قابو نہ ہو اسے مباشرت سے بھی بچنا چاہیے۔

۳۰۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ - هُوَ الشَّيْبَانِيُّ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا، فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبَاشِرَهَا أَمْرَهَا أَنْ تَتَزَرَّ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يَبَاشِرَهَا قَالَتْ: وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِزْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ إِزْبَهُ. تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. [راجع: ۳۰۰] [مسلم: ۶۸۰؛ ابوداؤد: ۲۷۳؛ ابن ماجہ: ۲۳۵]

۳۰۲) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے ہم سے ابواسحاق سلیمان بن فیروز شیبانی نے عبد الرحمن بن اسود کے واسطہ سے، وہ اپنے والد اسود بن یزید سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا ہم ازواج میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی، اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اگر مباشرت کا ارادہ کرتے آپ ازار باندھنے کا حکم دے دیتے باوجود حیض کی زیادتی کے۔ پھر بدن سے بدن ملاتے، آپ نے کہا تم میں ایسا کون ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرح اپنی ثبوت پر قابو رکھتا ہو۔ اس حدیث کی متابعت خالد اور جریر نے شیبانی کی روایت سے کی ہے۔

تشریح: یہاں بھی مباشرت سے ساتھ لیٹنا، بیٹھنا مراد ہے۔

۳۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ أَمْرَهَا فَاتَّزَرَّتْ وَهِيَ حَائِضٌ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. [مسلم: ۶۸۱؛ ابوداؤد: ۲۱۶۷]

۳۰۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسحاق شیبانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن شداد نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے کہا جب نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائضہ ہوتی، تو آپ کے حکم سے وہ پہلے ازار باندھ لیتیں۔ اور سفیان نے شیبانی سے اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح: ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مباشرت سے عورت کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا مراد ہے۔ منکرین حدیث کا یہاں جماع مراد لے کر ان احادیث کو قرآن کا معارض ٹھہرانا بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔

بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمِ

باب: اس بارے میں کہ حیض والی عورت روزے

چھوڑ دے (بعد میں قضا کرے)

۳۰۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ - هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ - عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ

۳۰۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے زید نے اور یہ زید اسلم کے بیٹے ہیں، انہوں نے عیاض بن عبد اللہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

سے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ”اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔“ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ ”تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔“ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ”کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟“ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے، نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔“ عورتوں نے کہا: ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔“

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَضْحَىٰ - أَوْ فِطْرٍ - إِلَى الْمَصْلَىٰ، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)). فَقُلْنَ: وَبِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبِ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ)). قُلْنَ: وَمَا نَقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟)). قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: ((فَلَيْكَ مِنْ نَقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاصَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ)). قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: ((فَلَيْكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا)). [اطرافہ فی:

۱۴۶۲، ۱۹۵۱، ۲۶۵۸] [مسلم: ۲۴۳؛ نسائی:

۱۵۷۵، ۱۵۷۸؛ ابن ماجہ: ۱۲۸۸]

تشریح: قسطنطینی نے کہا کہ لعنت کرنا اس پر جائز نہیں ہے جس کے خاتمہ کی خبر نہ ہو، البتہ جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اس پر لعنت جائز ہے۔ جیسے ابو جہل وغیرہ، اسی طرح بغیر نام لے ہوئے ظالموں اور کافروں پر بھی لعنت کرنی جائز ہے۔

باب: اس بارے میں کہ حائضہ بیت اللہ کے طواف

کے علاوہ حج کے باقی ارکان ادا کرے گی

ابراہیم نے کہا کہ آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو بھی (عید کے دن) باہر نکالیں۔ پس وہ مردوں کے ساتھ تکبیر کہتیں اور دعا کرتیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے ابو سفیان نے بیان کیا کہ ہر قل نے نبی کریم ﷺ کے گرامی نامہ کو طلب کیا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: ”شروع کرتا ہوں میں اللہ

بَابُ تَقْضِي الْحَائِضِ الْمَنَاسِكَ

كُلُّهَا إِلَّا الطَّوْفَ بِالْبَيْتِ

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْآيَةَ، وَلَمْ يَرِ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ، وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: كُنَّا نُوْمَرُ أَنْ نُخْرِجَ الْحَيْضَ فَيَكْبَرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ أَنَّ هِرْقَلًا دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“ اور ”اے کتاب والو! ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“ اللہ تعالیٰ کے قول مسلمانوں تک۔ عطاء نے جابر کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (حج میں) حیض آ گیا تو آپ نے تمام مناسک پورے کئے سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور آپ نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں۔ اور حکم نے کہا میں جنبی ہونے کے باوجود ذبح کرتا ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔“

تشریح: اس لئے حکم کی مراد بھی ذبح کرنے میں اللہ کے ذکر کو جنبی ہونے کی حالت میں کرنا ہے۔

الرَّحِيمِ. وَ (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا) الْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ (مُسْلِمُونَ) [آل عمران: ۶۴]. وَقَالَ عَطَاءٌ: عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَسَكَتَ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوْفِ بِالْبَيْتِ، وَلَا تَصَلِّيَ. وَقَالَ الْحَكَمُ: إِنِّي لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ. وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكَرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾. [الأنعام: ۱۲۱]

(۳۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمن بن قاسم سے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے اس طرح نکلے کہ ہماری زبانوں پر حج کے علاوہ اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ جب ہم مقام سرف پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ (اس غم سے) میں رو رہی تھی کہ نبی ﷺ تشریف لائے، آپ نے پوچھا: ”کیوں رو رہی ہو؟“ میں نے کہا: کاش! میں اس سال حج کا ارادہ ہی نہ کرتی۔ آپ نے فرمایا: ”شاید تمہیں حیض آ گیا ہے۔“ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اس لئے تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ طواف بیت اللہ کے علاوہ حاجیوں کی طرح تمام کام انجام دو۔“

۳۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا جِئْنَا سَرْفَ طَمَمْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكِ؟)) قُلْتُ: لَوِ دِدْتُ وَاللَّهِ أَنِّي لَمْ أَحِجَّ الْعَامَ. قَالَ: ((لَعَلَّكَ نَفْسَتْ)). قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنَّ ذَلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَأَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهَرِي)).

[راجع: ۲۹۴] [مسلم: ۲۹۱۸]

تشریح: سید الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کا مقدمہ بیان کرتا ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اعلم ان البخاری عقد بابا فی صحیحہ يدل علی انه قائل بجواز قراءة القرآن للجنب والحائضه“۔ (تحفة الاحوذی، ج: ۱ / ص: ۱۲۴)

امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں جنبی اور حائضہ کو قراءت قرآن سے روکا گیا ہو گواہی سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔ اور بعض کی متعدد روایتیں نے صحیح بھی کی ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ کوئی صحیح روایت اس سلسلہ میں نہیں ہے جیسا کہ صاحب ایضاح البخاری نے جزء ۱۱/ص: ۹۳ پر تحریر فرمایا ہے۔ درجہ حسن تک کی روایات تو موجود ہیں، البتہ ان تمام روایات کا قدر مشترک یہی ہے کہ جنبی کو قراءت قرآن کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے جنبی اور حائضہ کے لئے قراءت

قرآن کو جائز رکھا ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دور و اہل بیت ہیں۔ ایک میں جنہی اور حائضہ ہر دو کو قراءت کی اجازت ہے اور طبری ابن منذر اور بعض حضرات سے بھی یہ اجازت منقول ہے۔ حضرت مولانا مہار کپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تمسک البخاری ومن قال بالجواز كالطبري وابن المنذر وداود بعموم حديث ((كان يذکر الله علی کل احیانه))

لان الذکر اعم ان یکون بالقرآن او بغيره الخ“۔ (تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۱۶۴)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے علاوہ دیگر مجوزین نے حدیث ((یذکر اللہ علی کل احیانه)) ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔“ سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ ذکر میں تلاوت قرآن بھی داخل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب مختار یہی ہے کہ جنہی اور حائضہ کو قراءت قرآن جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے تحفة الاحوذی کا مقام مذکورہ مطالعہ کیا جائے۔

صاحب ایضاح البخاری فرماتے ہیں کہ درحقیقت ان اختلافات کا بنیادی منشا اسلام کا وہ توسع ہے جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں بھی فرمایا تھا اور ایسے ہی اختلافات کے متعلق آپ نے خوش ہو کر پیشین گوئی کی تھی کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہوگا۔

(ایضاح البخاری ج ۲ ص ۳۲) (امت کا اختلاف باعث رحمت ہونے کی حدیث صحیح نہیں)

بَابُ الْاِسْتِحَاضَةِ

باب: استحاضہ کے بیان میں

تشریح: استحاضہ عورت کے لئے ایک ایسی بیماری ہے جس میں اسے ہر وقت خون آتا رہتا ہے اس کے احکام بھی حیض کے احکام سے مختلف ہیں۔

۳۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَا أَظْهَرُ، أَفَادَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ عَرْفٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلْتَ الْحَيْضَةَ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنكَ الدَّمَ وَصَلِّي)). [راجع: ۲۲۸] [ابوداود: ۲۸۳؛

۳۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بیان کیا کہ فاطمہ ابو حبیش کی بیٹی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں اس لئے جب حیض کے دن (جن میں کبھی پہلے تمہیں عادتاً حیض آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گزر جائیں، تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔“

نسائی: ۲۱۸، ۳۴۸]

تشریح: یعنی غسل کر کے، ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرتی رہو۔ مالکیہ اس عورت کے لئے جس کا خون جاری ہی رہے یا بواہر والوں کے لئے مجبوری کی بنا پر وضو نہ ٹونے کے قائل ہیں۔

باب: حیض کا خون دھونے کے بیان میں

بَابُ غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ

۳۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ

۳۰۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے

فاطمہ بنت منذر سے، انہوں نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا: ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ ایک ایسی عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے کپڑے پر حیض کا خون لگ گیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو چاہیے کہ اسے رگڑ ڈالے، اس کے بعد اسے پانی سے دھوئے، پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔“

بَنَتْ الْمُنْدِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ أَنَهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ امْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَصَابَ ثَوْبٌ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَلْتَقْرُضْهُ، ثُمَّ لَتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لَتُصَلِّي فِيهِ)).

[راجع: ۲۲۷]

(۳۰۸) ہم سے اصحیح نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عمرو بن حارث نے عبدالرحمان بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد قاسم بن محمد سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا: ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتیں، پھر اس جگہ کو دھولیتیں اور تمام کپڑوں پر پانی بہا دیتیں اور اسے پہن کر نماز پڑھ لیتیں۔

۳۰۸۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهَبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ حَارِثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ، ثُمَّ تَقْتَرِضُ الدَّمُ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ، وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ.

[ابن ماجہ: ۶۳۰]

باب: مستحاضہ کا اعتکاف میں بیٹھنا

بَابُ إِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

(۳۰۹) ہم سے اسحاق بن شاہین ابوبشر واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن مہران سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لئے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کا پانی دیکھا تو فرمایا: تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔

۳۰۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ أَبُو بَشِيرٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرَبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتُ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ. وَزَعَمَ عِكْرَمَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُضْفُرِ فَقَالَتْ: كَأَنَّ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ فَلَانَةٌ تَجِدُهُ [اطرافہ فی: ۳۱۰، ۳۱۱،

[۲۰۳۷] [ابوداؤد: ۲۴۷۶؛ ابن ماجہ: ۱۷۸۰]

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں رہ سکتی ہے اور اس کا اعتکاف اور نماز درست ہے اور مسجد میں حدت کرنا بھی درست ہے جب کہ مسجد کے آلودہ ہونے کا ڈر نہ ہو اور جو مرد دائم الحدث ہو وہ بھی مستحاضہ کے حکم میں ہے یا جس کے کسی زخم سے خون جاری رہتا ہو۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اغْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةً مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ، وَالطَّنْطُنُ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي. [راجع: ۳۰۹]

(۳۱۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے خالد سے، وہ عکرمہ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی (نکلتے) دیکھتیں، ہشت ان کے نیچے ہوتا اور نماز ادا کرتی تھیں۔

تشریح: یہ خون استحاضہ کی بیماری کا تھا جس میں عورتوں کے لئے نماز معاف نہیں ہے۔

۳۱۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَعْضَ امْهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ اغْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ. [راجع: ۳۰۹]

(۳۱۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے خالد کے واسطے سے بیان کیا، وہ عکرمہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بعض امہات المؤمنین نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں۔ (اوپر والی روایت میں ان ہی کا ذکر ہے)۔

بَابُ: كَيْفَ تَصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي تَوْبِ حَاضَتْ فِيهِ؟

باب: کیا عورت اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا ہو؟

۳۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا تَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ، فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ، قَالَتْ: بِرَيْقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظَفْرِهَا. [ابوداؤد: ۳۵۸]

(۳۱۲) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا، جسے ہم حیض کے وقت پہنتی تھیں۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتیں اور پھر اسے ناخنوں سے مسل دیتیں۔

بَابُ الطَّيِّبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

باب: عورت حیض کے غسل میں خوشبو استعمال کرے

۳۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا نَتَهَى أَنْ نُحَدِّثَ عَلَى مِثْبَ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَجِلُ، وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَضْبُوعًا إِلَّا تَوْبَ عَضْبٍ، وَقَدْ

(۳۱۳) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے حفصہ سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ لیکن شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن کے سوگ کا حکم تھا۔ ان دنوں میں ہم نہ سرمہ لگاتیں نہ خوشبو اور عصب (یعنی کی مٹی) لگاتیں۔ ایک چادر جو رنگین بھی ہوتی تھی (کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا ہم استعمال نہیں

کرتی تھیں اور ہمیں (عدت کے دنوں میں) حیض کے غسل کے بعد کست اظفار استعمال کرنے کی اجازت تھی اور ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے، انہوں نے ام عطیہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

رُحِصَ لَنَا عِنْدَ الطَّهْرِ إِذَا اغْتَسَلْتَ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي بُدَّةٍ مِنْ كُنُسٍ أَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَانَ عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[اطرافہ فی: ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱،

۵۳۴۲، ۵۳۴۳] [مسلم: ۳۷۴۰، ۳۷۴۱،

۳۷۴۲؛ ابوداؤد: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳؛ نسائی: ۳۵۳۶؛

ابن ماجہ: ۱۵۷۷، ۲۰۸۷]

تشریح: عورت جب حیض کا غسل کرے تو مقام مخصوص پر بدبو کو دور کرنے کے لئے ضرور کچھ خوشبو کا استعمال کرے، اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ سوگ والی عورت کو بھی اس کی اجازت دی گئی بشرطیکہ وہ احرام میں نہ ہو۔ کست یا اظفار کست عموماً کہتے ہیں۔ بعض نے اظفار سے وہ شہر مراد لیا ہے جو یمن میں تھا وہاں سے عود ہندی عربی ممالک میں آیا کرتا تھا۔ ہشام کی روایت خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں بھی نقل کی ہے۔

باب: اس بارے میں کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت کو اپنے بدن کو نہاتے وقت ملنا چاہیے اور یہ کہ عورت کیسے غسل کرے، اور مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر خون لگی ہوئی جگہوں پر اسے پھیرے

بَابُ ذَلِكَ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ، وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مَمْسُكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

(۳۱۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے منصور بن صفیہ سے، انہوں نے اپنی ماں صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر۔“ اس نے پوچھا: اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: ”اس سے پاکی حاصل کر۔“ اس نے دوبارہ پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! پاکی حاصل کر۔“ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ اسے خون لگی ہوئی جگہوں پر پھیر لیا کر۔

۳۱۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً، سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ؟ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَتَّسِلُ، قَالَ: ((خُلِيْ فِرْصَةً مِنْ مَسْكِ فَتَطْهَرِيْ بِهَا)). قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطْهَرُ بِهَا؟ قَالَ: ((تَطْهَرِيْ بِهَا)). قَالَتْ: كَيْفَ؟ قَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ! تَطْهَرِيْ)). فَاجْتَبِذْتَهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ: تَتَّبِعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ. [طرفاه فی: ۳۱۵، ۷۳۵۷] [مسلم: ۷۴۸، ۷۴۹]

[نسائی: ۲۵۱، ۴۲۵]

تشریح: اس غسل کی کیفیت مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اچھی طرح سے پاکی حاصل کر پھر اپنے سر پر پانی ڈال تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی ڈال۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اگرچہ یہاں نہ بدن کا ملنا نہ غسل کی کیفیت مگر

خوشبو کا پھایہ لینا مذکور ہے۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا بھی اس سے ثابت ہوا۔ عورتوں سے شرم کی بات اشارہ کنایہ سے کہنا، عورتوں کے لئے مردوں سے دین کی باتیں پوچھنا یہ جملہ امور اس سے ثابت ہوئے، قالہ الحافظ۔

باب: حیض کا غسل کیونکر ہو؟

(۳۱۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے، کہا ہم سے منصور بن عبدالرحمن نے اپنی والدہ صفیہ سے، وہ عائشہ سے کہ انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ”ایک مشک میں بسا ہوا کپڑا لے اور پاکی حاصل کر۔“ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ پھر نبی ﷺ شرمائے اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا، یا فرمایا کہ ”اس سے پاکی حاصل کر۔“ پھر میں نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور نبی کریم ﷺ جو بات کہنا چاہتے تھے وہ میں نے اسے سمجھائی۔

باب: عورت کا حیض کے غسل کے بعد کنگھی کرنا

جائز ہے

(۳۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے، کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے عروہ کے واسطے سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، میں تمتع کرنے والوں میں تھی اور ہدی (یعنی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق بتایا کہ پھر وہ حائضہ ہو گئیں اور عرفہ کی رات آگئی اور ابھی تک وہ پاک نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور آج عرفہ کی رات ہے اور میں عمرہ کی نیت کر چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنے سر کو کھول ڈال اور کنگھی کر اور عمرہ کو چھوڑ دے میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے حج پورا کر لیا۔ اور لیلۃ الحصبہ میں عبدالرحمن بن ابوبکر کو نبی ﷺ نے حکم دیا۔ وہ مجھے اس عمرہ کے بدلہ میں جس کی نیت میں نے کی تھی تمتعیم سے (دوسرا) عمرہ کرا لائے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَحِيضِ

۳۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ امْرَأَةً، مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ؟ قَالَ: ((حُدِي فِرْصَةٌ مُمَسَّكَةٌ، وَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا)). ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَحْبَا فَأَعْرَضَ بَوَجْهِهِ أَوْ قَالَ: ((تَوَضَّئِي بِهَا)) فَأَخَذَتْهَا، فَجَذَبَتْهَا فَأَخْبَرَتْهَا بِمَا يُرِيدُ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ۳۱۴]

بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غَسْلِهَا

مِنَ الْمَحِيضِ

۳۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَهَلَّكْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَّتَعَتْ، وَلَمْ يَسِقِ الْهَدْيِ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهُرْ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَّتَعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ: لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((انْقِضِي رَأْسِكَ، وَامْتِشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكَ)). فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا فَضِيتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَيْلَةَ الْحَضْبَةِ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمَرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ. [راجع: ۲۹۴]

تشریح: تہنح اے کہتے ہیں کہ آدی میقات میں پہنچ کر صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دے۔ اس کے بعد آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب احرام کے غسل کے لئے نکلیں گے تو شروع ہوا تو حیض کے غسل کے لئے بطریق اولیٰ ہوگا۔ تعمیم کہہ سکتے ہیں۔ روایت میں لیلیٰ انصبہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ رات ہے جس میں منیٰ سے حج سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں اور وادی مہصب میں آ کر ٹھہرتے ہیں، یہ ذی الحجہ کی تیرہویں یا چودھویں شب ہوتی ہے، اسی کو لیلیٰ انصبہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شارحین نے مقصد ترجمہ کے سلسلہ میں کہا ہے کہ آیا حائضہ حج کا احرام باندھ سکتی ہے یا نہیں، پھر روایت سے اس کا تجواز ثابت کیا ہے۔ گویا یہ بھی درست ہے مگر ظاہری الفاظ سے معنی یہ ہیں کہ حائضہ کس حالت کے ساتھ احرام باندھے یعنی غسل کر کے احرام باندھے یا بغیر غسل ہی، سو دوسری روایت میں غسل کا ذکر موجود ہے اگرچہ پاکی حاصل نہ ہوگی، مگر غسل احرام سنت ہے۔ اس پر عمل ہو جائے گا۔

بَابُ نَقْضِ الْمَرَأَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيضِ

باب: حیض کے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنے کے بیان میں

۳۱۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مُؤَافِينَ لِهَيْلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَهْلَ بِعُمْرَةٍ فَلْيَهْلْ، فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَخَلَّيْتُ بِعُمْرَةٍ)). فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمْرَتِكَ، وَأَنْقِضِي رَأْسِكَ وَأَمْسِطِي وَأَهْلِي بِحَجٍّ)). فَفَعَلْتُ، حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ الْحَضِيَّةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهَلَّيْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمَرَيْنِي. قَالَ هِشَامٌ: وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَذِي وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ [راجع: ۲۹۴]

۳۱۷۔ ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ حماد نے ہشام بن عمروہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا ہم ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی نکلے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کا دل چاہے تو اسے عمرہ کا احرام باندھ لینا چاہیے۔ کیونکہ اگر میں ہدیٰ ساتھ نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔“ اس پر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر عرفہ کا دن آ گیا اور میں حیض کی حالت میں تھی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ ”عمرہ چھوڑ اور اپنا سر کھول اور کنگھی کر اور حج کا احرام باندھ لے۔“ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب حصہ کی رات آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو بھیجا۔ میں تعمیم گئی اور وہاں سے اپنے عمرہ کے بدلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی نہ ہدیٰ واجب ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ (تعمیم حد حرم سے قریب تین میل دو ایک مقام کا نام ہے)۔

باب: اللہ عزوجل کے قول: ”کامل الخلق ت اور ناقص الخلق ت“ کے بیان میں

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مُحَلِّقَةٌ وَغَيْرِ مُحَلِّقَةٍ﴾ [الحج: ۵]

(۳۱۸) ہم سے مسد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے عبید اللہ بن ابی بکیر کے واسطے سے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”رم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: اے رب اب یہ نطفہ ہے، اے رب اب یہ علقہ ہو گیا ہے، اے رب اب یہ مضغہ ہو گیا ہے۔ پھر جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث، بد بخت یا نیک بخت، رودی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی۔ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔“

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ مَسْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكَلَّ بِالرَّحِمِ مَلَكَ يَقُولُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ: أَدْكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ؟ لَمَّا الرُّزْقُ وَمَا الْأَجَلُ؟ قَالَ: فَيُكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ»۔ (طرفاء فی: ۳۳۳، ۶۵۹۵)

[مسلم: ۶۷۳۰]

تشریح: اس باب کے انعقاد سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ کو جو خون آجائے وہ حیض نہیں ہے کیونکہ اگر حمل پورا ہے تو رم اس میں مشغول ہوگا اور جو خون نکلا ہے وہ غذا کا باقی ماندہ ہے۔ اگر ناقص ہے تو رم نے تلی ہوئی کال دی ہے تو وہ بچہ کا حصہ کہا جائے گا حیض نہ ہوگا۔ ابن نمیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کی حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ حاملہ کا خون حیض نہیں ہے کیونکہ وہاں ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ نجاست کے مقام پر نہیں جاتا۔ ابن نمیر کے اس استدلال کو ضعیف کہا گیا ہے۔ احناف اور حنابلہ اور اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ حالت حمل میں آنے والا خون بہاری مانا جائے گا حیض نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی ثابت فرما رہے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے عنوان مخلقة وغیرہ مخلقة اختیار فرمایا ہے۔ روایت مذکورہ اسی طرف مشیر ہے، پوری آیت سورہ حج میں ہے۔

باب: اس بارے میں کہ حیض والی عورت حج اور

بَاب: كَيْفَ تَهَلُّ الْحَائِضُ

عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟

بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ؟

(۳۱۹) ہم سے یحییٰ بن بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سفر میں نکلے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا، پھر ہم مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدیٰ ساتھ نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے، اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور وہ ہدیٰ بھی ساتھ لایا ہو تو وہ ہدیٰ کی قربانی سے پہلے حلال نہ ہوگا اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو تو اسے حج پورا کرنا چاہیے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حاکمہ ہو گئی اور عرفہ کا دن آ گیا۔ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مجھے

۳۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلَهُ حَيْلٌ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ، وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلَيْتُمْ حَجَّهُ»۔ قَالَتْ: فَحَضِمْتُ فَلَمَّ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَلَمْ أَهْلِلْ

نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں اپنا سرھول لوں، کنگھا کر لوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ چھوڑ دوں، میں نے ایسا ہی کیا اور اپنا حج پورا کر لیا۔ پھر میرے ساتھ آپ ﷺ نے عبد الرحمن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کے عوض تعمیم سے دوسرا عمرہ کروں۔

إِلَّا بِعُمْرَةٍ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَتَقَضَّ رَأْسِي وَأَمْتَشِطُ، وَأَهْلُ بِالْحَجِّ، وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي، فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتِمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ. [راجع: ۲۹۴] [مسلم: ۲۹۱۱]

[۲۹۴] [مسلم: ۲۹۱۱]

باب: اس بارے میں کہ حیض کا آنا اور اس کا ختم ہونا کیونکر ہے؟

عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ڈبیا بھیجتی تھیں جس میں کرسف ہوتا۔ اس میں زردی ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ صاف سفیدی دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو معلوم ہوا کہ عورتیں رات کی تاریکی میں چراغ منگاکر پاکی ہونے کو دیکھتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے (عورتوں کے اس کام کو) معیوب سمجھا۔

بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ وَإِدْبَارِهِ

وَكُنَّ نِسَاءً يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالذُّرَجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ، فِيهِ الصُّفْرَةُ، فَتَقُولُ: لَا تَعَجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقِصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُ بِذَلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ، وَبَلَغَ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ: مَا كَانَ النَّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا. وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

تشریح: کیونکہ شریعت میں آسانی ہے۔ فقہانے استحاضہ کے مسائل میں بڑی باریکیاں نکالی ہیں مگر صحیح مسئلہ یہی ہے کہ عورت کو پہلے خون کا رنگ دیکھ لینا چاہیے۔ حیض کا خون کالا ہوتا ہے اور پچھانا جاتا ہے۔ عورتوں کو اپنی حیض کی عادت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے۔ اگر رنگ اور عادت دونوں سے تمیز نہ ہو سکے تو چھ یا سات دن حیض کے مقرر کر لے۔ کیونکہ اکثر مدت حیض یہی ہے اس میں نماز ترک کر دے۔ جس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مگر خوارج اس سے اختلاف کرتے ہیں جو غلط ہے۔

(۳۲۰) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فاطمہ بنت ابی حنیس کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہ رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔“

۳۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَنِيسٍ، كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((ذَلِكَ عَرُوقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَأَعْتِسِلِي وَصَلِّي)). [راجع: ۲۲۸]

باب: حائضہ عورت نماز قضا نہ کرے

بَابُ: لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ

وَقَالَ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((تَدْعُ الصَّلَاةَ)).
اور جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ”حائضہ نماز چھوڑ دے۔“

۳۲۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاذَةُ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ: لِعَائِشَةَ أَتَجِزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهَّرَتْ؟ فَقَالَتْ: أَحْرُورِيَّةُ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحْيِضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهُ. [مسلم: ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳؛ ابوداؤد: ۲۶۲، ۲۶۳؛ ترمذی: ۱۳۰؛ نسائی: ۳۸۰، ۲۳۱۷؛ ابن ماجہ: ۶۳۱]

۳۲۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ہم سے ہمام [بن یحییٰ] نے، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا مجھ سے معاذہ بنت عبد اللہ نے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جس زمانہ میں ہم پاک رہتے ہیں۔ (حیض سے) کیا ہمارے لئے اسی زمانہ کی نماز کافی ہے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروریہ ہو؟ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ہمیں نماز کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

تشریح: حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الحروری منسوب الی حروراء بفتح الحاء وضم الراء المهملتین وبعد الواو الساکنه راء ایضا بلده علیہ میلیون من الکوفه و یقال من یعتقد مذهب الخوارج حروری لان اول فرقه خرجوا علی علی بالبلده المذكوره فاشتهروا بالنسبه لیها وهم فرق کثیره لکن من اصولهم المتفق علیها بینهم الاخذ بما دل علیہ القرآن وردما زاد علیہ من الحدیث مطلقا۔“
(تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۱۲۳)

یعنی حروری حروراء گاول کی طرف نسبت ہے جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں پر سب سے پہلے وہ فرقہ پیدا ہوا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ یہ خارجی کہلائے، جن کے کئی فرقے ہیں مگر یہ اصول ان سب میں متفق ہے کہ صرف قرآن کو لیا جائے اور حدیث کو مطلقاً رد کر دیا جائے گا۔

چونکہ حائضہ پر فرض نماز کا معاف ہو جانا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے مخاطب کے اس مسئلہ کی تحقیق کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروری تونہیں ہو؟ جو اس مسئلہ کے متعلق تم کو تامل ہے۔

بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ

بَابُ: حَائِضُهُ عَوْرَتِ كَسَاتِهِ سَوَانًا جَبَّ كَمَا وَهِيَ حَيْضُ

کے کپڑوں میں ہو

فِي ثِيَابِهَا

۳۲۲۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَمِيْلَةِ فَأَنْسَلْتُ فَحَرَجْتُ مِنْهَا، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ

۳۲۲) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نحوی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا، اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا پوسہ لیتے۔ اور میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا۔

حَيْضَتِي فَلَبَسْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَيْسَتْ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، فَذَعَانِي فَأَذْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْحَبِيلَةِ. قَالَتْ: وَحَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيَّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

[راجع: ۲۹۸]

باب: اس بارے میں کہ جس نے (اپنی عورت کے لئے) حیض کے لئے پاکی میں پہننے جانے والے کپڑوں کے علاوہ کپڑے بنائے

بَابُ مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابِ الطُّهْرِ

(۳۲۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، وہ ابوسلمہ سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے بتلایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں بیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا، میں چپکے سے چلی گئی اور حیض کے کپڑے بدل لئے، آپ نے پوچھا: ”کیا تم کو حیض آ گیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةً فِي حَبِيلَةٍ حَيْضْتُ، فَاسْتَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ: ((أَلَيْسَتْ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، فَذَعَانِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْحَبِيلَةِ. [راجع: ۲۹۸]

تشریح: معلوم ہوا کہ حیض کے لئے عورت کو علیحدہ کپڑے بنانے مناسب ہیں اور طہر کے لئے علیحدہ تاکہ ان کو سہولت ہو سکے، یہ اسراف میں داخل نہیں۔

باب: عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں حائضہ عورتیں بھی شریک ہوں اور یہ عورتیں نماز کی جگہ سے ایک طرف ہو کر رہیں

بَابُ شُهُودِ الْحَائِضِ الْعِيدَيْنِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَيَعْتَرِلْنَ الْمُصَلِّي

(۳۲۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے ایوب سختیانی سے، وہ طحطہ بنت سیرین سے، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عید گاہ جانے سے روکتی تھیں، پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتریں اور انہوں نے اپنی بہن (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) کے حوالہ سے بیان کیا، جن کے شوہر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ لائیں میں شریک ہوئے

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَزَلَّتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنِ أُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ

تھے اور خود ان کی اپنی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگلوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زمینوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبر گیری بھی کرتی تھیں۔ میری بہن نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لئے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نماز عید کے لئے) باہر نہ نکلے۔ آپ نے فرمایا: ”اس کی ساتھی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اوڑھادے، پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں، (یعنی عید گاہ جائیں)۔“

پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے کہا: میرا باپ آپ پر فدا ہو، ہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کہ میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”جو ان لڑکیاں، پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں بھی باہر نکلیں اور مواقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں حائضہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔“ حصہ کہتی ہیں، میں نے پوچھا کیا حائضہ بھی؟ انہوں نے کہا: کیا وہ عرفات میں فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی (یعنی جب وہ ان جملہ مقدس مقامات میں جاتی ہیں تو پھر عید گاہ میں کیوں نہ جائیں)۔

أُخْتَهَا فَرَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَنْتِي عَشْرَةَ عَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي بَيْتٍ، قَالَتْ: فَكُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلْتُ أُخْتِي النَّبِيَّ ﷺ أَعْلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ: ((لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلَتَشْهَدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: بِأَبِي نَعَمْ - وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي - سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((تَخْرُجُ الْعَوَائِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحَيْضُ، وَلَيُشْهَدُنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَتَعْتَزِلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّيَّ)). قَالَتْ حَفْصَةُ: قُلْتُ الْحَيْضُ؟ فَقَالَتْ: أَلَيْسَتْ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا؟ [اطرافه في: ٣٥١، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢]

تشریح: اجتماع عید میں عورتیں ضرور شریک ہوں: اجتماع عید میں عورتوں کے شریک ہونے کی اس قدر تاکید ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حائضہ عورتوں تک کے لئے تاکید فرمائی کہ وہ بھی اس ملی اجتماع میں شریک ہو کر دعاؤں میں حصہ لیں اور حالت حیض کی وجہ سے جائے نماز سے دور رہیں، ان مستورات کے لئے جن کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر بھی نہیں، آپ نے اس اجتماع سے بچھے رہ جانے کی اجازت نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ اس کی ساتھ والی دوسری عورتوں کو چاہیے کہ اس کے لئے اور حضی کا انتظام کر دیں، روایت مذکورہ میں یہاں تک تفصیل موجود ہے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب کے ساتھ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حیض والی عورتیں کس طرح نکلیں جب کہ وہ نجاست حیض میں ہیں۔ اس پر سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حیض والی عورتیں حج کے دنوں میں آخر عرفات میں ٹھہرتی ہیں مزدلفہ میں رہتی ہیں، منیٰ میں نکریاں مارتی ہیں، یہ سب مقدس مقامات ہیں، جس طرح وہ وہاں جاتی ہیں اسی طرح عید گاہ بھی جائیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی واضح احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ جن سب کا ذکر موجب تطویل ہوگا۔ مگر تعجب ہے فقہائے احناف پر جنہوں نے اپنے فرضی شکوک و ادہام کی بنا پر صراحتاً اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان عالی شان کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

مناسب ہوگا کہ فقہائے احناف کا فتویٰ صاحب ایضاح البخاری کے لفظوں میں پیش کر دیا جائے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”اب عید گاہ کا حکم بدل گیا ہے پہلے عید گاہ مسجد کی شکل میں نہ ہوتی تھی، اس لئے حائضہ اور حضی کو بھی اندر جانے کی اجازت تھی، اب عید گاہیں مکمل مسجد کی صورت میں ہوتی ہیں، اس لئے ان کا حکم بعینہ مسجد کا حکم ہے، اسی طرح دور حاضر میں عورتوں کو عید گاہ کی نماز میں شرکت سے بھی روکا گیا ہے۔ صدر اول میں اول تو اتنا اندیشہ فتنہ و فساد کا نہیں تھا، دوسرے یہ کہ اسلام کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرد و عورت سب مل کر

عید کی نماز میں شرکت کریں۔ اب قنڈہ کا بھی زیادہ اندیشہ ہے اور اظہار شان و شوکت کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے روکا جائے گا۔ متاخرین کا یہی فیصلہ ہے۔“ اہل آخروہ (البیاض البخاری، جزء ۱۱/۱۱۹)۔

مصنف مزاج ناظرین اندازہ فرما سکیں گے کہ کس جرأت کے ساتھ احادیث صحیحہ کے خلاف فتویٰ دیا جا رہا ہے، جس کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ اگر عید گاہ کھلے میدان میں ہو اور اس کی تعمیر مسجد جیسی نہ ہو اور پردے کا انتظام اتنا بہتر کر دیا جائے کہ قنڈہ و فساد کا مطلق کوئی خوف نہ ہو اور اس اجتماع مردوزن سے اسلام کی شان و شوکت بھی مقصود ہو تو پھر عورتوں کا عید کے اجتماع میں شرکت کرنا جائز ہوگا۔ الحمد للہ کہ جماعت اہلحدیث کے ہاں اکثر یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ بیشتر کھلے میدانوں میں عمدہ انتظامات کے ساتھ مع اپنے اہل و عیال عیدین کی نماز ادا کرتے اور اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی عید گاہوں میں کبھی قنڈہ و فساد کا نام تک بھی نہیں آیا۔ برخلاف اس کے کہ ہمارے بہت سے بھائیوں کی عورتیں میلوں، عرسوں میں بلا حجاب شریک ہوتی ہیں اور وہاں نت نئے فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے محترم فقہائے عظام وہاں عورتوں کی شرکت پر اس قدر غیظ و غضب کا اظہار کبھی نہیں فرماتے جس قدر اجتماع میں مستورات کی شرکت پر ان کی فقہات کی باریکیاں مخالفانہ منظر عام پر آ جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی تو غور طلب چیز ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جملہ مستورات، اصحاب کرام، انصار و مہاجرین کی مستورات درجہ شرافت میں جملہ مستورات امت سے افضل ہیں، پھر بھی وہ شریک عیدین ہوا کرتی تھیں جیسا کہ خود فقہائے احناف کو تسلیم ہے۔ ہماری مستورات تو بہر حال ان سے کمتر ہیں وہ اگر باپردہ شریک ہوں گی تو کیونکر قنڈہ و فساد کی آگ بھڑکنے لگ جائے گی یا ان کی عزت و آبرو پر کون سا حرف آ جائے گا۔ کیا وہ قرین اول کی صحابیات سے بھی زیادہ عزت رکھتی ہیں؟ باقی رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ”لو رای رسول اللہ ﷺ ما أحدث النساء..... الخ“ کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج عورتوں کے نوپیدا حالات کو دیکھتے تو ان کو عید گاہ سے منع کر دیتے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی رائے ہے جو اس وقت کے حالات کے پیش نظر تھی، اور ظاہر ہے کہ ان کی اس رائے سے حدیث نبوی کو ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔ پھر یہ بیان لفظو (اگر) کے ساتھ ہے جس کا مطلب یہ کہ ارشاد نبوی ﷺ آج بھی اپنی حالت پر واجب العمل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عید گاہ میں پردہ کے ساتھ عورتوں کا شریک ہونا سنت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

بَابُ: إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ

باب: اس بارے میں کہ اگر کسی عورت کو ایک ہی

ثَلَاثَ حَيْضٍ

اور حیض و حمل سے متعلق جب کہ حیض آنا ممکن ہو تو عورتوں کے بیان کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ ”ان کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے وہ اسے چھپائیں۔“ (لہذا جس طرح یہ بیان قابل تسلیم ہوگا اسی طرح حیض کے متعلق بھی ان کا بیان مانا جائے گا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت کے گھر آنے کا کوئی آدمی گواہی دے اور وہ دین دار بھی ہو کہ یہ عورت ایک مہینہ میں تین مرتبہ حائضہ ہوتی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ عورت کے حیض کے

وَمَا يُصَدَّقُ النَّسَاءُ فِي الْحَيْضِ، وَالْحَمْلِ
فِيَمَا يُمَكِّنُ مِنَ الْحَيْضِ. لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:
﴿وَلَا يَحِلُّ لهنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي
أَرْحَامِهِنَّ﴾. [البقرہ: ۲۲۸] وَيَذَكَّرُ عَنْ عَلِيٍّ
وَشَرِيحِ إِنْ جَاءَتْ بَيِّنَةٌ مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا
مَنْ يَرْضَى دِينَهُ، أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي
شَهْرٍ. صُدِّقَتْ، وَقَالَ عَطَاءٌ: أَفْرَأَوْهَا مَا
كَانَتْ، وَيَبِي قَالَ إِبْرَاهِيمُ، وَقَالَ عَطَاءٌ:

دن اتنے ہی قابل تسلیم ہوں گے جتنے پہلے (اس کی عادت کے تحت) ہوتے تھے۔ (یعنی طلاق وغیرہ سے پہلے) ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے اور عطاء نے کہا کہ حیض کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہو سکتا ہے۔ معتمر اپنے والد سلیمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن سیرین سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آجانے کے پانچ دن بعد خون دیکھتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ عورتیں اس کا زیادہ علم رکھتی ہیں۔

الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى خَمْسَةِ عَشَرَ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ سِيرِينَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدَّمَ بَعْدَ فُرُجِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ، قَالَ: النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ.

(۳۲۵) ہم سے احمد بن ابی رجا نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، کہا مجھے میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے خبر دی کہ فاطمہ بنت ابی حیثم رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے، ہاں اتنے دنوں میں نماز ضرور چھوڑ دیا کرو کہ جن میں اس بیماری سے پہلے تمہیں حیض آیا کرتا تھا۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھا کر۔“

۳۲۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ، سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ، أَفَادُعُ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّ ذَلِكَ عِرْقِي، وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدَرُ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتُ تَحْيِضِينَ فِيهَا، ثُمَّ اغْتَسَلِي وَصَلِّي)). [راجع: ۲۲۸]

تشوہج: آیت کریمہ: ﴿وَلَا يَجِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾ (۲/البقرة: ۲۲۸) کی تفسیر میں زہری اور مجاہد نے کہا کہ عورتوں کو اپنا حیض یا حمل چھپانا درست نہیں ان کو چاہیے کہ حقیقت حال کو صحیح صحیح بیان کر دیں۔ اب اگر ان کا بیان ماننے کے لائق نہ ہو تو بیان سے کیا فائدہ۔ اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے باب کا مطلب نکالا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ قاضی شریح کے سامنے ایک مقدمہ آیا جس میں طلاق پر ایک ماہ کی مدت گزر چکی تھی خاوند رجوع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عورت کہتی کہ میری عدت گزر گئی اور ایک ہی ماہ میں مجھ کو تین حیض آ گئے ہیں۔ جب قاضی شریح نے یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سنایا اس کو داری نے سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔ قاضی شریح کے فیصلہ کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔

اس واقعہ کو اسی حوالہ سے امام قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب جلد: ۱/ص: ۲۹۵ پر ذکر فرمایا ہے۔ قاضی شریح بن حارث کوئی ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا مگر آپ سے ان کو ملاقات نصیب نہ ہو سکی فقہاء میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

حیض کی مدت کم سے کم ایک دن زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔ مگر اس بارے میں ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت معین نہیں۔ ہر عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے اگر معین بھی کریں تو چھ یا سات روز اکثر مدت معین ہوگی جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

ایک مہینہ میں عورت کو تین بار حیض نہیں آیا کرتا، ہمدرد عورت کو ہر ماہ صرف چند ایام کے لئے ایک ہی بار حیض آتا ہے، لیکن اگر کبھی شاذ و نادر ایسا ہو جائے اور عورت خود اقرار کرے کہ اس کو تین بار ایک ہی مہینہ میں حیض آیا ہے تو اس کا بیان تسلیم کیا جائے گا۔ جس طرح استحاضہ کے متعلق عورت ہی کے بیان پر فتویٰ دیا جائے گا کہ کتنے دن وہ حالت حیض میں رہتی ہے اور کتنے دن اس کو استحاضہ کی حالت رہتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی سیدہ

فاطمہ بنت ابی حیض ہی کے بیان پر ان کو مسائل متعلقہ تعلیم فرمائے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ومناسبة الحديث للترجمة في قوله قدر الايام التي كنت تحيضين فيها فيوكل ذلك الى امانتها وردها الى عاداتها“
یعنی حدیث اور باب میں مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ نماز چھوڑا دو ان دنوں کے اندازہ پر جن میں تم کو حیض آتا رہا ہے۔ پس اس معاملہ کو اس کی امانت داری پر چھوڑ دیا جائے گا۔

بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

باب: اس بیان میں کہ زرد اور شیا لارنگ حیض کے دنوں کے علاوہ ہو (تو کیا حکم ہے؟)

۳۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ
أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ
سُنَيْنًا. [ابوداود: ۱۳۰۸، نسائی: ۱۳۶۶، ابن ماجہ: ۵۱۱۱، ترمذی: ۲۱۱۱،

(۳۲۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، وہ محمد بن سیرین سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ ہم زرد اور شیا لے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

[۶۴۷]

تشریح: یعنی جب حیض کی مدت ختم ہو جاتی تو شیا لے یا زرد رنگ کی طرح پانی کے آنے کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ اس حدیث کے تحت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والحدیث يدل على ان الصفرة والكدره بعد الطهر ليستا من الحيض واما في وقت الحيض فهما حيض۔“ (نیل الاوطار)
یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طہر کے بعد اگر شیا لے یا زرد رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ لیکن ایام میں ان کا آنا حیض ہی ہوگا۔

بالکل برعکس: صاحب تہذیب البخاری (دیوبند) نے محض اپنے مسلک حنفیہ کی پاسداری میں اس حدیث کا ترجمہ بالکل برعکس کیا ہے جو یہ ہے ”آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور شیا لے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔“ (یعنی سب کو حیض سمجھتی تھیں)۔“

الفاظ حدیث پر ذرا بھی غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ ترجمہ بالکل برعکس ہے، اس پر خود صاحب تہذیب البخاری نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ ”ہم نے ترجمہ میں حنفیہ کے مسلک کی رعایت کی ہے۔“ (تہذیب البخاری، ج ۲، ص: ۴۴) اس طرح ہر شخص اگر اپنے اپنے مرمومہ مسلک کی رعایت میں حدیث کا ترجمہ کرنے بیٹھے گا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ہمارے معزز فاضل صاحب تہذیب البخاری کا ذہن محض حمایت مسلک کی وجہ سے ادھر نہیں جاسکا۔ تقلید جامد کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ای من الحيض اذا كان في غير زمن الحيض اما فيه فهو من الحيض تبعاً وبه قال سعيد بن المسيب وعطاء
واللیث وابو حنیفہ ومحمد والشافعی واحمد۔“ (قسطلانی)

یعنی غیر زمانہ حیض میں شیا لے یا زرد رنگ والے پانی کو حیض نہیں مانا جائے گا، ہاں زمانہ حیض میں آنے پر اسے حیض ہی کہا جائے گا۔ سعید بن مسیب اور عطاء اور لیث اور ابو حنیفہ اور محمد اور شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی فتویٰ ہے۔ اللہ جانے صاحب تہذیب البخاری نے ترجمہ میں اپنے مسلک کی رعایت کس بنیاد پر کی ہے؟ ”اللهم وفقنا لما تحب وترضى۔“ (آمین)

بَابُ عِرْقِ الْإِسْتِحَاضَةِ

باب: استحاضہ کی رگ کے بارے میں

۳۲۷۔ حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَائِيُّ،
(۳۲۷) ہم سے ابراہیم بن منذر جزای نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے

معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن ابی ذئب سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عمرو اور عمرہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (جو آنحضرت ﷺ کی بیوی ہیں) کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سات سال تک مستحاضہ رہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ رگ (کی وجہ سے بیماری) ہے۔ پس ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَيْسَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ؟ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، فَقَالَتْ: ((هَذَا عِرْقٌ))، فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ

صَلَاةٍ، [مسلم: ۱۷۵۶، ابوداؤد: ۱۲۸۸، نسائی: ۲۰۳،

۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۰، ۱۳۵۵، ابن ماجہ: ۶۶۶]

تشریح: استحاضہ والی عورت کے لئے ہر نماز کے وقت غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہاں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے غسل کا ذکر ہے جو وہ ہر نماز کے لئے کیا کرتی تھیں۔ سو یہ ان کی خود اپنی مرضی سے تھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ولا اشك ان شاء الله ان غسلها كان تطوعا غير ما امرت به وذلك واسع لها وكذا قال سفيان بن عيينة والليث بن سعد وغيرهما وذهب اليه الجمهور من عدم وجوب الاغتسال اذ بار الحیضة هو الحق لفقده الدليل الصحيح الذي تقوم به الحجة“۔ (نیل الاوطار باب طهر المستحاضة)

ان شاء اللہ مجھ کو قطعاً شک نہیں ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ ہر نماز کے لئے غسل کرنا محض ان کی اپنی خوشی سے بطور نفل کے تھا، جو ہرگز واجب نہ تھا۔ یہی ہے کہ صرف حیض کے خاتمہ پر ایک ہی غسل واجب ہے۔ اس کے خلاف جو روایات ہیں جن سے ہر نماز کے لئے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے وہ قابل حجت نہیں ہیں۔ علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وجمع الاحادیث التي فيها ايجاب الغسل لكل صلوة قد ذكر المصنف بعضها في هذا الباب و اكثرها ياتي في ابواب الحيض وكل واحد منها لا يخلو عن مقال“۔ (نیل الاوطار)

یعنی وہ جملہ احادیث جن سے ہر نماز کے لئے غسل واجب معلوم ہوتا ہے ان سب کی سند اعتراضات سے خالی نہیں ہیں۔ پھر الدین سپر ”وین آسان ہے“ کے تحت بھی ہر نماز کے لئے یا غسل کرنا کس قدر باعث تکلیف ہے۔ خاص کر عورت ذات کے لئے بے حد مشکل ہے۔ اس لئے: ”لا يكلف الله نفسا الا وسعها وقد جمع بعضهم بين الاحاديث يحمل احاديث الغسل لكل صلوة على الاستحباب“۔ (نیل الاوطار) یعنی بعض حضرات نے جملہ احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے کو احادیث میں احتمالاً کہا گیا ہے۔ یعنی یہ غسل مستحب ہوگا، واجب نہیں۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

باب: جو عورت (حج میں) طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟)

۳۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے اپنے باپ ابو بکر سے، انہوں نے عبد الرحمن کی بیٹی عمرہ سے،

انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ حضور صغیرہ بنت حبی کو (حج میں) حیض آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شاید کہ وہ ہمیں روکیں گی۔ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا۔“ عورتوں نے جواب دیا کہ کر لیا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ ”پھر نکلو۔“

عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَبِيٍّ قَدْ حَاضَتْ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُمْ؟)). فَقَالُوا: بَلَى. قَالَ: ((فَاخْرُجِي)). [راجع: ۲۹۴] [مسلم: ۳۲۲۶]

نسائی: ۳۸۹

تشریح: اسی کو طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ دوسری تاریخ کو منی سے آ کر کیا جاتا ہے۔ یہ طواف فرض ہے اور حج کا ایک رکن ہے، لیکن طواف الوداع جو حاجی کعبہ شریف سے رخصتی کے وقت کرتے ہیں، وہ فرض نہیں ہے۔ اس لئے وہ حائضہ کے واسطے معاف ہے۔

(۳۲۹) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب بن خالد نے عبد اللہ بن طاؤس کے حوالہ سے، وہ اپنے باپ طاؤس بن کیمان سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ حائضہ کے لئے (جب کہ اس نے طواف افاضہ کر لیا ہو) رخصت ہے کہ وہ گھر جائے (اور طواف وداع کے لئے نہ کرے)

۳۲۹- حَدَّثَنَا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ. [طرفاه فی: ۱۷۵۵، ۱۷۶۰] [مسلم: ۳۲۲۰]

(۳۳۰) ابن عمر رضی اللہ عنہما ابتدا میں اس مسئلہ میں کہتے تھے کہ اسے (بغیر طواف وداع کے) جانا نہیں چاہیے۔ پھر میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ چلی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس کی رخصت دی ہے۔

۳۳۰- وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: تَنْفِرُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخِّصَ لَهُنَّ. [طرفہ فی: ۱۷۶۱]

[طرفہ فی: ۱۷۶۱]

تشریح: اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں ”تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب حدیث پہنچی انہوں نے اپنی رائے اور فتوے سے رجوع کر لیا۔ ہمارے دین کے اماموں اور پیشواؤں نے ایسا ہی کیا ہے کہ جدھر حق معلوم ہوا ادھر ہی لوٹ گئے۔ کبھی اپنی بات کو بچ نہیں کی، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم سے ایک ایک مسئلہ میں دو دو، تین تین، چار چار قول منقول ہیں۔ ہائے ایک وہ زمانہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صحیح حدیث کو دیکھ کر بھی اپنی رائے اور خیال سے نہیں پلٹتے بلکہ جو کوئی حدیث کی پیروی کرے اس کی دشمنی پراٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔“ مقلدین جامدین کا عام طور پر یہی رویہ ہے۔

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے حدیثوں پر چلنے میں دیں کا خلل ہے

بَابُ: إِذَا رَأَتْ الْمُسْتَحَاضَةَ
الطُّهْرُ
باب: جب مستحاضہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَتَوَسَّعُ، ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَزَّاهُ فِي الْغَسْلِ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ فِي الْحَيْضِ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ فِي الْحَيْضِ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ فِي الْحَيْضِ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ فِي الْحَيْضِ

دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور اس کا شوہر نماز کے بعد اس کے پاس آئے کیونکہ نماز سب سے زیادہ عظمت والی چیز ہے۔

۳۳۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاعْسِلِي عَنكَ الدَّمَ وَصَلِّي)). [طرفہ

فی: ابوداؤد: ۲۲۸] [۲۸۲]

تشریح: یعنی جب مستحاضہ کے لئے غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہو تو خداوند کو اس سے محبت کرنا تو بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّفْسَاءِ وَسُنَّتِهَا

باب: اس بارے میں کہ نفاس میں مرنے والی عورت پر نماز جنازہ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلَّمِ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمْرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ: أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ، فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ وَسَطَهَا. [طرفہ فی: ۱۳۳۱،

۱۳۳۲] [مسلم: ۲۲۳۵؛ ابوداؤد: ۳۱۹۵؛ ترمذی:

۱۰۳۵؛ نسائی: ۱۹۷۵؛ ابن ماجہ: ۱۴۹۳]

تشریح: ((فی بطن)) سے زوجگی کی حالت میں مرنا مراد ہے۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ نفاس والی عورت کا حکم پاک عورتوں کا سا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ اس سے ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ موت سے آدی نجس ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الجنازہ میں بھی ہے۔ جس میں نفاس کی حالت میں مرنے کی صراحت موجود ہے۔ صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بَابُ

بَابُ

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَلِيمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ

(۳۳۳) ہم سے حسن بن مدرک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو عوانہ وضاح نے اپنی کتاب سے دیکھ کر خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سلیمان شیبانی نے عبد اللہ

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ تَكَانَتْ تَكُونُ خَائِفًا لَا تُصَلِّي، وَهِيَ مُفْتَرِيَةٌ بِحَدَاةٍ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَهِيَ يُصَلِّي عَلَيَّ خُمْرَتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي بَعْضُ ثَوْبِهِ [اطرافه لي: ٣٧٩، ٣٨١، ٥١٧، ٥١٨] [مسلم: ١١٤٦]

بن شداد سے ، انہوں نے کہا میں نے اپنی خالہ ميمونہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں سنا کہ میں حائضہ ہوتی تو نماز میں پڑھتی تھی اور یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (گھر میں) نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب لیٹی ہوتی تھی۔ آپ نماز اپنی چٹائی پر پڑھتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کوئی حصہ مجھ سے لگ جاتا تھا۔

ابوداؤد: ٦٥٦، ابن ماجہ: ١٠٢٨

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حائضہ عورت اگر چہ ناپاک ہوگی ہے مگر اس قدر ناپاک نہیں ہے کہ اس سے کسی کا کپڑا چھو جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائے۔ ایسی مشکلات ادیان سابقہ میں تھیں۔ اسلام نے ان مشکلات کو آسانیوں سے بدل دیا ہے: ﴿لَمَّا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (٢٣/٤٨) دین میں تنگی نہیں ہے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”استنبط منه عدم نجاسة الحائض والتواضع المسكنة في الصلوة بخلاف صلوة المتكبرين على سجادة غالية الاثمان مختلفة الالوان۔“ (قسطلانی)

اس حدیث سے حائضہ کی عدم نجاست پر استنباط کیا گیا ہے اور نماز میں تواضع اور مسکینی پر بخلاف نماز متکبرین کے جو بیش قیمت مصلوں پر جو مختلف رنگوں سے مزین ہوتے ہیں تکبر سے نماز پڑھتے ہیں۔

(الحمد لله که رمضان شریف ١٣٨٤ھ میں بحالت قیام بنگلور کتاب الحیض کے ترجمہ سے فراغت حاصل ہوئی والحمد لله على ذلك)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ التَّيْمِمِ

تیمم کے مسائل

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ”پس نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا، پس مل لو منہ اور ہاتھ اس سے۔“

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَقَدْ تَجَدَّدُوا مَاءً لَقَيْتُمُو صَعِيدًا طَيِّبًا فَاَمْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ مِنْهُ﴾ [المائدة: ٦]

(۳۳۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے عبد الرحمن بن قاسم سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الخشب پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد رضی اللہ عنہ مجھ پر خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچھ کے لگائے، رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی

۳۳۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبِيدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَنَشِ - انْقَطَعَ عَفْدِي لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى التَّمَائِبِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ لَقَالُوا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَهُ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاصْبَعُ رَأْسَهُ عَلَى فِجْلِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسَتْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا مَشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحْرُكِ

کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتار دی اور لوگوں نے تیمم کی اس پر اسید بن حفص رضی اللہ عنہما نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہمارا سی کے نیچے مل گیا۔

إِلَّا مَكَانَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى فَخِذِي،
فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَصْبَحَ عَلَيَّ غَيْرَ
مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ آيَةَ التَّيْمَمِ،
فَتَيَمَّمُوا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِرِيِّ: مَا هِيَ
بِأَوْلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ. قَالَتْ: فَبَعَثْنَا
الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصْبَنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

[أطرافه في: ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۳۷۷۳،

۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۵۲۵۰،

۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵] [مسلم: ۸۱۶،

نسائي: ۳۰۹]

تشریح: نیت میں تیمم کے معنی قصد، ارادہ کرنے کے ہیں۔ شرع میں تیمم یہ ہے کہ پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا حدث یا جنابت دور کرنے کی نیت سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گلے میں سے ٹوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔ پھر اس پر اونٹ بیٹھ گیا۔ لوگ ادھر ادھر ہار کو ڈھونڈتے رہے اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا اور وہاں پانی نہ تھا جس پر تیمم کی آیت نازل ہوئی، بعد میں اونٹ کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْعَوْفِيُّ،
قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ؛ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ
ابْنُ النَّضْرِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا
سَيَّارٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:
(«أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نَصْرْتُ
بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ
مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَإِنَّمَا رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتُهُ
الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَانِمُ وَلَمْ
تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ
النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَيَّ قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَيَّ
النَّاسَ عَامَّةً».) [طرفاه في: ۴۳۸، ۳۱۲۲]

۳۳۵) ہم سے محمد بن سنان عوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا (دوسری سند) کہا اور مجھ سے سعید بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشیم نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی سیار نے، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن الفقیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لئے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

[مسلم: ۱۱۶۳، نسائي: ۴۳۰، ۷۳۵]

تشریح: ارشاد نبوی: ((جعلت لي الارض مسجدا وطهورا)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے چونکہ قرآن مجید میں لفظ (صَعِيدًا طَيِّبًا) (پاک مٹی) کہا گیا ہے لہذا تیمم کے لئے پاک مٹی ہی ہونی چاہیے جو لوگ اس میں اینٹ چونا وغیرہ سے بھی تیمم جائز تھلائے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بَابُ: إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا

باب: اس بارے میں کہ جب نہ پانی ملے اور نہ مٹی تو کیا کرے؟

۳۳۶۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا، فَوَجَدَهَا فَأَذْرَكْتَهُمُ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَصَلُّوا فَشَكُّوا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيْمِیْمِ، فَقَالَ: أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِيرِ لِعَائِشَةَ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ! مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ لَكَ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا. [راجع: ۱۳۳۴] دی۔

(۳۳۶) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ہار مانگ کر پہن لیا تھا، وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آ پہنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری جسے سن کر اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کو اللہ بہترین بدلہ دے۔ واللہ! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں خیر پیدا فرما دی۔

تشریح: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”استدل بذلك جماعة من المحققين منهم المصنف على وجوب الصلوة عند عدم المطهرين الماء والتراب وليس في الحديث انهم فقدوا التراب وانما فيه انهم فقدوا الماء فقط ولكن عدم الماء في ذلك الوقت كعدم الماء والتراب لانه لا مطهر سواه ووجه الاستدلال به انهم صلوا معتقدين وجوب ذلك ولو كانت الصلوة حينئذ ممنوعة لا نكر عليهم النبي ﷺ وبهذا قال الشافعي واحمد وجمهور المحدثين.“ (نيل الاوطار جزء: اول: ص: ۲۶۷)

یعنی اہل تحقیق نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر کہیں پانی اور مٹی ہر دو نہ ہوں تب بھی نماز واجب ہے۔ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے انہوں نے پانی نہیں پایا تھا پھر بھی نماز کو واجب جان کر ادا کیا، اگر ان کا یہ نماز پڑھنا منع ہوتا تو نبی کریم ﷺ ضرور ان پر انکار فرماتے۔ پس یہی حکم اس کے لئے ہے جو نہ پانی پائے نہ مٹی، اس لئے کہ طہارت صرف ان ہی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کو نماز ادا کرنا ضروری ہوا۔ جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی فتویٰ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اس دور میں جب کہ تیمم کی مشروعیت نازل نہیں ہوئی تھی صرف پانی کے نہ ملنے کی صورت میں جو حکم تھا وہی اب پانی اور مٹی ہر دو کے نہ ملنے کی صورت میں ہونا چاہیے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”واستدل به على ان فاقد الطهورين يصلى على حاله وهو وجه المطابقة بين الترجمة والحديث الخ.“
یعنی حدیث مذکورہ دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص پانی پائے نہ مٹی، وہ اسی حالت میں نماز پڑھے۔ حدیث اور ترجمہ میں یہی مطابقت ہے۔

بَابُ التَّيْمِیْمِ فِي الْحَضَرِ،

باب: اقامت کی حالت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے

إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ، وَخَافَ قُوَّةَ الصَّلَاةِ،

جب پانی نہ پائے اور نماز قوت ہونے کا خوف ہو۔ عطاء بن ابی رباح کا

وَبِهِ قَالَ: عَطَاءٌ، وَقَالَ: الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ
هَذِهِ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مِنْ بِنَائِهِ: يَتَيَّمَمُ،
وَأَبَلَّ ابْنُ حَمْرٍ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجَرْفِ،
فَتَحَضَّرَتِ الْقَضْرُ بِمَرِّ يَدِ النَّعِيمِ فَصَلَّى، ثُمَّ
دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِذْ.

یہی قول ہے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی بیمار کے نزدیک پانی ہو
جسے وہ اٹھانہ سکے اور کوئی ایسا شخص بھی وہاں نہ ہو جو اسے وہ پانی (اٹھا کر)
دے سکے تو وہ حجیم کرنے لے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جرف کی اپنی زمین سے
واپس آ رہے تھے کہ عصر کا وقت مقام مرید العجم میں آ گیا۔ آپ نے (حجیم
سے) عصر کی نماز پڑھ لی اور مدینہ پہنچے تو سورج ابھی بلند تھا مگر آپ نے وہ
نماز نہیں لوٹائی۔

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ حجیم بوقت ضرورت سطر میں تو ہے ہی مگر حضر میں بھی اگر پانی نہ مل سکے اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو یا
مریض کے پاس کوئی پانی دینے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں حجیم سے نماز ادا کی جاسکتی ہے ارشاد باری ہے: ﴿لَا يَحْتَكِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعَتَهَا﴾
(۳/۱۸۶:۲۸۶) "اللہ نے ہر انسان کو اس کی طاقت کے اندر اندر رکھ کر بنایا ہے۔"

۳۳۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
اللَيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْبَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ،
قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَّارٍ، مَوْلَى
مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى
أَبِي جُهَيْنٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّمَةِ الْأَنْصَارِيِّ،
فَقَالَ أَبُو جُهَيْنٍ: أَقْبَلِ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَحْوِ
بَنِي جَمَلٍ فَلَيْتَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ
عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَيَّ الْجَدَارِ،
فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

(۳۳۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن
سعد نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن زبیبہ سے، انہوں نے عبدالرحمن
اعرج سے، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بن عبداللہ
سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن یسار جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
زوجہ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے، ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری
(صحابی) کے پاس آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ "بئر جمل"
کی طرف سے تشریف لارہے تھے، راستے میں ایک شخص نے آپ کو سلام
کیا (یعنی خود ای ابو جہیم نے) لیکن آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ پھر
آپ دیوار کے قریب آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر ان کے
سلام کا جواب دیا۔

[مسلم: ۱۸۲۲، ابوداؤد: ۱۳۲۹، نسائی: ۳۱۰]

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حالت حضر میں حجیم کرنے کا جواز ثابت کیا۔ جب آپ نے سلام کے جواب کے لئے حجیم کر لیا تو ای
طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز کے لئے بھی حجیم کرنا جائز ہوگا۔

جرف نامی جگہ مدینہ سے آٹھ کلومیٹر دور تھی۔ اسلامی لشکر یہاں سے صلح ہوا کرتے تھے۔ یہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی۔ مرید العجم
نامی جگہ مدینہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے عصر کی نماز حجیم سے ادا کر لی تھی۔

باب: اس بارے میں کہ کیا مٹی پر حجیم کے لیے ہاتھ

مارنے کے بعد ہاتھوں کو پھونک کر ان کو چہرے اور

دونوں ہتھیلیوں پر مل لینا کافی ہے؟

بَاب: هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ

مَا يُضْرَبُ بِهِمَا الصَّعِيدُ لِلتَّيْمَمِ؟

(۳۳۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حکم بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے سعید بن عبد الرحمن بن ابزلی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور پانی نہیں ملا (تو میں اب کیا کروں) اس پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ سفر میں تھے، ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا، اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”تجھے بس اتنا ہی کافی تھا۔“ اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

۳۳۸- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ ذَرِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَصِبِ الْمَاءَ، فَقَالَ: عَمَّا زُبْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذَكُرُ أَنَا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْنَا؟ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكَتُ فَصَلَّيْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّمَا كَانَ بِكَفَيْكَ هَكَذَا)) فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَيْهِ الْأَرْضَ، وَوَفَّخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَيْهِ. [اطرافه في: ۳۳۹، ۳۴۰،

۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷]

[مسلم: ۸۲۰، ۸۲۱؛ ابو داود: ۳۲۳، ۳۲۴،

۳۲۸؛ ترمذی: ۱۴۴؛ نسائی: ۳۱۱، ۳۱۵،

۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸؛ ابن ماجہ: ۵۶۹]

تشریح: مسلم وغیرہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ نماز نہ پڑھ جب تک پانی نہ ملے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے غسل کی جگہ سارے جسم پر مٹی لگانا ضروری سمجھا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ صرف تیمم کر لینا کافی تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا مگر دربار رسالت میں جب معاملہ آیا تو ان کے اجتہاد کی غلطی معلوم ہوگئی اور فوراً انہوں نے رجوع کر لیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آج کل کے لوگوں کی طرح نہ تھے کہ صحیح احادیث کے سامنے بھی اپنے رائے اور قیاس پراڑے رہیں اور کتاب و سنت کو محض تقلید جامد کی وجہ سے ترک کر دیں۔ اسی تقلید جامد نے ملت کو تباہ کر دیا۔ فلیک علی الاسلام من کان باکیا۔

باب: اس بارے میں کہ تیمم میں صرف منہ اور

دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے

(۳۳۹) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا کہ مجھے حکم بن عیینہ نے خبر دی ذر بن عبد اللہ سے، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابزلی سے، وہ اپنے باپ سے کہ عمار نے یہ واقعہ بیان کیا (جو پہلے گزر چکا) اور شعبہ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کر لیا

بَابُ: التَّيْمُمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَيْنِ

۳۳۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، عَنْ ذَرِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عَمَّا زُ بِهِذَا وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ،

ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفْيَهُ. وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ ذُرًّا، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ. قَالَ الْحَكَمُ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ

(اور پھونکا) پھر ان سے اپنے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا اور نضر بن جمیل نے بیان کیا کہ مجھے شعبہ نے خبر دی حکم سے کہ میں نے ذر بن عبد اللہ سے سنا، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابزی کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ حکم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن عبد الرحمن بن ابزی سے سنی، وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عمار نے کہا (جو پہلے مذکور ہوا)

[راجع: ۳۳۸]

تشریح: صحیح احادیث کی بنا پر تیمم میں ایک ہی بار ہاتھ مارنا اور منہ اور دونوں پیچوں کا مسح کر لینا کافی ہے۔ الہمدیٹ کا یہی فتویٰ ہے۔ اس کے خلاف جو ہے وہ قول مرجوح ہے۔ یعنی ایک بار منہ کا مسح کرنا پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنوں تک مسح کرنا اس بارے کی احادیث ضعیف ہیں۔ دوسری سند کے لانے کی غرض یہ ہے کہ حکم کا سماع ذر بن عبد اللہ سے صاف معلوم ہو جائے جس کی صراحت اگلی روایت میں نہیں ہے۔ بعض مقلدین نہایت دوریہ دہنی کے ساتھ مسح میں ایک بار کا انکار کرتے ہیں بلکہ جماعت الہمدیٹ کی تخفیف و توہین کے سلسلہ میں تیمم کو بھی ذکر کرتے ہیں، یہ ان کی سخت غلطی ہے۔

۳۴۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ذُرِّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ، أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ، وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ: كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْتَبْنَا، وَقَالَ: تَغَلَّ فِيهِمَا. [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے حدیث بیان کی، وہ ذر بن عبد اللہ سے، وہ ابن عبد الرحمن بن ابزی سے، وہ اپنے والد سے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم ایک لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ پس ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ اور (اس میں ہے کہ بجائے نفع فیہما کے) انہوں نے تغل فیہما کہا۔

تشریح: تغل بھی پھونکنے ہی کو کہتے ہیں لیکن نفع سے کچھ زیادہ زور سے جس میں ذرا ذرا تھوک بھی نکل آئے۔

۳۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ذُرِّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ: تَمَعَّكْتُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((كَيْفِيكَ الْوَجْهَ وَالْكَفَيْنِ)). [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، وہ ذر بن عبد اللہ سے، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے، وہ اپنے والد عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تو زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ”تیرے لئے صرف چہرے اور کلائیوں پر مسح کرنا کافی تھا (زمین پر لیٹنے کی ضرورت نہ تھی)۔“

تشریح: بعض روایان بخاری نے یہاں الوجه والکفان نقل کیا ہے اور ان کو کیفیک کا قائل ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ”تجھ کو چہرہ اور دونوں پہنچے کافی تھے۔“ فتح الباری میں ان کو کیفیک کا مفعول قرار دیتے ہوئے ”الوجه والکفین“ نقل کیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ”تجھ کو تیرا منہ اور پہنچوں کے اوپر مسح کر لینا کافی تھا۔“

”وقال الحافظ ابن حجر: ان الاحادیث الواردة فی صفة التیمم لم یصح منها سوی حدیث ابی جہیم و عمار الخ“

یعنی صفت تیمم میں سب سے زیادہ صحیح احادیث ابوہریرہ اور عمار کی ہیں، یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ان دونوں میں ایک ہی دفعہ مارنے اور منداورہ تھیلیوں پر لینے کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ تیمم کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔ قالہ ابن حجر۔

۳۴۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ذَرِّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى، عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: شَهِدْتُ عَمَرَ، قَالَ لَهُ عَمَارٌ..... وَسَأَقُ الْحَدِيثَ. [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

۳۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ذَرِّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى، عَنِ أَبِيهِ قَالَ عَمَارٌ: فَضْرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَيْهِ. [راجع: ۳۳۸]

(۳۴۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے ابن عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ عمار نے بیان کیا پس نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اس سے اپنے چہرے اور کلائیوں کا مسح کیا۔

باب: اس بارے میں کہ پاک مٹی مسلمانوں کا وضو

ہے پانی کی جگہ وہ اس کو کافی ہے

اور حسن بصری نے کہا کہ جب تک اس کو حدت نہ ہو (یعنی وضو توڑنے والی چیزیں نہ پائی جائیں) تیمم کافی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیمم سے امامت کی اور یحییٰ بن سعید انصاری نے فرمایا کہ کھاری زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

بَابُ: الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ

الْمُسْلِمِ، يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ

وَقَالَ الْحَسَنُ يَجْزِيهِ التَّيْمُومُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيْمِمٌ. وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى السَّبْحَةِ وَالتَّيْمُومِ بِهَا.

تشریح: امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس اثر کو عبد الرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے سنن میں اتنے الفاظ اور زیادہ ہیں: "وان لم يجد الماء عشر سنين۔" (ترمذی وغیرہ) یعنی اگر چہ پانی کو دس سال تک بھی نہ پائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ منتقی کے باب "تعيين التراب للتييم دون بقية الجمادات۔" (یعنی تیمم کے لئے جمادات میں مٹی ہی کی تعین ہے) کے تحت حدیث "وجعلت تربتها لنا طهورا" (اور اس زمین کی مٹی ہمارے لئے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے) لکھتے ہیں:

"والحدیث يدل على قصر التيمم على التراب للتصريح بالتراب فيه۔" (نیل الاوطار)

یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ تیمم کے لئے مٹی ہی کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں صراحتاً تراب مٹی کا لفظ موجود ہے۔ پس جو لوگ چونا، لوہا اور دیگر جملہ جمادات پر تیمم کرنا جائز بتلاتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں۔ شورزین پر تیمم کرنا نماز پڑھنا، اس کی دلیل وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((رایت دار هجرتكم سبخة ذات نخل يعني المدينة)) وقد سمى النبي ﷺ المدينة الطيبة فدل ان السبخة داخلة في الطيب۔ (قسطلانی) "میں نے تمہارے ہجر کے گھر کو دیکھا جو اس بستی میں ہے جس کی اکثر زمین شور ہے اور وہاں کھجوریں بہت ہوتی ہیں آپ نے اس سے مدینہ مراد لیا۔" جس کا نام آپ نے خود ہی مدینہ طیبہ رکھا۔ یعنی پاک شہر پس ثابت ہوا کہ شور زمین بھی

پاکی میں داخل ہے۔ پھر شوز زمین کی ناپاکی پر کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔ اس لئے بھی اس کی پاکی ثابت ہوئی۔

(۳۴۳) ہم سے مسد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے، کہ کہا ہم سے عوف نے، کہ کہا ہم سے ابو رجاء نے عمران کے حوالہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہم رات بھر چلتے رہے اور جب رات کا آخری حصہ آیا تو ہم نے پڑاؤ ڈالا اور مسافر کے لئے اس وقت کے پڑاؤ سے زیادہ مرغوب اور کوئی چیز نہیں ہوتی (پھر ہم اس طرح غافل ہو کر سو گئے) کہ ہمیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کر سکی۔ سب سے پہلے بیدار ہونے والا شخص فلاں تھا، پھر فلاں پھر فلاں۔ ابو رجاء نے سب کے نام لئے لیکن عوف کو یہ نام یاد نہیں رہے۔ پھر جو تھے نمر پر جاگنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے اور جب نبی کریم ﷺ آرام فرماتے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ آپ خود بخود بیدار ہوں۔ کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ پر خواب میں کیا تازہ وحی آتی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاگ گئے اور یہ آمدہ آفت دیکھی اور وہ ایک نڈرول والے آدمی تھے۔ پس زور زور سے نکمیر کہنے لگے۔ اسی طرح با آواز بلند، آپ اس وقت تک نکمیر کہتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ ان کی آواز سے بیدار نہ ہو گئے۔ تو لوگوں نے پیش آمدہ مصیبت کے متعلق آپ ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”کوئی ہرج نہیں سفر شروع کرو۔“ پھر آپ تھوڑی دور چلے، اس کے بعد آپ ٹھہر گئے اور وضو کا پانی طلب فرمایا اور وضو کیا، اور اذان کہی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی جو الگ کنارے پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ”اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے کوئی چیز نے روکا۔“ اس نے جواب دیا کہ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور پانی موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”پاک مٹی سے کام نکال لو۔ یہی تجھ کو کافی ہے۔“ پھر نبی کریم ﷺ نے سفر شروع کیا تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ پھر ٹھہر گئے اور فلاں (یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) کو بلایا۔ ابو رجاء رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لیا تھا لیکن عوف

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ، قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنَّا أَسْرَيْنَا، حَتَّى كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ، فَعَنَّا وَقَعَةً وَلَا وَقَعَةً أَخْلَى عِنْدَ الْمَسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا أَيَقْظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ اسْتَيْقَظَ فَلَانَ، ثُمَّ فَلَانَ، ثُمَّ فَلَانَ. يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءٍ، فَنَسِيَ عَوْفٌ. ثُمَّ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَامَ لَمْ تَوْقِظْ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ، لِأَنَّا لَا نَذَرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عَمْرٌ، وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ، وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالنَّكْبِيرِ، فَمَا زَالَ يَكْبُرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالنَّكْبِيرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ لِصَوْتِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكُوا إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ فَقَالَ: ((لَا صَيْرٌ، أَوْ لَا يَصِيرُ، ارْتَحِلُوا)). فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَعَا بِالْوَضُوءِ، فَتَوَضَّأَ وَتَوَدَّى بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْقَلَبَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ: ((مَا مَنَعَكَ يَا فَلَانَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟)). قَالَ: أَصَابَنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ، فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ)). ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ، فَدَعَا فَلَانًا - كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوْفٌ. وَدَعَا

کو یاد نہیں رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب فرمایا ان دونوں سے آپ نے فرمایا ”کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔“ یہ دونوں نکلے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو پانی کی دو پکھالیں (مشکیں) اپنے اونٹ پر لٹکائے ہوئے بیچ میں سوار ہو کر جا رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ملتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل اسی وقت میں پانی پر موجود تھی (یعنی پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی آج یہاں پہنچی ہوں) اور ہمارے قبیلہ کے مرد لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اس سے کہا: اچھا ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے پوچھا: کہاں چلوں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں۔ اس نے کہا، اچھا وہی جن کو لوگ صابی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، یہ وہی ہیں، جسے تم کہہ رہی ہو، اچھا اب چلو! آخر یہ دونوں حضرات اس عورت کو آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں لائے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ عمران نے کہا کہ لوگوں نے اسے اونٹ سے اتار لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا۔ اور دونوں پکھالوں یا مشکیزوں کے منہ اس برتن میں کھول دیئے۔ پھر ان کا اوپر کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد نیچے کا منہ کھول دیا اور تمام لشکریوں میں منادی کر دی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پانی پیئیں اور اپنے تمام جانوروں کو بھی پلا لیں۔ پس جس نے چاہا پانی پیا اور پلایا (اور سب سیر ہو گئے) آخر میں اس شخص کو بھی ایک برتن میں پانی دیا جسے غسل کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لے جا اور غسل کر لے۔“ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی سے کیا کیا کام لئے جا رہے ہیں اور خدا کی قسم! جب پانی لیا جانا ان سے بند ہوا، تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کچھ اس کے لئے (کھانے کی چیز) جمع کرو۔“ لوگوں نے اس کے لئے عمدہ قسم کی کھجور (عجوه) آنا اور ستوا اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ بہت سارا کھانا اس کے لئے جمع ہو گیا۔ تو اسے لوگوں نے ایک کپڑے میں رکھا اور عورت کو اونٹ پر سوار کر کے اس کے سامنے وہ کپڑا رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ”تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب

عَلِيًّا فَقَالَ: ((اِذْهَبَا قَابِغِيَا الْمَاءِ)). فَانْطَلَقَا فَتَلَقِيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ- أَوْ سَطِيحَتَيْنِ- مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا، فَقَالَا لَهَا أَيُّنَ الْمَاءِ؟ قَالَتْ: عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسَ هَذِهِ السَّاعَةَ، وَنَفَرْنَا خُلُوفًا. قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذَا. قَالَتْ: إِلَى أَيُّنَ؟ قَالَا: إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَتْ: الَّذِي يُقَالُ لَهُ: الصَّابِيُّ قَالَا: هُوَ الَّذِي تَعْنِينَ فَانْطَلِقِي. فَجَاءَ ابْنَاهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيثَ قَالَ: فَاسْتَنْزَلُوهُمَا عَنْ بَعِيرِهَا وَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ بِإِنَاءٍ، فَفَرَّغَ فِيهِ مِنْ أَقْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ- أَوْ السَّطِيحَتَيْنِ- وَأَوْكَأَ أَقْوَاهُمَا، وَأَطْلَقَ الْعِزَالِيَّ، وَنُوْدِي فِي النَّاسِ: اسْقُوا وَاسْتَقُوا. فَسَقَى مَنْ سَقَى، وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرَ ذَلِكَ أَنْ أُعْطِيَ الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ قَالَ: ((اِذْهَبْ، فَافْرِغْهُ عَلَيْكَ)) وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَاءِهَا، وَأَيْمَ اللَّهِ لَقَدْ أُفْلِحَ عَنْهَا، وَإِنَّهُ لِيَجِئِلَ إِلَيْنَا أَنَّهُمَا أَشَدُّ مِلَّةً مِنْهَا حِينَ ابْتَدَأَ فِيهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اجْمَعُوا لَهَا)). فَجَمَعُوا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيقَةٍ، حَتَّى جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوهُ فِي ثَوْبٍ، وَحَمَلُوهُمَا عَلَى بَعِيرِهَا، وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا قَالَ لَهَا: ((تَعْلَمِينَ مَا رَزَيْنَا مِنْ مَائِكَ شَيْئًا، وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا)). فَأَتَتْ أَهْلَهَا، وَقَدِ اخْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوا: مَا حَسِسْكَ يَا فُلَانَةُ؟ قَالَتْ: الْعَجَبُ، لِقِيْنِي رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِي إِلَى هَذَا

الرَّجُلُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: الصَّابِيُّ، فَقَعَلَ كَذَا وَكَذَا، قَوْلَ اللَّهِ! إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسَ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ. وَقَالَتْ بِإِضْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَابِيَّةَ، فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ - تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ [ذَلِكَ] يُغَيِّرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَلَا يُصَيِّنُونَ الصَّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ، فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا: مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدْعُونَكُمْ عَمْدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُواهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ.

کر دیا۔ پھر وہ اپنے گھر آئی، دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے گھر والوں نے پوچھا کہ اے فلانی! کیوں اتنی دیر ہوئی؟ اس نے کہا، ایک عجیب بات ہوئی وہ یہ کہ مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں۔ وہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا، خدا کی قسم! وہ تو اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا اس کی مراد آسمان اور زمین سے تھی۔ یا پھر وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس قبیلہ کے دور و نزدیک کے مشرکین پر حملے کیا کرتے تھے۔ لیکن اس گھرانے کو جس سے اس عورت کا تعلق تھا کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ یہ اچھا برتاؤ دیکھ کر ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا تمہیں اسلام کی طرف کچھ رغبت ہے؟ قوم نے عورت کی بات مان لی اور اسلام لے آئی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: صَبَأٌ: خَرَجَ مِنْ دِينِ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ: أَبُو الْعَالِيَةِ: الصَّابِيَّةُ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَفْرُؤُونَ الزُّبُورَ، أَصْبٌ: أَمِلٌ. [طرفہ فی: ۳۴۸، ۳۵۷۱] [مسلم: ۱۵۶۳]

حضرت ابو عبد اللہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبا کا معنی ہے اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کے دین میں چلا گیا اور ابو العالیہ نے کہا ہے کہ صابین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں اور سورہ یوسف میں جو اصْبُ کا لفظ ہے وہاں بھی اس کے معنی اَمِل کے ہیں۔

قیسویج: یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا الہی! اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا پس لفظ صابی اسی سے بنا ہے جس کے معنی دوسری طرف جھک جانے کے ہیں۔ تشریح سفر مذکور کون سا سفر تھا؟ بعض نے اسے سفر خیبر، بعض نے سفر حدیبیہ بعض نے سفر تبوک اور بعض نے طریق مکہ کا سفر قرار دیا ہے۔ بہر حال ایک سفر تھا جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ مکان غالب تھی اور پچھلی رات، پھر اس وقت ریگستان عرب کی مٹی ٹھنڈی ہوا تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو نیند آگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا، اور مجاہدین جاگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو زور زور سے نعرہ بکیر بلند کرنا شروع کیا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل جائے۔ چنانچہ آپ بھی جاگ اٹھے اور آپ نے لوگوں کو تسلی دلائی کہ جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا فکر کی کوئی بات نہیں۔ پھر آپ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور قحوظی دور آگے بڑھ کر پھر پڑاؤ کیا گیا اور آپ نے وہاں اذان کہلو کر جماعت سے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ایک شخص کو بیٹھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کو غسل کی حاجت ہوگئی ہے اور وہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس حالت میں تجھ کو مٹی پر تیمم کر لینا کافی تھا۔ ترجمہ الباب اسی جگہ سے ثابت ہوتا ہے بعد میں آپ نے پانی کی تلاش میں حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا اور انہوں نے اس مسافر عورت کو دیکھا کہ پانی کی پیکھا لیس اونٹ پر لٹکائے ہوئے جا رہی ہے۔ وہ اس کو بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، ان کی نیت ظلم و برائی کی نہ تھی بلکہ عورت سے قیمت سے پانی حاصل کرنا یا اس سے پانی کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا۔ آپ نے اس کی پیکھا لوں کے منہ کھلوا دیئے اور ان میں اپنا رایت مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ پانی اس قدر زیادہ ہو گیا کہ مجاہدین اور ان کے جانور سیراب ہو گئے اور اس جنسی شخص کو غسل کے لئے بھی پانی دیا گیا۔

اس کے بعد آپ نے پکھالوں کے منہ بند کرا دیئے اور وہ پانی سے بالکل لبریز تھیں۔ ان میں ذرا بھی پانی کم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے احسان کے بدلے احسان کے طور پر اس عورت کے لئے کھانا نالہ صحابہ کرام سے جمع کرایا اور اس کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آگے چل کر اس عورت اور اس کے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

امام الحدیثین رضی اللہ عنہما کا مقصد اس روایت کی نقل سے یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی پر تیمم کر لینا وضو اور غسل ہر دو کی جگہ کافی

-۴-

باب: اس بارے میں کہ جب جنبی کو (غسل کی وجہ

سے) مرض بڑھ جانے کا یا موت ہونے کا یا (پانی کے

کم ہونے کی وجہ سے) پیاس کا ڈر ہو تو تیمم کر لے

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک جاڑے کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی۔ تو آپ نے تیمم کر لیا اور یہ آیت تلاوت کی: ”اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔“ پھر اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوا تو آپ نے ان کو کوئی ملامت نہیں فرمائی۔

بَابٌ: إِذَا خَافَ الْجُنْبُ عَلَى

نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوْ الْمَوْتَ أَوْ

خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ

وَيَذَكَّرُ أَنْ عَمَّرَ وَبْنَ الْعَاصِ أَجْنَبٌ فِي لَيْلَةٍ
بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾
إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿النساء: ۲۹﴾ فَذَكَرَ
ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يُعَنْفَ.

تشریح: آیت کریمہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اسلام میں بڑی بڑی آسانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد علماء و فقہانے دین کو ایک ہوا بنا کر رکھ دیا ہے۔

(۳۴۵) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا مجھ کو محمد نے خبر دی جو غندر کے نام سے مشہور ہیں، شعبہ کے واسطے سے، وہ سلیمان سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابوداؤد سے کہ ابوموسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر (غسل کی حاجت ہو اور) پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبداللہ نے فرمایا: ہاں! (اگر مجھے ایک مہینہ تک بھی پانی نہ ملے گا تو میں نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر اس میں لوگوں کو اجازت دے دی جائے تو سردی معلوم کر کے بھی لوگ تیمم سے نماز پڑھ لیں گے۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا کیا جواب ہوگا۔ بولے کہ مجھے تو نہیں معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ عمار رضی اللہ عنہ کی بات سے مطمئن ہو گئے تھے۔

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غَنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلِيمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: نَعَمْ إِنْ لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ أَصَلْ لَوْ رَخِصْتُ لَهُمْ فِي هَذَا، كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَعْنِي تَيَمَّمَ وَصَلَّى، قَالَ: قُلْتُ: فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ: إِنِّي لَمْ أَرُ عُمَرَ قَبْلَ بَقُولِ عَمَارٍ. [طرفة في: ۳۳۸]

مسلم: ۸۱۸، ۸۱۹؛ ابوداؤد: ۳۲۱؛ نسائی: ۳۱۹]

(۳۴۶) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد حفص

بن غمیث نے، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شقیق بن

۳۴۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ

سلمہ سے سنا، انہوں نے کہا میں عبد اللہ (بن مسعود) اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابو عبد الرحمنؓ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہو گا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمم) کافی تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا عمار رضی اللہ عنہ کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کیا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیمم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اس کی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوا تو اسے چھوڑ دیا کرے گا۔ اور تیمم کر لیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ جِئْنَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَانَ يَكْفِيكَ؟)) قَالَ: أَلَمْ تَرَ عَمْرٌ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ مِنْهُ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِذِهِ الْآيَةِ؟ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ، فَقَالَ: إِنَّا لَوْرَحْصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لِأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتِيمَمَ، فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ: فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ۳۳۸، ۳۴۵]

تشریح: قرآنی آیت: ﴿أَوْ لِمَسْمُومَاتٍ﴾ (۵/ المائدہ: ۶) سے صاف طور پر جنسی کے لئے تیمم کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ یہاں لمس سے جماع مراد ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ آیت سن کر کوئی جواب نہ دے سکے۔ ہاں ایک مصلحت کا ذکر فرمایا۔ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خیال سے رجوع فرمایا تھا اور امام نووی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قول سے رجوع فرمایا تھا۔ امام نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ جنسی اور حائضہ اور نفاس والی سب کے لئے تیمم درست ہے جب وہ پانی نہ پائیں یا بیمار ہوں کہ پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہوں اور پانی نہ پائیں تو تیمم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ وہ سفر میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ مگر ان کو شک رہا۔ مگر عمار رضی اللہ عنہ کا بیان درست تھا اس لئے ان کی روایت پر سارے علمائے فتویٰ دیا کہ جنسی کے لئے تیمم جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خیالوں کو چھوڑ دیا گیا۔ جب صحیح حدیث کے خلاف ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کا قول چھوڑا جا سکتا ہے تو امام یا مجتہد کا قول خلاف حدیث کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ اسی لئے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمادیا کہ "اذا صح الحديث فهو مذهبي۔" صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ پس میرا جو قول صحیح حدیث کے خلاف پاؤا ہے چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا۔ رضی اللہ عنہما

باب: اس بارے میں کہ تیمم میں ایک ہی دفعہ مٹی پر

ہاتھ مارنا کافی ہے

باب: التیمم ضربۃ

۳۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا (۳۳۷) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی

أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ شَقِيقِ بْنِ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ، فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا، أَمَا كَانَ يَتِيمًا وَيُصَلِّي؟ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا يَتِيمًا وَإِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْعُقُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ ﴿لَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة: 6] فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَوْ رُحِصَ فِي هَذَا لَهُمْ لِأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيدَ. قُلْتُ: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ، فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا)).

وَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَضَهَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ، أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ؟ وَزَادَ يَعْلَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ شَقِيقِ بْنِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَكْتَ بِالصَّعِيدِ، فَاتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا)).

اعمش سے، انہوں نے شقیق سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک شخص کو غسل کی حاجت ہو اور مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز نہ پڑھے؟ شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تیمم نہ کرے اگرچہ وہ ایک مہینہ تک پانی نہ پائے (اور نماز موقوف رکھے) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ پھر سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟ ”اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرو۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بولے کہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ جب ان کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا تو وہ مٹی سے تیمم ہی کر لیں گے۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا تو تم نے جنبی کے لئے تیمم اس لئے برا جانا۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہوگی۔ لیکن پانی نہیں ملا۔ اس لئے میں مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارے لئے صرف اتنا اتنا کرنا کافی تھا۔“ اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کو ل لیا یا بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ کی بات پر قناعت نہیں کی تھی۔ اور یعلیٰ بن عبید نے اعمش کے واسطے سے شقیق سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا۔ پس مجھے غسل کی حاجت ہوگی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے صورت حال کے

وَمَسَّحَ وَجْهَهُ وَخَفِيَهُ وَاحِدَةً. [راجع: ۳۳۸، ۳۴۵] متعلق ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”تمہیں صرف اتنا ہی کافی تھا۔“ اور اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا۔

تشریح: ابوداؤد کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے تیم کا طریقہ بتلاتے ہوئے پہلے بائیں ہتھیلی کو دائیں ہتھیلی اور پہنچوں پر مارا پھر دائیں کو بائیں پر مارا اس طرح دونوں پہنچوں پر مسح کر کے پھر منہ پر پھیر لیا۔ بس یہی تیم ہے اور یہی رائج ہے۔

علمائے عقیدتین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دو بار کی روایتیں سب ضعیف ہیں۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث عمار رواہ الترمذی کے تحت فرماتے ہیں: ”والحدیث ید علی ان التیم ضربہ واحده للوجه والكفین وقد ذهب الی ذلك عطاء و مکحول والأوزاعی واحمد بن حنبل و اسحاق والصادق والامامیة قال فی الفتح: ونقله ابن المنذر عن جمهور العلماء و اختاره وهو قول عامة اهل الحدیث۔“ (نبیل الاوطار)

یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ تیم میں صرف ایک ہی مرتبہ ہاتھوں کو ٹی پر مارنا کافی ہے اور جمہور علماء و جملہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ:

بَابُ:

۳۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ: ((يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ)) فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَابَتْ بَنِي جَنَابَةَ وَلَا مَاءَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ)). [راجع: ۳۴۴]

۳۳۸) ہم سے عبدان نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہمیں عوف نے ابو رجاء سے خبر دی، کہا کہ ہم سے کہا عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا۔“ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم کو پاک مٹی سے تیم کرنا ضروری تھا، پس وہ تمہارے لئے کافی ہوتا۔“

[نسائی: ۳۴۸]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کے احکام و مسائل

بَابُ: كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ فِي الْاِسْرَاءِ
باب: اس بارے میں کہ شب معراج میں نماز کس طرح فرض ہوئی؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِي أَبُو سُهَيْبَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيثٍ هَزَقْلٌ فَقَالَ: يَا مَرْثَدَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ - حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم سے ابو سفیان بن حرب نے بیان کیا حدیث ہزقل کے سلسلہ میں؛ کہا کہ وہ یعنی نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھنے، سچائی اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔ [راجع: ۷]

تشریح: سید الفقہاء والحدیثین امام بخاری رضی اللہ عنہما مسائل طہارت بیان فرما چکے ہیں لہذا اب مسائل نماز کے لئے کتاب الصلوٰۃ کی ابتدا فرمائی۔ صلوٰۃ ہر وہ عبادت ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کی خشیت کے پیش نظر کی جائے۔ کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی عبادت کرتی ہے جس پر لفظ صلوٰۃ ہی بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ﴾ (النور: ۳۱/۳۳) ہر مخلوق کو اپنے طریقے پر نماز پڑھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ ایک آیت میں ہے: ﴿لَا مَن شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِن لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ (الاسراء: ۴۳) ”ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن اے انسانو! تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے۔“

”قال النووي في شرح مسلم: اختلف العلماء في اصل الصلاة فقليل هي الدعاء لاشتمالها عليه وهذا قول جماهير اهل العربية والفقهاء وغيرهم۔“ (نیل)

یعنی امام نووی رضی اللہ عنہ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ علما نے صلوٰۃ کی اصل میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی اصل حقیقت دعا ہے۔ جمہور اہل عرب اور فقہاء وغیرہم کا یہی قول ہے۔

علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”واشتقاقها من الصلبي“ یعنی یہ لفظ صلی سے مشتق ہے۔ صلی کسی نیزھی لکڑی کو آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ پس نماز بھی اسی طرح نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے اور جو شخص نماز کی آگ میں تپ کر سیدھا ہو گیا وہ اب دوزخ کی آگ میں داخل نہ کیا جائے گا۔ ”وہی صلۃ بین العبد وربہ“ یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ملنے کا ایک ذریعہ ہے جو عبادات نفسانی اور بدنی طہارت اور ستر عورت اور مال خرچ کرنے اور لعب کی طرف متوجہ ہونے اور عبادت کے لئے بیٹھنے اور جوارح سے اظہارِ خشوع کرنے اور دل سے نیت کو خالص کرنے اور شیطان سے جہاد کرنے اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنے اور قرآن شریف پڑھنے اور کلمہ شہادتین کو زبان پر لانے اور نفس کو جملہ پاک حلال چیزوں سے ہٹا کر ایک یاد الہی پر لگا دینے وغیرہ کا نام ہے۔ لغوی حیثیت سے صلوٰۃ دعا پر بولا گیا ہے اور شرعی طور پر کچھ اقوال اور افعال ہیں جو تکبیر تحریرہ سے شروع کئے جاتے ہیں اور تسلیم یعنی سلام پھیرنے پر ختم ہوتے ہیں۔ بندوں کی صلوٰۃ اللہ کے سامنے جھکنا، نماز پڑھنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ اللہ کی

عبادت کے ساتھ سوئمن کے لئے دعائے استغفار کرنا اور اللہ پاک کی صلوة اپنی مخلوقات پر نظر رحمت فرمانا۔ حدیث معراج میں آیا ہے کہ آپ جب ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ ذرا ٹھہریے آپ کا رب ابھی صلوة میں مصروف ہے یعنی اس صلوة میں جو اس کی شان کے لائق ہے۔ نماز (عبادت) ہر مذہب ہر شریعت ہر دین میں تھی، اسلام نے اس کا ایک ایسا جامع مفید ترین طریقہ پیش کیا ہے کہ جس سے زیادہ بہتر اور جامع طریقہ ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کے بعد یہ اسلام کا اولین رکن ہے جسے قائم کرنا دین کو قائم کرنا ہے اور جسے چھوڑ دینا دین کی عمارت کو گرا دینا ہے، نماز کے بے شمار فوائد ہیں جو اپنے مقامات پر بیان کئے جائیں گے۔ (۵) ماہِ رَاحِةِ نِجَالِیْ

(۳۴۹) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے گھر کی چھت کھول دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں رکھ دیا، پھر سینے کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو! اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبرئیل، پھر انہوں نے پوچھا: کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا: ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا: جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے، وہاں ہم نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے داہنی طرف کچھ لوگوں کے جھنڈے تھے اور کچھ جھنڈے بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: آؤ! اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈے ہیں یہ ان کے بیٹوں کی رو میں ہیں۔ جو جھنڈے دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈے دوزخی رو میں ہیں۔ اس لیے جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج سے) روتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے

۳۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ كَبِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فَرَجَّ عَنْ سَفْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَتَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ فَفَرَجَّ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جَنَّتْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيْلُ قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ فَقَالَ: أُرْسِلْ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرَحِبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى، حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِحَازِنِهَا:

دارودہ سے کہا: کھولو! اس آسمان کے دارودہ نے بھی پہلے دارودہ کی طرح پوچھا، پھر کھول دیا۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ یعنی نبی ﷺ نے آسمان پر آدم، اور لیس، موسیٰ عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا ٹھکانہ نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ”جب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادریس علیہ السلام پر گزرے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ادریس علیہ السلام۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: آؤ اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے کہا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: آؤ اچھے آئے ہو، صالح نبی اور صالح بیٹے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔“ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن حزم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس اور ابو حنیفہ الانصاری رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام لے کر چڑھے، اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی)۔“ ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابو ذر سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر واپس لوٹا جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا

افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ
فَفَتَحَ)) قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ: أَنَّهُ وَجَدَ فِي
السَّمَوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيسَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى،
وَإِبْرَاهِيمَ، وَلَمْ يَنْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلَهُمْ، غَيْرَ
أَنَّهُ ذَكَرَ: أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا،
وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا
مَرَّ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِيِّ ﷺ بِإِدْرِيسَ، ((قَالَ:
مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ:
مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ؛ ثُمَّ مَرَرْتُ
بِمُوسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ
الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى ثُمَّ
مَرَرْتُ بِعِيسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ
وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا
عِيسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا
بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ
هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ:
فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ
الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
((ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتَّى طَهَّرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ
فِيهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ)). قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسٌ
ابْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَقَرَضَ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ عَلَيَّ أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ
بِذَلِكَ، حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا
قَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَيَّ أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: قَرَضَ
خَمْسِينَ صَلَاةً، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ
لَا تَطِيقُ فَرَا جَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ
إِلَى مُوسَى قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ: رَاجِعْ

رَبِّكَ، فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَارْجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَارْجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَارْجَعْتُهُ فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ، لَا يُدَلُّ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَارْجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبِّكَ فَقُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطَلَقْتُ بِي حَتَّى انْتَهَيْتُ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَعَشِيهَا أَلْوَانٌ لَا أُدْرِي مَا هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَائِلُ اللَّوْلُؤِ، وَإِذَا تَرَابُهَا الْمِسْكُ)). (طرفہ
 نفی: ۱۶۳۶، ۳۳۴۲] (مسلم: ۴۱۵، ۴۱۶؛
 نسائی: ۴۴۸، ۱۳۹۹)

کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ دوبارہ جائے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جائے، کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی، پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جاؤ۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا ہیں۔ اب کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔“

تشریح: معراج کا واقعہ قرآن کی سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کے شروع میں بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کثرت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ اسے تو اتار کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج جاگتے میں بدن اور روح ہر دو کے ساتھ ہوا۔ سینہ مبارک چاک کر کے آب زمزم سے دھو کر رکمت، اور ایمان سے بھر کر آپ کو عالم ملکوت کی سیر کرنے کے قابل بنا دیا گیا۔ یہ شق صدر دوبارہ ہے۔ ایک بار پہلے حالت رضاعت میں بھی آپ کا سینہ چاک کر کے علم و حکمت انوار و تجلیات سے بھر دیا گیا تھا۔ دوسری روایات کی بنا پر آپ ﷺ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ جب آپ مقام اعلیٰ پر پہنچ گئے، تو آپ نے وہاں فرشتوں کی قلموں کی آوازیں سنیں اور مطابق آیت مبارکہ ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ (۱۸/۵۳) آپ نے ملا اعلیٰ میں بہت سی چیزیں دیکھیں، وہاں اللہ پاک نے آپ کی امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ کے نواہر آنے جانے کے صدے میں صرف بیچ وقت نماز باقی رہ گئی مگر ثواب میں وہ پچاس کے برابر ہیں۔ ترجمہ باب بیس سے نکلتا ہے کہ نماز معراج کی اس تفصیل کے ساتھ فرض ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بھری کادرخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان تک ہیں۔ فرشتے وہیں تک جاسکتے ہیں آسے جانے کی ان کو مجال نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ متعجبی اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام آتے ہیں وہ وہاں آ کر ٹھہر جاتے ہیں اور نیچے سے جو کچھ جاتا ہے وہ بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

معراج کی اور تفصیلات اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ آسمانوں کا وجود ہے جس پر جملہ کتب سماویہ اور تمام انبیاء کرام کا اتفاق ہے، مگر اس کی کیفیت اور حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس قدر بتلا دیا گیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور فلاسفہ و ملاحدہ اور آج کل کے سائنس والے جو آسمان کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے قول باطل پر ہرگز کان نہ لگانے چاہئیں۔

۳۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: (۳۵۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیسری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں

خبردی امام مالک نے صالح بن کيسان سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز میں دو دو رکعت فرض کی تھی، سفر میں بھی اور اقامت کی حالت میں بھی۔ پھر سفر کی نماز تو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھی گئی اور حالت اقامت کی نمازوں میں زیادتی کر دی گئی۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ جِئْنَ فَرَضَهَا رَكَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَأَقْرَبَتْ صَلَاةَ السَّفَرِ، وَزَيْدًا فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

[طرفاہ فی ۱۰۹۰، ۳۹۳۵] [مسلم: ۱۵۷۰]

ابوداؤد: ۱۱۹۸؛ نسائی: ۴۵۴]

باب: اس بیان میں کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

بَابُ وَجُوبِ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ

واجب ہے

الثِّيَابِ،

(سورہ اعراف میں) اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ ”تم کپڑے پہنا کرو ہر نماز کے وقت۔“ اور جو ایک ہی کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھے (اس نے بھی فرض ادا کر لیا) اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اگر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو) ”اپنے کپڑے کو ٹانگ لے لے اگر چہ کانٹے ہی سے ٹانگنا پڑے۔“ اس کی سند میں نظر ہے اور وہ شخص جو اسی کپڑے سے نماز پڑھتا ہے جسے پہن کر وہ جماع کرتا ہے (تو نماز درست ہے) جب تک وہ اس میں کوئی گندگی نہ دیکھے اور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿خَلِدُوا فِيهَا وَإِنْ نَسِيتُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ مِنْ جِهَةِ الثِّيَابِ فَلْتَمَسَّ فِيهَا جُنُبًا وَارْتَمُوا فِيهَا حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مِنْهَا﴾ [الاعراف: ۳۱] وَمَنْ صَلَّى مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَيَذْكُرُ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَخْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بِزُرَّةٍ وَكَلَّمَ بِشَوْكَةَ)). وَفِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ، وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يَجَامِعُ فِيهِ مَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَدَى، وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا.

تشریح: آیت مبارکہ: ﴿خَلِدُوا فِيهَا وَإِنْ نَسِيتُمْ﴾ [الاعراف: ۳۱] میں سجد سے مراد نماز ہے۔ بقول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک عورت خانہ کعبہ کا نگلی ہو کر طواف کر رہی تھی کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ بھی عموماً طواف کعبہ نگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی سے روکا۔ اور نماز کے لئے مساجد میں آتے وقت کپڑے پہننے کا حکم فرمایا: ﴿خَلِدُوا فِيهَا وَإِنْ نَسِيتُمْ﴾ میں زینت سے ستر پوشی ہی مراد ہے جیسا کہ مشہور مفسر قرآن حضرت مجاہد نے اس بارے میں امت کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔ لفظ زینت میں بڑی وسعت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسجد اللہ کا دربار ہے اس میں ہر ممکن و جائز زیب و زینت کے ساتھ اس نیت سے داخل ہونا کہ میں اللہ اکرم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین کے دربار میں داخل ہوں ہاں، عین آداب و بارخداوندی میں داخل ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ اگر صرف ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کر لی جائے بشرطیکہ اس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ ایسے ایک کپڑے کو ٹانگ لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دوڑوں کنارے ملا کر اسے اٹکائے۔ اگر گھنڈی نکلے نہ ہو تو کانٹے یا پین سے اٹکالے تاکہ کپڑا سامنے سے کھلنے نہ پائے اور شرمگاہ چھپی رہے۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداؤد اور ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے۔ اس کی سند میں اضطراب ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اسے اپنی صحیح میں نہیں لائے ((ومن صلى في الثوب الذي)) النخ ایک طویل حدیث میں وارد ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے نکالا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس کپڑے کو پہن کر صحبت کرتے اگر اس میں کچھ پلییدی نہ پائے تو اسی

میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور حدیث ((ان لا یطوف بالبییت عریان)) کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ جب ننگے ہو کر طواف کرنا صحیح ہو تو نماز بطریق اولیٰ صحیح ہے۔

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: أَمَرْنَا أَنْ نُخْرَجَ النُّحَيْضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَدَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدَنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَتَعْتَرِلُ النُّحَيْضَ عَنِ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتْ امْرَأَةٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ: ((لَتَلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ۳۲۴]

(۳۵۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، وہ محمد سے، وہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو بھی باہر لے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو سکیں۔ البتہ حیض والی عورتوں کو نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے پاس (پردہ کرنے کے لیے) چادر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ ”اس کی ساتھی عورت اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اوڑھادے۔“

اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا ہم سے عمران قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سیرین نے، کہا ہم سے ام عطیہ نے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: ترجمہ باب حدیث کے الفاظ ((لتلبسها صاحبته من جلبابها)) ”جس عورت کے پاس کپڑا نہ ہو اس کی ساتھ والی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر ہی کا کوئی حصہ اسے بھی اوڑھادے۔“ سے نکلتا ہے۔ مقصد یہ کہ مساجد میں جاتے وقت، عید گاہ میں حاضری کے وقت، نماز پڑھتے وقت اتنا کپڑا ضرور ہونا چاہیے جس سے مرد عورت اپنی اپنی حیثیت میں ستر پوشی کر سکیں۔ اس حدیث سے بھی عورتوں کا عید گاہ جانا ثابت ہوا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے سنن عبد اللہ بن رجاء کو لاکر اس شخص کا رد کیا جس نے کہا کہ محمد بن سیرین نے یہ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ اپنی بہن حصہ سے، انہوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے، اسے طہرائی نے محکم کبیر میں وصل کیا ہے۔

بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا

باب: نماز میں گدی پر تہبند باندھنے کے بیان میں

فِي الصَّلَاةِ

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِي أَرْبَعِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ.

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَإِقْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: صَلَّى جَابِرُ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاةٍ، وَثَبَاتُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمَشْجَبِ فَقَالَ لَهُ

اور ابو حازم نے سہل بن سعد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اپنی تہبند کندھوں پر باندھ کر نماز پڑھی۔

(۳۵۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے واقد بن محمد نے محمد بن منکر کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انہوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھوٹی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک

تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احق مجھے دیکھے۔ پھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو کپڑے بھی کسی کے پاس تھے؟

قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِرَأْيِي أَحَقُّ مِنْكَ، وَأَيْنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[اطرافہ فی: ۲۵۳، ۳۶۱، ۳۷۰]

(۳۵۳) ہم سے ابو مصعب بن عبد اللہ مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الرحمن بن ابی الموالی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے نبی ﷺ کو بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرًا يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ. [راجع: ۳۵۲]

تشریح: اس حدیث کا ظاہر میں اس باب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اسے یہاں اس لئے نقل کیا کہ اگلی روایت میں نبی کریم ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا صاف مذکور تھا، اس میں صاف صاف مذکور ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اکثر لوگوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، اسی میں وہ ستر پوشی کر کے نماز پڑھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کپڑے موجود ہونے کے باوجود اسی لئے ایک کپڑے میں نماز ادا کی تاکہ لوگوں کو اس کا بھی جواز معلوم ہو جائے۔ بہت سے دیہات میں خاص طور پر خانہ بدوش قبائل میں ایسے لوگ اب بھی مل سکتے ہیں جو سر پر تیک صرف ایک ہی چادر یا کبیل کا تہبند کرتا بنا لیتے ہیں اور اسی سے ستر پوشی کر لیتے ہیں۔ اسلام میں اداۓ نماز کے لئے ایسے سب لوگوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔

باب: اس بیان میں کہ صرف ایک کپڑے کو بدن

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

پر لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز و درست ہے

مُلْتَحِفًا بِهِ

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا کہ ملتحف متوشح کو کہتے ہیں۔ جو اپنی چادر کے ایک حصے کو دوسرے کاندھے پر اور دوسرے حصے کو پہلے کاندھے پر ڈال لے اور وہ دونوں کاندھوں کو (چادر سے) ڈھانک لینا ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر اوڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو اس سے مخالف طرف کے کاندھے پر ڈالا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ: الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشَّحُ وَهُوَ الْمُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ، وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلَى مَنْبِيئِهِ، وَقَالَتْ أُمُّ هَانِيَةَ: التَّحَفُ النَّبِيُّ ﷺ بِثَوْبٍ لَهُ، وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

(۳۵۴) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا، وہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور آپ نے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف طرف کے کاندھے پر ڈال لیا۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَذَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ. [طرفاه

فی: ۳۵۵، ۳۵۶] [مسلم: ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴]

(۳۵۵) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے عمر بن ابی سلمہ سے نقل کر کے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا، کپڑے کے دونوں کناروں کو آپ نے دونوں کاندھوں پر ڈال رکھا تھا۔

(۳۵۶) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے جن کو عمر بن ابی سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ اسے لپیٹے ہوئے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں کاندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

(۳۵۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک بن انس نے عمر بن عبید اللہ کے غلام ابونضر سالم بن امیہ سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابومرہ یزید نے بیان کیا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب سے یہ سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ ”کون ہے؟“ میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اچھی آئی ہو، ام ہانی!“ پھر جب آپ نہانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں کے بیٹے (حضرت علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک شخص کو ضرور قتل کرے گا۔ حالانکہ میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاندان) ہمیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔“ ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت تھی۔

ترمذی: ۳۳۹؛ نسائی: ۷۶۳؛ ابن ماجہ: ۱۰۴۹
 ۳۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَدْ أَلْقَى طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ۳۵۴]
 ۳۵۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ۳۵۴]

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مَرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أُمَّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، تَقُولُ ذَهَبَتْ إِلَيَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ)). قُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيَةَ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ ((مَرْحَبًا يَا أُمَّ هَانِيَةَ)) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، مُتَلِحًا فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلُ رَجُلًا قَدْ أَجْرْتُهُ فَلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ أَجْرْنَا مَنْ أَجْرْتِ يَا أُمَّ هَانِيَةَ)). قَالَتْ أُمُّ هَانِيَةَ: وَذَلِكَ ضَحَى. [راجع: ۲۸۰]

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گئے بھائی تھے۔ ایک باپ ایک ماں۔ ان کو ماں کا بیٹا اس لئے کہا کہ مادری بہن بھائی ایک دوسرے پر

بہت مہربان ہوتے ہیں۔ گویا ام ہانی یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے سنگے بھائی ہونے کے باوجود مجھ پر مہربانی نہیں کرتے۔ ہمیرہ کا بیٹا جعدہ نامی تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ مارنے کا ارادہ کیوں کرتے۔ ابن ہشام نے کہا ام ہانی نے حارث بن ہشام اور زبیر بن ابی امیہ یا عبداللہ بن ربیعہ کو پناہ دی تھی۔ یہ لوگ ہمیرہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ شاید فلاں بن ہمیرہ میں راوی کی بھول سے عم کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی دراصل فلاں بن عم ہمیرہ ہے۔

ہمیرہ بن ابی وہب بن عمر خزومی ام ہانی بنت ابی طالب کے خاوند ہیں جن کی اولاد میں ایک بچے کا نام ہانی بھی ہے جن کی کنیت سے اس خاتون کو ام ہانی سے پکارا گیا۔ ہمیرہ حالت شرک ہی میں مر گئے۔ ان کا ایک بچہ جعدہ نامی بھی تھا جو ام ہانی ہی کے بطن سے ہے جن کا اوپر ذکر ہوا فتح مکہ کے دن ام ہانی نے ان ہی کو پناہ دی تھی۔ ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے ان کی پناہ کو قبول فرمایا۔ آپ اس وقت چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ پر شکر یہی کی نماز تھی۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَائِلًا، سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوْ لِكُلِّكُمْ تَوْبَانِ؟)). [طرفہ فی: ۳۶۵] [مسلم: ۱۱۴۸]

۳۵۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے ابن شہاب کے حوالہ سے خبر دی، وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”(کچھ برائیاں) بھلا کیا تم سب میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟“

ابوداؤد: ۶۲۵، نسائی: ۷۶۲]

تشریح: ایک ہی کپڑا جس سے ستر پوشی ہو سکے اس میں نماز جائز اور درست ہے۔ جمہور امت کا یہی فتویٰ ہے۔

باب: جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھے تو اس کو مونڈھوں پر ڈالے

۳۵۹) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے عبدالرحمن اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہیے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔“

باب: إِذَا صَلَّى فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقِهِ

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ مَالِكٍ، عَنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ شَيْءٌ)). [طرفہ فی: ۳۶۰]

۳۶۰) ہم سے ابو نعیم فضل بن دیکین نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان بن عبدالرحمن نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے، انہوں نے عکرمہ سے، یحییٰ نے کہا میں نے عکرمہ سے سنا یا میں نے ان سے پوچھا تھا۔ تو عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے۔ میں اس کی گواہی دیتا

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ عِكْرَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُهُ أَوْ، كُنْتُ مَأْتَهُ. قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهُ ﷻ يَقُولُ: ((مَنْ صَلَّى فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ، هُوَ كَمَا رَسَلَهُ اللَّهُ ﷻ كَوْمِمْ نِي يَرِشَادُ فَرَمَاتِي سَنَاتَهَا كَمَا «جَوْحْضُ اِيك فَلْيُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ»)).

پڑھے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے مخالف سمت کے کندھے پر ڈال لینا چاہیے۔ [راجع: ۳۵۹] [ابوداؤد: ۶۲۷]

تشریح: التحاف اور توشیح اور اشتمال سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کپڑے کا وہ کنارہ جو دائیں کندھے پر ہو اس کو بائیں ہاتھ کی بغل سے اور جو بائیں کندھے پر ڈالا ہو اس کو دائیں ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کناروں کو ملا کر سینے پر باندھ لینا، یہاں بھی مخالف سمت کندھے سے یہی مراد ہے۔

باب: جب کپڑا تنگ ہو تو کیا کیا جائے؟

۳۶۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلَاةِ، فِي النَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷻ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِيَبْغُضَ أَمْرِي، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي وَعَلَى نَوْبٍ وَاحِدٍ، فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَا السُّرْمِيُّ يَا جَابِرُ؟)) فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ: ((مَا هَذَا الْإِشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ؟)) قُلْتُ: كَانَ نَوْبًا، قَالَ: ((فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِمْ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّوِزْ بِهِ)). [راجع: ۳۵۲]

۳۶۱) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے، وہ سعید بن حارث سے، کہا ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوہ بواط) میں گیا۔ ایک رات میں کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں مشغول ہیں، اس وقت میرے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اس لیے میں نے اسے لپیٹ لیا اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا: ”جابر اتنی رات کو کیسے آئے؟“ میں نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے متعلق کہا۔ جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے پوچھا کہ ”یہ تم نے کیا لپیٹ رکھا تھا جسے میں نے دیکھا۔“ میں نے عرض کی کہ (ایک ہی) کپڑا تھا (اس طرح نہ لپیٹتا تو کیا کرتا) آپ نے فرمایا کہ ”اگر وہ کشادہ ہو تو اسے اچھی طرح لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کو تہبند کے طور پر باندھ لیا کرو۔“

تشریح: نبی کریم ﷺ نے جابر پر اس وجہ سے انکار فرمایا کہ انہوں نے کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح سے لپیٹ رکھا ہوگا کہ ہاتھ وغیرہ سب اندر بند ہو گئے ہوں گے اسی کو آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ اشتمال صماء کہتے ہیں، مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑا تنگ تھا اور جابر رضی اللہ عنہ نے اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کی تھی اور نماز میں ایک جانب جھکے ہوئے تھے تاکہ ستر نہ کھلے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بتلایا کہ یہ صورت جب ہے جب کپڑا فراخ ہو اگر تنگ ہو تو صرف تہبند کر لینا چاہیے۔

۳۶۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷻ، هَمُّ سَمْدُو نِي بِيَانُ كِيَا، كَمَا هَمُّ سِي بِيَانُ قَطَانِ نِي، اِنْهَوْنِ نِي سَفِيَانِ ثَوْرِي سِي، اِنْهَوْنِ نِي كَمَا هَمُّ سِي اِبُو حَا زَمِ سَلْمَةَ بِنِ دِي نَارِ نِي بِيَانُ كِيَا سَهْلِ بِنِ سَعْدِ سَاعِدِي سِي، اِنْهَوْنِ نِي كَمَا كُنِي آدَمِي نَبِي

کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر ازاریں باندھے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور عورتوں کو (آپ کے زمانے میں) حکم تھا کہ اپنے سروں کو (سجدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک مرد مسیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔

عَاقِدِي أُرْهِمَ عَلَىٰ أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصَّبِيَّانِ ، وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّىٰ يَسْتَوِيَ الرَّجَالُ جُلُوسًا. [طرفاء في: ۸۱۴، ۱۲۱۵] [مسلم: ۹۸۷؛ ابوداؤد: ۶۳۰؛ نسائی: ۷۶۵]

تشریح: کیونکہ مردوں کے بیٹھ جانے سے پہلے سر اٹھانے میں کہیں عورتوں کی نظر مردوں کے ستر پر نہ پڑ جائے۔ اسی لئے عورتوں کو پہلے سر اٹھانے سے منع فرمایا۔ اس زمانہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتی تھیں اور مردوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا تھا۔ آج کل یہ صورتیں نہیں ہیں پھر عورتوں کے لئے اب عید گاہ میں بھی پردے کا بہترین انتظام کر دیا جاتا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجَبَّةِ الشَّامِيَّةِ

باب: شامی چغہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کپڑوں کو پارسی بنتے ہیں اس کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے ابن شہاب زہری کو یمن کے ان کپڑوں کو پہنے دیکھا جو (حلال جانوروں کے) پیشاب سے رنگے جاتے تھے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نئے بغیر دھلے کپڑے پہن کر نماز پڑھی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ: لَمْ يَرِ بِهَا بَأْسًا وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ وَصَلَّىٰ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْضُورٍ.

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بنائے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی درست ہے جب تک ان کی ظاہری نجاست کا یقین نہ ہو۔ حافظ نے کہا کہ شام میں ان دنوں کافروں کی حکومت تھی اور وہاں سے مختلف اقسام کے کپڑے یہاں مدینہ میں آیا کرتے تھے، اس لئے ان مسائل کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے جس کو رنگائی کے مصالحوں میں ڈالا جاتا تھا۔

(۳۶۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش کے واسطے سے، انہوں نے مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا: ”مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھالے۔“ میں نے اسے اٹھالیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ چلے اور میری نظروں سے چھپ گئے۔ آپ نے قضائے حاجت کی۔ اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ کھولنے کے لیے آستین اوپر چڑھانی چاہتے تھے لیکن وہ تنگ تھی اس لیے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے ننھیں پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

۳۶۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنِ مُسْلِمِ بْنِ صَبِيحٍ ، عَنِ مَسْرُوقِ بْنِ أَيْدٍ ، عَنِ مَغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: ((يَا مَغِيرَةُ، خُذِ الْإِدَاوَةَ)). فَأَخَذْتُهَا فَنَاطَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّىٰ تَوَارَىٰ عَنِّي فَقَضَىٰ حَاجَتَهُ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا ، فَصَبَّتْ عَلَيْهِ فَنَوَضًا وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ، وَمَسَحَ عَلَيَّ خُفِّيَّ ، ثُمَّ صَلَّىٰ. [راجع: ۱۸۲] [مسلم: ۶۲۹، ۶۳۰؛ نسائی: ۱۲۳؛ ابن ماجہ: ۳۸۹]

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيِّ فِي الصَّلَاةِ وَعَبْرَهَا

باب: (بے ضرورت) ننگا ہونے کی کراہیت نماز
میں ہو (یا اور کسی حال میں)

(۳۶۴) ہم سے مطرب بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت سے پہلے) کعبہ کے لیے قریش کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے۔ اس وقت آپ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس نے کہا کہ بھتیجے! تم تہبند کیوں نہیں کھول لیتے اور اسے پتھر کے نیچے اپنے کاندھے پر رکھ لیتے (تاکہ تم پر آسانی ہو جائے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کھول لیا اور کاندھے پر رکھ لیا۔ اسی وقت غشی کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔

۳۶۴۔ حَدَّثَنَا مَطْرِبُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ. فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: عَمَّ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ: فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبِي، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذَلِكَ عُرْيَانًا.

[طرفہ فی: ۱۵۸۲، ۳۸۲۹] [مسلم: ۷۷۲]

تشریح: اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے بے شرمی اور جملہ برائیوں سے بچایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اقدس میں کنواری عورتوں سے بھی زیادہ شرم تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ سنا اور نقل کیا، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ اترا، اور اس نے فوراً آپ کا تہبند باندھ دیا۔ (ارشاد الساری)

ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ستر پوشی کا ہے، جو نماز کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو جانا امر دیگر ہے۔

باب: قمیص اور پاجامہ اور جانگیا اور قبا (چغہ) پہن
کر نماز پڑھنے کے بیان میں

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالتَّبَانِ وَالْقَبَاءِ

(۳۶۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب کے واسطے سے، انہوں نے محمد سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا، اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟“ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فراخی دی ہے تو تم بھی فراخی کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنا کپڑا اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے،

۳۶۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: ((أَوْ كَلِّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟)). ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ: إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابُهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ، فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ

وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَقَبَاءٍ، فِي تَبَانٍ وَقَبَاءٍ، فِي تَبَانٍ وَقَمِيصٍ۔ قَالَ: وَأَخْسِبُهُ قَالَ: فِي تَبَانٍ وَرِدَاءٍ. [راجع: ۳۵۸]

کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قبائیں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قبائیں کوئی جاگلیا اور قبائیں میں، کوئی جاگلیا اور قمیص۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی جاگلیا اور چادر میں نماز پڑھے۔

تشریح: اس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شک تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آخر کا لفظ کہا تھا یا نہیں، کیونکہ محض جاگلیا سے ستر پوشی نہیں ہوتی ہاں اس پر ایسا کپڑا ہو جس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو جائے تو جائز ہے اور یہاں یہی مراد ہے: ”فالستر به حاصل مع القبا ومع القميص۔“ (تطواني) چغذیا طویل قمیص پہن کر اس کے ساتھ ستر پوشی ہو جاتی ہے۔

۳۶۶۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا تَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وُرْسٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ النُّخْفَيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا اسْفَلَ مِنَ الْكُعْبَيْنِ)). وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع: ۱۳۴]

(۳۶۶) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذنب نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے سالم سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ”نہ قمیص پہننے نہ پاجامہ، نہ باران کوٹ اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران لگا ہوا ہو اور نہ ورس لگا ہوا کپڑا، پھر اگر کسی شخص کو جوتے نہ ملیں (جن میں پاؤں کھلا رہتا ہو) وہ موزے کاٹ کر پہن لے تاکہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائے اور ابن ابی ذنب نے اس حدیث کو نافع سے بھی روایت کیا، انہوں نے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔

تشریح: ورس ایک زرد رنگ والی خوشبودار گھاس یمن میں ہوتی تھی جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے۔ مناسبت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ محرم کو احرام کی حالت میں ان چیزوں کے پہننے سے منع فرمایا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے علاوہ دیگر حالتوں میں ان سب کو پہنا جاسکتا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی، یہی ترجمہ باب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ قمیص اور پاجامے کے بغیر بھی (بشرطیکہ ستر پوشی حاصل ہو) نماز درست ہے کیونکہ محرم ان کو نہیں پہن سکتا اور آخر وہ نماز ضرور پڑھے گا۔

بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

باب: ستر کا بیان جس کو ڈھا نکتنا چاہیے

۳۶۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ اسْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَأَنْ يَخْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [اطرافه في:

(۳۶۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صماء کی طرح کپڑا بدن پر لپیٹ لینے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے پر احتباء کرے اور اس کی شرمگاہ پر علیحدہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو۔

۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۰، ۵۸۲۲،

[۶۲۸۴] [نسائی: ۵۳۵۵]

تشریح: احتیاء کا مطلب یہ ہے کہ اُڑوں بیٹھ کر پنڈلیوں اور پیٹھ کو کسی کپڑے سے باندھ لیا جائے اس کے بعد کوئی کپڑا اوڑھ لیا جائے۔ عرب اپنی مجلسوں میں ایسے بھی بیٹھا کرتے تھے۔ چونکہ اس صورت میں بے پردہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اسلام نے اس طرح بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔

اشتمال صماء یہ ہے کہ کپڑے کو لیٹ لے اور ایک طرف سے اس کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے۔ اس میں شرمگاہ کھل جاتی ہے اس لئے منع ہوا، ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں سرین کو زمین سے لگا دے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر دے۔ اس میں بھی شرمگاہ کے کھلنے کا احتمال ہے، اس لئے اس طرح بیٹھنا بھی منع ہوا۔

۳۶۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بِنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيِّعَتَيْنِ عَنِ اللَّمَّاسِ وَالنَّبَاذِ، وَأَنْ يَشْتَمَلَ الصَّمَاءَ، وَأَنْ يَخْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ. [اطرافہ فی: ۵۸۴، ۵۸۸، ۱۹۹۳،

(۳۶۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، جو ابو الزناد سے نقل کرتے ہیں، وہ اعرج سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ ایک تو چھونے کی بیع سے، دوسرے پھینکنے کی بیع سے اور اشتمال صماء سے (جس کا بیان اوپر گزرا) اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱] [مسلم:

۳۸۰۲؛ ترمذی: ۱۳۱۰]

تشریح: عرب میں خرید و فروخت کا طریقہ یہ بھی تھا کہ خرید نے والا اپنی آنکھ بند کر کے کسی چیز پر ہاتھ رکھ دیتا، دوسرا طریقہ یہ کہ خود بیچنے والا آنکھ بند کر کے کوئی چیز خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا، ان دونوں صورتوں میں مقررہ قیمت پر خرید و فروخت ہوا کرتی تھی، پہلے کو لماس اور دوسرے کو نباد کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ناجائز قرار دی گئیں اور یہ اصول ٹھہرایا گیا کہ خرید و فروخت میں بیچنے یا خریدنے والا ناواقفیت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے۔ یہاں تک فرمایا کہ دھوکہ بازی سے خرید و فروخت کرنے والا ہماری امت سے نہیں ہے۔

۳۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَدِّينَ يَوْمَ النَّخْرِ نُؤَدْنُ بِنِي أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ النَّعَامِ مُشْرِكًا، وَلَا يَطُوفَ بِالنَّبِيِّ عُرْيَانًا. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ثُمَّ أُرْدَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيًّا، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَدِّنَ بِرَاءَةً وَقَالَ

(۳۶۹) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی ابن شہاب نے اپنے چچا کے واسطے سے، انہوں نے کہا مجھے حمید بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حج کے موقع پر مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ ہم منیٰ میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی شخص ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ حمید بن عبد الرحمن نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر کے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سورہ براءت

ابُو هُرَيْرَةَ: فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مَنِيَّ
يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا، وَلَا
يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَرِيَانًا. [اطرافہ فی: ۱۶۲۲،
۳۱۷۷، ۴۳۶۳، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷]

پڑھ کر سنا دیں اور اس کے مضامین کا عام اعلان کر دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ حجر کے دن منیٰ میں دسویں
تاریخ کو یہ سنایا کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور بیت اللہ کا
طواف کوئی شخص ننگے ہو کر نہ کرے گا۔

[مسلم: ۳۲۸۷؛ نسائی: ۲۹۵۷]

مذکورہ امور کی ممانعت اس لئے کر دی گئی کیونکہ بیت اللہ کی خدمت و حفاظت اب مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔

تشریح: جب ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو ستر پوشی طواف میں ضرور واجب ہوگی، اسی طرح نماز میں بطریق اولیٰ ستر پوشی واجب ہوگی۔ سورہ توبہ
کے نازل ہونے پر نبی کریم ﷺ نے کافروں کی آگاہی کے لئے پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ معاہدہ کو
توڑنے کا حق دستور عرب کے مطابق اسی کو ہے، جس نے خود معاہدہ کیا ہے یا کوئی اس کے خاص گھر والوں سے ہونا چاہیے۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرمادیا۔ قریش مکہ کی بد عہدی کی آخری مثال صلح حدیبیہ تھی۔ طے ہوا تھا کہ ایک طرف مسلمان اور ان کے حلیف ہوں گے
اور دوسری طرف قریش اور ان کے حلیف، مسلمانوں کے ساتھ قبیلہ خزاعہ شریک ہوا اور قریش کے ساتھ پھر بکر صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک
دونوں فریق صلح و امن سے رہیں گے۔ مگر ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بکر نے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ بنو خزاعہ نے
کعبہ میں اللہ کے نام پر امان مانگی، پھر بھی وہ بے دریغ قتل کئے گئے۔ صرف چالیس آدمی بچ کر مدینہ پہنچے اور سارا حال زار بیخبر اسلام ﷺ کو سنایا۔
اب معاہدہ کی رو سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا کہ قریش کو ان کی بد عہدی کی سزا دی جائے۔ چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ نے کوچ فرمایا
اور بغیر کسی خون ریزی کے مکہ شریف فتح ہو گیا۔ جس کے بعد ہجری میں اس سورہ مبارکہ کی ابتدائی دس آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے پہلے
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر ج بنا کر بھیجا۔ یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا واقعہ ہے بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف بھیجا تا کہ وہ
سورہ توبہ کی ان آیات کا کھلے عام اعلان کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ذرا سا خیال پیدا ہوا کہ کہیں نبی کریم ﷺ مجھ سے خفا تو نہیں
ہو گئے جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اسی مقصد کے لئے بھیجا ضروری سمجھا، اس پر آپ نے ان کی تشفی فرمائی اور بتلایا کہ دستور عرب کے تحت مجھ کو
علی رضی اللہ عنہ کا بھیجا ضروری ہوا، ورنہ آپ میرے یار غار ہیں۔ بلکہ حوض کوثر پر بھی آپ ہی کی رفاقت رہے گی۔ رضی اللہ عنہ۔

باب: اس بارے میں کہ بغیر چادر اوڑھے صرف

بَابُ الصَّلَاةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے

۳۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ
اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَجِفًا بِهِ
وَرِدَاءٌ هُوَ مَوْضُوعٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا: يَا أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ تُصَلِّي وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوعٌ قَالَ:
نَعَمْ، أَحْبَبْتُ أَنْ يَرَانِي الْجَهَّالُ مِثْلَكُمْ،

۳۷۰) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ اویسی نے بیان کیا، کہا مجھ سے
عبد الرحمن بن ابی الموالی نے محمد بن منکدر سے، کہا میں جابر بن عبد اللہ
النصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کپڑا اپنے بدن پر لپیٹے
ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ ان کی چادر الگ رکھی ہوئی تھی۔ جب
آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ کی چادر رکھی
ہوئی ہے اور آپ (اسے اوڑھے بغیر) نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے
فرمایا: میں نے چاہا کہ تم جیسے جاہل لوگ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھ لیں،

میں نے بھی نبی کریم ﷺ کو اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

باب: ران سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں

حضرت امام ابو عبد اللہ (بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن عباس، جرہد اور محمد بن جحش نے نبی کریم ﷺ سے یہ نقل کیا کہ ران شرمگاہ ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (جنگ خیبر میں) اپنی ران کھولی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ اور جرہد کی حدیث میں بہت احتیاط ملحوظ ہے۔ اس طرح ہم اس بارے میں علما کے باہمی اختلاف سے بچ جاتے ہیں۔

رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي كَذَا. [راجع: ۳۵۲]

بَابُ مَا يُدْكَرُ فِي الْفُخْدِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَيُرَوَّى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرَاهِدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْفُخْدُ عَوْرَةٌ)). وَقَالَ أَنَسٌ: حَسَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَخْدِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَسْنَدٌ، وَحَدِيثُ جَرَاهِدٍ أَحْوَطُ حَتَّى نَخْرُجَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ.

تشریح: کیونکہ اگر ران بالفرض ستر نہیں تب بھی اس کے چھپانے میں کوئی برائی نہیں۔

اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھٹنے ڈھانک لیے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران مبارک میری ران پر تھی، آپ ﷺ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے اپنی ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى: عَطَى النَّبِيَّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِينَ دَخَلَ عُمَانًا. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ وَفَخَذَهُ عَلَى فَخْدِي فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرَضَّ فَخْدِي.

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل ہے، اس لئے اس کا چھپانا واجب ہے۔ اور ابن ابی ذائب اور امام داؤد ظاہری اور امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ محلی میں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ران شرمگاہ میں داخل ہوتی تو اللہ پاک اپنے رسول ﷺ کی جو مصوم اور پاک تھے، ران نہ کھولتا، نہ کوئی اس کو دیکھ لیتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، باب کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جس حدیث کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہیں اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور جرہد کی حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں اور محمد بن جحش کی حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں نکالا ہے۔ مگر ان سب کی سندوں میں کلام ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود لائے ہیں اور آپ کا فیصلہ احتیاطاً ران ڈھانکنے کا ہے وجوہاً نہیں۔ آپ نے مختلف روایات میں تطبیق دینے کے لئے یہ درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے۔ جو آپ کی کمال دانائی کی دلیل ہے، ایسے فردی اختلافات میں درمیانی راستے تلاش کئے جاسکتے ہیں مگر علما کے دلوں میں وسعت کی ضرورت ہے، اللہ پیدا کرے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ران کا شرمگاہ میں داخل ہونا صحیح ہے اور دلائل سے ثابت ہے، مگر ناف اور گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہیں۔ آپ کی تقریر

یہ ہے:

”قال النووي ذهب اكثر العلماء الى ان الفخذ عورة وعن احمد و مالك في رواية العورة القبل والدبر فقط وبه

قال اهل الظاهر وابن جرير والاصطخري والحق ان الفخذ عورة الخ-“ (نیل، ج: ۲، ص: ۶۲)

یعنی بیشتر علما بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں کہ ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے اور امام احمد و امام مالک کی روایت میں صرف قبل اور دبر ہی شرمگاہ ہیں، ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ اہل ظاہر اور ابن جریر اور اصطخری وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ ران بھی شرمگاہ میں داخل

ہے۔ ”وقد تقرر فی الاصول ان القول ارجح من الفعل۔“ (نبیل) یعنی اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جہاں قول اور فعل میں بظاہر تضاد نظر آئے وہاں قول کو ترجیح دی جائے گی۔

پس متعدد روایات میں آپ ﷺ کا ارشاد ((الفخذ عورة)) ”یعنی ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے“ وارد ہے۔ رہا آپ کا فعل علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”الرابع غایة ما فی هذه الواقعة ان يكون ذلك خاصا بالنبي ﷺ۔“ الخ یعنی چوتھی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کی غایت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات طیبات میں سے ہو۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما جن کا ذکر یہاں آیا ہے، یہ انصاری ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے وحی قرآن لکھنے پر مامور تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمع قرآن کا شرف ان کو حاصل ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر انہوں نے کتب یہود اور سریانی زبان کا علم حاصل کر لیا تھا، اور اپنے علم و فضل کے لحاظ سے یہ صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

روایت میں اہمات المؤمنین میں سے ایک محترمہ خاتون صفیہ بنت جہم رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا ہے جو ایک یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔ یہ جنگ خیبر میں جب لوٹوئی بن کر گرفتار ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کے احترام کے پیش نظر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی اجازت سے آپ نے ان کو اپنے حرم محترم میں داخل فرمایا۔ خیبر سے روانہ ہو کر مقام صہبا پر رسم عروسی ادا کی گئی اور جو کچھ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان تھا، اس کو جمع کر کے دعوت دینہ کی گئی۔ کھانے میں صرف پنیر، چھوہارے اور گھی کا طیہ تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صبر و تحمل اور اخلاق حسنہ میں ممتاز مقام رکھتی تھیں، نبی کریم ﷺ بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں رمضان ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (رضی اللہ عنہا)

۳۷۱۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ نِغْلَسِ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِن رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فِخْدَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَن فِخْدِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فِخْدِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرَبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)) قَالَهَا: ثَلَاثًا. قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا: مُحَمَّدٌ، قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: وَالْحَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ، فَقَالَ: فَاصْبَبْنَا عَنُوَّةَ، فَجُمِعَ السَّبِيُّ،

(۳۷۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے کہ کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خیبر میں تشریف لے گئے۔ ہم نے وہاں فجر کی نماز ادا دھیرے ہی میں پڑھی۔ پھر نبی ﷺ سوار ہوئے۔ اور ابو طلحہ بھی سوار ہوئے۔ میں ابو طلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنی سواری کا رخ خیبر کی گلیوں کی طرف کر دیا۔ میرا گھٹنا نبی کریم ﷺ کی ران سے چھو جاتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ران سے تہ بند کو ہٹایا۔ یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ کی شفاف اور سفید رانوں کی سفیدی اور چمک دیکھنے لگا۔ جب آپ ﷺ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ سب سے بڑا ہے، خیبر برباد ہو گیا، جب ہم کسی قوم کے آگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے۔“ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کے یہودی لوگ اپنے کاموں کے لیے باہر نکلے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھے محمد (ﷺ) آن پئے۔ اور عبدالعزیز راوی نے کہا کہ بعض حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہمارے ساتھیوں نے ”والحمیس“ کا لفظ بھی نقل کیا ہے (یعنی وہ چلا اٹھے کہ محمد ﷺ لشکر لے کر پہنچ گئے) پس ہم نے خیبر کو فتح کر لیا

اور قیدی جمع کئے گئے۔ پھر وحیہ ﷺ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جاؤ کوئی باندی لے لو۔“ انہوں نے صفیہ بنت حی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! صفیہ جو قرینہ اور نصیر کے سردار کی بیٹی ہیں، انہیں آپ ﷺ نے دھیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لیے مناسب تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”دھیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔“ وہ لائے گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ ”قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔“ راوی نے کہا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابو حمزہ! ان کا مہر آپ ﷺ نے کیا رکھا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود انہیں کی آزادی ان کا مہر تھا اور اسی پر آپ نے نکاح کیا۔ پھر راستے ہی میں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں دلہن بنایا اور نبی کریم ﷺ کے پاس رات کے وقت بھیجا۔ اب نبی کریم ﷺ دو لہا تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ ”جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔“ آپ نے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے، بعض گھی۔ عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوا بنا لیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

فَجَاءَ دِحْيَةَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أُعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ: ((أَذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً)) فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أُعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ سَيِّدَةً قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ، لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ: ((أَذْعُوهُ بِهَا)) فَجَاءَهَا بِهَا، فَلَمَّا نَفَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا)) قَالَ: فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمَزَةَ، مَا أَصَدَدَهَا قَالَ: نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَزَتْهَا لَهُ أُمُّ سَلِيمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ)). وَبَسَطَ نِطْعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ. قَالَ: وَأَخْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ. قَالَ: فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةً رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [اطرافه في:

٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩،
 ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١،
 ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣،
 ٤٣٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠،
 ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥،
 ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨،
 ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣، ٦٣٦٩، ٧٣٣٣
 [مسلم: ٣٤٩٧، ٤٦٦٥؛ ابوداود: ٢٩٩٨

بَابُ: فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ مِنَ الشِّيَابِ

اور عکرمہ نے کہا کہ اگر عورت اپنا سارا جسم ایک ہی کپڑے سے ڈھانپ لے تو بھی نماز درست ہے۔

(۳۷۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں کئی مسلمان عورتیں اپنی چادریں اوڑھے ہوئے شریک نماز ہوتیں۔ پھر اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں۔ اس وقت انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: لَوْ وَاَرَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازٍ.

۳۷۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ، فَشَهِدَ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفَعَاتٍ فِي مَرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بَيْوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ. [اطرافه في: ۵۷۸،

[۸۷۲، ۸۶۷]

تشریح: اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر میں وہ عورتیں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ ایک کپڑے سے اگر عورت اپنا سارا بدن چھپالے تو نماز درست ہے۔ مقصود پر وہ ہے وہ جس طور پر مکمل حاصل ہو صحیح ہے۔ کتنی ہی غریب عورتیں ہیں جن کو بہت مختصر کپڑے میسر ہوتے ہیں، اسلام میں ان سب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

بَابُ: إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ وَنَظَرَ إِلَى عِلْمِهَا

باب: حاشیہ (بیل) لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کے نقش و نگار کو دیکھنا

(۳۷۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ دیکھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ”میری یہ چادر ابو جہم (عامر بن حذیفہ) کے پاس لے جاؤ اور ان کی انجانیہ والی چادر لے آؤ، کیونکہ اس چادر نے ابھی نماز سے مجھ کو غافل کر دیا۔“ اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں نماز میں اس کے نقش و نگار دیکھ رہا تھا، پس میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے غافل نہ کر دے۔“

۳۷۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي حَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انصَرَفَ قَالَ: ((أَذْهَبُوا بِحَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَاتَّبِعُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا الْهَتِّي أَنِفًا عَنْ صَلَاتِي)) وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عِلْمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي)) [طرفاه في: ۷۵۲،

[۵۸۱۷] [ابو داؤد: ۹۱۴]

تشریح: حضرت عامر بن حذیفہ صحابی ابوہم نے یہ نقش و نگار دالی چادر آپ کو تختہ میں پیش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس کر دیا اور سادہ چادر ان سے منگا لی تاکہ ان کو رنج نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ نے میرا تختہ واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز نماز کے اندر ظل کا سبب بن سکے اس کو تلحہ کرنا ہی اچھا ہے۔ ہشام بن عروہ کی تعلق کو امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور صحیح مسلم اور ابوداؤد نے نکالا ہے۔

باب: ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا مور تیس بنی ہوں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت کا بیان

بَابُ إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرٍ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَمَا يُنْهَى مِنْ ذَلِكَ

(۳۷۴) ہم سے ابو عمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رنگین باریک پردہ تھا جسے انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف پردہ کے لیے لٹکا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو، کیونکہ اس پر نقش شدہ تصاویر برابر میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہی ہیں۔“

۳۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمْطِي عَنَّا قِرَامَكَ هَذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تُعْرِضُ فِي صَلَاتِي)).

[طرفہ فی: ۵۹۰۹]

تشریح: گو اس حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس کا حکم بھی وہی ہے جو تصویر کا ہے اور جب ایسا پردہ لٹکانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تو یقیناً صلیب لٹکانا بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب اللباس والی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس پر صلیب بنی ہوئی، اس کو توڑ دیا کرتے تھے۔ اور باب کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ایسے کپڑے کا پہننا یا لٹکانا منع ہے لیکن اگر کسی نے اتفاقاً پہن لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ آپ نے اس نماز کو دوبارہ نہیں لوٹایا۔

باب: جس نے ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھی پھر

بَابُ مَنْ صَلَّى فِي قُرُوجٍ

اسے اتار دیا

حَرِيرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

(۳۷۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے بیان کیا، انہوں نے ابوالخیر مرثد سے، انہوں نے عقبہ بن عامر سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک ریشم کی قبا تحفہ میں دی گئی۔ اسے آپ نے پہنا اور نماز پڑھی لیکن آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بڑی تیزی کے ساتھ اسے اتار دیا۔ گویا آپ اسے پہن کر ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”یہ پر ہیزگاروں کے لائق

۳۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَهْدَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قُرُوجَ حَرِيرٍ، فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيهِ، ثُمَّ أَنْصَرَفَ فَزَعَهُ نَزَعًا شَدِيدًا كَأَنَّكَارَهُ لَهُ وَقَالَ: ((لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ)) [طرفہ فی:

[۵۸۰۱] [مسلم: ۵۴۲۷، ۵۴۲۸؛ نسائی: ۷۶۹] "نہیں ہے۔"

تشریح: صحیح مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو اس کے پہننے سے منع فرمادیا۔ یہ کوٹ آپ ﷺ نے اس وقت پہنا ہوگا جب تک مردوں کو ریشمی کپڑے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے سونا اور ریشم کے لئے اعلان فرمادیا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔

باب: سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا

(۳۷۶) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی زائدہ نے بیان کیا عون بن ابی حنیفہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کو وضو کر رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پاسکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی اٹھائی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ڈیرے میں سے) ایک سرخ پوشاک پہننے ہوئے تہبند اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی، میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔

باب: فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ

۳۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي قَبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمَ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَتَدَرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصَبِّ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ هَنْزَةً لَهُ فَرَكَّزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حُلَّةِ حَمْرَاءَ مُشْمَرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنْزَةِ بِالنَّاسِ رَكَعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالذُّوَابَ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْ الْعَنْزَةِ. [راجع: ۱۸۷] [مسلم: ۱۱۲۰]

تشریح: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ جوڑا سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور کالی دھاریاں تھیں۔ سرخ رنگ کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سات مذہب بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافروں یا عورتوں کی مشابہت کی نیت سے مرد کو سرخ رنگ والے کپڑے پہننے درست نہیں ہیں اور کم میں رنگ ہوا کپڑا مردوں کے لیے بالاقفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح لال زین پوشوں کا استعمال جس کی ممانعت میں صاف حدیث موجود ہے۔ ڈیرے سے نکلنے وقت آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مسلم کی روایت میں ہے: گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سترہ کے باہر سے کوئی آدمی نمازی کے آگے سے نکلے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ نماز میں خلل ہوتا ہے۔

بابُ الصَّلَاةِ فِي السُّطُوحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْحَشْبِ

باب: چھت اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کے بارے میں

حضرت ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ حضرت امام حسن بصری برف پر اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ اس کے

نیچے، اوپر، سامنے پیشاب ہی کیوں نہ بہ رہا ہو بشرطیکہ نمازی اور اس کے بیچ میں کوئی آڑ ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی (اور وہ نیچے تھے) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ ان صورتوں میں نماز درست ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ نجاست کا دور کرنا جو نمازی پر فرض ہے اس سے یہ غرض ہے کہ نمازی کے بدن یا کپڑے سے نجاست نہ لگے۔ اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جیسے لوہے کا مہلبا اور ایسا کوئی ٹلوہ ہو جس کے اندر نجاست بہ رہی ہو اور اس کے اوپر کی سطح پر جہاں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے کوئی نماز پڑھے تو یہ درست ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والے اثر کو ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے نکالا ہے۔

۳۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَى شَيْءٍ الْمُنْتَبِرُ فَقَالَ: مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي هُوَ مِنْ أَثْلِ الْعَابَةِ، عَمَلُهُ فَلَانٌ مَوْلَى فَلَانَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ عَمِلَ، وَوَضِعَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبْرًا وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَفَرَّأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْفَهْقَرَى، فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ عَادَ عَلَى الْمُنْتَبِرِ، ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْفَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ، فَهَذَا شَأْنُهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ- رَحِمَهُ اللَّهُ- عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: وَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُونَ الْإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَقُلْتُ: فَأَنْ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَمْ تَسْمَعُهُ مِنْهُ؟ قَالَ: لَا.

(۳۷۷) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ لوگوں نے سہل بن سعد ساعدی سے پوچھا کہ منبر نبوی کس چیز کا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اب (دنیاے اسلام میں) اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ منبر غابہ کے جھاؤ سے بنا تھا۔ فلاں عورت کے غلام فلاں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا۔ جب وہ تیار کر کے (مسجد میں رکھا گیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے اور آپ نے قبلہ کی طرف اپنا منہ کیا اور تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پھر آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور رکوع کیا۔ آپ کے پیچھے تمام لوگ بھی رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر اسی حالت میں آپ الٹے پاؤں پیچھے بٹے۔ پھر زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور قراءت اور رکوع کیا، پھر رکوع سے سراٹھایا اور قبلہ ہی کی طرف رخ کئے ہوئے پیچھے لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ یہ ہے منبر کا قصہ۔ امام ابو عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو پوچھا۔ علی نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لوگوں سے اونچے مقام پر کھڑے ہوئے تھے اس لیے اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیے کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی، آپ نے بھی یہ حدیث ان سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

[مسلم: ۱۲۱۶، ابن ماجہ: ۱۴۱۶]

تشریح: غابہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جہاں جھاؤ کے درخت بہت عمدہ ہوا کرتے تھے۔ اسی سے آپ کے لئے نمبر بنایا گیا تھا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ بھی نکلا کہ اتنا ہٹایا آگے بڑھنا نماز کو نہیں توڑتا۔ خطابی نے کہا کہ آپ کا نمبر تین میڑھوں کا تھا۔ آپ دوسری میڑھی پر کھڑے ہوں گے تو اترنے چڑھنے میں صرف دو قدم ہوں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جب یہ حدیث علی بن مدینی سے سنی تو اپنا مسلک یہی قرار دیا کہ امام مقتدیوں سے بلند کھڑا ہو تو اس میں کچھ تباہی نہیں۔ سننے کی نفی سے مراد یہ کہ پوری روایت نہیں سنی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے سفیان سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ نمبر غابہ کے جھاؤ کا بنایا گیا تھا۔

حنفیہ کے ہاں بھی اس صورت میں اقتداسمجح ہے بشرطیکہ مقتدی اپنے امام کے رکوع اور سجدہ کو کسی ذریعہ سے جان سکے اس کے لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ چھت میں کوئی سوراخ ہو۔ (تفہیم الباری، جلد دوم، ص: ۷۷)

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ، فَجَحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَيْفُهُ، وَالْأَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرَبَةٍ لَهُ، دَرَجَتَهَا مِنْ جَذْوَعِ النَّخْلِ، فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يُعَوِّذُونَهُ، فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا، وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِنْ صَلَّى قَانِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا)) وَنَزَلَ لِيَتَسَعَّ وَعِشْرِينَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعَ وَعِشْرُونَ)). [اطرافه في: ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴]

۳۷۸) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے، کہا ہم کو حمید طویل نے خبر دی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۵ھ میں) اپنے گھوڑے سے گر گئے تھے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کندھا زخمی ہو گئے اور آپ نے ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی۔ آپ اپنے بالا خانہ پر بیٹھ گئے۔ جس کے زینے کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صحابہ حراج پرسی کو آئے۔ آپ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ ”امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر تمہیں نماز پڑھانے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔“ اور آپ اسی دن بعد نیچے تشریف لائے، تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کے لیے قسم کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہ مہینہ اسی دن کا ہے۔“

تشریح: ۵ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقاً گھوڑے سے گر گئے تھے اور ایک موقع پر آپ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لئے ۹ھ میں علیحدگی کی قسم کھائی تھی۔ ان دونوں مواقع پر آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا تھا۔ زخمی ہونے کی حالت میں اس لئے کہ صحابہ کو عیادت میں آسانی ہو اور ازواج مطہرات سے جب آپ نے ملنا جلنا ترک کیا تو اس خیال سے کہ پوری طرح ان سے علیحدگی رہے، بہر حال ان دونوں واقعات کے سن و تاریخ الگ الگ ہیں لیکن راوی اس خیال سے کہ دونوں مرتبہ آپ نے بالا خانے پر قیام فرمایا تھا انہیں ایک ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ قسطنطینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”والصحيح انه منسوخ بصلاتهم في اخر عمره عليه الصلوة والسلام قياما خلفه وهو قاعد“

یعنی صحیح ہے کہ یہ منسوخ ہے اس لئے کہ آخر عمر میں (نبی کریم ﷺ نے) بیٹھ کر نماز پڑھائی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

بَابُ: إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي

أَمْرًا إِذَا سَجَدَ

باب: جب سجدے میں آدمی کا کپڑا اس کی عورت سے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

(۳۷۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا خالد سے، کہا کہ ہم سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا عبد اللہ بن شداد سے، انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے اور حاضر ہونے کے باوجود میں ان کے سامنے ہوتی، اکثر جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ آپ (کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے) مصلے پر نماز پڑھتے تھے۔

۳۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا جِذَاءٌ وَأَنَا حَائِضٌ وَرَبِّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ. قَالَتْ: وَكَانَ يُصَلِّي عَلَيَّ الْخُمْرَةَ. [راجع: ۳۳۳]

باب: بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان

اور جابر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ جب تک کہ اس سے تیرے ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو اور کشتی کے رخ کے ساتھ تو بھی گھومتا جاوے ورنہ بیٹھ کر پڑھ۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

وَصَلَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو سَعِيدٍ فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ: تُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلَيَّ أَصْحَابِكَ، تَدُورُ مَعَهَا وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

تشریح: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کشتی چلتی رہتی اور ہم نماز پڑھتے رہتے حالانکہ ہم چاہتے تو کشتی کا لنگر ڈال سکتے تھے۔ امام حسن بصری والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ کشتی کے ساتھ گھومنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت قبل کی طرف منہ کر لو، پھر جدھر کشتی گھومے کچھ مضائقہ نہیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ گو قبل رخ باقی نہ رہے، امام بخاری رضی اللہ عنہ یا اس لئے لائے ہیں کہ کشتی بھی زمین نہیں ہے جیسا بوزیا زمین نہیں ہے اور اس پر نماز درست ہے۔

”جوز ابو حنیفة الصلوة فی السفینة قاعدا مع القدرة علی القيام“ (قسطلانی)

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ کھڑے ہونے کی قدرت بھی ہو۔ (یہ باب منہقر کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے کہ جو مٹی کے سوا اور کسی بھی چیز پر سجدہ جائز نہیں جانتے)

(۳۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، کہ ان کی نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا تیار کر کے کھانے کے لیے بلایا۔ آپ نے کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھا دوں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے گھر سے ایک بوریا اٹھایا جو کثرت استعمال سے کالا ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ

۳۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ، مَلِيكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِطْعَامِ صَنَعْتَهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((قَوْمُوا فَلِأَصَلِّي لَكُمْ)) قَالَ أَنَسُ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ

نماز کے لیے (اسی بوریے پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم (رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو ضمیرہ کے لڑکے ضمیرہ) آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑھی عورت (انس رضی اللہ عنہ کی نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس گھر تشریف لے گئے۔

اَسْوَدٌ مِنْ طُولِ مَا لُبْسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيمَ وَرَأَاهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ. [اطرافہ فی: ۷۲۷، ۸۶۰، ۸۷۱، ۸۷۴، ۱۱۶۴] [مسلم:

۱۴۹۹: ۲۳۴؛ نسائی: ۸۰۰]

تشریح: بعض لوگوں نے ملیکہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دادی بتلایا ہے۔ ملیکہ بنت مالک بن عدی انس کی ماں کی والدہ ہیں۔ انس کی ماں کا نام ام سلیم اور ان کی ماں کا نام ملیکہ ہے۔ ”او الضمیر فی جدته يعود علی انس نفسه وبہ جزم ابن سعد“ (قسطلانی) یہاں بھی امام بخاری رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو مجہدہ کے لئے صرف مٹی ہی کو بطور شرط خیال کرتے ہیں۔

باب: کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الخُمْرَةِ

(۳۸۱) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے سلیمان شیبانی نے عبد اللہ بن شداد کے واسطے سے، انہوں نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ گاہ (یعنی چھوٹے مصلے) پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۳۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الخُمْرَةِ. [راجع: ۳۳۳] [نسائی:

۷۳۷؛ ابن ماجہ: ۱۰۲۸]

تشریح: ”قال الجوهري: الخمرة بالضم سجادة صغيرة تعمل من سحف النخل وترمل بالخيوط وقال صاحب النهاية هي مقدار ما يضع عليه الرجل وجهه في سجوده من حصير او نسيجة خوض ونحوه من الثياب ولا يكون خمرة الا في هذا المقدار“ (نیل، ج: ۲/ ص: ۱۲۹)

خلاصہ یہ کہ خمرہ چھوٹے مصلے پر بولا جاتا ہے وہ کھجور کا ہو یا کسی اور چیز کا اور حصیر طول طویل بویا، ہردو پر نماز جائز ہے، یہاں بھی امام بخاری رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو مجہدہ کے لئے زمین کی مٹی کو شرط قرار دیتے ہیں۔

باب: بچھونے پر نماز پڑھنا (جائز ہے)

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور فرمایا ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی اپنے کپڑے پر سجدہ کر لیتا تھا۔

وَصَلَّى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ أَنَسُ: كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ.

(۳۸۲) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے عمر بن عبد اللہ کے غلام ابو النضر سالم کے حوالہ سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت

۳۸۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سو جاتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے، تو میرے پاؤں کو آہستہ سے دبا دیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور آپ جب کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں پھر پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔

عَائِشَةُ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَتَتْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَجُلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَفَقَبَضْتُ رِجْلِي، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا. قَالَتْ: وَالْيَبُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ. [اطرافه في:

٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣،

٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ١٢٧٦]

(٣٨٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے کچھونے پر نماز پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی ہوتیں جیسے (نماز کے لیے) جنازہ رکھا جاتا ہے۔

٣٨٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ، اغْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

[راجع: ٣٨٢]

تشریح: اوپر والی حدیث میں کچھونے کا لفظ نہ تھا، اس حدیث سے وضاحت ہو گئی۔

(٣٨٤) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم سے لیث بن سعد نے حدیث بیان کی یزید سے، انہوں نے عراق سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے کہ نبی کریم ﷺ اس کچھونے پر نماز پڑھتے جس پر آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں۔

٣٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٨٢]

تشریح: اس حدیث میں مزید وضاحت آگئی کہ جس بستر پر آپ سویا کرتے تھے، اسی پر بعض دفعہ نماز بھی پڑھ لیتے۔ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کے لئے زمین کی ٹٹی کا بطور شرط ہونا ضروری نہیں ہے۔ سجدہ بہر حال زمین ہی پر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بستر یا چٹائی یا مصلے زمین پر بچھا ہوا ہے۔

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثُّوبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستینوں میں ہوتے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَنْسُوسَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِهِ.

(٣٨٥) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے غالب قطان نے بکر

٣٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي

بن عبد اللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا۔

عَنْ غَالِبِ الْقَطَّانِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ.

[طرفہ فی: ۵۴۲، ۱۲۰۸] [مسلم: ۱۴۰۷]

ابوداؤد: ۶۶۰؛ ترمذی: ۵۸۴؛ نسائی: ۱۱۱۵؛

ابن ماجہ: ۱۰۳۳]

باب: جو توں سمیت نماز پڑھنا (جائز ہے)

(۳۸۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو سلمہ سعید بن یزید ازدی نے بیان کیا، کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں!

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعَالِ

۳۸۶- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ، سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ. [طرفہ فی: ۵۸۵] [مسلم: ۱۲۳۶،

۱۲۳۷؛ ترمذی: ۴۰۰؛ نسائی: ۷۷۴]

تشریح: ابوداؤد اور حاکم کی حدیث میں یوں ہے کہ یہودیوں کے خلاف کرو، وہ جو توں میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اسے مارا کرتے تھے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ پاک صاف ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نعل عربوں کا ایک خاص جوتا تھا اور ان عام جو توں میں نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ پاک صاف بھی ہوں۔ دلائل کی رو سے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ جو توں میں نماز بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک اور صاف تھرے ہوں، گندگی کا ذرا بھی شبہ ہو تو ان کو اتار دینا چاہیے۔

باب: موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا (جائز ہے)

(۳۸۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطے سے، اس نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی سے سنا، وہ ہمام بن حارث سے روایت کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبد اللہ کو دیکھا، انہوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور (موزوں سمیت) نماز پڑھی۔ آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ یہ حدیث لوگوں کی نظر میں بہت پسندیدہ تھی، کیونکہ جریر رضی اللہ عنہ آخر میں اسلام لائے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِطَافِ

۳۸۷- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ، يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بِالْ نَمَّ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، فَسُئِلَ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ: فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ، لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ. [مسلم: ۶۲۲، ۶۲۳؛ ترمذی: ۹۳؛ نسائی:

[۱۱۸، ۷۷۳، ابن ماجہ: ۵۴۳]

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنِ الْمُغْبِرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: وَضَّأَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَمَسَّحَ عَلَيَّ خُفَّيْهِ وَصَلَّى. [راجع: ۱۸۲]

(۳۸۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا اعمش کے واسطے سے، انہوں نے مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

تشریح: خف کی تعریف یہ ہے: "والخف نعل من ادم يغطي الكعبين۔" (نیل الاوطار) یعنی وہ چمڑے کا ایک ایسا جوتا ہوتا ہے جو ٹخنوں تک سارے پیر کو ڈھانپ لیتا ہے اس پر مسح کا جواز ہونا جمہور امت کا مسلمہ ہے: "عن ابن المبارك قال: ليس في المسح على الخفين عن الصحابة اختلاف (نیل الاوطار) یعنی صحابہ میں خفین پر مسح کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہوا۔ نووی شرح مسلم میں ہے کہ مسح علی الخفین کا جواز بے شمار صحابہ سے مروی ہے۔ یہ ضروری شرط ہے کہ پہلی دفعہ جب بھی خف پہنا جائے وضو کر کے پیر دھو کر پہنا جائے، اس صورت میں مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اس پر مسح کر لینا جواز ہوگا۔ ترجمہ میں موزوں سے یہی خف مراد ہیں۔ جرابوں پر بھی مسح درست ہے بشرطیکہ وہ اس قدر موٹی ہوں کہ ان کو حقیقی جراب کہا جاسکے۔

بَابُ: إِذَا لَمْ يَتِمَّ السُّجُودُ
باب: جب کوئی پورا سجدہ نہ کرے (تو اس کی نماز کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟)

۳۸۹۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ، عَنِ وَاصِلٍ، عَنِ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ حُدَيْفَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يَتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُدَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ۔ قَالَ: وَأَخْسِبُهُ قَالَ: لَوْ مَتَّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

(۳۸۹) ہمیں صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل کے واسطے سے، وہ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے، وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل راوی نے کہا، میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو ایسی ہی نماز پر مر جاتا تو محمد ﷺ کی سنت پر نہیں مرنے۔

[طرفاہ فی: ۷۹۱، ۸۰۸]

تشریح: رکوع اور سجدہ پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع اور سجدہ کی دعائیں پڑھی جائیں، اور رکوع ایسا ہو کہ کمر بالکل سیدھی جھک جائے اور ہاتھ عمدہ طور پر گھٹنوں پر ہوں۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیروں کی قبلہ رخ انگلیاں زمین پر جم جائیں۔ رکوع اور سجدہ کو ان صورتوں میں پورا کیا جائے گا۔ جو لوگ مرغوں کی طرح ٹھوٹے مارتے ہیں، وہ اس حدیث کی وعید کے مصداق ہیں۔ سنت کے مطابق آہستہ آہستہ نماز ادا کرنا جماعت اہل حدیث کا طرہ امتیاز ہے، اللہ ہی پر قائم دائم رکھے۔ (آئیں)

بَابُ: يُدِي ضَبْعِي وَيُجَافِي جَنْبِي فِي السُّجُودِ
باب: سجدہ میں اپنی بغلوں کو کھلی رکھے اور اپنی پسلیوں سے (ہردو کہنیوں کو) جدا رکھے

(۳۹۰) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن مضر نے جعفر سے، وہ ابن ہریر سے، انہوں نے عبد اللہ بن مالک بن عسینہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے درمیان اس قدر کشادگی کر دیتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی اور لیث نے یوں کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

۳۹۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مِزْرٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ ابْنِ هُرَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بَحِينَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ ابْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ [طرفاه فی: ۸۰۷، ۳۵۶۴]

[مسلم: ۱۱۰۵، ۱۱۰۶؛ نسائی: ۱۱۰۵]

تشریح: یہ سب رکوع و سجود کے آداب بیان کئے گئے ہیں جن کا ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

باب: قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ صحابی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نمازی نماز میں اپنے پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف رکھے۔

بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ. قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

تشریح: نبی کریم ﷺ قیام مکہ میں اور شروع زمانہ مدینہ میں بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپ کی تنہا تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ مکہ شریف کی مسجد کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ میں تحویل قبلہ ہوا، اور آپ نے مکہ شریف کی مسجد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور قیامت تک کے لئے یہ تمام دنیائے اسلام کے لئے قبلہ مقرر ہوا۔ اب مکہ شہادت کے ساتھ قبلہ کو تسلیم کرنا بھی ضروریات ایمان سے ہے۔

(۳۹۱) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے منصور بن سعد نے میمون بن سیاہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو دکھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔“

۳۹۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُهَدَّبِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سَيَّاهٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ، فَلَا تُخْفَرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ)). [طرفاه فی: ۳۹۲، ۳۹۳]

[نسائی: ۵۰۱۲]

(۳۹۲) ہم سے نعیم بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن المبارک نے حمید طویل کے واسطے سے، انہوں نے روایت کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز

۳۹۲۔ حَدَّثَنَا نَعِيمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَإِذَا قَالُوا وَصَلُّوا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَكَلُوا

ذَیْبِحَتْنَا، فَقَدْ حَرَمْتُ عَلَيْنَا دِمَاؤَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)). [راجع: ۳۹۱] (ابوداؤد: ۲۶۶۱؛ ترمذی: ۲۶۰۸؛ نسائی: ۵۰۱۸، ۳۹۷۷)

۳۹۳۔ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سِيَّاهِ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، وَمَا يَحْرُمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ فَقَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبَلَتَنَا، وَصَلَّى صَلَاتَنَا، وَأَكَلَ ذَيْبِحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ. قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [راجع: ۳۹۱]

(۳۹۳) علی بن عبد اللہ مدینی نے فرمایا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ! آدمی کی جان اور مال پر زیادتی کو کیا چیزیں حرام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ پھر اس کے وہی حقوق ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام مسلمانوں پر ہیں۔

اور ابن ابی مریم نے کہا، ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کر کے حدیث بیان کی۔

تشریح: ان احادیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جن میں اولین چیز کلمہ طیبہ پڑھنا اور توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرنا اور اسلام کے طریقہ پر زیچ کرنا اور اسے کھانا، بیوہ ظاہری امور ہیں جن کے بجالانے والے کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ رہا اس کے دل کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چونکہ اس میں قبلہ رخ منہ کرنا بطور اصل اسلام مذکور ہے اس لئے حدیث اور باب میں مطابقت ہوئی۔

باب: مدینہ اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان

بَابُ قِبَلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ

لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبَلَةٌ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)).

اور (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (خاص اہل مدینہ سے متعلق اور اہل شام بھی اسی میں داخل ہیں) کہ ”پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، البتہ مشرق کی طرف اپنا منہ کرلو، یا مغرب کی طرف۔“

تشریح: مدینہ اور شام سے مکہ جنوب میں پڑتا ہے، اس لئے مدینہ اور شام والوں کو پاخانہ اور پیشاب مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر کے کرنے کا حکم ہوا لیکن جو لوگ مکہ سے مشرق یا مغرب کی طرف میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ کریں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی مشرق

اور مغرب میں قبلہ نہ ہونے سے یہی مراد ہے کہ ان لوگوں کا قبلہ شرق اور مغرب نہیں ہے جو مکہ سے جنوب یا شمال میں رہتے ہیں۔

۳۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبَّةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاخِصَ بُيُوتٍ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، فَتَنَحَّرَفْنَا وَنَسْتَعْفِرُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ. وَعَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع: ۱۴۴]

(۳۹۴) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا ہم سے زہری نے عطاء بن یزید لثی کے واسطے سے، انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم قضاے حاجت کے لیے جاؤ تو اس وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف اس وقت اپنا منہ کر لیا کرو۔“ ابو ایوب نے فرمایا کہ ہم جب شام میں آئے تو یہاں کے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے (جب ہم قضاے حاجت کے لیے جاتے) تو ہم مڑ جاتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے اور زہری نے عطاء سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ عطاء نے کہا میں نے ابو ایوب سے سنا، انہوں نے اسی طرح نبی ﷺ سے سنا۔

تشریح: اصل میں یہ حدیث ایک ہے جو دو سندوں سے روایت ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ سفیان نے علی بن عبد اللہ مدینی سے یہ حدیث دوبارہ بیان کی، ایک بار میں تو عن عطاء عن ابی ایوب کہا، اور دوسری بار میں سمعت ابا ایوب کہا تو دوسری بار میں عطاء کے سماع کی ابو ایوب سے وضاحت ہوئی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾
باب: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ”مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔“

[البقرة: ۱۲۵]

تشریح: اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ابراہیم مصلیٰ پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا مگر صدافسوس کہ امت نے کعبہ کو ہی تقسیم کر ڈالا اور چار مصلے شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ ناموں سے ایجاد کر لئے گئے۔ اس طرح امت میں وہ تفریق ہوئی کہ جس کی سزا آج تک مسلمانوں کو مل رہی ہے اور وہ باہمی اتفاق کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ بھلا کرے نجدی حکومت کا جس نے کعبہ سے اس تفریق کو ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک مصلیٰ ابراہیم پر جمع کر دیا، اللہ اس حکومت کو ہمیشہ نیک توئیں دے اور قائم رکھے۔ آمین

۳۹۵- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عَمْرٍو عَنْ رَجُلٍ، طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمْرَةِ، وَكَمْ يَطْفُفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيُّ أَيِّ امْرَأَتِهِ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا،

(۳۹۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، کہا ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیت اللہ کا طواف عمرہ کے لیے کیا لیکن صفا اور مرہہ کی سعی نہیں کی، کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ

وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رُكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

[اطرافہ فی: ۱۶۶۳، ۱۶۲۷، ۱۶۴۵، ۱۶۴۷،

۱۷۹۳] [مسلم: ۲۲۹۹، نسائی: ۲۳۰۰،

۲۹۶۰، ابن ماجہ: ۲۹۵۹]

۳۹۶- وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: لَا يَفْرَبْنَهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

(۳۹۶) عمرو بن دینار نے کہا، ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ وہ بیوی کے قریب بھی اس وقت تک نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کر لے۔

[اطرافہ فی ۱۶۲۴، ۱۶۴۶، ۱۷۹۴، راجع: ۳۹۵]

تشریح: گویا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اشارہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی پیروی واجب ہے اور یہ بھی بتایا کہ صفا اور مروہ میں دوڑنا واجب ہے اور جب تک یہ کام نہ کرے عمرہ کا احرام نہیں مکمل سکتا۔

امام حمیدی اور ائمہ احناف رضی اللہ عنہم: صاحب انوار الباری نے امام حمیدی کے متعلق بعض جگہ بہت ہی نامناسب الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو امام شافعی رضی اللہ عنہ کا رفیق سفر اور ان کے مذہب کا بڑا علم بردار بتاتے ہوئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مخالف قرار دیا ہے۔ (دیکھو انوار الباری جلد ہفتم ص: ۴۴) چونکہ امام حمیدی امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اس لئے امام بخاری رضی اللہ عنہ بھی اپنے بزرگ استاد سے کافی متاثر اور حقیقت کے لئے شدید متعصب نظر آتے ہیں۔ اس نامناسب بیان کے باوجود صاحب انوار الباری نے شاہ صاحب (مولانا نور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ) سے جو ہدایات نقل فرمائی ہیں، وہ اگر ہر وقت ملحوظ خاطر رہیں تو کافی حد تک تعصب اور تقلید جامد سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب کے ارشادات انوار الباری کے لفظوں میں یہ ہیں:

ہمیں اپنے اکابر کی طرف سے کسی حالت میں بدگمان نہ ہونا چاہیے حتیٰ کہ ان حضرات سے بھی جن سے ہمارے مقتداؤں کے بارے میں صرف برے کلمات ہی نقل ہوئے ہوں کیونکہ ممکن ہے ان کی رائے آخرت میں بدل گئی ہو اور وہ ہمارے ان مقتداؤں کی طرف سے سلیم الصدر ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ غرض سب سے بہتر اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ ”قصہ زمین بر سر زمین“ ختم کر دیا جائے اور آخرت میں سب ہی حضرات اکابر کو پوری عزت اور سر بلندی کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے سے خوش ہوتے ہوئے ملکہ مقتدر کے دربار خاص میں یکجا مجتمع تصور کیا جائے، جہاں وہ سب ارشاد خداوندی: ﴿وَلَوْ رَعَيْنَا مَا فِئِي صُدُورِهِمْ مِنْ شَيْءٍ لَّأَخَوْنَا عَلَى سُرُرٍ مُمْتَلِئِينَ﴾ (الحجر: ۱۵) کے مظہر اتم ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ (انوار الباری، جلد: ۷/ص: ۲۵) ہمیں بھی یقین ہے کہ آخرت میں یہی معاملہ ہوگا، مگر شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بھی جملہ کلمہ گو مسلمان ایک دوسرے کے لئے اپنے دلوں میں جگہ پیدا کریں اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں تاکہ وہ امت واحدہ کا نمونہ بن کر آئے والے مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان ہی علمائے کرام کی ہے جو امت کی عزت و ذلت کے واحد ذمہ دار ہیں، اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ کسی شاعر نے ٹھیک کہا ہے:

وما افسد الدين الا الملوک و احتجاب سوء و رهبانها

یعنی دین کو بگاڑنے میں زیادہ حصہ ظالم بادشاہوں اور دنیا دار مولویوں اور مکار روئیوں ہی کا رہا ہے۔ ”اعاذنا الله منهم“

۳۹۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، (۳۹۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید

قطان نے بیان کیا سیف بن ابی سلیمان سے، انہوں نے کہا میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے لویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آن بیٹھے اور آپ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں جب آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے نکل چکے تھے، میں نے دیکھا کہ بلال دونوں دروازوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے بلال سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، دو رکعت ان دوستوں کے درمیان پڑھی تھیں، جو کعبہ میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف واقع ہیں۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

عَنْ سَيْفِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، قَالَ: أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ: أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ رَكَعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكَعَتَيْنِ. [اطرافه في: ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥،

٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨،

٤٢٨٩، ٤٤٠٠] [مسلم: ٣٢٣٠، ٣٢٣١،

٣٢٣٢؛ ابوداود: ٢٠٢٣، ٢٠٢٤، ٢٠٢٥؛

تسائي: ٦٩١، ٧٤٨، ٢٩٠٥، ٢٩٠٦،

٢٩٠٧، ٢٩٠٨؛ ابن ماجه: ٣٠٦٣]

تشریح: یعنی مقام ابراہیم کے پاس۔ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کی طرف منہ نہیں کیا بلکہ کعبہ کی طرف منہ کیا۔

(٣٩٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر پہنچائی عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے چاروں کونوں میں آپ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو دو رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔

٣٩٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ: (هَذِهِ الْقِبْلَةُ) [اطرافه في: ١٦٠١، ٣٣٥١،

[٤٢٨٨، ٣٣٥٢]

تشریح: اور یہ اب کبھی منسوخ نہیں ہوگا یعنی مقام ابراہیم کے پاس اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہوگئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان احادیث کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ آیت مبارکہ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (٢/البقرہ: ١٢٥) میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔ آدمی کعبہ کی طرف منہ کر کے ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے خواہ مقام ابراہیم میں پڑھے یا کسی اور جگہ میں۔ اس روایت میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، اگلی روایت میں یہ ذکر موجود ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ آپ کعبہ کے اندر شاہد کی دفعہ داخل ہوئے بعض دفعہ آپ نے نماز پڑھی، بعض دفعہ صرف دعا پڑھی اکتفا کیا اور کعبہ میں داخل ہونے کے دنوں طریقے جائز ہیں۔

بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ

باب: ہر مقام اور ہر ملک میں مسلمان جہاں بھی رہے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرے

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ)).
اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کعبہ کی طرف منہ کر اور تکبیر کہہ۔“

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الاستیذان میں نکالا ہے۔ مقصد ظاہر ہے کہ دنیائے اسلام کے لئے ہر ملک سے نماز میں سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہے اس لئے کہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ناممکن ہے۔ ہاں جو لوگ حرم میں ہوں اور کعبہ نظروں کے سامنے ہوں ان کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف توجہ کرنا اور تمام عالم کے لئے کعبہ کو مرکز بنانا اسلامی اتحاد و مرکزیت کا ایک زبردست مظاہرہ ہے۔ کاش! مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور ملی طور پر اپنے اندر مرکزیت پیدا کریں۔

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُوجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ [البقرة: ۱۴۴] فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمْ الْيَهُودُ: ﴿مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [البقرة: ۱۴۲] فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ يُصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

[راجع: ۴۰: [ترمذی: ۳۴۰، ۲۹۶۲]

تشریح: بیان کرنے والے عباد بن بشر نامی ایک صحابی تھے اور یہ بنی حارثہ کی مسجد تھی جس کو آج بھی مسجد القبلتین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر

ہے کہ راقم الحروف کو ایک مرتبہ ۵۱ء میں اور دوسری طرف مرتبہ ۶۲ء میں یہ مسجد دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ قبا والوں کو دوسرے دن خبر ہوئی تھی وہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي عَلَيَّ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهْتُ بِهِ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

(۴۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عبد اللہ دستوائی نے، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے محمد بن عبد الرحمن کے واسطے سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر خواہ اس کا رخ کسی طرف ہو (نفل) نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

[اطرافہ فی: ۱۰۹۴، ۱۰۹۹، ۱۰۹۴]

تشریح: نقلی نمازیں سواری پر پڑھنا درست ہے اور رکوع سجدہ بھی اشارے سے کرنا کافی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی پر نماز شروع کرتے وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کہہ لیا کرتے تھے۔

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عَثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ - فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحَدَتْ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ)). قَالُوا: صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَتَنَى رَجُلِيهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجِهَهُ قَالَ: ((إِنَّهُ لَوْ حَدَّثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَتَبَّأْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلَكُمْ، أَنَسَى كَمَا تَنْسُونَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَدَعُوْنِي، وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ، فَلَيْتَمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يُسَلِّمْ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)).

(۴۰۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ابراہیم نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ نماز میں زیادتی ہوئی یا کمی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آخر کیا بات ہے؟“ لوگوں نے کہا: آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور (سہو کے) دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ”اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں پہلے ہی ضرور کہہ دیتا لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لیے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت ٹھیک بات سوچ لے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے (سہو کے) کر لے۔“

[اطرافہ فی: ۴۰۴، ۱۲۲۶، ۶۶۷۱، ۷۲۴۹]

[مسلم: ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷]

۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰؛ ابوداؤد: ۱۰۲۰؛

نسائی: ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳؛ ابن

ماجہ: ۱۲۱۱، ۱۲۱۲

تشریح: بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں خود ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ نے بجائے چار کے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تھیں اور یہ ظہر کی نماز تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی، اس لئے ممکن ہے کہ دو دفعہ یہ واقعہ ہوا ہو۔ ٹھیک بات سوچنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: تین یا چار میں شک ہو تو تین کو اختیار کرے، دو اور تین میں شک ہو تو دو کو اختیار کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پیغمبروں سے بھی بھول چوک ممکن ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں اگر اس گمان پر کہ نماز پوری ہو چکی ہے کوئی بات کر لے تو نماز کا نئے سرے سے لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ نے خود نئے سرے سے نماز کو لوٹایا نہ لوگوں کو حکم دیا۔

باب: قبلہ سے متعلق مزید احادیث

اور جس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھول سے قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر (یا دولا نے پر) باقی نماز پوری کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ،

وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَيَّ مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَيَّ غَيْرَ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رُكْعَتَيْ الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

تشریح: یہ ایک حدیث کا حصہ (کھلا) ہے جسے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں آپ ﷺ کا لوگوں کی طرف منہ کرنے کا ذکر نہیں ہے اور یہ فقرہ موطا امام مالک کی روایت میں ہے۔ اس حدیث سے ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب آپ نے بھولے سے لوگوں کی طرف منہ کر لیا تو قبلہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہو گئی، باوجود اس کے آپ نے نماز کو نئے سرے سے نہیں لوٹایا بلکہ جو باقی رہ گئی تھی اتنی ہی پڑھی۔

۴۰۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَأَقْبَلْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا فَتَزَلْتُ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا﴾ [البقرة: ۱۲۵] وَأَيَّةُ الْحِجَابِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ أَمَرْتُ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَتَزَلْتُ آيَةَ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْبَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ: ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾ فَتَزَلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ. [التحریم: ۵۰] [اطرافہ فی: ۴۴۸۳، ۴۷۹۰، ۴۹۱۶] [ترمذی: ۲۹۵۹؛ ابن ماجہ: ۱۰۰۹]

۴۰۲) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشیم نے حمید کے واسطے سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے دیا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا: یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔“ دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جوش و خروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ،
قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا،
أور سعید بن ابی مریم نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے
حمید نے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی۔
بہذا۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس رضی اللہ عنہ سے معلوم ہو جائے اور یحییٰ بن ایوب اگرچہ ضعیف ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت بطور متابعت قبول فرمائی ہے۔

٤٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَمْرَأَتُنَا مَالِكُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَ النَّاسِ بَقْبَاءٌ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنًا، وَقَدْ أَمَرَ أَنْ يَسْتَقْبَلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوهَا، وَكَانَتْ وَجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَيَّ الْكَعْبَةَ. [أطرافه في: ٤٤٨٨، ٤٤٩٠، ٤٤٩٣، ٤٤٩٤، ٧٢٥١] [مسلم: ١١٧٨، نسائي: ٤٩٢، ٧٤٤]

٣٠٣) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے عبد اللہ بن دینار کے واسطے سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قبائیں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کل وحی نازل ہوئی ہے اور انہیں کعبہ کی طرف (نماز میں) منہ کرنے کا حکم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی کعبہ کی جانب منہ کر لیے جبکہ اس وقت وہ شام کی جانب منہ کئے ہوئے تھے، اس لیے وہ سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔

تشریح: ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ عورتیں مردوں کی جگہ آگئیں اور مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ چلے گئے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ امام جو مسجد کے آگے کی جانب تھے گھوم کر مسجد کے پیچھے کی جانب آ گیا، کیونکہ جو کوئی مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو بیت المقدس اس کے پیچھے کی طرف ہو جائے گا اور اگر امام اپنی جگہ پر رہ کر گھوم جاتا تو اس کے پیچھے منوں کی جگہ کہاں سے نکلتی اور جب امام گھوما تو مقتدی بھی اس کے ساتھ گھوم گئے اور عورتیں بھی، یہاں تک کہ وہ مردوں کے پیچھے آ گئیں۔ ضرورت کے تحت یہ کیا گیا جیسا کہ وقت آنے پر سنا پ مارنے کے لئے مسجد میں بحالت نماز گھومنا پھر نارست ہے۔

٤٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوا: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوا: صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ فَنَنَى رِجْلَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. [راجع: ٤٠١] [مسلم: ١٢٨١، ابوداؤد: ١٠١٩، ترمذی: ٣٩٢، نسائي: ١٢٥٣، ١٢٥٤، ابن ماجه: ١٢٠٥]

٣٠٣) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھولے سے) ظہر کی نماز (ایک مرتبہ) پانچ رکعت پڑھی۔ صحابہ نے پوچھا: کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آخر بات کیا ہے؟“ صحابہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آپ نے اپنے پاؤں موڑ لیے اور (سہو کے) دو سجدے کئے۔

تشریح: گزشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ صحابہ نے باوجود اس کے کہ کچھ نماز کعبہ کی طرف پٹھ کر کے بڑھی مگر اس کو دوبارہ نہیں لوٹایا اور اس حدیث سے یہ نکلا کہ آپ نے بھول کر لوگوں کی طرف منہ کر لیا، اور کعبہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہو گئی مگر آپ ﷺ نے نماز کو پھر بھی نہیں لوٹایا، باب کا یہی مقصود تھا۔

بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا کھرج ڈالنا ضروری ہے

(۳۰۵) ہم سے ترمذی نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے حمید کے واسطے سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار) پر بلغم دیکھا، جو آپ کو ناگوار گزرا، اور یہ ناگواری آپ کے چہرہ مبارک پر دکھائی دینے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے کھرج ڈالا اور فرمایا کہ ”جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے، یا یوں فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے، اس لیے کوئی شخص (نماز میں اپنے) قبلہ کی طرف نہ تھو کے۔ البتہ بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔“ پھر آپ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا، اس پر تھوکا پھر اس کو الٹ پلٹ کیا اور فرمایا: ”یا اس طرح کر لیا کرو۔“

(۳۰۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے نافع کے واسطے سے روایت کیا، کہا انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھا، آپ ﷺ نے اسے کھرج ڈالا پھر (آپ نے) لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ ”جب کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھو کے کیونکہ نماز میں منہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔“

۴۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَسَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ، فَإِنَّهُ يَنَاجِي رَبَّهُ - أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ - فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قَبْلَ قِبَلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَلْبِهِ)). ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا)) [راجع: ۲۴۱]

۴۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقْ قَبْلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى))

[اطرافہ فی: ۷۵۳، ۱۲۱۳، ۶۱۱۱] [مسلم: ۱۲۲۳، نسائی: ۷۲۳]

(۳۰۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے اپنے والد، انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر ریخت یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے آپ ﷺ نے کھرج ڈالا۔

۴۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُحَاطًا أَوْ

بُصَافًا أَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ. [مسلم: ۱۲۲۷]

بَابُ حَكِّ الْمَخَاطِ بِالْحَصَى باب: مسجد میں ریٹ کو کنکری سے کھرچ ڈالنا

مِنَ الْمَسْجِدِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ وَطِئْتَ عَلَى قَدْرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ، وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا تَشْرِيح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر بھولے سے نہ دھوئے تو کوئی ہرن نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد کی پاک زمین اس کو بھی پاک کر دیتی ہے۔ آپ نے ایسا ایک عورت کے جواب میں فرمایا تھا۔ جس کا پلو ٹکتا رہتا تھا۔ ترجمہ باب سے اس اثر کی مطابقت یوں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوکے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ ادب کے خلاف ہے، نہ اس لئے کہ تھوک نجس ہے۔ اگر بالفرض نجس بھی ہوتا تو سوکھی نجاست کے روندنے سے کچھ ہرن نہیں ہے۔

۴۰۸، ۴۰۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاولَ حَصَاةً فَحَتَّهَا فَقَالَ: ((إِذَا تَنَحَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَحَّمَنَّ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ الْيُسْرَى)). [طرفاہ فی: ۴۱۰، ۴۱۶] طرفاہ فی:

[۴۱۱، ۴۱۴] [مسلم: ۱۲۲۵، ۱۲۲۶] ابن

ماجاہ: ۷۶۱

تشریح: ترجمہ باب میں ریٹ کا ذکر تھا اور حدیث میں بلغم کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ دونوں آدمی کے فضل ہیں اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم ہے، حدیث مذکور میں نماز کی قید نہیں ہے۔ مگر آگے کی روایت آدم بن ابی ایاس سے آ رہی ہے اس میں نماز کی قید ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت مطلق ہے۔ یعنی نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔ پچھلے باب میں تھوک کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنے کا ذکر تھا اور یہاں کنکری سے کھرچنے کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کبھی ایسا کیا، کبھی ایسا کیا، دونوں طرح سے مسجد کو صاف کرنا مقصد ہے۔

بَابُ لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ، فِي باب: اس بارے میں کہ نماز میں اپنے دائیں

طرف نہ تھوکنا چاہیے

الصَّلَاةِ

۴۱۰-۴۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى نُحَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاولَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَنَحَّمْ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَحَّمْ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَيُصِصُّ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى))

(۴۱۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے کہ حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک کنکری سے اسے کھرچ ڈالا اور فرمایا: ”اگر تم میں سے کسی کو تھوکتا ہوں تو اپنے چہرے کے سامنے یا اپنے دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔“

[راجع: ۴۰۸، ۴۰۹]

۴۱۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَفْلُكُنْ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى)). [راجع:

(۴۱۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے قتادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔“

[۲۴۱: مسلم: ۱۲۳۰]

باب: بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنے کے بیان میں

۴۱۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ۲۴۱، ۴۱۲]

(۴۱۳) ہم سے آدم بن ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھو کے، ہاں بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکے۔“

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبْصَرَ نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَهَا بِحَصَاةٍ، ثُمَّ نَهَى

(۴۱۴) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبد الرحمن سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے اسے کنکری سے کھرچ ڈالا۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص سامنے یا

بَابُ: لِيُصِصُّ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

۴۱۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ۲۴۱، ۴۱۲]

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبْصَرَ نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَهَا بِحَصَاةٍ، ثُمَّ نَهَى

أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى. وَعَنْ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حَمِيدًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ نَحْوَهُ. [راجع: ٤٠٩]

دائیں طرف نہ تھوکے، البتہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لینا چاہیے۔ دوسری روایت میں زہری سے یوں ہے کہ انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ زہری کا سامع حمید سے معلوم ہو جائے۔ یہ جملہ احادیث اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب مساجد خام تھیں اور فرش بھی ریت کا ہوتا تھا اس میں اس تھوک کو غائب کر دینا ممکن تھا جیسا کہ ((کفار تھا دہنھا)) میں وارد ہوا، اب پختہ فرشوں والی مساجد میں صرف رومال کا استعمال ہوتا چاہیے جیسا کہ دوسری روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

بَابُ كَفَّارَةِ الْبَزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

٤١٥- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ حَطِيبَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا)).

(٣١٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے (زمین میں) چھپا دینا ہے۔“

[مسلم: ١٢٣٢؛ ابوداؤد: ٤٧٤]

بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد میں بلغم کو مٹی کے اندر

چھپا دینا ضروری ہے

٤١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقُ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يَنْجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مَصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلِيَبْصُقَ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا)). [راجع: ٤٠٨]

(٣١٦) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے عمر بن راشد سے، انہوں نے ہمام بن منبہ سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ”جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے کیونکہ وہ جب تک اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اور دائیں طرف بھی نہ تھوکے کیونکہ اس طرف فرشتہ ہوتا ہے، ہاں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے مٹی میں چھپا دے۔“

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے تھوک سے متعلق ان جملہ ابواب اور ان میں روایت کردہ احادیث سے ثابت فرمایا کہ بوقت ضرورت تھوک، رینٹ، کھکار، بلغم سب کا آٹا لازمی ہے مگر مسجد کا ادب اور نمازیوں کے آرام و راحت کا خیال ضروری ہے، ابتدائے اسلام میں مساجد خام تھیں، فرش بالکل خام مٹی کے ہوا کرتے تھے جن میں تھوک لینا اور پھر ریت میں اس تھوک کا چھپا دینا ممکن تھا۔ آج کل مساجد پختہ، ان کے فرش پختہ پھر ان پر بہترین صہیر ہوتے ہیں۔ ان صورتوں اور ان حالات میں رومال کا استعمال ہی مناسب ہے۔ مسجد میں یا اس کے در و دیوار پر تھوکنا یا رینٹ یا بلغم لگانا یا سخت گناہ اور

سجود کی بے ادبی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں پر اپنی سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن عمر میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

بَابُ: إِذَا بَدَرَهُ الْبِرَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

باب: جب تھوک کا غلبہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے کے کنارے میں تھوک لے

(۴۱۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زبیر بن معاویہ نے، کہا ہم سے حمید بن انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھا تو آپ نے خود اسے کھرج ڈالا اور آپ کی ناخوشی کو محسوس کیا گیا یا (راوی نے اس طرح بیان کیا کہ) اس کی وجہ سے آپ کی شدید ناگواری کو محسوس کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ”جب کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، یا یہ کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اس لیے قبلہ کی طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔“ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کونا (کنارہ) لیا، اس میں تھوکا اور چادر کی ایک تہہ کو دوسری تہہ پر پھیر لیا اور فرمایا: ”یا اس طرح کر لیا کرے۔“

۴۱۷۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَهَا بِيَدِهِ، وَرَفِي مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ - أَوْ رَفِي كَرَاهِيَتُهُ لِذَلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ - وَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يَنَاجِي رَبَّهُ - أَوْ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ - فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتِ قَدَمِهِ)). ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَاءٍ وَبَزَقَ فِيهِ، وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ: ((أَوْ يَقَعْلُ هَكَذَا))

[راجع: ۲۴۱]

تشریح: نبی کریم ﷺ نے آنے والے حالات کی بنا پر بوقت ضرورت اپنے عمل سے ہر طرح کی آسانی ثابت فرمائی ہے۔ چونکہ آج کل مساجد پختہ ہوتی ہیں، فرش بھی پختہ اور ان پر مختلف قسم کی قیمتی چیزیں (قالین وغیرہ) بچھی ہوتی ہیں، لہذا آج آپ کی یہی سنت ملحوظ رکھنی ہوگی کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے اور اس مقصد کے لئے خاص رومال رکھے جائیں۔ قربان جائیے! آپ نے اپنے عمل سے ہر طرح کی سہولت ظاہر فرمادی۔ کاش! مسلمان سمجھیں، اور اسوۂ حسنہ پر عمل کو اپنا مقصد حیات بنالیں۔

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسِ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ، وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

باب: امام لوگوں کو یہ نصیحت کرے کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور قبلہ کا بیان

(۴۱۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا منہ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے، اللہ کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع، میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے تم کو دیکھتا رہتا ہوں۔“

۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)) [طرفہ فی: ۷۴۱] [مسلم: ۹۵۸]

۴۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هَلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً ثُمَّ رَفِيَ الْمَنْبِرَ، فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوعِ: ((إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ كَمَا أَرَاكُمْ)) (طرفاہ فی: ۷۴۲، ۶۶۴)

(۲۱۹) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے فلیح بن سلیمان نے ہلال بن علی سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پھر نماز کے باب میں اور رکوع کے باب میں فرمایا: ”میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔“

تشریح: یہ آپ ﷺ کا مجزہ تھا کہ آپ مہر نبوت کے ذریعہ سے پیٹھ پیچھے سے بھی برابر دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی اور الہام کے ذریعہ سے بھی آپ کو معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقتاً دیکھنا مراد ہے اور یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ پشت کی طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے مواہب الدنیہ میں بھی ایسا لکھا ہوا ہے۔

بَابُ: هَلْ يَقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ

باب: اس بارے میں کہ کیا یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں خاندان والوں کی ہے

تشریح: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ایسا کہنا کہ یہ مسجد فلاں قبیلہ یا فلاں شخص کی ہے مکروہ جانتے تھے کیونکہ مساجد سب اللہ کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اسی غرض سے باندھا ہے کہ ایسا کہنے میں کوئی تباہت نہیں ہے۔ اس سے مسجد اور اس کے تعمیر کرنے والوں کی شناخت مقصود ہوتی ہے۔ ورنہ تمام مساجد سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی عبادت کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں۔ اسلامی فرتے جو اپنے ناموں سے مساجد کو موسوم کرتے ہیں اور اس میں دیگر مسالک کے لوگ خصوصاً اہل حدیث کا داخلہ ممنوع رکھتے ہیں، اور اگر کوئی بھولا بھٹکا ان کی مسجد میں چلا جائے تو مسجد کو غسل دے کر اپنے تئیں پاک صاف کرتے ہیں، ان لوگوں کا یہ طرز عمل تفریق بین المسلمین کا کھلا مظاہرہ ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔

۴۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ النَّبِيِّ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفِيَاءِ، وَأَمَدَهَا ثِيْبَةُ الْوُدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ النَّبِيِّ لَمْ تَضْمَرَ مِنَ الثِّيْبَةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ فِي مَنْ سَابَقَ بِهَا. (طرفاہ فی: ۷۳۳۶، ۲۸۷۰، ۲۸۶۹، ۲۸۶۸؛ مسلم: ۴۸۴۳)

(۲۲۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے نافع کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لیے) تیار کیا گیا تھا مقام حقیاء سے دوڑ کرائی، اس دوڑ کی حد ثیبۃ الوداع تھی اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ ثیبۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس گھوڑے دوڑ میں شرکت کی تھی۔

ابوداؤد: ۲۵۷۵؛ نسائی: ۳۵۸۶

تشریح: خاندانوں کی طرف مساجد کی نسبت کارواج زمانہ رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا جیسا کہ یہاں مسجد بنی زریق کا ذکر ہے۔ جہاد کے لئے خاص طور پر گھوڑوں کو تیار کرنا اور ان میں سے مشق کے لئے دوڑ کرانا بھی حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا۔ آپ نے جس گھوڑے کو دوڑ کے لئے پیش کیا تھا اس کا نام سبک تھا۔ یہ دوڑ حقیاء اور ثیبۃ الوداع سے ہوئی تھی جن کا درمیانی فاصلہ پانچ یا چھ یا زیادہ سے زیادہ سات میل بتلا یا گیا ہے اور جو گھوڑے ابھی

نئے تھانے کی دوڑ کے لئے تھوڑی مسافت مقرر کی گئی تھی، جو بیچہ الوداع سے لے کر مسجد نبی زریق تک تھی۔

موجودہ دور میں ریس کے میدانوں میں جو دوڑ کرائی جاتی ہے، اس کی ہارجیت کا سلسلہ سراسر جوئے بازی سے ہے، لہذا اس میں شرکت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيْقِ الْقِنُودِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قنوکا معنی (عربی زبان میں) عذوق (خوشہ کھجور) کے ہیں۔ دو کے لیے قنواں آتا ہے اور جمع کے لیے بھی یہی لفظ آتا ہے جیسے صنواور صنواں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْقِنُودُ الْعِدْقُ وَالْإِثْنَانِ قِنُونٌ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنُونٌ مِثْلَ صِنُونٍ وَصِنُونٍ.

(۴۲۱) ابراہیم بن طہمان نے کہا، عبدالعزیز بن صہیب سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے رقم آئی۔ آپ نے فرمایا کہ ”اسے مسجد میں ڈال دو۔“ اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جو اب تک آپ کی خدمت میں آچکی تھی۔ پھر آپ نماز کے لیے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ جب آپ نماز پوری کر چکے تو آ کر مال (رقم) کے پاس بیٹھ گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ اس وقت جسے بھی آپ دیکھتے اسے عطا فرمادیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجئے کیونکہ میں نے (غزوہ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لیے میں زیر بار ہوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لے لیجئے۔“ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! کسی کو فرمائیے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں (یہ نہیں ہو سکتا)۔“ انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوادیتجئے۔ آپ نے اس پر بھی انکار کیا، تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا گرا دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی، (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوادیتجئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی انکار کیا، تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا اور روپیہ گرا دیا اور اسے اٹھا کر

۴۲۱- وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: ((انْفِرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ)) وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خُدْ)) فَحَتَّى فِي نَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقْبَلُهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْمُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ إِلَيَّ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ: ((لَا)) فَفَتَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقْبَلُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ إِلَيَّ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ: ((لَا)) فَفَتَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَيَّ كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ جِرْصِهِ، فَمَا

قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَمَّ مِنْهَا ذِرْهَمٌ. اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور چلے گئے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ ﷺ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہو گئے اور آپ ﷺ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک چوٹی بھی باقی رہی۔

[اطرافہ فی: ۳۰۴۹، ۳۱۶۵]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مسجد میں مختلف اموال کو تقسیم کے لئے لانا اور تقسیم کرنا درست ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین سے آیا ہوا روپیہ مسجد میں رکھوایا اور پھر اسے مسجد ہی میں تقسیم فرمادیا۔ بعض دفعہ کھیتی باڑی کرنے والے صحابہ اصحاب صفہ کے لئے مسجد نبوی میں کھجور کا خوشلا کر لگا دیا کرتے تھے۔ اسی کے لیے لفظ صنوان اور قنوان بولے گئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں بھی مستعمل ہیں۔ صنو کھجور کا خوشلا کر لگا دیا کرتے ہیں جو دو تین مل کر ایک ہی جڑ سے نکلے ہوں۔ ابراہیم بن طہمان کی روایت کو امام صاحب رحمہ اللہ نے تعلیقا نقل فرمایا ہے۔ ابو نعیم نے مستخرج میں اور حاکم نے مستدرک میں اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ احمد بن حفص سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابراہیم بن طہمان سے، بحرین سے آنے والا خزانہ ایک لاکھ روپیہ تھا جسے حضرت علاء حضرتی رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں بھیجا، اور یہ پہلا خراج تھا جو مدینہ منورہ میں آپ کے پاس آیا نبی کریم ﷺ نے سارا روپیہ مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا، اور اپنی ذات (اقدس) کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے نبی کریم ﷺ نے روپیہ اٹھانے کی اجازت تو مرحمت فرمادی مگر اس کے اٹھانے میں نہ تو خود مددی نہ کسی دوسرے کو مدد کے لئے اجازت دی، اس سے غرض یہ تھی کہ عباس رضی اللہ عنہ سمجھ جائیں اور دنیا کے مال کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں۔

باب: جسے مسجد میں کھانے کے لیے کہا جائے اور وہ

اسے قبول کر لے

بَابُ مَنْ دُعِيَ لِطَعَامٍ فِي

الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

(۴۲۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے اسحاق بن عبد اللہ سے کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا، آپ کے پاس اور بھی کئی لوگ تھے۔ میں کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ”کیا تجھ کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: ”کھانے کے لیے؟“ (بلایا ہے) میں نے عرض کی: جی ہاں! تب آپ نے اپنے قریب موجود لوگوں سے فرمایا: ”چلو!“ سب حضرات چلنے لگے اور میں ان کے آگے چل رہا تھا۔

۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، قَالَ: وَجَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ، فَقَالَ لِي: ((أَرَأَيْتَ أَبُو طَلْحَةَ)) فَقُلْتُ: نَعَمْ ((لِطَعَامٍ)) قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ: ((قَوْمُوا)) فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. [اطرافہ فی: ۳۵۷۸، ۵۳۸۱،

۵۴۵۰، ۶۶۸۸] [مسلم: ۵۳۱۶؛ ترمذی: ۳۶۳۰]

تشریح: یہاں یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث باب علامات النبوة میں آئے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آگے دوڑ کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو خبر کرنے کے لئے گئے کہ نبی کریم ﷺ اتنے آدمیوں کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آپ کو دعوت دی اور آپ نے مسجد ہی میں دعوت قبول فرمائی۔ یہی ترجمہ باب ہے۔

باب: مسجد میں فیصلے کرنا اور مردوں اور عورتوں

بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ

(خاوند، بیوی) کے درمیان لعان کرانا (جائز ہے)

بَيْنَ الرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ

(۴۲۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے، کہا ہم کو ابن جریج نے، کہا ہمیں ابن شہاب نے سہل بن سعد ساعدی سے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! اس شخص کے بارہ میں فرمائیے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (بدفعلی کرتے ہوئے) دیکھتا ہے، کیا اسے مار ڈالے؟ آخر اس مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ مسجد میں لعان کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔

۴۲۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ. [اطرافه في: ۴۷۴۵، ۴۷۴۶،

۵۲۵۹، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۶۸۵۴، ۷۱۶۵،

۷۱۶۶، ۷۳۰۴] [مسلم: ۳۷۴۳، ۳۷۴۴،

۳۷۴۵؛ نسائي: ۳۴۰۲؛ ابن ماجه: ۲۰۶۶]

تشریح: لعان یہ کہ مرد اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھے مگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں بعد میں عورت انکار کر جائے۔ اس صورت میں وہ دونوں قاضی کے ہاں دعویٰ پیش کریں گے۔ قاضی پہلے مرد سے چار دفعہ قسم لے گا کہ وہ سچا ہے اور آخر میں کہے گا کہ میں اگر جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح چار دفعہ عورت قسم کھا کر آخر میں کہے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر قاضی دونوں (میاں، بیوی) کے درمیان جدائی کا فیصلہ دے دے گا، اسی کو لعان کہتے ہیں۔ باب کی حدیث سے مطابقت یہ ہے کہ مسجد میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ دینا ثابت ہوا۔ یہاں جس مرد کا واقعہ ہے اس کا نام عویمر بن عامر جملانی تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو طلاق، اعتصام اور احکام مجازین میں بھی روایت کیا ہے۔

باب: اس بارے میں کہ جب کوئی کسی کے گھر میں

بَابُ: إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي

داخل ہو تو کیا جس جگہ وہ چاہے وہاں نماز پڑھ لے

حَيْثُ شَاءَ، أَوْ حَيْثُ أَمَرَ،

یا جہاں اسے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے (وہاں

وَلَا يَتَجَسَّسُ

پڑھے) اور فالتوسوال وجواب نہ کرے

(۴۲۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے محمود بن ربیع سے انہوں نے عتبان بن مالک سے (جو نابینا تھے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: ”تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لیے نماز پڑھوں۔“ عتبان نے بیان کیا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے دو رکعت نماز (نفل) پڑھائی۔

۴۲۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عَتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ)) قَالَ: فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَفَعْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ. [اطرافه في:

٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦،

[٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨]

[مسلم: ١٤٩، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨]

نسائی: ٧٨٧، ١٣٢٦؛ ابن ماجہ: ٧٥٤]

تشریح: باب کا مطلب حدیث سے اس طرح نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے عتبان کی بتائی ہوئی جگہ کو پسند فرمایا، اور مزید تفتیش نہ کی۔ عتبان نامی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں نفل نماز باجماعت پڑھا کر اس طرح ان پر اپنی نوازش فرمائی، پھر انہوں (عتبان) نے اپنی نقلی عبادت کے لئے اسی جگہ کو مقرر کر لیا۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نفل نمازوں کو جماعت سے بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوتِ، باب: اس بیان میں (کہ بوقت ضرورت) گھروں

میں جائے نماز (مقرر کر لینا جائز ہے)

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی۔

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِ دَارِهِ جَمَاعَةً.

تشریح: اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔

(٣٢٥) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، کہ مجھے محمد بن ربیع انصاری نے کہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور غزوہ بدر کے حاضر ہونے والوں میں سے تھے، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بیٹائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بہنے لگ جاتی ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک نہیں جاسکتا، یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبان سے فرمایا: ”ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔“ عتبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف

٤٢٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ - وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ - أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ أَنْكَرْتُ بِصَرِي، وَأَنَا أَصْلِي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِي مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًى قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى)) قَالَ عِتْبَانُ: فَعَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ جَمِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ

لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ ”تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو؟“ عتبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ عتبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے زدکا اور آپ کی خدمت میں حلیم پیش کیا جو آپ ہی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا اور مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن دغین یا (یہ کہا) ابن دغین دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے اللہ اور رسول سے کوئی محبت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”ایسا تم کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے مقصود خالص اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔“ تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔“ ابن شہاب نے کہا کہ پھر میں نے محمود سے سن کر حصین بن محمد انصاری سے جو بنو سالم کے شریف لوگوں میں سے ہیں (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ محمود سچا ہے۔

حِينَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ)) قَالَ: فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةَ صَنَعْنَاهَا لَهُ قَالَ: فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رَجَالَ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْنِ- أَوْ ابْنُ الدُّخَيْنِ- فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) قَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَّبِعِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحَصِينَ ابْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيِّ- وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَائِهِمْ- عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ. [راجع: ٤٢٤]

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کو ثابت فرمایا ہے، مثلاً (۱) اندھے کی امامت کا جائز ہونا جیسا کہ حضرت عتبان ثابت ہونے کے باوجود اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔ (۲) اپنی بیماری کا بیان کرنا شکایت میں داخل نہیں۔ (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں بھی نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی۔ (۴) عتبان جیسے معذوروں کے لئے اندھیرے اور بارش میں جماعت کا معاف ہونا۔ (۵) بوقت ضرورت نماز گھر میں پڑھنے کے لئے ایک جگہ مقرر کر لینا۔ (۶) صفوں کا برابر کرنا۔ (۷) ملاقات کے لئے آنے والے بڑے آدمی کی امامت کا جائز ہونا بشرطیکہ صاحب خانہ سے اجازت دے۔ (۸) نبی کریم ﷺ نے جہاں نماز پڑھی اس جگہ کا تبرک ہوتا۔ (۹) اگر کسی صالح نیک انسان کو گھر میں برکت کے لئے بلایا جائے تو اس کا جائز ہونا۔ (۱۰) بڑے لوگوں کا چھوٹے بھائیوں کی دعوت قبول کرنا۔ (۱۱) وعدہ پورا کرنا اور اس کے لئے ان شاء اللہ کہنا اگر میزبان پر ہر موسم ہاے تو بغیر بلائے ہوئے بھی اپنے ساتھ دوہرے احباب کو دعوت کے لئے لے جانا۔ (۱۲) گھر میں داخل ہونے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت حاصل کرنا۔ (۱۳) اہل محلہ کا عالم یا امام کے پاس برکت حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔ (۱۴) جس سے دین میں نقصان کا ڈر ہو اس کا حال امام کے سامنے بیان کر دینا۔ (۱۵) ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہیں جب تک کہ دل میں یقین اور ظاہر میں عمل صالح نہ

ہو۔ (۱۶) تو حید پر مرنے والے کا ہمیشہ دوزخ میں نہ رہتا۔ (۱۷) برسات میں گھر میں نماز پڑھ لینا۔ (۱۸) نوافل جماعت سے ادا کرنا۔
 قسطلانی نے کہا کہ عثمان بن مالک انصاری سالمی مدنی تھے جو تائبنا ہو گئے تھے نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن آپ کے گھر تشریف لائے اور
 حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے۔ حلیم خزیرہ کا ترجمہ ہے، جو گوشت کے ٹکڑوں کو پانی میں پکا کر بنایا جاتا تھا اور اس میں آٹا بھی ملایا کرتے تھے۔
 مالک بن دھشن جس پر نفاق کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا، بعض لوگوں نے اسے مالک بن دھشم صحیح کہا ہے۔ یہ بلا اختلاف بدری لڑائی میں شریک تھے
 اور سبیل بن عمرو کا فرکانہوں نے ہی پکڑا تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ مسجد ضرار کو جلانے والوں میں نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی بھیجا
 تھا تو ظاہر ہوا کہ یہ منافق نہ تھے مگر کچھ لوگوں کو بعض حالات کی بنا پر ان کے بارے میں ایسا ہی شبہ ہوا جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں شبہ پیدا
 ہو گیا تھا جب کہ انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں کی محبت میں نبی کریم ﷺ کے ارادہ لشکر کشی کی جاسوسی مکہ والوں سے کرنے کی کوشش کی تھی جو ان کی غلطی
 تھی مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا عذر قبول فرما کر اس غلطی کو معاف کر دیا تھا۔ ایسا ہی مالک بن دھشم کے بارے میں آپ نے لوگوں کو منافق کہنے سے منع
 فرمایا، اس لیے بھی کہ وہ مجاہدین بدر سے ہیں جن کی ساری غلطیوں کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو تیس سے بھی زیادہ مقامات پر روایت کیا ہے اور اس سے بہت سے مسائل نکالے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ التَّيْمَنِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

باب: مسجد میں داخل ہونے اور دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے ابتداء کرنے کے بیان میں

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہونے کے لیے پہلے دایاں پاؤں رکھتے
 اور نکلنے کے لیے بائیں پاؤں پہلے نکالتے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى، فَإِذَا
 خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى.

(۴۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی
 اشعث بن سلیم کے واسطے سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں
 جہاں تک ممکن ہوتا دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔
 طہارت کے وقت بھی، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی۔

٤٢٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ:
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنِ
 أَبِيهِ، عَنِ مَسْرُوقٍ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ:
 كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمَانَ مَا اسْتَطَاعَ
 فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طَهْوَرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَوَعُّلِهِ.

[راجع: ۱۶۸]

باب: کیا دور جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟

بَابُ: هَلْ يُنْبَسُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَيَتَّخَذُ مَكَانَهَا مَسَاجِدَ،

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے
 اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“ اور قبروں میں نماز مکروہ ہونے کا بیان۔
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے قریب نماز
 پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر اور آپ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ، اتَّخَذُوا
 قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ
 فِي الْقُبُورِ وَرَأَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخَطَّابِ أَنَسَ بْنَ
 مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ: الْقَبْرُ الْقَبْرُ وَلَيْسَ

يَأْمُرُهُ بِالْإِعَادَةِ.

۴۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرْنَا كَيْسَةَ رَأَيْنَاهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوْلَيْكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ كَمَا تَبَوَّأَ عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوْرًا فِيهِ تِيكَ الصُّورَ، وَأَوْلَيْكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [اطرافه في: ۴۳۴، ۱۳۴۱،

[۳۸۷۳] [مسلم: ۱۱۸۱؛ نسائي: ۷۰۳]

تشریح: یہ اثر موصولاً ابو نعیم نے کتب الصلوة میں نکالا ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو قبر قبر کہہ کر ان کو اطلاع فرمائی مگر وہ قہر سمجھے بعد میں سمجھ جانے پر وہ قبر سے دور ہو گئے اور نماز ادا کی۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ نماز جائز ہوگی اگر فاسد ہوتی تو دوبارہ شروع کرتے۔ (فتح الباری)

آج کے زمانہ میں جب قبر پرستی عام ہے بلکہ چلہ پرستی اور شدہ پرستی اور تعزیہ پرستی سب زردوں پر ہے، تو ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق قبروں کے پاس مسجد بنانے سے منع کرنا چاہیے اور اگر کوئی کسی قبر کو بوجہ کرے یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے مشرک ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

۴۲۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَتَزَلَّ أَعْلَى الْمَدِينَةِ، فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوا مُتَقَلِّدِينَ السُّيُوفِ، فَكَانَتِي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رَذْفُهُ، وَمَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفَنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتَهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّيَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمَرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ

(۴۲۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے ابوالتیاح کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے بلند حصہ میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ اترے اور یہاں چوبیس راتیں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے بنونجار کو بلا بھیجا، تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ انس نے کہا، گویا میری نظروں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں، جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنونجار کے لوگ آپ کے چاروں طرف ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ابوالیوب کے گھر کے سامنے اترے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جہاں کبھی نماز کا وقت آجائے فوراً نماز ادا کر لیں۔ آپ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے، پھر آپ نے یہاں مسجد بنانے کے لیے حکم فرمایا چنانچہ بنونجار کے لوگوں کو آپ نے بلوا کر فرمایا کہ ”اے بنونجار! تم اپنے اس

بارغ کی قیمت مجھ سے لے لو۔“ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یا رسول اللہ! اس کی قیمت ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اُس ﷺ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس بارغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھڑا دیا ویرانہ کو صاف اور برابر کرایا اور درختوں کو کٹوا کر ان کی لکڑیوں کو مسجد کے قبلہ کی جانب بچھا دیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط بنا دیا۔ صحابہ پتھر اٹھاتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ”اے اللہ! آخرت کے فائدہ کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرماتا۔“

قَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا)). قَالُوا: لَا وَاللَّهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. قَالَ أَنَسٌ: فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، فُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَفِيهِ حَرْبٌ، وَفِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنَبَسَتْ، ثُمَّ بِالْحَرْبِ فَسُوِّتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقَطَّعَ، فَصَفَّوْا النَّخْلَ قَيْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِضَادَتِيهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ، وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ، وَالنَّبِيُّ ﷺ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ! لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ)).

[راجع: ۲۳۴] [مسلم: ۱۱۷۳؛ ابوداؤد: ۴۵۳،

۴۵۴؛ نسائی: ۷۰۱؛ ابن ماجہ: ۷۴۲]

تشریح: بنو نجار سے آپ کی قرابت تھی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی ان لوگوں میں نہال تھی۔ یہ لوگ اظہارِ خوشی اور وفاداری کے لئے تلواریں باندھ کر آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور خصوصی شان کے ساتھ آپ کو لے گئے۔ آپ نے شروع میں حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام فرمایا، کچھ دنوں کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، اور یہاں سے پرانی قبروں اور درختوں وغیرہ سے زمین کو صاف کیا۔ یہیں سے ترجمہ باب لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھجور کے ان درختوں کی لکڑیوں سے قبلہ کی دیوار بنائی گئی تھی۔ ان کو اکھڑا کر کے اینٹ اور گارے سے مضبوط کر دیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ چھت کے قبلہ کی جانب والے حصہ میں ان لکڑیوں کو استعمال کیا گیا تھا۔

باب: بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

۴۲۹۔ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدَ يَقُولٍ: كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُنَى الْمَسْجِدُ.

۴۲۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے ابوالتیاح کے واسطے سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھتے تھے، ابوالتیاح یا شعبہ نے کہا، پھر میں نے انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ بکریوں کے باڑہ میں مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

[راجع: ۲۳۴]

تشریح: معلوم ہوا کہ بکریوں کے باڑوں میں بوقت ضرورت ایک طرف جگہ بنا کر نماز پڑھی جائے تو جائز ہے۔ ابتدا میں نبی کریم ﷺ خود بھی بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھا کرتے تھے، بعد میں مسجد نبوی بن گئی اور یہ جواز بوقت ضرورت باقی رہا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ
(۴۳۰) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ وَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ.

[طرفہ فی: ۵۰۷]

**بَابُ مَنْ صَلَّى وَقَدَّامَهُ تَنُورٌ
أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ
بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ**

باب: اونٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا

(۴۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن حیان نے، کہا ہم سے عبید اللہ نے نافع کے واسطے سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا تھا۔

**باب: اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور
یا آگ یا کوئی ایسی چیز ہو جسے مشرک لوگ پوجتے
ہوں، لیکن اس نمازی کی نیت محض عبادت الہی ہو تو
نماز درست ہے**

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّي)).

اور زہری نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔

تشریح: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب وقت الظهر میں وصل کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے یہ چیزیں ہوں اور اس کی نیت خالص ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

۴۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْحَسَفَتْ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرْ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْطَعُ)). [راجع: ۲۹]

(۴۳۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ سورج گہن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے (آج) دوزخ دکھائی گئی، اس سے زیادہ بھیسا کہ منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ نماز میں آگ کے اٹکارے سامنے ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

**بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي
الْمَقَابِرِ**
**باب: مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہت کے
بیان میں**

۴۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى،
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ،
عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوا
فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُواهَا
قُبُورًا)) [طرفہ فی: ۱۱۸۷] [مسلم: ۱۸۲۰]

ابوداؤد: ۱۰۴۳، ۱۴۴۸؛ ابن ماجہ: ۱۳۷۷]

تشریح: اس مسئلہ میں ایک اور صریح حدیث میں فرمایا ہے کہ ”میرے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے مگر قبرستان اور حمام۔“ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر یہی اس لئے آپ اس کو نہ لائے، قبرستان میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، صحیح مسلک یہی ہے، گھروں کو مقبرہ نہ بناؤ گا یہی مطلب ہے کہ نقل نمازیں، گھروں میں پڑھا کرو اور قبرستان کی طرح وہاں نماز پڑھنے سے پرہیز نہ کیا کرو۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْخُسْفِ وَالْعَذَابِ

عذاب اترتا ہو وہاں نماز (پڑھنا کیسا ہے؟)
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں
نماز کو مکروہ سمجھا۔

تشریح: بابل کوفہ کی زمین اور اس کے اردگرد جہاں نمودر درود نے بڑی عمارت باغ ارم کے نام سے بنوائی تھی اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

۴۳۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:
حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:
((لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ
تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا
تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، لَا يَصِيْبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ))۔

[اطرافہ فی: ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰،

۴۷۰۲]

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْعَةِ،

باب: گر جا میں نماز پڑھنے کا بیان
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اودھرا نیو! ہم آپ کے گرجاؤں میں اس وجہ
سے نہیں جاتے کہ وہاں مور تیس ہوتی ہیں اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گرجا
میں نماز پڑھ لیتے مگر اس گرجا میں نہ پڑھتے جس میں مور تیس ہوتیں۔

وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسِكُمْ مِنْ أَجْلِ
التَّمَائِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّوْرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ
يُصَلِّي فِي الْبَيْعَةِ إِلَّا بَيْعَةَ فِيهَا تَمَائِيلٌ۔

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْسَةَ رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّورِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوْلَيْكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ. أَوْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ. بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ، أَوْلَيْكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ)).

۴۳۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گر جا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبش کے ملک میں دیکھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ بت رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔“

[راجع: ۴۲۷]

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اور باب میں مطابقت یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ”وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے“ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان کو گر جا میں نماز پڑھنا منع ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ گر جا کی جگہ پہلے قبر ہو اور مسلمان کے نماز پڑھنے سے وہ مسجد ہو جائے۔ ان عیسائیوں سے بدتر آج ان مسلمانوں کا حال ہے جو مزاروں کو مسجدوں سے بھی زیادہ زینت دے کر وہاں بزرگوں سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ بلکہ ان مزاروں پر سجدہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے، یہ لوگ بھی اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

باب

باب

۴۳۵، ۴۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةَ لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ: ((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ مَسَاجِدَ)) يُحَذَرُ مَا صَنَعُوا. [إطرافه في: ۱۳۳۰، ۱۳۹۰، ۳۴۵۳، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶]

۴۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفا میں مبتلا ہوئے تو آپ اپنی چادر کو بار بار چہرے پر ڈالتے۔ جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنے مبارک چہرے سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: ”یہودی و نصاریٰ پر اللہ کی پھینکا ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“ آپ یہ فرما کر امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔

صنعوا. [إطرافه في: ۱۳۳۰، ۱۳۹۰، ۳۴۵۳، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶]

[مسلم: ۱۱۸۷؛ نسائي: ۷۰۲]

۴۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،

۴۳۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے مالک کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے،

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہودیوں ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ)) پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔“

[مساجد]، [مسلم: ۱۱۸۵؛ ابوداؤد: ۳۲۲۷]

تشریح: آپ ﷺ نے امت کو اس لئے ڈرایا کہ کہیں وہ بھی آپ کی قبر کو مسجد نہ بنا لیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ لوگ اسے پوجیں، یہود اور نصاریٰ ہر دو کے یہاں قبر پرستی عام تھی اور آج بھی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اغاثۃ اللفغان میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص موجودہ عام مسلمانوں کا حدیث نبوی اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ آج مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے بھی کس طرح حدیث نبوی کی مخالفت کرنے کی ٹھان لی ہے۔ مثلاً: (۱) نبی کریم ﷺ نے قبور انبیاء پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا مگر مسلمان شوق سے کتنی ہی قبور پر نماز پڑھتے ہیں۔ (۲) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر مساجد کی طرح عمارت بنانے سے سختی کے ساتھ روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارت بنا کر ان کا نام خانقاہ، مزار شریف اور درگاہ وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ (۳) نبی کریم ﷺ نے قبروں پر چراغاں سے منع فرمایا۔ مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر خوب خوب چراغاں کرتے اور اس کام کے لئے کتنی ہی جائیدادیں وقف کرتے ہیں۔ (۴) نبی کریم ﷺ نے قبروں پر زاند مٹی ڈالنے سے بھی منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ مٹی کی بجائے چونا اور اینٹ سے ان کو پختہ بناتے ہیں۔ (۵) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ شاندار عمارتیں بنا کر آیات قرآنی قبروں پر لکھتے ہیں۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر ہدایت کے باغی بنے ہوئے ہیں۔

صاحب مجالس الارباب لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ ضالہ غلو (حد سے بڑھنا) میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرح قبروں کے آداب اور ارکان و مناسک مقرر کر ڈالے ہیں۔ جو اسلام کی جگہ کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ پھر تعجب یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو خفی سنی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہرگز ہرگز ایسے امور کے لئے نہیں فرمایا۔ اللہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔

باب: نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ میرے لیے

ساری زمین پر نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے

(یعنی تیمم کرنے) کی اجازت ہے

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((جُعِلَتْ

لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا))

۴۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ۔ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ۔ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أُعْطِيَتْ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي، نَصْرَتْ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَإِنَّمَا رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصَلِّ، وَأَحَلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ

۴۳۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالحکم سیار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید فقیر نے، کہا ہم سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔ (۱) ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے۔ (۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے

خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ)). [راجع: ۳۳۵]

ہے۔ (۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔“

تشریح: معلوم ہوا کہ زمین کے ہر حصہ پر نماز اور اس سے تیمم کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ حصہ پاک ہو۔ مال غنیمت وہ جو اسلامی جہاد میں فتح کے نتیجے میں حاصل ہو۔ یہ آپ کی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے آپ سارے انبیاء میں ممتاز ہیں۔ اللہ نے آپ کا رعب اس قدر ڈال دیا تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ دور دراز بیٹھے ہوئے محض آپ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ کسریٰ پرویز نے آپ کا نام مبارک چاک کر ڈالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی دنوں بعد اسی کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ اب بھی دشمنان رسول ﷺ کا یہی حشر ہوتا ہے کہ وہ ذلت کی موت مرتے ہیں۔

باب: عورت کا مسجد میں سونا

بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

(۴۳۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطے سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی، اس کا کمر بند سرخ تسموں کا تھا اس نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا، یا اس کے بدن سے گر گیا۔ پھر اس طرف سے ایک چیل گزری جہاں کمر بند پڑا تھا چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر چھٹ لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی یعنی شروع کر دی، یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔ اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمر بند گرا دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی گرا۔ میں نے (اسے دیکھ کر) کہا یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔ تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔ یہی تو ہے وہ کمر بند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لیے مسجد نبوی میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا۔ (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آئی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمر بند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے

۴۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ وَلِيدَةَ، كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَأَعْتَقَهَا، فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ: فَخَرَجَتْ صَبِيَّةً لَهُمْ عَلَيْهَا وَشَاخٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ قَالَتْ: فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا، فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَاةٌ وَهُوَ مُلْقَى، فَحَبَسَتْهُ لِحَمًا فَخَطَفَتْهُ قَالَتْ: فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ قَالَتْ: فَاتَّهَمُونِي بِهِ قَالَتْ: فَطَفِقُوا يَفْتَشُونِي حَتَّى فَنَشُوا قَبْلَهَا قَالَتْ: وَاللَّهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتْ بِهِ الْحُدَيَاةُ فَالْقَتَهُ قَالَتْ: فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ: فَقُلْتُ: هَذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ- زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ، وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ: فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَسْأَلْتُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَ لَهَا حَبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ قَالَتْ: فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدِّثُ عِنْدِي قَالَتْ: فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلَدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي
قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهَا: مَا شَأْنُكَ لَا

تَقْعُدِينَ مَعِيَ مَقْعِدًا إِلَّا قُلْتِ هَذَا؟ قَالَتْ: ہے۔ اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا: آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے [طرفہ: ۳۸۳۵] یہ قصہ سنایا۔

تشریح: ثابت کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔ ثابت ہوا کہ ایسی نواسلمہ مظلومہ عورت اگر کہیں جائے پناہ نہ پاسکے تو اسے مسجد میں پناہ دی جاسکتی ہے اور وہ رات بھی مسجد میں گزار سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔ عام حالات میں مسجد کا ادب و احترام پیش نظر رکھنا ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مظلوم اگر چہ کافر ہو پھر بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

آج کل بھی بعض قوموں میں عورتیں چاندی کا کمر بند بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کا قیمتی کمر بند ہوگا جو سرخ رنگ کا تھا۔ جسے چیل نے گوشت جان کراٹھا مگر بعد اسے واپس اسی جگہ لاکر ڈال دیا۔ یہ اس مظلومہ کی دعا کا اثر تھا اور نہ وہ چیل اسے اور نامعلوم جگہ ڈال دیتی تو اللہ جانے کہ کافر اس غریب مسکینہ پر کتنے ظلم ڈھاتے۔ وہ نواسلمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر بیٹھا کرتی اور آپ سے اپنے ذاتی واقعات کا ذکر کیا کرتی تھی اور اکثر مذکورہ شعر اس کی زبان پر جاری رہا کرتا تھا۔

باب: مسجدوں میں مردوں کا سونا

اور ابو قلابہ نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ عکلم نامی قبیلہ کے کچھ لوگ (جو دس سے کم تھے) نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، وہ مسجد کے سامان میں ٹھہرے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر نے فرمایا کہ وہ صفہ میں رہنے والے فقراء لوگ تھے۔

بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

وَقَالَ أَبُو قَلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی لفظ سے باب المحاربین میں بیان کیا ہے۔ اور یہ سامان یا صفہ میں رہنے والے وہ لوگ تھے جن کا گھر یا کچھ نہ تھا۔ یہ ستر آدی تھے۔ ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے اور یہ دارالعلوم محمدی کے طلبائے کرام تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

(۳۳۰) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبید اللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو نافع نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ اپنی نوجوانی میں جب کہ ان کے بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سویا کرتے تھے۔

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَغْرَبٌ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ.

[اطرافہ فی: ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸، ۳۷۴۰،

۷۰۱۵، ۷۰۲۸، ۷۰۳۰] [مسلم: ۶۳۷۰،

۶۳۷۱؛ نسائی: ۷۲۱]

تشریح: ادب کے ساتھ بوقت ضرورت جوانوں، بوڑھوں کے لئے مسجد میں سونا جائز ہے۔ صفہ مسجد نبوی کے سامنے ایک سایہ دار جگہ تھی جو آج بھی مدینہ منورہ جانے والے دیکھتے ہیں، یہاں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے رہتے تھے۔

۴۴۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا (۳۳۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی

حازم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابو حازم سہل بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ پر خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، چادر آپ کے پہلو سے گر گئی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ”اٹھو! ابوتراب اٹھو۔“

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ: ((أَيْنَ ابْنُ عَمِّكَ)) قَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاصَّ بِنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقُلْ عِنْدِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ: ((انظُرْ أَيْنَ هُوَ)) فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، فَذَ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ))

[اطرافہ فی: ۳۷۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۸۰] [مسلم:

۶۲۲۹]

تشریح: تراب عربی میں مٹی کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ازراہ محبت لفظ ابوتراب سے بلایا بعد میں یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہوگئی اور آپ اپنے لئے اسے بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ مگر عرب کے محاورہ میں باپ کے عزیزوں کو بھی چچا کا بیٹا کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی نخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پیدا کرانے کے خیال سے اس طرز سے گفتگو فرمائی۔ میاں بیوی میں گاہے بگاہے باہمی ناراضگی ہونا بھی ایک فطری چیز ہے۔ مگر ایسی خفگی کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے خانگی زندگی تلخ ہو سکتی ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں سونے کا جواز نکلا۔ یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے جس کے تحت آپ نے اس حدیث کو یہاں ذکر فرمایا۔ جو لوگ عام طور پر مسجدوں میں مردوں کے سونے کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

٤٤٢- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارًا وَإِمَّا كِسَاءً، قَدْ رَطَبُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ تَرَى عَوْرَتَهُ.

٤٤٢- ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن فضیل نے اپنے والد کے واسطے سے، انہوں نے ابو حازم سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ فقط تہبند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنہیں یہ لوگ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے۔ یہ کپڑے کسی کے آدھی پنڈلی تک آتے اور کسی کے ٹخنوں تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے اپنے ہاتھوں سے سمیٹتے رہتے تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ مساجد میں بوقت ضرورت سونا جائز ہے۔

باب: سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے۔

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب مغازی میں بیان کیا ہے۔

۴۴۳) ہم سے خلد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے، کہا ہم سے محارب بن دثار نے جابر بن عبد اللہ کے واسطے سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پہلے) دو رکعت نماز پڑھو اور میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض تھا۔ جسے آپ نے ادا کیا، اور زیادہ ہی دیا۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ.

۴۴۳ - حَدَّثَنَا خَلْدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مِسْعَرٌ: أَرَاهُ قَالَ: ضَحَى - فَقَالَ: ((صَلِّ رَكَعَتَيْنِ)) وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي. [اطرافه في:

۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷] [مسلم: ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶]

ابوداؤد: ۳۳۴۷؛ نسائی: ۴۶۰۴، ۴۶۰۵]

باب: اس بارے میں کہ جب کوئی مسجد میں داخل

ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے

بَابُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ

فَلْيُرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ

يَجْلِسَ

۴۴۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا: انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے یہ خبر پہنچائی، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔“

۴۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ بْنِ الزُّرْقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلْمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيُرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)). [طرفه في: ۱۱۶۳]

[مسلم: ۱۶۵۴، ۱۶۵۵؛ ابوداؤد: ۴۶۷۰، ۴۶۸۰]

ترمذی: ۳۱۶؛ نسائی: ۷۲۹؛ ابن ماجہ: ۱۰۱۳]

تشریح: مسجد میں آنے والا پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے، پھر بیٹھے۔ چاہے کوئی بھی وقت ہو اور چاہے امام جمعہ کا خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ جامع ترمذی میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ جاء رجل فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”اصلیت“ قال: لا قال: ”قم فارکع“ قال: ابو عیسیٰ وهذا الحدیث حسن صحیح اخرجه الجماعة وفى رواية: ((اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجاوز فیہما)) رواه احمد ومسلم وابوداود وفى رواية: ((اذا جاء احدکم یوم الجمعة وقد خرج الامام فلیصل رکعتین)) متفق علیہ کذا فی المنتقى۔“ (تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۳۶۳)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ سنا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا، اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھو اور ان دو رکعتوں کو ہلکا کر کے پڑھو۔ ”ایک روایت میں فرمایا کہ ”جب بھی کوئی تم میں سے مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو ہلکی رکعت پڑھ لے۔“ امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”والعمل علیٰ هذا عند بعض اهل العلم. وبه يقول الشافعی واحمد واسحاق وقال بعضهم اذا دخل والامام یخطب فانه یجلس ولا یصلی وهو قول سفیان الثوری واهل الکوفة والقول الاول اصح۔“

یعنی بعض اہل علم اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق رضی اللہ عنہم کا یہی فتویٰ ہے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے بلکہ یوں ہی بیٹھ جائے۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور منع کرنے والوں کا قول صحیح نہیں ہے۔

امام نووی رضی اللہ عنہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث صریحہ کی بنا پر فقہائے محدثین اور امام شافعی وغیرہم کا یہی فتویٰ ہے کہ خواہ امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ مگر مناسب ہے کہ مسجد میں آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر بیٹھے اور مستحب ہے کہ ان میں تخفیف کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنے والے شخص کو جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اس کا نام سلیک تھا۔ موجودہ دور میں بعض لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ مسجد میں آتے ہی پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جبکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے، پھر بیٹھے۔

بَابُ الْحَدِيثِ فِي الْمَسْجِدِ باب: مسجد میں ریح (ہوا) خارج کرنا

تشریح: اس باب سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ بے وضو آدمی مسجد میں جا سکتا ہے اور مسجد میں بیٹھ سکتا ہے۔

۴۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: (۳۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں مالک نے ابو اخبزنا مالک، عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصَلِّيَ عَلَيَّ أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحَدِّثْ، تَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ)). [راجع: ۱۷۶]

الزناد سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک تم اپنے مصلے پر جہاں تم نے نماز پڑھی تھی، بیٹھے رہو اور ریح خارج نہ کرو تو ملائکہ تم پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں ”اے اللہ! اس کی مغفرت کیجئے، اے اللہ! اس پر رحم کیجئے۔“

[راجع: ۱۷۶]

[ابوداود: ۴۶۹؛ نسائی: ۷۳۲]

تشریح: معلوم ہوا کہ حدیث (ہوا خارج) ہونے کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی دعا متوقف کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں جہاں تک ممکن ہو با وضو بیٹھنا افضل ہے۔

بَابُ بِنْيَانِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد کی عمارت

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ وَأَمَرَ عُمَرُ بِنْيَانِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: أَكْبَنُ النَّاسِ مِنَ الْمَطْرِ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمَّرَ أَوْ تُصَفَّرَ، فَتُفْتِنَ النَّاسَ قَالَ أَنَسٌ: يَتَّبِعُونَ بِهَا نَمَّ لَا يَغْمُرُونَهَا إِلَّا قَلِيلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتَزْخَرِفَنَّهَا كَمَا زَخَرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى.

ابو سعید نے کہا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں اور مسجدوں پر سرخ، زرد رنگ مت کرو کہ اس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس طرح پختہ بنوانے سے) لوگ مساجد پر فخر کرنے لگیں گے۔ مگر ان کو آباد بہت کم لوگ کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم بھی مساجد کی اسی طرح زیبائش کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کی۔

تشریح: مولانا وحید الزماں صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد کی رنگ آمیزی اور نقش و نگار دیکھ کر نماز میں نمازی کا خیال ہٹ جائے گا۔ اس اثر کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کے باب میں نکالا۔ ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کیا ہے کہ ”کسی قوم کا کام اس وقت تک نہیں بگڑا جب تک اس نے اپنی مسجدوں کو آراستہ نہیں کیا۔“ اکثر علمائے مساجد کی بہت زیادہ آرائش کو مکروہ جانا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو نمازیوں کا خیال نماز سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا پیسے کا بیکار ضائع کرنا ہے۔ جب مساجد کا نقش و نگار بے فائدہ مکروہ اور منع ہو تو شادی نمی میں روپیہ اڑانا، اور فضول خرچی کرنا کب درست ہوگا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں کھولیں، اور جو پیسہ ملے اس کو نیک کاموں اور اسلام کی ترقی کے سامان میں صرف کریں۔ مثلاً دین کی کتابیں چھپوائیں۔ غریب طالب علم لوگوں کی خبر گیری کریں۔ مدارس اور سرانے بنوائیں، مساکین اور محتاجوں کو کھلائیں، جنگوں کو کپڑے پہنائیں، یتیموں اور یتیموں کی پرورش کریں۔

٤٤٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَبْنِيًا بِاللَّبْنِ، وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ، وَعُمْدَتُهُ حَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِاللَّبْنِ وَالْجَرِيدِ، وَأَعَادَ عُمْدَتَهُ حَشَبُ النَّخْلِ، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ، فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةٌ كَثِيرَةٌ، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ

(٣٣٦) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد ابراہیم بن سعید نے صالح بن کيسان کے واسطے سے، ہم سے نافع نے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون اسی کی کڑیوں کے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھایا اور اس کی تعمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی بنیادوں کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے کی اور اس کے ستون بھی کڑیوں ہی کے رکھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی عمارت کو بدل دیا، اور اس میں بہت سی زیادتی کی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور گچھ سے بنائیں۔ اس کے ستون بھی منقش پتھروں سے بنوائے

وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنقُوشَةٍ، اور چھت سا گوان سے بنائی۔
وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ. [ابوداؤد: ۴۵۱]

تشریح: مسجد نبوی زمانہ رسالت مآب ﷺ میں جب پہلی مرتبہ تعمیر ہوئی تو اس کا طول و عرض تیس مربع گز تھا۔ پھر زوہ خیر کے بعد ضرورت کے تحت اس کا طول و عرض پچاس مربع گز کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کو چکی اینٹوں اور گھجور کی شاخوں سے مستحکم کیا اور ستون کڑیوں کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسے پختہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو آپ نے ایک حدیث نبوی سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک دن میری مسجد کی تعمیر پختہ بنیادوں پر ہوگی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر بطور خوشی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو دینار پیش کئے۔ بعد کے سلاطین اسلام نے مسجد نبوی کی تعمیر و استحکام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موجودہ دور کی حکومت سعودیہ (خلدھا اللہ تعالیٰ) نے مسجد کی عمارت کو اس قدر طویل و عریض اور مستحکم کر دیا ہے کہ دیکھ کر دل سے اس حکومت کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول کرے۔

احادیث و آثار کی بنا پر حد سے زیادہ مساجد کی تزئین و آرائش کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ کا دستور تھا کہ وہ اپنے مذہب کی حقیقی روح سے غافل ہو کر ظاہری زیب و زینت پر فریفتہ ہو گئے۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کی مساجد کا ہے، جن کے مینارے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر توحید و سنت اور اسلام کی حقیقی روح سے ان کو خالی پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

بَابُ التَّعَاوُنِ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

باب: اس بارے میں کہ مسجد بنانے میں مدد کرنا (یعنی اپنی جان و مال سے حصہ لینا کارِ ثواب ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مشرکین کے لیے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لیں۔ یہ اپنے کفر کے ساتھ اپنی جانوں پر گواہ ہیں، یہی لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کی مساجد کی تعمیر میں وہ حصہ لے سکتا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور نماز قائم کرتا، اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، پس امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں۔“

(۴۴۷) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد جذاذ نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَمَّا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ [التوبة: ۱۸، ۱۷]

۴۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ، عَنْ عِكْرَمَةَ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ أَبِي عَرِينَةَ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ. فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُضِلُّهُ، فَآخَذَ رِدَاءَهُ فَآخَذْتَنِي، ثُمَّ أَنشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى

لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دودو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: ”افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔“ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبْنَةً لَبْنَةً، وَعَمَّارٌ لَبْتَيْنِ لَبْتَيْنِ، فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ)) قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتْنِ. [طرفہ فی: ۲۸۱۲]

تشریح: یہاں مذکور شخص علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا، اسی دن یہ پیدا ہوئے تھے۔ اسی لئے ان کا نام علی رکھا گیا اور کنیت ابوالحسن یہ قریش میں بہت ہی حسین و جمیل اور بڑے عابد و زاہد تھے۔ ۱۳۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بڑے جمیل القدر صحابی اور نبی کریم ﷺ کے سچے جاں نثار تھے۔ ان کی ماں سمیہ رضی اللہ عنہا بھی بڑے عزم و ایقان والی خاتون گزری ہیں جن کو شہید کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا، ان سے دین کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح علم و فضل کے باوجود کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول رہنا بھی امر مستحسن ہے۔ آنے والے مہمانوں کے احترام کے لئے اپنے کاروبار والے لباس کو درست کر کے پہن لینا اور ان کے لئے کام چھوڑ دینا اور ان سے بات چیت کرنا بھی بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ (۳) مساجد کی تعمیر میں خود پتھر اٹھا کر مدد دینا اتنا بڑا ثواب کا کام ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

تسطوانی نے کہا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو باب الجہاد اور باب الفتن میں بھی روایت کیا ہے۔ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کی بھی روشن دلیل ہے کہ آپ نے اتنا عرصہ پہلے جو خبر دی وہ من و عن پوری ہو کر رہی، اس لئے کہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۴۳/۵۳) آپ دین کے بارے میں جو کچھ بھی فرماتے وہ اللہ کی وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ سچ ہے:

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے جبرائیل ☆ جبرائیل ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے پروردگار

باب: اس بارے میں کہ بڑھی اور کارگیر سے مسجد کی تعمیر میں اور منبر کے تختوں کو بنوانے میں مدد حاصل کرنا (جائز ہے)

بَابُ الْإِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصَّنَاعِ فِي أَعْوَادِ الْمُنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

(۴۴۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبدالعزیز نے ابو حازم کے واسطے سے، انہوں نے سہل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھی غلام سے کہیں کہ میرے لیے (منبر) لکڑیوں کے تختوں سے بنادے جن پر میں بیٹھا کروں۔

۴۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى امْرَأَةٍ مَرْيَمَ غَلَامِكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهَا.

۴۴۹۔ حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنِّي لِي غَلَامًا نَجَارًا قَالَ: ((إِن شِئْتَ)) فَعَمِلْتَ الْمُنْبَرِ. [أطرافه في: ۹۱۸، ۲۰۹۵، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵]

۴۴۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔ میرا ایک بڑھئی غلام بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تو چاہے۔“ چنانچہ اس نے منبر بنوایا۔

تشریح: اس باب کی احادیث میں صرف بڑھئی کا ذکر ہے۔ معمار کو اسی پر قیاس کیا گیا۔ یا حضرت طلق بن علی کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ تعمیر مسجد کے وقت یہ مٹی کا گارا بنا رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کام بہت پسند فرمایا تھا۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ پہلے خود اس عورت نے منبر بنوانے کی پیشکش کی ہوگی بعد میں آپ کی طرف سے اس کو یاد دہانی کرائی گئی ہوگی۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ ہدیہ بغیر سوال کئے آئے تو قبول کر لے اور وعدہ یاد دلانا بھی درست ہے اور اہل اللہ کی خدمت کر کے تقرب حاصل کرنا عمدہ ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو علامات نبوت اور بیوع میں بھی نقل کیا ہے۔

باب: جس نے مسجد بنائی اس کے اجر و ثواب کا بیان

۴۵۰) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بکیر بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن اسود خولانی سے سنا، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے متعلق لوگوں کی باتوں کو سن کر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ”جس نے مسجد بنائی، بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ، اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لیے بناے گا۔“

۴۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو، أَنَّ بَكِيرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ عَبْدِاللَّهِ الْخَوْلَانِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَانَ ابْنَ عَفَّانَ، يَقُولُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ جِئْنَا بَنِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا، قَالَ بَكِيرٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ)). [مسلم: ۱۱۸۹، ۷۴۷۰]

تشریح: ۳۰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا کام شروع کرایا۔ کچھ لوگوں نے یہ پسند کیا کہ مسجد کو پہلے حال ہی پر باقی رکھا جائے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبوی اپنی دلیل میں پیش فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا۔ جس کا ذکر پہلے زچکا ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب: جب کوئی مسجد میں جائے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے تاکہ کسی نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

بَابُ: يَأْخُذُ بِنُصُولِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرٍو: أَسَمِعْتَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا)). [طرفاه في: ۷۰۷۳، ۷۰۷۴] [مسلم: ۶۶۶۱، نسائي: ۷۱۷، ابن ماجه: ۳۷۷۷]

باب: مسجد میں تیر وغیرہ لے کر گزرنا

۴۵۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَيْلٍ، فَلْيَأْخُذْ عَلَيَّ نِصَالِهَا، لَا يَعْقِرُ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا)).

۴۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ حَسَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَسْتَشْهَدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَشُدُّكَ اللَّهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ:

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں آیا..... اور وہ تیر لیے ہوئے تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”ان کی نوکیں تھامے رکھو۔“

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے، کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبد اللہ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں میں تیر لیے ہوئے چلے تو ان کے پھل تھامے رہے، ایسا نہ ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو زخمی کر دے۔“

[طرفه في: ۷۰۷۵] [مسلم: ۶۶۶۵، ابوداود:

۲۵۸۷، ابن ماجه: ۳۷۷۸]

تشریح: ان روایات اور ابواب سے امام بخاری رضی اللہ عنہما یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مساجد میں مسلمانوں کو ہتھیار بند ہو کر آنا درست ہے مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اس لئے کہ مسلمان کی عزت و حرمت بہر حال مقدم ہے۔

باب: اس بیان میں کہ مسجد میں شعر پڑھنا کیسا ہے؟

۴۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ حَسَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَسْتَشْهَدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَشُدُّكَ اللَّهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ:

ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کے واسطے سے، کہا کہ مجھے ابو سلمہ (اسماعیل یا عبد اللہ) بن عبد الرحمن بن عوف نے، انہوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ ”اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو اور اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ذریعہ مدد کر۔“

نَعَمْ . [طرفاء فی: ۶۱۵۲، ۳۲۱۲] [مسلم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! (میں گواہ ہوں۔ بے شک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے)۔

تشریح: خلافت فاروقی کے دور میں ایک روز حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دینی اشعار بنا رہے تھے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکنا چاہا تو حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے فعل کے جواز میں یہ حدیث بیان کی۔ حضرت حسان، بن ثابت رضی اللہ عنہ دار رسالت کے خصوصی شاعر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کے غلط اشعار کا جواب اشعار ہی میں دیا کرتے تھے۔ اس پر آپ نے ان کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔ معلوم ہوا کہ وہی اشعار، نظمیں مساجد میں سنانا درست ہے۔ ہاں لغو اور عشقیہ اشعار کا مسجد میں سنانا بالکل منع ہے۔

بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: چھوٹے چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیلنے والوں کے بیان میں

۴۵۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي، وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ. [طرفاء فی: ۴۵۵، ۹۵۰، ۹۸۸، ۲۹۰۷، ۳۵۳۰، ۵۱۹۰، ۵۲۳۶]

۴۵۵۔ زَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَبَشَةَ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ. [راجع: ۴۵۴] [مسلم: ۲۰۶۴]

(۳۵۴) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں سے) کھیل رہے تھے (تہتیار چلانے کی مشق کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔

(۳۵۵) ابراہیم بن منذر سے روایت میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے تہتیار لے کر مسجد میں جانا جن سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، جائز ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کھیل پر اظہار ناراضگی کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیزوں سے کھیلنا صرف کھیل کود کے درجے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے جنگی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو دشمنان اسلام کی مدافعت میں کام آئیں گی۔

بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى

باب: مسجد کے منبر پر مسائل خرید و فروخت کا ذکر

کرنا درست ہے

(۳۵۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے یحییٰ بن سعید انصاری کے واسطے سے، انہوں نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا (لوٹدی) ان سے اپنی کتابت کے بارے میں مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو یہ رقم دے دوں (اور تمہیں آزاد کرادوں) اور تمہارا ولاء کا تعلق مجھ سے قائم ہو۔ اور بریرہ کے آقاؤں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہ اگر آپ چاہیں تو جو قیمت باقی رہ گئی ہے وہ دے دیں اور ولاء کا تعلق ہم سے قائم رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو اور ولاء کا تعلق تو اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو آزاد کرائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ سفیان نے (اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے) ایک مرتبہ یوں کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی شرائط کرتے ہیں جن کا تعلق کتاب اللہ سے نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، اگرچہ وہ سو مرتبہ کر لے۔ اس حدیث کی روایت مالک نے یحییٰ کے واسطے سے کی، وہ عمرہ سے کہ بریرہ اور انہوں نے منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا (الح.)

الْمَنْبِرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ: إِنَّ شَيْئًا أُعْطِيتُ أَهْلِكَ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِي وَقَالَ أَهْلُهَا: إِنَّ شَيْئًا أُعْطِيتُهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً إِنَّ شَيْئًا أُعْطِيتُهَا وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لَنَا. فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَكَرْتَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: ((إِتْبَاعِيهَا فَأَعْتَقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)) ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنْبِرِ وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنْبِرِ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مِنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ)) وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمَنْبِرَ: قَالَ عَلِيُّ: قَالَ يَحْيَى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ

[أطرافه في: ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶،

۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴،

۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹،

۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰،

[۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰]

تشریح: عہد غلامی میں یہ دستور تھا کہ لوٹدی یا غلام اپنے آقا کا منہ مانگا روپیہ ادا کر کے آزاد ہو سکتے تھے مگر آزادی کے بعد ان کی وراثت انہی پہلے مالکوں کو ملتی تھی۔ اسلام نے جہاں غلامی کو ختم کیا، ایسے غلط درغلط رواجوں کو بھی ختم کیا اور بتلایا کہ جو بھی کسی غلام کو آزاد کرانے کی وراثت ترکہ وغیرہ کا (غلام کی موت کے بعد) اگر کوئی اس کا وارث عصبہ نہ ہو تو آزاد کرانے والا ہی بطور عصبہ اس کا وارث قرار پائے گا۔ لفظ ولاء کا یہی مطلب ہے۔ علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ باب نبی کریم ﷺ کے لفظ ((ما بال اقوام)) الخ سے نکلتا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی ہے کہ بیع و شراء

کے مسائل کا نمبر پڑھ کر کرنا درست ہے۔ (فتح الباری)

باب: قرض کا تقاضا اور قرض دار کا مسجد تک پیچھا

بَابُ التَّقَاضِي وَالْمَلَازِمَةِ فِي

کرن

الْمَسْجِدِ

۴۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ
الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ،
عَنْ كَعْبٍ، أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَذْرَةَ دَيْنًا
كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا
حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ،
فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سَجْفَ حُجْرَتِهِ
فَتَادَى: ((يَا كَعْبُ!)) قَالَ: لَيْسَ لَكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ: ((صَعُ مِنْ دِينِكَ هَذَا)) وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ
أَيُّ الشُّطْرَ قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)). [طرافه في: ٤٧١، ٤٤١٨، ٢٤٢٤، ٣٩٨٤]

۴۵۷۔ ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے
عثمان بن عمر عبدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے
زہری کے واسطے سے، انہوں نے عبد اللہ بن کعب بن مالک سے، انہوں
نے اپنے باپ کعب بن مالک سے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں عبد اللہ بن
ابی حذرہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، اور دونوں کی گفتگو بلند آوازوں سے
ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔
آپ پر وہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا: ”کعب!“ کعب (بنی النضیر)
بولے، ہاں یا رسول اللہ! فرمائیے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”تم
اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دو۔“ آپ کا اشارہ تھا کہ آدھا کم کر دیں۔
انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے (بخوشی) ایسا کر دیا۔ پھر آپ نے ابن
ابی حذرہ سے فرمایا: ”اچھا اب اٹھو اور اس کا قرض ادا کرو۔“

۲۷۰۶، ۲۷۱۰، [مسلم: ۳۹۸۴]

نسائی: ۵۴۲۳، ۵۴۲۹، ابن ماجہ: ۲۴۲۹

باب: مسجد میں جھاڑو دینا اور وہاں کے چپتھڑے،

بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ وَالتَّقَاطِ

کوڑے کرکٹ اور لکڑیوں کو چن لینا

الْخِرْقِ وَالْقَدَى وَالْعَيْدَانَ

۴۵۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي
رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَسْوَدَ
أَوْ امْرَأَةً سَوْدَاءَ۔ كَانَ يَقُمُ الْمَسْجِدَ،
فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَقَالُوا: مَاتَ
فَقَالَ: ((أَفَلَا كُنْتُمْ أَذْنَتُمُونِي بِهِ دُلُونِي عَلَى
قَبْرِهِ)) أَوْ قَالَ: ((قَبْرُهَا)) فَآتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى
عَلَيْهَا. [طرافه في: ٤٦٠، ١٣٣٧، [مسلم: ٢٢١٥]

۴۵۸۔ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد
بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ثابت سے، انہوں نے ابو رافع سے،
انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک حبشی مرد یا حبشی عورت مسجد نبوی
میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ
نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو انتقال کر گئی۔
آپ نے اس پر فرمایا: ”تم نے مجھے کیوں نہ بتایا، پھر آپ قبر پر تشریف
لائے اور اس پر نماز پڑھی۔“

عَلَيْهَا. [طرافه في: ٤٦٠، ١٣٣٧، [مسلم: ٢٢١٥]

ابوداؤد: ۳۲۰۳؛ ابن ماجہ: ۱۵۲۷]

تشریح: بیہقی کی روایت میں ہے کہ ام حُجْن نامی عورت تھی، وہ مسجد کی صفائی سہرائی وغیرہ کی خدمت انجام دیا کرتی تھی، آپ اس کی موت کی خبر سن کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں اس کا جنازہ ادا فرمایا، باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ مسجد کی اس طرح خدمت کرنا بڑا ہی کار ثواب ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں شراب کی سوداگری کی حرمت کا اعلان کرنا

۴۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّبَا، خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطرافہ فی: ۲۰۸۴، ۲۲۲۶، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳]

(۳۵۹) ہم سے عبدان بن عبد اللہ بن عثمان نے ابو حمزہ بن محمد بن میمون کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی سو سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے۔

[مسلم: ۴۰۴۷؛ ابوداؤد: ۳۴۹۰، ۳۴۹۱]

نسائی: ۴۶۷۹؛ ابن ماجہ: ۳۳۸۲]

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْخُدْمِ لِلْمَسْجِدِ

باب: مسجد کے لیے خادم مقرر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَنَذُرَنَّ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ [آل عمران: ۳۵] مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن کی اس آیت) ”جو اولاد میرے پیٹ میں ہے، یا اللہ! میں نے اسے تیرے لیے آزاد چھوڑنے کی نذر مانی ہے۔“ کے متعلق فرمایا کہ مسجد کی خدمت میں چھوڑ دینے کی نذر مانی تھی کہ (وہ تا عمر) اس کی خدمت کیا کرے گا۔

تشریح: سورہ آل عمران میں مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا یہ قصہ مذکور ہے حالت حمل میں انہوں نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ مگر لڑکی مریم پیدا ہوئیں، تو ان کو ہی نذر پوری کرنے کے لئے وقف کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مساجد کا احترام ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور ان کی خدمت کے لئے کسی کو مقرر کر دینا درست ہے جیسا کہ آج کل خدام مساجد ہوتے ہیں۔

۴۶۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُ الْمَسْجِدَ وَلَا

(۳۶۰) ہم سے احمد بن واقد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ثابت بن ثابِت کے واسطے سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ابو رافع

نے کہا، میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

أَرَأَيْتَ إِلاَّ امْرَأَةً، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا. [راجع: ۴۵۸]

بَابُ الْأَسِيرِ أَوْ الْغَرِيمِ يَرْبُطُ

فِي الْمَسْجِدِ

ہو

(۴۶۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ اور محمد بن جعفر نے شعبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا کہ ”گزشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا۔ یا اسی طرح کی کوئی بات آپ نے فرمائی، وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے سوچا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعایا یاد آ گئی (جو سورہ ص میں ہے) ”اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا کرنا جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔“ راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔

۴۶۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رُوْحٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ عَفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَقَلَّتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمَكَّنِي اللَّهُ مِنْهُ، وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبُطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تَصْبُحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: «رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي»)) [ص: ۳۵] قَالَ رُوْحٌ: فَرَدَّهُ خَاسِمًا. [اطرافه في: ۱۲۱۰، ۳۲۸۴،

۳۴۲۳، ۴۸۰۸] [مسلم: ۱۲۰۹]

تشریح: ترجمہ باب یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس جن کو بطور قیدی مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا چاہا۔ مگر پھر آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعایا یاد آ گئی جس کی وجہ سے جنوں پر ان کو اختیار خاص حاصل تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر میں اسے قید کر دوں گا تو گویا یہ اختیار مجھ کو بھی حاصل ہو جائے گا اور یہ اس دعا کے خلاف ہوگا۔

بَابُ: جَبُّ كَوْنِي شَخْصٍ اسْلَامَ لائے تو اس کو غسل

کرانا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا

قاضی شریح بن حارث (کندی کو فد کے قاضی) رضی اللہ عنہما قرض دار کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا جائے۔

(۴۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ

بَابُ الْإِغْتِسَالِ إِذَا اسْلَمَ وَرَبِطُ

الْأَسِيرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

وَكَانَ شَرِيْحًا يَاْمُرُ الْغَرِيْمَ أَنْ يُخْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

۴۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ

سوار نجد کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تیس تھے) یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ”ثمامہ کو چھوڑ دو۔“ (ربہائی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے۔ اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: اشہد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

النَّبِيِّ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةِ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ)) فَاذْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاعْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. [اطرافہ فی: ۶۹، ۲۴۲، ۲۴۲۳، ۴۳۷۲] [مسلم: ۴۵۸۹]

ابوداؤد: ۲۶۷۹؛ نسائی: ۱۸۹]

تشریح: اثر قاضی شریح کو عمر نے وصل کیا، ایوب سے، انہوں نے ابن میرین سے، انہوں نے قاضی شریح سے کہ وہ جب کسی شخص پر کچھ حق کا فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ وہ مسجد میں قید رہے۔ یہاں تک کہ اپنے ذمہ کا حق ادا کرے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو خیر و نسا سے جیل بھیج دیا جاتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل عدالتوں میں عدالت ختم ہونے تک قید کا حکم سنا دیا جاتا ہے۔

حضرت ثمامہ کا یہ واقعہ دسویں محرم ۶ھ میں ہوا۔ یہ جنگی قیدی کی حیثیت میں لے تھے۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے ازراہ کرم انہیں آزاد کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

باب: مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا

بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ

(۳۶۳) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ غزوہ خندق میں سعد (رضی اللہ عنہ) کے بازو کی ایک رگ (اکل) میں زخم آیا تھا۔ ان کے لیے نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا تاکہ آپ قریب رہ کر ان کی دیکھ بھال کیا کریں۔ مسجد ہی میں بنی غفار کے لوگوں کا بھی ایک خیمہ تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے زخم کا خون (جو رگ سے بکثرت نکل رہا تھا) بہہ کر جب ان کے خیمہ تک پہنچا تو ڈر گئے۔ انہوں نے کہا: اے خیمہ والو! تمہاری طرف سے یہ کیسا خون ہمارے خیمہ تک آرہا ہے۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ یہ خون سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے بہ رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔

۶۳- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَحْجَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوذَهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمْ يَرِعْهُمْ- وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ- إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ! مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْدُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا. [اطرافہ فی: ۲۸۱۳، ۳۹۰۱، ۴۱۱۷، ۴۱۲۲] [مسلم: ۴۵۹۸؛ ابوداؤد: ۳۱۰۱؛ نسائی: ۷۰۹]

تشریح: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ذی قعدہ ۴ھ میں جنگ خندق کی لڑائی میں ابن عرفان می ایک کافر کے تیر سے زخمی ہو گئے تھے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے وقت کی ضرورت کے تحت ان کا خیمہ مسجد ہی میں لگوا دیا تھا۔ جنگی حالات میں ایسے امور پیش آ جاتے ہیں اور ان ملی مقاصد کے لئے مساجد تک کو استعمال کیا جا سکتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے۔ آپ کی بالغ نگاہ احادیث کی روشنی میں وہاں تک پہنچتی ہے جہاں دوسرے علماء کی نگاہیں کم پہنچتی ہیں اور وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے خواہ مخواہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی عقلوں کا علاج کرانا چاہیے۔ اسی وجہ سے جملہ فقہاء محدثین کرام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

بَابُ إِدْخَالِ الْبَعِيرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ كَرَبِيتِ اللّٰهِ كَا طَوَافِ كَمَا تَهَا۔ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

۴۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: شَكَّوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي قَالَ: «(طُوفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)» فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَيَّ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، يَقْرَأُ بِ«وَالطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ»۔

۴۶۴۔ ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الرحمن بن نوفل سے خبر دی، انہوں نے عروہ بن زبیر سے۔ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (حجۃ الوداع میں) اپنی بیماری کا شکوہ کیا (میں نے کہا کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے رہو اور سوار ہو کر طواف کرو۔ پس میں نے طواف کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کے قریب نماز میں سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

(۵۲/ الطور: ۱، ۲) [اطرافہ فی: ۱۶۱۹،

۱۶۲۶، ۱۶۳۳، ۱۶۸۵۳] [مسلم: ۳۰۷۸، نسائی:

۲۹۲۵، ۲۹۲۷، ابن ماجہ: ۲۹۶۱]

تشریح: شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ باب پڑھ کر حیرت ہو مگر سید الفقہاء و المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی گہری نظر پوری دنیا کے اسلام پر ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے بہت سی مساجد ایسی بھی ہوں جو ایک طویل چار دیواری کی شکل میں بنائی گئی ہوں۔ اب کوئی دیہاتی اونٹ سمیت آ کر وہاں نوازش ہو گیا تو اس کے لئے کیا فتویٰ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عہد رسالت میں مسجد حرام کا بھی یہی نقشہ تھا۔ چنانچہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ ضرورت کے تحت اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیماری کی وجہ سے آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرنے کا حکم فرمایا۔ ابن بطلان نے کہا کہ حلال جانوروں کا مسجد میں لے جانا جائز اور درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسجد کے آلودہ ہونے کا خوف ہو تو جانور کو مسجد میں نہ لے جائے۔

بَابُ

بَابُ

۴۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بَشِيرٍ. وَأَحْسِبُ الثَّانِي أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلَمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمُضْبَاحَيْنِ يُضِيَانِ بَيْنَ أُيُدَيْهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ.

[طرفاء فی: ۳۸۰۵، ۳۶۳۹]

تشریح: ان صحابیوں کے سامنے روشنی ہونا نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت تھی۔ آیت مبارکہ: ﴿لَوْ دُهِمُ يَسْعَى بَيْنَ أُيُدَيْهِمْ﴾ (۶۶/ البقرہ: ۸) کا ایمانی نور قیامت کے دن ان کے آگے آگے دوڑے گا۔ دنیا ہی میں یہ نقشہ ان کے سامنے آ گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس لئے لائے کہ یہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے اور آپ ﷺ سے باتیں کر کے ہی نکلے تھے۔ پس مسجدوں میں نیک باتوں کے کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ (فتح وغیرہ)

بَابُ الْمَسْجِدِ

بَابُ الْمَسْجِدِ فِي

بَابُ الْمَسْجِدِ

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ خَيْرٌ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ)) فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ ﷺ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنُ اللَّهُ خَيْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! لَا تَبْكُ، إِنَّ أَمْرًا

۴۶۶) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے، کہا ہم سے ابونضر بن سالم بن ابی امیہ سے عبید بن حنین کے واسطے سے، انہوں نے بسر بن سعید سے، انہوں نے ابوسعید خدری رحمہ اللہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے (یعنی آخرت)۔“ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ روتے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے

فرمایا: ”ابوبکر! آپ رویے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔“

[طرفہ فی: ۳۶۵، ۳۹۰۴] [مسلم: ۶۱۷۰، ۶۱۷۱؛ ترمذی: ۳۶۶۰]

تشریح: بعض راویان بخاری نے یہاں واو عطف لاکر ہر دو کو حضرت ابوالنضر کا شیخ قرار دیا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وقد رواہ مسلم كذلك والله اعلم۔ (راز)

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخَرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمَنْبَرِ، فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ آمَنَ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خَلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ)). [طرفہ فی: ۳۶۵، ۳۶۵۷، ۶۷۳۸]

(۳۶۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے باپ جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا، وہ مکرّمہ سے نقل کرتے تھے، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض وقات میں باہر تشریف لائے۔ سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر بیٹھے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ”کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن ابوقحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و مال کے ذریعہ احسان کیا ہو اور اگر میں کسی کو انسانوں میں جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی چھوڑ کر اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔“

تشریح: مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت اہل اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ بعد میں قبلہ بدلا گیا اور کعبہ مقدس قبلہ قرار پایا۔ جو مدینہ سے جانب جنوب تھا۔ چونکہ صحابہ کرام کے مکانات کی طرف کھڑکیاں بنا دی گئی تھیں۔ بعد میں آپ نے مشرق و مغرب کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ صرف شمالی صدر دروازہ باقی رکھا گیا، اور ان تمام کھڑکیوں کو بھی بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب والی کھڑکی باقی رکھی گئی۔ اس میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ تھا کہ خلافت کے زمانہ میں نماز پڑھاتے وقت ان کو آنے جانے میں سہولت رہے گی۔ خلیل سے مراد محبت کا وہ آخری درجہ ہے جو صرف بندہ مؤمن اللہ ہی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے۔ اسی لئے آپ نے ایسا فرمایا۔ اس کے بعد اسلامی اخوت و محبت کا آخری درجہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرار دیا۔ آج بھی مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کھڑکی کی جگہ پر بطور یادگار کیتہ لگا ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر یہ سارے واقعات سامنے آ جاتے ہیں۔

ان احادیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغُلُقِ لِلْكَعْبَةِ

باب: کعبہ اور مساجد میں دروازے اور زنجیر رکھنا

وَالْمَسَاجِدِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبُوَابَهَا.

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن محمد مستدی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبد الملک بن جریج کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبد الملک! اگر تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

تشریح: تو تعجب کرتے، وہ نہایت مضبوط پائیدار تھے اور وہ مساجد بہت ہی صاف ستھری ہو کرتی تھیں۔

٤٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عَثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَبِلَالٌ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أَغْلَقَ الْبَابَ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوا. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَبَدْرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالَ فَقَالَ: صَلَّى فِيهِ فَقُلْتُ: فِي أَيِّ فَقَالَ: بَيْنَ الْأَسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى. [راجع: ٣٩٧]

(٣٦٨) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل اور قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ابوبختیاری کے واسطے سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے (اور مکہ فتح ہوا) تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ (جو کعبہ کے متولی، چابی بردار تھے) انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بلال، اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم چاروں اندر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور وہاں تھوڑی دیر تک ٹھہر کر باہر آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر بلال سے پوچھا (کہ آپ نے کعبہ کے اندر کیا کیا) انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کس جگہ؟ کہا کہ دونوں ستونوں کے درمیان۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ پوچھنا مجھے یاد نہ رہا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں داخل ہو کر کعبہ کا دروازہ اس لئے بند کر دیا تھا تاکہ اور لوگ اندر نہ آجائیں اور جہوم کی شکل میں اصل مقصد عبادت فوت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ میں زنجیر تھی، یہی ترجمہ باب ہے۔ مساجد میں حفاظت کے لئے کواڑ لگانا، اور ان میں کنڈی و قفل وغیرہ جائز ہیں۔

بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے؟

٤٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ

(٣٦٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے سعید بن ابی سعید مقبری کے واسطے سے، بیان کیا انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواروں کو نجد کی

نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. [راجع: ۴۶۲]

تشریح: بوقت ضرورت کفار و مشرکین کو بھی آداب مساجد کے شرائط کے ساتھ مساجد میں داخلہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۷۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفِرٍ ابْنِ نَجِيحِ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْجَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حُصَيْفَةَ، عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَّبَنِي رَجُلٌ، فَتَنَطَّرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَمْرُ بْنُ الْحَطَّابِ فَقَالَ: اذْهَبْ فَأَتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتُمْ. أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ. قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرَفَعَانِ أَصْوَاتِكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

باب: مساجد میں آواز بلند کرنا کیسا ہے؟

(۴۷۰) ہم سے علی بن عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یزید بن حنیفہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا سائب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا، کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے یا یہ فرمایا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز اونچی کرتے ہو؟

۴۷۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ ابْنُ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، تَقَاضَى ابْنُ أَبِي حَذْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى كَشَفَ سِنْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى: ((كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ)) فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ!))

(۴۷۱) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یونس بن یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن شہاب زہری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا، ان کو ان کے باپ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عبد اللہ بن ابی حذرہ رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز کچھ اونچی ہو گئی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔ آپ اٹھے اور حجرہ پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا۔ آپ نے کعب بن مالک کو آواز دی: ”اے کعب!“ کعب بولے: یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اپنا

قَالَ: لَيْبِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعَّ الشَّطْرَ مِنْ دِينِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُمْ) اس کا قرض ادا کر۔“
[فَاقْبِضْهُ)). [راجع: ٤٥٧]

توضیح: طائف مکہ سے کچھ میل کے فاصلہ پر مشہور قصبہ ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مسجد نبوی میں شور وغل کرنے پر چمڑکا اور بتلایا کہ تم لوگ باہر کے رہنے والے اور مسجد کے آداب سے ناواقف ہو اس لئے تم کو چھوڑ دیتا ہوں۔ کوئی مدینہ والا ایسی حرکت کرتا تو اسے بغیر سزا دیے نہ چھوڑتا۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ فضول شور وغل کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے۔ دوسری روایت سے آپ نے ثابت فرمایا کہ تعلیم رشد و ہدایت کے لئے اگر آواز بلند کی جائے تو یہ آداب مسجد کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلا کر ان کو نیک ہدایت فرمائی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ مقررہ وقت کو جس قدر بھی رعایت دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ مقررہ نادرہا ہی ہو تو یہ عین رضائے الہی کا وسیلہ ہے۔ قرآن کریم کی بھی یہی ہدایت ہے۔ مگر مقررہ کا بھی فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پورا قرض ادا کرے اس بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔

بَابُ الْحِلْقِ وَالْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا اور یوں ہی بیٹھنا

٤٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ قَالَ: ((مَنْ مَنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدَكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً، فَأَوْ تَرْتُّ لَهُ مَا صَلَّى)) وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِهِ. [اطرافه في: ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٣٧]

(٢٤٢) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے بشر بن مفضل نے عبد اللہ بن عمر سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا (جبکہ) اس وقت آپ منبر پر تھے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد) کس طرح پڑھنے کے لیے آپ فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”دو دو رکعت کر کے پڑھ اور جب صبح قریب ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ ایک رکعت اس ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔“ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا۔

٤٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ: كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ: ((مَنْ مَنَى، فَإِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ فَأَوْ تَرْتُّ بِوَاحِدَةٍ، تَوْتِرُهُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ)) وَقَالَ الْوَيْلُ لِمَنْ

(٢٤٣) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابن عمر سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے آنے والے نے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا: ”دو دو رکعت پھر جب طلوع صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر کی پڑھ لے تا کہ تو نے جو نماز پڑھی ہے اسے یہ رکعت طاق بنا

دے۔“ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولید بن کثیر نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عبد اللہ عمری نے بیان کیا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرماتے۔

(۴۷۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرہ نے انہیں خبر دی ابو واقد لیشی حارث بن عوف صحابی کے واسطے سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے لیکن تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی، اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا تو واپس ہی جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں۔ ایک شخص تو اللہ کی طرف بڑھا اور اللہ نے اسے جگہ دی (یعنی پہلا شخص) رہا دوسرا تو اس نے (لوگوں میں گھسنے سے) شرم کی، اللہ نے بھی اس سے شرم کی، تیسرے نے منہ پھیر لیا۔ اس لیے اللہ نے بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔“

باب: مسجد میں چت لیٹنا کیسا ہے؟

(۴۷۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا امام مالک کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب زہری سے، انہوں نے عباد بن تمیم سے، انہوں نے اپنے چچا (عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ) سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے، وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح لیٹتے تھے۔

كثير: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ. [راجع: ۴۷۲]

۴۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّ أَبَا مَرَّةَ، مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي تَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلَاثَةٌ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةَ فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَذْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَّغَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ، فَأَوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ)). [راجع: ۶۶]

بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَأَضْعَا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْآخَرَى وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ [قَالَ: كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ]. [طرفاه فی: ۵۹۶۹، ۶۲۸۷] [مسلم: ۵۵۰۴، ۵۵۰۵] = ابوداود: ۴۸۶۶؛ ترمذی:

[۲۷۶۵؛ نسائی: ۷۲۰]

تشریح: چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما بھی اس طرح لیٹا کرتے تھے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب شرمگاہ بے پردہ ہونے کا خطرہ ہو۔ کوئی شخص ستر پوشی کا پورا اہتمام کرتا ہے، پھر اس طرح چت لیٹ کر سونے میں مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ،

باب: عام راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے (جائز ہے)

اور امام حسن (بصری) اور ابو مالک رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔
 ٤٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَغْقِلْ أَبُورِي إِلَّا وَهَمًا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرْ عَلَيْنَا يَوْمَ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَرَفِي النَّهَارِ بَكْرَةً وَعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَأَ لِأَبِي بَكْرٍ فَاثْنَتِي مَسْجِدًا بِفَنَاءِ دَارِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً وَلَا يَمْلِكُ عَيْنِيهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأَفْرَعُ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں رسول اللہ ﷺ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی تو انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی، وہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تعجب سے سنتے اور کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن کریم پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا، قریش کے مشرک سردار اس صورت حال سے گھبرا گئے۔

[اطرافہ فی: ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧،

٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩]

تشریح: حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کا اپنی ملک میں بنانا جائز ہے اور غیر ملک میں منع ہے اور راستوں میں بھی مساجد بنانا درست ہے۔ بشرطیکہ چلنے والوں کو نقصان نہ ہو۔ بعض نے راہ میں مطلقاً جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے امام بخاری رضی اللہ عنہ اسی فتویٰ کی تردید فرما رہے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدٍ

باب: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

السُّوقِ

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ.

اور عبد اللہ بن عون نے ایک ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے عام لوگوں پر بند کئے گئے تھے۔

۴۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمِيعِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاةٍ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، فَإِنَّا أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَحْسِبُهُ، وَتُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُؤذِ يُحَدِّثْ فِيهِ)). [راجع: ۱۷۶] [مسلم: ۱۵۰۶؛

۴۷۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش کے واسطے سے، انہوں نے ابو صالح (ذکوان) سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا۔ اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت الہی کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔“

ابوداؤد: ۵۵۹؛ ابن ماجہ: ۷۸۶]

تشریح: بازار کی مسجد میں نماز پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے گھر کی نماز سے، اسی سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب بازار میں اکیلے نماز پڑھنی جائز ہوئی تو جماعت سے بطریق اولیٰ جائز ہوگی خصوصاً بازار کی مسجدوں میں اور آج کل تو شہروں میں بے شمار بازار ہیں جن میں بڑی بڑی شاندار مساجد ہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان سب کی فضیلت پر اشارہ فرمایا۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔

باب: مسجد وغیرہ میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے

ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے قینچی کرنا درست ہے

۴۷۸، ۴۷۹۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ بَشْرِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، حَدَّثَنَا وَقْدٌ، عَنِ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَوْ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ: سَبَّكَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَابِعَهُ. [طرفہ فی: ۴۸۰]

۴۷۸، ۴۷۹) ہم سے حامد بن عمر نے بشر بن مفضل کے واسطے سے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے، کہا ہم سے واقد بن محمد نے اپنے باپ محمد بن زید کے واسطے سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمرو بن عاصم رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔

۴۸۰۔ وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ، مِنْ أَبِي [فَلَمْ أَحْفَظْهُ]، فَقَوْمَهُ لِي وَاقِدٌ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ

(۴۸۰) اور عاصم بن علی نے کہا، ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ محمد بن زید سے سنا۔ لیکن مجھے حدیث یاد نہیں رہی تھی۔ تو میرے بھائی واقد نے اس کو درستی سے اپنے باپ سے روایت کر کے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصم رضی اللہ عنہما سے رسول

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، كَيْفَ بَكَ إِذَا بَقِيتَ فِي حُثَاكٍ مِنَ النَّاسِ)) بِهَذَا. [راجع: ٤٧٩]

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”عبداللہ بن عمرو! تمہارا کیا حال ہوگا جب تم برے لوگوں میں رہ جاؤ گے۔“ اس طرح (یعنی آپ نے) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں کر کے دکھلائیں۔

تشریح: آپ نے ہاتھوں کو چپنی کرنے سے اس لئے روکا کہ یہ ایک نوجو حرکت ہے۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد کے پیش نظر ایسا کبھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے ہاتھوں کو چپنی کر کے دکھلایا۔ اس حدیث میں آگے یوں ہے کہ نہان کے اقرار کا اعتبار ہوگا۔ نہان میں امانت داری ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن علی کی دوسری روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے معلقاً بیان کی اس کو ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں وصل کیا ہے، باب کے انعقاد سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ تشبیہ کی کراہیت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں بعض نے ممانعت کو حالت نماز پر محمول کیا ہے۔

٤٨١- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يُحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَيْتَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ. [طرفاه فی: ٢٤٤٦، ٦٠٢٦، ٦٥٨٥] [مسلم: ٦٥٨٥]

(٢٨١) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ سے، انہوں نے اپنے دادا (ابو بردہ) سے، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔“ اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

ترمذی: ١٩٢٨؛ نسائی: ٢٥٥٩

تشریح: نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو باہمی طور پر شہر و شکر رہنے کی مثال بیان فرمائی اور ہاتھوں کو چپنی کر کے بتلایا کہ مسلمان بھی باہمی طور پر ایسے ہی ملے جلے رہتے ہیں، جس طرح عمارت کے پتھر ایک دوسرے کو تھامے رہتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کہیں ظلم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی امداد کے لئے اٹھنا چاہیے۔ کاش! امت مسلمہ اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی اس پیاری نصیحت کو یاد رکھتی تو آج یہ پتہ کن حالات نہ دیکھنے پڑتے۔

٤٨٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتِي الْعَشِيِّ- قَالَ ابْنُ سِيرِينَ: قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَسِيتُ أَنَا. قَالَ: فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى حَشْبَةِ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا، كَأَنَّهُ غَضْبَانٌ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ

(٢٨٢) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے نصر بن شمیل نے، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی، انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں دوپہر کے بعد کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ (ظہر یا عصر کی) ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام تو لیا تھا۔ لیکن میں بھول گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کہ سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ایک لکڑی کی لاٹھی سے جو مسجد میں رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ بہت ہی خفا ہوں۔ اور آپ نے اپنے

داخِل ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور ان کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔ اور آپ نے اپنے دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے سہارا دیا۔ جو لوگ نماز پڑھ کر جلدی نکل جایا کرتے تھے وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ پھر لوگ کہنے لگے کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے۔ حاضرین میں ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی موجود تھے۔ لیکن انہیں بھی آپ سے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہیں میں ایک شخص تھے جن کے ہاتھ لے تھے اور انہیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ بھول گئے یا نماز کم کر دی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ ”نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا: ”کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں؟“ حاضرین بولے کہ جی ہاں! یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور باقی رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سوکنا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہی اور دوسرا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، لوگوں نے بار بار ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا پھر سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمر ابن حصین کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا۔

[۱۲۱۴]

تشریح: یہ حدیث ”حدیث ذوالیدین“ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک بزرگ صحابی خرباق رضی اللہ عنہ نامی کے ہاتھ لے لے تھے۔ اس لئے ان کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سو ابات کر لینے سے یا مسجد سے نکل جانے سے یا نماز کی جگہ سے چلے جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہاں بھی نبی کریم ﷺ کا ہاتھوں کی انگلیوں کو فنجی کرنا مذکور ہے جس سے اس حالت کا جواز مسجد اور غیر مسجد میں ثابت ہوا۔ یہی امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد ہے۔ باقی مباحث متعلق حدیث ہذا اپنے مقامات پر آئیں گی۔

باب: ان مساجد کا بیان جو مدینہ کے راستے میں واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے

(۲۸۳) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے، کہا میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی

عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيَسْرَى، وَخَرَجَتْ السَّرْعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا: قَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يَكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طَوْلٌ يُقَالُ لَهُ: ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْسَيْتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: ((لَمْ أَنْسَ، وَلَمْ تُقْصَرْ)) فَقَالَ: ((أَكْمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟)) فَقَالُوا: نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، فَرِيْمَا سَأَلُوهُ: ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ نَبْتُ أَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ. [اطرافه في: ۷۱۴، ۷۱۵، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰] [ابوداؤد: ۱۰۱۱، نسائي: ۱۲۲۳، ۱۲۳۴ ابن ماجه:

بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ

٤٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقِبَةَ قَالَ: رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي

فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا،
وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ.
قَالَ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ
يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ، وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا
أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافِقًا نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا
أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدِ بَشْرِفِ الرَّوْحَاءِ.

ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان
مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ
سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا
کرتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے
بھی نافع کے بیان کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا۔ فقط مقام شرف
روحاء کی مسجد کے متعلق دونوں نے اختلاف کیا۔

[اطرافہ فی: ۱۰۳۵، ۲۳۳۶، ۷۳۴۵]

تشریح: شرف الروحاء مدینہ سے (۳۰ یا ۳۱) میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ ستر نیوں نے
عبادت الہی کی ہے اور یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرے کی نیت سے گزرے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول کے پیش نظر اس جگہ پر نماز
پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تاریخی مقامات کو ڈھونڈنے سے اس لئے منع کیا کہ ایسا نہ ہو آگے چل کر لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں۔ حافظ
ابن حجر صلیبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ خالی اس قسم کے آثار کی زیارت کرنا بغیر نماز کی نیت کے بے فائدہ ہے اور عثمان کی حدیث
اور پر گزر چکی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے تاکہ میں اس کو نماز کی جگہ بنا لوں۔
نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار سے بایں طور برکت لینا درست ہے، خاص طور پر
رسول کریم ﷺ کا ہر قول و ہر فعل و ہر نقش قدم ہمارے لئے سرمایہ برکت و سعادت ہیں۔ مگر اس بارے میں جو افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے وہ بھی
حد درجہ قابل مذمت ہے۔ مثلاً صاحب انوار الباری (دیوبندی) نے اپنی کتاب مذکورہ جلد ۵ ص ۱۵ پر ایک جگہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا
ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو بھی طاہر کہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے فقہا ایسا نہیں کہہ سکتے مگر یہی وہ غلو ہے جو
تبرکات انبیاء کے نام پر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین

٤٨٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
ابْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ
يَنْزِلُ بِبَيْتِ الْحَلِيفَةِ حِينَ يَغْتَمِرُ، وَفِي حَجَّتِهِ
حِينَ حَجَّ، تَحْتِ سَمْرَةَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ
الَّذِي بِبَيْتِ الْحَلِيفَةِ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ
عَزْوَةٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَوْ حَجَّ أَوْ عُمَرَةَ
هَبَطَ بَطْنِ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَخَاحَ
بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ،
فَعَرَسَ ثُمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

(۲۸۴) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن
عیاض نے، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے، ان کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرہ کے قصد سے تشریف لے گئے اور
حجۃ الوداع کے موقع پر جب حج کے لیے نکلے تو آپ نے ذوالحلیفہ میں
قیام فرمایا۔ ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپ ایک ببول کے درخت کے
نیچے اترے۔ اور جب آپ کسی جہاد سے واپس ہوتے اور راستہ ذوالحلیفہ
سے ہو کر گزرتا یا حج یا عمرہ سے واپس ہوتی تو آپ وادی عتیق کے نشیبی علاقہ
میں اترتے، پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر چڑھتے تو وادی کے بالائی
کنارے کے اس مشرقی حصہ پر پڑاؤ ہوتا جہاں کنگریوں اور ریت کا کشادہ
نالا ہے۔ (یعنی بطحاء میں) یہاں آپ رات کو صبح تک آرام فرماتے۔ یہ
مقام اس مسجد کے قریب نہیں ہے جو پتھروں کی بنی ہے، آپ اس ٹیلے پر بھی

نہیں ہوتے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گہرا نالہ تھا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہیں نماز پڑھتے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیلاب نے آ کر اس جگہ کے آثار و نشانات کو پاٹ دیا ہے، جہاں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھا کرتے تھے۔

الَّذِي بِحَجْرَةٍ، وَلَا عَلَى الْأَكْمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثُمَّ خَلِجَ يُصَلِّي عَبْدُ اللَّهِ عِنْدَهُ، فِي بَطْنِهِ كُنْتُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُصَلِّي، فَدَخَا فِيهِ السَّبِيلُ بِالطَّحَاءِ حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي فِيهِ. [اطرافه في: ١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٧٩٩]

[نسائي: ٢٨٦٢]

(٢٨٥) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرفِ روحاء کی مسجد کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کی نشاندہی کرتے تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ یہاں تمہارے دائیں طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم (مدینہ سے) مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی سی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم زیادہ۔

٤٨٥- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدِ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرُّوحَاءِ، وَقَدْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ يُعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثُمَّ عَنْ يَمِينِكَ حِينَ تَقُومُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّي، وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيقِ الَّتِي مَعَى، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمِيَّةٌ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ.

(٢٨٦) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے جو روحاء کے آخر کنارے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں راستے کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحاء کے آخری حصے کے بیچ میں ہے مکہ کو جاتے ہوئے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے تھے اور آگے بڑھ کر خود پہاڑی عرقِ الظہیر کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جاتے۔ جب یہاں آجاتے تو ظہر پڑھتے، اور اگر مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے یا سحر کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو صبح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے۔

٤٨٦- وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى الْعِرْقِ الَّذِي عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرُّوحَاءِ، وَذَلِكَ الْعِرْقُ إِنْتَهَى طَرَفُهُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيقِ، دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدْ ابْتَنَيْتُمْ مَسْجِدًا، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهِ وَوَرَاءَهُ، وَيُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ الرُّوحَاءِ، فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيهِ الظُّهْرَ، وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنَّ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ

بِسَاعَةِ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحْرِ عَرَسَ حَتَّى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

(۴۸۷) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے کے دائیں طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے جو قریہ رومیہ کے قریب ہے۔ پھر آپ اس ٹیلہ سے جو رومیہ کے راستے سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے چلتے تھے۔ اب اس درخت کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور درمیان میں سے دوہرا ہو کر جڑ پر کھڑا ہے۔ اس کی جڑ میں ریت کے بہت سے ٹیلے ہیں۔

۴۸۷- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُونَ الرُّوَيْثَةِ عَنِ يَمِينِ الطَّرِيقِ، وَوَجَاهِ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتَّى يُفْضِي مِنْ أَكْمَةِ دُوَيْنَ بَرِيدِ الرُّوَيْثَةِ بِمَيْلَيْنِ، وَقَدْ انْكَسَرَ أَغْلَاهَا، فَانْتَشَى فِي جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ، وَفِي سَاقِهَا كُتُبٌ كَثِيرَةٌ.

(۴۸۸) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں، ان قبروں پر اوپر تلے پتھر رکھے ہوئے ہیں، راستے کے دائیں جانب ان بڑے پتھروں کے پاس جو راستے میں ہیں۔ ان کے درمیان میں ہو کر نماز پڑھی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہر اسی مسجد میں آ کر پڑھا کرتے تھے۔

۴۸۸- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وِرَاءِ الْعَرَجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٍ عَلَى الْقُبُورِ رَضَمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنِ يَمِينِ الطَّرِيقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيقِ، بَيْنَ أَوْلِيكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ الْعَرَجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ.

(۴۸۹) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام فرمایا جو ہرشی پہاڑ کے نزدیک نشیب میں ہیں۔ یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ٹلی ہوئی ہے۔ یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لیے تیر کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ نزدیک ہے اور سب سے لمبا درخت بھی یہی ہے۔

۴۸۹- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَاحَاتٍ عَنِ يَسَارِ الطَّرِيقِ، فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَشِي، ذَلِكَ الْمَسِيلُ لِأَصِيقِ بَكْرَاعِ هَرَشِي، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى سَرَحَةٍ، هِيَ أَقْرَبُ السَرَاحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ.

(۴۹۰) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نالے میں اترا کرتے تھے جو وادی مر الظہران کے نشیب میں ہے۔ مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفراوات سے اترا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس

۴۹۰- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي فِي أَدْنَى مَرِّ الظُّهْرَانِ، قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ تَهْبِطُ

ڈھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے۔ یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے جب کوئی شخص مکہ جا رہا ہو (جس کو اب طہن مرو کہتے ہیں) راستے اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہوتا۔

(۴۹۱) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مقام ذی طوی میں قیام فرماتے اور رات یہیں گزارا کرتے تھے۔ اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔ مکہ جاتے ہوئے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔ اس مسجد میں نہیں جواب وہاں بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا ٹیلا تھا۔

مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيلِ عَنِ يَسَارِ الطَّرِيقِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمِيَّةٌ بِحَجَرٍ.

۴۹۱۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طَوَى وَيَبْنُ حَتَّى يُصْبِحَ، يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَفْدُمُ مَكَّةَ، وَمُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةَ، لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثُمَّ، وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةَ. [طرفاء فی: ۱۷۶۷، ۱۷۶۹]

(۴۹۲) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس پہار کے دونوں کونوں کا رخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت ہیں۔ آپ اس مسجد کو جواب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے ٹیلے کے کنارے۔ اور نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے سیاہ ٹیلے پر تھی، ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھاٹیوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

۴۹۲۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَقْبَلَ فَرَضَتِي الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثُمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرْفِ الْأَكْمَةِ، وَمُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السُّودَاءِ، تَدْعُ مِنَ الْأَكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْرُعَ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ تُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفَرَضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ. [مسلم: ۱۱۱۵]

تشریح: امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری لکھتے ہیں کہ ان مقامات میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نماز پڑھنا تبرک حاصل کرنے کے لئے تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حال میں اس کو مکروہ رکھا جب کوئی واجب اور ضروری سمجھ کر ایسا کرے یہاں جن جن مقامات کی مساجد کا ذکر ہے ان میں سے اکثر اب ناپید ہو چکی ہیں۔ چند باقی ہیں۔ ذوالحلیفہ ایک مشہور مقام ہے جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھا کرتے ہیں۔ بلحاظ جگہ جہاں پانی کا بہاؤ ہے اور وہاں باریک باریک کنکریاں ہیں۔ روضہ مدینہ سے سترہ فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے عرب نامی گاؤں تیرہ چودہ میل پڑتا ہے۔ ہضہ بھی مدینہ کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہے ہر شے جھکے کے قریب مدینہ اور شام کے راستوں میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مرالظہم ان ایک مشہور مقام ہے۔ صفر اوات وہ ندی نالے اور پہاڑ جو مرالظہم ان کے بعد آتے ہیں۔

اس حدیث میں نوحدشیں مذکور ہیں۔ ان کو حسن بن سفیان نے متفرق طور پر اپنی مسند میں نکالا ہے۔ مگر تیسری کو نہیں نکالا۔ اور مسلم نے آخری حدیث کو کتاب الحج میں نکالا ہے۔ اب ان مساجد کا پتہ نہیں چلا نہ وہ ورخت اور نشانات باقی ہیں۔ خود مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے، جن جن

مساجد میں نماز پڑھی ہے ان کو عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو معلوم کر کے نقشی پتھروں سے تعمیر کرا دیا تھا ان میں سے مسجد قبا، مسجد ففتح، مسجد بنی قریظہ، مسجد بخلہ، مسجد بنی معاویہ، مسجد فتح، مسجد قبلتین، وغیرہ وغیرہ ابھی تک باقی ہیں۔ موجودہ حکومت سعودیہ نے اکثر مساجد کو عمدہ طور پر مستحکم کر دیا ہے۔

اس حدیث میں جس سفر کی نمازوں کا ذکر ہے وہ سات دن تک جاری رہا تھا اور آپ نے اس میں ۳۵ نمازیں ادا کی تھیں راویان حدیث نے اکثر کا ذکر نہیں کیا۔ وادی روجاء کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

”قال الشيخ ابن حجر: هذه المساجد لا يعرف اليوم ههنا غير مسجد ذى الحليفة والمساجد التي بالروحاء اهل تلك الناحية انتهى۔ وانما كان ابن عمر يصلى فى تلك المواضع تبركا بها ولم يزل الناس يتبركون بمواضع الصلحاء واما ما روى عن عمرانہ کره ذلك فلانه خشى ان يلتزم الناس الصلوة فى تلك المواضع وينبغى للعالم اذا راي الناس يلتزمون بالنوافل التزاما شديدا ان ينهاهم عنه۔“

علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ یعنی ان مقامات پر نماز محض تبرکاً پڑھتے تھے۔ مگر عوام اس کا التزام کرنے لگے تو علما کے لئے ضروری ہے کہ ان کو روکیں۔

بَابُ: سُرَّةُ الْإِمَامِ سُرَّةٌ مِّنْ خَلْفِهِ

باب: امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے

٤٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّادٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَنَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمَعْنَى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَزْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضَ الصَّفِّ، فَتَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْجِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدًا.

(۴۹۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانہ میں بالغ ہونے والا ہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ لیکن دیوار آپ کے سامنے نہ تھی۔ میں صف کے بعض حصے سے گزر کر سواری سے اترا۔ اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور صف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

[راجع: ۷۶]

تشریح: بظاہر اس حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ میدان میں بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھتے اس لئے آپ کے آگے برجمی گاڑی جاتی، تو یقیناً اس وقت بھی آپ کے سامنے سترہ ضرور ہوگا۔ پس باب کا مطلب ثابت ہو گیا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الی غیر جدار قال الشافعی الی غیر سترہ وحينئذ فلا مطابقة بين الحديث والترجمة وقد بوب عليه البيهقي باب من صلى الی غیر سترہ لكن استنبط بعضهم المطابقة من قوله الی غیر جدار لان لفظ غیر يشعر بان ثمة سترہ لانها يقع

دائماً صفة و تقدیرہ الی شیء غیر جدار و هو اعم من ان یکون عصا او غیر ذلك۔“

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس صورت میں حدیث اور باب میں کوئی مطابقت نہیں۔ اسی لئے اس حدیث پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب باندھا کہ یہ باب اس کے بارے میں ہے جو بغیر سترہ کے نماز پڑھے۔ لیکن اسی حدیث سے بعض علما نے لفظ الی غیر جدار سے مطابقت پر استنباط کیا ہے۔ لفظ غیر بتلاتا ہے کہ وہاں دیوار کے علاوہ کسی اور چیز سے سترہ کیا گیا تھا۔ وہ چیز عصا تھی۔ یا کچھ اور بہر حال آپ کے سامنے سترہ موجود تھا جو دیوار کے علاوہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قلت حمل البخاری لفظ الغیر علی النعت والبیہقی علی النفی المحض وما اختاره البخاری هنا اولی فان

التعرض لنفی الجدار خاصة يدل علی انه كان هناك شیء مغایر للجدار الخ۔“ (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۵۱۰)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہاں یہ ہے کہ آپ کے سامنے دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز بطور سترہ تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ غیر کو یہاں بطور نعت سمجھا اور امام بیہقی نے اس سے نفی محض مراد لی، اور جو کچھ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے وہی مناسب اور بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا۔ اس وقت یہ بلوغ کے قریب تھے وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ بتلائی گئی ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَنُوضِعُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيَصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأَمْرَاءُ. [اطرافه في: ۴۹۸، ۹۷۲، ۹۷۳] [مسلم:

۱۱۱۵؛ أبو داود: ۶۸۷]

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ - وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ - الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ، تَمْرُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ. [راجع: ۱۸۷؛ [أبو داود: ۶۸۸]

سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔

تشریح: یہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت فرمایا کہ امام کا سترہ سارے نمازیوں کے لئے کافی ہے۔ آپ نے بطحا میں ظہر و عصر کی دونوں نمازیں جمع تقدیم کے طور پر پڑھا کیں۔ اور آپ کے آگے بطور سترہ برچھا گاڑ دیا گیا تھا۔ برچھے سے باہر آپ اور نمازیوں کے آگے سے گدھے گزر رہے تھے اور عورتیں بھی، مگر آپ کا سترہ سب نمازیوں کے لئے کافی گردانا گیا۔ بغیر سترہ کے امام یا نمازیوں کے آگے سے اگر عورتیں یا گدھے، کتے وغیرہ گزریں تو چونکہ اس کی طرف توجہ دینے کا احتمال ہے۔ اس لئے ان سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض لوگ نماز ٹوٹنے کو نماز میں صرف ظلل آجانے پر

محمول کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود نمازی ہی کر سکتا ہے کہ ((انما الاعمال بالنیات)) اگر ان چیزوں پر نظر پڑنے سے اس کی نماز میں پوری توجہ ادھر ہو گئی تو یقیناً نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ خلل کھن بھی معیوب ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قال مالک و ابو حنیفة و الشافعی رحمہ اللہ علیہ و جمہور من السلف و الخلف: لا تبطل الصلوة بمرور شیء من هولاء و لا من غیرہم و تاوول هولاء هذا الحدیث علی ان المراد بالقطع نقص الصلوة لشغل القلب بهذہ الاشیاء و لیس المراد ابطالها..... الخ.“ (تحفہ الاحوذی، ج: 1/ ص: 276)

خلاصہ یہی ہے کہ کتے اور گدھے اور عورت کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز میں نقص آجاتا ہے اس لئے کہ دل میں ان چیزوں سے تاثر آجاتا ہے۔ نماز مطلقاً باطل ہو جائے ایسا نہیں ہے۔ جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی فتویٰ ہے۔

بَابُ قَدْرِ كُمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ وَالسُّتْرَةِ؟

باب: نمازی اور سترہ میں کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

٤٩٦۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُصَلِّيِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرٌ الشَّاةِ. [طرفہ فی: اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزر سکنے کا فاصلہ رہتا تھا۔

[٧٣٣٤] [مسلم: ١١٣٤؛ ابوداؤد: ٦٩٦]

٤٩٧۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتْ الشَّاةُ تَجُوزُهَا. [مسلم: ١١٣٥؛

ابوداؤد: ١٠٨٢]

تشریح: مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا اور آپ منبر کی بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ لہذا منبر اور دیوار کا فاصلہ اتنا ہی ہوگا کہ ایک بکری نکل جائے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھائی آپ میں اور دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ تھا حدیث سے یہ بھی نکلا کہ مسجد میں محراب بنانا اور منبر بنانا سنت نہیں ہے، منبر علیحدہ لکڑی کا ہونا چاہیے۔

بخاری شریف کی ثلاثیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے اور ثلاثیات کی پہلی حدیث پہلے پارہ کتاب العلم باب اثم من كذب على النبي ﷺ میں کن بن ابراہیم کی روایت سے گزر چکی ہے۔ ثلاثیات وہ احادیث جن کی سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف تین ہی اساتذہ سے اسے نقل کریں۔ (یعنی ثلاثیات سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان تین راویوں کا واسطہ ہو)

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ

باب: برچھی کی طرف نماز پڑھنا

٤٩٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، (٣٩٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان لیا، ہم سے یحییٰ بن سعید قطان

نے عبید اللہ کے واسطے سے بیان کیا، کہا مجھے نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ نبی ﷺ کے لیے برچھا گاڑ دیا جاتا۔ آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرَكِّزُ لَهُ الْحَرَبَةَ فَيَصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ٤٩٤] [نسائي:

[٧٤٦]

باب: عزہ کی طرف نماز پڑھنا

(٣٩٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عون بن ابی حنیفہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ دو پہر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا، جس سے آپ نے وضو کیا۔ پھر ہمیں آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی، آپ کے سامنے عزہ (لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ اور عورتیں اور گدھے پر سوار لوگ اس کے پیچھے سے گزر رہے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعِزَّةِ

٤٩٩- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِأَلْهَاجِرَةِ فَأَتَى بَوْضُوءَ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِنَا الظَّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عِزَّةٌ، وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمْرَانِ مِنْ وَرَائِهَا. [راجع: ١٨٧، ٤٩٥]

تشریح: آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا تھا۔ اسے جمع تقدیم کہتے ہیں۔

(٥٠٠) ہم سے محمد بن حاتم بن بزیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شاذان بن عامر نے شعبہ بن حجاج کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی میمونہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے جاتے۔ ہمارے ساتھ عکازہ (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) یا چھری یا عنزہ ہوتا۔ اور ہمارے ساتھ ایک چھاگل بھی ہوتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چھاگل دے دیتے تھے۔

٥٠٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عَكَازَةٌ أَوْ عَصَا أَوْ عِزَّةٌ وَمَعَنَا إِدَاوَةٌ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاوَلْتَاهُ الْإِدَاوَةَ. [راجع: ١٥٠]

باب: مکہ اور دیگر مقامات میں سترہ کا حکم

(٥٠١) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم بن عیینہ سے، انہوں نے ابو حنیفہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس دو پہر کے وقت تشریف لائے اور آپ نے بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے سامنے عزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور جب آپ نے

بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

٥٠١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَلْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظَّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ، وَنَصَبَ

تشریح: مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ عہد رسالت میں یہ صحابہ کا عام معمول تھا۔ مگر بعد میں نبی کریم ﷺ نے فرمادیا کہ جو چاہے ان کو پڑھے جو چاہے نہ پڑھے۔ اس حدیث سے سنتوں کو سترہ بنا کر نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا۔ اور ان دور کعتوں کا بھی جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے۔ شعبہ کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاذان میں وصل کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَيْنَ السَّوَارِي فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ

باب: دو سنتوں کے بیچ میں نمازی اگر اکیلا ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے

تشریح: کیونکہ جماعت میں سنتوں کے بیچ میں کھڑے ہونے سے صف میں خلل پیدا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ ہر حال میں دو سنتوں کے بیچ میں نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ممانعت نقل کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لاکر اشارہ کیا کہ وہ ممانعت باجماعت نماز پڑھنے کی حالت میں ہے۔

۵۰۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ، فَأَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ، وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى أُثْرِهِ فَسَأَلْتُ بِلَالَ أَيْنَ صَلَّى فَقَالَ: بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ. [راجع: ۳۹۷]

(۵۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ دیر تک اندر رہے۔ پھر باہر آئے۔ اور میں سب لوگوں سے پہلے آپ کے پیچھے ہی وہاں آیا۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آگے کے دو ستونوں کے بیچ میں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

۵۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَتَ فِيهَا، فَسَأَلْتُ بِلَالَ حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِنَةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ فَقَالَ: عَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ. [راجع: ۳۹۷]

(۵۰۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حجی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور آپ ﷺ اس میں ٹھہرے رہے جب آپ باہر نکلے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اندر کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک ستون کو تو بائیں طرف چھوڑا اور ایک کو دائیں طرف اور تین کو پیچھے اور اس زمانہ میں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی ادریس نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک نے یہ حدیث یوں بیان کی کہ آپ نے اپنے دائیں طرف دو ستون چھوڑے تھے۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ اگر آدمی اکیلا نماز پڑھنا چاہے تو دو ستونوں کے بیچ میں پڑھ سکتا ہے۔ شارح حدیث حضرت مولانا وحید

الراہ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا تو ایک طرف خواہ مخواہ دو ستون رہیں گے۔ اور ایک طرف ایک۔ امام احمد اور اسحاق اور احمد یث کا یہی مذہب ہے کہ اکیلا شخص ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن ستونوں کے بیچ میں صف باندھنا مکروہ ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ نے اس کو جائز رکھا ہے تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حق ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کو اس مسئلہ میں شاید ممانعت کی حدیثیں نہیں پہنچیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ

بَابُ

۵۰۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ، كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعَ، صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيهِ قَالَ: وَلَيْسَ عَلَيَّ أَحَدِنَا بَأْسٌ أَنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوَاجِي النَّبِيِّ شَاءَ. [راجع: ۳۹۷]

(۵۰۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمیرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا انہوں نے نافع سے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے منہ کے سامنے چلے جاتے۔ دروازہ پیٹھ کی طرف ہوتا اور آپ آگے بڑھتے جب ان کے اور سامنے کی دیوار کا فاصلہ قریب تین ہاتھ کے رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں نماز پڑھی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جس کونے میں ہم چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

بَابُ: اَوْتُنِيْ اَوْر اَوْنُثْ اَوْر دَرَخْتْ اَوْر پَالَانْ كُو

سامنے کر کے نماز پڑھنا

(۵۰۷) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدی بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر بن سلیمان نے بیان کیا عبد اللہ بن عمر سے، وہ نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اپنی سواری کو سامنے عرض میں کر لیتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، عبد اللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ جب سواری اچھلنے کودنے لگتی تو اس وقت آپ کیا کیا کرتے تھے؟ نافع نے کہا کہ آپ اس وقت کجاوے کو اپنے سامنے کر لیتے۔ اور اس کے آخری حصے کی (جس پر سواری لگاتا ہے) ایک کھڑی سی لکڑی کی (طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيرِ

وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

۵۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمَقْدَمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْرَضُ رَاحِلَتَهُ فَيَصَلِّي إِلَيْهَا. قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ: كَانَ يَأْخُذُ هَذَا الرَّحْلَ فَيَعِدُّهُ فَيَصَلِّي إِلَى آخِرَتِهِ. أَوْ قَالَ: مُؤَخَّرِهِ. وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو يَفْعَلُهُ. [راجع: ۴۳۰]

[مسلم: ۱۱۱۷]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوتنی اور اونث اور پالان کی لکڑی پر درخت کو قیاس کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِيرِ

باب: چار پائی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

۵۰۸۔ حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيرِ، فَيَجِيءُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي، فَأَكَرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلَ مِنْ قِبَلِ رِجْلِي السَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلَ مِنْ لِحَافِي. [راجع: ۳۸۲] [مسلم: ۱۱۴۴؛ نسائي: ۷۵۴]

(۵۰۸) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبد الحمید نے بیان کیا منصور بن معتمر سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود بن یزید سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں چار پائی پر لیٹی رہتی تھی۔ اور نبی ﷺ تشریف لاتے اور چار پائی کے بیچ میں آجاتے (یا چار پائی کو اپنے اور قبلے کے بیچ میں کر لیتے) پھر نماز پڑھتے۔ مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا برا معلوم ہوتا، اس لیے میں پائنتی کی طرف سے کھسک کر لِحاف سے باہر نکل جاتی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الاستیذان میں ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ آپ نماز پڑھتے اور چار پائی آپ کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتی پس "فیتوسط السریر" کا ترجمہ صحیح ہوگا کہ آپ ﷺ چار پائی کو اپنے اور قبلے کے بیچ میں کر لیتے۔

بَابُ لِيَرِدَ الْمُصَلِّيَّ مَنْ مَرَّ

باب: چاہیے کہ نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے

بَيْنَ يَدَيْهِ،

گزرنے والے کو روک دے

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ: إِنَّ أَبِي إِلاَّ أَنْ يَقَاتِلَهُ قَاتِلُهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں جب کہ آپ تشهد میں بیٹھے ہوئے تھے روک دیا تھا اور کہا اگر وہ (گزرنے والا) لڑائی پر اتر آئے تو اس سے لڑے۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کعبہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنا معاف جانتے ہیں۔

۵۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ح: وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَانِيُّ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ يُصَلِّي إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنْ

(۵۰۹) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن عیینہ نے حمید بن ہلال کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابوصالح ذکوان سمان سے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (دوسری سند) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے، کہا ہم سے حمید بن ہلال نے، کہا ہم سے ابوصالح سمان نے، کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ کسی چیز کی طرف منہ کئے ہوئے لوگوں کے لیے اسے آڑ بنائے ہوئے تھے۔ ابومعیط کے بیٹوں میں سے ایک جوان نے

چاہا کہ آپ کے سامنے سے ہو کر گزر جائے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ پر دھکا دے کر باز رکھنا چاہا۔ جوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی راستہ سوائے سامنے سے گزرنے کے نہ ملا۔ اس لیے وہ پھر اسی طرف سے نکلنے کے لیے لوٹا۔ اب ابوسعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکا دیا۔ اسے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوئی اور وہ اپنی یہ شکایت مروان کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ میں اور آپ کے بھتیجے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا: ”جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو اڑ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گزرے تو اسے روک دینا چاہیے۔ اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

النَّاسِ، فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُو سَعِيدٍ فِي صَدْرِهِ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاحًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأُولَى، فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَاَ إِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَا بِنِ أَخِيكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنَّ أَبِي فَلْيَقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)). [طرفہ فی: ۳۲۷۴] [مسلم:

۱۱۲۹؛ ابوداؤد: ۷۰۰]

تشریح: نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سخت ترین گناہ ہے۔ اگر گزرنے والا قصد ایہ حرکت کر رہا ہے تو وہ یقیناً شیطان ہے۔ جو اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہو رہا ہے ایسے گزرنے والے کو جی الامکان روکنا چاہیے حتیٰ کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح ضرورت ہو تو اسے دھکا دے کر بھی باز رکھا جاسکتا ہے، بعض لوگ ارشاد نبوی: ((فلیقاتلہ)) کو مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔

بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي

باب: نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ کتنا ہے؟

(۵۱۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے عمر بن عبید اللہ کے غلام ابو نصر سالم بن ابی امیہ سے خبر دی۔ انہوں نے بسر بن سعید سے کہ زید بن خالد نے انہیں ابو جہیم عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان سے یہ بات پوچھنے کے لیے بھیجا کہ انہوں نے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کیا سنا ہے۔ ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا ہے کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گزرنے پر چالیس تک وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح

۵۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ ابْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ بَسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ

میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا، وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے رہتے۔ اور میں (آپ کے سامنے) پچھونے پر آڑی سوئی ہوئی پڑی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی تھی۔

قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةً عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَيْقُظُنِي فَأُوتِرْتُ. [راجع: ۳۸۲] [نسائی: ۱۶۶]

تشریح: باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔ خانگی زندگی میں بعض دفعہ ایسے بھی مواقع آجاتے ہیں کہ ایک شخص سو رہا ہے اور دوسرے نمازی بزرگ اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عند الضرورت اس سے نماز میں خلل نہیں آتا۔

باب: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا

(۵۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیبسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی عمر بن عبید اللہ کے غلام ابوالانصر سے، انہوں نے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو جایا کرتی تھی۔ میرے پاؤں آپ کے سامنے (پھیلے ہوئے) ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو پاؤں کو ہلکے سے دبا دیتے اور میں انہیں سیکھ لیتی پھر جب قیام فرماتے تو میں انہیں پھیلا دیتی تھی۔ اس زمانہ میں گھروں کے اندر چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے)۔

بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

۵۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَجُلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ عَمَزَنِي فَنَقَبْتُ رِجْلِي، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهَا. قَالَتْ: وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ. [راجع: ۳۸۲]

باب: اس شخص کی دلیل جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی

چیز نہیں توڑتی

(۵۱۴) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے اسود کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (دوسری سند) اور اعمش نے کہا کہ مجھ سے مسلم بن صبح نے سروق کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا۔ جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتا، گدھا اور عورت۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگ نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔ حالانکہ خود نبی کریم ﷺ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں چارپائی پر آپ کے اور قبلہ کے بیچ میں لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش

بَابُ مَنْ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

شَيْءٌ

۵۱۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، ح قَالَ: الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، ذَكَرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْجِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، فَقَالَتْ: شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمْرِ وَالْجِلَابِ، وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتِ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ - بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ - مُضْطَجِعَةً فَنَبْدُو لِي الْحَاجَةَ، فَأَكْرَهُ أَنْ

أَجْلِسَ فَأُوذِي النَّبِيَّ ﷺ فَانْسَلَّ مِنْ عِنْدِ رَجُلَيْهِ. [راجع: ۳۸۲]

آئی اور چونکہ یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ کے سامنے۔ (جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں) بیٹھوں اور اس طرح آپ کو تکلیف ہو۔ اس لیے میں آپ کے پاؤں کی طرف سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتی تھی۔

تشریح: صاحب تہذیب البخاری لکھتے ہیں کہ ”امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ کتے، گدھے اور عورت نماز کو توڑ دیتی ہیں۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے لیکن اس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ ان کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق پڑتا ہے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ واقعی ان کا سامنے سے گزرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے ظاہری الفاظ پر ہی حکم لگا دیا تھا۔ اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید ضروری سمجھی۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ نماز کی دوسرے کے عمل سے بھی ٹوٹ سکتی ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان لگایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی یعنی کسی دوسرے کا کوئی عمل خاص طور سے سامنے سے گزرنا۔“

۵۱۵۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ، يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ. [راجع: ۳۸۲]

۵۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا نماز کو کوئی چیز توڑ دیتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، اسے کوئی چیز نہیں توڑتی۔ کیونکہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بستر پر لیٹی رہتی تھی۔

تشریح: تفصیل پہلے تحت الاحوذی کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

بَابُ: إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

باب: اس بارے میں کہ نماز میں اگر کوئی اپنی گردن پر کسی بچی کو اٹھالے تو کیا حکم ہے؟

۵۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِيمِ الزُّرْقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا أَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا،

۵۱۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے خبر دی، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعض اوقات) نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔

وِإِذَا قَامَ حَمَلَهَا. [طرفہ فی: ۵۹۹۶] [مسلم:

۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵؛ ابوداؤد: ۹۱۷]

تشریح: حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بڑی محبوب نواسی تھیں۔ بعض اوقات اس فطری محبت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ ان کو جب کہ یہ بہت چھوٹی تھیں نماز میں کندھے پر بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ امامہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جب کہ حضرت فاطمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ ان سے نکاح کرنے کی وصیت بھی فرمائی تھیں۔ یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ ۲۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو آپ کی وصیت کے مطابق امامہ رضی اللہ عنہا کا عقد ثانی مغیرہ بن نوفل سے ہوا۔ جو حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہوتے تھے۔ ان ہی کے پاس آپ نے وفات پائی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ احکام اسلام میں وسعت کے پیش نظر بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسے کسی خاص موقعہ پر اگر کسی شخص نے نماز میں اپنے کسی پیارے معصوم بچے کو کندھے پر بٹھالیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

بَابُ: إِذَا صَلَّى إِلَيَّ فِرَاشِي فِيهِ حَائِضٌ

باب: ایسے بستر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس پر حائضہ عورت ہو

(۵۱۷) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشیم نے شیبانی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن شداد بن ہاد سے، کہا مجھے میری خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی کریم ﷺ کے مصلیٰ کے برابر میں ہوتا تھا۔ اور بعض دفعہ آپ کا کپڑا (نماز پڑھتے میں) میرے اوپر آجاتا اور میں اپنے بستر پر ہی ہوتی تھی۔

۵۱۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، قَالَ: أَخْبَرْتَنِي خَالَتِي، مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ فِرَاشِي حَيْثَ مَضَى النَّبِيُّ ﷺ قُرْبَمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي. [راجع: ۳۳۳]

(۵۱۸) ہم سے ابو نعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن شداد بن ہاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں: نبی ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ ﷺ کے برابر میں سوئی رہتی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۵۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ، تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا عَلَى جَنْبِهِ نَائِمَةٌ، فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبُهُ، وَأَنَا حَائِضٌ.

[راجع: ۳۳۳]

تشریح: اوپر کی حدیث میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہونے کی وضاحت نہ تھی۔ اس لئے امام بخاری رضی اللہ عنہ دوسری حدیث لائے جس میں ان کے حائضہ ہونے کی وضاحت موجود ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سامنے لیٹی ہو تو بھی نماز میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ یہی امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد باب ہے۔

بَابُ: هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ

باب: اس بیان میں کہ کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی

بیوی کو چھوسکتا ہے؟ (تا کہ ذہ سکڑ کر جگہ چھوڑ دے

کہ با آسانی سجدہ کیا جاسکے)

(۵۱۹) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ تم نے برا کیا کہ ہم کو کتوں اور گدھوں کے حکم میں کر دیا۔ خود نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو چھودیتے اور میں انہیں سکیڑ لیتی تھی۔ (باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے)۔

عِنْدَ السُّجُودِ لِكَيْ يَسْجُدَ

۵۱۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَسَمًا عَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْجِمَارِ، لَقَدْ رَأَيْتَنِي وَرَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي، وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ عَمَزَ رِجْلِي فَبَضَّضْتُهَا. [راجع: ۳۸۲] [ابوداؤد: ۷۱۲؛

نسائی: ۱۶۷]

باب: اس بارے میں کہ اگر عورت نماز پڑھنے

والے سے گندگی ہٹا دے (تو مضائقہ نہیں ہے)

(۵۲۰) ہم سے احمد بن اسحاق سرماری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش اپنی مجلس میں (قریب ہی) بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان میں سے ایک قریشی بولا اس ریا کار کو نہیں دیکھتے؟ کیا کوئی ہے جو فلاں قبیلہ کے ذبح کئے ہوئے اونٹ کا گوبر، خون اور اوجھڑی اٹھا لائے۔ پھر یہاں انتظار کرے۔ جب یہ (نبی ﷺ) سجدہ میں جائے تو گردن پر رکھ دے (چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے) ان میں سے سب سے زیادہ بد بخت شخص اٹھا۔ اور جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کی گردن مبارک پر یہ غلاطیں ڈال دیں۔ نبی ﷺ سجدہ ہی کی حالت میں سر رکھے رہے۔ مشرکین (یہ دیکھ کر) بنے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ ایک شخص (غالباً ابن مسعود رضی اللہ عنہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہ ابھی چھوٹی تھیں۔ آپ دوڑتی ہوئی

بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرُحُ عَنِ الْمُصَلِّي

شَيْئًا مِنَ الْأَذَى

۵۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرْمَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرُو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ، وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَلَا تَنْظُرُونَ إِلَى هَذَا الْمَرَأَةِ أَيُّكُمْ يَقُومُ إِلَى جُزُورِ آلِ فُلَانٍ، فَيَعْمِدُ إِلَى قُرْنِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيءُ بِهَ، ثُمَّ يُمَهِّلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، فَضَجَّحُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ، فَاذْطَلَقَ مُنْطَلِقًا إِلَى فَاطِمَةَ - وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ -

آئیں۔ نبی ﷺ اب بھی سجدہ ہی میں تھے۔ پھر (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے) ان غلاظتوں کو آپ کے اوپر سے ہٹایا اور مشرکین کو برا بھلا کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر کے فرمایا: ”یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر! یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر! یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر!“ پھر نام لے کر کہا: ”یا اللہ! عمرو بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک کر۔“ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سب کو بدر کی لڑائی میں مقتول پایا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”کنویں والے اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے۔“

یَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُجِبُوا إِلَى الْقَلْبِ قَلْبٍ بَدْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَاتَّبَعَ أَصْحَابُ الْقَلْبِ لَعْنَةً)). [راجع ۲۴۰:]

تشریح: ابتدائے اسلام میں جو کچھ کفار قریش نے آپ سے برتاؤ کیا اسی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے۔ آپ کی دعا اللہ نے قبول کی اور وہ بد بخت سب کے سب بدر کی لڑائی میں ذلت کے ساتھ مارے گئے اور ہمیشہ کے لئے اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے موقع پر اگر کوئی بھی عورت نمازی کے اوپر سے گندگی اٹھا کر دور کر دے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر قرآن سے کفار کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی حرکات بد سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے لئے بددعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایسے بد بختوں کا نام لے کر بددعا کی جاسکتی ہے کہ مؤمن کا یہی آخری ہتھیار ہے۔ وہ غلاظت لانے والا عقبہ بن ابی معیط ملعون تھا۔

الحمد للہ کہ عاشورہ محرم ۱۳۸۸ھ میں اس مبارک کتاب کے پارہ دوم کے ترجمہ اور حشیہ سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف فرما کر اسے قبول کرے اور میرے لئے، میرے والدین، اولاد، احباب کے لئے، جملہ معادین کرام اور ناظرین عظام کے لئے وسیلہ نجات بنائے۔ اور بقایا پاروں کو بھی اپنی نبی امداد سے پورا کرائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین (مترجم)

[۴۰۰۷، ۳۲۲۱] [مسلم: ۱۳۷۹، ۱۳۸۰؛

ابوداؤد: ۳۹۴؛ نسائی: ۴۹۳؛ ابن ماجہ: ۶۶۸]

۵۲۲۔ قَالَ: عُرْوَةُ وَوَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ. [انظر: ۵۴۴، ۵۴۵،

(۵۲۲) عروہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں موجود ہوتی تھی اس سے بھی پہلے کہ وہ دیوار پر چڑھے۔

[۳۱۰۳، ۵۴۶] [مسلم: ۱۳۸۱]

تشریح: امام الدینیانی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی پاکیزہ کتاب کے پارہ سوم کو کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے شروع فرمایا، آگے باب مواقیت الصلوٰۃ الخ منعقد کیا، ان ہر دو میں فرق یہ کہ کتاب میں مطلق اوقات مذکور ہوں گے، خواہ فضیلت کے اوقات ہوں یا کراہیت کے اور باب میں وہ وقت مذکور ہو رہے ہیں جن میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مواقیت کی تحقیق اور آیت کریمہ مذکورہ کی تفصیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”مواقیت جمع میقات وهو مفعال من الوقة والمراد به الوقت الذى عينه الله لاداء هذه العبادة وهو القدر المحدود للفعل من الزمان قال تعالى ﴿ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ ای مفروضا فی اوقات معينة معلومة فاجمل ذكر الاوقات فى هذه الاية و بينها فى مواضع اخر من الكتاب من غير ذكر تحديد اوائلها و اواخرها و بين على لسان الرسول ﷺ تحديدها و مقاديرها (الخ)۔“ (مرعاة، جلد: / ص: ۳۸۳)

یعنی لفظ مواقیت کا مادہ وقت ہے اور وہ مفعال کے وزن پر ہے اور اس سے مراد وقت ہے۔ جسے اللہ نے اس عبادت کی ادائیگی کے لئے متعین فرمادیا ہے، اور وہ زمانہ کا ایک محدود حصہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ”نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔“ اس آیت میں اوقات کا مجمل ذکر ہے، قرآن پاک کے دیگر مقامات پر کچھ تفصیلات بھی مذکور ہیں، مگر وقتوں کا اول و آخر اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ہی سے بیان کرایا ہے۔ آیت کریمہ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ﴾ (۱۱/سور: ۱۱۳) میں فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مذکور ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ﴾ (۱۷/بنی اسرائیل: ۷۸) میں ظہر و عصر کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿الْحَىٰ عَسَىٰ اللَّيْلُ﴾ میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ میں نماز فجر کا ذکر ہے۔ ﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ﴾ (۳۰/الرم: ۱۷) میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں ﴿وَحِينَ تَصْبِحُونَ﴾ میں صبح کا ذکر ہے ﴿وَعَشِيًّا﴾ میں عصر اور ﴿حِينَ تَظْهَرُونَ﴾ میں ظہر۔ اور آیت مبارکہ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ﴾ (۲۰/طہ: ۱۳۰) میں فجر اور ﴿قَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ میں عصر ﴿وَمِنْ أَنَاءِ اللَّيْلِ﴾ آیت کریمہ ﴿وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ﴾ کی طرح ہے۔ ﴿فَسَبِّحْهُ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ﴾ میں ظہر کا ذکر ہے۔ الغرض نماز پنجگانہ کی یہ مختصر تفصیلات قرآن کریم میں ذکر ہوئی ہیں، ان کے اوقات کی پوری تفصیل اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور قول سے پیش کی ہیں، جن کے مطابق نماز کا ادا کرنا ضروری ہے۔

آج کل کچھ بدبختوں نے احادیث نبوی کا انکار کر کے صرف قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ وہ قرآن مجید کی تفسیر محض اپنی رائے ناقص سے کرتے ہیں اس لئے ان میں کچھ لوگ شیخ وقت نمازوں کے قائل ہیں کچھ تین نمازیں بتلاتے ہیں اور کچھ دو نمازوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ادائیگی نماز کے لئے انہوں نے اپنے ناقص دماغوں سے جو صورتیں تجویز کی ہیں وہ انتہائی مضحکہ خیز ہیں۔ احادیث نبوی کو چھوڑنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا، چنانچہ یہ لوگ اہل اسلام میں بدترین انسان کہے جاسکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی آڑ میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی ہوئی غداری پر کمر باندھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آیت مذکورہ باب کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تلواریں چل رہی ہو اور شہر نے کی مہلت نہ ہو تو تب بھی نماز اپنے وقت پر پڑھ لینی

چاہیے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے وقت میں نماز میں تاخیر درست ہے۔ ان کی دلیل خندق کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازوں کو تاخیر سے ادا فرمایا، وہ حدیث یہ ہے:

((عن حابر بن عبد الله ان عمر جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله! ما كادت اصلي العصر حتى كادت الشمس تغرب فقال النبي ﷺ: ما صليتها فتواضا وتوذانا فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب)). متفق عليه.

یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور میری عصر کی نماز رہ گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی نہیں پڑھ سکا ہوں۔ پس آپ نے اور ہم نے وضو کیا، اور پہلے عصر کی نماز پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ معلوم ہوا کہ ایسی ضرورت کے وقت تاخیر ہونے میں مضائقہ نہیں ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار نمازیں فوت ہو گئیں تھیں، جن کو مغرب کے وقت ترتیب کے ساتھ پڑھایا گیا۔

اس حدیث میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ خاص خلفائے راشدین میں شمار کئے گئے ہیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز میں ان سے تاخیر ہو گئی یعنی اول وقت میں نہ ادا کر سکے جس پر عروہ بن زبیر نے ان کو یہ حدیث سنائی جسے سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ سے مزید تحقیق کے لئے فرمایا کہ ذرا سمجھ کر حدیث بیان کرو کیا جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نمازوں کے اوقات عملاً مقرر کر کے بتلائے تھے، شاید عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہوگی، اس لئے انہوں نے عروہ کی روایت میں شبہ کیا، عروہ نے بیان کر دیا کہ میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ان کے بیٹے بشیر بن ابی مسعود سے سنی ہے۔ اور دوسری حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا والی بھی بیان کر دی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز عصر اول وقت میں ادا کرنا مذکور ہے۔

مغیرہ بن شعبہ عراق کے حاکم تھے، عراق عرب کے اس ملک کو کہتے ہیں جس کا طول عبادان سے موصل تک اور عرض قادسیہ سے طولان تک ہے۔ حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ نے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ روایت میں حضرت جبریل علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کا ذکر ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے پانچوں نمازیں آپ کو پہلے دن اول وقت اور دوسرے دن آخر وقت پڑھائیں اور بتایا کہ نماز شیخ وقت کے اول و آخر اوقات یہ ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مقام ابراہیم کے پاس آپ کو یہ نمازیں پڑھائیں۔ آپ امام ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی ہوئے، اس طرح اوقات نماز کی تعلیم بجائے قول کے فعل کے ذریعہ کی گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر تامل کیا، کہ قول کے ذریعہ وقت کی تعیین کی جاسکتی تھی، عملاً اس کی کیا ضرورت تھی، اس لئے آپ نے وضاحت سے کہا کہ کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی تھی؟ جب عروہ نے یہ حدیث سنائی تو عمر بن عبد العزیز کو کچھ اور تامل ہوا۔ اس کو دودر کرنے کے لئے عروہ نے اس کی سند بھی بیان کر دی تاکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو پوری طرح الطمینان ہو جائے۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ومقصود عروہ بذلك ان الامرا والاقاب عظیم قد نزل لتحديدها جبريل فعلمها النبي ﷺ بالفعل فلا ينبغي

التقصير في مثله۔“ (مرعاة: ۱/ ص: ۳۸۷)

یعنی عروہ کا مقصد یہ تھا کہ اوقات نماز بڑی اہمیت رکھتے ہیں جن کو مقرر کرنے کے لئے جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عملی طور پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں پڑھا کر اوقات صلوة کی تعلیم فرمائی۔ پس اس بارے میں کمزوری مناسب نہیں۔

بعض علمائے احناف کا یہ کہنا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عصر کی نماز دیر کے پڑھنے کا معمول تھا غلط ہے روایت میں صاف موجود ہے کہ آخر صلوة یوماً ایک دن اتفاق سے تاخیر ہو گئی تھی حنفیہ کے جواب کے لئے یہی روایت کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے (ہو جاؤ) اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔“ (سورہ روم)

۵۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ - وَهُوَ ابْنُ عَبَّادٍ - عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ وَقَدْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ، وَلَكِنَّا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمَرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ، وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَأَيْنَا فَقَالَ: ((أَمْرُكُمْ بَارِعٌ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعِ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ - شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُوَدُّوا إِلَيَّ خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الذُّبَابِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمَقْفِيرِ وَالنَّفِيرِ)). [راجع: ۵۳]

۵۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عباد بن عباد بصری نے، اور یہ عباد کے لڑکے ہیں، ابو جمرہ (نصر بن عمران) کے ذریعہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ہم اس ربیعہ قبیلہ سے ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں، اس لیے آپ کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دیجئے جسے ہم آپ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والے دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے سکیں، آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، پہلے اللہ پر ایمان لانے کا، پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور دوسرے نماز قائم کرنے کا، تیسرے زکوٰۃ دینے کا، اور چوتھے جو مال تمہیں غنیمت میں ملے، اس میں پانچواں حصہ ادا کرنے کا اور تمہیں میں تو نبی حتم، قسا اور نقیر کے استعمال سے روکتا ہوں۔

تشیخ: وفد عبد القیس پہلے ۶ھ میں پھر فتح مکہ کے سال حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ حرمت والے مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ ان میں اہل عرب لڑائی موقوف کر دیتے اور ہر طرف امن و امان ہو جایا کرتا تھا۔ اس لیے یہ وفد ان ہی مہینوں میں حاضر ہو سکتا تھا۔ آپ نے ان کو ارکان اسلام کی تعلیم فرمائی اور شراب سے روکنے کے لیے ان برتنوں سے بھی روک دیا جن میں اہل عرب شراب تیار کرتے تھے۔ حتم (سبز رنگ کی مرتبان جیسی گھڑیا جس پر روغن لگا ہوا ہوتا تھا) اور قسا (ایک قسم کا تیل جو بصرہ سے لایا جاتا تھا، لگے ہوئے برتن) اور نقیر (کھجور کی جڑ کھود کر برتن کی طرح بنایا جاتا تھا) باب میں آیت کریمہ لانے سے مقصود یہ ہے کہ نماز ایمان میں داخل ہے اور توحید کے بعد یہ دین کا، ہم رکن ہے اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو بے نمازی کو کافر کہتے ہیں۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ

باب: نماز درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا

۵۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ،

۵۲۴) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع: ۵۷]

کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

تشریح: جریر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کو عام خیر خواہی کی نصیحت کی، اور عبدالقیس کے لوگ سپاہ پیشہ تھے اس لئے ان کو پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

بَابُ: الصَّلَاةُ كَفَّارَةٌ

باب: اس بیان میں کہ گناہوں کے لیے نماز کفارہ ہے۔ (یعنی اس سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں)

(۵۲۵) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش کی روایت سے بیان کیا، اعمش (سلیمان بن مہران) نے کہا کہ مجھ سے شقیق بن مسلمہ نے بیان کیا، شقیق نے کہا میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے پوچھا: فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں بولا میں نے اسے (اسی طرح یاد رکھا ہے) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ کو معلوم کرنے میں بہت بے باک تھے۔ میں نے کہا: انسان کے گھر والے، مال، اولاد اور پڑوسی سب فتنہ (کی چیز ہیں)۔ اور نماز، روزہ، صدقہ، اچھی بات کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ان فتنوں کا کفارہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھتا، مجھے تم اس فتنہ کے بارے میں بتلاؤ جو سمندر کی موج کی طرح ٹھٹھیں مارتا ہوا بڑھے گا۔ اس پر میں نے کہا: یا امیر المؤمنین! آپ اس سے خوف نہ کھائیے۔ آپ کے اور فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا گیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا (صرف) کھولا جائے گا۔ میں نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ پھر تو وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔ شقیق نے کہا کہ ہم نے حذیفہ سے پوچھا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دروازہ کے متعلق کچھ علم رکھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! بالکل اسی طرح جیسے دن کے بعد رات کے آنے کا۔ میں نے تم سے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جو قطعاً غلط نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے میں ڈر ہوتا تھا (کہ دروازہ سے کیا

۵۲۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ: قُلْتُ: أَنَا، كَمَا قَالَ: قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ - أَوْ عَلَيْهَا - لَجَرِيءٌ. قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تَكْفِيرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ: لَيْسَ هَذَا أَرِيدُ، وَلَكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ. قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ يَبْنُوكَ وَبَيْنَهَا لَبَابًا مَعْلَقًا، قَالَ: أَيَكْسِرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسِرُ قَالَ: إِذَا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا، قُلْنَا: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ الْعَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيظِ فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ: الْبَابُ عُمَرُ [اطرافه في: ۱۴۳۵، ۱۸۹۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶] [مسلم:

۷۲۶۸؛ ترمذی: ۲۲۵۸؛ ابن ماجہ: ۳۹۵۵]

مراد ہے) اس لیے ہم نے مسروق سے کہا (کہ وہ پوچھیں) انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا: وہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

تشریح: یہاں جس قدر کا ذکر ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کا نتیجہ شیبہ سنی کی شکل میں آج تک موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ بند دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ ایک مرتبہ فتنے شروع ہونے پر پھر بڑھتے ہی جائیں گے۔ چنانچہ امت کا انفرق محتاج تفصیل نہیں اور فقہی اختلافات نے تو بالکل ہی بیزار غرق کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ تقلید جاد کے نتائج ہیں۔

۵۲۶۔ (۵۲۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، سلیمان تمیمی کے واسطے سے، انہوں نے ابو عثمان مہدی سے، انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسہ لے لیا۔ اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کو اس حرکت کی خبر دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”نماز دن کے دونوں حصوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے بھی، اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ میری تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔“

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا، أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنُ السَّيِّئَاتِ﴾ [هود: ۱۱۴]۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَيْ هَذَا؟ قَالَ: ((لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ))، [طرفه في: ۴۶۸۷] [مسلم: ۷۰۰۲، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ابن ماجه: ۱۳۹۸، ۴۲۵۴]

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے قسطلانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت میں برائیوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے گناہوں کا جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

باب: نماز وقت پر پڑھنے کی فضیلت کا بیان

۵۲۷۔ (۵۲۷) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عیزار کوفی نے خبر دی، کہا میں نے ابو عمرو شیبانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا، (آپ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کر رہے تھے) انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔“ پھر پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا: ”والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔“ پوچھا: اس کے بعد، آپ نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ اور

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لَوْ قَعِيهَا

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: الْوَلِيدُ بْنُ الْعِزَّارِ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلَيَّ وَفِيهَا)) قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَكُوِ اسْتَزَدْتُهُ

لَزَادَنِي . [راجع: ۲۷۸۲، ۵۹۷۰، ۷۵۳۴] زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)

[مسلم: ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶]

ترمذی: ۱۷۳؛ نسائی: ۶۰۹، ۶۱۰]

تشریح: دوسری حدیثوں میں جو اور کاموں کو افضل بتایا ہے وہ اس کے خلاف نہیں، آپ ہر شخص کی حالت اور وقت کا تقاضا دیکھ کر اس کے لئے جو کام افضل نظر آتا وہ بیان فرماتے، جہاد کے وقت جہاد کو افضل بتلاتے اور قحط و گرانی میں لوگوں کو کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر نماز کا عمل ایسا ہے کہ یہ ہر حال میں اللہ کو بہت ہی محبوب ہے جب کہ اسے آداب مقررہ کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک بہترین عمل ہے۔

باب: اس بیان میں کہ پانچوں وقت کی نمازیں

گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کوئی ان کو جماعت

سے یا کیلا ہی اپنے وقت پر پڑھے

(۵۲۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز بن محمد درادوری نے یزید بن عبداللہ کی روایت سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم تمیمی سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہاے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتی ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

باب: اس بارے میں کہ بے وقت نماز پڑھنا، نماز

کوضائع کرنا ہے

(۵۲۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے غیلان بن جریر کے واسطہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا: میں نبی ﷺ کے عہد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے؟ فرمایا: اس کے اندر بھی تم نے کر رکھا ہے جو کر رکھا ہے۔

بَابُ: الصَّلَوَاتُ الْخُمْسُ كَفَّارَةٌ

لِلْخَطَايَا إِذَا صَلَّاهُنَّ لَوْ قَتِهِنَّ

فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرَهَا

۵۲۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالْدَّرَّازِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا يَبِأَ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خُمْسًا، مَا تَقُولُ ذَلِكَ بَيِّقِي مِنْ ذَنْبِهِ)) قَالُوا: لَا بَيِّقِي مِنْ ذَنْبِهِ شَيْئًا. قَالَ: ((فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخُمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا)).

[مسلم: ۱۵۲۲؛ ترمذی: ۲۸۶۸؛ نسائی: ۴۶۱]

بَابُ: فِي تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ

وَقْتِهَا

۵۲۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ، عَنْ غِيلَانَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا أَعْرَفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قِيلَ: الصَّلَاةُ؟ قَالَ: أَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِيهَا.

۵۳۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عَثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، أَخِي عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيكَ؟ فَقَالَ: لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَهَذِهِ الصَّلَاةَ قَدْ ضَيَعْتُ. وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

(۵۳۰) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں عبدالواحد بن واصل ابو عبیدہ حداد نے خریدی، انہوں نے عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت رورہے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ کیوں رورہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔ اور بکر بن خلف نے کہا کہ ہم سے محمد بن بکر برسائی نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن ابی رواد نے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو نمازوں کا کس قدر اہتمام مد نظر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تاخیر سے نماز پڑھنے کو نماز کا ضائع کرنا قرار دیا۔ امام زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دمشق میں سنی تھی۔ جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کی امارت کے زمانہ میں دمشق کے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے حجاج کی شکایت کرنے آئے تھے کہ وہ نماز بہت دیر کر کے پڑھاتے ہیں۔ ایسے ہی وقت میں ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنی نماز وقت پر ادا کرو اور بعد میں جماعت سے بھی پڑھ لو تا کہ فتنہ کا وقوع نہ ہو۔ یہ نفل نماز ہو جائے گی۔

مولانا وحید الزماں صاحب حیدرآبادی نے کیا خوب فرمایا کہ اللہ اکبر جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حال تھا تو وائے بر حال ہمارے زمانے کے اب تو حید سے لے کر شروع عبادات تک لوگوں نے نئی باتیں اور نئے اعتقاد تراش لئے ہیں جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نشان و گمان بھی نہ تھا۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریق کے موافق چلتا ہے اس پر طرح طرح کی تہمتیں رکھی جاتی ہیں، کوئی ان کو دہائی کہتا ہے کوئی لاندہب کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بَابُ الْمُصَلِّيِ يُنَاجِي رَبَّهُ

باب: اس بارے میں کہ نماز پڑھنے والا نماز میں

اپنے رب سے پوشیدہ طور پر بات چیت کرتا ہے

۵۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتَقَلَّبُ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ۲۴۱]

(۵۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے قتادہ بن دعامہ کے واسطے سے، انہوں نے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اس لیے اپنی داہنی جانب نہ تھوکتا چاہیے لیکن بائیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔“

تشریح: یہ حکم خام مساجد کے لیے تھا جہاں تھوک جذب ہو جایا کرتا تھا اب ضروری ہے کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے۔

۵۳۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ

(۵۳۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ

نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سجدہ کرنے میں اعتدال رکھو (سیڑھی طرح پر کرو) اور کوئی شخص تم میں سے اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔ جس کسی کو تھوکنا ہی ہو تو سامنے یا داہنی طرف نہ تھو کے، کیونکہ وہ نماز میں اسپنہ ب سے پوشیدہ باتیں کرتا رہتا ہے۔“ اور سعید نے قتادہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ آگے یا سامنے نہ تھو کے البتہ بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ اپنے سامنے اور دائیں جانب نہ تھو کے، بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں ”قبلہ کی طرف نہ تھو کے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔“

انس، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَسْطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّهُ يَنَاجِي رَبَّهُ)) وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: لَا يَنْفِلُ قَدَامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. وَقَالَ: شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ بِإِسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ: حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ۲۴۱]

تشریح: سجدہ میں اعتدال یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے، کہنوں کو دونوں پہلو سے اور پینٹ کو انوں سے جدا رکھے۔ حمید کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب المساجد میں نکالا ہے حافظ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تعلیقات کو اس واسطے ذکر کیا کہ قتادہ کے اصحاب کا اختلاف اس حدیث کی روایت میں معلوم ہو، اور شعبہ کی روایت سب سے زیادہ پوری ہے مگر اس میں سرگوشی کا ذکر نہیں۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

باب: اس بارے میں کہ سخت گرمی میں ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت پڑھنا

(۵۳۳، ۳۳۴) ہم سے ایوب بن سلیمان مدنی نے بیان کیا، ہم سے ابو بکر عبد الحمید بن ابی اویس نے سلیمان بن بلال کے واسطے سے کہ صالح بن کیسان نے کہا ہم سے اعرج عبد الرحمن وغیرہ نے حدیث بیان کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے، اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔ کہ ان دونوں (ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، کیونکہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔“

۵۳۴، ۵۳۳۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ: حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَغَيْرُهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَنَافِعِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ)). [اطرافہ فی: ۵۳۶]

(۵۳۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے مہاجر ابو الحسن کی روایت سے بیان کیا، انہوں نے زید بن وہب ہمدانی سے سنا۔ انہوں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ کے موذن (بلال رضی اللہ عنہ) نے ظہر کی اذان دی تو آپ ﷺ نے

۵۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ: سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهَرَ

حقیقتہ اولی۔“ (مرعاد المفاتیح: ۱/۳۹۲)

یعنی عیاض نے کہا کہ یہی امر ظاہر ہے اللہ پاک قادر ہے کہ دوزخ کو کلام کرنے کی طاقت بخشنے اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے اس کی بات سنا دے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس امر کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور جب صادق و مصدوق رضی اللہ عنہما نے ایک امر جائز کی خبر دی تو اس کی تائید کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کو حقیقت ہی پر محمول کیا جانا مناسب ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

”اختلف العلماء فی معناه فقال بعضهم: هو علی ظاہرہ وقیل: بل هو علی وجه التشبیہ والاستعارة وتقديره ان شدة الحر تشبه نار جهنم فاحذروه واجتنبوا ضرره قال والاول اظهر وقال النووي: هو الصواب لانه ظاهر الحديث ولا مانع من حملہ علی حقیقتہ موجب الحكم بانه علی ظاہرہ انتہی۔“ (نیل)

یعنی اس کے معنی میں بعض عالم اس کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس حرارت کو دوزخ کی آگ سے تشبیہ دی گئی اور کہا گیا کہ اس کے ضرر سے بچو اور اول مطلب ہی ظاہر ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہی صواب ہے، اس لئے کہ حدیث ظاہر ہے اور اسے حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ دوزخ گرمی میں سانس نکالتی ہے، یعنی دوزخ کی بھاپ اوپر کو نکلتی ہے اور زمین کے رہنے والوں کو لگتی ہے، اس کو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں اندر کو سانس لیتی ہے تو اوپر گرمی نہیں محسوس ہوتی، بلکہ زمین کی ذاتی سردی غالب آ کر رہنے والوں کو سردی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں کوئی بات عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ اور حدیث میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زمین کے اندر دوزخ موجود ہے۔ جیالوجی والے کہتے ہیں کہ تھوڑے فاصلہ پر زمین کے اندر ایسی گرمی ہے کہ وہاں کے تمام عنصر پانی کی طرح پگھلے رہتے ہیں۔ اگر لوہا وہاں پہنچ جائے تو اسی دم گل کر پانی ہو جائے۔

سفیان ثوری کی روایت جو حدیث ہذا کے آخر میں درج ہے اسے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب بدء الخلق میں اور یحییٰ کی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صل کیا ہے۔ لیکن ابوعوانہ کی روایت نہیں ملی۔

۵۳۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَبْرِدُوا بِالظَّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ)) تَابَعَهُ سُفْيَانُ، وَيَحْيَى، وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. [طرفه في: ۳۲۵۹]

۵۳۸) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوصالح ذکوان نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(کہ گرمی کے موسم میں) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔“ اس حدیث کی متابعت سفیان ثوری، یحییٰ اور ابوعوانہ نے اعمش کے واسطے سے کی ہے۔

[ابن ماجہ: ۶۷۹]

باب: اس بارے میں کہ سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظَّهْرِ فِي السَّفَرِ

میں پڑھنا

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُهَاجِرُ أَبُو الْحَسَنِ، مَوْلَى لَبْنِيِّ تَيْمٍ،

۵۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے بنی تیم اللہ کے غلام مہاجر ابوالحسن نے بیان کیا، کہا کہ میں

نے زید بن وہب جہنی سے سنا، وہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے۔ لیکن آپ نے فرمایا: ”وقت کو ٹھنڈا ہونے دو۔“ مؤذن نے (تھوڑی دیر بعد) پھر چاہا کہ اذان دے، لیکن آپ نے فرمایا: ”ٹھنڈا ہونے دو۔“ جب ہم نے ٹیلے کا سایہ ڈھلا ہوا دیکھ لیا۔ (تب اذان کہی گئی) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”گرمی کی تیزی جہنم کی بھاپ کی تیزی سے ہے۔ اس لیے جب گرمی سخت ہو جایا کرے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تَقْوِيًا (کالفظ جو سورہ نحل میں ہے) کے معنی یتیمیل (جھکنا، مائل ہونا) ہیں۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا آجائے جو قرآن میں بھی ہو تو ساتھ ہی قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یتیمیًا کالفظ ہے جو قرآن مجید میں یتیمو اندر ذکر ہوا ہے، مادہ ہر دو کا ایک ہی ہے، اس لیے اس کی تفسیر بھی نقل کر دی۔ پوری آیت سورہ نحل میں ہے جس میں ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لیے کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف جھکتا رہتا ہے۔

باب: اس بیان میں کہ ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کی گرمی میں (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے

۵۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظْمًا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا)) فَكَثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُدَافَةَ)) ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ

۵۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظْمًا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا)) فَكَثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُدَافَةَ)) ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ

بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي بِهَا جِرَةً

۵۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظْمًا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا)) فَكَثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُدَافَةَ)) ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ

ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ (پس اس گستاخی سے ہم باز آتے ہیں کہ آپ سے بیجا سوالات کریں) اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابھی ابھی میرے سامنے جنت اور جہنم اس دیوار کے کونے میں پیش کی گئی تھی۔ پس میں نے نہ ایسی کوئی عمدہ چیز دیکھی (جیسی جنت تھی) اور نہ کوئی ایسی بری چیز دیکھی (جیسی دوزخ تھی)۔“

رَبَّنَا، وَبِالإِسْلَامِ دِينِنَا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا . فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ أَيْفًا فِي عُرْضِ هَذَا الْحَاظِ فَلَمْ أَرْ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ)). [راجع: ۹۳]

تشریح: یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں بھی گزر چکی ہے۔ لفظ ((خروج حين زاغت الشمس)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کہ ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں کچھ سوال و جواب کا بھی ذکر ہے۔ آپ ﷺ کو خبر لگی تھی کہ منافق لوگ امتحان کے طور پر آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اس لئے آپ کو نصیحت آیا اور فرمایا کہ جو تم چاہو مجھ سے پوچھو۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کو لوگ کسی اور کا بیٹا کہتے تھے۔ لہذا انہوں نے تفتیش چاہی اور آپ کے جواب سے خوش ہوئے۔ لوگ آپ کی تکفلی دیکھ کر خوف سے رونے لگے، کہ اب اللہ کا عذاب آئے گا یا جنت و دوزخ کا ذکر سن کر رونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا غصہ معلوم کر کے وہ الفاظ کہے جن سے آپ کا غصہ جاتا رہا۔ (ﷺ)

(۵۴۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو المنہال کی روایت ہے، انہوں نے ابو بزرہ (فضلہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ) سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب ہم اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتے تھے۔ صبح کی نماز میں آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے۔ اور آپ ظہر اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور عصر کی نماز اس وقت کہ ہم مدینہ منورہ کی آخری حد تک (نماز پڑھنے کے بعد) جاتے لیکن سورج اب بھی تیز رہتا تھا۔ نماز مغرب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو وقت بتایا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور آپ ﷺ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، پھر ابو المنہال نے کہا کہ آدھی رات تک (مؤخر کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور معاذ نے کہا کہ شعبہ نے فرمایا کہ پھر میں دوبارہ ابو المنہال سے ملا تو انہوں نے فرمایا: یا تہائی رات تک۔

۵۴۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرَزَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السَّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ، وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَيَّ ثَلَاثَ اللَّيْلِ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى سَطْرِ اللَّيْلِ. وَقَالَ مُعَاذٌ: قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ: أَوْ ثَلَاثَ اللَّيْلِ. [اطرافه في: ۵۴۷، ۵۶۸، ۵۹۹،

[۷۷۱] [مسلم: ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴؛ ابوداؤد: ۳۹۸، ۴۸۴۹؛ نسائي: ۴۹۴، ۵۲۴، ۵۲۹؛

ابن ماجه: ۶۷۴]

(۵۴۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبدالرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے غالب قطان نے بکر بن عبداللہ مزنی کے واسطے سے

۵۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ

عَبْدُ اللَّهِ الْمُزْنِي، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالظُّهْرِ سَجْدَنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. [راجع: ۳۸۵]

بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے آپ نے فرمایا کہ جب ہم (گرمیوں میں) نبی کریم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز دو پہر دن میں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے کپڑوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ شدت گرمی میں جب ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو کہ نہ کوئی سایہ ہو نہ فرش ہو تو کپڑے پر سجدہ کر لینا جائز ہے۔

بَابُ تَأْخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى العَصْرِ

باب: اس بارے میں کہ کبھی ظہر کی نماز عصر کے وقت تک تاخیر کر کے پڑھی جاسکتی ہے

۵۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَتَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَقَالَ أَيُّوبُ: لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةِ مَطِيرَةٍ؟ قَالَ: عَسَى. [طرفاء فی: ۵۶۲، ۱۱۷۴] [مسلم: ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ابوداؤد:

۵۴۳) ہم نے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا عمرو بن دینار سے۔ انہوں نے جابر بن زید سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں رہ کر سات رکعات (ایک ساتھ) اور آٹھ رکعات (ایک ساتھ) پڑھیں۔ ظہر اور عصر (کی آٹھ رکعات) اور مغرب اور عشاء (کی سات رکعات) ایوب سختیانی نے جابر بن زید سے پوچھا شاید برسات کا موسم رہا ہو۔ جابر بن زید نے جواب دیا کہ غالباً ایسا ہی ہوگا۔

[۱۲: ۵۸۸، ۶۰۲] نسائی:

تشریح: ترمذی نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے اس حدیث پر یہ باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی الجمع بین الصلوات یعنی دو نمازوں کے جمع کرنے کا بیان۔ اس روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا، ایسے حال میں کہ آپ مدینہ میں تھے اور آپ کو نہ کوئی خوف لاحق تھا نہ بارش تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتلایا کہ اراد ان لا تخرج امتہ تا کہ آپ کی امت مشقت میں نہ ڈالی جائے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قال الحافظ فی الفتح وقد ذهب جماعة من الائمة الى اخذ بظاهر هذا الحديث فجزوا الجمع فی الحضر مطلقا لكن بشرط ان لا يتخذ ذلك عادة وممن قال به ابن سيرين وربيعة واشهب وابن المنذر والقفال الكبير وحكاہ الخطابي عن جماعة من اهل الحديث انتهى۔ وذهب الجمهور الي ان الجمع بغير عذر لا يجوز۔“ (تحفة الاحوذی ۱/۱۶۶)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا کہ امر کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر ہی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور حضر میں بھی مطلقاً انہوں نے جائز کہا ہے۔ کہ دو نمازوں کو جمع کر لیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ اسے عادت نہ بنالیا جائے۔ ابن سیرین، ربيعہ، اشهب، ابن منذر، قتال کبیر کا یہی فتویٰ ہے۔ اور خطابی نے ابجدیث کی ایک جماعت سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ مگر جمہور کہتے ہیں کہ بغیر عذر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنے اماموں کا اختلاف ہونے پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جمع کرنا بلاجماع ناجائز ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے مریض اور مسافر کے لئے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء میں جمع کرنا مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ دلائل کی رو سے یہی مذہب قوی ہے۔

بَابُ وَقْتِ العَصْرِ

باب: نماز عصر کے وقت کا بیان

۵۴۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنِ هِشَامِ، عَنِ أَبِيهِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

(۵۴۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض لیشی نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ ان کے حجرہ میں سے ابھی دھوپ باہر نہیں نکلتی تھی۔

[راجع: ۵۲۲]

۵۴۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ عُرْوَةَ، عَنِ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا

(۵۴۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی تو دھوپ ان کے حجرہ ہی میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔

[راجع: ۵۲۲] [ترمذی: ۱۵۹؛ نسائی: ۵۰۴]

۵۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ عُرْوَةَ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةً فِي حُجْرَتِي، وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَسُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ. [راجع: ۵۲۲] [مسلم: ۱۳۸۲؛ ابن ماجہ: ۶۸۳]

(۵۴۶) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج ابھی میرے حجرے میں جھانکتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ امام مالک اور یحییٰ بن سعید، شعیب بن سعید اور ابن ابی حفصہ کی روایتوں میں (زہری سے) والشمس قبل ان تظھر کے الفاظ ہیں، (جن کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ ابھی اوپر نہ چڑھی ہوئی)۔

۵۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنِ سَيَّارِ ابْنِ سَلَامَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي، عَلَى أَبِي بَرزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ: لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْنُوتَةَ، فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأَوْلَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي

(۵۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عوف نے خبر دی سیار بن سلامہ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے باپ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے میرے والد نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ فرض نمازیں کن وقتوں میں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپہر کی نماز جسے تم ”پہلی نماز“ کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھر واپس جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ سیار نے کہا: مغرب کے وقت کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور عشاء کی نماز جسے تم ”عتمہ“ کہتے ہو اس میں دیر کو پسند فرماتے تھے، اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات

تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النُّومَ قَبْلَهَا چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جائے
وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْتَبِلُ مِنْ صَلَاةِ جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز
الْعِدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ میں آپ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھا کرتے تھے۔
بِالسُّتَيْنِ إِلَى الْجَمَانَةِ - [راجع: ۵۴۱]

تشریح: روایت مذکورہ میں ظہر کی نماز کو نماز اولیٰ اس لئے کہا گیا کہ جس وقت نبی کریم ﷺ کو اوقات نماز کی تعلیم دینے کے لئے حضرت
جرمیل رضی اللہ عنہما تشریف لائے تھے تو انہوں نے پہلے نبی کریم ﷺ کو ظہر کی نماز ہی پڑھائی تھی۔ اس لئے روایان احادیث اوقات نماز کے بیان میں ظہر
کی نماز ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اس روایت اور دوسری روایات سے صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز نبی کریم ﷺ اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے
ہی پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے ان روایتوں میں مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں میں اسے والشمس
مرنعة حية تعبیر کیا گیا ہے کہ ابھی سورج کافی بلند اور خوب تیز ہوا کرتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ ”عصر کے وقت
دھوپ میرے حجرہ ہی میں رہتی تھی۔“ کسی روایت میں یوں مذکور ہوا ہے کہ ”نماز عصر کے بعد لوگ اطراف مدینہ میں چار چار میل تک کا سفر کر جاتے اور
پھر بھی سورج رہتا تھا۔“ ان جملہ روایات کا واضح مطلب یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں عصر کی نماز اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ادا
کر لی جاتی تھی۔ اس لئے بھی کہ عصر ہی کی نماز صلوة الوسطیٰ ہے جس کی حفاظت کرنے کا اللہ نے خاص حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:
(حَافِظُوا عَلَيَّ الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوَسْطَى وَقَوْمُوا لِلَّهِ قِيَّتِينَ) (۲/ البقرہ: ۲۳۸) ”یعنی نمازوں کی حفاظت کرو، اور درمیانی نماز کی خاص
حفاظت کرو (جو عصر کی نماز ہے) اور اللہ کے لیے فرما نبردار بندے بن کر (بادا غلاموں کی طرح موبد) کھڑے ہو جایا کرو۔“

ان ہی احادیث و آیات کی بنا پر عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر مقرر ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما و دیگر
اکابر علمائے اسلام و آئمہ کرام کا یہی مسلک ہے۔ مگر محترم علمائے احناف عصر کی نماز کے لئے اول وقت کے قائل نہیں ہیں۔ مذکورہ احادیث کی تاویلات
کرنے میں ان کو بڑی کاوش کرنی پڑی ہے۔

ولے تاویل شان درحیرت انداخت خدا وجبرئیل ومصطفی را

عجیب کاوش: یہ عجیب کاوش ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان پر جس میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ایسے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے
کہ دھوپ میرے حجرہ سے باہر نہیں نکلتی تھی جس کا مطلب واضح ہے کہ سورج کافی بلند ہوتا تھا۔ مگر بعض علمائے احناف نے یہاں عجیب بیان دیا ہے جو یہ
ہے کہ ”ازواج مطہرات کے حجروں کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں۔ اس لئے غروب سے پہلے کچھ نہ کچھ دھوپ حجرہ میں باقی رہتی تھی۔ اس لئے اگر
نبی کریم ﷺ کی نماز عصر کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ نماز سورے ہی پڑھ لیتے
تھے۔“ (تہذیب البخاری، پ: ۳/۱۸)

حمایت مسلک کا خبط ایسا ہوتا ہے کہ انسان قائل کے قول کی ایسی توجیہ کر جاتا ہے، جو قائل کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔ سو چنا یہاں یہ
تھا کہ بیان کرنے والی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، جن کا ہر لحاظ سے امت میں ایک خصوصی مقام ہے۔ ان کا اس بیان سے اصل منشا کیا ہے۔ وہ
نبی کریم ﷺ کی نماز عصر کا اول وقت ان لفظوں میں بیان فرماتی ہیں یا آخر وقت کے لیے یہ بیان دے رہی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں
ادنیٰ غور و تامل سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے محترم صاحب تہذیب البخاری کی یہ کاوش بالکل غیر مفید ہے۔ اور اس بیان صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صاف ظاہر ہے
کہ نبی کریم ﷺ بلا شک و شبہ عصر کی نماز اول وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حرمین شریفین کا معمول آج بھی دینائے اسلام کے سامنے ہے۔ خود
ہمارے وطن کے ہزاروں حاجی حرمین شریفین ہر سال جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں عصر کی نماز کتنے اول وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

صاحب تہذیب البخاری نے اس بیان سے ایک سطر لکھ کر خود ہی اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی اول وقت ہی میں پڑھتے تھے۔“ (حوالہ مذکورہ)

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کیا ضرورت تھی کہ امام محمدی رحمہ اللہ کا سہارا لے کر بیان سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایسی رکیک تاویل کی جائے کہ دیکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے وجہ حیرت بن جائے۔ حجرات نبوی کی دیواریں چھوٹی ہوں یا بڑی اس سے بحث نہیں مگر یہ تو ایک امر مسلمہ ہے کہ سورج جس قدر بھی اونچا رہتا حجرات نبوی میں دھوپ باقی رہتی اور جوں جوں سورج غروب ہونے کو جاتا دھوپ بھی حجروں سے باہر جاتی تھی۔ پھر دوسری روایات میں مزید وضاحت کے لیے یہ صریح الفاظ موجود ہیں کہ سورج بلند اور خوب روشن رہا کرتا تھا، ان الفاظ نے امام محمدی رحمہ اللہ کی پیش کردہ توجیہ کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تہذیبِ شخصی کی بیماری سے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت رو بہ زوال ہو جاتی ہے اور یہاں یہی ماجرا ہے۔

(۵۴۸) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، وہ امام مالک رحمہ اللہ سے، انہوں نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکے اور اس کے بعد کوئی بنی عمرو بن عوف (قبا) کی مسجد میں جاتا تو ان کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

۵۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يُخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يَصَلُّونَ الْعَصْرَ. [اطرافه في: ۵۵۰، ۷۳۲۹، ۵۰۱] [مسلم: ۱۴۱۰؛ نسائي: ۵۰۵]

(۵۴۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو بکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے ابو امامہ (سعد بن سہل) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نکل کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے مکرم بچا! یہ کون سی نماز آپ نے پڑھی ہے؟ فرمایا: عصر کی اور اسی وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی یہ نماز پڑھتے تھے۔

۵۴۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِمَامَةَ، يَقُولُ: صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يَصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ: يَا عَمُّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ: الْعَصْرُ، وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نَصَلِّي مَعَهُ. [مسلم: ۱۴۱۳؛ نسائي: ۵۰۸]

(۵۵۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب زہری کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت انس بن مالک سے کہ آپ نے فرمایا، ہم عصر کی نماز پڑھتے (نبی کریم ﷺ کے ساتھ) اس کے بعد کوئی شخص قبا جاتا اور جب وہاں پہنچ جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الدَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً. [راجع: ۵۴۸]

(۵۵۱) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے انس بن مالک نے بیان

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ،

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ. [راجع: ۵۴۸]

کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلند اور تیز روشن ہوتا تھا۔ پھر ایک شخص مدینہ کے بالائی علاقہ کی طرف جاتا وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند رہتا تھا (زہری نے کہا کہ) مدینہ کے بالائی علاقہ کے بعض مقامات تقریباً چار میل پر یا کچھ ایسے ہی واقع ہیں۔

تشریح: عوالی ان دیہات کو کہا گیا جو مدینہ کے اطراف میں بلندی پر واقع تھے۔ ان میں بعض چار میل بعض چھ میل، بعض آٹھ آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو جاتا ہے۔ دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ آدی چار چھ میل دور جا سکے اور دھوپ ابھی تک خوب تیز باقی رہے۔ اس لیے عصر کے لیے اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو حضرات ایک مثل کا انکار کرتے ہیں وہ اگر بنظر انصاف ان جملہ احادیث پر غور کریں گے تو ضرور اپنے خیال کی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر نظر انصاف درکار ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وهو دليل لمذهب مالك والشافعي واحمد والجمهور من العترة وغيرهم القائلين بان اول وقت العصر اذا صار ظل كل شيء مثله وفيه رد لمذهب ابي حنيفة فانه قال: ان اول وقت العصر لا يدخل حتى يصير ظل الشيء مثليه.“ (نیل)
یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اور امام مالک، احمد، شافعی رحمۃ اللہ علیہم، اور جمہور عترت کا یہی مذہب ہے اور اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تردید ہے جو سایہ دو مثل سے قبل عصر کا وقت نہیں مانتے۔

بَابُ إِثْمٍ مِّنْ فَاتَتُهُ الْعَصْرُ

بَابُ: نَمَازِ عَصْرِ جُھُوْثِ جَانِے پَر کَتْنَا گناہ ہے

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يَتْرُكُكُمْ وَتَرَّتِ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلَتْ لَهُ قَتِيلًا أَوْ أَخَذَتْ مَالَهُ.

۵۵۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے نافع کے ذریعہ سے خبر پہنچائی، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔“ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورہ محمد میں جو ”یتروکم“ کا لفظ آیا ہے وہ ”وترو“ سے نکالا گیا ہے۔ وتر کہتے ہیں کسی شخص کا کوئی آدی مار ڈالنا یا اس کا مال چھین لینا۔

۵۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمِ ذِي عَجْمٍ فَقَالَ: بَكْرُوا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

[مسلم: ۱۴۱۷، ابوداؤد: ۴۱۴]

بَابُ إِثْمٍ مِّنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

بَابُ: نَمَازِ عَصْرِ جُھُوْثِ دِينِے پَر کَتْنَا گناہ ہے

۵۵۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عبد اللہ دستوائی نے بیان کیا، کہا ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے خبر دی، انہوں نے ابوالملیح سے، کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ ابرو بارش کا دن تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی،

۵۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمِ ذِي عَجْمٍ فَقَالَ: بَكْرُوا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

((مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ))۔ اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔“

[طرفہ فی: ۵۹۴] [نسائی: ۴۷۳]

بابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب: نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں

(۵۵۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاویہ نے، کہا ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے۔ انہوں نے جریر بن عثمان سے، انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا: ”تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔“ اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ (ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔)

۵۵۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسِ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً، فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ [ق: ۳۹]۔ قَالَ إِسْمَاعِيلُ: افْعَلُوا لَا تَفُوتَنَّكُمْ۔

[طرفہ فی: ۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵]

[۷۴۳۶] [مسلم: ۱۴۳۴] [ابوداؤد: ۴۷۲۹]

ترمذی: ۲۵۵۱]

(۵۵۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔“

۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بِتَعَاقُبِنَا فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَرْجِعُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكَتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكَنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ)) [طرفہ فی: ۳۲۲۳، ۷۴۲۹]

[۷۴۸۶] [مسلم: ۱۴۳۲] [نسائی: ۴۸۴]

تشریح: فرشتوں کا یہ جواب ان ہی ایک بندوں کے لئے ہوگا جو نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نماز کو پابندی کے ساتھ

ادہی نہ کیا۔ اللہ کے دربار میں فرشتے ان کے بارے میں کیا کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد کراما کا تین ہی ہیں۔ جو آدمی کی محافظت کرتے ہیں، صبح و شام ان کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ قرطبی نے کہا یہ دو فرشتے ہیں اور پروردگار جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا ان سے پوچھنا ان کے قائل کرنے کے لیے ہے جو انہوں نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ آدم زاو زین میں خون اور نساو کریں گے۔

باب مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

باب: جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پالے تو اس کی نماز ادا ہوگی

۵۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلَيْتَمَّ صَلَاتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلَيْتَمَّ صَلَاتَهُ)). [طرفاه فی: ۵۷۹،

(۵۵۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو پوری نماز پڑھے (اس کی نماز ادا ہوئی نہ قضا) اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی پاسکے تو پوری نماز پڑھے۔“

[۵۸۰] [نسائی: ۵۱۵]

تشریح: اس حدیث کے ذیل حضرت العلام مولانا نواب وحید الزماں خان صاحب رحمہ اللہ کے تفسیری الفاظ یہ ہیں:

”اس پر تمام ائمہ اور علما کا اجماع ہے۔ مگر حنفیوں نے آدمی حدیث کو لیا ہے اور آدمی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن فجر کی صحیح نہ ہوگی، ان کا قیاس حدیث کے برخلاف ہے اور خود ان ہی کے امام کی وصیت کے مطابق چھوڑ دینے کے لائق ہے۔“

تنبیہ میں مزید وضاحت یوں موجود ہے ((من ادرك ركعة من الصبح فليصل اليها اخرى)) جو فجر کی ایک رکعت پالے اور سورج نکل آئے تو وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملا لے اس کی نماز فجر صحیح ہوگی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ويؤخذ من هذا الرد على الطحاوي حيث خص الادراك باحتلام الصبي وطهر الحائض واسلام الكافر ونحوها واراد بذلك نصرة مذهبه في ان من ادرك من الصبح ركعة تفسد صلواته لانه لا يكملها الا في وقت الكراهة انتهى والحديث يدل على ان من ادرك ركعة من صلوة قبل طلوع الشمس فقد ادرك صلوة الصبح ولا تبطل بطلوعها كما ان من ادرك ركعة من صلوة العصر قبل غروب الشمس فقد ادرك صلوة العصر ولا تبطل بغروبها وبه قال مالك والشافعي واحمد واسحاق وهو الحق“ (مرعاة المفاتيح، ج: ۱/ ص: ۳۹۸)

اس حدیث مذکور سے امام طحاوی کا رد ہوتا ہے جنہوں نے حدیث مذکور کو اس لڑکے کے ساتھ خاص کیا ہے جو ابھی بالغ ہوا یا کوئی عورت جو ابھی ابھی حیض سے پاک ہوئی یا کوئی کافر جو ابھی ابھی اسلام لایا اور ان کو فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے لگنی تو گویا یہ حدیث ان کے ساتھ خاص ہے۔ اس تاویل سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا مقصد اپنے مذہب کی نصرت کرنا ہے۔ جو یہ ہے کہ جس نے صبح کی ایک رکعت پائی اور پھر سورج طلوع ہو گیا، تو اس کی نماز باطل ہوگی اور اس لئے کہ وہ اس کی تکمیل کمزور وقت میں کر رہا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ عام طور پر ہر شخص مراد ہے جس نے فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے پالی اس کو ساری نماز کا ثواب ملے گا اور وہ نماز طلوع شمس سے باطل نہ ہوگی جیسا کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت سورج چھیننے سے قبل پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی اور وہ غروب شمس سے باطل نہ ہوگی۔ امام شافعی، مالک، احمد و اسحاق رحمہم سب کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے۔

۵۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ [بْنُ سَعْدٍ]، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأَمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، أَوْ تِيَّ أَهْلِ التَّوْرَةِ التَّوْرَةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا، فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أَوْتِيَ أَهْلَ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ عَجَزُوا، فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أَوْتِيَ الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَأَعْطَيْنَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَقَالَ: أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَمْي رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، وَأَعْطَيْتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَلْ ظَلَمْتُمْكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهُوَ فَضْلِي أَوْتِيهِ مَنْ أَسَاءَ)). [اطرافه في: ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱]

(۵۵۷) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ اویسی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”تم سے پہلے کی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری زندگی صرف اتنی ہے جتنا عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہوتا ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی۔ تو انہوں نے اس پر (صبح سے) عمل کیا آدھے دن تک پھر وہ عاجز آ گئے، کام پورا نہ کر سکے، ان لوگوں کو عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط (بقول بعض دینار کا ۶/۴ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا بیسواں حصہ) دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی، انہوں نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا، اور وہ بھی عاجز آ گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط ان کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت) ہم کو قرآن ملا۔ ہم نے اس پر سورج غروب ہونے تک عمل کیا (اور کام پورا کر دیا) ہمیں دو دو قیراط ثواب ملا۔ اس پر ان دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! انہیں تو آپ نے دو دو قیراط دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے زیادہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ ظلم کیا انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ (زیادہ اجر دینا) میرا فضل ہے جسے چاہوں دے سکتا ہوں۔“

[۷۵۳۳، ۷۴۶۷]

تشریح: اس حدیث سے حنفیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے ورنہ جو وقت ظہر سے عصر تک ہے وہ اس وقت سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا جو عصر سے غروب آفتاب تک ہے، حالانکہ مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت اس وقت سے کم رکھا گیا ہے جو دو پہر دن سے عصر کی نماز تک ہے۔ اور اگر ایک مثل سایہ پر عصر کی نماز ادا کی جائے جب عصر نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے غروب تک کا جو وقت ہوگا وہ دو پہر سے تا بفرغت از نماز عصر کم ہوگا، کیونکہ نماز کے لیے اذان ہوگی، لوگ جمع ہوں گے، وضو کریں گے، سنتیں پڑھیں گے، اس کے علاوہ حدیث کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا وقت یہود و نصاریٰ کے مجموعی وقت سے کم تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں لائے اس کی مناسبت بیان کرنا مشکل ہے، حافظ نے کہا اس سے اور اس کے بعد والی حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی عمل کے ایک جزو پر پوری مزدوری ملتی ہے اسی طرح جو کوئی فجر یا عصر کی ایک رکعت پالے، اس کو بھی اللہ ساری نماز وقت پر پڑھنے کا ثواب دے سکتا ہے۔ (اس حدیث میں مسلمانوں کا ذکر بھی ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ) کام تو کیا صرف عصر سے مغرب تک، لیکن سارے دن کی مزدوری ملی۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے شرط پوری کی، شام تک کام کیا، اور کام کو پورا کیا۔ آگے دو گروہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔ کام کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ محنت مفت گئی۔

تشریح: یہ مثالیں یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور تورات پر چلے لیکن اس کے بعد انجیل مقدس اور قرآن شریف سے منحرف ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کو انہوں نے نہ مانا اور نصاریٰ نے انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا لیکن قرآن اور محمد ﷺ سے منحرف ہو گئے تو ان دونوں فرقوں کی محنت برباد ہو گئی۔ آخرت میں جو اجر ملے والا تھا، اس سے محروم رہے۔ آخر زمانہ میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی سی مدت کام کیا۔ مگر کام کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں اور سب نبیوں کو مانا، لہذا سارا ثواب ان ہی کے حصہ میں آ گیا۔ ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (الجمعة: ۴) (از حضرت مولانا وحید الزمان خان صاحب محدث حیدرآبادی رحمہ اللہ)

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ، فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ، فَاسْتَأْجَرَ آخِرِينَ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ، وَلَكُمْ الَّذِي شَرَطْتُ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمَلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ)). (طرفه فی: ۲۲۷۱)

۵۵۸) ہم سے ابو کریم محمد بن عجلان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبد اللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ عامر بن عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں سے مزدوری پر رات تک کام کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے آدھے دن کام کیا۔ پھر جواب دے دیا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں، (یہ یہود تھے) پھر اس شخص نے دوسرے مزدور بلائے، اور ان سے کہا کہ دن کا جو حصہ باقی بچ گیا ہے (یعنی آدھا دن) اسی کو پورا کر دو شرط کے مطابق مزدوری تمہیں ملے گی۔ انہوں نے بھی کام شروع کیا لیکن عصر تک وہ بھی جواب دے بیٹھے۔ (یہ نصاریٰ تھے) پس اس تیسرے گروہ نے (جو اہل اسلام ہیں) پہلے دو گروہوں کے کام کی پوری مزدوری لے لی۔“

تشریح: اس حدیث کو پچھلی حدیث کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ جس میں ذکر ہوا کہ یہود و نصاریٰ نے تھوڑا کام کیا اور بعد میں باقی ہو گئے۔ پھر بھی ان کو ایک ایک قیراط کے برابر ثواب دیا گیا۔ اور امت محمدیہ نے وفادارانہ طور پر اسلام کو قبول کیا اور تھوڑے وقت کام کیا، پھر بھی ان کو دو گنا اجر ملا، یہ اللہ کا فضل ہے، امت محمدیہ اپنی آمد کے لحاظ سے آخر وقت میں آئی، اسی کو عصر تا مغرب تعبیر کیا گیا ہے۔

باب: مغرب کی نماز کے وقت کا بیان

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مریض عشاء اور مغرب دونوں کو ایک ساتھ جمع کرے گا۔

۵۵۹) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلمہ نے، انہوں نے کہا ہم سے عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو النجاشی نے بیان کیا، ان کا نام عطاء بن صہیب تھا اور یہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جب واپس

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

۵۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَّاشِيِّ اسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: كُنَّا نَصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَنْصَرِفُ مَوَاقِعَ نَبَلِهِ. ہوتے اور تیر اندازی کرتے (تو اتنا اجالا باقی رہتا تھا کہ) ایک شخص اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔ [مسلم: ۱۴۴۱، ۱۴۴۲؛ ابن ماجہ: ۶۸۷]

تشریح: حدیث سے ظاہر ہوا کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر فوراً ادا کر لی جایا کرتی تھی۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مغرب کی جماعت سے پہلے صحابہ دو رکعت سنت بھی پڑھا کرتے تھے، پھر فوراً جماعت کھڑی کی جاتی اور نماز سے فراغت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض دفعہ تیر اندازی کی مشق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اس وقت اتنا اجالا رہتا تھا کہ وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے۔ مسلمانوں میں مغرب کی نماز اول وقت پڑھنا تو سنت متوارث ہے۔ مگر صحابہ کی دوسری سنت یعنی تیر اندازی کو وہ اس طرح بھول گئے، گویا یہ کوئی کام ہی نہیں۔ حالانکہ تعلیمات اسلامی کی رو سے سپاہیانہ فنون کی تعلیمات بھی مذہبی مقام رکھتی ہیں۔

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلَنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْحَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةً، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا، إِذَا رَأَاهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَلًا، وَإِذَا رَأَاهُمْ أَبْطَأُوا آخِرًا، وَالصُّبْحَ - كَانُوا - أَوْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهَا بِعَلَسٍ. [طرفه في: ۵۶۵] [مسلم: ۱۴۶۰، ۱۴۶۱؛ ابوداؤد: ۳۹۷؛ نسائي: ۵۲۶]

(۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے، انہوں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے، انہوں نے کہا کہ حجج کا زمانہ آیا (اور وہ نماز دیر کر کے پڑھایا کرتا تھا اس لیے) ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز ٹھیک دوپہر میں پڑھایا کرتے تھے۔ ابھی سورج صاف اور روشن ہوتا تو نماز عصر پڑھاتے۔ نماز مغرب وقت آتے ہی پڑھاتے اور نماز عشاء کو کبھی جلدی پڑھاتے اور کبھی دیر سے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھا دیتے۔ اور اگر لوگ جلدی جمع نہ ہوتے تو نماز میں دیر کرتے۔ (اور لوگوں کا انتظار کرتے) اور صبح کی نماز صحابہ رضی اللہ عنہم یا (یہ کہا کہ) نبی ﷺ اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

۵۶۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ. [مسلم: ۱۴۴۰؛ ابوداؤد: ۴۱۷؛ ترمذی: ۱۶۶؛ ابن ماجہ: ۶۸۸]

(۵۶۱) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے، فرمایا کہ ہم نماز مغرب نبی ﷺ کے ساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا۔

۵۶۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٍو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا وَتَمَانِيًا جَمِيعًا. [راجع: ۵۴۳]

(۵۶۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا میں نے جابر بن زید سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سات رکعات (مغرب اور عشاء کی) ایک ساتھ اور آٹھ رکعات (ظہر اور عصر کی نمازیں) ایک ساتھ پڑھیں۔

النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ. وَقَالَ أَبُو بَرَزَةَ: دیر سے پڑھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ ”عشاء“ پڑھتے تھے۔
 كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ. وَقَالَ أَنَسُ: ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عشاء میں دیر کرتے تھے۔
 آخَرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو أَيُّوبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ آخری عشاء کو دیر میں پڑھتے تھے۔ ابن عمر، ابو ایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء پڑھی۔

تشریح: امام الحدیث ابن کثیر نے ان جملہ احادیث اور آثار کو یہاں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ بہتر ہے عشاء کو لفظ عشاء سے ہی موسوم کیا جائے۔ اس پر بھی اگر کسی نے لفظ عتمہ اس کے لیے استعمال کر لیا تو یہ بھی درجہ جواز میں ہے۔ صحابہ کرام کا عام معمول تھا وہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے آگاہ رہنا اپنے لیے ضروری خیال کرتے تھے، جو حضرات مسجد نبوی سے دور دراز سکونت رکھتے تھے، انہوں نے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی۔ جو بھی حاضر دربار رسالت ہوتا، دیگر صحابہ ان سے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری بھی ان ہی میں سے تھے۔ یہ ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ میں کافی فاصلہ پر سکونت پذیر ہوئے اور انہوں نے اپنے پڑوسیوں سے مل کر دربار رسالت میں حاضری کی باری مقرر کر لی تھی۔ آپ نے ایک رات نماز عشاء دیر سے پڑھے جانے کا ذکر کیا۔ اور اس کے لئے لفظ عتمہ استعمال کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دیر سے اس نماز کو ادا فرمایا۔ بعض کتابوں میں تاخیر کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ مسلمانوں کے بعض معاملات کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرما رہے تھے، اس لیے تاخیر ہو گئی۔

۵۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ. وَهِيَ الَّتِي يَذْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمُ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)). [راجع: ۱۱۶]

(۵۶۴) ہم سے عبدان بن عبد اللہ بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے خبر دی زہری سے کہ سالم نے یہ کہا کہ مجھے (میرے باپ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات نبی ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ یہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں۔ پھر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم اس رات کو یاد رکھنا۔ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سو سال کے گزرنے تک روئے زمین پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔“

تشریح: یعنی سو برس میں جتنے لوگ آج زندہ ہیں سب مر جائیں گے۔ اور نئی نسل ظہور میں آتی رہے گی۔ سب سے آخری صحابی ابو الطفیل عامر بن واہلہ ہیں۔ جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے حضرت علیؓ کی وفات پر بھی دلیل پکڑی ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ

باب: نماز عشاء کا وقت جب لوگ (جلدی) جمع ہو جائیں یا جمع ہونے میں دیر کریں

النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ

(۵۶۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، وہ محمد بن عمرو سے جو حسن بن علی بن ابی طالب

کے بیٹے ہیں، فرمایا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا: آپ نماز ظہر دوپہر میں پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے تو سورج صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کی نماز واجب ہوتے ہی ادا فرماتے، اور ”عشاء“ میں اگر لوگ جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور اگر آنے والوں کی تعداد کم ہوتی تو دیر کرتے۔ اور صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو - وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ - قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعِصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجِبَتْ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا، وَإِذَا قَلُّوا آخِرًا، وَالصُّبْحَ

بِعَلَسَنِ. [راجع: ۵۶۰]

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب اور ان میں آمدہ احادیث سے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز اگر جلدی ادا کی جائے تو اسے عشاء ہی کہیں گے اور اگر دیر سے ادا کی جائے تو اسے عتمہ کہیں گے، گویا ان لوگوں نے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔ اور ان پر دوس طرح ہوا کہ ان احادیث میں دونوں حالتوں میں اسے عشاء ہی کہا گیا۔

باب: نماز عشاء (کے لیے انتظار کرنے) کی فضیلت

۵۶۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ سے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ ایک رات رسول کریم ﷺ نے عشاء کی نماز دیر سے پڑھی۔ یہ اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ اس وقت باہر تشریف نہیں لائے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہ فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پس آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”تمہارے علاوہ دنیا میں کوئی بھی انسان اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔“

بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ

۵۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أُعْتِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الْإِسْلَامَ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ: نَامَ النَّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ. فَخَرَجَ، فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرِكُمْ)). [اطرافہ فی: ۵۶۹، ۸۶۲،

[۸۶۴] [مسلم: ۱۴۴۴، نسائی: ۴۸۱]

تشریح: یعنی اس وقت تک مدینہ کے سوا اور کہیں مسلمان نہ تھے، یا یہ کہ ایسی شان والی نماز کے انتظار کا ثواب اللہ نے صرف امت محمدیہ ہی کی قسمت میں رکھا ہے۔

۵۶۷) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید کے واسطے سے، انہوں نے ابو بردہ سے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے ”بقیع بطحان“ میں قیام کیا۔ اس وقت نبی ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز

۵۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بَرِيدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نَزُولًا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ - وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ - فَكَانَ

میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ (کسی ملی معاملہ میں آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما گفتگو فرما رہے تھے) جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی اور تقریباً آدھی رات گزر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ ”اپنی اپنی جگہ پر وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو۔“ یا آپ نے یہ فرمایا: ”تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔“ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔

يَتَنَوَّبُ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى انبَهَرَ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ: ((عَلَى رُسُلِكُمْ، ابْشُرُوا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرَكُمْ)) أَوْ قَالَ: ((مَا صَلَّي هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرَكُمْ)) لَا يَذِرُنِي أَى الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ أَبُو مُوسَى: فَوَجَعْنَا فَرَحَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[مسلم: ۱۴۵۱]

تشریح: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد بقیع بطنان میں قیام فرمایا۔ بقیع ہر اس جگہ کو کہا جاتا تھا، جہاں مختلف قسم کے درخت وغیرہ ہوتے۔ بطنان نام کی وادی مدینہ کے قریب ہی تھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام سائبہ میں عشاء کی نماز نہ تھی اس لئے آپ نے اپنی امت کو یہ بشارت فرمائی جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مدینہ شریف کی دیگر مساجد میں لوگ نماز عشاء سے فارغ ہو چکے لیکن مسجد نبوی کے نمازی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ بہر حال عشاء کی نماز کے لئے تاخیر مطلوب ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ”اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں عشاء کی نماز تمہاری رات گزرنے پر ہی پڑھا کرتا۔“

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

باب: اس بیان میں کہ نماز عشاء پڑھنے سے پہلے

سوونا ناپسند ہے

(۵۶۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا ابوالمہمال سے، انہوں نے ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

۵۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمُهْمَلِ، عَنْ أَبِي بَرَزَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا. [راجع: ۵۶۱]

[ابوداؤد: ۱۶۸، ترمذی: ۱۶۸، ابن ماجہ: ۷۰۱]

تشریح: جب خطرہ ہو کہ عشاء کے پہلے سونے سے نماز باجماعت چلی جائے گی تو سوونا جائز نہیں۔ ہر دو احادیث میں سے جو آگے آرہی ہیں، یہی تطبیق بہتر ہے۔

باب: اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو عشاء سے پہلے بھی

سونا درست ہے

بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غَلِبَ

(۵۶۹) ہم سے ایوب بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو بکر نے سلیمان سے، ان سے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے عروہ سے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں دیر فرمائی۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا، نماز! عورتیں اور بچے سب سو گئے۔ تب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ نے فرمایا: ”روئے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔“ راوی نے کہا: اس وقت یہ نماز (باجماعت) مدینہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ صحابہ اس نماز کو شام کی سرخی کے غائب ہونے کے بعدرات کے پہلے تہائی حصہ تک (کسی وقت بھی) پڑھتے تھے۔

۵۶۹۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: الصَّلَاةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ. فَخَرَجَ، فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ)) قَالَ: وَلَا تُصَلِّيْ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: وَكَانُوا يُصَلُّونَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ. [راجع: ۵۶۶]

تشریح: امیر الدینیانی الحدیث رضی اللہ عنہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عشاء سے پہلے سونا یا اس کے بعد بات چیت اس لئے ناپسند ہے کہ پہلے سوئے میں عشاء کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہے اور دیر تک بات چیت کرنے میں صبح کی نماز فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان خطرات سے بچ سکے تو اس کے لئے عشاء سے پہلے سونا بھی جائز اور بعد میں بات چیت بھی جائز جیسا کہ روایات واردہ سے ظاہر ہے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ”تمہارے سوا اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کرتا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں کسی بھی امت پر اس نماز کو فرض نہیں کیا گیا، یہ نماز اہل اسلام ہی کے لئے مقرر کی گئی یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ کی دوسری مساجد میں سب لوگ اوّل وقت ہی پڑھ کر سو گئے ہیں۔ صرف تم ہو جو کہ ابھی تک اس کا انتظار کر رہے ہو۔

(۵۷۰) ہم سے محمود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات کسی کام میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر کی۔ ہم (نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے) مسجد میں ہی سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے، پھر ہم سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا: ”دنیا کا کوئی شخص بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔“ اگر نیند کا غلبہ نہ ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کو پہلے پڑھنے یا بعد میں پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کبھی نماز عشاء سے پہلے آپ سو بھی لیتے تھے۔

۵۷۰۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَأَخْرَجَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَدَقَمَهَا أَمْ أَخْرَجَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

[مسلم: ۱۱۴۴۷، ابوداؤد: ۱۹۹]

(۵۷۱) ابن جریر نے کہا کہ میں نے عطاء سے معلوم کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کی جس کے نتیجہ میں لوگ (مسجد ہی میں) سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو گئے، پھر بیدار ہوئے۔ آخر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اٹھے اور پکارا: نماز اعطاء نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ گھر سے تشریف لائے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے جب کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ”اگر میری امت کے لیے مشکل نہ ہو جاتی، تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز کو اسی وقت پڑھیں۔“ میں نے عطاء سے مزید تحقیق چاہی کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سر پر رکھنے کی کیفیت کیا تھی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس سلسلے میں کس طرح خبر دی تھی۔ اس پر حضرت عطاء نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی سی کھول دیں اور انہیں سر کے ایک کنارے پر رکھا پھر انہیں ملا کر یوں سر پر پھیرنے لگے کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے سے جو چہرے سے قریب ہے اور داڑھی سے جا لگا۔ نہ سستی کی اور نہ جلدی بلکہ اس طرح کیا، اور کہا کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میری امت پر مشکل نہ گزرتی تو میں حکم دیتا کہ اس نماز کو اسی وقت پڑھا کریں۔“

۵۷۱۔ قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَفَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا، وَرَفَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ. قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظِرُ إِلَيْهِ الْآنَ، يَقَطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَأَضَعَا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا هَكَذَا)) فَاسْتَبْتُ عَطَاءً: كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ يَدَهُ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ؟ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيدِ، ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا، يَمُرُّهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِنْهَامَهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ، وَنَاحِيَةِ اللَّحْيَةِ، لَا يَغْصِرُ وَلَا يَيْطِشُ إِلَّا كَذَلِكَ، وَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا هَكَذَا)).

[طرفہ فی: ۷۲۳۹] [مسلم: ۱۴۵۲، نسائی:

[۵۳۰، ۵۳۱]

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاخیر کی وجہ سے نماز سے پہلے سو گئے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے وقت میں نماز عشاء سے پہلے سونا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز عشاء باجماعت پڑھی جاسکے۔ جیسا کہ یہاں صحابہ کرام کا عمل منقول ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

((لا یقصر)) کا مطلب یہ کہ جیسے میں ہاتھ پھیر رہا ہوں اسی طرح پھیرا نہ اس سے جلدی پھیرا نہ اس سے دیر میں۔ بعض نسخوں میں لفظ ((لا یغصر)) ہے تو ترجمہ یوں ہوگا: نہ بالوں کو چھوڑتے نہ ہاتھ میں پکڑتے بلکہ اسی طرح کرتے۔ یعنی انگلیوں سے بالوں کو دبا کر پانی نکال رہے تھے۔

باب: اس بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ

رات تک رہتا ہے

اللَّيْلِ

وَقَالَ أَبُو بَرَزَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَجِبُ اور ابو بَرَزَة رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اس میں دیر کرنا پسند فرمایا کرتے تَأْخِيرَهَا۔

تشریح: یہ اس حدیث کا کڑا ہے جو اوپر اب وقت العصر میں موصولاً گزر چکی ہے۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا، أَمَا إِنَّكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا أَنْظَرْتُمُوهَا)) وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا كَانِي أَنْظُرُ إِلَى وَبِصِ خَاتِمِهِ لِيَلْتَبِدَ. [أطرافه في: ۶۰۰، ۶۶۱، ۸۴۷، ۵۸۶۹]

۵۷۲) ہم سے عبد الرحیم محاربی نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے حمید طویل سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن) عشاء کی نماز آدھی رات گئے پڑھی اور فرمایا کہ ”دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں گے۔ (یعنی دوسری مساجد میں پڑھنے والے مسلمان) اور تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے (گویا سارے وقت) نماز ہی پڑھتے رہے۔“ ابن مریم نے اس میں یہ زیادہ کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی۔ کہا مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سنا، گویا اس رات آپ کی انگلی کی چمک کا نقشہ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے چمک رہا ہے۔

[مسلم: ۱۴۴۸]

تشریح: ابن مریم کی اس نقل کے بیان کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحاحنا ثابت ہو جائے۔

باب: نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، قَالَ: قَالَ لِي جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: ((أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا، لَا تَضَامُونَ - أَوْ لَا تَضَاهُونَ - فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)). ثُمَّ قَالَ: ((فَسَبَّ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا)) [طه: ۱۳۰] قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

۵۷۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے اسماعیل سے، کہا ہم سے قیس نے بیان کیا، کہا مجھ سے جریر بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی جو چودھویں رات کا تھا۔ پھر فرمایا: ”تم لوگ بے ٹوک اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اسے دیکھنے میں تم کو کسی قسم کی بھی مزاحمت نہ ہوگی) یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کے دیدار میں مطلق شہ نہ ہوگا اس لیے اگر تم سے سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے (فجر اور عصر) کی نمازوں کے پڑھنے میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو۔“ (کیونکہ ان ہی کے طفیل دیدار الہی نصیب ہو گیا ان ہی وقتوں میں یہ روایت ملے گی) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھ سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔“ امام ابو عبد اللہ بخاری رضی اللہ عنہ

نے کہا کہ ابن شہاب نے اسماعیل کے واسطے سے جو قیس سے بواسطہ جریر (سترُونَ رَبِّكُمْ عَيَانًا))، [راجع: ۵۰۴]۔

(راوی ہیں) یہ زیادتی نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے رب کو صاف دیکھو گے۔“

تشریح: جامع صغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ دیدار الہی ان ہی وقتوں کے اندازے پر حاصل ہوگا۔

۵۷۴۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) وَقَالَ: ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهَذَا.

(۵۷۴) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نے بیان کیا ابو بکر بن ابی موسیٰ اشعری سے، انہوں نے اپنے باپ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں (وقت پر) پڑھیں (فجر اور عصر) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ ابن رجاء نے کہا ہم سے ہمام نے ابو جمرہ سے بیان کیا کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [مسلم: ۱۴۳۸، ۱۴۳۹]

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے حبان نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو جمرہ نے بیان کیا ابو بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، پہلی حدیث کی طرح۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کیا۔ چونکہ اوقات میں اکثر غفلت ہو سکتی ہے اس لئے اس خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، عصر کا وقت کاروبار میں انتہائی مشغولیت اور فجر کا وقت بیٹھی نیند سونے کا وقت ہے، مگر اللہ والے ان کی خاص طور پر پابندی کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ اس تعلق سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے ابو بکر بن ابی موسیٰ جو اگلی روایت میں مذکور ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اس تعلق کو ذہلی نے موصولاً روایت کیا ہے۔

باب: نماز فجر کا وقت

بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

۵۷۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ، تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِينَ يَعْنِي آيَةً. [طرفہ فی: ۱۹۲۱] [مسلم: ۲۵۵۲، ۲۵۵۳؛ ترمذی: ۷۰۳، ۷۰۴؛ نسائی: ۲۱۵۴، ۲۱۵۵؛ ابن

(۵۷۵) ہم سے عمرو بن عاصم نے یہ حدیث بیان کی، کہا ہم سے ہمام نے یہ حدیث بیان کی قتادہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ان لوگوں نے (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ رہا ہوگا۔ فرمایا کہ جتنا پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے اتنا فاصلہ تھا۔

[ماہ: ۱۶۹۴]

تشریح: پچاس یا ساٹھ آیتیں پانچ دس منٹ میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بحری دیر سے کھانا مسنون ہے۔ جو لوگ سویرے ہی کھالتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

۵۷۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى. فَلَمَّا لَأَسَى: كَمْ كَانَ بَيْنَ قَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدَرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً.

(۵۷۶) ہم سے حسن بن صباح نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے روح بن عبادہ سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے روایت کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، پھر جب وہ سحری کھا کر فارغ ہوئے تو نماز کے لیے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی سحری سے فراغت اور نماز کی ابتدا میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

[طرفہ فی: ۱۱۳۴] [نسائی: ۲۱۵۶]

۵۷۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ أُخْبِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، يَقُولُ: كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةً بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

(۵۷۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا اپنے بھائی سے، انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے ابو حازم سلمہ بن دینار سے کہ انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ صحابی سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر سحری کھاتا، پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فجر پانے کے لیے مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی۔

[طرفہ فی: ۱۹۲۰]

۵۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفَعَاتٍ بِمَرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ

(۵۷۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں لیث نے خبر دی، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی، کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھے۔

[الغلس: ۳۷۲]

تشریح: امام الدینانی الحدیث ﷺ نے جس قدر احادیث یہاں بیان کی ہیں، ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے فوراً بعد شروع کر دیا کرتے تھے اور ابھی کافی اندھیرا رہتا تھا کہ آپ کی نماز ختم ہو جایا کرتی تھی۔ لفظ ”غلس“ کا یہی مطلب ہے کہ

فجر کی نماز آپ اندھیرے ہی میں اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہاں ایک دفعہ آپ نے اوقات صلوٰۃ کی تعلیم کیلئے فجر کی نماز دیر سے بھی ادا کی ہے تاکہ اس نماز کا بھی اول وقت "غسل" اور آخر وقت "اسفار" معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد ہمیشہ آپ نے یہ نماز اندھیرے ہی میں ادا فرمائی ہے۔ جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے:

"عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللہ ﷺ صلی صلوٰۃ الصبح مرة بغسل ثم صلی مرة اخرى فاسفر بها ثم كانت صلواته بعد ذلك التغلیس حتی مات ولم يعد الی ان یسفر رواه ابو داود ورجاله فی سنن ابی داؤد رجال الصحیح۔"

یعنی ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ نماز فجر غسل (اندھیرے) میں پڑھائی اور پھر ایک مرتبہ اسفار (یعنی اجالے) میں اس کے بعد ہمیشہ آپ یہ نماز اندھیرے ہی میں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ پھر کبھی آپ ﷺ نے اس نماز کو اسفار یعنی اجالے میں نہیں پڑھایا۔ حدیث "عائشہ رضی اللہ عنہا" کے ذیل میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحدیث یدل علی استحباب المبادرة بصلوة الفجر فی اول الوقت وقد اختلف العلماء فی ذالک فذهب العترة ومالك والشافعی واحمد واسحاق وابو ثور و الاوزاعی وداود بن علی وابو جعفر الطبری وهو المروى عن عمرو عثمان وابن الزبیر و انس وابی موسی وابی هريرة الی ان التغلیس افضل وان الاسفار غیر مندوب وحكى هذا القول الحازمی عن بقية الخلفاء الاربعة وابن مسعود وابی مسعود الانصاری واهل الحجاز واحتجوا بالاحادیث المذكورة فی هذا الباب وغيرها ولتصريح ابی مسعود فی الحدیث الاتی بانها كانت صلوة النبی ﷺ التغلیس حتی مات ولم يعد الی الاسفار۔" (نیل، ج: ۲/ ص: ۱۹)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ فجر کی نماز "غسل" یعنی اندھیرے ہی میں افضل ہے۔ اور خلفائے اربعہ اور اکابر امیر دین امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق و اہل بیت نبوی اور دیگر مذکورہ علمائے اعلام کا یہی فتویٰ ہے۔ اور ابوسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ صراحتاً موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخر وقت تک غسل ہی میں یہ نماز پڑھائی، چنانچہ مدینہ منورہ اور حرم محترم اور سارے حجاز میں الحمد للہ اہل اسلام کا یہی عمل آج تک موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد بیشتر صحابہ کا اس پر عمل رہا جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے:

"عن مغیث بن سمی قال صلیت مع عبد الله بن الزبیر الصبح بغسل فلما سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ما هذه الصلوة قال هذه صلوتنا كانت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فلما طعن عمر اسفر بها عثمان واسناده صحیح۔"

(تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۱۴۴)

یعنی مغیث بن سمی کی نامی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز غسل میں یعنی اندھیرے میں پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ ان سے میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہماری نماز اسی وقت ہوا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بھی یہ نماز غسل ہی میں ادا کی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر نماز فجر میں حملہ کیا گیا تو احتیاطاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اجالے میں پڑھا۔

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ نماز فجر کا بہترین وقت غسل یعنی اندھیرے ہی میں پڑھنا ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس کے لئے اسفار یعنی اجالے میں پڑھنا بہتر مانا گیا ہے۔ مگر دلائل واضح کی بنا پر یہ خیال درست نہیں۔

حنفیہ کی دلیل رافع بن خدیج کی وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا قول مذکور ہے کہ ((اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر)) یعنی "صبح کی نماز اجالے میں پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے۔" اس روایت کا یہ مطلب درست نہیں کہ سورج نکلنے کے قریب ہونے پر یہ نماز ادا کرو جیسا کہ آج کل حنفیہ کا عمل ہے۔ اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو امام ترمذی نے آئمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں: "وقال الشافعی

واحمد واسحاق: معنی الاسفار ان یضح الفجر فلا یشک فیہ ولم یروا ان معنی الاسفار تاخیر الصلوة۔ یعنی امام شافعی و احمد واسحاق رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہاں اسفار کا مطلب یہ ہے کہ فجر خوب واضح ہو جائے کہ کسی کوشک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ معنی نہیں کہ نماز کو تاخیر کر کے پڑھا جائے (جیسا کہ حنفیہ کا عام معمول ہے) بہت سے ائمہ دین نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ نماز فجر کو اندھیرے میں غس میں شروع کیا جائے اور قرات اس قدر طویل پڑھی جائے کہ سلام پھیرنے کے وقت خوب اجالا ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام محمد رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (تہذیب البخاری پارہ ۳ ص ۳۳) علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ نے اعلام الموقعین میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

یاد رکھنے کی بات: یہ کہ یہ اختلاف محض اولیت و افضلیت میں ہے۔ ورنہ اسے ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ نماز فجر کا اول وقت غس اور آخری وقت طلوع شمس ہے اور درمیان میں سارے وقت میں یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اسی تفصیل کے بعد تعجب ہے ان عوام و خواص برادران احناف پر جو کبھی بھی غس میں نماز فجر نہیں پڑھتے۔ بلکہ کسی جگہ اگر غس میں جماعت نظر آئے تو وہاں سے چلے جاتے ہیں، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی کتنے بھائی نماز فجر اول وقت جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے، اس خیال کی بنا پر کہ یہ ان کا مسلک نہیں ہے۔ یہ عمل اور ایماذہن بے حد غلط ہے۔ اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ خود اکابر علمائے احناف کے ہاں بعض دفعہ غس کا عمل رہا ہے۔

دیوبند میں نماز فجر غس میں: صاحب تہذیب البخاری دیوبندی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے، اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ تین پہلی احادیث رمضان کے مہینے میں نماز فجر پڑھنے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان تینوں میں ہے کہ ہم سحری کھانے کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ رمضان کی ضرورت کی وجہ سے سحری کے بعد فوراً نماز پڑھ لی جاتی رہی ہو کہ سحری کے لئے جو لوگ اٹھے ہیں کہیں درمیان شب کی اس بیداری کے نتیجے میں وہ غافل نیند نہ سو جائیں۔ اور نماز ہی فوت ہو جائے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں اکابر کے عہد سے اس پر عمل رہا ہے کہ رمضان میں سحری کے فوراً بعد فجر کی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ (تہذیب البخاری پ ۳ ص ۳۳)

محترم نے یہاں جس احتمال کا ذکر فرمایا ہے اس کی تردید کے لئے حدیث ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کافی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز فجر کے بارے میں ہمیشہ غس میں پڑھنے کا عمل رہا حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس میں رمضان وغیر رمضان کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

بعض اہل علم نے حدیث اسفار کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اسفار کر لیا جائے، تاکہ اکثر لوگ شریک جماعت ہو سکیں اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لئے ان میں یہ نماز غس ہی میں ادا کی جائے۔

بہر حال دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ نماز فجر غس میں افضل ہے اور اسفار میں جائز ہے۔ اس پر لڑنا، جھگڑنا اور اسے وجہ افتراق بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عالموں کو لکھا تھا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گہبے ہوئے آسمان پر صاف نظر آتے ہوں۔ یعنی اول وقت میں پڑھا کرو۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رُكْعَةً

۵۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنِ الْأَعْرَجِ، يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رُكْعَةً

باب: فجر کی ایک رکعت کا پانے والا

(۵۷۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار اور بسر بن سعید اور عبد الرحمن بن ہریرہ سے، ان تینوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے پالی اس نے فجر کی نماز کو پالیا۔ اور جس نے عصر کی ایک رکعت سورج

قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحُ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ)). [راجع: ۵۵۶]

[مسلم: ۱۳۷۴؛ ترمذی: ۱۸۶؛ نسائی: ۵۱۶]

ابن ماجہ: ۶۹۹]

تشریح: اب اسے چاہیے کہ باقی نماز بلا تردد پوری کر لے۔ اس کو نماز وقت ہی میں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

باب: جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے، اس نے وہ نماز پالی

۵۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ)). [راجع: ۵۵۶]

(۵۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیبسی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایک رکعت نماز (باجماعت) پالی اس نے نماز (باجماعت) کا ثواب پالیا۔“

[۵۵۶] [مسلم: ۱۳۷۱، ۱۳۷۳؛ ابوداؤد: ۱۱۲۱؛

نسائی: ۵۵۲]

تشریح: اگر اباب فجر اور عصر کی نمازوں سے خاص تھا اور یہ باب ہر نماز کو شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کی ایک رکعت بھی وقت گزرنے سے پہلے گئی تو گویا اسے ساری نماز مل گئی اب اس کی یہ نماز ادا ہی مانی جائے گی قضاء نہ مانی جائے گی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے پس وہ نمازی اپنی نماز پوری کر لے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نماز کا وقت ایک رکعت پڑھنے تک کا باقی ہو اور اس وقت کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا کوئی لڑکا بالغ ہو جائے یا کوئی دیوانہ ہوش میں آ جائے یا حائضہ پاک ہو جائے تو اس نماز کا پڑھنا اس کے اوپر فرض ہوگا۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

باب: اس بیان میں کہ صبح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

۵۸۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ قَتَادَةَ، عَنِ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رَجَالٌ مَرْضِيُونَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى

(۵۸۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ بن دعامہ سے، انہوں نے ابو العالیہ رفیع سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرے سامنے چند معتبر حضرات نے گواہی دی، جن میں سب سے زیادہ معتبر میرے نزدیک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ سے، انہوں نے قتادہ سے کہ میں نے ابوالعالیہ سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے چند لوگوں نے یہ حدیث بیان کیا۔ (بخاری پر ذکر ہوئی)۔

عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهَذَا. [مسلم: ۱۹۲۱، ۱۹۲۲؛ ابوداؤد: ۱۲۷۶؛

ترمذی: ۱۸۳؛ نسائی: ۵۶۱؛ ابن ماجہ: ۱۲۵۰]

(۵۸۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے کہا مجھے میرے والد عروہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز پڑھنے کے لیے سورج طلوع اور غروب ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو۔“

۵۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَحْرُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا)). [اطرافہ فی: ۵۸۵،

۵۸۹، ۱۱۹۲، ۱۶۲۹، ۳۲۷۳] [مسلم:

۱۹۲۴، ۱۹۲۵؛ نسائی: ۵۷۰]

(۵۸۳) حضرت عروہ نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب سورج کا اوپر کا کنارہ طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے لگے اس وقت بھی نماز نہ پڑھو، یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔“ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید قطان کے ساتھ عبدہ بن سلیمان نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۸۳۔ قَالَ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ)) تَابِعُهُ عَبْدَةُ. [طرفہ فی: ۳۲۷۲] [مسلم: ۱۹۲۶]

(۵۸۴) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے ابواسامہ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے، انہوں نے خبیب بن عبد الرحمن سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی خرید و فرخت اور دو طرح کے لباس اور دو وقتوں کی نمازوں سے منع فرمایا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا (اور کپڑوں میں) اشتمال صماء یعنی ایک کپڑا اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لینا کہ شرم گاہ کھل جائے۔ اور (احتباء) یعنی ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے

۵۸۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ خَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ يَبْتَعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَعَنِ الْإِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ

وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَعَنْ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَسَةِ. [راجع: ۳۶۸] [مسلم: فرمایا۔

۳۸۰۳؛ نسائی: ۴۵۲۹؛ ابن ماجہ: ۱۲۴۸،

[۲۱۶۹، ۳۵۶۰]

تشریح: دن رات میں کچھ وقت ایسے ہیں جن میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ سورج نکلنے وقت اور ٹھیک دوپہر میں اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک۔ ہاں اگر کوئی فرض نماز قضا ہوگئی ہو اس کا پڑھ لینا جائز ہے۔ اور فجر کی سنتیں بھی اگر نماز سے پہلے نہ پڑھی جاسکی ہوں تو ان کو بھی بعد جماعت فرض پڑھا جاسکتا ہے۔ جو لوگ جماعت ہوتے ہوئے فجر کی سنت پڑھتے رہتے ہیں وہ حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

دو لباسوں سے مراد ایک اشتمال صماء ہے یعنی ایک کپڑے کا سارے بدن پر اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ اور احتباء ایک کپڑے میں گوٹ مار کر اس طرح بیٹھنا کہ پاؤں پیٹ سے الگ ہوں اور شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔

دو خرید و فروخت میں اول بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری یا بائع جب اپنا کپڑا اس پر پھینک دے تو وہ بیع لازم ہو جائے اور بیع ملامسہ یہ کہ مشتری بائع کا کپڑا چھولے تو بیع پوری ہو جائے۔ اسلام نے ان سب کو بند کر دیا۔

بَابُ: لَا تَتَحَرَّى الصَّلَاةُ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

باب: اس بارے میں کہ سورج چھینے سے پہلے قصد کر کے نماز نہ پڑھے

۵۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا)). [راجع: ۵۸۲] [مسلم: ۱۹۲۴]

(۵۸۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی تم میں سے انتظار میں نہ بیٹھا رہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح سورج کے ڈوبنے کے انتظار میں بھی نہ رہنا چاہیے۔“

۵۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَانِئٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجُنْدِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ)).

(۵۸۶) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن ساعد کی، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا مجھ سے عطاء بن یزید جندی لیشی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھی جائے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔“

[اطرافہ فی: ۱۱۸۸، ۱۱۹۷، ۱۸۶۴، ۱۹۹۲،

۱۹۹۵] [مسلم: ۱۹۲۳؛ نسائی: ۵۶۶]

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَصَلُّونَ صَلَاةً، لَقَدْ صَحَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهِمَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا، يَعْنِي: الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرفه فی: ۳۷۶۶]

(۵۸۷) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ابو التیاح یزید بن حمید سے، کہا کہ میں نے حمران بن ابان سے سنا، وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا: تم لوگ تو ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ حضرت معاویہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعتوں سے تھی۔ (جسے آپ کے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے)۔

تشریح: اسماعیل کی روایت میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا، حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد دو سنتوں کو منع کیا۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ان کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر آپ ﷺ ان کو مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اکثر علمائے اے خصوصیات نبوی میں شمار کیا ہے، جیسا وصال کا روزہ آپ رکھتے تھے اور امت کے لئے منع فرمایا۔ اس طرح امت کے لئے عصر کے بعد نفل نمازوں کی اجازت نہیں ہے۔

۵۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. [راجع: ۳۶۸]

(۵۸۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدہ نے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ سے خبر دی، انہوں نے خیب سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

بَاب: اس شخص کی دلیل جس نے فقط عصر اور فجر

کے بعد نماز کو مکروہ رکھا ہے

اس کو حضرت عمر، ابن عمر، ابوسعید اور ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم نے بیان کیا۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍ، قَالَ: أَصَلِّيْتُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ، لَا أَنَّهُى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ أَنْ لَا تَحْرَوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ

(۵۸۹) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ کسی کو روکتا نہیں۔ دن اور رات کے جس حصہ میں جی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ سورج کے طلوع اور

وَلَا غُرُوبَهَا. [راجع: ۵۸۲] [مسلم: ۱۹۲۵] غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔

تشریح: عین زوال کے وقت بھی نماز پڑھنے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی ایسی روایت اس باب میں نہیں ملی جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

بَابُ مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوَهَا

باب: عصر کے بعد قضا نمازیں یا اس کے مانند مثلاً جنازہ کی نماز وغیرہ پڑھنا

وَقَالَ: كُرِبَتْ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ: ((شَعَلَيْنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ)).

اور کریم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ ”بنو عبد القیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔“

تشریح: چنانچہ ان کو آپ نے بعد عصر ادا فرمایا۔ پھر آپ گھر میں ان کو ادا کرتے ہی رہے۔ اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے، امت کے لئے یہ منع ہے۔ مگر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محدثین نے اس سے دلیل لی ہے کہ فوت شدہ نوافل کا عصر کے بعد پڑھنا بھی درست ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔

۵۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَّاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكْتُهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ، وَمَا لَقِيَ اللَّهَ حَتَّى تَقُلَّ عَنِ الصَّلَاةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا، وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقَّلَ عَلَى أُمَّتِهِ، وَكَانَ يُجِبُ مَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ. [اطرافہ فی: ۵۹۲، ۵۹۳، ۱۶۳۱]

۵۹۰) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد بن ایمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں بلا لیا۔ آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے چالے۔ اور آپ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ پھر اکثر آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پوری پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ رضی اللہ عنہم بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو، انہیں آپ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپ کو اپنی امت کا ہلکا رکھنا پسند تھا۔

تشریح: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں داخل تھی۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ابْنُ أُخْتِي، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ. [راجع: ۵۹۰] [مسلم: ۱۹۳۵]

۵۹۱) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ تظان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے بھانجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً: رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

(۵۹۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبانی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمن بن اسود نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے، صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔

[راجع: ۵۹۰] [مسلم: ۱۹۳۶؛ نسائی: ۵۷۶]

تشریح: یعنی آپ گھر تشریف لاکر ضروران کو پڑھ لیا کرتے تھے، اور یہ عمل آپ کے ساتھ خاص تھا۔

۵۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهَدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [طرفه في: ۵۹۰] [مسلم:

(۵۹۳) ہم سے محمد بن عزرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابواسحاق سے بیان کیا، کہا کہ ہم نے اسود بن یزید اور مسروق بن اجدع کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کہنے پر گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ جب میرے گھر میں عصر کے بعد تشریف لاتے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

۱۹۳۷؛ ابوداؤد: ۱۲۷۹؛ نسائی: ۵۷۵]

تشریح: گمراہی کے لئے آپ ﷺ نے عصر کے بعد نفل نمازوں سے منع فرمایا۔

بَابُ التَّبَكُّيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

باب: ابر کے دنوں میں نماز کے لیے جلدی کرنا

(یعنی سویرے پڑھنا)

۵۹۴۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا الْمَلِيحِ، حَدَّثَهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ: يَكْرُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَوَكَّأَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ)). [راجع: ۵۵۳]

(۵۹۴) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن سوانی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، وہ قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالملیح عامر بن اسامہ ہذلی نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم ابر کے دن ایک مرتبہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی کے ساتھ تھے، انہوں نے فرمایا کہ نماز سویرے پڑھا کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔"

تشریح: یعنی اس کے اعمال خیر کا ثواب مٹ گیا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل کر کے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے اسماعیلی نے نکالا ہے اور جس میں صاف یوں ہے کہ ابر کے دن نماز سویرے پڑھ لو۔ کیونکہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی۔ اس کے سارے نیک اعمال برباد ہو گئے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی عادت ہے کہ وہ باب ہی اس حدیث پر لاتے ہیں۔ جس سے آپ کا مقصد دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ جس کو آپ نے بیان نہیں فرمایا۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب: وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھتے وقت

اذان دینا

۵۹۵) ہم سے عمران بن میسرہ نے روایت کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمن نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا ہم (خیر سے لوٹ کر) نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اب پڑاؤ ڈال دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ڈر ہے کہیں نماز کے وقت بھی سوتے نہ رہ جاؤ۔“ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بولے کہ میں آپ سب لوگوں کو جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیٹھ کجاوہ سے لگالی۔ اور ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کے اوپر کا حصہ نکل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”بلال! تو نے کیا کہا تھا؟ وہ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہاری ارواح کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے۔ اے بلال! اٹھ اور اذان دے۔“ پھر آپ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر روشن ہو گیا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔

۵۹۵۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَسْتُ بِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ)) قَالَ بِلَالٌ: أَنَا أَوْ قَطُّكُمْ فَأَضْطَجَعُوا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَيَّ رَاحِلَتِهِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَاسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ: ((يَا بِلَالُ! أَيْنَ مَا قُلْتَ؟)) قَالَ: مَا أَقْبَيْتَ عَلَيَّ نَوْمَةً مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ قَبِضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ، يَا بِلَالُ! قُمْ فَادْنُ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ)) فَتَوَضَّأَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْتِأَسَتْ قَامَ فَصَلَّى. [طرفة في:

[۷۴۷۱] [ابوداؤد: ۴۳۹، ۴۴۰]

تشریح: اس حدیث شریف سے قضا نماز کے لئے اذان دینا ثابت ہوا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قدیم قول یہی ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام احمد ابو ثور اور ابن منذر رضی اللہ عنہم کا۔ اور الحمدیث کے نزدیک جس نماز سے آدمی سو جائے یا بھول جائے پھر جاگے یا یاد آئے۔ اور اس کو پڑھ لے تو وہ ادا ہوگی نہ کہ قضا کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس کا وقت وہی ہے جب آدمی جاگایا اس کو یاد آئی۔ (مولانا وحید الرحمان رضی اللہ عنہ)

باب: اس کے بارے میں جس نے وقت نکل

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً

جانے کے بعد قضاء نماز لوگوں کے ساتھ جماعت

بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

سے پڑھی

۵۹۶) ہم سے معاذ بن فضالہ نے حدیث نقل کی، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے

۵۹۶۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ،

جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا كَذْتُ أَصْلِي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا)) فَقَمْنَا إِلَى بَطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ، وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر (ایک مرتبہ) سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور وہ کفار قریش کو برا بھلا کہہ رہے تھے، اور آپ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سورج غروب ہو گیا، اور نماز عصر پڑھنا میرے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز میں نے بھی نہیں پڑھی۔“ پھر ہم وادی بطنان میں گئے۔ اور آپ نے وہاں نماز کے لیے وضو کیا، ہم نے بھی وضو بنایا، اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ پہلے آپ نے عصر پڑھائی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

[اطرافہ فی: ۵۹۸، ۶۴۱، ۹۴۵، ۴۱۱۲]

تشریح: جنگ خندق یا احزاب ۵ھ میں ہوئی۔ تفصیلی ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ مگر آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ لوگوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے۔ لہذا یہ نماز بھی آپ نے جماعت ہی سے پڑھی ہوگی۔ اور اسماعیلی کی روایت میں صاف یوں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قوله ما كادت) لفظه كاد من افعال المقاربة فاذا قلت: كاد زيد يقوم فهم منه انه قارب القيام ولم يقم كما تقرر في النحو والحديث يدل على وجوب قضاء الصلوة المتروكة لعذر الاشتغال بالقتال وقد وقع الخلاف في سبب ترك النبي ﷺ واصحابه لهذه الصلوة فقيل: تركوها نسيانا وقيل: شغلوا فلم يتمكنوا وهو الاقرب كما قال الحافظ وفي سنن النسائي عن ابي سعيد ان ذلك قبل ان ينزل الله في صلوة الخوف ﴿فربحالا او ركبانا﴾ وسياقي الحديث وقد استدلل بهذا الحديث على وجوب الترتيب بين الفوائت المقضية والموادة..... الخ.“ (نيل الاوطار ج ۲ ص ۳۱)

(یعنی لفظ کاد افعال متقاربہ سے ہے۔ جب تم کاد زید يقوم (یعنی زید قریب ہوا کہ کھڑا ہو) بولو گے تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زید کھڑے ہونے کے قریب تو ہوا مگر کھڑا نہ ہو سکا جیسا کہ خویش قاعدہ مقرر ہے۔ پس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کا مقصد یہ کہ نماز عصر کے لئے انہوں نے آخر وقت تک کوشش کی مگر وہ ادا نہ کر سکے۔

حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں نفی کی جگہ اثبات ہے کہ آخر وقت میں انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ مگر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت اور حدیث کا سیاق و سباق بتلا رہا ہے کہ نفی ہی کا ترجمہ درست ہے کہ وہ نماز عصر ادا نہ کر سکے تھے۔ اسی لئے وہ خود فرما رہے ہیں کہ ”فتوضأ للصلوة وتوضأنا لها۔“ (کہ آپ نے بھی وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضو کیا)

یہ حدیث دلیل ہے جو کہ نمازیں جنگ و جہاد کی مشغولیت یا اور کسی شرعی وجہ سے چھوٹ جائیں ان کی قضا واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نماز کیوں ترک ہوئیں۔ بعض بھول چوک کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اور بعض کا بیان ہے کہ جنگ کی تیزی اور مصروفیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اور نسائی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ صلوة خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب کہ حکم تھا کہ حالت جنگ میں پیدل یا سوار جس طرح بھی ممکن ہو نماز ادا کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فوت ہونے والی نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ بَابُ جَوْشَخْصٍ كَوْنِي نَمَازٍ بَهُولٍ جَائِي تَوْجِبُ يَادَايَ

اِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةِ

اس وقت پڑھ لے۔ اور فقط وہی نماز پڑھے

اور ابراہیم نخعی نے کہا جو شخص بیس سال تک ایک نماز چھوڑ دے تو فقط وہی ایک نماز پڑھ لے۔

(۵۹۷) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آ جائے اس کو پڑھ لے۔ اس قضا کے سوا اور کوئی کفارہ اس کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اور (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) نماز میرے یاد آنے پر قائم کر۔“ موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ہمام نے حدیث بیان کی کہ میں نے قتادہ سے سنا وہ یوں پڑھتے تھے: ”نماز پڑھ میری یاد کے لیے۔“

جہاں بن بلال نے کہا، ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، پھر ایسی ہی حدیث بیان کی۔

تشریح: اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ قضا شدہ نماز دوبار پڑھے، ایک بار جب یاد آئے اور دوسری بار دوسرے دن اس کے وقت پڑھے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے آیت مبارکہ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (۱۳۰: طہ/۲۰) اس لئے تلاوت فرمائی کہ قضا نماز جب بھی یاد آ جائے اس کا وہی وقت ہے۔ اسی وقت اسے پڑھ لیا جائے۔ شارحین لکھتے ہیں: ”فی الایة وجوه من المعانی اقربها مناسبة بذلك الحديث ان يقال اقم الصلوة وقت ذکرها فان ذکر الصلوة هو ذکر الله تعالیٰ او یقدر المضاف فیقال اقم الصلوة وقت ذکر صلوتی۔“ یعنی نماز یاد آنے کے وقت پر قائم کرو۔

بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُولَى

بَابُ: اِذَا كُنِيَ نَمَازِ قَضَاءِ هُوَ جَائِزٌ تَوَانُ كَوْتَرْتِيبِ

کے ساتھ پڑھنا

(۵۹۸) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے حدیث بیان کی، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے جو ابی کثیر کے بیٹے ہیں حدیث بیان کی ابوسلمہ سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر (ایک دن) کفار کو برا

۵۹۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ

كُفَّارَهُمْ فَقَالَ: مَا كَذْتُ أَصَلِّيَ الْعَصْرَ بَهْلًا كَهَيْئَةِ الْبُهْلَانِ فِي الْوَادِيَةِ (لڑائی کی وجہ سے) حَتَّىٰ غَرَبَتِ الشَّمْسُ. قَالَ: فَتَزَلْنَا بِطَحَّانٍ، نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم وادی بطحان کی طرف فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ. [راجع: ۵۹۶]

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کی۔ ثابت ہوا کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا خیال ضروری ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کی نماز کے بعد سمر یعنی دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے

السَّامِرُ مِنَ السَّمْرِ، وَالْجَمِيعُ السَّمَارُ، وَالسَّامِرُ هَهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمِيعِ. سامر کا لفظ جو قرآن میں ہے سمر ہی سے نکلا ہے۔ اس کی جمع سمار ہے اور لفظ سامر اس جگہ جمع کے معنی میں ہے۔

تشریح: سورہ مؤمنون میں یہ آیت ہے: ﴿مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ﴾ (۳۳/مؤمنون: ۶۷) یعنی ”تم ہماری آیتوں پر اڑکے بے ہودہ ہو اس کیا کرتے تھے“ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہ عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ قرآن شریف کا آجائے تو اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔

۵۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْهَالِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي: حَدَّثَنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ. قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ الْعِشَاءُ. قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْتَقِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السُّنَنِ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ۵۹۱]

۵۹۹) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے عوف اعرابی نے، کہا کہ ہم سے ابو المنہال سیار بن سلامہ نے، انہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ سلامہ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے میرے والد صاحب نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کن کن اوقات میں) پڑھتے تھے۔ ہم سے اس کے بارے میں بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ہجیر (ظہر) جسے تم صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہو سورج ڈھلتے ہی پڑھتے تھے۔ اور آپ کے عصر پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص اپنے گھر واپس ہوتا اور وہ بھی مدینہ کے سب سے آخری کنارہ پر تو سورج ابھی صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں آپ نے جو کچھ بتایا مجھے یاد نہیں رہا۔ اور فرمایا کہ عشاء میں آپ تاخیر پسند فرماتے تھے۔ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ صبح کی نماز سے جب آپ فارغ ہوتے تو ہم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان لیتے۔ آپ ﷺ فجر میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔

بَابُ السَّمْرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: اس بارے میں کہ مسئلے مسائل کی باتیں اور نیک باتیں عشاء کے بعد بھی کرنا درست ہے

(۶۰۰) ہم سے عبد اللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو علی عبید اللہ حنفی نے کہا، ہم سے قرہ بن خالد سدوسی نے، انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بڑی دیر کی۔ اور ہم آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب ان کے اٹھنے کا وقت قریب ہو گیا تو آپ آئے اور (بطور معذرت) فرمایا کہ میرے ان پڑوسیوں نے مجھے بلایا تھا (اس لیے دیر ہو گئی) پھر بتلایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھی رات ہو گئی تو آپ تشریف لائے، پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ دیا۔ پس آپ نے فرمایا: ”دوسروں نے نماز پڑھ لی اور سوغے۔ لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہو گویا نماز ہی کی حالت میں رہے ہو۔“ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر لوگ کسی خیر کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو وہ بھی خیر کی حالت ہی میں ہیں۔ قرہ بن خالد نے کہا کہ حسن کا یہ قول بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَبَّاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: انْتَقَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَأَتْ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ: دَعَانَا جَبْرَانُنَا هُوَ لَاءِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَتْ سَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا، ثُمَّ حَاطَبَنَا فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَقَرْتُمُ الصَّلَاةَ)) [قَالَ الْحَسَنُ] وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُونَ فِي خَيْرٍ مَا انْتَقَرُوا الْخَيْرَ. قَالَ قُرَّةٌ: هُوَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (راجع: ۵۷۲)

توضیح: ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہما رات میں مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اور میں بھی اس میں شریک رہتا تھا۔ یعنی اگرچہ عام حالات میں عشاء کے بعد سو جانا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی کار خیر پیش آ جائے یا علمی و دینی کوئی کام کرنا ہو تو عشاء کے بعد جاگنے میں بشرطیکہ صبح کی نماز چھوٹنے کا خطرہ نہ ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا روزانہ رات میں تعلیم کے لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے لیکن آج آنے میں دیر کی اور اس وقت آئے جب یہ تعلیمی مجلس حسب معمول ختم ہو جانی چاہیے تھی۔ حضرت حسن نے اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دیر میں نماز پڑھائی اور یہ فرمایا۔ یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ پہلے بھی گزر چکی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد دین اور بھلائی کی باتیں کرنا ممنوع نہیں ہے۔

(۶۰۱) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی۔ کہا کہ مجھ سے سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابو بکر بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اپنی زندگی کے آخری زمانے میں۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”اس رات کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے؟ آج اس روئے زمین پر جتنے انسان زندہ ہیں۔ سو

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي حَمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ

لَيْتَكُمْ هَذِهِ ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مَنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)) فَوَهَلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ ، وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ)) يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرُمُ ذَلِكَ الْقَرْنُ. [راجع: ۱۱۶]

سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کا کلام سمجھنے میں غلطی کی اور مختلف باتیں کرنے لگے۔ (ابومسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سو برس بعد قیامت آئے گی) حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ ”جو لوگ آج (اس گفتگو کے وقت) زمین پر بستے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آج سے ایک صدی بعد باقی نہیں رہے گا۔“ آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ سو برس میں یہ قرن گزر جائے گا۔

تشریح: سب سے آخر میں انتقال کرنے والے صحابی ابو الطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی پشین گوئی کے ٹھیک سو سال بعد۔ کچھ لوگوں نے اس حدیث کو سن کر یہ سمجھ لیا تھا کہ سو سال بعد قیامت آ جائے گی۔ حالانکہ حدیث نبوی کا نشانہ یہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ سو برس گزرنے پر ایک دوسری نسل وجود میں آگئی ہوگی۔ اور موجودہ نسل ختم ہو چکی ہوگی۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ السَّمْرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

باب: اپنی بیوی یا مہمان سے رات کو (عشاء کے بعد) گفتگو کرنا

۶۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنِ سُلَيْمَانَ ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ ، أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ ، كَانُوا أَنَاسًا فَقَرَاءَ ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَلَاثٍ ، وَإِنْ أَرْبَعٍ فَخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ)) وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشْرَةٍ ، قَالَ: فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي۔ وَلَا أُذْرِي هَلْ قَالَ: وَأَمْرَاتِي وَخَادِمٌ بَيْنَ بَيْنِنَا وَبَيْنَتِ أَبِي بَكْرٍ۔ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صَلَّيْتَ الْعِشَاءَ ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَى النَّبِيُّ ﷺ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ ، قَالَتْ لَهُ أَمْرَاتُهُ: [وَمَا حَبَسْنَاكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ: ضَيْفِكَ؟ قَالَ: أَمَّا عَشِيَّتِيهِمْ؟ قَالَتْ: أَبْوَا حَتَّى

(۶۰۲) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان بن طرخان نے، کہا کہ ہم سے ابو عثمان نہدی نے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ اصحاب صفہ نادار و مسکین لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ تیسرے (اصحاب صفہ میں سے کسی) کو اپنے ساتھ لیتا جائے۔ اور جس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو سائبان والوں میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔“ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمی اپنے ساتھ لائے۔ اور نبی کریم ﷺ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ گھر کے افراد میں اس وقت باپ، ماں اور میں تھا۔ ابو عثمان راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ عبد الرحمن بن ابی بکر نے یہ کہا یا نہیں کہ میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابو بکر رضی اللہ عنہما دونوں کے گھر کے لیے تھا یہ بھی تھے۔ خیر ابو بکر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے یہاں ٹھہر گئے۔ (اور غالباً کھانا بھی وہیں کھایا۔ صورت یہ ہوئی کہ) نماز عشاء تک وہیں رہے۔ پھر (مسجد سے) نبی کریم ﷺ حجرہ مبارک میں آئے اور وہیں ٹھہرے رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ نے

تَجِيءٌ، فَذَعْرُضُوا فَأَبْوَا۔ قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا
فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ: يَا غَنُشْرُ، فَجَدَعٌ وَسَبٌّ،
وَقَالَ: كُلُوا لَا هَيْنَا لَكُمْ۔ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا
أَطْعَمُهُ أَبَدًا، وَإِيمُ اللَّهِ! مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ
لُقْمَةٍ إِلَّا رَبًّا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا۔ قَالَ:
سَبِعُوا۔ وَصَارَتْ أَكْثَرُ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ
ذَلِكَ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ
أَوْ أَكْثَرُ [مِنْهَا]۔ فَقَالَ لِأَمْرَأَتِهِ: يَا أُخْتُ بَنِي
فِرَاسٍ مَا هَذَا؟ قَالَتْ: لَا وَفَرَّةٌ عَيْنِي لِي هِيَ
الآن أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ، فَأَكَلَ
مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ
الشَّيْطَانِ۔ يَغْنِي يَمِينَهُ۔ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً،
ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ،
وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِ عَقْدَةَ، فَمَضَى الْأَجَلَ،
فَفَرَقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ
أُنَاسٌ، وَاللَّهِ أَغْلَمَ كَمَّ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوا
مِنْهَا أَجْمَعُونَ، أَوْ كَمَا قَالَ. [اطرافه في:
٣٥٨١، ٦١٤٠، ٦١٤١] [مسلم: ٥٣٦٥،

٥٣٦٦؛ ابوداؤد: ٣٢٧٠، ٣٢٧١]

بھی کھانا کھالیا۔ اور رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے
چاہا تو آپ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی (ام رومان) نے کہا کہ کیا بات
پیش آئی کہ مہمان کی خبر بھی آپ نے نہ لی۔ یا یہ کہا کہ مہمان کی خبر نہ لی۔
آپ نے پوچھا: کیا تم نے ابھی انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ ام رومان
نے کہا: میں کیا کروں، آپ کے آنے تک انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔
کھانے کے لیے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔ عبدالرحمن بن ابی
بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ڈر کر چھپ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پکارا: اے
غنشر! (یعنی اوپاجی) آپ نے برا بھلا کہا اور کونسنے دیئے۔ فرمایا کہ کھاؤ
تمہیں مبارک ہو! خدا کی قسم! میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا۔ (آخر
مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا) (عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا) اللہ گواہ ہے کہ ہم ادھر
ایک لقمہ لیتے تھے اور نیچے سے پہلے سے بھی زیادہ کھانا ہو جاتا تھا۔ بیان کیا
کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے۔ اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ گیا۔ ابو
بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کھانا پہلے ہی اتایا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اپنی بیوی
سے بولے: بنو فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھ
کی ٹھنڈک کی قسم! یہ تو پہلے سے تین گنا ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ کھانا
کھایا۔ اور کہا کہ میرا تم کھانا ایک شیطانی دوسرہ تھا۔ پھر ایک لقمہ اس میں
سے کھایا۔ اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بقیہ کھانا لے گئے اور آپ کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صبح تک آپ کے پاس رکھا رہا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ ہم مسلمانوں کا ایک دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معاہدہ تھا۔ اور
معاہدہ کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ (اس قبیلہ کا وفد معاہدہ سے متعلق بات
چیت کرنے مدینہ آیا ہوا تھا) ہم نے ان میں سے بارہ آدمی جدا کئے اور ہر
ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے اللہ کو ہی معلوم ہے ان سب نے اس میں سے
کھایا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا ہی کہا۔

تشوہج: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کو گھر بھیج دیا تھا اور گھر والوں کو کہلوا بھیجا تھا کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دیں۔ لیکن مہمان یہ چاہتے تھے کہ آپ ہی
کے ساتھ کھانا کھائیں۔ ادھر آپ مطمئن تھے۔ اس لئے یہ صورت پیش آئی۔ پھر آپ کے آنے پر انہوں نے کھانا کھلایا۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے
کہ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ اور اس کے بعد بھی کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ کرامت اولیا برحق
ہے۔ مگر اہل بدعت نے جو جھوٹی کرامتیں گھڑ لی ہیں۔ وہ محض لائینی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کِتَابُ الْأَذَانِ

اذان کے مسائل کا بیان

باب: اس بیان میں کہ اذان کیوں شروع ہوئی،

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ”اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو، تو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ ناسمجھ ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”جب تمہیں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے (تو اللہ کی یاد کرنے کی لیے فوراً چلے آؤ)۔“ (۶۰۳) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن میسرہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے خالد نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ (نماز کے وقت کے اعلان کے لیے) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ پھر یہود و نصاریٰ کا ذکر آ گیا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ۔

بابُ بَدْيِ الْأَذَانِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوءًا وَكِبْرًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [المائدة: ۵۸] وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾. [الجمعة: ۹] ۶۰۳- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ، فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةَ. [اطرافه في:

۶۰۵، ۶۰۷، ۶۰۶، ۳۴۵۷]

[مسلم: ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱؛ ابوداؤد:

۵۰۸، ۵۰۹؛ ترمذی: ۱۹۳؛ نسائی: ۶۲۶؛ ابن

ماجہ: ۷۲۹، ۷۳۰]

تشریح: امیر المومنین امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاذان قائم فرما کر باب بدء الاذان کو قرآن پاک کی دو آیات مقدسہ سے شروع فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ اذان کی فضیلت قرآن شریف سے ثابت ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اذان کی ابتدا مدینہ میں ہوئی کیونکہ یہ دونوں سورتیں جن کی آیات نقل کی گئی ہیں یعنی سورہ مائدہ اور سورہ جمعہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اذان کی تفصیلات کے متعلق حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وہو فی اللغة الاعلام وفي الشرع الاعلام بوقت الصلوة بالفاظ مخصوصة۔“ یعنی لغت میں اذان کے معنی اطلاع کرنا اور شرع میں مخصوص لفظوں کے ساتھ نمازوں کے اوقات کی اطلاع کرنا۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد سوچا گیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے وقت مقررہ پر کس طرح اطلاع کی جائے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ و مجوس کے مرد و عورتوں کے لئے آئے۔ جو وہ اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کو بلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں ان سب چیزوں کو ناپسند کیا گیا کہ عبادت الہی کے بلانے کے لئے گھنٹے یا ناقوس کا استعمال کیا جائے۔ یا اس کی اطلاع کے لئے آگ روشن کر دی جائے۔ یہ مسئلہ

اذان کے مسائل کا بیان

دریغش ہی تھا کہ ایک صحابی عبداللہ بن زید انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو نماز کے وقتوں کی اطلاع کے لئے مرتبہ اذان کے الفاظ سکھا رہا ہے۔ وہ صبح اس خواب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے آئے تو دیکھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ بھی حلیفہ بیان دیتے ہیں کہ خواب میں ان کو بھی ہو بہو ان ہی کلمات کی تلقین کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیانات کو سن کر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچے ہیں۔ اب یہی طریقہ رائج کر دیا گیا۔ یہ خواب کا واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے سال ہی کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے تہذیب المعجم میں بیان کیا ہے کہ آپ نے جناب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”تم یہ الفاظ بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو، ان کی آواز بہت بلند ہے۔“

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث میں تکبیر (اقامت) کے الفاظ ایک ایک مرتبہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قال الخطابی: مذهب جمهور العلماء والذي جرى به العمل في الحرمين والحجاز والشام واليمن ومصر والمغرب الى اقصى بلاد الاسلام ان الاقامة فرادى۔“ (ذیل) یعنی امام خطابی نے کہا کہ جمہور علما کا یہی فتویٰ ہے تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ حرثین اور حجاز اور شام اور یمن اور مصر اور دراز تک تمام ممالک اسلامیہ غریبہ میں یہی معمول ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جاتی ہے۔ اگرچہ تکبیر اقامت میں جملہ الفاظ کا دو دو دفعہ مثل اذان کے کہنا بھی جائز ہے۔ مگر ترجیح اسی کو ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ مگر برادران احناف اس کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اکہری تکبیر سن کر بیشتر چونک جاتے ہیں اور دوبارہ تکبیر اپنے طریق پر کہلواتے ہیں۔ یہ رویہ کس قدر غلط ہے کہ ایک امر جائز جس پر دنیا کے اسلام کا عمل ہے اس سے اس قدر نفرت کی جائے۔ بعض علمائے احناف نے اکہری تکبیر والی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور کئی طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔

حضرت شیخ الکبیر والحديث الجليل علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”والحق ان احاديث افراد الاقامة صحيحة ثابتة محكمة ليست بمسوخة ولا بماولقة۔“ (تحفة الاحوذی) یعنی حق بات یہی ہے کہ اکہری تکبیر کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔ اس قدر مضبوط کہ نہ وہ منسوخ ہیں اور نہ تاویل کے قابل ہیں۔ اسی طرح تکبیر دو دو دفعہ کہنے کی احادیث بھی محکم ہیں۔ پس میرے نزدیک تکبیر اکہری کہنا بھی جائز ہے اور دہری کہنا بھی جائز ہے۔ تکبیر اکہری کے وقت الفاظ قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة دو دو دفعہ کہنے ہوں گے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وهو مع قلة الفاظه مشتمل على مسائل العقائد كما بين ذلك الحافظ في الفتح نقلًا عن القرطبي۔“ یعنی اذان میں اگرچہ الفاظ تھوڑے ہیں مگر اس میں عقائد کے بہت سے مسائل آگئے ہیں جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

”اذان کے کلمات باوجود قلت الفاظ دین کے بنیادی عقائد اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ سب سے پہلا لفظ ”اللہ اکبر“ یہ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور سب سے بڑا ہے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ ”اشهد ان لا اله الا الله“ بجائے خود ایک عقیدہ ہے اور کلمہ شہادت کا جزو۔ یہ لفظ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اور یکتا ہے۔ اور وہی معبود ہے۔ کلمہ شہادت کا دوسرا جزو ”اشهد ان محمدا رسول الله“ ہے۔ جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی گواہی دی جاتی ہے۔ ”حی علی الصلوة“ پکارے اس کی کہ جس نے اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے وہی نماز کے لئے آئے کہ نماز قائم کی جا رہی ہے۔ اس نماز کے پہنچانے والے اور اپنے قول و فعل سے اس کے طریقوں کو بتلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اس لئے آپ کی رسالت کی شہادت کے بعد فوراً ہی اس کی دعوت دی گئی۔ اور اگر نماز آپ نے پڑھی اور تمام واکمال آپ نے اسے ادا کیا تو یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ آپ نے ”فلاح“ حاصل کر لی۔ ”حی علی الفلاح“ نماز کے لئے آئیے! آپ کو یہاں فلاح یعنی بقائے دائم اور حیات آخرت کی ضمانت دی جائے گی، آئیے، چلے آئیے، کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی کے سایہ میں آپ کو دنیا اور آخرت کے شرد و آفات سے پناہ مل جائے گی۔ اول بھی اللہ اور آخر بھی اللہ۔ خالق کل، مالک یکتا اور معبود، پس اس کی دی ہوئی ضمانت سے بڑھ کر اور کون سی ضمانت ہو سکتی ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا اله الا الله۔“ (تفہیم البخاری)

۶۰۴) ہم سے مجود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے، کہا کہ ہمیں عبدالملک ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مسلمان (ہجرت کر کے) مدینہ پہنچے تو وقت مقرر کر کے نماز کے لیے آتے تھے۔ اس کے لیے اذان نہیں دینی جاتی تھی۔ ایک دن اس بارے میں مشورہ ہوا۔ کسی نے کہا نصاریٰ کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا (بگل) بنا لو، اس کو پھوک دیا کرو۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لیے پکار دیا کرے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی راہے کو پسند فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ ”بلال! اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔“

۶۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَقُولُ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ، لَيْسَ يَنَادِي لَهَا، فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوا نَافُوسًا مِثْلَ نَافُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ يَوْفًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ، فَقَالَ عُمَرُ: أَوْلَا تَبْعُونَ رَجُلًا يَنَادِي بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (يَا بِلَالُ اقْمِ فَنَادٍ بِالصَّلَاةِ)). [مسلم: ۸۳۷]

ترمذی: ۱۹۰؛ نسائی: ۶۲۵

بَابُ: الْأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى

باب: اس بارے میں کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دہرائے جائیں

۶۰۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا سماک بن عطیہ سے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور سوا ”قد قامت الصلوة“ کے تکبیر کے کلمات ایک ایک دفعہ کہیں۔

۶۰۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَمَّاكِ بْنِ عَطِيَّةٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ. [راجع: ۶۰۳]

۶۰۶) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، ہم سے خالد بن مهران حذاء نے ابوقلابہ عبدالرحمن بن زید حرثی سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو مشورہ ہوا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ نماز کے وقت کا اعلان ہو جسے سب لوگ سمجھ لیں۔ کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ آگ روشن کی جائے۔ یا نرسنگا کے ذریعہ اعلان کریں۔ لیکن آخر میں بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔

۶۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - هُوَ ابْنُ سَلَامٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَاءِ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: ذَكِّرُوا أَنْ يُعْلَمُوا وَقْتُ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ، فَذَكِّرُوا أَنْ يُؤْرُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَافُوسًا، فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةَ. [راجع: ۶۰۳]

اذان کے مسائل کا بیان

تشریح: اذان کے بارے میں بعض روایات میں پندرہ کلمات وارد ہوئے ہیں جیسا کہ عوام میں اذان کا مروجہ طریقہ ہے۔ بعض روایات میں انیس کلمات آئے ہیں اور یہ اس بنا پر کہ اذان ترجیح کے ساتھ دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے ہر دو کلموں کو پہلے دو مرتباً ہستہ ہستہ کہا جائے پھر ان ہی کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان۔ یعنی ترجیح کے ساتھ اذان کہنے کے بیان میں۔ پھر آپ یہاں حدیث ابو محمد زہری رضی اللہ عنہ کو لائے ہیں۔ جس سے اذان میں ترجیح ثابت ہے۔ چنانچہ خود امام ترمذی فرماتے ہیں:

”قال ابو عیسیٰ حدیث ابی محذوره فی الاذان حدیث صحیح وقد روی عنہ من غیر وجہ وعلیہ العمل بمکة وهو قول الشافعی۔“

یعنی اذان کے بارے میں ابو محمد زہری کی حدیث صحیح ہے۔ جو مختلف طرق سے مروی ہے۔ مکہ شریف میں اسی پر عمل ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام نووی حدیث ابو محمد زہری کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”فی هذا الحدیث حجة بینة ودلالة واضحة لمذهب مالك والشافعی وجمهور العلماء ان الترجیع فی الاذان

ثابت مشروع وهو العود الی الشهادتین مرتین برفع الصوت بعد قولهما مرتین بخفض الصوت۔“ (نووی شرح مسلم)۔
یعنی حدیث ابی محذوره روشن واضح دلیل ہے کہ اذان میں ترجیح مشروع ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے کلمات شہادتین کو آہستہ آواز سے دو مرتبہ ادا کر کے بعد میں بلند آواز سے پھر دو مرتبہ دہرایا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علما کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابو محمد زہری کی روایت ترمذی کے علاوہ مسلم اور ابو داؤد میں بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ فقہائے احناف رضی اللہ عنہم ترجیح کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے روایات ابو محمد زہری کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

ترجیح کے ساتھ اذان کہنے کا بیان: الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”واجب عن هذه الروایات من لم یقل بالترجیع بأجوبة کلها مخدوشة واهية۔“ (تحفة الاحوذی)

یعنی جو حضرات ترجیح کے قائل نہیں ہیں انہوں نے روایات ابو محمد زہری کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جو سب مخدوش اور اہمیت ہیں۔ کوئی ان میں قابل توجہ نہیں۔ ان کی بڑی دلیل عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ جس میں ترجیح کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ میں فجر کی اذان میں کلمات ”الصلوة خیر من النوم“ کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور یہ زیادتی بھی حدیث ابو محمد زہری سے ثابت ہے۔ جسے محترم فقہائے احناف نے قبول فرمایا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ترجیح کے بارے میں بھی حدیث ابو محمد زہری کی زیادتی کو قبول نہ کیا جائے۔

”قلت: فلذلك یقال ان الترجیع وان لم یکن فی حدیث عبداللہ بن زید فقد علمہ رسول اللہ ﷺ ذلك ابا محذوره بعد

ذلك فلما علمہ رسول اللہ ﷺ ابا محذوره كان زیادة علی ما فی حدیث عبداللہ بن زید فوجب استعمالہ۔“ (تحفة الاحوذی)
یعنی اگرچہ ترجیح کی زیادتی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ میں مذکور نہیں ہے مگر جس طرح فجر میں آپ نے ابو محمد زہری رضی اللہ عنہ کو الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ کی زیادتی تعلیم فرمائی ایسے ہی آپ نے ترجیح کی بھی زیادتی تعلیم فرمائی پس اس کا استعمال ضروری ہوا، لہذا ایک ہی حدیث کے نصف حصہ کو لینا اور نصف کا انکار کر دینا قرین انصاف نہیں ہے۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: صاحب تفسیر البخاری (دیوبندی) ترجیح کی اذان کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں:

”ابو محمد زہری رضی اللہ عنہ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مسجد الحرام کا مؤذن مقرر کیا تھا وہ اسی طرح (ترجیح کے ساتھ) اذان دیتے تھے جس

طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ اور ان کا یہ بھی بیان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی طرح سکھایا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں برابر آپ اسی طرح (ترجمہ سے) اذان دیتے رہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طویل دور میں بھی آپ کا یہی عمل رہا کسی نے انہیں اس سے نہیں روکا۔ اس کے بعد بھی مکہ میں اسی طرح اذان دی جاتی رہی۔ لہذا اذان کا یہ طریقہ کردہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صاحب بحر الرائق نے یہی فیصلہ کیا ہے اور اس آخری دور میں حقیقت اور حدیث کے امام حضرت علامہ مانور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فیصلہ کو درست کہا ہے۔ (تفہیم البخاری کتاب اذان، ص ۳/۵۰)

یہ مختصر تفصیل اس لئے دی گئی کہ ہمارے معزز حنفی بھائیوں کی اکثریت اول تو ترجمہ کی اذان سے واقف ہی نہیں اور اگر اتفاقاً کہیں کسی اہلحدیث مسجد میں اسے سن پاتے ہیں تو حیرت سے سنتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ انکار کرتے ہوئے ناک بھون بھی چڑھانے لگ جاتے ہیں۔ ان پر واضح ہونا چاہیے کہ وہ اپنی نادانگیت کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں۔

رہی یہ بحث کہ ترجمہ کے ساتھ اذان دینا افضل ہے یا بغیر ترجمہ کے جیسا کہ عام طور پر مروج ہے اس لفظی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر دو طریقے جائز اور درست ہیں۔ باہمی اتفاق اور رواداری کے لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی وافی ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ شمس الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قلت هذا هو الحق ان الوجہین جائزان ثابتان مشروران سستان من سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ (مرعاۃ المفاتیح، ج: ۱ / ص: ۴۲۲)

یعنی حق یہ ہے کہ ہر دو طریقے جائز اور ثابت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ہیں۔

پس اس بارے میں باہمی طور پر لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات ہی نہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروری مسائل پر لڑنا چھوڑ کر باہمی اتفاق پیدا کریں۔ آمین

باب: إِلَّا قَامَةٌ وَاحِدَةٌ، إِلَّا قَوْلُهُ: باب: اس بارے میں کہ سوائے قد قامت الصلوة کے اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں

۶۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ، قَالَ: أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ، الْأَذَانَ، وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةَ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ فَذَكَرْتُهُ لِأَيُّوبَ فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ. [راجع: ۶۰۳]

(۶۰۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حداء نے ابو قلابہ سے بیان کیا، انہوں نے انس سے کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دفعہ کہیں اور تکبیر میں یہی کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے بتایا کہ میں نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا مگر لفظ قد قامت الصلوة دو ہی دفعہ کہا جائے گا۔

تشریح: امام الحدیثین رحمۃ اللہ علیہ نے اکہری اقامت کے مسنون ہونے کے بارے میں یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے اسے مدلل کیا ہے۔ یہاں صیغہ مجہول امر بلال وارد ہوا ہے۔ مگر بعض طرق صحیحہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامہ“ (کذا رواہ النسائی) یعنی حضرت بلال کو اکہری تکبیر کا حکم فرمانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

محدث مبارکپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں:

”وبهذا ظهر بطلان قول العینی فی شرح الكنز لا حجة لهم فيه لانه لم يذكر الامر فيحتمل ان يكون هو النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

اور غیرہ۔“ (تحفۃ الاحوذی)

یعنی سنن نسائی میں آمدہ تفصیل سے علامہ عینی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہو گیا جو انہوں نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا آپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔ لہذا اس سے اکہری تکبیر کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔ یہ علامہ عینی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاویل کس قدر باطل ہے، مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اکبری تکبیر کے بارے میں احمد، ابو داؤد، نسائی میں اس قدر روایات ہیں کہ سب کو جمع کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قال الحازمی فی کتاب الاعتبار: رای اکثر اهل العلم ان الاقامة فرادی والی هذا المذهب ذهب سعید بن المسيب وعروة بن الزبير والزهری ومالك بن انس واهل الحجاز والشافعی واصحابه والیه ذهب عمر بن عبدالعزیز ومکحول والاوزاعی واهل الشام والیه ذهب الحسن البصری ومحمد بن سيرین واحمد بن حنبل ومن تبعهم من العراقین والیه ذهب یحییٰ بن یحییٰ واسحاق بن ابراهیم الحنظلی ومن تبعهما من الخراسانیین وذهبوا فی ذالک الی حدیث انس انتهی کلام الحازمی۔“ (تحفة الاحوذی)

یعنی امام حازی نے کتاب الاعتبار میں اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے کہ تکبیر اکبری کہنا مسنون ہے۔ ان علامین حجازی، شامی، عراقی اور خراسانی یہ تمام علماء اس کے قائل ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی علامہ حازی صاحب نے پیش فرمائے ہیں۔

آخر میں علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر منصفانہ فیصلہ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”والحق ان احادیث افراد الاقامة صحيحة ثابتة محكمة ليست بمنسوخة ولا بمأولة نعم قد ثبت احادیث ثنية الاقامة ایضا وهی ایضا محكمة ليست بمنسوخة ولا بمأولة وعندی الافراد والثنية كلاهما جائزان والله تعالی اعلم۔“ (تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۱۷۲)

یعنی حق بات یہی ہے کہ اکبری تکبیر والی احادیث صحیح، ثابت، محکم ہیں۔ نہ وہ منسوخ ہیں نہ قابل تاویل ہیں۔ اسی طرح دوہری تکبیر کی احادیث بھی محکم ہیں اور وہ بھی منسوخ نہیں ہیں نہ قابل تاویل ہیں۔ پس میرے نزدیک ہر دو طرح سے تکبیر کہنا جائز ہے۔

کس قدر انفسوس کی بات ہے: ہمارے عوام نہیں بلکہ خواص حنفی حضرات اگر کبھی اتفاقاً کہیں اکبری تکبیر سن پاتے ہیں تو فوراً ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض متعصب اس اکبری تکبیر کو باطل قرار دے کر دوبارہ دوہری تکبیر کہلواتے ہیں۔ اہل علم حضرات سے ایسی حرکت انتہائی مذموم ہے جو اپنی علمی ذمہ داریوں کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی حضرات افتراق امت کے مجرم ہیں جنہوں نے جزئی فردوسی اختلافات کو ہوا دے کر اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد رکھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کا نام تقلید جاہد ہے۔ جب تک امت ان اختلافات کو فراموش کر کے اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش نہ پیدا کرے گی امت میں اتفاق مشکل ہے۔ اگر کچھ مخلص ذمہ دار علماء اس کے لئے تہیہ کر لیں تو کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ جب کہ آج پوری دنیائے اسلام موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عوام و خواص کو بتلایا جائے کہ اتفاق یا یہی کتنی عمدہ چیز ہے۔ الحمد للہ کہ آج تک کسی اہل حدیث مسجد سے متعلق ایسا کوئی نہیں مل سکا کہ وہاں کسی حنفی بھائی نے دوہری تکبیر کہی ہو اس پر اہل حدیث کی طرف سے کبھی بلوہ ہو گیا۔ برخلاف اس کے کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ کلمہ اور قرآن اور کعبہ و وحید و رسالت پر متفق ہو کر اسلام کو سر بلند کرنے کی کوشش کریں۔

باب: اِذَاانِ دینے کی فضیلت کے بیان میں

۶۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُوذِيَ لِلصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطًا حَتَّى

۶۰۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیس نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب نماز کے لیے اِذَاانِ دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔“

لَا يَسْمَعُ التَّائِذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النَّدَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا تَوَبَّ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّشْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرْ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى)). [اطرافه في: ۱۲۲۲، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲]

تاکہ اذان کی آواز سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوئی وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں دوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر۔ ان باتوں کی شیطان یاد دہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“

[۳۲۸۵، ۱۲۳۲] [مسلم: ۸۵۹؛ ابوداؤد: ۵۱۶؛

نسائی: ۶۶۹]

تشریح: شیطان اذان کی آواز سن کر اس لئے بھاگتا ہے کہ اسے آدم کو سجدہ نہ کرنے کا قصہ یاد آ جاتا ہے لہذا وہ اذان نہیں سنتا چاہتا۔ بعض نے کہا اس لئے کہ اذان کی گواہی آخرت میں نہ دینی پڑے۔ چونکہ جہاں اذان کی آواز جاتی ہے وہ سب گواہ بنتے ہیں۔ اس ڈر سے وہ بھاگ جاتا ہے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ کتنے ہی انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان کی آواز سن کر سو جاتے ہیں یا اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ بھی شیطان مردود سے کم نہیں ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت سے نوازے۔

باب: اذان بلند آواز سے ہونی چاہیے

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے (اپنے مؤذن سے) کہا کہ سیدھی سا دھی اذان دیا کرو، ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جا۔

(۶۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیبی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ انصاری سے خبر دی، پھر عبدالرحمن مازنی اپنے والد عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے۔ اس لیے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لیے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لیے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو۔ کیونکہ جن و انس بلکہ تمام ہی چیزیں جو مؤذن کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: أَذُنُ أَذَانًا سَمَحًا وَإِلَّا فَاعْتَزَلْنَا.

۶۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَادْنُ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جَنَّ وَلَا إِنْسٍ وَلَا شَيْءٍ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم.

[طرفاء في: ۳۲۹۶،

[۷۵۴۸] [نسائی: ۶۴۳؛ ابن ماجہ: ۷۲۳]

تشریح: خلیفہ المسلمین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اڑکوا بن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ اس مؤذن نے تال اور سر کے ساتھ گانے کی طرح اذان دی تھی، جس پر اس کو یہ سرزنش کی گئی۔ پس اذان میں ایسی بلند آوازی اچھی نہیں جس میں تال اور سر پیدا ہو۔ بلکہ سادی طرح بلند آواز سے مستحب ہے۔ حدیث سے جنگوں، بیابانوں میں اذان کی آواز بلند کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی تو وہ گذریے اور مسلمان چرواہے بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو اس پر عمل کریں:

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

بَابُ مَا يُحَقَّنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدَّمَاءِ

باب: اذان کی وجہ سے خون ریزی رکنا (جان بچنا)

۶۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا عَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يُغَيِّرُنَا حَتَّى يَصْبِحَ وَيَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَعَارَ عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبَتْ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنْ قَدِمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاجِينِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِينِسُ قَالَ: فَلَمَّا رَأَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، حَرَبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْدَرِيِّنَ)). [راجع: ۳۷۱]

(۶۱۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر انصاری نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ جب نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے کر کہیں جہاد کے لیے تشریف لے جاتے، تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح ہوتی اور پھر آپ انتظار کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم خیبر کی طرف گئے اور رات کے وقت وہاں پہنچے۔ صبح کے وقت جب اذان کی آواز نہیں سنائی دی تو آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے اور میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چلنے میں میرے قدم نبی ﷺ کے قدم مبارک سے چھو جاتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کے لوگ اپنے ٹوکروں اور کدالوں کو لیے ہوئے (اپنے کام کاج کو) باہر نکلے۔ تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا، اور چلا اٹھے کہ محمد واللہ! محمد ﷺ پوری فوج سمیت آ گئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر پر خرابی آ گئی۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔“

تشریح: امام خطابي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اذان اسلام کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ جس ہستی سے اذان کی آواز بلند ہو اس ہستی والوں کے لئے اسلام جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ حضرت انس کی والدہ کے دوسرے شوہر ہیں۔ گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ ہیں۔ غمیس پورے لشکر کو کہتے ہیں جس میں پانچوں ٹکڑیاں ہوں یعنی میز، میسرہ، قلب، مقدمہ، ساقہ۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ ((اننا اذا نزلنا)) سورہ صافات کی آیت کا اقتباس ہے جو یوں ہے: ((فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْدَرِيِّنَ))

باب: اذان کا جواب کس طرح دینا چاہیے

(۶۱۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب زہری سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یزید لیبی سے، انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ”جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔“

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ

۶۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ النَّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ)). [مسلم: ۸۴۸؛

ترمذی: ۲۰۸؛ نسائی: ۶۷۲؛ ابن ماجہ: ۷۲۰]

تشریح: یعنی مؤذن ہی کے لفظوں میں جواب دو، مگر وحی علی الصلوٰۃ اور وحی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہیے جیسا کہ آ رہا ہے۔

(۶۱۲) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے ایک دن سنا آپ (جواب میں) مؤذن کے ہی الفاظ کو دہرا رہے تھے۔ اشہد ان محمدًا رسول اللہ تک۔

۶۱۲- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ: بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ: ((وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ)) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، نَحْوَهُ. [طرفاء فی: ۶۱۳، ۹۱۴]

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

(۶۱۳) یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے وحی علی الصلوٰۃ کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور کہنے لگے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی کہتے سنا ہے۔

۶۱۳- قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَالَ: حَى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) وَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ. [راجع: ۶۱۲]

تشریح: پہلی حدیث میں یہ وضاحت نہ تھی کہ سننے والا وحی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوسری معاویہ والی حدیث لائے۔ جس میں بتلادیا گیا کہ ان کلمات کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے دینا چاہیے۔

باب: اذان کی دعا کے بارے میں

(۶۱۴) ہم سے علی بن عیاش ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب بن ابی حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ

۶۱۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ رَسُولَ

اذان سن کر یہ کہے: اللھم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود الذي وعدته۔ اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔“

اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ: ((مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ النَّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [طرفه فی: ۴۷۱۹]

[ابوداؤد: ۵۲۹؛ ترمذی: ۲۱۱؛ نسائی: ۶۷۹]

[ابن ماجہ: ۷۲۲]

تشریح: دعا کا ترجمہ یہ ہے: اے میرے اللہ جو اس ساری پکار کا رب ہے اور قائم رہنے والی نماز کا بھی رب ہے، محمد ﷺ کو قیامت کے دن وسیلہ نصیب فرما اور بڑے مرتبہ اور مقام محمود پر ان کا قیام فرما، جو، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

بعض لوگوں نے اس دعا میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھالیے ہیں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ حدیث میں جتنے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادتی کرنا موجب گناہ ہے۔ اذان پوری پکار ہے اس کا مطلب یہ کہ اس کے ذریعہ نماز اور کامیابی حاصل کرنے کیلئے پکارا جاتا ہے۔ کامیابی سے مراد دین اور دنیا کی کامیابی ہے اور یہ چیز نماز کے اندر موجود ہے کہ اس کو باجماعت ادا کرنے سے باہمی محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے اور کسی قوم کی ترقی کے لئے یہی بنیاد اول ہے۔ ((دعوت تامة)) سے دعوت توحید لکھ طیب مراد ہے۔

باب: اذان کے لیے قرعہ ڈالنے کا بیان

اور کہتے ہیں کہ اذان دینے پر کچھ لوگوں میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے (فیصلہ کے لیے) ان میں قرعہ ڈلوا یا۔

(۶۱۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسری نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے کسی سے جو ابوبکر عبد الرحمن بن حارث کے غلام تھے خبر دی، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور نماز پہلی صف میں پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ پھر ان کے لیے قرعہ ڈالنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ باقی رہتا، تو البتہ اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ نماز کے لیے جلدی آنے میں کتنا ثواب ملتا ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے، تو ضرور چوتروں کے بل گھٹتے ہوتے ان کے لیے آتے۔“

بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ

وَيَذَكُرُ أَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

۶۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَا يَجِدُونَ إِلَّا أَنْ يَسْتِهَمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتِهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَأَسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا)). [اطرافه فی: ۶۵۴، ۷۲۱، ۲۶۸۹، ۹۸۱] [ترمذی: ۶۷۰، ۵۳۹، ۲۲۵]

[۲۲۵؛ نسائی: ۵۳۹، ۶۷۰]

تشریح: قرعہ اندازی باہمی مشورہ سے کی جاسکتی ہے جسے تسلیم کرنے کا سب لوگ وعدہ کرتے ہیں۔ اس لئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے قرعہ اندازی سے جو فیصلہ ہوا اسے تسلیم کرنا اخلاقاً بھی بے حد ضروری ہے۔

باب: اذان کے دوران بات کرنے کے بیان میں

اور سلیمان بن مرد صحابی نے اذان کے دوران بات کی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ایک شخص اذان یا تکبیر کہتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں۔

(۶۱۶) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی اور عبدالحمید بن دینار صاحب الزیادی اور عاصم احوال سے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن حارث بصری سے، انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن ہم کو جمعہ کا خطبہ دیا۔ بارش کی وجہ سے اس دن اچھی خاصی کچڑ ہو رہی تھی۔ مؤذن جب حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس سے یہ کہنے کے لیے فرمایا کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لیں۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح مجھ سے جو انفض تھے، انہوں نے بھی کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ جمعہ واجب ہے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَدِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

۶۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعَبْدِ الْحَمِيدِ، صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمِ رَزْغٍ: فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَدِّنَ: حَيَّ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ: الصَّلَاةَ فِي الرَّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: فَعَلَ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنِّهَا عَزْمَةٌ. [طرفاه فی: ۹۰۱، ۶۶۸] [مسلم: ۱۶۰۴، ۱۶۰۵؛ ابوداؤد: ۱۰۶۶؛ ابن ماجہ: ۹۳۹]

[۱۰۶۶؛ ابن ماجہ: ۹۳۹]

تشریح: موسلا دھار بارش ہو رہی تھی کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور مؤذن نے اذان شروع کی جب وہ لفظ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے فوراً التمرہ دیا کہ یوں کہو الصلوٰۃ فی الرحال یعنی لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کر لو۔ چونکہ لوگوں کے لئے یہ نئی بات تھی اس لئے ان کو تعجب ہوا۔ جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو سمجھایا کہ میں نے ایسے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے خاص موقع پر دوران اذان کلام کرنا درست ہے۔ اور اتفاقاً اگر کسی کو اذان کے وقت ہنسی آگئی تو اس سے بھی اذان میں خلل نہ ہوگا۔ یہ اتفاقاً ایسے ہیں جن سے اسلام میں آسانی دکھانا مقصود ہے۔

باب: اس بیان میں کہ اندھا آدمی اذان دے سکتا

ہے اگر اسے کوئی وقت بتانے والا آدمی موجود ہو

(۶۱۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بلال تو رات رہے اذان دیتے ہیں۔ اس لیے تم لوگ کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔“ راوی نے کہا کہ وہ نابینا تھے اور اس وقت

بَابُ أَذَانِ الْأَعْمَى إِذَا كَانَ

لَهُ مَنْ يُخْبِرُهُ

۶۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالَ بَلَالًا يُؤَدِّنُ بَلِيلًا، فَكُلُّوْا وَأَشْرَبُوْا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ)) قَالَ: وَكَانَ رَجُلًا

أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ: أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ. [اطرافہ فی: ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۲۳، ہوگی۔

[۱۹۱۸، ۲۶۵۶، ۷۲۴۸] [مسلم: ۲۵۳۶]

تشریح: عہد رسالت ہی سے یہ دستور تھا کہ سحری کی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے اور نماز فجر کی اذان حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ عہد خلافت میں بھی یہی طریقہ رہا اور مدینہ منورہ میں آج تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ جو لوگ اذان سحری کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اس اذان سے نہ صرف سحری کے لئے بلکہ نماز تہجد کے لئے بھی جگانا مقصود ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

باب: صبح ہونے کے بعد اذان دینا

۶۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حَفْصَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَفَ الْمُؤَدَّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَأَ الصُّبْحَ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَقَامَ الصَّلَاةُ. [طرفہ فی: ۱۱۷۳، ۱۱۸۱] [مسلم: ۱۶۷۶،

۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰؛ ترمذی:

۴۳۳؛ نسائی: ۵۸۲، ۱۷۵۹؛ ابن ماجہ: ۱۱۴۵]

تشریح: یہ فجر کی سنت ہوتی تھی آپ سرفرد حضر ہر جگہ از زمان کو ادا فرماتے تھے۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النَّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ. [اطرافہ فی:

۹۹۴، ۶۲۶، ۱۱۲۳، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۸]

۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۳۱۰] [مسلم: ۱۶۸۳]

۶۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بَلَاءًا يُنَادِي بِلَيْلٍ، فَكُلُّوْا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ)). [راجع: ۶۱۷]. اذان نہ دیں۔

(۶۱۹) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۶۲۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے خبر دی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں، اس لیے تم لوگ (سحری) کھانی سکتے ہو۔ جب تک ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) اذان نہ دیں۔“

[نسائی: ۶۳۶]

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فجر کی دو اذانیں دی جاتی تھیں۔ ایک فجر ہونے سے پہلے اس بات کی اطلاع کے لئے کہ ابھی سحری کا اور نماز تہجد کا وقت باقی ہے۔ جو لوگ کھانا پینا چاہیں کھاپی سکتے ہیں۔ تہجد والے تہجد پڑھ سکتے ہیں۔ پھر فجر کے لئے اذان اس وقت دی جاتی جب صبح صادق ہو چکتی۔ پہلی اذان کیلئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مقرر تھے اور دوسری کے لئے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا جیسا کہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

باب: صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان

بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

۶۲۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِي عَثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ- أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ- أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَدِّنُ- أَوْ يَنَادِي- بِلَيْلٍ، لِيَرْجِعَ فَاثْمَكُمْ: وَرَيْبِيَةَ نَانِمَكُمْ، وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ الْفَجْرُ أَوْ الصُّبْحُ)) وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقِ وَطَاطَأٍ إِلَى أَسْفَلٍ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا، وَقَالَ: زُهَيْرٌ نَسْبَابَتِيهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى: ثُمَّ مَدَّهَا عَنِ بَيْمِينِهِ وَشِمَالِهِ. [طرفاء فی: ۵۲۹۸، ۷۲۴۷] [مسلم: ۲۵۴۱، ۲۵۴۲؛ ابوداؤد: ۲۳۴۷؛

۶۲۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن طرخان تمیمی نے بیان کیا ابو عثمان عبد الرحمن نہدی سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے کیونکہ وہ رات رہے سے اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) پکارتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ عبادت کے لیے جاگے ہیں وہ آرام کرنے کے لیے لوٹ جائیں اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فجر یا صبح صادق ہوگئی۔“ اور آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے (طلوع صبح کی کیفیت) بتائی۔ انگلیوں کو اوپر کی طرف اٹھایا اور پھر آہستہ سے انہیں نیچے لائے اور پھر فرمایا کہ اس طرح (فجر ہوتی ہے) حضرت زہیر رضی اللہ عنہ راوی نے بھی شہادت کی انگلی ایک دوسری پر رکھی، پھر انہیں دائیں بائیں جانب پھیلا دیا۔

نسائی: ۶۴۰، ۲۱۶۹؛ ابن ماجہ: ۱۶۹۶]

تشریح: یعنی بتلادیا کہ فجر کی روشنی اس طرح پھیل جاتی ہے۔

۶۲۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عَمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؛ ح: قَالَ وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ

۶۲۲) مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے خبر دی، کہا ہم سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ (دوسری سند) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے، کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عمر نے قاسم بن محمد سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں

النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: (إِنَّ بِلَالًا يُؤَدِّنُ بِلَيْلٍ، فَكَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَدِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ) نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں۔ عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان تک تم (سحری) کھا پی سکتے ہو۔“

[راجع: ۶۱۷] [طرفہ فی: ۱۹۱۹]

[مسلم: ۸۴۶، ۲۵۳۹؛ نسائی: ۶۳۸]

تشریح: عبداللہ بن ام مکتوم قیس بن زائدہ رضی اللہ عنہ قریشی مشہور تابعین صحابی ہیں۔ جن کے متعلق سورہ عیس نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ اکابر قریش نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کر رہے تھے کہ چاک وہاں یہ بھی پہنچ گئے۔ ایسے موقع پر ان کا وہاں حاضر ہونا نبی کریم ﷺ کو نامناسب معلوم ہوا۔ جس کے بارے میں اللہ نے سورہ مذکورہ میں اپنے مقدس رسول ﷺ کو فہمائش فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ہمارے ایسے پیارے غریب مخلص بندوں کا اعزاز و اکرام ہر وقت ضروری ہے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا کہ یہ جب بھی تشریف لاتے نبی کریم ﷺ ان کو بڑی شفقت و محبت سے بٹھاتے اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے مجھ کو فہمائش فرمائی۔

حدیث مذکورہ میں جو کچھ ہے بعض روایات میں اس کے برعکس بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی یہ اذان اول عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور اذان ثانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، مسند احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔

”وقد جمع بينهما ابن خزيمة وغيره بانه يجوز ان يكون ﷺ جعل الاذان بين بلال وابن ام مكتوم نواب فامر في بعض الليالي بلا لا ان يؤذن بليل فاذا نزل سعد ابن ام مكتوم فاذن في الوقت فاذا جاءت نوبة ابن ام مكتوم بدأ فاذن بليل فاذا نزل سعد بلال فاذن في الوقت فكانت مقالة النبي ﷺ ان بلا لا يؤذن بليل في وقت نوبة بلال وكانت مقالته ان ابن ام مكتوم يؤذن بليل في وقت نوبة ابن ام مكتوم.“ (مرعاة المفاتيح، ج ۱/ ص: ۴۴۳)

یعنی محدث ابن خزیمہ وغیرہ نے ان واقعات میں یوں تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال و حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو باری باری ہر دو اذانوں کے لئے مقرر کر رکھا ہو۔ جس دن حضرت بلال کی باری تھی کہ وہ رات میں اذان دے رہے تھے اس دن آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلال کی اذان سن کر کھانا پینا سحری کرنا وغیرہ منع نہیں ہوا کیونکہ یہ اذان اسی آگاہی کے لئے دی گئی ہے اور جس دن حضرت ابن ام مکتوم کی رات میں اذان دینے کی باری تھی اس دن ان کے لئے فرمایا کہ ان کی اذان سن کر کھانے پینے سے نہ رک جانا کیونکہ یہ سحری یعنی تہجد کی اذان دے رہے ہیں۔ پھر بعد میں حضرت ابن ام مکتوم کو اذان فجر پر مقرر کر کے لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ فجر ہونے پر ان کو آگاہ کریں اور وہ اذان دیں اور حضرت بلال کو خاص سحری کی اذان کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ (رضی اللہ عنہ)

امام مالک و امام شافعی و امام احمد و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہم نے طلوع فجر سے کچھ قبل نماز فجر کے لئے اذان دینا جائز قرار دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ نماز فجر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”قال هولاء: كان الاذانان لصلوة الفجر ولم يكن الاول مانعا من التسحر وكان الثاني من قبيل الاعلام بعد الاعلام وانما اختصت صلوة الفجر بهذا من بين الصلوات لما ورد من الترغيب في الصلوة اول الوقت والصبح ياتي غالبا عقب النوم فناسب ان ينصب من يوقظ الناس قبل دخول وقتها ليتأهبوا ويدركوا فضيلة اول الوقت..... الخ.“

(مرعاة، ج: ۱/ ص: ۴۴۴)

یعنی مذکورہ بالا حضرات کہتے ہیں کہ ہر دو اذان جن کا ذکر حدیث مذکورہ میں ہے۔ یہ نماز فجر ہی کے واسطے ہوتی تھیں۔ پہلی اذان سحری اور تہجد سے مانع تھی۔ دوسری اذان بکر آگاہی کے لئے دلائی جاتی تھی اور نہایت دوسری نمازوں کے یہ خاص نماز فجر ہی کے بارے میں ہے اس لئے کہ اسے اول وقت ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پس مناسب ہوا کہ ایک مؤذن بھی مقرر کیا جائے جو لوگوں کو پہلے ہی ہوشیار و بیدار کر دے تاکہ وہ تیار ہو جائیں

صَلَاةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ)). [طرفه فی: ۶۲۷] نماز (کافصل) دوسری نماز سے ہونا چاہیے (تیسری مرتبہ فرمایا کہ) جو شخص [مسلم: ۱۹۴۰؛ ابوداؤد: ۱۲۸۳؛ ترمذی: ۱۸۵؛ نسائی: ۶۸۰؛ ابن ماجہ: ۱۱۶۲]

۶۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَدَّى قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَتَّبِعُونَ السَّوَارِيَّ، حَتَّى يُخْرِجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ، يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ: لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ. [راجع: ۵۰۳؛ نسائی: ۶۸۱]

(۶۲۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن جراح نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن عامر انصاری سے سنا، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ (عہد رسالت میں) جب مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ ستونوں کی طرف لپکتے۔ جب نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ملتے۔ یہ جماعت مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں تھیں۔ اور (مغرب میں) اذان اور تکبیر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اور عثمان بن جبہ اور ابوداؤد طیالسی نے شعبہ سے اس (حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ) اذان اور تکبیر میں بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔

تشریح: مغرب کی جماعت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا صحابہ کرام میں عام معمول تھا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہما کا مقصد باب یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ ہونا ہی چاہیے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھی جاسکے۔ حتیٰ کہ مغرب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بعض فضلاء دیوبند نے لکھا ہے کہ بعد میں ان رکعتوں کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ کئے والے کون صاحب تھے۔ شاید نبی کریم ﷺ سے مناعت کے لئے کوئی حدیث ان کے علم میں ہو۔ مگر ہماری نظر سے وہ حدیث نہیں گزری۔ یہ لکھنے کے باوجود ان ہی حضرات نے ان رکعتوں کو مباح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھو تنہیم البخاری پ: ۳/۱۵۹)

باب: اذان سن کر جو شخص (گھر میں بیٹھا) تکبیر کا

بَابُ مَنْ انْتظرَ الْإِقَامَةَ

انتظار کرے

(۶۲۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرض سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) ہلکی پھلکی ادا کرتے صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے کی اطلاع دینے کے لیے آپ کے پاس آتا۔

۶۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِينَ الْفَجْرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِيهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ بِالْإِقَامَةِ.

[راجع: ۶۱۹] [مسلم: ۱۶۸۱]

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گھر میں سنت پڑھ کر جماعت گھڑی ہونے کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہنا جائز ہے۔ آج کل گھڑی گھنٹوں کا زمانہ ہے۔ ہر نمازی مسلمان اپنے ہاں کی جماعتوں کے اوقات کو جانتا ہے پس اگر کوئی شخص عین جماعت گھڑی ہونے کے وقت پرگھر سے نکل کر شامل جماعت ہو تو یہ بھی درست ہے۔

بَابُ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ

باب: ہر اذان اور تکبیر کے بیچ میں جو کوئی چاہے (نفل) نماز پڑھ سکتا ہے

۶۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعْفَلٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ)) ثُمَّ قَالَ: فِي الثَّلَاثَةِ: ((لِمَنْ شَاءَ)) . [راجع: ۶۲۴]

(۶۲۷) ہم سے عبد اللہ بن یزید مرقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے کہمس بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن معفل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر دو اذانوں (اذان و تکبیر) کے بیچ میں نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔“ پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ”اگر کوئی پڑھنا چاہے۔“

تشریح: مقصد یہ ہے کہ اذان اور تکبیر میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا چاہیے۔ کم از کم اتنا ضرور کہ کوئی شخص دو رکعت سنت پڑھ سکے۔ مگر مغرب میں وقت کم ہونے کی وجہ سے فوراً جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مغرب میں بھی نماز فرض سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اجازت ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لِيُؤَدَّنَ فِي السَّفَرِ مُؤَدَّنٌ وَاحِدٌ

باب: جو یہ کہے کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان دے

۶۲۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَقْرِ مِنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عَشْرِينَ لَيْلَةً. وَكَانَ رَجِيمًا رَفِيقًا. فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهْلِينَا قَالَ: ((ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيُؤَدِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ)) .

(۶۲۸) ہم سے معلی بن اسد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے ابو ایوب سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ صحابی سے، کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم (بنی لیث) کے چند آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ کی خدمت میں بیس راتوں تک قیام کیا۔ آپ بڑے رحم دل اور ملسار تھے۔ جب آپ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کا شوق محسوس کر لیا تو فرمایا کہ ”اب تم جا سکتے ہو۔ وہاں جا کر اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور (سفر میں) نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“

[اطرافہ فی: ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۵۸، ۶۸۵، ۸۱۹،

۲۸۴۸، ۶۰۰۸، ۷۲۴۶] [مسلم: ۱۵۳۵]

۱۵۳۶، ابوداؤد: ۵۸۹، ترمذی: ۲۰۵، نسائی:

۶۳۳، ۶۳۴، ۶۶۸، ۷۸۰، ابن ماجہ: ۹۷۹]

تشریح: آداب سفر میں سے ہے کہ امیر سفر کے ساتھ ساتھ امام و مؤذن کا بھی تقرر کر لیا جائے۔ تاکہ سفر میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاسکے۔ حدیث نبوی کا یہی منشا ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

باب: اگر کئی مسافر ہوں تو نماز کے لیے اذان دیں اور تکبیر بھی کہیں اور عرفات اور مزدلفہ میں بھی ایسا

ہی کریں

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمَسَافِرِ إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةَ، وَكَذَلِكَ

بِعِرْفَةَ وَجَمْعٍ

اور جب سردی یا بارش کی رات ہو تو مؤذن یوں پکار دے کہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔

وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ: الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ، فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوْ الْمَطِيرَةِ.

(۶۲۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے مہاجر ابو الحسن سے بیان کیا، انہوں نے زید بن وہب سے، انہوں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا: ”ٹھنڈا ہونے دے۔“ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ”ٹھنڈا ہونے دے۔“ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ ”ٹھنڈا ہونے دے۔“ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔“

۶۲۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) حَتَّى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُولَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) [راجع: ۵۳۵]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسافروں کی جب ایک جماعت موجود ہو تو وہ بھی اذان، تکبیر اور جماعت اسی طرح کریں جس طرح حالت اقامت میں کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا مناسب ہے۔ تاکہ گرمی کی شدت کچھ کم ہو جائے جو دوزخ کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسی دوزخ ہے ویسا ہی اس کا سانس بھی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید کدو کاوش کی ضرورت نہیں۔

(۶۳۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے خالد حذاء سے، انہوں نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے، انہوں نے مالک بن حویرث سے، انہوں نے کہا کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے یہ کسی سفر میں جانے والے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ”دیکھو جب تم سفر میں نکلو تو (نماز کے وقت راستے میں) اذان دینا پھر اقامت

۶۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ بِرِيدَانِ السَّفَرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْتَمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ

أَقِيمَا ثُمَّ لِيَوْمِكُمْمَا أَكْبَرُ كُمْمَا)). (راجع: ۶۲۸) کہنا، پھر جو شخص تم میں عمر میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔“

تشریح: مطلب یہ کہ سفر میں نماز باجماعت سے غافل نہ ہونا۔

۶۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، قَالَ: أَتَيْتَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبِيَّةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عَشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجِينًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرَنَا فَقَالَ: ((ارْجِعُوا إِلَىٰ أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ- وَذَكَرْ أَشْيَاءَ أَحْفَظْهَا أَوْ لَا أَحْفَظْهَا- وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلِيَوْمِكُمْ أَكْبَرُ كُمْ)). (راجع: ۶۲۸)

۶۳۱) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابویوب سختیانی نے ابو قلابہ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے مالک بن حورث نے بیان کیا، کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے۔ آپ کی خدمت مبارک میں ہمارا بیس دن و رات قیام رہا۔ آپ بڑے ہی رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے گھر کے چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ”اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ اور ان گھروالوں کے ساتھ رہو اور انہیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا حکم کرو۔“ مالک نے بہت چیزوں کا ذکر کیا جن کے متعلق ابویوب نے کہا کہ ابو قلابہ نے یوں کہا وہ باتیں مجھ کو یاد ہیں یا یوں کہا مجھ کو یاد نہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اسی طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔“

تشریح: بشرطیکہ وہ قرآن شریف و طریقہ نماز و امامت جانتا ہو۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حالت سفر میں اگر چند مسلمان یکجا ہوں تو ان کو نماز اذان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ ان نوجوانوں کو آپ نے بہت سی نصائح کے ساتھ آخر میں یہ تاکید فرمائی کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ عین اسی طرح میری سنت کے مطابق نماز پڑھنا۔ معلوم ہوا کہ نماز کا ہر ہر کن فرض واجب مستحب سب رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ادا ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس معیار پر دیکھا جائے تو آج کتنے نمازی ملیں گے جو بحالت قیام و رکوع و سجدہ و قنوت و سنت رسول کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ سچ ہے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

۶۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، قَالَ: أَذَّنَ ابْنُ عَمْرٍو فِي لَيْلَةِ بَارِدَةَ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ، وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَدِّنًا يُؤَدِّنُ، ثُمَّ يَقُولُ عَلَىٰ إِثْرِهِ: ((أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ))

۶۳۲) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ بن عمر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سردرات میں مقام ضجنان پر اذان دی پھر فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو اور ہمیں آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ مؤذن سے اذان کے لیے فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ مؤذن اذان کے بعد کہہ دے کہ ”لوگو! اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔“

فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوْ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ. یہ حکم سفر کی حالت میں یا سردی یا برسات کی راتوں میں تھا۔

[طرفہ فی: ۶۶۶]

تشریح: کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿لَمَّا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (۷۸: ۲۲/۷۸: ۲۲) دین میں تنگی نہیں ہے۔ ضحیان مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کا نام ہے۔

۶۳۳- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنْزَةِ حَتَّى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ. [راجع: ۱۸۷] [مسلم: ۱۱۱۹]

۶۳۳) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالعمیس نے بیان کیا، انہوں نے عون بن ابی حنیفہ سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ابطح میں دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور آپ کو نماز کی خبر دی پھر بلال رضی اللہ عنہما چھٹیوں میں دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور اسے آپ کے سامنے (بطور سترہ) مقام ابطح میں گاڑ دیا اور آپ نے (اس کو سترہ بنا کر) نماز پڑھائی۔

تشریح: ابطح مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے۔ جہاں آپ نے حالت سفر میں نماز پڑھائی۔ پس حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو مؤذن امام کو گھر سے بلا کر لاکتے ہیں اور یہ بھی کہ جنگل میں سترہ کا انتظام ضروری ہے۔ اسکا اہتمام مؤذن کو کرنا ہے۔ عنزہ وہ لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو، اسے زمین میں باسانی گاڑا جا سکتا ہے۔

بَابُ: هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤَدِّنُ فَاهُ هَهُنَا وَهَهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ

باب: کیا مؤذن اذان میں اپنا منہ ادھر ادھر (دائیں بائیں) پھیرے اور کیا اذان کہتے وقت ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے

اور بلال رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اذان میں اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی برائی نہیں اور عطاء نے کہا کہ اذان میں وضو ضروری اور سنت ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سب وقتوں میں اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ إِضْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو لَا يَجْعَلُ إِضْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَدِّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ وَقَالَ عَطَاءُ: الْوُضُوءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

۶۳۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عون بن ابی حنیفہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہما کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ ادھر ادھر منہ پھیرنے لگا۔

۶۳۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى بِلَالَ بْنَ رَافِعٍ يَأْتِيهِمْ بِالْعَنْزَةِ حَتَّى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ. [راجع: ۱۸۷] [نسائی: ۶۴۲]

تشریح: اس باب کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً: مؤذن کو حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرنا درست ہے نیز کانوں میں انگلیاں داخل کرنا بھی جائز ہے تاکہ آواز میں بلندی پیدا ہو۔ کوئی کانوں میں انگلیاں نہ ڈالیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ وضو کر کے اذان کہنا بہتر ہے مگر اس کے لیے وضو شرط نہیں ہے جن لوگوں نے وضو ضروری قرار دیا ہے، انہوں نے فضیلت کا پہلا اختیار کیا ہے۔

باب قول الرجل فاتتنا الصلاة

وَكِرَهُ ابْنُ سِيرِينَ أَنْ يَقُولَ: فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَيَقُولَ: لَمْ نَذْرِكْ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: أَصَحُّ.
باب: یوں کہنا کیسا ہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا
 امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی کہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم نماز نہ پاسکے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہی زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: ابن سیرین کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن سیرین کا رد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ یوں کہنا درست ہے کہ ہماری نماز جاتی رہی، جب یہ قول رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو پھر اسے مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

۶۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا سَمِعَ جَلْبَةَ رَجَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قَالُوا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلُوا، إِذَا آتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُوا)). [مسلم: ۱۳۶۳، ۱۳۶۴]

۶۳۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان بن عبد الرحمن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نماز کے لیے جلدی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو وقار اور سکون کو ملحوظ رکھو، نماز کا جو حصہ پاؤ اسے پڑھو اور جو حصہ چھوڑ جائے اسے (بعد میں) پورا کر لو۔

تشریح: حدیث کے لفظ ((وما فاتکم)) سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقصد باب کو ثابت فرمایا ہے اور گفتگو کا سلیقہ سکھلایا ہے کہ یوں کہنا چاہیے۔ کہ نماز کا جو حصہ تم پاسکوا سے پڑھ لو اور جو حصہ چھوڑ جائے بعد میں پورا کر لو۔

باب: نماز کا جو حصہ (جماعت کے ساتھ) پاسکوا سے پڑھ لو اور جو حصہ پاسکوا سے بعد میں پورا کر لو

یہ مسئلہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔
 ۶۳۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام زہری نے سعید بن مسیب سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (دوسری سند) اور زہری نے ابوسلمہ سے، انہوں نے

قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.
 ۶۳۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: ”تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہر حال) لازم پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جو نل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔“

هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ وَلَا تَسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأْتُمُوا)). [طرفہ فی: ۹۰۸]

باب: نماز کی تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہوں؟

بَابُ: مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ؟

(۶۳۷) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا مجھے یحییٰ نے عبد الوہاب بن ابی قتادہ سے یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نکلتے ہوئے نہ دیکھ لو۔“

۶۳۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي)). [طرفہ فی: ۶۳۸، ۹۰۹]

[مسلم: ۱۳۶۵، ۱۳۶۶؛ ابوداؤد: ۵۳۹، ۵۴۰]

ترمذی: ۵۹۲؛ نسائی: ۶۸۶، ۷۸۹]

تشریح: اس مسئلے میں قول ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر ختم ہونے کے بعد مقتدیوں کو اٹھنا چاہیے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تکبیر شروع ہوتے ہی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام نماز شروع کر دے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ پڑھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کی حدیث لا کر یہ اشارہ کیا کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ بیٹھے رہیں اور جب امام کو دیکھ لیں تب نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

باب: نماز کے لیے جلدی نہ اٹھے بلکہ اطمینان اور سکون و سہولت کے ساتھ اٹھے

بَابُ: لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعَجِلًا، وَيَقُومُ إِلَيْهَا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

(۶۳۸) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوقتادہ حارث بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”نماز کی تکبیر ہو تو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو اور آہستگی کو لازم رکھو۔“ شیبان کے ساتھ اس حدیث کو یحییٰ سے علی بن مبارک نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ)) تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

[راجع: ۶۳۷]

تشریح: جسے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں نکالا ہے۔ معلوم ہوا کہ شرکت جماعت کے لئے بھاگ دوڑ مناسب نہیں بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چل کر شریک جماعت ہونا چاہیے۔ پھر جو نماز چھوٹ جائے وہ بعد میں پڑھ لے۔ جماعت کا ثواب بہر حال حاصل ہوگا۔ (۱) ماء اللہ تعالیٰ

باب: کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے اذان

بَابُ: هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ

یا اقامت کے بعد بھی کوئی شخص نکل سکتا ہے؟

لِإِعْلَانِ؟

(۶۳۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ صالح بن کیسان سے، وہ ابن شہاب سے، وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن حجرے سے) باہر تشریف لائے، اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں۔ آپ جب مصلى پر کھڑے ہوئے تو ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ تکبیر کہتے ہیں۔ لیکن آپ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ”اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔“ ہم اسی حالت میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ دوبارہ تشریف لائے، تو سر مبارک سے پانی نیک رہا تھا۔ آپ نے غسل کیا تھا۔

۶۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِلَتِ الصُّفُوفُ، حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَصَلَاهُ أَنْتَظَرْنَا أَنْ يَكْبُرَ أَنْصَرَفَ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)) فَمَكَّنَا عَلَى هَيْئَتِنَا حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدْ اغْتَسَلَ. [راجع: ۲۷۵] [مسلم: ۱۳۶۸، ۱۳۶۹]

ابوداؤد: ۲۳۵، ۵۴۱، نسائی: ۷۹۱]

تشریح: آپ حالت جنابت میں تھے مگر یاد نہ رہنے کی وجہ سے تشریف لے آئے۔ بعد میں معلوم ہو گیا تو واپس تشریف لے گئے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ کوئی ایسی ہی سخت ضرورت درپیش آجائے، تو اذان و تکبیر کے بعد بھی آدمی مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ جس حدیث میں ممانعت آئی ہے وہاں محض بلا وجہ نفسانی خواہش کے باہر نکلنا مراد ہے۔ ممانعت والی حدیث صحیح مسلم تشریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مسند احمد میں بھی ہے۔ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والحدیثان يدلان علی تحریم الخروج من المسجد بعد سماع الاذان لغير الوضوء وقضاء الحاجة وما تدعو الضرورة اليه حتى يصلی فيه تلك الصلوة لان ذلك المسجد قد تعین لتلك الصلوة۔“ (نیل الاوطار)

یعنی مسجد سے اذان سننے کے بعد نکلنا حرام ہے۔ مگر وضو یا قضائے حاجت یا اور کوئی ضروری کام ہو تو اجازت ہے ورنہ جس مسجد میں رہتے ہوئے اذان سن لی اب اسی مسجد میں نماز کی ادائیگی لازم ہے کیونکہ اس نماز کے لئے وہی مسجد متعین ہو چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احکام شریعت و طریقہ عبادت میں نسیان ہو سکتا ہے تاکہ وہ وحی آسمانی کے مطابق اس نسیان کا ازالہ کر سکیں۔

باب: اگر امام مقتدیوں سے کہے کہ تم لوگ اسی

بَابُ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: مَكَانِكُمْ،

حالت میں ٹھہرے رہو تو جب تک وہ لوٹ کر آئے

حَتَّى يَرْجِعَ، أَنْتَظَرُوهُ

اس کا انتظار کریں (اور اپنی حالت پر ٹھہرے رہیں)

۶۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ فَسَوَى النَّاسَ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)) فَرَجَعَ فَأَعْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ. [راجع: ۲۷۵] [مسلم: ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹؛ ابوداؤد: ۲۳۵، ۵۴۱؛ نسائی: ۷۹۱]

۶۴۰۔ ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن یوسف فریابی نے خبر دی، کہا ہم سے اوزاعی نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفیں سیدھی کر لی تھیں۔ پھر رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آگے بڑھے۔ لیکن حالت جنابت میں تھے (مگر پہلے خیال نہ رہا) اس لیے آپ نے فرمایا کہ ”تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔“ پھر آپ واپس تشریف لائے تو آپ غسل کئے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے:

”قیل لابی عبد اللہ ای البخاری: ان بدا لاحدنا مثل هذا يفعل كما يفعل النبي ﷺ قال فای شیء یصنع فقیل ینتظرونه قیاما او قعودا قال: ان كان قبل التكبير للا حرام فلا باس ان یقعوا وان كان بعد التكبير انتظروه حال كونهم قیاما۔“

یعنی لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اگر ہم میں کسی کو ایسا اتفاق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا کہ جیسا نبی کریم ﷺ نے کیا ویسا کرے۔ لوگوں نے کہا تو مشتری امام کا انتظار کھڑے رہ کر کرتے رہیں یا بیٹھ جائیں۔ انہوں نے کہا اگر تکبیر تحریمہ ہو چکی ہے تو کھڑے کھڑے انتظار کریں۔ ورنہ بیٹھ جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

باب: آدمی یوں کہے کہ ہم نے نماز پڑھی تو اس

طرح کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے

۶۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، يَقُولُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ مَا كِدْتُ أَنْ أَصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّبَائِمُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُمْهَا)) فَتَزَلَّ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بَطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا

۶۴۱۔ ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن حاضر ہوئے، اور عرض کی یا رسول اللہ! قسم اللہ کی سورج غروب ہونے کو ہی تھا کہ میں اب عصر کی نماز پڑھ سکا ہوں۔ آپ جب حاضر خدمت ہوئے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آچکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قسم اللہ کی میں نے بھی تو نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔“ پھر آپ بطحان کی طرف گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی تھا۔ آپ نے وضو کیا، پھر عصر کی نماز پڑھی۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ پھر اس

غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

المغرب. [راجع: ۵۹۶]

تشریح: یہ باب لاکرامام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم نخعی کا رو کیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہنا مکروہ قرار دیا کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ کہنا اس شخص کے لئے مکروہ جانا جو نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ گویا نماز ہی میں ہے۔

بابُ الْإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ

باب: اگر امام کو تکبیر ہو چکنے کے بعد کوئی ضرورت

بَعْدَ الْإِقَامَةِ

پیش آئے تو کیا کرے؟

(۶۴۲) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لیے تکبیر ہو چکی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے مسجد کے ایک گوشے میں چپکے چپکے کان میں باتیں کر رہے تھے۔ پھر آپ نماز کے لیے جب تشریف لائے تو لوگ

سورہ پڑھے۔

۶۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ هُوَ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَنَاجِي رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ. [طرفاه في: ۶۴۳، ۶۲۹۲] [مسلم: ۸۳۳، ابوداؤد: ۵۴۴، نسائي: ۷۹۰]

[۸۳۳، ابوداؤد: ۵۴۴، نسائي: ۷۹۰]

تشریح: سونے سے مراد اونگھنا ہے جیسا کہ ابن حبان اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا کہ بعض لوگ اونگھنے لگے، چونکہ عشاء کی نماز کے وقت میں کافی گنجائش ہے اور باتیں بے حد ضروری تھیں، اس لئے آپ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد ان شرعی ہولتوں کو بیان کرنا ہے جو ردا رکھی گئی ہیں۔ آج جب کہ مصروفیات زندگی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہیں اور ہر مرث مصروفیات کا ہے حدیث نبوی ((الامام ضامن)) کے تحت امام کو بہر حال مقتدیوں کا خیال کرنا ضروری ہوگا۔

بابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

باب: تکبیر ہو جانے کے بعد کسی سے باتیں کرنا

(۶۴۳) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جو نماز کے لیے تکبیر ہونے کے بعد گفتگو کرتا رہے۔ اس پر انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تکبیر ہو چکی تھی۔ اتنے میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا اور آپ کو نماز کے لیے تکبیر کہی جانے کے بعد بھی روکے رکھا۔

۶۴۳- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبَنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ، يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَّضَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ. [راجع: ۶۴۲]

[ابوداؤد: ۵۴۲]

تشریح: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اخلاق حسنہ کی دلیل ہے کہ تکبیر ہو چکنے کے بعد بھی آپ نے اس شخص سے گفتگو جاری رکھی۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب تک لٹنے والا خود جانا ہوتا آپ ضرور موجود رہتے۔ یہاں بھی یہی ماجرا ہوا۔ بہر حال کسی خاص موقع پر اگر امام ایسا کرے تو شرعاً اس پر مواخذہ نہیں ہے۔

باب: جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے

اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کسی شخص کی ماں اس کو محبت کی بنا پر عشاء کی نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جانے سے روک دے تو اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ماں کی بات نہ مانے۔

(۶۴۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیمسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لیے کہوں، اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں۔“

بَابُ وَجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي عِشَاءِ يَوْمِ الْجَمَاعَةِ شَفَقَتْ لَمْ يُطْعَمَهَا.

۶۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ بِحَطَبٍ لِيُحَطَّبَ، ثُمَّ أَمُرَّ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ أَمُرَّ رَجُلًا فَيُؤَمُّ النَّاسَ، ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَيَّ رِجَالٌ فَأَحْرَقُوا عَلَيْهِمْ بِيُوتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرَقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ)). [اطرافہ

فی: ۶۵۷، ۲۴۲۰، ۷۲۲۴] [نسائی: ۸۴۷]

تشریح: اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکرین جماعت کے لئے ان کے گھروں کو آگ لگانے تک کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علما نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والحدیث استدلل بہ القائلون بوجوب صلوة الجماعة لانها لو كانت سنة لم يهددوا بها بالتحريق۔“

یعنی اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو نماز باجماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔

بعض علماء اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی، وہ منافق لوگ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والذی ینظہر لی ان الحدیث ورد فی المنافقین لقوله ﷺ فی صدر الحدیث انقل الصلوة علی المنافقین ولقوله

لو یعلمون الخ لان هذا الوصف یلیق بهم لا بالمؤمنین لکن المراد نفاق المعصية لانفاق الکفر الخ۔“

یعنی میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاص منافقین کے بارے میں ہے۔ شروع کے الفاظ صاف ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی یہی ظاہر کرتا ہے لو یعلمون..... الخ یعنی اگر وہ ان نمازوں کا ثواب باجماعت پڑھنے کا جان لیتے تو..... آخر تک۔ پس یہ بری عادت اہل ایمان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ یہ خاص اہل نفاق ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔

یہاں نفاق سے مراد نفاقِ معصیت ہے نفاقِ کفر مراد نہیں ہے۔ بہر حال جمہور علمائے نماز باجماعت کو سنت قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز باجماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائشیں درجہ زیادہ فضیلت بتلائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت کی نماز ستائشیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فاعدل الاقوال اقربها الى الصواب ان الجماعة من السنن الموكدة التي لا يخلو بملأ زمتها ما امکن الا محروم

مشنوم۔“ (نبیل، جزء: ۳/ ص: ۱۳۷)

یعنی درست تر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنا سننِ مؤکدہ سے ہے۔ ایسی سنت کہ امکانی طاقت میں اس سے وہی شخص تسامیل برت سکتا ہے جو انتہائی بد بخت بلکہ منحوس ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے جیسا کہ منقذہ باب سے ظاہر ہے اسی لئے مولانا مرزا حیرت مرحوم فرماتے ہیں کہ ”ان المحققین ذهبوا الى وجوبها والحق احق بالاتباع۔“
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔ جس میں الفاظ کی تبدیلی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں منافقین کا ذکر صریح لفظوں میں نہیں ہے دوسری روایات میں منافقین کا ذکر صراحتاً آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بعض علما کہتے ہیں کہ اگر نماز باجماعت ہی فرض ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بغیر جلائے نہ چھوڑتے۔ آپ کا اس سے رک جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ نیل الاوطار میں تفصیل سے ان مباحث کو لکھا گیا ہے۔ من شاء فلیر جمع الیہ۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: نماز باجماعت کی فضیلت کا بیان

اسود رضی اللہ عنہ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو آپ کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے (جہاں نماز باجماعت ملنے کا امکان ہوتا) اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسی مسجد میں حاضر ہوئے جہاں نماز ہو چکی تھی۔ آپ نے پھر اذان دی، اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

(۶۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صَلَّي فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً.

۶۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفِدْبِ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً)).

[طرفہ فی: ۶۴۹] [مسلم: ۱۴۷۷؛ نسائی: ۸۳۶]

(۶۳۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ہاد نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن خباب سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ”جماعت سے نماز تنہا پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“

۶۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ هَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفِدْبِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً)).

(۶۳۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۶۴۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَّاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَضَعُفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسَةَ وَعِشْرِينَ ضِعْفًا، وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةِ اللَّهِمْ صَلَّى عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انتظر الصَّلَاةَ)) (راجع: ۱۷۶)

عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو صالح سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”آدمی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ رکھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کا راستہ پکڑتا ہے اور سوائے نماز کے اور کوئی دوسرا ارادہ اس کا نہیں ہوتا، تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے۔ کہتے ہیں اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! اس پر رحم کر اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نمازی میں مشغول ہو۔“

تشریح: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پچیس درجہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ستائیس درجہ ثواب باجماعت نماز میں بتایا گیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت زیادہ قوی ہے۔ اس لئے عدد سے متعلق اس روایت کو ترجیح ہوگی۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ دونوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ باجماعت نماز بذات خود واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک فضیلت کی وجہ تو یہی ہے۔ پھر باجماعت پڑھنے والوں کے اخلاص و تقویٰ میں بھی تفاوت ہوگا اور ثواب بھی اسی کے مطابق کم و بیش ملے گا۔ اس کے علاوہ کلام عرب میں یہ اعداد کثرت کے اظہار کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ گویا مقصود صرف ثواب کی زیادتی کو بتانا تھا۔ (تفہیم البخاری)

ابن دین العید کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا گھروں اور بازاروں میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے گویا بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں گھر میں اور بازار میں نماز پڑھنے سے وہاں اکیلے نماز پڑھنا مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

باب: فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے

بارے میں

جَمَاعَةٍ

۶۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَفْضُلُ صَلَاةِ الْجَمِيعِ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جماعت سے نماز اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر

ہے۔ اور رات دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم پڑھنا چاہو تو (سورہ بنی اسرائیل) کی یہ آیت پڑھو ﴿ان قرآن الفجر کان مشہودا﴾ یعنی فجر میں قرآن پاک کی تلاوت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

وَحَدَّثَهُ خَمْسٌ وَعِشْرِينَ جُزْءً، وَتَجَمُّعُ مَلَائِكَةِ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَأَفْرَأُ وَإِنْ شِئْتُمْ: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾

[الإسراء: ۷۸] [راجع: ۱۷۶] [مسلم: ۱۴۷۴]

(۶۳۹) شعیب نے فرمایا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے اس طرح حدیث بیان کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

۶۴۹- قَالَ شُعَيْبٌ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: تَفْضُلُهَا بِسِتِّعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً. [راجع: ۶۴۵]

(۶۵۰) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سالم سے سنا۔ کہا کہ میں نے ام درداء سے سنا، آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے، بڑے خفا ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، جس نے آپ کو غضبناک بنا دیا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کوئی بات اب میں نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ جماعت کے ساتھ یہ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

۶۵۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ، تَقُولُ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ: مَا أَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيعًا.

(۶۵۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبد اللہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ سے، انہوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”نماز میں ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے، جو (مسجد میں نماز کے لیے) زیادہ سے زیادہ دور سے آئے اور جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور پھر امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس شخص سے اجر میں بڑھ کر ہے جو (پہلے ہی) پڑھ کر سوجائے۔“

۶۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بَرِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَعْدَهُمْ فَأَبْعَدَهُمْ مَمَشَى، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي نَمًا)). [مسلم: ۱۵۱۳]

تشریح: پہلی حدیث میں نماز فجر کی خاص فضیلت کا ذکر ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے اور قرأت قرآن مجید سنتے ہیں۔ دوسری دو حدیثوں میں مطلق جماعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کی جائے تاکہ ستائیس حصہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے علاوہ فرشتوں کی بھی معیت نصیب ہو جو فجر میں تلاوت قرآن سننے کے لئے جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، پھر عرش پر جا کر اللہ پاک کے سامنے ان نیک بندوں کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمادے۔ آمین

بَابُ فَضْلِ التَّهَجُّبِ إِلَى الظُّهْرِ باب: ظہر کی نماز کے لیے سویرے جانے کی

فضیلت کا بیان

(۶۵۲) مجھ سے قتیبہ بن سعید نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمن کے غلام کی نامی سے، انہوں نے ابوصالح سان سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص کہیں جا رہا تھا راستے میں اس نے کانٹوں کی بھری ہوئی ایک ٹہنی دیکھی پس اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (صرف اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش کر دی۔“

۶۵۲۔ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ، عَنِ مَالِكٍ، عَنْ سَمِيِّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنًا شَوْكِيًّا عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَعَهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَفَقَّرَ لَهُ)) [طرفہ فی: ۲۴۷۲]

[مسلم: ۶۶۶۹؛ ترمذی: ۱۹۵۸]

(۶۵۳) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”شہداء پانچ قسم کے ہوتے ہیں: طاعون میں مرنے والے، پیٹ کے عارضے (ہیضے وغیرہ) میں مرنے والے اور ڈوب کر مرنے والے اور جو دیوار وغیرہ کسی بھی چیز سے دب کر مر جائے اور اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہونے والے۔“ اور آپ نے فرمایا کہ ”اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب کتنا ہے اور پھر اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو کہ قرعہ ڈالا جائے تو لوگ ان کے لیے قرعہ ہی ڈالا کریں۔“

۶۵۳۔ ثُمَّ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالغَرِيقُ، وَصَاحِبُ الْهَلْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتَهَمُوا عَلَيْهِ)). [أطرافہ فی: ۷۲۰، ۲۸۲۹، ۵۷۳۳]

(۶۵۴) ”اور اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز کیلئے سویرے جانے میں کیا ثواب ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر یہ جان جائیں کہ عشاء اور صبح کی نماز کے فضائل کتنے ہیں، تو گھنٹوں کے بل گھنٹے ہوئے ان کے لیے آئیں۔“

۶۵۴۔ ((وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَأَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا)). [راجع: ۶۱۵]

تشریح: اس حدیث میں اول رفاہ عام کے ثواب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مخلوق الہی کو فائدہ پہنچانے کے لئے اگر کوئی ادنیٰ قدم بھی اٹھایا جائے تو عند اللہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ نجات اخروی کے لئے صرف وہی ایک کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا بیان کیا گیا۔ جن کی پانچ مذکورہ قسمیں ہیں۔ پھر اذان دینا اور پہلی صف میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنا۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت ادا کرنا۔ پھر صبح اور عشاء کی نمازوں کا خاص خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ نیکیوں پر توجہ دلائی گئی۔ ظہر کی نماز گرمیوں میں دیر کرنے کی احادیث میں آچکی ہے۔ یہاں گرمیوں کے علاوہ اول وقت پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔

باب: (جماعت کے لیے) ہر قدم پر ثواب ملنے

بَابُ احْتِسَابِ الْاَثَارِ

کا بیان

(۶۵۵) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے بنو سلمہ والو! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟“

۶۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي سَلَمَةَ! أَلَا تَحْتَسِبُونَ أَثَارَكُمْ)). [طرفاه فی: ۶۵۶، ۱۸۸۷]

(۶۵۶) اور ابن ابی مریم نے بیان میں یہ زیادہ کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بنو سلمہ والوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے مکان (جو مسجد سے دور تھے) چھوڑ دیں اور نبی کریم ﷺ کے قریب آ رہیں۔ (تاکہ نماز باجماعت کے لیے مسجد نبوی کا ثواب حاصل ہو) لیکن آپ ﷺ کو مدینہ کو اجاڑ دینا برا معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم لوگ اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟“ مجاہد نے کہا (سورہ یٰسین میں) وَاثَارَهُمْ سے قدم مراد ہیں۔ یعنی زمین پر چلنے سے پاؤں کے نشانات۔

۶۵۶- وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ، أَنَّ بَنِي سَلَمَةَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِلِهِمْ، فَيَنْزِلُوا قَرِينًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَكَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَعْرِوَا الْمَدِينَةَ فَقَالَ: ((أَلَا تَحْتَسِبُونَ أَثَارَكُمْ؟)) قَالَ مُجَاهِدٌ: خُطَاهُمْ أَثَارُ الْمَشْيِ فِي الْأَرْضِ بِأَرْجُلِهِمْ. [راجع: ۶۵۵]

تشریح: مدینہ کے قرب و جوار میں جو مسلمان رہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ وہ مسجد نبوی کے قریب شہر میں سکونت اختیار کر لیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تم لوگ جتنی دور سے چل چل کر آؤ گے اور یہاں نماز باجماعت ادا کرو گے ہر ہر قدم نیکوں میں شمار کیا جائے گا۔ سورہ یٰسین کی آیت کریمہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ (۳۶/۱۲) ہم میں اللہ نے اسی عام اصول کو بیان فرمایا ہے کہ انسان کا ہر وہ قدم بھی لکھا جاتا ہے جو وہ اٹھاتا ہے۔ اگر قدم نیکی کے لئے ہے تو وہ نیکوں میں لکھا جائے گا، اور اگر برائی کے لیے قدم اٹھا رہا ہے تو وہ براہوں میں لکھا جائے گا۔ مجاہد کے قول مذکور کو عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

باب: عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت کے بیان

میں

(۶۵۷) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھنٹوں کے بل گھسٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے، پھر میں کسی

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي

الْجَمَاعَةِ

۶۵۷- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيمَ، ثُمَّ أَمُرَ رَجُلًا يَوْمَ النَّاسِ، ثُمَّ أَخَذَ شُعْلَةً مِنْ نَارٍ

فَأَحْرَقَ عَلَيَّ مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ كُونِمْزَاذِ پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔“ [راجع: ۶۴۴]

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کی جماعت دیگر نمازوں کی جماعت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور شریعت میں ان دو نمازوں کا بڑا اہتمام ہے۔ جمعی تو آپ نے ان لوگوں کے جلانے کا ارادہ کیا جو ان میں شریک نہ ہوں۔ مقصد باب یہی ہے اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب: اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةً

۶۵۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَدْنَا وَأَقِيمَا، ثُمَّ لِيَوْمِكُمَا أَكْبَرُكُمْ)). [راجع: ۶۲۸]

باب: دو یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے

(۶۵۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے، انہوں نے مالک بن نویمان سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”جب نماز کا وقت آ جائے تو تم دونوں اذان دو اور اقامت کہو، پھر جو تم میں بڑا ہے وہ امام بنے۔“

تشریح: اس سے پہلے یہ بھی حدیث گزر چکی ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں دو اصحاب کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی نماز کے لئے جماعت کرنی چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”المراد بقوله اذنا ای من احب منكما ان يوذن فليوذن وذلك لاستوائهما في الفضل ولا يعتبر في الاذان السن بخلاف الامامة..... الخ۔“ (فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لفظ (اذنا) کی تفسیر کرتے ہیں کہ تم میں سے جو چاہے اذان دے یہ اس لئے کہ وہ دونوں فضیلت میں برابر تھے۔ اور اذان میں عمر کا اعتبار نہیں۔ بخلاف امامت کے کہ اس میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

بابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ

يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضِلِ الْمَسَاجِدِ

۶۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَسْجِدٍ مَا لَمْ يُحَدِّثْ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ)). [راجع: ۱۷۶] [مسلم]

باب: جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اس کا بیان اور مساجد کی فضیلت

(۶۵۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ملائکہ تم میں سے اس نمازی کے لیے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے مصلیٰ پر بیٹھا رہے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت کراے اللہ! اس پر رحم کر۔ تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ گھر جانے سے سوائے نماز کے اور کوئی چیز اس کے لیے مانع نہیں، تو اس کا (یہ سارا وقت) نمازی میں شمار ہوگا۔“

۱۵۱۰؛ ابوداؤد: ۴۶۹، ۴۷۰؛ نسائی: ۷۳۲]

۶۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُسَيْبُ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبْتَهُ ذَاتَ مَنْصِبٍ وَجَمَالَ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تَنْفِقُ بِيَمِينِهِ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)). [إطرافه في: ۱۴۲۳، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶]

[مسلم: ۲۳۸۰، ۲۳۸۱؛ ترمذی: ۲۳۹۱]

(۶۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ بن عمر عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حسیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا حفص بن عاصم سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلا لیا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تشریح: علامہ ابوشامہ عبد الرحمن بن اسماعیل رضی اللہ عنہ نے ان سات خوش نصیبوں کا ذکر ان شعروں میں منظوم فرمایا ہے:

وقال النبي المصطفى ان سبعة يظلمهم الله الكريم بظله

محب عفيف ناشي متصدق باك مصل والامام بعدله

ان سات کے علاوہ بھی اور بہت سے نیک اعمال ہیں۔ جن کے بجالانے والوں کو سایہ عرش عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔

حدیث کے لفظ ((قلبه معلق في المساجد)) یعنی ”وہ نمازی جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا ہوتا ہو۔“ سے باب کا مقصد ثابت ہوتا ہے۔ باقی ان ساتوں پر تبصرہ کیا جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ متصدق کے بارے میں مسند احمد میں ایک حدیث مرفوعاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے کہا یا اللہ! تیری کائنات میں کوئی مخلوق پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی مخلوق لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا کہ ہاں آگ ہے جو لوہے کو بھی پانی بنا دیتی ہے۔ پھر پوچھا پروردگار کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا: ہاں پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ پھر پوچھا الہی کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا: ہاں ہوا ہے جو پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے، پھر پوچھا کہ یا اللہ! کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا: ہاں آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ کیا صدقہ کیا۔

حدیث مذکور میں جن سات خوش نصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مخصوص طور پر مرد ہی کو نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ عورتیں بھی اس شرف میں داخل ہو سکتی ہیں اور ساتوں وصفوں میں سے ہر ہر وصف اس عورت پر بھی صادق آ سکتا ہے جس کے اندر وہ خوبی پیدا ہو۔ مثلاً ساتواں امام عادل ہے۔ اس میں وہ عورت بھی داخل ہے جو اپنے گھر کی ملکہ ہے اور اپنے ماتحتوں پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتی ہے۔ اپنے جملہ متعلقین میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرتی، نہ کسی کی رورعایت کرتی ہے بلکہ ہمہ وقت عدل و انصاف کو مقدم رکھتی ہے۔ و علی هذا القیاس۔

(۶۶۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا حمید طویل سے، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انگوٹھی پہنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! ایک رات عشاء کی نماز میں آپ نے آدھی رات تک دیر کی۔ نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”لوگ نماز پڑھ کر سو چکے ہوں گے۔ اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی کی حالت میں تھے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے اس وقت میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں (یعنی آپ کی انگوٹھی کی چمک کا سماں میری آنکھوں میں ہے)۔

۶۶۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سئِلَ أَنَسُ هَلْ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، آخِرَ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: ((صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَضَرْتُمُوهَا)) قَالَ: فَكَانَنِي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْصِ خَاتَمِهِ . [راجع: ۵۷۲: ۵۷۲] [نسائي: ۵۳۸؛ ابن ماجه: ۶۹۲]

باب: مسجد میں صبح اور شام آنے جانے کی فضیلت

بَابُ فَضْلِ مَنْ خَرَجَ إِلَى

الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

(۶۶۲) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن مطرف نے زید بن اسلم سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا کہ ”جو شخص مسجد میں صبح، شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح، شام جب بھی مسجد میں جائے۔“

۶۶۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلًا مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ)). [مسلم: ۱۵۲۴]

باب: جب نماز کی تکبیر ہونے لگے تو فرض نماز کے

بَابُ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا

سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا

صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

(۶۶۳) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے عبد اللہ بن مالک بن نحسین سے، کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک شخص پر ہوا (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بہز بن اسد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ میں نے حفص بن عاصم سے سنا، کہا کہ میں نے قبیلہ ازد کے

۶۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بَحِينَةَ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ؛ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِهِزُ بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ

حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنْ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أُقِمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ، فَلَمَّا انصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَآثَ بِهِ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الصُّبْحُ أَرْبَعًا؟)) تَابَعَهُ عُذْرٌ وَمُعَادٌ عَنْ شُعْبَةَ فِي مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ سَعْدِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَقَالَ حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ مَالِكٍ.

[مسلم: ۱۶۴۹، ۱۶۵۰؛ نسائی: ۸۶۶؛ ابن

ماجہ: ۱۱۵۳]

تشریح: سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جن لفظوں میں باب منعقد کیا ہے یہ لفظ ہی خود اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ جسے امام مسلم اور سنن والوں نے نکالا ہے۔ مسلم بن خالد کی روایت میں اتنا زیادہ اور ہے کہ فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے۔ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب محدث حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے امام احمد بن حنبل اور ابجدیث کا یہی قول ہے کہ جب فرض نماز کی تکبیر شروع ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہ پڑھے نہ فجر کی سنتیں نہ اور کوئی سنت یا فرض، بس اسی فرض میں شریک ہو جائے جس کی تکبیر ہو رہی ہے۔

اور بیہقی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے ((الا رکعتی الفجر)) اور حنفیہ نے اس سے دلیل پکڑی کہ فجر کی جماعت ہوتے بھی سنت پڑھنی ضروری ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن نصیر متروک اور عباد بن کثیر مردود ہے۔ ابجدیث کا یہ بھی قول ہے کہ اگر کوئی فجر کی سنتیں شروع کر چکا ہو اور فرض کی تکبیر ہو تو سنت کو توڑ دے اور فرض میں شریک ہو جائے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اس حدیث بخاری کی شرح میں نو (۹) اقوال ذکر کئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے: "انه ان خشى فوت الرکعتین معا وانہ لا یدرک الامام قبل رفعه من الرکوع فی الثانية دخل معه والا فلیرکعهما یعنی رکعتی الفجر خارج المسجد ثم یدخل مع الامام۔" اگر یہ خطرہ ہو کہ فرض کی ہر دو رکعت ہاتھ سے نکل جائیں گی تو فجر کی سنتوں کو نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ ٹل جائے، اور اگر اتنا بھی احتمال ہے کہ دوسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ ٹل سکے گا تو ان دو رکعت سنت فجر کو پڑھ لے پھر فرضوں میں ٹل جائے۔ اس سلسلہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے جو بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ((اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا رکعتی الصبح)) یعنی تکبیر ہو چکنے کے بعد سوائے اس فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں مگر صبح کی دو رکعت سنت۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے خود فرماتے ہیں: "هذه الزيادة لا اصل لها وفي اسنادها حجاج بن نصير وعباد بن كثير وهما ضعيفان۔" یعنی یہ الا رکعتی الفجر والی زیادتی بالکل بے اصل ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی سند میں حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ زیادتی قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ برخلاف اس کے کہ خود امام بیہقی ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت

ان لفظوں میں نقل کی ہے۔

”عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قيل: يا رسول الله! ولا ركعتي الفجر قال: ولا ركعتي الفجر في اسناده مسلم بن خالد الزنجي وهو متكلم فيه وقد وثقه ابن حبان واحتج به في صحيحه۔“
یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز فرض کی تکبیر ہو جائے تو پھر کوئی اور نماز جائز نہیں۔ کہا گیا کہ فجر کی سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ وہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے۔ جس میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث میں آخری نواں قول ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

”انه اذا سمع الاقامة لم يحل له الدخول في ركعتي الفجر ولا في غيرها من النوافل سواء كان في المسجد او خارجه فان فعل فقد عصي وهو قول اهل الظاهر ونقله ابن حزم عن الشافعي وجمهور السلف۔“ (نیل الاوطار)
یعنی تکبیر سن لینے کے بعد نماز کے لئے فجر کی سنت پڑھنا یا اور کسی نماز نفل میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ وہ مسجد میں ہو یا باہر اگر ایسا کیا تو وہ اللہ اور رسول کا نافرمان ٹھہرا۔ اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ ابن حزم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف سے اسی مسلک کو نقل کیا ہے۔

ایک تاریخی مکتوب مبارک: کون اہل علم ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری کے نام نامی سے واقف نہیں۔ آپ نے بخاری شریف کے حواشی تحریر فرما کر اہل علم پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ مگر اس بحث کے موقع پر آپ کا قلم بھی جاوہر اعتدال سے ہٹ گیا۔ یعنی آپ نے اسی بیہقی والی روایت کو بطور دلیل نقل کیا ہے۔ اور اسے علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ اس روایت پر روایت نقل کرنے والے بزرگ یعنی خود علامہ بیہقی کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جاتا، مگر ایسا نہیں کیا جس سے متاثر ہو کر استاذ الاساتذہ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا استاذنا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا۔ چونکہ یہ خط ایک علمی دستاویز ہے جس سے روشن خیال نوجوان کو بہت سے مفید امور معلوم ہو سکیں گے۔ اس لئے اس خط کا پورا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام و علمائے عظام اس کے مطالعہ سے محفوظ ہوں گے۔

من العاجر التحيف السيد محمد نذير حسين الى المولوى احمد على سلمه الله القوى السلام عليكم ورحمة الله بركاته وبعد فاتباعا بحديث خير الانام عليه افضل التحية والسلام الدين النصيحة وابتغاء تأس باحسن القول كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ماسمع اظهر بخد متكم الشريفة ان ما وقع من ذلك المكرم فى الحاشية على صحيح البخارى تحت حديث ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“ سمعت استاذى مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ يقول ورد فى رواية البيهقى ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا ركعتي الفجر“ انتهى۔ جعله اكثر طلبه العلم بل بعض اكابر زماننا الذين يعتمدون على قولكم عروة انفسهم يصلون السنة ولا يبالون فوت الجماعة وهذه الزيادة الاستثناء الاخير الا ركعتي الفجر لا اصل لها بل مردودة مطرودة عند المحققين ولا سيما عند البيهقى الامين وآفة الوضع على هذا الحديث الصحيح انما طرء من عباد بن كثير وحجاج بن نصير بالحق هذه الزيادة الاستثناء الاخير وظنى انكم ايها الممجد ما سمعتم نقل كلام استاذى العلامة البحر الفهامة المشتهرين الافاق مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ خير رحمة فى يوم التلاق فى البيهقى بالتمام والكمال فان البيهقى قال لا اصل لها او تسمع من المولانا المرحوم لضعف مزاجه فى نقلها والا فلا كلام عند الثقة المحدثين فى بطلان الا ركعتي الفجر كما هو مكتوب اليكم ومعارضه معروض عليكم قال الشيخ سلام الله فى المحلى شرح المؤطا زاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دينار فى قوله ﷺ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قيل يا رسول الله ولا ركعتي الفجر قال ولا ركعتي الفجر اخرجه ابن عدى وسنده حسن واما زيادة الا ركعتي الصبح فى الحديث فقال

اذان کے مسائل کا بیان

البيهي هذه الزيادة لا اصل لها انتهى مختصرا وقال التوربشتي وزاد احمد بلفظ فلا صلوة الا التي اقيمت وهو اخص وزاد ابن عدى بسند حسن قيل يارسول الله ولا ركعتي الفجر قال ولا ركعتي الفجر وقال الشوكاني وحديث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتي الصبح قال البيهي هذه الزيادة لا اصل لها وقال الشيخ نور الدين في موضوعاته حديث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتي الفجر روى البيهي عن ابي هريرة وقال هذه الزيادة لا اصل لها وهكذا في كتب الموضوعات الاخرى فعليكم والحالة هذه بصيانة الدين امام ان تصححوها الجملة الاخيرة من كتب ثقات المحققين اترجعوا وتعلموا طلبتكم ان هذه الزيادة مردودة ولا يليق العمل بها ولا يعتد بسنيتها وما انا ارجو الجواب بالصواب فانه ينه الغفلة ويوقظ الجهلة والسلام مع الاكرام۔ (اعلام اهل العصر باحكام ركعتي الفجر، ص: ٣٦)

ترجمہ: یہ اسلحا جائز تخفیف سید محمد نذیر حسین کی طرف سے مولوی احمد علی سلمہ اللہ القوی کے نام ہے بعد سلام مسنون حدیث خیر الانام علیہ التحیة والسلام الدین النصیحة (دین خیر خواہی کا نام ہے) کی اتباع اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کفی بالمرء اثما الحدیث (انسان کو گناہگار بنانے کے لئے یہی کافی ہے کہ بغیر تحقیق کامل ہر سنی سنی بات کو نقل کر دے) کے پیش نظر آپ کی خدمت شریف میں لکھ رہا ہوں کہ آپ مکرم نے بخاری شریف کی حدیث اذا اقيمت الصلوة الحدیث کے حاشیہ پر بیہقی کے حوالہ سے حضرت الاستاذ مولانا محمد اسحاق صاحب کا قول نقل فرمایا ہے جس سے سنت فجر کا جماعت فرض کی حالت میں پڑھنے کا جواز نکلتا ہے۔ آپ کے اس قول پر پھر دوسرا کر کے بہت سے طلبہ بلکہ بعض اکابر عصر حاضر کا یہ عمل ہو گیا ہے کہ فرض نماز فجر کی جماعت ہوتی رہتی ہے اور وہ سنتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ روایت مذکورہ میں بیہقی کے حوالہ سے الا ركعتي الفجر والی زیادتی محققین علماء خاص طور پر حضرت علامہ بیہقی کے نزدیک بالکل مردود اور مردود ہے۔ اور حدیث صحیح روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما پر یہ اضافہ عباد بن کثیر و جاج بن نصیر کا وضع کردہ ہے۔ اور اسے محترم فاضل! میرا گمان ہے کہ آپ نے حضرت مولانا و استاذنا علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہما کا بیہقی سے نقل کردہ قول پورے طور پر نہیں سنا۔ حالانکہ خود امام بیہقی وہاں فرما رہے ہیں کہ یہ قول بالکل بے اصل ہے۔ یا پھر حضرت مولانا (محمد اسحاق مرحوم) کی طرف سے اس کے نقل میں ان کے ضعف مزاج کی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ ورنہ الا ركعتي الفجر کے لفظوں کے بطلان میں ثقات محدثین کی طرف سے کوئی کلام ہی نہیں۔ جیسا کہ شیخ سلام اللہ صاحب نے محلی شرح مؤطا میں فرمایا ہے مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا: اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة تو آپ سے پوچھا گیا کہ فجر کی دو سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، ولا ركعتي الفجر یعنی جب فرض نماز کی تکبیر ہوگی تو اب کوئی نماز حتیٰ کہ فجر کی دو سنتوں کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور نقل کردہ زیادتی الا ركعتي الفجر کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ تو ریشتی نے کہا کہ احمد نے زیادہ کیا فلا صلوة الا التي اقيمت یعنی اس وقت خصوصاً ہی نماز پڑھی جائے گی، جس کی تکبیر کہی گئی ہے۔ اور ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ زیادہ کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا نماز فجر کی سنتوں کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، بوقت جماعت ان کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔

امام شوکانی رضی اللہ عنہما حضرت امام بیہقی سے تحت حدیث اذا اقيمت الصلوة الخ میں زیادتی الا ركعتي الفجر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ یہ زیادتی بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے۔ شیخ نور الدین نے بھی ان لفظوں کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور دوسری کتب موضوعات میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ ان حالات میں دین کی حفاظت کے لئے آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ یا تو ثقات محققین کی کتابوں سے اس کی صحت ثابت فرمائیں۔ یا پھر رجوع فرما کر اپنے طلبہ کو آگاہ فرمادیں کہ یہ زیادتی ناقابل عمل اور مردود ہے، ان کے سنت ہونے کا عقیدہ بالکل نہ رکھا جائے۔ میں جو آپ باصواب کے لئے امیدوار ہوں جس سے غافلوں کو تنبیہ ہوگی۔ اور بہت سے جاہلوں کے لئے آگاہی۔ والسلام مع الاكرام۔

اذان کے مسائل کا بیان

جہاں تک بعد کی معلومات ہیں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب کا کوئی جواب نہیں دیا نہ ہی اس غلطی کی اصلاح کی۔ بلکہ آج تک جملہ مطبوعہ بخاری مع حواشی مولانا مرحوم میں یہ غلط بیانی موجود ہے۔

پس خلاصہ الحرام یہ ہے کہ فجر کی جماعت ہوتے ہوئے فرض نماز چھوڑ کر سنتوں میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ پھر ان سنتوں کو کب ادا کیا جائے اس کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں یوں باب منع کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ تَفَوُّتَهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيْهَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ

باب اس بارے میں جس کی فجر کی دو سنتیں رہ جائیں وہ ان کو نماز فرض کی جماعت کے بعد ادا کرے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ جَدِّهِ قَيْسِ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَيَّمَتِ الصَّلَاةَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَجَدَنِيْ اَصْلِيْ فَقَالَ: مَهْلًا يَا قَيْسُ! اَصْلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ رَكَعْتُ رَكَعَتِي الْفَجْرِ قَالَ: فَلَا اِذْنَ.

اس پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دلیل میں پیش کی ہے۔ یعنی محمد بن ابراہیم اپنے دادا قیس کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز فرض باجماعت ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نماز میں پھر مشغول ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا، کہ اے قیس! کیا وہ نمازیں پڑھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ سے فجر کی سنت رہ گئی تھی ان کو ادا کر رہا ہوں آپ نے فرمایا: پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقد قال قوم من اهل مكة بهذا الحديث لم يروا باسا ان يصلى الرجل الركعتين بعد المكتوبة قبل ان تطلع الشمس۔" یعنی کہ والوں میں سے ایک قوم نے اس حدیث کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ نماز باجماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کو پڑھ لے۔ الحدیث اکبر مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اعلم ان قوله ﷺ فلا اذن معناه فلا باس عليك ان تصليهما حينئذ كما ذكرته ويدل عليه رواية ابي داود فسكت رسول الله ﷺ (الى ان) فاذا عرفت هذا كله ظهر لك بطلان قول صاحب العرف الشذی فی تفسير قوله فلا اذن معناه فلا تصلى مع هذا العذر ايضا ای فلا اذن للانكار۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی جان لے کہ فرمان نبوی فلا اذن کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں کہ تو ان کو اب پڑھ رہا ہے، اب وہاں صراحت یوں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اس تفصیل کے بعد صاحب عرف الشذی کے قول کا بطلان تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ جنہوں نے فلا اذن کے معنی انکار کے بتلائے ہیں۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ سے اس کو ان سنتوں کے پڑھنے سے روک دیا۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن عبد البر وغيره الحجة عند التنازع السنة فمن ادلى بها فقد افلح وترك التنفل عند اقامة الصلوة وتداركها بعد قضاء الفرض اقرب الى اتباع السنة ويتايد ذلك من حيث المعنى بان قوله في الاقامة حتى على الصلوة معناه هلموا الى الصلوة اي التي يقام لها فاسعد الناس بامتثال هذا الامر من لم يتشاغل عنه بغيره والله اعلم۔"

یعنی ابن عبد البر وغیرہ فرماتے ہیں کہ تنازع کے وقت فیصلہ کن چیز سنت رسول ہے۔ جس نے اس کو لازم پکڑا وہ کامیاب ہو گیا اور تکبیر ہوتے ہی نفل نمازوں کو چھوڑ دینا (جن میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں) اور ان کو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد ادا کر لینا اتباع سنت کے یہی قریب ہے اور اقامت میں جو حی علی الصلوة کہا جاتا ہے معنوی طور پر اس سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کے لئے آؤ جس کے لئے اقامت کہی جا رہی ہے۔ پس خوش نصیب وہی ہے جو اس امر پر فوراً عامل ہو اور اس کے سوا اور کسی غیر عمل میں مشغول نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ فجر کی نماز فرض کی جماعت ہوتے ہوئے سنتیں پڑھتے رہنا اور جماعت کو چھوڑ دینا عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

باب: بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہیے

بَابُ حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

(۶۶۳) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا کہ حضرت اسود بن یزید نخعی نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز میں ہمیشگی اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو فرمایا کہ ”ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ اس وقت آپ سے کہا گیا کہ ابو بکر بڑے نرم دل ہیں۔ اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں تو نماز پڑھانا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر وہی حکم فرمایا، اور آپ کے سامنے پھر وہی بات دہرا دی گئی۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ”تم تو بالکل یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔ (کہ دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہو) ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔“ آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت آپ کے قدموں کو دیکھ رہی ہوں کہ تکلیف کی وجہ سے زمین پر لیکر کرتے جاتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن نبی ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ پھر ان کے قریب آئے اور بازو میں بیٹھ گئے۔ جب اعمش نے یہ حدیث بیان کی، ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء کی اور لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کی؟ حضرت اعمش نے سر کے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں۔ ابوداؤد طیالسی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا شعبہ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے اعمش سے اور ابو معاویہ نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

۶۶۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ: قَالَ الْأَسْوَدُ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُواظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالْتِعْظِيمَ لَهَا، قَالَتْ: لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذَّنَ، فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ [فِي] مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ: ((إِنَّكَ صَوَاحِبُ يَوْسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي، فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ حَقْفَةً، فَخَرَجَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رِجْلَيْهِ تَخْطَانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أَتَى بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ فَقِيلَ لِلْأَعْمَشِ: فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بَرَأْسِهِ: نَعَمْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضُهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا. [راجع: ۱۹۸] [مسلم: ۹۴۱، ۹۴۲؛ ابن ماجہ: ۱۲۳۲]

(۶۶۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف

۶۶۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ:

نے خبر دی عمر سے، انہوں نے زہری سے، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ پیار ہو گئے اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس کی اجازت لی کہ بیماری کے دن میرے گھر میں گزاریں۔ انہوں نے اس کی آپ کو اجازت دے دی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ آپ اس وقت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے بیچ میں تھے (یعنی دونوں حضرات کا سہارا لیے ہوئے تھے) عبید اللہ راوی نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی، تو آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی جانتے ہو جن کا نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا کہ وہ دوسرے آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

طالب، [راجع: ۱۹۸]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب منعہ کرنے اور یہ حدیث لانے سے ظاہر ہے کہ جب تک مریض کسی نہ کسی طرح سے مسجد میں پہنچ سکے حتیٰ کہ کسی دوسرے آدمی کے سہارے سے جاسکے تو جانا ہی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومناسبة ذلك من الحديث خروجه ﷺ متوكئا على غيره من شدة الضعف فكانه يشير الى انه من بلغ الى تلك

الحال لا يستحب له تكلف الخروج للجماعة الا اذا وجد من يتوكأ عليه۔“ (فتح الباری)

یعنی حدیث سے اس کی مناسبت پائے طور ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لانا شدت ضعف کے باوجود دوسرے کے سہارے ممکن ہوا۔ گویا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس مریض کا حال یہاں تک پہنچ جائے اس کے لئے جماعت میں حاضری کا تکلف مناسب نہیں۔ ہاں اگر وہ کوئی آدمی پالے جو اسے سہارا دے کر پہنچا سکے تو مناسب ہے۔

حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری وقت میں دیکھ لیا تھا کہ امت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص اس وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے بار بار تاکید فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو مصلے پر بڑھایا۔ خلافت صدیقی کی حقانیت پر اس سے زیادہ واضح اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلے میں کچھ معذرت پیش کی اور اشارہ کیا کہ محترم والد ماجد بے حد رفیق القلب ہیں۔ وہ مصلے پر جا کر رونا شروع کر دیں گے۔ لہذا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمائیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی ایسا خیال نقل کیا گیا ہے کہ اگر والد ماجد مصلے پر تشریف لائے اور بعد میں نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو عوام والد ماجد کے متعلق قسم قسم کی بدگمانیاں پیدا کریں گے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے یہ کہہ کر کہ تم یوسف کے ساتھ والیوں جیسی ہو سب کو خاموش کر دیا۔ جیسا کہ زینب کی سہیلیوں کا حال تھا کہ ظاہر میں کچھ کہتی تھیں اور دل میں کچھ اور ہی تھا۔ یہی حال تمہارا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً:

- (۱) ایسے شخص کی اس کے سامنے تعریف کرنا جس کی طرف سے امن ہو کہ وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہوگا۔ (۲) اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ (۳) چھوٹے آدمی کو حق حاصل ہے کہ کسی اہم امر میں اپنے بڑوں کی طرف مراجعت کرے۔ (۴) کسی عمومی مسئلہ پر باہمی مشورہ کرنا۔ (۵) بڑوں کا ادب بہر حال بجالانا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ (۶) نماز میں بکثرت

حَضْرًا؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
فِي الْمَطْرِ؟
آجائیں تو کیا امام ان کے ساتھ نماز پڑھ لے اور
برسات میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھے یا نہیں؟

تشریح: یعنی ایسی آفتوں میں جماعت میں حاضر ہونا معاف ہے لیکن اگر کچھ لوگ تکلیف اٹھا کر مسجد میں آجائیں تو امام ان کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لے۔ کیونکہ گھروں میں نماز پڑھ لینا رخصت ہے افضل تو یہی ہے کہ مسجد میں حاضر ہو۔

۶۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ، قَالَ: حَطَبْنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْعٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنُ لَمَّا بَلَغَ حَى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: قُلِ الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَكَانَتْهُمْ أَنْكُرُوا فَقَالَ: كَانَتْكُمْ أَنْكُرْتُمْ هَذَا إِنْ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْني النَّبِيَّ ﷺ إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: كَرِهْتُ أَنْ أَوْثَمَكُمْ، فَتَجِيئُونَ تَدُوسُونَ الطِّينَ إِلَى رُكْبَتِكُمْ. [راجع ۶۱۶]

(۶۶۸) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الحمید صاحب الزیادی نے بیان کیا کہ کہا میں نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب بارش کی وجہ سے کچھڑ ہو رہی تھی خطبہ سنایا۔ پھر مؤذن کو حکم دیا اور جب وہ حسی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آج یوں پکارو کہ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لو۔ لوگ ایک دوسرے کو (حیرت کی وجہ سے) دیکھنے لگے۔ جیسے اس کو انہوں نے ناجائز سمجھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شاید اس کو برا جانا ہے۔ ایسا تو مجھ سے بہتر ذات یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی کیا تھا۔ بیشک جمعہ واجب ہے۔ مگر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ حسی علی الصلوٰۃ کہہ کر تمہیں باہر نکالو (اور تکلیف میں مبتلا کروں) اور حماد عاصم سے، وہ عبد اللہ بن حارث سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اتنا اور کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں گنہگار کروں اور تم اس حالت میں آؤ کہ تم مٹی میں گھٹنوں تک آلودہ ہو گئے ہو۔

تشریح: شارحین بخاری لکھتے ہیں: "مقصود المصنف من عقد ذلك الباب بيان ان الامر بالصلاة في الرحال للوجوب ولا للندب والا لم يجز اولم يكن اولي ان يصلوا الامام بمن حضر." یعنی امام بخاری رضی اللہ عنہما کا مقصد باب یہ ہے کہ بارش اور کچھڑ کے وقت اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کرنے کا حکم وجوب کے لئے نہیں ہے۔ صرف اباحت کے لئے ہے۔ اگر یہ امر وجوب کے لئے ہوتا تو پھر حاضرین مسجد کے ساتھ امام کا نماز ادا کرنا بھی جائز نہ ہوتا یا اولی نہ ہوتا۔ بارش میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ کچھ لوگ آجاتے ہیں کچھ نہیں آسکتے بہر حال شارع نے ہر طرح سے آسانی کو پیش نظر رکھا ہے۔

۶۶۹- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: جَاءَتْ سَحَابَةٌ

(۶۶۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے (شب قدر کو) پوچھا۔ آپ نے

فرمایا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور برسایا یہاں تک کہ (مسجد کی چھت) ٹپکنے لگی جو کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ پھر نماز کے لیے تکبیر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کچھڑ اور پانی میں سجدہ کر رہے تھے۔ کچھڑ کا نشان آپ کی پیشانی پر بھی میں نے دیکھا۔

فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ. [اطرافہ

فی: ۸۱۳، ۸۳۶، ۲۰۱۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۷،

۲۰۳۶، ۲۰۴۰] [مسلم: ۲۷۶۹، ۲۷۷۰، ۲۷۷۱،

۲۷۷۲، ۲۷۷۳؛ ابوداؤد: ۸۹۴، ۸۹۵، ۹۱۱،

۱۳۸۲؛ نسائی: ۱۰۹۴، ۱۳۵۵]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھڑ اور بارش میں بھی نماز مسجد میں پڑھی۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ ایسی آفتوں میں جو لوگ مسجد میں آجائیں ان کے ساتھ امام نماز پڑھے۔

(۶۷۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک مرد نے عذر پیش کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا اور وہ موٹا آدمی تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی اور آپ کے لیے ایک چٹائی بچھادی اور اس کے کنارہ کو (صاف کر کے) دھویا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بورے پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جازد کے ایک شخص (عبدالحمید) نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے سوا اور کبھی میں نے آپ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

۶۷۰- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ. وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيرِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ آلِ الْجَارُودِ لِأَنْسٍ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ. [اطرافہ فی: ۱۱۷۹، ۶۰۸۰، [ابوداؤد: ۶۵۷]

تشریح: یہاں یہ حدیث لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معذور لوگ اگر جمعہ جماعت میں نہ شریک ہو سکیں اور وہ امام سے درخواست کریں کہ ان کے گھر میں ان کے لئے نماز کی جگہ تجویز کر دی جائے۔ تو امام کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ باب میں بارش کے عذر کا ذکر تھا اور حدیث ہذا میں ایک انصاری مرد کے موٹاپے کا عذر مذکور ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شرماء جو عذر معقول ہو اس کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے۔

باب: جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

بَابُ: إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ أَبُو

فرماتے تھے کہ عقل مندی یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنی حاجت پوری کر لے تاکہ جب وہ نماز میں کھڑا ہو تو اس کا دل فارغ ہو۔

(۶۷۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”اگر شام کا کھانا سامنے رکھا جائے اور ادھر نماز کے لیے تکبیر بھی ہونے لگے تو پہلے کھانا کھا لو۔“

(۶۷۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب شام کا کھانا حاضر کیا جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھا لو (اور کھانے میں بے مزہ بھی نہ ہونا چاہیے) اور اپنا کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی مت کرو۔“

تشریح: ان جملہ آثار اور احادیث کا مقصد اتنا ہی ہے کہ بھوک کے وقت اگر کھانا تیار ہو، تو پہلے اس سے فارغ ہونا چاہیے، تاکہ نماز پورے سکون کے ساتھ ادا کی جائے اور دل کھانے میں نہ لگا رہے اور یہ اس کے لئے ہے جسے پہلے ہی سے بھوک ستا رہی ہو۔

(۶۷۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابو اسامہ حماد بن اسامہ سے، انہوں نے عبید اللہ سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا تیار ہو چکا ہو اور تکبیر بھی کہی جا چکی تو پہلے کھانا کھا لو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو، کھانے سے فراغت کر لو۔“ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھ دیا جاتا، ادھر اقامت بھی ہو جاتی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ امام کی قراءت برابر سنتے رہتے تھے۔

(۶۷۴) زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح کھالے گو نماز کھڑی کیوں نہ ہوگی ہو۔“ ابو عبد اللہ حضرت امام

الذرداء: مِنْ فِيهِ الْمَرْءُ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِعٌ.

۶۷۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي سَمِعْتُ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ)).

[طرفہ فی: ۵۴۶۵]

۶۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُدِّمَ الْعِشَاءُ فَأَبْدُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عِشَائِكُمْ)).

[طرفہ فی: ۵۴۶۳]

۶۷۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَ عِشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ، وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ)) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوَضِّعُ لَهُ الطَّعَامَ وَتَقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ.

[طرفہ فی: ۶۷۴، ۵۴۶۴] [مسلم: ۱۲۴۴]

۶۷۴- وَقَالَ: زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ

مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُمَانَ، وَوَهْبٌ مَدَنِيٌّ. [راجع: ۶۷۳]

[مسلم: ۱۲۴۵]

باب: جب امام کو نماز کے لیے بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کھانے کی چیز ہو تو وہ کیا کرے؟

(۶۷۵) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے باپ عمرو بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کی دسی کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپ نماز کے لیے بلائے گئے آپ کھڑے ہو گئے اور چھری ڈال دی، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

بَابُ: إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

۶۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمِيَّةَ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَخْتَرُ مِنْهَا، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السُّكَّيْنِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۸]

تشریح: اس باب اور اس کے تحت اس حدیث کے لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ پچھلی حدیث کا حکم اختیار ہوتا تھا جو باذن تھا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے کیوں جاتے بعض کہتے ہیں کہ امام کا حکم علیحدہ ہے۔ اسے کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جانا چاہیے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

باب: اس آدمی کے بارے میں جو اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف تھا کہ تکبیر ہوئی اور وہ نماز کے لیے نکل کھڑا ہوا

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

(۶۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انہوں نے اسود بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ آپ ﷺ اپنے گھر کے کام کاج یعنی اپنے گھر والیوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا فوراً (کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔

۶۷۶- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ- تَعْنِي: فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [طرفاء
فی: ۶۰۳۹، ۵۳۶۳] [ترمذی: ۲۴۸۹]

باب: کوئی شخص صرف یہ بتلانے کے لیے کہ نبی کریم ﷺ نماز کیونکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کا طریقہ کیا تھا، نماز پڑھائے تو کیسا ہے؟

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَسُنَّتَهُ

۶۷۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَنْسَجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لِأُصَلِّي بِكُمْ، وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، أَصَلِّي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي؟ فَقُلْتُ لِأَبِي قَلَابَةَ: كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَ: مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى. [اطرافہ

فی: ۸۰۲، ۸۱۸، ۸۲۴] [ابوداؤد: ۸۴۲،

۸۴۳؛ نسائی: ۱۱۵۰، ۱۱۵۲]

تشریح: دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھنا یہ جلسہ استراحت کہلاتا ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ "قال المحافظ فی الفتح: وفيه مشروعية جلسة الاستراحة واخذ بها الشافعي وطائفة من اهل الحديث" یعنی فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوئی اور امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا اسی پر عمل ہے۔ مگر احناف نے جلسہ استراحت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

"یہ جلسہ استراحت ہے اور حنفیہ کے یہاں بہتر ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ ابتدا میں یہی طریقہ تھا۔ لیکن بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔" (تنبیہ البخاری ص: ۸۱)۔ آگے یہی حضرت اپنے اس خیال کی خود ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس میں اختلاف صرف افضلیت کی حد تک ہے۔"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ سے درجہ جواز میں مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔ ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنؤی کا تبصرہ نقل کر دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"اعلم ان اکثر اصحابنا الحنفية وكثيرا من المشايخ الصوفية قد ذكروا في كيفية صلوة التسييح الكيفية التي حكاها الترمذی والحاكم عن عبدالله بن المبارك الخالية عن جلسة الاستراحة والشافعية والمحدثون اكثرهم اختاروا الكيفية المشتملة على جلسة الاستراحة وقد علم مما اسلفنا ان الاصح ثبوتها هو هذه الكيفية فليأخذ بها من يصلحها حنفيا كان او شافعيًا." (تحفة الاخوذی، ص: ۲۳۷ بحوالہ كتاب الاثار المرفوعة)

یعنی جان لو کہ ہمارے اکثر علمائے احناف اور مشائخ صوفیہ نے صلوة التسييح کا ذکر کیا ہے۔ جسے ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن

مبارک ﷺ سے نقل کیا ہے۔ مگر اس میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ شافعیہ اور اکثر محدثین نے جلسہ استراحت کو مختار قرار دیا ہے اور ہمارے بیان گزشتہ سے ظاہر ہے کہ ثبوت کے لحاظ سے صحیح یہی ہے کہ جلسہ استراحت کرنا بہتر ہے۔ پس کوئی حنفی ہو یا شافعی اسے چاہیے کہ جب بھی وہ صلوٰۃ التَّسْبِيحِ پڑھے ضرور جلسہ استراحت کرے۔

محدث کبیر علامہ عبدالرحمن صاحب مبارک پوری ﷺ فرماتے ہیں:

”قد اعتذر الحنفية وغيرهم من لم يقل بجلسة الاستراحة عن العمل بحديث مالك بن الحويرث المذكور في الباب باعذار كلها باردة.“ (تحفة الاحوذی)

یعنی جو حضرات استراحت کے قائل نہیں احناف وغیرہ انہوں نے حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم جو یہاں ترمذی میں مذکور ہوئی ہے (اور بخاری شریف میں بھی قارئین کے سامنے ہے) پر عمل کرنے سے کئی ایک عذر پیش کئے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے اور جن کو عذر بے جا نہ کہنا چاہیے (مزید تفصیل کے لئے تحفة الاحوذی کا مطالعہ کرنا چاہیے)

بَابُ: أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ
أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ
بَاب: امامت کرانے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو علم اور (عملی طور پر بھی) فضیلت والا ہو

تشریح: امام بخاری ﷺ کی غرض اس باب کے منعقد کرنے سے ان لوگوں کی تردید ہے جو امامت کرانے والوں کے لئے علم و فضل کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر ایک جاہل کندہ ماتراش کو بے تکلف نماز میں امام بنا دیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ امام بخاری ﷺ کا یہ مذہب ہے کہ عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے نسبت قاری کے کیونکہ قاری صحابہ میں ابی بن کعب ﷺ سب سے زیادہ تھے۔ تب بھی نبی کریم ﷺ نے ان کو امام نہیں بنایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا اور حدیث میں جو آیا ہے کہ جو زیادہ تم میں اللہ کی کتاب کا قاری ہو وہ امامت کرے تو امام شافعی ﷺ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حکم آپ ہی کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اس وقت جو اقرأ ہوتا وہ افتد یعنی عالم بھی ہوتا تھا اور امام احمد ﷺ نے اقرأ کو مقدم رکھا ہے افتد پر اور اگر کوئی افتد بھی ہو اور اقرأ بھی تو وہ سب پر مقدم ہوگا بالاتفاق ہمارے زمانہ میں بھی یہ بلا عام ہو گئی ہے، لوگ جاہلون کو پیش امام بنا دیتے ہیں جو اپنی نماز بھی خراب کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ (خلاصہ شرح وحیدی)

٦٧٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: وَلِيدُ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: مَرَّضَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّهُ رَجُلٌ رَفِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ: ((مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَعَادَتْ فَقَالَ: ((مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكَ صَوَاحِبُ يَوْسُفَ)) فَاتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى

(٦٧٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین بن علی بن ولید نے زائدہ بن قدامہ سے بیان کیا، انہوں نے عبد الملک بن عمیر سے، کہا کہ مجھ سے ابو بردہ عامر نے بیان کیا، انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا کہ ”ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے نماز پڑھانا مشکل ہوگا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں، تم لوگ صواحب یوسف (زیلخا) کی طرح (باتیں بتاتی) ہو۔“ آخر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفہ فی: ۳۳۸۵] [مسلم: ۹۴۸]

کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

(۶۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ ”ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن مجید) سنانہ سکیں گے، اس لیے آپ عمر سے کہنے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ بھی کہیں کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو روتے روتے لوگوں کو (قرآن) سنانہ سکیں گے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) نے بھی اسی طرح کہا تو آپ نے فرمایا کہ ”خاموش رہو! تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

۶۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَهْ، إِنَّكَ لَا تَنْتَ صَوَابُ يُونُسَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)) فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ

مِنْكَ خَيْرًا. [راجع: ۱۹۸]

تشریح: اس واقعہ سے متعلق احادیث میں ”صواحب یوسف“ کا لفظ آتا ہے۔ صواحب صاحبہ کی جمع ہے، لیکن یہاں مراد صرف زینبہ سے ہے۔ اسی طرح حدیث میں ”انتم“ کی ضمیر جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے۔ یعنی زینبہ نے عورتوں کے اعتراض کے سلسلے کو بند کرنے کے لئے انہیں بظاہر دعوت دی اور اعزاز و اکرام کیا۔ لیکن مقصد صرف یوسف علیہ السلام کو دکھانا تھا کہ تم مجھے کیا ملامت کرتی ہو بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں مجبور ہوں۔ جس طرح اس موقع پر زینبہ نے اپنے دل کی بات چھپائے رکھی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جن کی دلی تمنا یہی تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ سے مزید توشیح کے لئے ایک دوسرے عنوان سے بار بار پوچھواتی تھیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ابتدا میں غالباً بات نہیں سمجھی ہوگی۔ اور بعد میں جب نبی کریم ﷺ نے زور دیا۔ تو وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد سمجھ گئیں اور فرمایا کہ میں بھلا تم سے کبھی بھلائی کیوں دیکھنے لگی۔ (تفسیر البخاری، ص: ۸۴/۳)

حفصہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ آخر سوکن ہو، تو کیسی ہی سہی تم نے ایسی صلاح دی کہ نبی کریم ﷺ کو مجھ پر خفا کر دیا۔ اس حدیث سے اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو قطعی طور پر یہ منظور تھا کہ ابوبکر کے سوا اور کوئی امامت نہ کرے اور باوجودیکہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی نے تین بار معروضہ پیش کیا۔ مگر آپ نے ایک نہ سنی۔

پس اگر حدیث القرطاس میں بھی آپ کا منشا یہی ہوتا کہ خواہ مخواہ کتاب لکھی جائے تو آپ ضرور لکھوادیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کے بعد کئی دن زندہ رہے۔ مگر وہ بارہ کتاب لکھوانے کا حکم نہیں فرمایا۔ (دعیدی)

(۶۸۰) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی..... آپ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے، آپ کے خادم اور صحابی تھے..... کہ نبی ﷺ کے مرض الموت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن جب لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے ہوئے تھے تو نبی ﷺ حجرہ کا پردہ ہٹائے کھڑے ہوئے، ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک (حسن و جمال اور عفتائی میں) گویا مصحف کا ورق تھا۔ آپ مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نماز توڑ دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے پاؤں پیچھے ہٹ کر صف کے ساتھ آملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کر لو۔ پھر آپ نے پردہ ڈال دیا۔ پس آپ ﷺ کی وفات اسی دن ہو گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۶۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَخَدَمَهُ وَصَجِبَهُ۔ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحَجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا، وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةٌ مَصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيِهِ النَّبِيِّ ﷺ، فَتَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ آتِمُوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرَحَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ ﷺ. اطرافه في:

[۶۸۱، ۷۵۴، ۱۲۰۵، ۴۴۴۸]

(۶۸۱) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمر مقرئ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (ایام بیماری میں) تین دن تک باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن نماز قائم کی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی ﷺ نے (حجرہ مبارک کا) پردہ اٹھایا جب آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا تو آپ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (قربان اس حسن و جمال کے) پھر آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لیے اشارہ کیا اور آپ نے پردہ گرا دیا اور اس کے بعد وفات تک کوئی آپ کو دیکھنے پر قادر نہ ہوسکا۔

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنِ أَنَسِ، قَالَ: لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثًا، فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ: نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهَ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنظُرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا، فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَأَرَحَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ، فَلَمْ يَقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ. [راجع: ۶۸۰]

[مسلم: ۹۴۷]

(۶۸۲) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ:

وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے حمزہ بن عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ جب رسول کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ سے نماز کے لیے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ”ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ دل کے آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو بہت رونے لگتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ”ان ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔“ دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”ان سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ تم تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔“ اس حدیث کی متابعت محمد بن ولید زبیدی اور زہری کے بیٹھے اور اسحاق بن یحییٰ کلبی نے زہری سے کی ہے اور عقیل اور عمر نے زہری سے، انہوں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہی ہے کہ امامت اس شخص کو کرائی جائے جو علم میں ممتاز ہو۔ یہ ایک اہم ترین منصب ہے جو ہر کس و ناکس کے لئے مناسب نہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ والد محترم نبی کریم ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں اور نبی کریم ﷺ کی وفات ہو جائے تو لوگ کیا کیا خیالات پیدا کریں گے۔ اس لئے بار بار وہ عذر پیش کرتی رہیں مگر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اولین طور پر اس گدی کے مالک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ہی کا تقرر عمل میں آیا۔

زبیدی کی روایت کو طبرانی نے اور زہری کے بیٹھے کی روایت کو ابن عدی نے اور اسحاق کی روایت کو ابوبکر بن شاذان نے وصل کیا۔ عقیل اور عمر نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا۔ کیونکہ حمزہ بن عبد اللہ نے نبی کریم ﷺ کو نہیں پایا۔ عقیل کی روایت کو ابن سعد اور ابولیلی نے وصل کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعَلَّةِ

باب: جو شخص کسی عذر کی وجہ سے صف چھوڑ کر امام کے بازو میں کھڑا ہو

(۶۸۳) ہم سے زکریا بن یحییٰ علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے آپ کو کچھ ہلکا پایا اور باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے جب

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ عَلَيْهِ الْبُكَاءُ قَالَ: ((مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ)) فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ: ((مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ، إِنَّكُنَّ صَاحِبُ يُونُسَ)) تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَبِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ ابْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَقِيلٌ: وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۶۸۳- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نَمِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهَمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خَفَةً، فَخَرَجَ، فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَوْمَ النَّاسِ، فَلَمَّا رَأَهُ

نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن آپ ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا حکم فرمایا۔ پس رسول کریم ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

[راجع: ۱۹۸] [مسلم: ۹۴۳؛ ابن ماجہ: ۱۲۳۳]

تشریح: گویا میں امام کے بازو میں کھڑا ہونا مذکور ہے اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھنا بیان ہو رہا ہے۔ مگر شاید آپ پہلے بازو میں کھڑے ہو کر پھر بیٹھ گئے ہوں گے یا کھڑے ہونے کو بیٹھنے پر قیاس کر لیا گیا ہے۔

باب: ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر پہلا امام آ گیا اب پہلا شخص (مقتدیوں میں ملنے کے لیے) پیچھے سرک گیا یا نہیں سرکا، بہر حال اس کی نماز جائز ہوگی

بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَوْمِ النَّاسِ فَجَاءَ الْإِمَامَ الْأَوَّلَ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ

اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (۶۸۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو حازم بن دینار سے خبر دی، انہوں نے سہل بن سعد ساعدی (صحابی) سے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبائیں) صلح کرانے کے لیے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔ میں تکبیر کہوں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے۔ اور رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ (کہ نماز پڑھائے جاو) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ

فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ۶۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: اتَّصَلِي لِلنَّاسِ؟ فَأَقِيمَ قَالَ: نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ تَلَفَّتْ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ ”ابو بکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا۔ پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو قافہ کے بیٹے (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔“

مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَبْتَئَ إِذْ أَمَرْتُكَ؟)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْبَحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ التُّفَّتْ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)). [اطرافہ فی: ۱۲۰۱، ۱۲۰۴، ۱۲۱۸، ۱۲۳۴، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳]

[۷۱۹۰] [مسلم: ۹۴۹]

تشریح: بنی عمرو بن عوف ساکنان قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی۔ ان میں آپس میں تکرار ہو گئی۔ ان میں صلح کرانے کی غرض سے نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور چلنے وقت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمائے تھے کہ اگر عصر کا وقت آ جائے اور میں نہ آسکوں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو وہاں کافی وقت لگ گیا۔ یہاں تک کہ جماعت کا وقت آ گیا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلی پر کھڑے کر دیئے گئے اتنے ہی میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ اور معلوم ہونے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے۔ اور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے توضیح اور کسوف کی بنا پر اپنے آپ کو ابو قافہ کا بیٹا کہا۔ کیونکہ ان کے باپ ابو قافہ کو دوسرے لوگوں پر کوئی خاص فضیلت نہ تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقررہ امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص امام بن جائے اور نماز شروع کرتے ہی فوراً دوسرا امام مقررہ آ جائے تو اس کا اختیار ہے کہ خواہ خود امام بن جائے اور دوسرا شخص جو امامت شروع کراچکا تھا وہ مقتدی بن جائے یا نئے امام کا مقتدی رہ کر نماز ادا کرے کسی حال میں نماز میں خلل نہ ہوگا اور نہ نماز میں کوئی خرابی آئے گی یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو اگر امام کو لقمہ دینا پڑے تو باواز بلند سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ اگر کوئی عورت لقمہ دے تو اسے تالی بجانا کافی ہوگا۔

باب: اگر جماعت کے سب لوگ قراءت میں

برابر ہوں تو امامت بڑی عمر والا کرے

(۶۸۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حماد بن زید نے خبر دی ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے مالک بن حورث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے ملک سے حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر نو جوان تھے۔ تقریباً بیس رات ہم آپ کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ بڑے ہی رحم دل تھے۔ آپ نے (ہماری غربت کا حال دیکھ کر) فرمایا کہ ”جب تم لوگ اپنے

بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ

فَلْيُؤْمَهُمُ الْكَبِيرُ

۶۸۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَابَةٌ، فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيمًا فَقَالَ: ((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَيَّ

بِلَادِكُمْ فَعَلِمْتُمُوهُمْ، مَرُّوهُمْ فَلْيَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ لَكُمْ أَحَدَكُمْ، وَلْيُؤَمِّمَكُمْ أَكْبَرَكُمْ)).

گھروں کو جاؤ تو اپنے قبیلے والوں کو دین کی باتیں بتانا اور ان سے نماز پڑھنے کے لیے کہنا کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“

[راجع: ۶۲۸]

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ حدیث میں ((اکبرکم)) سے عمر میں بڑا مراد ہے۔

بَابُ: إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ
باب: جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں (ان کی فرمائش پر) نماز پڑھائی (تو یہ جائز ہوگا)

۶۸۶- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودٍ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَتَبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ: ((أَيْنَ تَحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَاسْتَرْتُهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ، فَقَامَ وَصَفَّقْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا. [راجع: ۴۲۴]

۶۸۶) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی، کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے (میرے گھر تشریف لانے کی) اجازت چاہی اور میں نے آپ کو اجازت دی، آپ نے دریافت فرمایا کہ ”تم لوگ اپنے گھر میں جس جگہ پسند کرو میں نماز پڑھ دوں۔“ میں جہاں چاہتا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ پھر آپ نے جب سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

[مسلم: ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷]

[۱۴۹۸؛ نسائی: ۷۸۷، ۱۳۲۶؛ ابن ماجہ: ۷۵۴]

تشریح: دوسری حدیث میں مروی ہے کہ کسی شخص کو اجازت نہیں کہ دوسری جگہ جا کر ان کے امام کی جگہ خود امام بن جائے۔ مگر وہ لوگ خود چاہیں اور ان کے امام بھی اجازت دیں تو پھر مہمان بھی امامت کرا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ بڑا امام جسے خلیفہ وقت یا سلطان کہہ جائے چونکہ وہ خود آمر ہے، اس لئے وہاں امامت کرا سکتا ہے۔

بَابُ: إِنَّمَا جِعِلَ الْإِمَامَ لِيُؤْتَمَّ بِهِ،
باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی

پیروی کریں،

وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوَفِّي فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُودُ فَيَمَكُثُ بِقَدْرِ مَا

اور رسول کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی (لوگ کھڑے ہوئے تھے) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب کوئی امام سے پہلے سر اٹھالے (رکوع میں سجدے میں) تو پھر وہ رکوع یا

سجدے میں چلا جائے اور اتنی دیر بٹھرے جتنی دیر سر اٹھائے رہا تھا پھر امام کی پیروی کرے۔ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے لیکن سجدہ نہ کر سکے، تو وہ آخری رکعت کے لیے دو سجدے کرے۔ پھر پہلی رکعت سجدہ سمیت دہرائے اور جو شخص سجدہ کے بغیر بھول کر کھڑا ہو گیا تو وہ سجدے میں چلا جائے۔

(۶۸۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے خبر دی، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی حالت آپ ہم سے بیان کرتیں، (تو اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور سن لو! آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ”کیا لوگوں نے نماز پڑھی؟“ ہم نے عرض کی جی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر آپ اٹھنے لگے، لیکن آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو پھر آپ نے پوچھا کہ ”کیا لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟“ ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے (پھر) فرمایا کہ ”لگن میں میرے لیے پانی رکھ دو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے پھر پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن (دوبارہ) پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ ”کیا لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟“ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”لگن میں پانی لاؤ۔“ اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش ہوا تو آپ نے پوچھا کہ ”کیا لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟“ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لیے بیٹھے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور حکم فرمایا کہ

رَفَعَ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْإِمَامَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكَعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكَعَةَ الْأُولَى بِسُجُودِهَا وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

۶۸۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تَحَدِّثُنِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: بَلَى، ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أُصَلِّي النَّاسُ)) فَقُلْنَا: لَا، وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) قَالَتْ: فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أُصَلِّي النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) قَالَتْ: فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أُصَلِّي النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)) فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أُصَلِّي النَّاسُ)) قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ النَّبِيَّ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ. فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَتَاهُ الرَّسُولُ

وہ نماز پڑھادیں۔ بھیجے ہوئے شخص نے آ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے حکم فرمایا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آخر (بیماری کے) دنوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو مزاج کچھ ہلکا معلوم ہوا تو دوسروں کا سہارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے ظہر کی نماز کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن نبی ﷺ نے اشارے سے انہوں کو روکا کہ پیچھے نہ ہٹو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا: ”مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازوؤں میں بٹھا دو۔“ چنانچہ دونوں نے آپ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازوؤں میں بٹھا دیا۔ راوی نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں نبی ﷺ کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ پھر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی بیماری کے بارے میں جو حدیث بیان کی ہے کیا میں وہ آپ کو سناؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث ان کو سنا دی۔ انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان صاحب کا نام بھی تم کو بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَا مُرَّكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: - وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا. يَا عُمَرُ! صَلِّ بِالنَّاسِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ، ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ حِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَأَى أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ. قَالَ: ((أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ)). فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ. قَالَ: فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتُمُ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ: عُبَيْدُ اللَّهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ: أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثْتَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا، فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: أَسَمَّتَ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ. [راجع: 198] [مسلم: 936؛ نسائي: 833]

تشریح: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مرض موت میں آپ نے لوگوں کو یہی نماز پڑھائی وہ بھی بیٹھ کر بعض نے گمان کیا کہ یہ فجر کی نماز تھی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے وہیں سے قراءت شروع کی جہاں تک ابو بکر پہنچے تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ظہر میں بھی آیت کا سننا ممکن ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ آپ سری نماز میں بھی اس طرح سے قراءت کرتے تھے کہ ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے یعنی پڑھتے پڑھتے ایک آدھ آیت ذرا ہلکی آواز سے پڑھ دیتے کہ مقتدی اس کو سن لیتے۔ (مولانا حیدر الزماں مرحوم)

ترجمہ الباب کے بارے میں حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”هذه الترجمة قطعة من الحديث الاتي في الباب والمراد بها ان الالتزام يقتضى متابعة المأموم لا مامه..... الخ.“ (فتح الباری) یعنی یہ باب حدیث ہی کا ایک ٹکڑا ہے جو آگے مذکور ہے۔ مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے کا اقتضا ہی یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی نماز میں پیروی کرے اس پر سبقت نہ کرے۔ مگر دلیل شرعی سے کچھ ثابت ہو تو وہ امر دیگر ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

٦٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ، فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)).

(٦٨٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ عروہ سے، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں میرے ہی گھر میں نماز پڑھی۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھے کا اشارہ کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ ”امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ [اطرافہ فی: ١١١٣، ١٢٣٦، ٥٦٥٨] [ابوداؤد:

[٦٥٥

تشریح: صاحب عون المعبود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”قال الخطابي: قلت: وفي اقامة رسول الله ﷺ ابا بكر عن يمينه وهو مقام الماموم وفي تكبيره بالناس وتكبير ابي بكر بتكبيره بيان واضح ان الامام في هذه الصلوة رسول الله ﷺ وقد صلى قاعدا والناس من خلفه قيام وهي اخر صلوة صلاها بالناس فدل على ان حديث انس وجابر متسوخ ويزيد ما قلناه وضوحا ما رواه ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت: لما ثقل رسول الله ﷺ وذكر الحديث قالت: فجاء رسول الله ﷺ حتى جلس عن يسار ابي بكر فكان رسول الله ﷺ يصلي بالناس جالسا وابو بكر قائما يقتدى به والناس يقتدون بابي بكر حدثونا به عن يحيى بن محمد بن يحيى قال نا مسدد قال نا ابو معاوية والقياس يشهد لهذا القول لان الامام لا يسقط عن القوم شيئا من اركان الصلوة مع القدرة عليه الا ترى انه لا يحيل الركوع والسجود الى الائمة وكذلك يحيل القيام الى القعود والى هذا ذهب سفيان الثوري واصحاب الراي والشافعي وابو ثور وقال مالك بن انس: لا ينبغي لاحد ان يؤم الناس قاعداً وذهب احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ونفر من اهل الحديث الى خبر انس فان الامام اذا صلى قاعداً صلوا من خلفه قعودا وزعم بعض اهل الحديث ان الروايات اختلفت في هذا فروى الاسود عن عائشة ان النبي ﷺ كان اماما وروى شقيق عنها ان الامام كان ابو بكر فلم يجز ان يترك به حديث انس وجابر.“ (عون المعبود، ج: ١/ ص: ٢٢٤)

یعنی امام خطابی نے کہا کہ حدیث مذکور میں جہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑا ہونا ذکر ہے جو مقتدی کی جگہ ہے اور ان کا لوگوں کو تکبیر کہنا اور ابو بکر کی تکبیروں کی تکبیر کے پیچھے ہونا اس میں واضح بیان موجود ہے کہ اس نماز میں امام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سارے صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے اور یہ آخری نماز ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ جو اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت انس اور جابر رضی اللہ عنہما کی احادیث میں جن میں امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھا لازم مذکور ہے، وہ منسوخ ہے اور

ہم نے جو کہا ہے اس کی مزید وضاحت اس روایت سے ہوگئی ہے جسے ابومعادیہ نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ تشریف لائے اور ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ بیٹھ کر ہی لوگوں کو نماز پڑھا ہے تھے اور ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور دیگر جملہ نمازی کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ امام ارکان صلوٰۃ میں سے مقتدیوں سے جب وہ ان پر قادر ہوں کسی رکن کو ساقط نہیں کر سکتا نہ وہ رکوع سجود ہی کو محض اشاروں سے ادا کر سکتا ہے۔ تو پھر قیام جو ایک رکن نماز ہے اسے قعود سے کیسے بدل سکتا ہے۔ امام سفیان ثوری اور اصحاب رائے اور امام شافعی اور ابو ثور وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام مالک بن انس کہتے ہیں کہ مناسب نہیں کہ کوئی بیٹھ کر لوگوں کی امامت کرے اور امام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ اور ایک گروہ اہلحدیث کا یہی مسلک ہے جو حدیث انس میں مذکور ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھانے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راقم کہتا ہے کہ میں اس تفصیل کے لئے سخت حیران تھا، تحتہ الاحوذی، نیل الاوطار، فتح الباری وغیرہ جملہ کتب سامنے تھیں مگر کسی سے تفسیر نہ ہو رہی تھی کہ اچانک اللہ سے امرحق کے لئے دعا کر کے عون المعبود کو ہاتھ میں لیا اور کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ پہلی ہی دفعہ فی الفور تفصیل بالاسانے آگئی جسے یقیناً تائید نبوی کہنا ہی مناسب ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ (راز)

۶۸۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ، فَجَحَشَ شِقَّهُ الْأَيْمَنُ، فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا، فَلَمَّا انصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ الْحَمِيدِيُّ قَوْلُهُ: ((وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا)) هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا، لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ.

۶۸۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس پر سے گر پڑے۔ اس سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آئے۔ تو آپ نے کوئی نماز پڑھی۔ جسے آپ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ”امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سماع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔“ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ حمیدی نے آپ کے اس قول ”جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر پڑھو۔“ کے متعلق کہا ہے کہ یہ ابتدا میں آپ ﷺ کی پرانی بیماری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد آخری بیماری میں آپ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے تھے۔ آپ نے اس وقت لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت نہیں فرمائی اور اصل یہ ہے کہ جو فعل آپ کا آخری ہو اس کو لینا چاہیے اور پھر جو اس سے آخری ہو۔

[راجع: ۳۷۸] [مسلم: ۹۲۴؛ ابوداؤد: ۶۰۱]

[سنائی: ۸۳۱]

بَابُ: مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ؟

باب: امام کے پیچھے مقتدی کب سجدہ کریں؟

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ”جب امام سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو۔“ (یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے)

۶۹۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ تَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ. [طرفاه فی: ۷۴۷، ۸۱۱]

ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹے نہیں تھے۔ (بلکہ نہایت ہی سچے تھے) انہوں نے بتلایا کہ جب نبی ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم سے کوئی بھی اس وقت تک نہ جھکتا جب تک نبی ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم لوگ سجدہ میں جاتے۔

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے، انہوں نے ابواسحاق سے جیسے اوپر گزرا۔

۶۹۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ تَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ. [طرفاه فی: ۷۴۷، ۸۱۱]

۶۹۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ تَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ. [طرفاه فی: ۷۴۷، ۸۱۱]

۶۹۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ تَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ. [طرفاه فی: ۷۴۷، ۸۱۱]

[ترمذی: ۲۸۱؛ نسائی: ۸۲۸]

بَابُ: (رُكُوعُ يَاسْجُدُهُ فِي) إِمَامٍ مِنْهُمَا سَبْعَةٌ

باب: (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے ستر اٹھانے والے کا گناہ کتنا ہے؟

۶۹۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مَنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ عَلَى يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؛ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟)).

۶۹۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مَنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ عَلَى يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؛ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟)).

۶۹۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مَنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ عَلَى يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؛ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟)).

[مسلم: ۹۶۵؛ ابوداؤد: ۶۲۳]

باب: غلام کی اور آزاد کیسے ہوئے غلام کی امامت

بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر کیا کرتا تھا۔ اور ولد الزنا اور گنوار نابالغ لڑکے کی امامت کا بیان کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”کتاب اللہ کا سب سے بہتر پڑھنے والا امامت کرائے۔“ اور غلام کو بغیر کسی خاص عذر کے جماعت میں شرکت سے روکا جائے گا۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ غلام اگر قرآن شریف کا زیادہ عالم ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور چہرہ نمازوں میں وہ مصحف دیکھ کر قراءت کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وصله ابو داود في كتاب المصاحف من طريق ايوب عن ابن ابي مليكة ان عائشة كان يؤمها غلامها ذكوان في المصحف ووصله ابن ابي شيبة قال حدثنا وكيع عن هشام بن عروة عن ابن ابي مليكة عن عائشة انها اعتقت غلاما لها عن دهر فكان يؤمها في رمضان في المصحف ووصله الشافعي وعبد الرزاق من طريق اخري عن ابن ابي مليكة انه كان ياتي عائشة باعلى الوادي هو وابوه وعبيد بن عمير والمسور بن مخزوم وناس كثير فيؤمهم ابو عمرو مولى عائشة وهو يومئذ غلام لم يعتق وابو عمر المذكور هو ذكوان.“ (فتح الباری)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمرو ذکوان نامی رمضان شریف میں شہر سے دور وادی سے آتے، ان کے ساتھ ان کا باپ ہوتا اور عبید بن عمیر اور مسور بن مخزوم اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو جاتے۔ اور وہ ذکوان نامی غلام قرآن شریف دیکھ کر قراءت کرتے ہوئے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعد میں ان کو آزاد بھی کر دیا تھا۔ چونکہ روایت میں رمضان کا ذکر ہے۔ لہذا احتمال ہے کہ وہ تراویح کی نماز پڑھایا کرتے ہوں اور اس میں قرآن شریف دیکھ کر قراءت کیا کرتے ہوں۔ اس روایت کو ابو داؤد نے کتاب المصاحف میں اور ابن ابی شیبہ اور امام شافعی اور عبد الرزاق وغیرہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”استدل به على جواز القراءة المصلية من المصحف ومنع عنه اخرون لكونه عملا كثيرا في الصلوة.“ (فتح الباری) یعنی اس نے دلیل لی گئی ہے کہ نمازی قرآن شریف دیکھ کر قراءت جواز کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں نے اسے جائز نہیں سمجھا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ نماز میں عمل کثیر ہے جو منع ہے۔

تحریف کا ایک نمونہ: ہمارے محترم علمائے دیوبند رحمہم اللہ جو صحیح بخاری کا ترجمہ اور شرح شائع فرما رہے ہیں ان کی جرأت کہنے یا حمایت مسلک کہ بعض بعض جگہ ایسی تشریح کر ڈالتے ہیں جسے صراحتاً تحریف ہی کہنا چاہیے۔ جس کا ایک نمونہ یہاں بھی موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری دیوبندی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ ”حضرت ذکوان کے نماز میں قرآن مجید سے قراءت کا مطلب یہ ہے کہ دن میں آیتیں یاد کر لیتے تھے اور رات کے وقت انہیں نماز میں پڑھتے تھے۔“ (تفہیم البخاری، ص ۳/۹۲)

ایسا تو سارے ہی حفاظ کرتے ہیں کہ دن بھر دور فرماتے اور رات کو سنایا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ذکوان بھی ایسا ہی کرتے تھے تو خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنے کی راویوں کو کیا ضرورت تھی۔ پھر روایت میں صاف فی المصنف کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر قراءت کیا کرتے تھے۔ چونکہ مسلک حنفیہ میں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے تفہیم البخاری کو اس روایت کی تاویل کرنے کے لئے اس غلط تشریح کا سہارا لینا پڑا۔ اللہ پاک علمائے دین کو توفیق دے کہ وہ اپنی علمی ذمہ داریوں کو محسوس فرمائیں۔ (آریں)

اگر مقتدیوں میں صرف کوئی نابالغ لڑکا ہی زیادہ قرآن شریف جاننے والا ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ مگر فقہائے حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ مطلقاً منع کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوْلُونَ الْعُضْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ- قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَوْمَهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا.

(۶۹۲) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا انہوں نے عبد اللہ عمری سے، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب پہلے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے بھی پہلے قبا کے مقام عصبہ میں پہنچے تو ان کی امامت ابو حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن مجید سب سے زیادہ یاد تھا۔

[طرفہ فی: ۷۱۷۵] [ابوداؤد: ۵۸۸]

۶۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّبَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتَعْمِلَ حَيْشِي كَانَ رَأْسَهُ زَبِيئَةً)). [طرفہ فی: ۷۱۴۲، ۶۹۶]

(۶۹۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو النبیاح یزید بن حمید ضعی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”(اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو، خواہ ایک ایسا حبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو۔

تشریح: اس سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ جب حبشی غلام کی جو حاکم ہوا طاعت کا حکم ہوا تو اس کی امامت بطریق اولیٰ صحیح ہوگی۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو حاکم ہوتا وہی امامت بھی نماز میں کیا کرتا تھا۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی لی ہے کہ بادشاہ وقت سے گو وہ کیسا ہی ظالم ہے، توقف ہونا اور نساؤ کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ جائز خلیفہ یعنی قریش کی طرف سے بادشاہ بنایا گیا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حبشی غلام کی خلافت درست ہے۔ کیونکہ خلافت سوائے قریشی کے اور کسی قوم والے کی درست نہیں ہے جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ (مولانا وحید ابراہیم)

بَابُ: إِذَا لَمْ يَتِمَّ الْإِمَامُ وَآتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

باب: اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں

۶۹۴۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنِ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنِ أَخْطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ)).

(۶۹۴) ہم سے فضل بن سہل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسن بن موسیٰ اشیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”امام لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔ پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر غلطی کی تو بھی (تمہاری نماز کا) ثواب تم کو ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔“

تشریح: یعنی امام کی نماز میں نقص نہ رہ جانے سے مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا جب انہوں نے تمام شرائط اور ارکان کو پورا کیا۔

بَابُ إِمَامَةِ الْمُفْتُونِ وَالْمُبْتَدِعِ
وَقَالَ الْحَسَنُ: صَلَّى وَعَلَيْهِ بَدْعُهُ.

باب: باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان

اور بدعتی کے متعلق امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے اس کی بدعت اس کے سر رہے گی۔

(۶۹۵) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبد الرحمن سے نقل کیا، انہوں نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے کہ وہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ باغیوں نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی عام مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ کر گنہگار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نماز تو جو لوگ کام کرتے ہیں ان کاموں میں سب سے بہترین کام ہے۔ تو وہ جب اچھا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔ اور محمد بن یزید زبیدی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بیچڑے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ مگر ایسی ہی لا چاری ہو تو اور بات ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

۶۹۵۔ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَفَانَ وَهُوَ مَحْضُورٌ فَقَالَ: إِنَّكَ إِمَامٌ عَامَّةٌ، وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فِتْنَةٌ وَتَنْتَحَرِجُ فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ، فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنَ مَعَهُمْ، وَإِذَا أَسَاءَ وَافْتَجَبَتْ إِسَاءَةُ تَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا تَرَى أَنَّ يُصَلِّي خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

تشریح: مفتون کا ترجمہ باغی کیا ہے جو سچے برحق امام کے حکم سے پھر جائے۔ اور بدعتی سے عام بدعتی مراد ہے۔ خواہ اس کی بدعت اعتقادی ہو جیسے شیعہ، خوارج، مرجیہ، معتزلہ وغیرہ کی، خواہ عملی ہو جیسے سہرا باندھنے والے، تیجا، دسواں کرنے والے، تعزیہ یا علم اٹھانے والے، قبروں پر چراغاں کرنے والے، میلاد یا غنا یا مرثیہ کی مجلس کرنے والے کی، بشرطیکہ ان کی بدعت کفر اور شرک کی حد تک نہ پہنچے۔ اگر کفر یا شرک کے درجے پر پہنچ جائے تو ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ تسبیح میں ہے کہ سنت کہتے ہیں حدیث کو اور جماعت سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں۔ جو لوگ حدیث شریف پر چلتے ہیں اور اعتقاد اور عمل میں صحابہ اور تابعین کے طریق پر ہیں وہی اہل سنت والجماعت ہیں باقی سب بدعتی ہیں۔ (مولانا حمید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

(۶۹۶) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفند محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبیہ سے، انہوں نے ابوالتیاح سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا: ”(حاکم کی) سن اور اطاعت کر خواہ وہ ایک ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سرمٹے کے برابر ہو۔“

۶۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذَرٍّ: ((اسْمَعْ وَأَطِعْ، وَكُلَّوْ لِحَبِشِيٍّ كَمَا كَانَ رَأْسُهُ رَبِيبَةً)). [راجع: ۶۹۳]

بَابُ: يَقُومُ عَنِ يَمِينِ الْإِمَامِ،
بِحِذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ
باب: جب صرف دو ہی نمازی ہوں تو مقتدی امام
کے دائیں جانب اس کے برابر کھڑا ہو

۶۹۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْتٌ فِي بَيْتِ خَالَتِي مِيمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيظَهُ، أَوْ قَالَ: حَطِيظَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. [راجع: ۱۱۷]

(۶۹۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بتلایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد جب ان کے گھر تشریف لائے تو یہاں چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ سو گئے پھر (نماز تہجد کے لیے) آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے) تو میں بھی اٹھ کر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ نے مجھے اپنی دائیں طرف کر لیا۔ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت (سنت فجر) پڑھ کر آپ سو گئے۔ اور میں نے آپ کے خرائے کی آواز بھی سنی۔ پھر آپ فجر کی نماز کے لیے برآمد ہوئے۔

تشریح: حدیث ہذا سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو تو وہ امام کے وہی طرف کھڑا ہو جو ان ہو یا نابالغ۔ پھر کوئی دوسرا آ جائے تو وہ امام کے بائیں طرف نیت باندھ لے۔ پھر امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں۔

بَابُ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنِ
يَسَارِ الْإِمَامِ،
باب: اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو،

اور امام اسے پھر کر دائیں طرف کر لے تو دونوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۶۹۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نِمْتُ عِنْدَ مِيمُونَةَ وَالنَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى ثَلَاثَ

(۶۹۸) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن حارث مصری نے عبد ربہ بن سعید سے بیان کیا، انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات ام المومنین میمونہ کے یہاں سو گیا۔ اس رات نبی کریم ﷺ کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ

نے مجھے پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ پھر تیرہ رکعت (ترسمیت) نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خرائے لینے لگے اور نبی کریم ﷺ جب سوتے تو خرائے لیتے تھے۔ پھر مؤذن آیا تو آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے بعد (فجر کی) نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث بکیر بن عبداللہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھ سے کریم نے بھی بیان کی تھی۔

باب: نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو، پھر کچھ لوگ آجائیں اور وہ ان کی امامت کرنے لگے (تو کیا حکم ہے)

(۶۹۹) ہم سے مسدود بن سرمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے بتلایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھرات گزاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں (غلطی سے) آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ (تا کہ صحیح طور پر کھڑا ہو جاؤں)

باب: اگر امام لمبی سورت شروع کر دے اور کسی کو کام ہو وہ اکیلے نماز پڑھ کر چل دے تو یہ کیسا ہے؟

(۷۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے۔

(۷۰۱) (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ - وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ - ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ، فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ: عَمْرُو فَحَدَّثْتُ بِهِ بَكَيْرًا فَقَالَ: حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ. [راجع: ۱۱۷]

بَابُ: إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يُؤْمَ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

۶۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَدَأْتُ عِنْدَ خَالَاتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَمْتُ أَصْلِي مَعَهُ، فَقَمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ. [راجع: ۱۱۷] [نسائي: ۸۰۵]

بَابُ: إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلَّى

۷۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرُو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤْمُ قَوْمَهُ. [اطرافه في: ۷۰۱، ۷۰۵]

[۷۱۱، ۷۱۰]

۷۰۱ - ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ:

غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے سنا، آپ نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورہ بقرہ شروع کی۔ (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ معاذ رضی اللہ عنہ اس کو برا کہنے لگے۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی (اس شخص نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ نے معاذ کو فرمایا کہ ”تو بلا میں ڈالنے والا ہے، فتنہ میں ڈالنے والا، بلا میں ڈالنے والا۔“ تین بار فرمایا، یا یوں فرمایا کہ ”تو فسادی ہے، فسادی، فسادی۔“ پھر آپ نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا)۔

تشریح: اس سے امام شافعی اور امام احمد اور احمدیث کا مذہب ثابت ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداً نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ حنفیہ نے یہاں بھی دوران کار تا دیالات کی ہیں۔ جو سب محض تعصب مسلک کا نتیجہ ہے۔ مثلاً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اوپر نبی کریم ﷺ کی شکل کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وجہ سے بھی آپ نما ہوئے ہوں کہ دوبارہ کیوں جا کر نماز پڑھائی (دیکھو تنہیم البخاری، پ: ۳، ص: ۹۷) یہ ایسی تاویل ہے جس کا اس واقعہ سے دور تک بھی تعلق نہیں۔

قاس کن

زگلستان من بہار مرا

بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وِإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: امام کو چاہیے کہ قیام ہلکا کرے (مختصر سورتیں پڑھے) اور رکوع اور سجدے پورے پورے ادا کرے

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسًا، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْعَدَاةِ بَيْنَ أَجَلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا. فَمَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفُ وَالْكَبِيرُ وَذَا

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسًا، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْعَدَاةِ بَيْنَ أَجَلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا. فَمَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفُ وَالْكَبِيرُ وَذَا

بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔“

باب: جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کر سکتا ہے

(۷۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تبتسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں۔ لیکن اکیلا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طویل دے سکتا ہے۔“

الْحَاجَةِ)). [راجع: ۹۰] **بَابُ: إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ**

۷۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ)). [ابوداؤد:

۷۹۴؛ نسائی: ۸۲۲]

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب: اس کے بارے میں جس نے امام سے نماز کے طویل ہو جانے کی شکایت کی

ایک صحابی ابو اسید (مالک بن ربیعہ) نے اپنے بیٹے (منذر) سے فرمایا: بیٹا تو نے نماز کو ہم پر لمبا کر دیا۔

(۷۰۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اسماعیل بن ابی خالد سے، انہوں نے قیس بن ابی حازم سے، انہوں نے ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لیے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غصہ ناک آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”لوگو! تم میں بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہیے اس لیے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔“

بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ، وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ: طَوَّلْتَ بِنَا يَا بَنِيَّ.

۷۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَلَانَ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ مِنْكُمْ مَنَفَّرِينَ، فَمَنْ أَمَّ مِنْكُمْ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ)). [راجع: ۹۰]

(۷۰۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محارب بن دثار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے سنا، آپ نے بتلایا کہ ایک شخص پانی اٹھانے والے دوانٹ لیے ہوئے آیا۔ رات تاریک ہو چکی تھی۔ اس نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا۔ اس لیے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے لیے) معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورہ بقرہ یا سورہ نساء شروع کی۔ چنانچہ وہ شخص نیت توڑ کر چل دیا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو (مجھے) برا بھلا کہا ہے۔ اس لیے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معاذ کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ”معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ (فان یا فاتن) فرمایا، سبح اسم ربك الاعلیٰ، والشمس وضحاها، واللیل اذا یغشی (سورتیں) تم نے کیوں نہ پڑھیں۔ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں۔“ شعبہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آخری جملہ (کیونکہ تمہارے پیچھے الخ) حدیث میں داخل ہے۔ شعبہ کے ساتھ اس کی متابعت سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے کی ہے۔ اور عمرو بن دینار، عبید اللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے بھی اس حدیث کو جابر کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ معاذ نے عشاء میں سورہ بقرہ پڑھی تھی اور شعبہ کے ساتھ اس روایت کی متابعت اعمش نے محارب کے واسطے سے کی ہے۔

۷۰۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَّ اللَّيْلُ، فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّي، فَبَرَكَ نَاضِحِيهِ وَأَقْبَلَ إِلَيَّ مُعَاذًا، فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوْ النَّسَاءِ، فَانطَلَقَ الرَّجُلُ، وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَشَكَاَ إِلَيْهِ مُعَاذًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا مُعَاذُ! أَفَتَأْنُتَ أَنْتَ أَوْ قَالَ أَفَاتِنُ أَنْتَ؟)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ((قَلُوْا لَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ، وَالشَّمْسُ وَضَحَاهَا، وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى، فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ)). أَحْسِبُ هَذَا فِي الْحَدِيثِ وَتَابِعَهُ سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ وَمِسْعَرُ بْنُ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ عَمْرُو وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: قَرَأَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابِعَهُ الْأَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ. [راجع: ۷۰۰] [نسائي: ۸۳۵]

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان احادیث سے ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیا کسی ایسے کام کے بارے میں جو غیر محض ہو شکایت کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ نماز ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ کسی برائی کا اس میں کوئی پہلو نہیں۔ اس کے باوجود اس سلسلے میں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی اور نبی کریم ﷺ نے اسے سنا اور شکایت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بھی شکایت بشرطیکہ معقول اور مناسب ہو جائز ہے۔ (تفہیم البخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ سورہ الطارق اور الشمس وضحاها یا سبح اسم یا اقتربت الساعة پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مفصل قرآن کی ساتویں منزل کا نام ہے۔ یعنی سورہ قی سے آخر قرآن تک پھر ان میں تین کلمے ہیں۔ طویل یعنی سورہ قی سے عم تک۔ اوساط یعنی سچ کی عم سے والضحیٰ تک۔ قصار یعنی چھوٹی والضحیٰ سے آخر تک۔ انہ کو ان ہدایات کو نظر رکھنا ضروری ہے۔

بَابُ الْإِيْجَازِ فِي الصَّلَاةِ باب: نماز مختصر اور پوری پڑھنا (یعنی رکوع وسجود)

اچھی طرح کرنا

(۷۰۶) ہم سے ابو عمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔

۷۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا. [طرفه فی: ۷۰۸] [مسلم:]

[۱۰۵۲؛ ترمذی: ۲۳۷؛ ابن ماجہ: ۹۸۵، ۹۸۹]

باب: جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا

(۷۰۷) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابوقتادہ حارث بن ربیع سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔“ ولید بن مسلم کے ساتھ اس روایت کی متابعت بشر بن بکر، بقیہ بن ولید اور ابن مبارک نے اوزاعی کے واسطے سے کی ہے۔

۷۰۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: ((إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَطْوَلَ فِيهَا، فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاتَّجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). تَابَعَهُ بَشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَبَقِيَّةٌ وَابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [طرفه فی: ۸۶۸] [ابوداؤد:]

[۷۸۹، ۷۹۰؛ نسائی: ۸۲۴؛ ابن ماجہ: ۹۹۱]

(۷۰۸) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر قریشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔

۷۰۸۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ. [راجع: ۷۰۶] [مسلم: ۱۰۵۳]

تشریح: یعنی آپ کی نماز باعتبار قرأت کے تو ہلکی ہوتی، چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ پورے طور سے ادا فرماتے جو لوگ سنت کی پیروی کرنا چاہیں۔ ان کو امامت کی حالت میں ایسی ہی نماز پڑھانی چاہیے۔

(۷۰۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نماز شروع کرتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز طویل کروں۔ لیکن بچے کے رونے کی آوازن کو مختصر کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے ماں کے دل پر بچے کے رونے سے کیسی چوٹ پڑتی ہے۔“

۷۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَاسْمَعُ بَكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بَكَائِهِ)). [طرفه في: ۷۱۰] [مسلم: ۱۰۵۶؛ ابن

ماجه: ۹۸۹]

(۷۱۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن عدی نے سعید بن ابی عروبہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ ”میں نماز کی نیت باندھتا ہوں، ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو طویل کروں گا، لیکن بچے کے رونے کی آوازن کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ میں اس درد کو جانتا ہوں جو بچے کے رونے کی وجہ سے ماں کو ہوتا ہے۔“

۷۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَاسْمَعُ بَكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بَكَائِهِ)).

اور موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ہم سے ابان بن یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے، کہا ہم سے انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی۔

وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِثْلَهُ. [راجع: ۷۰۹]

تشریح: ان جملہ احادیث سے آپ کی شفقت ظاہر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوا کرتی تھیں، ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے پہلی رکعت میں ساٹھ آیات کو پڑھا۔ پھر بچے کے رونے کی آوازن کو آپ نے اتنا اثر لیا کہ دوسری رکعت میں صرف تین آیات پڑھ کر نماز کو پورا کر دیا۔ (مسلم رضی اللہ عنہ)

باب: ایک شخص نماز پڑھ کر دوسرے لوگوں کی

بَابُ إِذَا صَلَّى ثُمَّ آمَ قَوْمًا

امامت کرے

(۷۱۱) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالعیمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے جابر سے فرمایا کہ معاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

۷۱۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو النُّعْمَانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ. [راجع: ۷۰۰]

[مسلم: ۱۰۴۲]

بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرًا

باب: اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر

سنائے

الإمام

۷۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَنَا بِلَالٍ يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ قَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ بِالنَّاسِ)). قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ بَيْنَكَ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ)). فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ: فِي الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ: ((إِن كَانَ صَوَاحِبُ يَوْسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصَلِّ)). فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَهْدَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخْطُ بِرَجْلَيْهِ الْأَرْضَ، فَلَمَّا رَأَى أَبَا بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ، فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ. [راجع: ۱۹۸]

(۷۱۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن داؤد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ”ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ میں نے عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کچھ دل کے آدمی ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو دیں گے اور قراءت نہ کر سکیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔“ میں نے وہی عذر پھر دیا پھر آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ ”تم لوگ تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔“ خیر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرادی۔ پھر نبی کریم ﷺ (اپنا مزاج ذرا ہلکا پا کر) دو آدمیوں کا سہارا لیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ گویا میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے کہ آپ کے قدم زمین پر نشان کر رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن آپ نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم ﷺ ان کے بازو میں بیٹھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی تکبیر سنارہے تھے۔ عبداللہ بن داؤد کے ساتھ اس حدیث کو محاضر نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح: جب مقتدی زیادہ ہوں تو دوسرا شخص تکبیر زور سے پکارے تاکہ سب کو آواز پہنچ جائے۔ آج کل اس مقصد کے لئے ایک آلہ وجود میں آ گیا ہے۔ جسے آواز پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اکثر علماء کے نزدیک جائز قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتُمُ بِالْإِمَامِ وَيَأْتُمُ النَّاسَ بِالْمَأْمُومِ،

باب: ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں (تو کیسا ہے؟)

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے (پہلی صف والوں سے) فرمایا: ”تم میری پیروی کرو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں وہ تمہاری پیروی کریں۔“

(۷۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو

وَيُذَكِّرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((اتَّمُوا بِي وَلِيَأْتُمْ بِكُمْ مِنْ بَعْدِكُمْ)).

۷۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

معاویہ بن محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے اعش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی خبر دینے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ”ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ! ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو (شدت گریہ کی وجہ سے) آواز نہیں سناسکیں گے۔ اس لیے اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ پھر میں نے حصہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم کہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سناسکیں گے۔ اس لیے اگر عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں تو بہتر ہوگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”تم لوگ صواحب یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔“ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ ہلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاؤں زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اس طرح چل کر آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے لگے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے روکا پھر نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔

أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَقَلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يُسْمَعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يُسْمَعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ. فَقَالَ: ((إِنَّكَ لَأَنْتَنَ صَوَاحِبُ يُونُسَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي نَفْسِهِ خِفَةً، فَقَامَ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ تَحْطَانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيَ قَائِمًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي

بَكْرٍ. [راجع: ۱۹۸]

تشریح: اسی جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود مقتدی تھے۔ لیکن دوسرے مقتدیوں نے ان کی اقتدا کی۔

بَابُ: هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟
باب: اس بارے میں کہ اگر امام کو شک ہو جائے تو کیا مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟

۷۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ (۷۱۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت امام

مالک بن انس سے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ظہر کی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر نماز ختم کر دی تو آپ سے ذوالیدین نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اور لوگوں کی طرف دیکھ کر) پوچھا ”ذوالیدین صحیح کہتے ہیں؟“ لوگوں نے کہا کہ ہاں! پھر آپ اٹھے اور دوسری رکعتیں بھی پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے کی طرح یا اس سے بھی کچھ لمبا سجدہ۔

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْصَرَفَ مِنْ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَصْدَقُ ذُو الْيَدَيْنِ؟)) فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ. [راجع: ۴۸۲]

[ابوداؤد: ۱۰۰۹؛ ترمذی: ۳۹۹؛ نسائی: ۱۲۲۴]

تشریح: یہ باب لاکرامام بخاری رضی اللہ عنہ نے شافعیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ امام مقتدیوں کی بات نہ سنے۔ بعض نے کہا امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اس حالت میں ہے جب امام کو خود شک ہو۔ لیکن اگر امام کو ایک امر کا یقین ہو تو بالاتفاق مقتدیوں کی بات نہ سننا چاہیے۔ ذوالیدین کا اصلی نام خرباق تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ لے لے تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالیدین کہنے لگے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ درجہ یقین حاصل کرنے کے لئے اور لوگوں سے بھی شہادت لی جاسکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق کا اظہار ایک ادنیٰ آدی بھی کر سکتا ہے۔

(۷۱۵) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ظہر کی صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں (اور بھول سے سلام پھیر دیا) پھر کہا گیا کہ آپ نے صرف دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس آپ نے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا۔ پھر دو سجدے کئے۔

۷۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ، فَقِيلَ: قَدْ صَلَّيْتَ رَكَعَتَيْنِ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[راجع: ۴۸۲] [ابوداؤد: ۱۰۱۴؛ نسائی: ۱۲۲۶]

باب: جب امام نماز میں رو دے (تو کیسا ہے؟)

اور عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ (تابعی) نے بیان کیا کہ میں نے نماز میں عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی حالانکہ میں آخری صف میں تھا۔ آپ آیت مبارکہ ﴿انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ﴾ پڑھ رہے تھے۔

باب: إذا بگی الإمام فی الصلاة

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ: سَمِعْتُ نُبَيْحَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصَّفُوفِ يَقْرَأُ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ [يوسف: ۸۷]

تشریح: یہ سورہ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے جس کا ترجمہ یہ کہ ”میں اپنے غم اور فکر کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں۔“ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

۷۱۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ

مالک بن انس نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوقات میں فرمایا کہ ”ابوبکر سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز نہ سنا سکیں گے۔ اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”ابوبکر ہی سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم بھی تو آپ ﷺ سے عرض کرو کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد کر کے گریہ و زاری کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بس چپ رہو۔ تم لوگ صواب یوسف (علیہ السلام) سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔“ بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو تم سے کہیں بھلائی ہوئی ہے۔

ابن انس، عن ہشام بن عروہ، عن أبيه، عن عائشة أم المؤمنين، أن رسول الله ﷺ قال في مرضه: ((مروا أبا بكر يصلي بالناس)). قالت عائشة: قلت له: إن أبا بكر إذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء، فمروا أبا بكر فليصل للناس. فقالت: ((مروا أبا بكر فليصل للناس)). فقالت عائشة: فقلت لحفصة: قولي له إن أبا بكر إذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء، فمروا أبا بكر فليصل للناس. ففعلت حفصة. فقال رسول الله ﷺ: ((مه، إنكن لأنتن صواحب يوسف، مروا أبا بكر فليصل للناس)). فقالت حفصة لعائشة: ما كنت لأصيب منك خيرا. [راجع: ۱۹۸]

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ رونے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ جنت یاد دوزخ کے ذکر پر دو تین مطلوب ہے۔ کئی احادیث سے نبی کریم ﷺ کا نماز میں رونا ثابت ہے۔ یہ حدیث پہلے بھی کئی جگہ گزر چکی ہے اور امام احمد ثین رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونے کا ذکر سنا پھر بھی آپ نے ان کو نماز کے لئے حکم فرمایا۔ پس دعویٰ ثابت کہ رونے سے نماز نہیں ٹوٹ سکتی۔ صواب یوسف کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ زینا اور اس کے ساتھ والی عورتیں مراد ہیں۔ جن کی زبانوں پر کچھ تھا اور دل میں کچھ اور۔ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے کہنے پر بچھتا ہیں اور اسی لئے عائشہ رضی اللہ عنہا پر اظہارِ خشکی فرمایا۔ (رضی اللہ عنہا)

بابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

باب: تکبیر ہوتے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کا برابر کرنا

(۷۱۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن ابوالجعد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں اپنی صفوں کو برابر کر لو، نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ الٹ دے گا۔“

۷۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَرَّةٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَتَسَوَّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ)). [مسلم: ۹۷۸]

تشریح: یعنی سب کو دے گا۔ بعض نے یہ مراد لی کہ پھوٹ ڈال دے گا۔ باب کی حدیثوں میں یہ مضمون نہیں ہے کہ تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرو۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حدیثوں کے دوسرے طریقوں کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آگے چل کر خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو اس طرح نکالا ہے کہ نماز کی تکبیر ہونے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہہ کر نماز شروع کرنے کو تھے کہ یہ فرمایا۔ امام ابن حزم نے ان حدیثوں کے ظاہر سے یہ کہا ہے کہ صفیں برابر کرنا واجب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے اور یہ وعید اس لئے فرمائی کہ لوگ اس سنت کا بخوبی خیال رکھیں۔ برابر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ ایک خط مستقیم پر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ صف میں جو جگہ خالی رہے اس کو بھر دیں۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ویحتمل ان یکون البخاری اخذ الوجوب من صیغۃ الامر فی قوله ((سوا صفوفاکم)) ومن عموم قوله صلوا كما راہتمونی اصلی ومن ورود الوعد علی ترکہ..... الخ۔“ (فتح الباری)

یعنی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے صیغہ امر ((سوا صفوفاکم)) اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ سے وجوب نکالا ہو اور حدیث نبوی کے اس عموم سے بھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ایسی نماز پڑھو جیسی نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھ کو دیکھا ہے۔“ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعثمان ہندی رضی اللہ عنہ کے قدم پر مارا جب کہ وہ صف میں سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا کہ جس کو وہ صف میں بیڑھا دیکھتے وہ ان کے قدموں کو مارنا شروع کر دیتے۔ الغرض صفوں کو سیدھا کرنا بے حد ضروری ہے۔

۷۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَأَكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي)). دیکھ رہا ہوں۔“

۷۱۸۔ (۷۱۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے عبدالعزیز بن صہیب سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صفیں سیدھی کر لو، میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔“

[طرفہ فی: ۷۱۹، ۷۲۰] [مسلم: ۹۷۶]

تشریح: یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ جس طرح آپ سامنے سے دیکھتے اسی طرح پیچھے ہر نبوت سے آپ دیکھ لیا کرتے تھے۔ صفوں کو درست کرنا اس قدر اہم ہے کہ آپ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور رہا کہ جب تک صف بالکل درست نہ ہو جائے یہ نماز شروع نہیں کیا کرتے تھے۔ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں اس مقصد کے لئے لوگ مقرر تھے جو صف بندی کرائیں۔ مگر آج کل سب سے زیادہ متروک یہی چیز ہے جس مسجد میں بھی چلے جاؤ صفیں اس قدر بیڑھی نظر آئیں گی کہ اللہ کی پناہ، اللہ پاک مسلمانوں کو اسوہ نبوی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ
عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب: صفیں برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا

۷۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ابْنِ قَدَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو رسول

الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَقَرِّضُوا، فَإِنِّي أَرَأَكُمْ مِنْ وِرَائِي ظَهْرِي)). [راجع: ۷۱۸]

اللہ ﷻ نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ ”اپنی صفیں برابر کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔“

تشریح: ((تواصوا)) کا مفہوم یہ کہ چونکہ دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کندھے سے کندھا، قدم سے قدم، ٹخنے سے ٹخنہ ملاو۔ سورہ صف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرصُوعٌ﴾ (۶۱/الف: ۴) ”اللہ پاک ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح متحد ہو کر لڑتے ہیں۔“ جب نماز میں ایسی کیفیت نہیں کر پاتے تو میدان جنگ میں کیا خاک کر سکیں گے۔ آج کل کے اہل اسلام کا یہی حال ہے۔

بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: صفِ اوّل (کے ثواب کا بیان)

(۷۲۰)، ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے سنی سے، انہوں نے ابوصاح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”ڈوبنے والے، پیٹھ کی بیماری میں مرنے والے، طاعون میں مرنے والے اور دب کر مرنے والے شہید ہیں۔“

۷۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهَدَاءُ: الْغُرُقُ وَالْمَبْطُونُ وَالْمَطْعُونُ وَالْهَدِيمُ)). [راجع: ۶۵۳]

(۷۲۱) اور فرمایا کہ ”اگر لوگ جان لیں جو ثواب نماز کے لیے جلدی آنے میں ہے تو ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لیے ضرور آئیں۔ خواہ سرین کے بل آنا پڑے اور اگر پہلی صف کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لیے قرعاندازی کریں۔“

۷۲۱۔ وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَأَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمَقْدَمِ لَأَسْتَهْمُوا)). [راجع: ۶۱۵]

تشریح: اتفاقاً کوئی مسلمان مرد عورت پانی میں ڈوب کر مر جائے یا بیضہ وغیرہ امراض شکم کا شکار ہو جائے، یا مرض طاعون سے فوت ہو جائے یا کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر جائے۔ ان سب کو شہیدوں کے حکم میں شمار کیا گیا ہے۔ پہلی صف سے امام کے قریب والی صف مراد ہے۔ قسطانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آگے کی صف دوسری صف کو بھی شامل ہے اس لئے کہ وہ تیسری صف سے آگے ہے۔ اس طرح تیسری صف کو بھی، کیونکہ وہ چوتھی سے آگے ہے۔ یہ حدیث بھی گزر چکی ہے۔

باب: صفِ برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے

بَابُ إِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ

الصَّلَاةِ

(۷۲۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے ہمام بن معبہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”امام اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے، اس لیے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور

۷۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ

اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ . جب وہ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفیں برابر رکھو۔ کیونکہ نماز کا حسن صفوں کے برابر رکھنے میں ہے۔“

[طرفہ فی: ۷۳۴] [مسلم: ۹۳۱]

تشریح: معلوم ہوا کہ نماز میں صف درست کرنے کے لئے آدمی آگے یا پیچھے سرک جائے یا صف ملانے کے واسطے کسی طرف ہٹ جائے یا کسی کو کھینچ لے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا بلکہ ثواب پائے گا کیونکہ صف برابر کرنا نماز کا ایک ادب ہے۔ امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا پہلے تھا بعد میں آپ کے آخری فعل سے یہ منسوخ ہو گیا۔

۷۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ)). [مسلم: ۹۷۵؛ ابن ماجہ: ۹۹۳]

(۷۲۳) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعبہ نے قنادہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔“

بَابُ إِثْمٍ مَنْ لَمْ يُتِمَّ الصُّفُوفَ

باب: اس بارے میں کہ صفیں پوری نہ کرنے والوں پر (کتنا گناہ ہے)

۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ أَسَدٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّائِي ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارِ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ: مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مِنْذُ يَوْمِ عَهْدَتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنْتُمْ لَا تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ . وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدِ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ الْمَدِينَةَ بِهِذَا .

(۷۲۴) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن عبید طائی نے بیان کیا بشیر بن یسار انصاری سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب وہ (بصرہ سے) مدینہ آئے، تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا؟ فرمایا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف لوگ صفیں برابر نہیں کرتے۔ اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لا صرف برابر کرنے کا وجوب ثابت کیا۔ کیونکہ سنت کے ترک کو رسول کریم ﷺ کا خلاف کرنا نہیں کہہ سکتے، اور رسول کریم ﷺ کے خلاف کرنا ہر وجہ سے باعث عذاب ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۲۳) تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے سنت کے موافق صفیں برابر کرنا چھوڑ دی ہیں۔ کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے پیچھے بے ترتیب کھڑے ہوتے ہیں۔ کہیں برابر بھی کرتے ہیں تو کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ نہیں ملاتے بلکہ ایسا کرنے کو ناز یا جانتے ہیں۔ اللہ کی ماراں کی عقل اور تہذیب پر۔ نمازی لوگ پروردگار کی فوجیں ہیں۔ فوج میں کوئی قاعدے کی پابندی نہ کرے وہ سزائے سخت کے قابل ہوتا ہے۔ (مولانا حیدر الزماں)

بَابُ الْإِزَاقِ الْمُنَكِبِ بِالْمُنَكِبِ، وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ

باب: صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونا

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ: رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يَلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا (صف میں) ایک آدمی ہم سے اپنا ٹخنہ اپنے قریب والے دوسرے آدمی کے ٹخنہ سے ملا کر کھڑا ہوتا۔

۷۲۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)). وَكَانَ أَحَدُنَا يَلْزِقُ مُنَكِبَهُ بِمُنَكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ. [راجع: ۷۱۸]

(۷۲۵) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”صفیں برابر کرلو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔“ اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔

تشریح: امام الدین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں متفرق ابواب متعقد فرما کر اور ان کے تحت متعدد احادیث لا کر صفوں کو سیدھا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اس سلسلہ کا یہ آخری باب ہے جس میں آپ نے بتلایا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں ہر نمازی اپنے قریب والے نمازی کے کندھے سے کندھا قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل ہوا کہ ہم اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان بھی موجود ہے۔

نیز فتح الباری، جلد: ۲/ص: ۱۷۱۶ پر انس رضی اللہ عنہ ہی کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ ”لو فعلت ذلك باحدهم اليوم لغير كانه بغل شمس“۔ اگر میں آج کے نمازیوں کے ساتھ قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اس سے سرکش شجر کی طرح دور بھاگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ کے ختم ہوتے ہوتے مسلمان اس درجہ غافل ہونے لگے تھے کہ ہدایت نبوی کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے اور قدموں سے قدم ملانے کا عمل ایک اجنبی عمل بننے لگ گیا تھا۔ جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایسا کہنا پڑا۔ اس بارے میں اور بھی کئی ایک احادیث وارد ہوئی ہیں۔

”زوی ابو داود والامام احمد عن ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال: اقيموا صفوفكم وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل وليتوا بايدي اخوانكم لاندروا فرجات الشيطان من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله وروى البزار باسناد حسن عنه عليه الصلوة والسلام من سد فرجة في الصف غفر الله له وفي ابى داود عنه عليه الصلوة والسلام قال: خياركم اليكم مناكب في الصلوة.“

یعنی ابو داؤد اور مسند احمد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور کندھوں کو برابر کرو۔ یعنی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور جو سوراخ دو نمازیوں کے درمیان نظر آئے اسے بند کر دو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور شیطان کے گھسنے کے لئے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ یاد رکھو جس نے صف کو ملایا۔ اللہ اس کو بھی ملادے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ اس کو قطع کر دے گا۔ بزار میں سند حسن سے ہے کہ جس نے صف کی دراڑ کو بند کیا اللہ اس کو بخشے۔ ابو داؤد میں ہے کہ تم میں وہی بہتر ہے جو نماز میں کندھوں کو نرمی کے ساتھ ملانے رکھے۔

”وعن النعمان بن بشير قال: كان رسول الله ﷺ يسوي صفوفنا كأنما يسوي به القداح حتى رأى انا قد عقلنا عنه ثم خرج يوما فقام حتى كاد ان يكبر فراى رجلا باديا صدره من الصف فقال: عباد الله لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين

وجوهکم رواہ الجماعة الا البخاری فان له منه لتسون صفوفکم اولیخالفن الله بین وجوهکم ولاحمد وابی داود فی روایة قال: فرأیت الرجل یلرزق کعبه بکعب صاحبہ وریکتہ بریکتہ ومنکبه بمنکبه۔“ (نیل الاوطار، ج: ۳ / ص: ۱۹۹)

یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے، گویا اس کے ساتھ تیر کو سیدھا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہو گیا کہ ہم نے اس مسئلہ کو آپ سے خوب سمجھ لیا ہے۔ ایک دن آپ مصیٰ پر تشریف لائے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سیدھ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو برابر کر لو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی طور پر اختلاف ڈال دے گا۔ بخاری شریف میں یوں کہ اپنی صفوں کو بالکل برابر کر لیا کرو۔ ورنہ تمہارے چروں میں آپس میں اللہ تعالیٰ مخالفت ڈال دے گا اور احمد اور ابوداؤد کی روایات میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر نمازی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم اور نٹھے سے نٹخہ ملایا کرتا تھا۔

امام محمد کتاب الأذان باب اقامة الصفوف میں لکھتے ہیں:

”عن ابراهیم انه کان یقول سواوا صفوفکم وسواوا ناکبکم تراصوا ولیتخللنکم الشیطان الخ قال محمد وبہ نأخذ لایبغی ان یترک الصف وفیه الخلل حتی یسواوا وهو قول ابی حنیفة۔“

یعنی ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صفیں اور شانہ برابر کرو اور گچ کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جائے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں۔ جب تک ان کو درست نہ کر لیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

نیز بحر الرائق عالمگیری ودر مختار میں بھی ہے کہ ”یبغی للمأمومین ان یتراصوا وان یسدوا الخلل فی الصفوف ویسواوا مناکبہم ویبغی للامام ان یامرہم بذالک وان یقف وسطہم۔“ یعنی مقتدیوں کو چاہیے کہ صفوں کو چونا گچ کریں صفوں میں درازوں کو بند کر دیں اور شانوں کو ہموار رکھیں۔ بلکہ امام کے لئے لائق ہے کہ مقتدیوں کو اس کا حکم کرے پھر گچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو گچ کریں اور کندھے ہموار کر لیں۔ (شامی، ج: ۱/ ص: ۵۹۵)

یہ تفصیل اس لئے پیش کی گئی ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا، پیر سے پیر ملا کر کھڑا ہونا ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے باوجود آج کل مساجد میں صفوں کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ہر نمازی دوسرے نمازی سے دور بالکل ایسے کھڑا ہوتا ہے جیسے کچھ لوگ اچھوتوں سے اپنا جسم دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قدم سے قدم ملانے کی کوشش کی جائے تو ایسے سرک کرا لگ ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی بچھونے ڈنک مار دی ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ملت کے باہمی طور پر دل نہیں مل رہے ہیں۔ باہمی اتفاق مفقود ہے سچ ہے:

صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق کہ انداز جنوں باقی نہیں ہے

عجیب فتویٰ: ہمارے محترم دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد پوری طرح صفوں کو درست کرنا ہے تاکہ درمیان میں کسی قسم کی کوئی کشادگی باقی نہ رہے۔ (تہذیب البخاری، پ: ۳/ ص: ۱۰۸) بالکل درست اور بجا ہے کہ شارع کا یہی مقصد ہے۔ اور لفظ ((تراصوا)) کا یہی مطلب ہے کہ نمازیوں کی صفیں چونا گچ دیواروں کی طرح ہونی ضروری ہیں۔ درمیان میں ہرگز ہرگز کوئی سوراخ باقی نہ رہ جائے۔ مگر اسی جگہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ فقہائے اربعہ کے یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان چار انگلیوں کا فرق ہونا چاہیے۔ (حوالہ مذکور)

تفصیلات بالا میں شارع کا مقصد ظاہر ہو چکا ہے کہ صف میں ہر نمازی کا دوسرے نمازی کے قدم سے قدم، نٹھے سے نٹخہ، کندھے سے کندھا ملانا مقصود ہے۔ اگر ابراحتاف کا بھی یہی ارشاد ہے پھر یہ ”دو آدمیوں کے درمیان چار انگل کے فرق کا فتویٰ“ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا مطلب رکھتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کمال ہے کہ نہ اس کے لئے کوئی صحیح حدیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے نہ کسی صحابی و تابعی کا کوئی قول۔ پھر یہ چار انگل کے فاصلے کی اختراع کیا وزن رکھتی ہے؟

اسی فتویٰ کا شاید یہ نتیجہ ہے کہ مساجد میں جماعتوں کا عجیب حال ہے۔ چار انگل کی گنجائش پا کر لوگ ایک ایک فٹ دور کھڑے ہوتے ہیں اور

اذان کے مسائل کا بیان

باہمی قدم مل جانے کو انتہائی خطرناک تصور کرتے ہیں اور اس پر ہیز کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ کیا ہمارے انصاف پسند و حقیقت شناس علمائے کرام اس صورت حال پر محققانہ نظر ڈال کر اصلاح حال کی کوشش فرمائیں گے۔ ورنہ ارشاد نبویؐ آج بھی پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے: ((لنسون صفوفکم اولیٰ خالفن اللہ بین قلوبکم)) صدق رسول اللہ ﷺ یعنی ”میں برابر کروں اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی اختلاف ڈال دے گا۔“

بَابُ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنِ يَسَارِ
الإمامِ وَحَوْلَهُ الإِمَامُ خَلْفَهُ إِلَى
يَمِينِهِ، تَمَّتْ صَلَاتُهُ

باب: اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو
اور امام اپنے پیچھے سے اسے دائیں طرف کر دے
تو نماز ہو جائے گی

(۷۲۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے داؤد بن عبدالرحمن نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں تہجد کی) نماز پڑھی۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا۔ اس لیے آپ نے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا۔ پھر نماز پڑھی اور آپ سو گئے جب موذن (نماز کی اطلاع دینے) آیا تو آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔

۷۲۶۔ حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَكَمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ بَصَلِّيَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۱۱۷]

تشریح: سو جانے پر بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔ اس لئے کہ آپ کا دل جاگتا اور ظاہر میں آنکھیں سو جاتی تھیں۔ یہ خصوصیات نبوی ﷺ میں سے ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ: الْمَرْأَةُ وَحَدَّهَا تَكُونُ
صَفَاً

باب: اس بارے میں کہ عورت اکیلی ایک صف کا
حکم رکھتی ہے

(۷۲۷) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے اور ایک یتیم لڑکے (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے جو ہمارے گھر میں تھا، نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

۷۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي خَلْفَنَا أُمُّ سُلَيْمٍ.

[راجع: ۳۸۰] [نسائی: ۸۶۸]

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا ہے۔ کیونکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اکیلی تھیں مگر لڑکوں کے پیچھے صف میں کھڑی ہوئیں۔

بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ
باب: مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

۷۲۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ ابْنِ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قُمْتُ لَيْلَةَ أَصْلِي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بَعْضِدِي حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَرَائِي. [راجع: ۱۱۷] [ابن ماجہ: ۹۷۳]

(۷۲۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عاصم احوال نے عامر شعبی سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے بائیں طرف (آپ کے گھر میں) نماز (تہجد) پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ نے میرا سر یا بازو پکڑ کر مجھ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا کہ پیچھے سے گھوم آؤ۔

تشریح: اس حدیث میں فقط امام کی داہنی طرف کا بیان ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو سنانی نے براہِ راستہ سے نکالا کہ ہم جب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ اور ابو داؤد نے نکالا کہ اللہ رحمت اتارتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں صفوں کے داہنے جانب والوں کے لئے اور یہ اس کے خلاف نہیں جو دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی مسجد کا پایاں جانبِ معمول کرے تو اس کو اتنا ثواب ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب سب لوگ داہنے ہی جانب کھڑے ہونے لگے اور پایاں جانبِ بالکل اجڑ گیا۔ (وحیدی)

باب: جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی

دیوار حائل ہو یا پردہ (تو کچھ قباحت نہیں)

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر امام کے اور تمہارے درمیان نہر ہو تب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ابو جحزہ تابعی نے فرمایا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو تب بھی اقتدا کر سکتا ہے بشرطیکہ امام کی تکبیر سن سکتا ہو۔

(۷۲۹) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا، انہوں نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ رات میں اپنے حجرہ کے اندر (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیواریں پست تھیں اس لیے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر دوسروں سے کیا۔ پھر جب دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں اس رات بھی کھڑے ہو گئے۔ یہ صورت دو یا تین راتوں تک رہی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح کے وقت لوگوں

بَاب: إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنِ

الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سِتْرَةٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ. وَقَالَ أَبُو مَجَلَزٍ: يَأْتُمُ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ.

۷۲۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ عُمَرَةَ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسَ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَنَسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، فَأَضْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ، فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ، فَقَامَ مَعَهُ أَنَسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، صَنَعُوا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّ يَخْرُجُ، فَلَمَّا أَضْبَحَ ذَكَرَ

نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”میں ڈرا کہ کہیں رات کی نماز (تہجد) تم پر فرض نہ ہو جائے۔“ (اس خیال سے میں نے یہاں کا آنا غہ کر دیا)۔

ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ: ((إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ)). [اطرافہ فی: ۷۳۰،

۹۲۴، ۱۱۲۹، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲،

[۵۸۶۱، ۶۴۶۴، ۶۴۶۷] [ابوداؤد: ۱۱۲۶]

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب: رات کی نماز کا بیان

(۷۳۰) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن ابی فدیك نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب نے بیان کیا، مقبری کے واسطے سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات میں اس کا پردہ کر لیتے تھے۔ پھر چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔

۷۳۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَدْيِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ، عَنِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَنْسُطُهُ بِالنَّهَارِ، يَخْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ، فَنَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ، فَصَفَّوْا وَرَأَوْهُ. [راجع: ۷۲۹] [مسلم: ۱۷۳۸، ابوداؤد: ۱۱۲۶، نسائی: ۷۶۱، ابن

ماجہ: ۹۴۲]

(۷۳۱) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ابوالنضر سالم سے، انہوں نے بسر بن سعید سے، انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ایک حجرہ بنا لیا یا اوٹ (پردہ) بسر بن سعید نے کہا میں سمجھتا ہوں وہ بوریے کا تھا۔ آپ نے کئی رات اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ میں سے بعض حضرات نے ان راتوں میں آپ کی اقتدا کی۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بیٹھ رہنا شروع کیا (نماز موقوف رکھی) پھر برآمد ہوئے اور فرمایا: ”تم نے جو کیا وہ مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو مگر فرض نماز (مسجد میں پڑھنا ضروری ہے)۔“

اور عفان بن مسلم نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوالنضر بن ابی امیہ سے سنا، وہ بسر بن سعید سے روایت کرتے تھے۔ وہ زید بن ثابت سے، وہ نبی کریم ﷺ سے۔

۷۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقِبَةَ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً. قَالَ: حَبِيبْتُ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ حَصِيرٍ. فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيهَا لَيْلِي، فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةَ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)). وَقَالَ عَفَّانٌ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه فی: ۶۱۱۳،

[۷۲۹۰] [مسلم: ۱۸۲۶؛ ابوداؤد: ۱۰۴۴،

۱۴۴۷، ترمذی: ۴۵۰؛ نسائی: ۱۵۹۸]

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع ابو النضر سے ثابت کریں جس کی اس روایت میں تصریح ہے۔

بَابُ إِجَابِ التَّكْبِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

باب: تکبیر تحریر کا واجب ہونا اور نماز کا شروع کرنا

(۷۳۲) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے یہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک النصاری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور (گر جانے کی وجہ سے) آپ کے دائیں پہلو میں زخم آگئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس دن ہمیں آپ نے ایک نماز پڑھائی، چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ ”امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ سماع اللہ لَمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو۔“

تشریح: جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جماعت اور امامت کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب صفت نماز کا بیان شروع کیا۔ بعض نسخوں میں باب کے لفظ کے پہلے یہ عبارت ہے: ابواب صفة الصلوة لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے: اللہ اجل یا اللہ اعظم (وحیدی) مگر احادیث واردہ کی بنا پر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

(۷۳۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے اور آپ زخمی ہو گئے، اس لیے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ ”امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب

۷۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا، فَجَحِشَ شِقَّةَ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ: أَنَسُ فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ فُعُودًا، ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى فَأَنَّمَا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارَكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) [راجع: ۳۷۸]

تشریح: جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جماعت اور امامت کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب صفت نماز کا بیان شروع کیا۔ بعض نسخوں میں باب کے لفظ کے پہلے یہ عبارت ہے: ابواب صفة الصلوة لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے: اللہ اجل یا اللہ اعظم (وحیدی) مگر احادیث واردہ کی بنا پر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

۷۳۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: حَرَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ فَرَسٍ فَجَحِشَ فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ فُعُودًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا،

وَدَا رَكَعَ فَاَرَكَعُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَاَرَقُّوْا، وَاِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا)). [راجع: ۳۷۸]

وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔“

[مسلم: ۹۳۲، ترمذی: ۳۶۱]

۷۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَاَرَكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)). [راجع: ۷۲۲]

(۷۳۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ابوالزناد نے مجھ سے بیان کیا اعرج کے واسطے سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“

تشریح: اس بارے میں بھی قدرے اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ امام و مقتدی ہر دو سمع اللہ لمن حمدہ کہیں اور پھر ہر دو ربنا ولك الحمد کہیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رضی اللہ عنہما بذیل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ”تم“ بقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعة ثم یقول وهو قائم: ربنا ولك الحمد۔“ فرماتے ہیں:

”ربنا لك الحمد بحذف الواو وفي رواية باثباتها وقد تقدم ان الرواية بثبوت الواو ارجح وهي عاطفة على مقدر اي ربنا اطعنك وحمدناك ولك الحمد وقيل: زائدة قال الاصمعي: سألت ابا عمرو منها فقال زائدة تقول العرب يعني هذا فيقول المخاطب نعم وهو لك بدرهم فالواو زائدة وقيل: هي واو الحال قاله ابن الاثير وضعف ما عدها وفيه ان التسميع ذكر النهوض والرفع والتحميد ذكر الاعتدال واستدل به على انه يشع الجمع بين التسميع والتحميد لكل مصل من امام ومنفرد ومؤتم اذ هو حكاية لمطلق صلواته ﷺ.“ (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۵۵۹)

ربنا لك الحمد حذف واؤ کے ساتھ اور بعض روایات میں ثابت واؤ کے ساتھ مروی ہے اور ترجیح اثبات واؤ کو یہی ہے جو واؤ عطف ہے اور محظوف علیہ مقدر ہے۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم نے تیری اطاعت کی، تیری تعریف کی اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ بعض لوگوں نے محاورہ عرب کے مطابق اسے واؤ زائدہ بھی کہا ہے۔ بعض نے واؤ حال کے لئے مانا ہے، اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ لفظ سمع اللہ لمن حمدہ کہنا یہ رکوع میں جھکنے اور اس سے سر اٹھانے کا ذکر ہے اور ربنا ولك الحمد کہنا یہ کھڑے ہو کر اعتدال پر آ جانے کے وقت کا ذکر ہے۔ اسی لئے مشروع ہے کہ امام ہو یا مفرد یا مقتدی سب ہی سمع اللہ لمن حمدہ پھر ربنا ولك الحمد کہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز اسی طرح نقل کی گئی ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ تم اسی طرح پڑھو جیسے ”تم نے مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ
الأولى مع الإفتتاح سَوَاءً

باب: تکبیر تحریمہ میں نماز شروع کرتے ہی برابر دونوں ہاتھوں کا (کندھوں یا کانوں تک) اٹھانا

(۷۳۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے ابن شہاب زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، اسی طرح جب رکوع کے لیے اللہ اکبر کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے تھے۔ سجدہ میں جاتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

۷۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ. [اطرافه في: ۷۳۶،

[۷۳۹، ۷۳۸] [نسائي: ۸۷۷، ۱۰۵۶]

باب: رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت (سنت ہے)

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

(۷۳۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی۔ کہا کہ ہم کو یونس بن یزید ایلی نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کے وقت آپ نے رفع الیدین کیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ اس وقت کندھوں تک اٹھے اور اسی طرح جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اس وقت بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اس وقت بھی کرتے اور اس وقت آپ کہتے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ۔ البتہ سجدہ میں آپ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

۷۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ جِئْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

[راجع: ۷۳۵] [نسائي: ۸۷۶]

(۷۳۷) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا خالد خذاء سے۔ انہوں نے ابو قلابہ سے کہ انہوں نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کرتے، پھر جب رکوع میں جاتے اس وقت بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

۷۳۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي قَلَابَةَ، أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ هَكَذَا.

[مسلم: ۸۶۵]

بَابُ: إِلَىٰ آيِنٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ .

۷۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَّ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). فَعَلَّ مِثْلَهُ وَقَالَ: ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ. [راجع: ۷۳۵]

[نسائی: ۸۷۵]

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

۷۳۹- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنِ نَافِعِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ. وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. رَوَاهُ حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عَقْبَةَ مُخْتَصَرًا. [راجع:

باب: ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے؟

اور ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا۔

(۷۳۸) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے اور تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر لے جاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی اسی طرح کہتے اور ربنا ولك الحمد کہتے۔ سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

باب: (چار رکعت نماز میں) قعدہ اولیٰ سے اٹھنے کے بعد رفع الیدین کرنا

(۷۳۹) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو پہلے تکبیر تحریمہ کہتے اور ساتھ ہی رفع الیدین کرتے۔ اس طرح جب وہ رکوع کرتے تب اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب قعدہ اولیٰ سے اٹھتے تب بھی رفع الیدین کرتے۔ آپ نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ (کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے)۔ اس حدیث کو جہاد بن سلمہ نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مروی روایت کیا ہے، جبکہ ابراہیم بن طہمان نے اسے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر روایت

کیا

[۷۳۵] [ابوداؤد: ۷۴۱، ۷۴۲]

تشریح: تکبیر تحریرہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانا رفع الیدین کہلاتا ہے، تکبیر تحریرہ کے وقت رفع الیدین پر ساری امت کا اجماع ہے۔ مگر بعد کے مقامات پر ہاتھ اٹھانے میں اختلاف ہے۔ ائمہ کرام و علمائے اسلام کی اکثریت حتیٰ کہ اہل بیت سب بالاتفاق ان مقامات پر رفع الیدین کے قائل ہیں۔ مگر حنفیہ کے ہاں مقامات مذکورہ پر رفع الیدین نہیں ہے کچھ علمائے احناف اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ کچھ ترک رفع کو اولیٰ جانتے ہیں کچھ دل سے قائل ہیں مگر ظاہر میں عمل نہیں ہے۔

فریقین نے اس بارے میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہر دو جانب سے خاص طور پر آج کے دور پرفتن میں بہت سے کاغذ سیاہ کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں۔ مگر بات ابھی تک جہاں تھی وہیں پر موجود ہے۔ ایک ایسے جزئی مسئلہ پر اس قدر تشدد بہت ہی افسوسناک ہے کتنے عوام ہیں جو کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگ بغلوں میں بت رکھ لیا کرتے تھے اس لئے رفع الیدین کا حکم ہوا تاکہ ان کی بغلوں کے بت گر جایا کریں۔ استغفر اللہ! یہ ایسا جھوٹ ہے جو شاید اسلام کی تاریخ میں اس کے نام پر سب سے بڑا جھوٹ کہا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ اس سنت نبویؐ کو کبھی اڑانے سے تشبیہ دے کر توہین سنت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

کاش! علمائے احناف غور کرتے اور امت کے سوا اہل کفر کو دیکھ کر جو اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے تو یہ فساد

یہاں تک نہ بڑھتا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیلات کے بعد فیصلہ دیا ہے۔ ”والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع۔“ یعنی رفع الیدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کہ احادیث رفع بکثرت ہیں اور صحیح ہیں جن کی بنا پر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ محض بدگمانیوں کے دور کرنے کے لئے کچھ تفصیلات ذیل میں دی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام تعصب سے ہٹ کر ان کا مطالعہ کریں گے اور طاقت سے بھی زیادہ سنت رسول کا احترام مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں میں باہمی اتفاق کے لئے کوشاں ہوں گے کہ وقت کا یہی فوری تقاضا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”معنا تعظیم للہ واتباع لسنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“ کہ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھانے پر رفع الیدین کرنے سے ایک توالد کی تعظیم اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع مراد ہے۔ (نووی ص ۶۷ وغیرہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ”رفع الیدین من زینۃ الصلوۃ۔“ کہ یہ رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ (یعنی جلد: ۳/ص ۷۰ وغیرہ) اور حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لکل شیء زینۃ وزینۃ الصلوۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت راسک من الرکوع۔“ کہ ہر چیز کے لئے ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کرنا ہے۔“ (جزء بخاری ص: ۲۱)

اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”هو من تمام الصلوۃ۔“ کہ نماز میں رفع الیدین کرنا نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔ (جزء بخاری ص: ۱۷) اور عبدالملک فرماتے ہیں: ”سألت سعید بن جبیر عن رفع الیدین فی الصلوۃ فقال هو شیء تزین بہ صلواتک۔“ (یعنی جلد: ۷/ص ۷۰) کہ میں نے سعید بن جبیر سے نماز میں رفع الیدین کرنے کی نسبت پوچھا، تو انہوں نے کہا یہ وہ چیز ہے کہ تیری نماز کو مزین کر دیتی ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”من رفع یدیه فی الصلوۃ لہ بكل اشارۃ عشر حسنات۔“ کہ نماز میں ایک رفع الیدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔“ (فتاویٰ امام ابن تیمیہ ص: ۳۷۶) گویا دو رکعت میں پچاس اور چار رکعت میں سو نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ مرویات بخاری کے علاوہ مندرجہ ذیل روایات صحیح سے بھی رفع الیدین کا سنت ہونا ثابت ہے۔

”عن ابی بکر الصدیق قال: صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز میں اور رکوع

میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (بیہقی، جلد ۲/ص: ۷۳)

امام بیہقی، امام سبکی، امام ابن حجر رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ”رجالہ ثقات“ کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں (بیہقی، جلد ۲/ص: ۷۳، تلخیص، ص: ۸۲، سبکی، ص: ۶) ”وقال الحاکم انه محفوظ“ حاکم نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے۔ (تلخیص الحیمر، ص: ۸۲)

”عن عمر بن الخطاب انه قال: رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه اذا کبر و اذا رفع رأسه من الركوع۔“

(رواہ الدار قطنی جزء سبکی: ص: ۶)

”وعنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الركوع و اذا رفع رأسه۔“ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پچشم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ہمیشہ رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۳)

امام بیہقی اور حاکم رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ”فقد روی ہذا السنۃ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی۔“ کہ رفع الیدین کی حدیث جس طرح حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تعلیق المغنی، ص: ۱۱۱)

علامہ سبکی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ”الذین نقل عنهم روایۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و غیرہم۔“ کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین کی روایت نقل کی ہے حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز اور رکوع میں جانے اور سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ (جزء سبکی، ص: ۹)

”وعن علی بن ابی طالب ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا کبر للصلوة حدو منکیبہ و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع رأسه من الركوع و اذا قام من الركعتین فعل مثل ذالک۔“ (جزء بخاری، ص: ۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، جلد: ۱/ص: ۱۹۸، مسند احمد، جلد: ۳/ص: ۱۶۵، ابن ماجہ، ص: ۶۲) وغیرہ۔

”عن ابن عمر ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه حدو منکیبہ اذا افتتح الصلوة و اذا کبر للركوع و اذا رفع رأسه من الركوع رفعهما کذا لک۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہمیشہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتے۔ پھر جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اسی طرح اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔

(مسلم، ص: ۱۶۸، ابوداؤد، جلد: ۱/ص: ۱۹۲، ترمذی، ص: ۳۶، وغیرہ ان کے علاوہ کئی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشق سنت نے کان یرفع یدیه فرمایا کہ اور موجب روایت بیہقی آخر میں حتی لقی اللہ لا کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء نبوت سے لے کر اپنی عمر شریف کی آخری نماز تک رفع الیدین کرتے رہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یرفع یدیه الخ کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکپوری زاد افضل فرماتے ہیں:

”هذا دلیل صریح علی ان رفع الیدین فی هذه المواضع سنة وهو الحق والصواب نقل البخاری فی صحیحہ عقب حدیث ابن عمر هذا عن شیحہ علی بن المذینی انه قال: حق علی المسلمین ان یرفعوا یدیهم عند الركوع والرفع منه لحدیث ابن عمر هذا وهذا فی روایۃ ابن العساکر وقد ذکرہ البخاری فی جزء رفع الیدین وزاد وکان اعلم اهل زمانہ انتہی۔“

قلت والیہ ذهب عامة اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین و غیرہم قال محمد بن نصر المروزی: اجمع العلماء الامصار علی مشروعیۃ ذالک الا اهل الکوفة وقال البخاری فی جزء رفع الیدین: قال الحسن وحمید بن ہلال

كان اصحاب رسول الله ﷺ كانوا يرفعون ايديهم في الصلوة۔

وروى ابن عبد البر بسنده عن الحسن البصرى قال: كان اصحاب رسول الله ﷺ يرفعون ايديهم في الصلوة اذا ركعوا واذا رفعوا كانوا الماروح وروى البخارى عن حميد بن هلال قال: كان اصحاب رسول الله ﷺ كانوا يرفعون ايديهم الماروح يرفعونها اذا ركعوا واذا رفعوا رؤوسهم قال البخارى: ولم يستثن الحسن احدا منهم من اصحاب النبي ﷺ دون احد ولم يثبت عند اهل العلم عن احد من اصحاب النبي ﷺ انه لم يرفع يديه ثم ذكر البخارى عن عدة من علماء اهل مكة واهل الحجاز واهل العراق والشام والبصرة واليمن وعدة من اهل خراسان وعمامة اصحاب ابن المبارك ومحدثي اهل بخارا وغيرهم مما لا يحصى انهم كانوا يرفعون ايديهم عند الركوع والرفع منه لا اختلاف منهم في ذلك..... الخ۔ (مرعاة ج: ۱ / ص ۵۲۹)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ یہ حدیث اس امر پر صریح دلیل ہے کہ ان مقامات پر رفع الیدین سنت ہے اور یہی حق اور صواب ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد علی بن المدینی سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو (کاندھوں تک یا کانوں کی لوٹک) اٹھائیں۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عام اہل علم کا یہی مسلک ہے اور محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ سوائے اہل کوفہ کے تمام علمائے امصار نے اس کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔ جملہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام حسن بصری نے اصحاب نبوی میں سے اس بارے میں کسی کا استثناء نہیں کیا۔ پھر بہت سے اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عراق و اہل شام اور بصرہ اور یمن اور بہت سے اہل خراسان اور جرجان شاگردان عبد اللہ بن مبارک اور محدثین بخارا وغیرہم جن کی تعداد شمار میں بھی نہیں آسکتی، ان سب کا یہی عمل نقل کیا ہے کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل احادیث میں مزید وضاحت موجود ہے۔

”عن انس ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه اذا دخل في الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع رواه ابن ماجه۔“
حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو دس سال دن رات آپ کی خدمت میں رہے) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز میں داخل ہوتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔ (وسندہ صحیح) سبکی نے کہا، سند اس کی صحیح ہے۔

(ابن ماجہ، ص: ۶۲؛ بیہقی، جلد: ۳/۷۳، دار قلمی، ص: ۱۰۸، جزء بخاری، ص: ۹؛ تلمیذ، ص: ۸۲، جزء سبکی، ص: ۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کان یرفع فرما کر واضح کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے دس سال میں ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی، جس میں رفع الیدین نہ کیا ہو۔
(تخریج: ذیلی، جلد: ۱/ص: ۲۱۳، مجمع الزوائد، ص: ۱۸۲، اعلیٰ القلی، المعنی، ص: ۱۰)

”عن ابن عباس عن النبي ﷺ كان يرفع يديه عند الركوع واذا رفع راسه۔“ (جزء بخاری، ص: ۱۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، ص: ۶۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کان یرفع فرمایا جو دوام اور بیکسلی پر دلالت کرتا ہے۔

”عن ابن ابی الزبیر ان جابر بن عبد الله كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فعل مثل ذلك ويقول: رايته رسول الله ﷺ فعل ذلك۔“ (رواه ابن ماجه، ص: ۶۲)

”وعنه عن النبي ﷺ كان يرفع يديه عند الركوع واذا رفع راسه۔“ (جزء بخاری، ص: ۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رفع الیدین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لئے رفع الیدین کرتا ہوں کہ میں چشم خود رسول اللہ ﷺ کو

رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا کرتا تھا۔ (بیہقی، جلد ۲/ص ۷۴، جزء بی، ص ۵، بخاری، ص ۱۳)۔
اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے۔ جو بیہقی پر دلالت کرتا ہے۔

”عن ابی موسیٰ قال: ہلم ارینکم صلوة رسول اللہ ﷺ فکبر ورفع یدیه ثم قال: سمع اللہ لمن حمدہ ورفع یدیه ثم قال
”ہكذا فاصنعوا رواہ الدارمی۔“ (جزء رفع الیدین: سبکی، ص ۵) ”وعنه عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الركوع واذا رفع راسہ۔“
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں کہا: آؤ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب
رکوع کے لئے تکبیر کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر جب انہوں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: لوگو! تم بھی اسی طرح نماز
پڑھا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع میں جانے سے پہلے اور سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (دارمی، دارقطنی، ص ۱۰۹: تلخیص
الحیثم ص ۸۱: جزء بخاری، ص ۱۳: بیہقی، ص ۷۴)۔

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے جو دوام کے لئے ہے۔

مولانا انور شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہی صحیحہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (العرف الشذی، ص ۱۲۵)

”عن ابی ہریرۃ انه قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر للصلوة جعل یدیه حذو منکیبہ واذا رکع فعل مثل ذالک واذا
رفع للسجود فعل مثل ذالک واذا قام من الرکتین فعل ذالک۔“ (رواہ ابو داود)

”وعنه عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الركوع واذا رفع راسہ۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی
نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا
کرتے تھے۔ اس میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے۔

(ابوداؤد، جلد ۱/ص ۱۹۷: بیہقی، جلد ۲/ص ۷۴، اور چالہ رجال صحیح تلخیص، ص ۸۲، و تخریج ویلیسی، جلد ۱/ص ۲۱۵)

”عن عبید بن عمیر عن ابیہ عن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الركوع واذا رفع راسہ۔“ (جزء بخاری، ص ۳)

حضرت عبید بن عمیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔
اس حدیث میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

”عن البراء بن عازب قال: رایت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه واذا اراد ان یرکع واذا رفع راسہ من
الركوع۔“ (رواہ الحاکم والبیہقی)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پشم خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے
سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (حاکم، بیہقی، جلد ۲/ص ۷۷)

”عن قتادہ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه اذا رکع واذا رفع رواہ عبدالرزاق فی جامعہ۔“ (سبکی، ص ۸) ”وقال
الترمذی وفی باب عن قتادہ۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے
تھے۔ (ترمذی، ص ۳۲)

اس حدیث میں بھی کان یرفع آیا ہے جو دوام اور بیہقی کی دلیل ہے۔

”عن سلیمان بن یسار ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه فی الصلوة۔“ (رواہ مالک فی الموطا جلد ۱/ ص ۹۸، سبکی، ص ۸)
حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے اور اسی طرح عمیر رضی اللہ عنہ سے بھی

روایت آئی ہے۔ (ابن ماجہ، ص: ۶۲، جزء سبکی، ص: ۷)

”وفی الباب عن عمیر الیثی۔“ (ترمذی، ص: ۳۶، تحفة الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۲۱۹)

”عن وائل بن حجر قال: قلت: لا نظرن الی صلوة رسول اللہ ﷺ کیف یصلی فنظرت الیه قام فکبر ورفع یدیه حتی حاذتا اذنیہ ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ فلما اراد ان یرکع رفع یدیه مثلھا فلما رفع راسہ من الرکوع رفع یدیه مثلھا۔“ (رواہ احمد)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (جو ایک شہزادے تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ دیکھوں رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ اللہ اکبر کہتے تو رفع الیدین کرتے اور سینہ پر ہاتھ رکھ لیتے۔ پھر جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔ (مسند احمد وغیرہ) سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر مسند ابن خزیمہ میں ہے۔

”عن ابی حمید قال فی عشرة من اصحاب النبی ﷺ انا اعلمکم بصلوة رسول اللہ ﷺ قالوا: فاذکر قال: کان النبی ﷺ اذا قام الی الصلوة رفع یدیه واذ رکع واذ ارفع راسہ من الرکوع رفع یدیه۔“

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز سے اچھی طرح واقف ہوں، انہوں نے کہا اچھا بتاؤ۔ ابو حمید نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کیا کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا صدقت ہکذا کان یصلی بے شک تو سچا ہے، رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (جزء سبکی، ص: ۳)

اس حدیث میں کان یصلی قابل غور ہے جو دوام اور پختگی پر دلالت کرتا ہے۔ (جزء بخاری، ص: ۸، ابوداؤد، ص: ۱۹۳)

”عن عبد اللہ بن الزبیر انه صلی بہم یشیر بکفہ حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض فقال ابن عباس: من احب ان ینظر الی صلوة رسول اللہ ﷺ فلیقتد بابن الزبیر۔“

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کھڑے ہونے کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور دو رکعتوں سے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگو! جو شخص رسول اللہ ﷺ کی نماز پسند کرتا ہو اس کو چاہیے کہ عبد اللہ بن زبیر کی طرح نماز پڑھے کیونکہ یہ بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ (ابوداؤد، ص: ۱۹۸)

”عن الحسن ان النبی ﷺ کان اذا اراد ان یکبر رفع یدیه واذ ارفع راسہ من الرکوع رفع یدیه۔“

(رواہ ابو نعیم، جزء سبکی، ص: ۸)

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرنے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

(رواہ عبدالرزاق، تلخیص الحیر، ص: ۸۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے جیسا کہ تفصیلات ذیل سے ظاہر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع الیدین کیا کرتے تھے: ”عن عبد اللہ بن الزبیر قال: صلیت خلف ابی بکر فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة واذ رکع واذ ارفع راسہ من الرکوع وقال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ فذکر مثله۔“

(رواہ البیہقی ورجالہ ثقات، جلد: ۲/ ص: ۷۳)

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اب ہی نہیں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بھی آپ کو رفع الیدین کرتے دیکھ کر اسی

طرح نماز پڑھا کرتا تھا۔“ (تلخیص، ص: ۸۲۔ س: ۶) اس حدیث میں بھی صیغہ استمرار (کان یرفع) موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے: ”وعن عمر نحوه رواه الدارقطني في غرائب مالك والبيهقي وقال الحاكم انه محفوظ۔“ (تلخیص الحیر لابن حجر، ص: ۸۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر فاروق بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

عبدالملک بن قاسم فرماتے ہیں: ”بینما یصلون فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج فیهم عمر فقال اقبلوا علی بوجوهکم اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی یصلی ویامر بها فقام ورفع یدیه حتی حاذی بهما منکیبہ ثم کبر ثم رفع وركع وكذلك حين رفع۔“ کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا، میری طرف توجہ کرو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھاتا ہوں، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور جس طرح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور بکبیر تحریر اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے ہوئے اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ ”فقال القوم هكذا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بنا۔“ پھر سب صحابہ نے کہا: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے۔

(اخرجه البيهقي في الخلافيات تخريج زيلعي وقال الشيخ نفى الدين: رجال اسناده معر وفون) (تحقیق الراسخ، ص: ۳۸) حضرت عمر فاروق، حضرت علی و دیگر پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم: امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (۱) عمر بن خطاب (۲) علی بن ابی طالب (۳) عبداللہ بن عباس (۴) ابوقاہ (۵) ابواسید (۶) محمد بن مسلمہ (۷) سہل بن سعد (۸) عبداللہ بن عمر زبلی (۹) انس بن مالک (۱۰) ابو ہریرہ (۱۱) عبداللہ بن عمرو (۱۲) عبداللہ بن زبیر (۱۳) وائل بن حجر (۱۴) ابوموسیٰ (۱۵) مالک بن حویرث (۱۶) ابو سعید السعدی (۱۷) ام درداء (۱۸) کانوا یرفعون ایدیہم عند الركوع۔“ (جزء بخاری، ص: ۶) کہ یہ سب کے سب رکوع جانے اور سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

طاؤس و عطاء بن رباح کی شہادت: عطاء بن رباح فرماتے ہیں، میں نے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید اور جابر رضی اللہ عنہم کو دیکھا ”یرفعون ایدیہم اذا افتتحوا الصلوة و اذا رکعوا۔“ کہ یہ شروع نماز اور عند الركوع رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۱)

حضرت طاؤس کہتے ہیں ”رایت عبدالله وعبدالله و عبدالله یرفعون ایدیہم۔“ کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، یہ تینوں نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: ”عن عاصم قال: رایت انس بن مالک اذا افتتح الصلوة کبر ورفع یدیه ویرفع کلما رکع ورفع راسه من الركوع۔“ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب بکبیر تحریر کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: ”انه كان اذا كبر رفع یدیه و اذا رفع راسه من الركوع۔“ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب بکبیر تحریر کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۱)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا: سلیمان بن عمیر فرماتے ہیں: ”رایت ام درداء ترفع یدیها فی الصلوة حذو منکیبها حين تفتح الصلوة وحين ترکع فاذا قالت: سمع الله لمن حمدہ رفعت یدیها۔“ کہ میں نے ام درداء کو دیکھا وہ شروع نماز میں اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتی تھی اور جب رکوع کرتی اور رکوع سے سر اٹھاتی اور سمع الله لمن حمدہ کہتی تب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتی تھی۔ (جزء رفع یدین، امام بخاری، ص: ۱۲)

ناظرین کرام کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فضل نقل کیا ہے از روئے دلائل وہ کس قدر صحیح ہے۔ جو حضرات رفع یدین کا انکار کرتے اور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی فور کریں گے تو اپنے خیال کو ضرور واپس لیں گے۔ چونکہ مگرین رفع یدین کے پاس بھی کچھ نہ کچھ دلائل ہیں۔ اس لئے ایک ہلکی سی نظر ان پر بھی ڈالنی ضروری ہے تاکہ ناظرین کرام کے سامنے تصویر کے

ہر دورخ آجائیں اور وہ خود امر حق کے لئے اپنی خدا داد عقل و بصیرت کی بنا پر فیصلہ کر سکیں۔

منکرین رفع الیدین کے دلائل اور ان کے جوابات: (۱) جابر بن سرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ((مالی اراکم راعی ایدیکم کانہا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ)) (صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنہی عن الاشارة بالید رفعہما عند السلام) ”یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں حرکت نہ کیا کرو۔“

منکرین رفع الیدین کی یہ پہلی دلیل ہے جو اس لئے صحیح نہیں کہ (۱) اول تو منکرین کو امام نووی رحمہ اللہ نے باب ہاتھ نہ کر ہی جواب دے دیا کہ یہ حدیث تشہد کے متعلق ہے۔ جب کہ کچھ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا۔ بھلا اس کو رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع الیدین سے کیا تعلق ہے؟ مزید وضاحت کے لئے یہ حدیث موجود ہے۔

(ب) جابر بن سرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب ہم نے السلام علیکم کہا و اشار بیدہ الی الجانین اور ہاتھ سے دونوں طرف اشارہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((ما شانکم تشیرون بایدکم کانہا اذ ناب خیل شمس)) ”تمہارا کیا حال ہے کہ تم شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلاتے ہو۔ تم کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھو و یسلم علی اخیہ من علی یمینہ و شمالہ اور اپنے بھائی پر دائیں بائیں سلام کہو اذا سلم احدکم فلیتلفت الی صاحبه ولا یومی (یرمی) بیدہ جب تشہد میں تم سلام کہنے لگو تو صرف منہ پھیر کر سلام کہا کرو، ہاتھوں سے اشارہ مت کرو۔“ (مسلم شریف)

(ج) تمام محدثین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دونوں حدیثیں دراصل ایک ہی ہیں۔ اختلاف الفاظ فقط تعداد روایات کی بنا پر ہے کوئی عقل مند اس ساری حدیث کو پڑھ کر اس کو رفع الیدین عند الركوع کے منع پر دلیل نہیں لاسکتا۔ جو لوگ اہل علم ہو کر ایسی دلیل پیش کرتے ہیں ان کے حق میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”من احتج بحديث جابر بن سمرة على منع الرفع عند الركوع فليس له حظ من العلم۔“ کہ جو شخص جابر بن سرہ کی حدیث سے رفع الیدین عند الركوع منع سمجھتا ہے، وہ جاہل اور علم حدیث سے ناواقف ہے۔ کیونکہ اسکنوا فی الصلوۃ فانما کان فی التشہد لا فی القيام نبی کریم ﷺ نے اسکنوا فی الصلوۃ تشہد میں اشارہ کرتے دیکھ کر فرمایا تھا نہ کہ قیام کی حالت میں۔

(جزء رفع الیدین، بخاری، ص: ۱۶، تلخیص، ص: ۸۳، تحفہ، ص: ۲۲۳)

اس تفصیل کے بعد ذرا سی بھی عقل رکھنے والا مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث کو رفع الیدین کے منع پر پیش کرنا عقل اور انصاف اور دیانت کے کس قدر خلاف ہے۔

(۲) منکرین کی دوسری دلیل یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ”فلم یرفع یدہ الامرة“ اور ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے

(ابوداؤد، جلد: ۱/ص: ۱۹۹، ترمذی، ص: ۳۶)

اس اثر کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فن حدیث کے بہت بڑے امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ”ولیس ہو بصحیح علی هذا اللفظ۔“ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔

اور ترمذی میں ہے: ”یقول عبداللہ بن المبارک ولم یشد حدیث ابن مسعود“ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی صحت ہی ثابت نہیں۔ (ترمذی، ص: ۳۲، تلخیص، ص: ۸۳)

اور امام بخاری، امام احمد، امام یحییٰ بن آدم اور ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے (مسند احمد، جلد: ۳/ص: ۱۶) اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ لہذا یہ قابل حجت نہیں۔ لہذا اسے دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) تیسری دلیل براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی بار رفع الیدین کیا، نہ لا یعود پھر نہیں کیا۔ اس حدیث کے

بارے میں بھی امام ابو داؤد فرماتے ہیں: "هذا الحديث ليس بصحيح"۔ کہ یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ (ابوداؤد، جلد: ۱/ص: ۲۰۰)

"وقدرده ابن المدینی واحمد والدارقطنی وضعفه البخاری"۔ اس حدیث کو بخاری رضی اللہ عنہ نے ضعیف اور علی بن مدینی، امام احمد اور دارقطنی نے مردود کہا ہے لہذا قابل حجت نہیں۔ (تویر: ص: ۱۲)

(۴) چونکہ دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلی بار ہاتھ اٹھائے (طحاوی) اس کے متعلق سرتاج علمائے احناف حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ یہ اثر مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش ہے جو مشکلم فیہ ہے۔

نیز یہی حضرت مزید فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عند الركوع رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ "فما زالت تلك صلوة حتى لقي"۔ اللہ تعالیٰ یعنی ابتدائے نبوت سے اپنی عمر کی آخری نماز تک آپ رفع الیدین کرتے رہے وہ اس کے خلاف کس طرح کر سکتے تھے اور ان کا رفع الیدین کرنا صحیح سند سے ثابت ہے۔ (تعلیق المنجد: ص: ۱۹۳)

انصاف پسند علما کا یہی شیوہ ہونا چاہیے کہ تعصب سے بلند وبالا ہو کر امر حق کا اعتراف کریں اور اس بارے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نڈھریں۔

(۵) پانچویں دلیل: کہتے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پہلی بار ہی کرتے تھے۔ (دارقطنی)

دارقطنی نے خود اسے ضعیف اور مردود کہا۔ اور امام ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن جوزی رضی اللہ عنہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ لہذا قابل حجت نہیں۔ (تعلیق المنجد: ص: ۸۳)

ان کے علاوہ انس، ابو ہریرہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے جو آثار پیش کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب موضوع لغو اور باطل ہیں لا اصل لہم ان کا اصل وثبوت نہیں۔ (تعلیق المنجد: ص: ۸۳)

آخر میں حمید اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی لینے۔ آپ فرماتے ہیں: "والذی یرفع احب الی من لا یرفع"۔ یعنی رفع الیدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں دلائل بکثرت اور صحیح ہیں۔ (حمید اللہ اللہ، ج: ۲/ص: ۸۰)

اس بحث کو ذرا طول اسی لئے دیا گیا کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھائی کرنے والوں سے بھگڑانہ کر دیں اور یہ سمجھیں کہ کرنے والے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں۔ حالات زمانہ کا تقاضا ہے کہ ایسے فروغی مسائل میں وسعت قلبی سے کام لے کر رواداری اختیار کی جائے اور مسائل متفق علیہ میں اتفاق کر کے اسلام کو سر بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک ہر کلمہ کو مسلمان کو ایسی سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

بَابُ وَضْعِ الْيَمِينِ عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

۷۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنِ مَالِكٍ، عَنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْبَغِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: يَنْبَغِي ذَلِكَ. وَلَمْ يَقُلْ: يَنْبَغِي.

(۷۴۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قاضی نے بیان کیا امام مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابو حازم بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی جاتی تھی یوں نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

تشریح: شیخ الحدیث حضرت مولانا عمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لم يذكر سهل بن سعد في حديثه محل وضع اليدين من الجسد وهو عندنا على الصدر لما ورد في ذلك من احاديث صريحة قوية فمنها حديث وائل بن حجر قال: صليت مع النبي ﷺ فوضع يديه اليمنى على يده اليسرى على صدره اخرجہ ابن خزيمة في صحيحه ذكره الحافظ في بلوغ المرام والدرایة والتلخیص وفتح الباری والنووی في الخلاصة وشرح المہذب وشرح مسلم للاحتجاج علی ما ذهب اليه الشافعية من وضع اليدين على الصدر وذكرهما هذا الحديث في معرض الاحتجاج به وسكوتهما عن الكلام فيه يدل علی ان حديث وائل هذا عندهما صحيح او حسن قابل للاحتجاج..... الخ-“ (مرعاة المفاتيح)

یعنی حضرت سهل بن سعد نے اس حدیث میں ہاتھوں کے باندھنے کی جگہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ ہمارے نزدیک سینہ ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کئی احادیث قوی اور صریح موجود ہیں۔ جن میں ایک حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھا اور ان کو سینے پر رکھا۔ اس روایت کو محمد ثاب بن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بلوغ المرام اور درایہ اور تخیض اور فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خلاصہ اور شرح مہذب اور شرح مسلم میں ذکر کیا ہے اور شافعیہ نے اسی سے دلیل پکڑی ہے کہ ہاتھوں کو سینے پر باندھنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ نووی نے اس بارے میں اس حدیث سے دلیل لی ہے اور اس حدیث کی سند میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ اس بارے میں دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”حدثنا يحيى بن سعيد عن سفیان ثنا سماك عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال: رايت رسول الله ﷺ ينصرف عن يمينه وعن يساره ورايته يضع هذه على صدره ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل ورواة هذا الحديث كلهم ثقات واسناده متصل-“ (تحفة الاحوذى، ص: ۲۱۶)

یعنی ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان ثوری سے بیان کیا، کہتے ہیں کہ ہم سے سماک نے قبیصہ بن ہلب سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے کے اوپر رکھا تھا۔ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔ تیسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے مراسل میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

”حدثنا ابو توبة حدثنا الهيثم يعني ابن حميد عن ثور عن سليمان بن موسى عن طاوس قال: كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشد بينهما على صدره-“ (حواله مذکور)

یعنی ہم سے ابوتوبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہیشم یعنی ابن حمید نے ثور سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے طاؤس سے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے اور ان کو خوب مضبوطی کے ساتھ ملا کر سینہ پر باندھا کرتے تھے۔ عون المعبود شرح ابو داؤد کے صفحہ: ۲۷۵ پر یہ حدیث اسی سند کے ساتھ موجود ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ طاؤس زاوی تابعی ہیں اور اس کی سند حسن ہے اور حدیث مرسل امام ابو حنیفہ امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً حجت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ جب اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت موجود ہو۔ چنانچہ اس کی تائید حدیث وائل بن حجر اور حدیث بلب طائی سے ہوتی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ پس اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت نبوی ہے (ﷺ)

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (۱۰۸/الکوثر: ۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے

یعنی وضع یدک الیمنی علی الشمال عند النحر یعنی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھو۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے۔

(تفسیر البیان جلد ۱ صفحہ ۳۶۶، تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، احکام القرآن لابن العربی ج ۳ صفحہ ۱۹، بیہقی ج ۲ صفحہ ۳)

بیہقی اور ابن ابی شیبہ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی اور ابو الشیح و حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ان حضرات کی اس تفسیر کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہم اللہ نے اس بارے میں فرمایا ہے:

”ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة وراى بعضهم ان یضعهما تحت السرة وکل ذالک واسعة عندهم۔“
یعنی صحابہ و تابعین میں بعض نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا اختیار کیا۔ بعض نے ناف کے نیچے اور اس بارے میں ان کے نزدیک گنجائش ہے۔
اختلاف مذکور ان فضیلت سے متعلق ہے اور اس بارے میں تفصیل بالا سے ظاہر ہو گیا کہ ان فضیلت اور ترجیح سینہ پر ہاتھ باندھنے کو حاصل ہے۔
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کی بڑی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے، جسے ابوداؤد اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی اور بیہقی نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”ان علیا قال: السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة۔“ یعنی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی کلائی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ ائمہ کبار مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

”قلت فی اسناد هذا الحدیث عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی وعلیه مدار هذا الحدیث وهو ضعیف لا یصلح للاحتجاج۔“
یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق واسطی ہے جن پر اس روایت کا دارودمدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ روایت دلیل پکڑنے کے قابل نہیں ہے۔ امام نووی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

”هو حدیث متفق علی تضعیفه فان عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف بالاتفاق۔“

یعنی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۳، فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۲۶)۔

ان حضرات کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جس میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور آپ کے ہاتھ ناف کے نیچے تھے۔

اس کے متعلق حضرت علامہ شیخ محمد حیات سندھی رحمہم اللہ اپنے مشہور مقالہ ”فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور“ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یہ تحت السرة (ناف کے نیچے) والے الفاظ راوی کتاب نے سہو سے لکھ دیئے ہیں ورنہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا صحیح نسخہ خود مطالعہ کیا ہے۔ اور اس حدیث کو اس سند کے ساتھ دیکھا مگر اس میں تحت السرة کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اس کی مزید تائید سند احمد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ابن ابی شیبہ ہی کی سند کے ساتھ اسے نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ زیادتی لفظ تحت السرة والی نہیں ہے، سند احمد کی پوری حدیث یہ ہے:

”حدثنا وكيع حدثنا موسى بن عمير العنبري عن علقمة بن وائل الحضرمي عن ابيه قال رايت رسول الله ﷺ واضعا يمينه على شماله في الصلوة۔“

یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے دیکھا۔

دارقطنی میں بھی ابن ابی شیبہ ہی کی سند سے یہ روایت مذکور ہے، مگر وہاں بھی تحت السرة کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس بارے میں کچھ اور آثار و روایات بھی پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے کوئی بھی قابل حجت نہیں ہے۔

پس خلاصہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت نبوی ہے اور لاکھوں کی رو سے اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ جو حضرات اس سنت پر عمل نہیں کرتے نہ کریں مگر ان کو چاہیے کہ اس سنت کے عاملین پر اعتراض نہ کریں۔ ان پر زبان طنز نہ کھولیں۔ اللہ پاک جملہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ فردی مسائل پر الجھنے کی عادت سے تائب ہو کر اپنے دوسرے کلمہ گو بھائیوں کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش پیدا کریں۔ واللہ هو الموفق۔

باب: نماز میں خشوع کا بیان

بَابُ الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ

(۷۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابوالزناد سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ کی طرف) ہے۔ اللہ کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے، میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔“

۷۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبَلَتِي هَهُنَا؟ وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي)). [راجع: ۴۱۸]

تشریح: آپ مہربوت سے دیکھ لیا کرتے تھے اور یہ آپ کے عجرات میں سے ہے۔

(۷۴۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قنادہ سے سنا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: ”رکوع اور سجود پوری طرح کیا کرو۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں یا اس طرح کہا کہ بیٹھے پیچھے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو (تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)۔“

۷۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَنَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي)) وَرَبَّمَا قَالَ: ((مَنْ بَعْدَ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ)).

[راجع: ۴۱۹، مسلم: ۹۵۹]

باب: اس بارے میں کہ تکبیر تحریرہ کے بعد کیا پڑھا جائے

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

جائے

(۷۴۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے قنادہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ سے شروع کرتے تھے۔

۷۴۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَنَادَةَ، عَنْ أَنَسِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ۔ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾.

[مسلم: ۸۹۰، ۸۹۱]

تشریح: یعنی قرآن کی قراءت سورہ فاتحہ سے شروع کرتے تھے تو یہ منافی نہ ہوگی اس حدیث کے جو آگے آتی ہے۔ جس میں تکبیر تحریرہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھنا منقول ہے اور الحمد لله رب العالمین سے سورہ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نئی نہیں ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے۔ تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جبری نمازوں میں پکار کر اور سری نمازوں میں آہستہ

اور جن لوگوں نے ہم اللہ کا نہ سنا نقل کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کم سن تھے جیسے انس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور یہ آخری صف میں رہتے ہوں گے، شایدان کو آواز نہ پہنچی ہوگی اور ہم اللہ کے جہر میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ گوان میں کلام بھی ہو مگر اثبات مقدم ہے نئی پر۔ (وحیدی)

۷۴۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً. قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: هُنَيْدَةَ. فَقُلْتُ: يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ؟ قَالَ: ((أَقُولُ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّنَى الثَّوْبَ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)). [مسلم: ۱۳۵۴، ۱۳۵۵؛ ابوداؤد:

۷۸۱؛ نسائی: ۶۰، ۳۳۳، ۸۹۳، ۸۹۴؛ ابن

ماجہ: ۸۰۵]

تشریح: دعائے استفتاح کی طرح وارد ہے مگر سب میں صحیح یہی دعا ہے اور سبحانک اللهم جسے عموماً پڑھا جاتا ہے وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مگر اس روایت کی سند میں ضعف ہے، بہر حال اسے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مگر ترجیح اسی کو حاصل ہے، اور اہل حدیث کا یہی معمول ہے۔

باب

باب

۷۴۵- (۷۴۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے اسماء بنت ابی بکر سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی۔ آپ جب کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع میں گئے تو دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا تو دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے اور پھر سر اٹھایا، پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے

۷۴۵- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ

ہوئے اور دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے۔ (پھر دوبارہ) رکوع کیا اور آپ دیر تک رکوع کی حالت میں رہے۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے۔ پھر سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”جنت مجھ سے اتنی نزدیک ہوگئی تھی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں کوئی خوشہ تم کو توڑ کر لادیتا اور مجھ سے دوزخ بھی اتنی قریب ہوگئی تھی کہ میں بول پڑا کہ میرے مالک میں تو اس میں سے نہیں ہوں؟ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ اس عورت کو ایک بلی نوج رہی تھی، میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھے رکھا تھا تاکہ بھوک کی وجہ سے وہ مرگئی، نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا کہ وہ خود کہیں سے کھا لیتی۔“ نافع نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے یوں کہا کہ ”نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیرے وغیرہ کھا لیتی۔“

رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرَّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرَّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((قَدْ دَنَّتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّى لَوْ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجَنَّتُكُمْ بِقَطَافٍ مِنْ قَطَافِهَا، وَدَنَّتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيُّ رَبِّ أَوْ أَنَا مَعَهُمْ؟ فَاذًا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: تَخْدِسُهَا هِرَّةٌ - قُلْتُ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَسَبْتُهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، لَا أَطْعَمْتُهَا، وَلَا أُرْسَلْتُهَا تَأْكُلُ)). قَالَ نَافِعٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ خَشِيشِ الْأَرْضِ أَوْ خَشَاشِ)).

[طرفہ فی: ۲۳۶۴] [نسائی: ۱۴۹۷؛ ابن ماجہ:

[۱۲۶۵

تشریح: سورج گہن یا چاند گہن ہر دو مواقع پر نماز کا یہی طریقہ ہے۔ نماز کے بعد خطبہ اور دعا بھی ثابت ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں پر ظلم کرے گا آخرت میں اس سے اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ حافظ نے ابن رشید سے حدیث اور باب میں مطابقت یوں نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کی مناجات اور مہربانی کی درخواست میں نماز کے اندر مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں ہر قسم کی دعا کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ دعائیں شرعی حدود میں ہوں۔

باب: نماز میں امام کی طرف دیکھنا

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: ”میں نے جہنم دیکھی۔ اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں (نماز میں) پیچھے سرک گیا۔“

(۷۴۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے عمارہ بن عمیر سے بیان کیا، انہوں نے ابو عمر (عبداللہ بن مجرہ) سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ: ((رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحِطُّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ)).

۷۴۶- حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عِمَارَةَ بْنِ عَمِيرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِحَبَابٍ: أَمَا كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَقُلْنَا: بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَلِكَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِي. [اطرافه في: ٧٦٠، ٧٦١، ٧٧٧] [ابوداود: ٨٠١؛ ابن ماجه: ٨٢٦]

ارت ﷺ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی رکعتوں میں (فاتحہ کے سوا) اور کچھ قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح سمجھ جاتے تھے۔ فرمایا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا۔ کیونکہ ڈاڑھی کا ہلنا ان کو بغیر امام کی طرف دیکھے کیونکہ معلوم ہو سکتا تھا۔ بہر حال نماز میں نظر امام پر رہے یا مقام سجدہ پر رہے ادھر ادھر نہ جھانکنا چاہیے۔

٧٤٧- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَتَيْنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ، يَخْطُبُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ- وَكَانَ عَزِيزٌ كَذُوبٍ- أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، قَامُوا قِيَامًا حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ.

(٤٣٤) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ سمیعی نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے بیان کیا، کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا..... اور وہ جھوٹے نہیں تھے..... کہ جب وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک دیکھتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں (اس وقت وہ بھی سجدہ میں جاتے)۔

[راجع: ٦٩٠]

٧٤٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعَكَعْتَ. فَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا، وَكَوَأُحَدِّثُهُ لَا كَلِمَتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا)).

(٤٣٨) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے امام مالک نے زید بن اسلم سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گہن ہوا تو آپ نے گہن کی نماز پڑھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) آپ اپنی جگہ سے کچھ لینے کو آگے بڑھے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا کہ ”میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر میں لے لیتا تو اس وقت تک تم اسے کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود ہے۔“

[راجع: ٢٩٠]

تشریح: وہ کبھی فتادہ ہوتا کیونکہ بہشت کو ظلود ہے۔ ترجمہ باب اس قول سے لکھا ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھا۔

٧٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَسَّانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ

(٤٣٩) ہم سے محمد بن بسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہلال بن علی نے بیان کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز

فَقَالَ: ((هُوَ اخْتِلاَسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ)). [طرفه في: ۳۲۹۱] [ابوداود: ۹۱۰، ۹۱۱؛ ترمذی: ۵۹۰؛ نسائی: ۱۱۹۵،

[۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸]

تشریح: اس کو التفات کہتے ہیں یعنی گردن یا سینہ موڑے ادھر ادھر جھانکنا نماز میں یہ سخت منع ہے۔ پہلے صحابہ نماز میں التفات کیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ: ((قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ)) (۱۰۱/ المؤمنون) نازل ہوئی تو وہ اس سے رک گئے اور نظروں کو مقام سجدہ پر رکھنے لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نمازی بار بار ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیتا ہے۔ رواہ البزار عن جابر۔

۷۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي حَمِيصَةَ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ: ((شَغَلَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، أَذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهَنَّمَ وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ)). [راجع: ۳۷۳] [مسلم: ۱۲۳۸؛ ابوداود: ۹۱۴، ۴۰۵۳؛ نسائی: ۷۷۰؛ ابن ماجہ: ۳۵۰۰]

(۷۵۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ ”اس کے نقش و نگار نے مجھے غافل کر دیا۔ اسے لے جا کر ابو جہنم کو واپس کر دو اور ان سے (بجائے اس کے) سادی چادر مانگ لاؤ۔“

تشریح: یہ چادر ابو جہنم نے آپ کو تحفہ میں دی تھی۔ مگر اس کے نقش و نگار آپ کو پسند نہیں آئے کیونکہ ان کی وجہ سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق آ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے اسے واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں غافل کرنے والی کوئی چیز نہ ہونی چاہیے۔

بَابُ: هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرِ يَنْزِلُ بِهِ؟ أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بَصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ

باب: اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی بری چیز دیکھے یا قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھے (تو التفات میں کوئی قباحت نہیں)

وَقَالَ سَهْلٌ: التَّمَّتْ أَبُو بَكْرٍ فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ.

اور سہل بن سعد نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے التفات کیا تو نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔

۷۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيْ النَّاسِ، فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ جِبْنٌ انْصَرَفَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ

(۷۵۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر ریٹ دیکھی۔ آپ اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے (نماز ہی میں) ریٹ کو کھرچ ڈالا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ ”جب کوئی نماز

میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لیے کوئی شخص
سامنے کی طرف نماز میں نہ تھو کے۔“ اس حدیث کی روایت موسیٰ بن عقبہ
اور عبد العزیز بن ابی رواد نے نافع سے کی۔ [راجع: ۴۰۶] [مسلم: ۱۲۲۴، ابن ماجہ: ۷۶۳]

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ نبی کریم ﷺ نے بحالت نماز مسجد کی قبلہ رخ دیوار پر بلغم دیکھا، اور آپ کو اس کی ناگواری کا بہت سخت
احساس ہوا، ایسی حالت میں آپ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو ایسا التفات جائز ہے۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حالت نماز ہی میں آپ نے
اس کو صاف کر ڈالا تھا۔

۷۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
اللَيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، قَالَ:
أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ
فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ،
فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ بِضَحْكَ،
وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَىٰ عَقْبِيهِ لِيَصِلَ لَهُ
الْصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ، وَهَمَّ
الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَقْتَبِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ، فَأَشَارَ
إِلَيْهِمْ: أْتَمُوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرْخَى السِّتْرَ،
وَتَوَفَّىٰ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ. [راجع: ۶۸۰]

(۷۵۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث
بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن عقیل بن خالد سے بیان کیا، انہوں نے
ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ
(رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں) مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے
اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹایا۔
آپ نے صحابہ کو دیکھا۔ سب لوگ صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ (خوشی
سے) خوب کھل کر مسکرائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آپ کو دیکھ کر) پیچھے ہٹنا
چاہا تاکہ صف میں مل جائیں۔ آپ نے سمجھا کہ آپ ﷺ تشریف لا
رہے ہیں۔ صحابہ (آپ کو دیکھ کر خوشی سے اس قدر بے قرار ہوئے کہ گویا)
نماز ہی چھوڑ دیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری
کر لو اور پردہ ڈال لیا۔ اسی دن چاشت کو آپ نے وفات پائی۔

تشریح: ترجمہ باب یوں نکلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عین نماز میں التفات کیا۔ کیونکہ اگر وہ التفات نہ کرتے تو آپ کا پردہ اٹھانا کیونکر دیکھتے اور ان کا
اشارہ کیسے سمجھتے۔ بلکہ خوشی کے مارے حال یہ ہوا کہ قریب تھا وہ نماز کو بھول جائیں اور نبی کریم ﷺ کے دیدار کے لئے دوڑیں۔ اسی حالت کو ان لفظوں
سے تعبیر کیا گیا کہ مسلمانوں نے یہ قصد کیا کہ وہ نلتے میں پڑ جائیں۔ بہر حال یہ مخصوص حالات ہیں۔ درنہ عام طور پر نماز میں التفات جائز نہیں جیسا کہ
حدیث سابقہ میں گزرا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: ﴿وَقَوْمًا لِلَّهِ فَتِنِينَ﴾ (البقرة: ۲۳۸) یعنی نماز میں اللہ کے لئے دلی توجہ کے ساتھ
فرما ہر دار بندے بن کر کھڑے ہوا کرو۔ نماز کی روح یہی ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر یقین کر کے اس سے دل لگایا جائے۔ آیت مبارکہ: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي
صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (البقرہ: ۲۳) کا یہی تقاضا ہے۔

بَابُ وَجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ
وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا،
فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجَهَّرُ
بَاب: امام اور مقتدی کے لیے قراءت کا واجب
ہونا، حضر اور سفر ہر حالت میں، سری اور جہری سب
نمازوں میں

فِيهَا وَمَا يَخَافُ

تشریح: قراءت سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۷۵۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یضگری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالملک بن عمیر نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو علیحدہ کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، تو کوفہ والوں نے سعد کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو۔ اس پر آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم میں تو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا اس میں کوتاہی نہیں کرتا عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعات میں (قراءت) لمبی کرتا اور دوسری دور کعتیں لمبی پڑھاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عس میں گئے۔ تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعده تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنیے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے۔ نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ اللہ کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا نمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بد حال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔ عبدالملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آگئی تھیں۔ لیکن اب بھی راستوں

۷۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ، قَالَ: شَكَأَ أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَارًا، فَشَكُّوا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ: أَمَا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أَصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَخِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رَجُلَيْنِ إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدْعُ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيَتَنَوَّنُ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: أَسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ- يُكْنَى أَبُو سَعْدَةَ- فَقَالَ: أَمَا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُونَ بِثَلَاثٍ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسَمْعَةً فَأَاطِلْ عُمَرَهُ، وَأَاطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدَ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْ بَنِي دَعْوَةَ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنْ

الذی یفتح بہ ما بعدہ افتتح فلان کذا ابتدا بہ قال ابن جریر فی تفسیرہ (ص: ۲۵/ج: ۱) وسمیت فاتحة الكتاب لانها یفتح بکتابتها المصاحف ویقرابها فی الصلوة فہی فواتح لما یتلوها من سور القرآن فی الكتابة والقراءة وسمیت ام القرآن لتقدمها علی سائر سور القرآن غیرها و تاخر ما سواها فی القراءة والكتابة..... الخ۔“ (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۵۸۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ سورۃ الحمد شریف کا نام فاتحۃ الكتاب اس لئے رکھا گیا کہ قرآن مجید کی کتابت اسی سے شروع ہوتی ہے اور نماز میں قراءت کی ابتدا بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اس کو ام القرآن اس لئے کہا گیا کہ کتابت اور قراءت میں یہ اس کی تمام سورتوں پر مقدم ہے۔ اور جملہ سورتیں اس کے بعد ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ نماز میں قراءت سورۃ فاتحہ فرض ہے اور یہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد: ۲/ ص: ۳۰ پر اسے نماز کا اہم رکن تسلیم کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث عام ہے۔ نماز چاہے فرض ہو چاہے نفل، اور وہ شخص امام ہو یا مقتدی، یا اکیلا۔ یعنی کسی شخص کی کوئی نماز بغیر فاتحہ پڑھے نہیں ہوگی۔

چنانچہ مشہور شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۳۹ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ای فی کل رکعة منفردا او اماما او ماموما سواء اسر الامام او جہر۔“ یعنی اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ہر رکعت میں (ہر نمازی کو) خواہ اکیلا ہو یا امام، یا مقتدی، خواہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ نیز اسی طرح علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی الحدیث (ای حدیث عبادۃ) دلیل علی ان قراءۃ الفاتحۃ واجبة علی الامام والمنفرد والمأموم فی الصلوات کلہا۔“ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد: ۳/ ص: ۶۳)

یعنی حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس امر پر صاف دلیل ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا امام اور اکیلے اور مقتدی سب کے لئے تمام نمازوں میں واجب ہے۔ نیز (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج: ۳/ ص: ۶۳) میں لکھتے ہیں: حنفیوں کے مشہور شارح بخاری امام محمود احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۸۵۵ھ

”استدل بهذا الحدیث عبد اللہ بن المبارک والاوزاعی ومالك والشافعی واحمد واسحق وابو ثور وداود علی وجوب قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات۔“

یعنی اس حدیث (حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ) سے امام عبد اللہ بن مبارک، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابو ثور، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (مقتدی) کے لئے امام کے پیچھے نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر دلیل پکڑی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مجموع شرح مہذب جلد: ۳/ ص: ۳۲۶ مصری میں فرماتے ہیں:

”قراءۃ الفاتحۃ للقاد علیہا فرض من فروض الصلوة و رکن من ارکانہا و متعینۃ لا یقوم مقامہا ترجمتہا بغیر العربیۃ ولا قراءۃ غیرہا من القرآن و یستوی فی تعینہا جمیع الصلوات فرضہا و نفلہا جہرہا و سرہا و الرجل والمرآة والمسافر والصبی والقائم والقاعد والمضطجع و فی حال شدۃ الخوف وغیرہا سواء فی تعینہا الامام والمأموم والمنفرد۔“ یعنی جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھ سکتا ہے (یعنی اس کو یہ سورۃ یاد ہے) اس کے لئے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فرض اور نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ سورۃ فاتحہ نماز میں ایسی محین ہے کہ نہ تو اس کی بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ ہی قرآن مجید کی کوئی دگر آیت۔ اور اس تعین فاتحہ میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جہری ہوں یا سری اور مرد و عورت، مسافر، بلا کا (ناخالص) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اور بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے والا سب اس حکم میں برابر ہیں اور اس تعین فاتحہ میں امام، مقتدی اور اکیلا نماز پڑھنے والا (بھی) برابر ہیں۔

حدیث اور شارحین حدیث کی اس قدر کھلی ہوئی وضاحت کے باوجود کچھ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس حدیث میں امام یا مقتدی یا منفرد کا ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کی فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔ اس کے جواب کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔ جس میں صاف لفظوں میں مقتدیوں کا ذکر موجود ہے۔

”عن عبادة بن الصامت قال: كنا خلف رسول الله ﷺ في صلاة الفجر فقرأ رسول الله ﷺ فنقلت عليه القراءة فلما فرغ قال: لعلكم تقرأون خلف امامكم قلنا: نعم نهذاً هذا يا رسول الله! قال: لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها-“ (ابو داود، ج: ۱/ص: ۹۱۱ ترمذی، ج: ۱/ص: ۴۱، وقال: حسن)

حضرت عباده بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہو گیا۔ جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ”شاید تم اپنے امام کے پیچھے (قرآن پاک سے کچھ) پڑھتے رہتے ہو۔“ ہم نے کہا! ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ”یاد رکھو سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔“ اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”والعمل على هذا الحديث في القراءة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ والتابعين وهو قول مالك بن انس وابن المبارك والشافعي واحمد واسحاق يرون القراءة خلف الامام-“ (ترمذی، ج: ۱/ص: ۴۱)

یعنی امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھنے کے بارہ میں اکثر اہل علم، صحابہ کرام اور تابعین کا اسی حدیث (عبادہ رضی اللہ عنہ) پر عمل ہے اور امام مالک، امام عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابوحنیفہ)، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق (بھی) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔ امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد، ج: ۱/ص: ۲۰۵ میں لکھتے ہیں:

”هذا الحديث نص صريح بان قراءة الفاتحة واجبة على من صلى خلف الامام سواء جهر الامام بالقراءة او خافت بها واسناده جيد لا طعن فيه-“ (مرعاة ج: ۱/ص: ۶۱۹)

یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قراءت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے۔ جس میں طعن کی گنجائش نہیں۔ اس بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

”عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال: من صلى صلوة ولم يقرأ فيها بام القرآن فهى خداج ثلاثا غير تمام فقيل لابی هريرة انا نكون وراء الامام فقال: اقرأ بها في نفسك فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول: قال الله تعالى قسمت الصلوة بيني وبين عبدی نصفين الحديث-“ (صحيح مسلم، ج: ۱/ص: ۱۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) پوری نہیں ہے۔“ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (تب بھی پڑھیں) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ہاں) اس کو آہستہ پڑھا کرو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔“ (آخر تک)

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ ہی کو نماز کہا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی اصل روح سورۃ فاتحہ ہی ہے۔ دو حصوں میں بانٹنے کا مطلب یہ کہ شروع سورت سے (ایک نستعین) تک مختلف طریقوں سے اللہ کی حمد و ثنا ہے۔ پھر آخر سورت تک دعائیں ہیں جو بندہ اللہ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس طرح یہ سورت مبارکہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جلد: ۱/ص: ۷۰ میں لکھتے ہیں:

”ففيه وجوب قراءة الفاتحة وانها متعينة لا يجزى غيرها الا لعاجز عنها وهذا مذهب مالك والشافعي وجمهور العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعدهم-“

یعنی اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے اور عاجز کے سوا سورۃ فاتحہ نماز میں متعین ہے۔ کوئی دوسری آیت

اس کی جگہ کفایت نہیں کر سکتی اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد علماء و ائمہ عظام کا ہے۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز کیلئے لفظ خداج کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد، جلد: ۱/ص: ۲۰۳ پر فہمی خداج کا معنی لکھتے ہیں:

”معناه ناقصة نقص فساد و بطلان يقول العرب: اخذجت الناقة اذا القت ولدها و هو دم لم يستبن خلقه فہی مخدج و المخداج اسم مبنی عنہ۔“ (مرعاة، ج: ۱/ص: ۵۸۸)

حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ فاسد اور باطل ہے۔ اہل عرب اخذجت الناقة اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس وقت گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت و پیدائش ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ خداج وہ نقصان ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی مثال اونٹنی کے مردہ بچہ جیسی ہے۔

”اقرا بها فی نفسک“ اس کا معنی دل میں تدبر و تفکر اور غور کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھا کر۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والمراد بقوله اقرا بها فی نفسک ان يتلفظ بها سرادون الجهر بها ولا يجوز حملة علی ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لاجماع اهل اللسان علی ان ذلك لا یسمى قراءة ولا جماع اهل العلم علی ان ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لیس بشرط ولا مسنون فلا يجوز حمل الخبر علی ما لا یقول به احد ولا یساعده لسان العرب۔“ (کتاب القراءة، ص: ۱۷)

یعنی اس قول ((اقرا بها فی نفسک)) سے مراد یہ ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ پڑھا اور اس کو ذکر قلب یعنی تدبر و تفکر و غور پر محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قراءت نہیں کہتے اور اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ زبان سے تلفظ کے بغیر صرف دل سے ذکر کرنا نماز کی صحت کے لئے نہ شرط ہے اور نہ ہی سنت۔ لہذا حدیث کو ایسے معنی پر حمل کرنا جس کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی لغت عرب اس کی تائید کرے جائز نہیں۔
تفسیر جلالین، جلد: ۱/ص: ۱۲۸ مصری میں ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ (۷/الاعراف: ۲۰۵) کا معنی لکھا ہے۔ ای سر یعنی اللہ تعالیٰ کو زبان سے آہستہ یاد کر۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جلد: ۱/ص: ۱۷۰ میں اقرا بها فی نفسک کا معنی لکھتے ہیں: ”فمعناه اقراھا سرا بحيث تسمع نفسک واما ما حملة علیہ بعض المالکیہ و غیرہم ان المراد تدبر ذلك و تذکرہ فلا یقبل لان القراءة لا تطلق الا علی حركة اللسان بحيث یسمع نفسه۔“ یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ (امام کے پیچھے) سورہ آہستہ پڑھا کر اس طرح کہ تو خود سے اور بعض مالکیہ نے اس کو سونپنے اور تدبر و فکر پر محمول کیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور ناقبول ہے کیونکہ قراءت کا اطلاق حرکت لسان (زبان) پر ہی ہوتا ہے۔ یعنی جب تک زبان نہ بولے اور فاتحہ کے الفاظ زبان سے ادا نہ کیے جائیں اس کو قراءت (پڑھنا) نہیں کہتے۔

اور حدیث میں قراءت (پڑھنے) کا حکم ہے۔ لہذا جب تک مقتدی فاتحہ کو زبان سے نہیں پڑھے گا، اس وقت تک حدیث پر عمل نہیں ہوگا۔ ہدایہ، جلد: ۱/ص: ۹۸ میں ہے۔ ”لان القراءة فعل اللسان۔“ کیونکہ قراءت (پڑھنا) زبان کا کام ہے۔

کفایہ، جلد: ۱/ص: ۶۳ میں ہے ”فیصلی السامع فی نفسه ای یصلی بلسانہ خفياً۔“ یعنی جب خطیب آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۳۳/الاحزاب: ۵۶) پڑھے تو سامعین کو چاہیے کہ اپنی زبان سے آہستہ درود پڑھ لیں۔ یعنی فی نفسہ کا معنی زبان سے آہستہ اور پوشیدہ پڑھنا ہے۔ ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ فی نفسک کا معنی دل میں تدبر اور غور و فکر کرنا، لغت اور اہل علم اور خود فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے اور صحیح معنی یہ ہے کہ زبان سے آہستہ پڑھا کر اور یہی حدیث کا مقصود ہے۔ تیسری حدیث یہ ہے:

”عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من صلى صلوة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فہی خداج غیر تمام۔“

(جزء القراءة، ص: ۸، دہلی، کتاب القراءة، ص: ۳۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز ناقص ہے پوری نہیں۔“ خذاج کی تفسیر اور پرگزرجلی ہے۔ اس بارے میں چوتھی حدیث یہ ہے:

”عن انس ان رسول الله ﷺ صلى باصحابه فلما قضى صلوته اقبل عليهم بوجهه فقال: تقرؤون في صلوتكم خلف الامام والامام يقرأ؟ فسكتوا فقال لها ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال: فلا تفعلوا وليقرأ احدكم فاتحة الكتاب في نفسه۔“ (كتاب القراءة، ص: ٤٨، ٤٩، ٥٠، ٥٥۔ جزء القراءة دہلی، ص: ٢٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”جب امام پڑھ رہا ہو تو تم بھی اپنی نماز میں امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہی فرمایا۔ پھر ایک سے زیادہ لوگوں نے کہا، ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک صرف سورہ فاتحہ آہستہ پڑھا کرے۔“ اس حدیث سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت صاف ثابت ہے۔ اس بارے میں مزید وضاحت کے لئے پانچویں حدیث یہ ہے:

”عن ابی قلابہ ان رسول الله ﷺ قال: لعل احدكم يقرأ خلف الامام والامام يقرأ؟ فقال رجل انا لنفعل ذلك قال: فلا تفعلوا ولكن ليقرأ احدكم بغاتحة الكتاب۔“ (كتاب القراءة ص: ٥٠)

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شاید جب امام پڑھ رہا ہو تو ہر ایک تمہارا امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔“ ایک آدمی نے کہا بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو اور لیکن ہر ایک تمہارا (امام کے پیچھے) سورہ فاتحہ پڑھا کرے۔ ان احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں خاص لفظ فاتحہ اور خلف امام موجود ہے اور بھی وضاحت کے لئے چھٹی حدیث یہ ہے:

”عن عبد الله بن سوادة القشيري عن رجل من اهل البادية عن ابيه وكان ابوه اسيرا عند رسول الله ﷺ قال: سمعت محمدا ﷺ قال لاصحابه: تقرؤون خلفي القرآن؟ فقالوا: يا رسول الله: نهذه هذا قال: لا تقرؤوا الا بغاتحة الكتاب۔“ (كتاب القراءة، ص: ٥٣)

عبد اللہ بن سوادہ ایک دیہاتی سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسیر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہوئے سنا: ”کیا تم نماز میں میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”سوائے سورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔“ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وتواتر الخبر عن رسول الله ﷺ ((لا صلوة الا بقراءة ام القرآن)) (جزء القراءة ص: ٤ دہلی)

یعنی اس بارے میں کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ سے تواتر (یعنی جم غفیر روایت کرتے ہیں) کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔ امام عبد الوہاب شعرانی میزان کبریٰ، جلد: ١/صفحہ ١٦٦ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

”من قال بتعيين الفاتحة وان لا يجوز قراءة غيرها قد دار مع ظاهر الاحاديث التي كادت تبلغ حد التواتر مع تائيد ذلك بعمل السلف والخلف۔“

یعنی جن علمائے سورہ فاتحہ کو نماز میں متعین کیا ہے اور کہا کہ سورہ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھنا کفایت نہیں کر سکتا۔ اولاً: تو ان کے پاس احادیث نبویہ اس کثرت سے ہیں کہ تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ ثانیاً: سلف و خلف (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم) کا عمل بھی تعین فاتحہ و نماز کی تائید کرتا ہے۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام، جلد ۱/ص ۲۱۹ مطبع نظامی میں ہے: ”واین حدیث راشواہد بسیار است“ یعنی قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر، ص ۱۳ میں ہے۔ ”والاحادیث فی هذا الباب كثيرة“ یعنی قراءۃ فاتحہ کی احادیث بکثرت ہیں۔ ان ہی احادیث کثیرہ کی بنا پر بہت سے محققین علمائے احناف بھی قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، جس کی تفصیل کے سلسلہ میں الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں:

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنا چاہیے ان کا پرانا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو سری نماز میں مستحسن اور مستحب بتایا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں:

”لابی حنیفة و محمد قولان احدهما عدم وجوبها علی الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القديم وادخله محمد فی تصانیفه القديمة وانتشرت النسخ الی الاطراف وثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عند المخافنة الحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القرآن و فی زوایة لا تقرؤوا بشیء اذا جهرت الا بام القرآن. وقال عطاء: کانوا یرون علی الماموم القراءۃ فی ما یجهر فیہ الامام و فی ما یسر فرجعا من قولهما الاول الی الثانی احتیاطا انتھی کذا فی غیث الغمام ص: ۱۵۶ حاشیة امام الکلام۔“

خلاصہ ترجمہ: اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں اماموں کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے اپنی قدیم تصنیفات میں اسی قول کو درج کیا ہے۔ اور ان کے نسخے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز سری میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے علی سبیل الاحتیاط۔ اس واسطے کہ حدیث مرفوعہ میں وارد ہوا ہے کہ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں باواز بلند قراءت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ۔ اور عطاء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم) کہتے تھے کہ نماز سری و جہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیے۔ پس امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔

لواب بقول علامہ شعرانی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہوا بلکہ مستحسن و مستحب۔

اے ناظرین! جس حدیث کو علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اپنے قول سے رجوع کرنا لکھا ہے۔ اسی حدیث اور اس کے مثل اور احادیث صحیحہ کو دیکھ کر خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہاء و علماء امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فائل ہو گئے۔ بعض تو نماز سری اور جہری دونوں میں اور بعض فقط نماز سری میں۔

علامہ یعنی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ”بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات و بعضہم فی السریة فقط و علیہ فقہاء الحجاز و الشام۔“ (کذا فی غیث الغمام ص: ۱۵۶) یعنی بعض فقہائے حنفیہ ہر نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہاء فقط نماز سری میں اور مکہ اور مدینہ اور ملک شام کے فقہاء کا اسی پر عمل ہے۔

عمدة الرعاہ ص: ۱۴۳ میں مولانا عبداللہ صاحب لکھتے ہیں: ”وروی عن محمد انه استحسن قراءۃ الفاتحة خلف الامام فی السریة وروی مثله عن ابی حنیفة صریح بہ فی الهدایة و المجتبی شرح مختصر القدوری وغیرہما و هذا هو مختار کثیر من مشافخنا۔“ امام محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے: ”و يستحسن على سبيل الاحتياط في ما يروى عن محمد“ یعنی امام محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا احتیاطاً مستحسن ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں: ”وهو ان كان ضعيفا رواية لکنه قوي دراية ومن المعلوم المصروح في غنية المستملی شرح منية المصلی وغيره انه لا يعدل عن الرواية اذا وافقتها دراية“ یعنی امام محمد رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ”امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے“ اگرچہ روایا ضعیف ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ اور غنیۃ المستملی شرح منية المصلی میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جب روایت دلیل کے موافق ہو تو اس سے عدول نہیں کرنا چاہیے اور علامہ شعرانی کے کلام سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد رضی اللہ عنہ و نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی اخیر قول ہے۔ اور ان دونوں اماموں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

اور شیخ الاسلام نظام الملہ والدین مولانا عبدالرحیم جو شیح التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کئے گئے ہیں اور با اتفاق علما و اراء النہر و خراسان مذہب حنفی کے ایک مجتہد ہیں۔ آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں اور خود بھی پڑھتے اور فرماتے تھے: ”لو كان في فمی يوم القيامة جمره احب الي من ان يقال لا صلوة لك“ یعنی اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگارا ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی۔ (امام الکلام ص: ۲۰) اے ناظرین! یہ حدیث کہ جس نے سورہ فاتحہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی نہایت صحیح ہے اور یہ حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں قیامت کے روز انگارہ ہوگا موضوع اور جھوٹی ہے۔ شیخ التسلیم نے اپنے قول میں پہلے حدیث کے صحیح ہونے اور دوسری حدیث کے موضوع اور جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کبیر رضی اللہ عنہ جو مذہب حنفی کے ایک بہت بڑے مشہور فقیہ ہیں اور امام محمد رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کبار میں سے ہیں۔ آپ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ یعنی یہ بھی نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے اور ان کے سوا اور بہت سے فقہانے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ رگز چکا ہے اور مشائخ حنفیہ اور جماعت صوفیہ کے نزدیک بھی یہ مسلک مختار ہے۔

ملا جیون نے تفسیر احمدی میں لکھا ہے: ”فان رایت الطائفة الصوفية والمشايعين تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للموتم كما استحسنه محمد ايضا احتیاطا فيما روى عنه انتهي“۔ یعنی اگر جماعت صوفیہ اور مشائخ حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے تھے۔ جیسا کہ امام محمد رضی اللہ عنہ احتیاطاً استحسان کے قائل تھے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ نے بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اولی الاقوال بتایا ہے۔ دیکھو جزیۃ اللہ البالغہ۔ اور جناب شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب ”انفاس العارفين“ میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ (یعنی مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ) اکثر مسائل فروعیہ میں مذہب حنفی کے موافق تھے۔ لیکن جب کسی مسئلہ میں حدیث سے یا وجدان سے مذہب حنفی کے سوا کسی اور مذہب کی ترجیح اور قوت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں حنفی مذہب کا مسئلہ چھوڑ دیتے۔ از اس جملہ ایک یہ ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (غیث النہام ص: ۱۴۰) اور مولانا شاہ عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی فریضت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ آپ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک منع ہے اور امام محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک جس وقت امام آہستہ پڑھے جائز ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بغیر پڑھنے الحمد کے نماز جائز نہیں۔ اور نزدیک اس فقیر کے بھی قول امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے لحاظ سے کہ ”نہیں نماز ہوتی مگر سورہ فاتحہ سے“۔ نماز کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اور قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی جا بجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میرا قول اس کے خلاف پڑے تو قول کو چھوڑ دینا چاہیے اور حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ انتھی متر جمما بقدر الحاجة۔

اور مولوی عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام امام الکلام ہے اس رسالہ میں آپ نے باوجود حنفی المذہب ہونے کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن و مستحب ہے اور نماز جبری میں بھی سکات امام کے وقت۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

”فأذن ظهر حق الظهور ان اقوى المسالك التى سلك عليها اصحابنا هو مسلك استحسان القراءة فى السرية كما هو رواية عن محمد بن الحسن واختارها جمع من فقهاء الزمن وارجو رجاء موثقا ان محمدا الماجوز القراءة فى السرية واستحسنها لا بد ان يجوز القراءة فى الجهرية فى السككات عند وجد انها لعدم الفرق بينه وبينه، انتهى۔“

مختصر الیٰی اب نہایت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ جن مسلکوں کو ہمارے فقہائے حنفیہ نے اختیار کیا ہے، ان سب میں زیادہ قوی یہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن ہے۔ جیسا کہ روایت ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں (یعنی مولوی عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) امید و اتق رکھتا ہوں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن کہا ہے تو ضرور نماز جبری میں بھی سکات امام کے وقت مستحسن ہونے کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ نماز جبری میں سکات امام کی حالت میں اور نماز سری میں کچھ فرق نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف نے اپنا یہی فیصلہ سعایہ شرح و قایہ میں بھی لکھا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھا ہے کہ نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے، اور نماز جبری میں منع۔ مولوی عبدالحی نے ملا صاحب کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کا یہ قول ضعیف ہے، کیا ملا علی قاری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نماز جبری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز صراحتاً ثابت ہے۔

فتح القدر وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ ص ۳۰۴ میں لکھتے ہیں: ”وکذا ضعف ما فى فتح القدير وغيره ان الاخذ بالمنع احوط فانه لا منع ههنا عند تدقيق النظر۔“

یعنی فتح القدر وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے، سو یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہاں منع کی کوئی روایت ہی نہیں ہے اور مولوی صاحب قیاس العمد ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں: ”لم يرد فى حديث مرفوع صحيح النهى عن قراءة الفاتحة خلف الامام وكل ما ذكره مرفوعا فيه اما لا اصل له واما لا يصح انتهى۔“

یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث مرفوع صحیح میں وارد نہیں ہوئی اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو ان کی کچھ اصل ہی نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں۔

اے ناظرین! دیکھو اور تو اور خود مذہب حنفی کے بڑے فقہاء و علمائے قراءت فاتحہ خلف الامام کی حدیثوں کو دیکھ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک مشہور کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور خود بھی پڑھا ہے۔ بعض فقہائے ہر نماز میں سری ہو یا جبری اور بعض نے فقط سری میں۔ اور بقول علامہ شعرانی خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان ہی حدیثوں کی وجہ سے اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے اس مسئلہ میں جو کچھ فیصلہ کیا اور لکھا ہے۔ آپ لوگوں نے اس کو بھی سنا لیا۔

مگر بایں ہمہ ابھی تک بعض حنفیہ کا یہی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہر نماز میں سری ہو خواہ جبری ناجائز و حرام ہے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مسلک مشہور کو (جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) شاہراہ سمجھ کر اسی پر چلے جاتے ہیں۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ساتھ اس کے قراءت فاتحہ خلف الامام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے اور تو اور خود مذہب حنفی کے ائمہ و فقہاء و علمائے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اختیار کر لیا۔ یا اگر انکار نہیں کیا جاتا ہے تو ان کی مہمل اور ناجائز تاویل میں کی جاتی ہیں۔ اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے۔ جو روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مختلفہ و باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور ان کی زبان سے اور تو اور خود اپنے ائمہ و فقہاء کی شان میں کلمات ناشائستہ اور الفاظ ناگفتہ بہ نکلواتے ہیں۔ کوئی

جاہل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گناہگار ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (۱۸/ الکہف: ۵)۔ اگرچہ غور کیا جائے تو ان جاہلوں کا یہ تصور نمبر دوم میں ہے اور نمبر اول کا تصور انہیں علمائے حنفیہ کا ہے، جو روایات کا ذبہ و موضوعہ کو ذکر کر کے ان جاہلوں کو فتنے میں ڈالتے اور ان کی زبان سے اپنے بزرگان دین کے منہ میں آگ و پتھر بھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں ان سے کہلاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ روایات کا ذبہ و موضوعہ کو بیان نہ کرتے یا بیان کرتے مگر ان کا کذب و موضوع ہونا بھی صاف صاف ظاہر کرتے اور ساتھ اس کے اس مضمون کو بھی واضح طور پر بیان کرتے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے تو ان جاہلوں کی زبان سے ایسے ناگفتہ بہ کلمات ہرگز نہ نکلتے۔

آنچه سے پرسی کہ خسروا کہ کشت غزہ تو چشم تو ابروئے تو

(تحقیق الکلام، حصہ اول / ۱۷)

ہمارے محترم علمائے احناف کے پاس بھی کچھ دلائل ہیں جن کی تفصیلی حقیقت معلوم کرنے کے لئے محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تحقیق الکلام کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہم اجمالی طور پر ان دلائل کی حقیقت حضرت مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں پیش کر دینا چاہتے ہیں۔ موصوف علمائے احناف کے چوٹی کے عالم ہیں۔ مگر اللہ پاک نے آپ کو جو بصیرت عطا فرمائی وہ قابل صد تعریف ہے۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل بیان میں اس بحث کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النہی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ما ذکر وہ مرفوعا فیہ اما لا اصل له واما لا یصح۔“ (تعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد، ص: ۱۰۱ طبع یوسفی)

یعنی کسی مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی نہی (منع) وارد نہیں ہوئی اور اس کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر دلائل ذکر کرتے ہیں یا تو وہ بالکل بے اصل اور سن گھڑت ہیں، یا وہ صحیح نہیں۔

”فظہر انہ لا یوجد معارض لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام مرفوعا۔“ (تعلیق الممجد، ص: ۱۰۱ طبع یوسفی) یعنی امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے معارض و مخالف کوئی مرفوع حدیث نہیں پائی جاتی۔

حنفیہ کے دلائل کے جواب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”وبالجملۃ لا یظہر لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام معارض یسا ویہا فی الدرجۃ ویدل علی المنع۔“ (تعلیق الممجد، ص: ۱۰۱) یعنی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے درجہ کی کوئی معارض و مخالف حدیث نہیں ہے اور نہ ہی (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے) منع پر کوئی حدیث دلالت کرتی ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام کے اطمینان خاطر کے لئے اسی قدر کافی ہوگا۔ اپنا مقصد صرف یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں سے حد بغض رکھنا، ان کو غیر مقلد، نامذہب کہنا یہ کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ ایسے فروعی مباحث میں وسعت قلبی سے کام لے کر باہمی اتفاق کے لئے کوشش کی جائے جس کی آج شد ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

نوٹ: کچھ لوگ آیت شریف: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ (۷/ الاعراف: ۲۰۳) سے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل پکارتے ہیں حالانکہ یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی جب کہ نماز باجماعت کا سلسلہ یہ تھا، لہذا استدلال باطل ہے۔ تفصیل مزید کے لئے ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے آخر میں مقالہ ثنائی کا مطالعہ کیا جائے۔ (راز)

۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ،

(۷۵۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے باپ ابو سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص

آیا۔ اس نے نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: ”واپس جا اور پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ وہ شخص واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی اور پھر آ کر سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا: ”واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ آپ نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا، اس لیے آپ مجھے نماز سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ”جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہہ۔ پھر آسانی کے ساتھ جتنا قرآن تجھ کو یاد ہو اس کی تلاوت کر۔ اس کے بعد رکوع کر، پورے اطمینان کے ساتھ پھر سر اٹھا کر پوری طرح کھڑا ہو جا۔ اس کے بعد سجدہ کر پورے اطمینان کے ساتھ۔ پھر سر اٹھا اور اچھی طرح بیٹھ جا۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔“

فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ
فَرَدَّ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)).
فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى نُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ
لَمْ تُصَلِّ)) ثَلَاثًا وَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلَّمَنِي. فَقَالَ:
((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا
تَيْسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى
تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا،
ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ
حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ فِي صَلَاتِكَ
كُلِّهَا)). [اطرافه في: ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲،

[۶۶۶۷] [مسلم: ۸۸۵، ۸۸۶؛ ابوداؤد: ۸۵۶؛

ترمذی: ۳۰۳؛ نسائی: ۸۸۳؛ ابن ماجہ: ۱۰۶۰،

[۳۶۹۵

تشریح: نبی کریم ﷺ کو ہر بار یہ امید رہی کہ وہ خود درست کر لے گا مگر تین بار دیکھ کر آپ نے اسے تعلیم فرمائی۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ ”تکبیر کہہ پھر سورہ فاتحہ پڑھ۔“ امام احمد و ابن حبان کی روایات میں یوں ہے کہ ”جو تو چاہے وہ پڑھ۔“ یعنی قرآن میں سے کوئی سورت۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ آپ نے اس کو قرأت قرآن کا حکم فرمایا۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ یاد ہونے والی سورہ فاتحہ ہے۔ اسی کے پڑھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور آیت قرآن: ﴿قَافِرُونَ وَمَا تَيْسَّرُ مِنْهُ﴾ (۳/الزلزلہ: ۲۰) میں بھی سورہ فاتحہ ہی کا پڑھنا مراد ہے۔

باب: نماز ظہر میں قرأت کا بیان

(۷۵۸) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے عبد الملک بن عیمر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن سمرہ سے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ان (کوفہ والوں) کو نبی کریم ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا تھا۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں، کسی قسم کا نقص ان میں نہیں چھوڑتا تھا پہلی دور کعتیں لمبی پڑھتا اور دوسری دور کعتیں ہلکی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ، قَالَ سَعَدْتُ: كُنْتُ أَصَلِّي
بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاتِي
الْعِشَاءِ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، كُنْتُ أَرْكُدُ فِي
الْأُولَيِّينَ وَأَخْذِفُ فِي الْآخِرَتَيْنِ. فَقَالَ:
عَمْرٌ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ. [راجع: ۷۵۵]

(۷۵۹) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے تھے، ان میں بھی قراءت کرتے تھے لیکن آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے تھے کبھی کبھی ہم کو بھی کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ عصر میں آپ ﷺ سورہ فاتحہ اور (ہر رکعت میں ایک ایک سورت کل دو) سورتیں پڑھتے تھے، اس کی بھی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتے۔ اسی طرح صبح کی نماز کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری ہلکی۔

۷۵۹- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِقَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى، وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِقَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى، وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ. [اطرافه في: ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۷۹] [مسلم: ۱۰۱۲،

۱۰۱۳؛ ابوداود: ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰؛ نسائي:

۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۷؛ ابن ماجہ: ۷۲۹]

(۷۶۰) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن مهران اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ بن عمیر نے بیان کیا ابو معمر عبد اللہ بن مخبرہ سے، کہا کہ ہم نے خباب بن ارت سے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر میں قراءت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں، ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے پلنے سے۔

۷۶۰- حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: سَأَلْنَا خَبَابًا أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. [راجع: ۷۴۶].

باب: نماز عصر میں قراءت کا بیان

(۷۶۱) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے اعمش سے، انہوں نے عمارہ بن عمیر سے، انہوں نے ابو معمر سے کہ میں نے خباب بن الارت سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ آپ ﷺ کی قراءت کرنے کو آپ لوگ کس طرح معلوم کر لیتے تھے؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے پلنے سے۔

۷۶۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قُلْتُ لِحَبَابِ ابْنِ الْأَرْتِ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

[راجع: ۷۴۶].

۷۶۲۔ حَدَّثَنَا الْمُكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُوْرَةَ سُورَةِ، وَيُسْمِعُنَا الْاَيَّةَ اٰخِيَانَا. [راجع: ۷۵۹]

(۷۶۲) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے ہشام دستواوی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے تھے۔ اور آپ ﷺ کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے۔

تشریح: مقصود یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی امام اور مقتدی ہر دو کے لئے قراءت سورہ فاتحہ اور اس کے بعد پہلی دو رکعات میں کچھ اور قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے۔ سورہ فاتحہ کا پڑھنا تو اتنا ضروری ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز ہی نہ ہوگی اور کچھ آیات کا پڑھنا بس مسنون طریقہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں مقتدیوں کو معلوم کرانے کے لئے امام اگر کبھی کسی آیت کو آواز سے پڑھ دے تو اس سے سجدہ سہولاً لازم نہیں آتا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ ہم صحابہ آپ سے سورہ لقمان اور سورہ الذاریات کی آیت کبھی بکھارن لیا کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں سورہ سبح اسم ربک اور سورہ هل اناک حدیث الغاشیہ۔ کا ذکر آیا ہے۔ بہر حال اس طرح کبھی بکھار کوئی آیت آواز سے پڑھ دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ باب: نماز مغرب میں قراءت کا بیان

۷۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اٰخِرِنَا مَا لِكُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُبَيْهَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ اَنَّهُ قَالَ: اِنَّ اُمَّ الْفَضْلِ سَمِعْتَهُ وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ فَقَالَتْ: يَا بَنِي لَقَدْ ذَكَرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّوْرَةَ، اِنِّهَا لَاخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ. [طرفه في: ۴۴۲۹] [مسلم: ۱۰۳۷؛ ابوداؤد: ۸۱۰؛ ترمذی: ۳۰۸؛ نسائی: ۹۸۵؛ ابن ماجہ: ۸۳۱]

(۷۶۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تبسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے ام فضل رضی اللہ عنہا (ان کی ماں) نے انہیں ﴿والمرسلات عرفاً﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر کہا کہ اے بیٹے! تم نے اس سورت کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلایا۔ میں آخر عمر میں رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں یہی سورت پڑھتے ہوئے سنتی تھی۔

۷۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عاصِمٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ ابْنِ ثَابِتٍ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطَوْلِي الطُّوْلَيْنِ.

(۷۶۴) ہم سے ابو عاصم ثمالی نے بیان کیا، انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ (زبیر بن عبداللہ) سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے مروان بن حکم سے، اس نے کہا زید بن ثابت نے مجھے ٹوکا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ میں نے نبی ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا۔

[ابوداؤد: ۸۱۲؛ نسائی: ۹۸۹]

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

۷۶۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ. [اطرافه في: ۳۰۵۰، ۴۰۲۳، ۴۸۵۴] [مسلم: ۱۰۳۵؛

[ابوداؤد: ۸۱۱؛ نسائی: ۹۸۶؛ ابن ماجه: ۸۳۲]

باب: نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا (چاہیے)
 (۷۶۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیبسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا۔

تشریح: مغرب کی نماز کا وقت تھوڑا ہوتا ہے اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی سورت بھی پڑھ دی جائے تو یہ بھی مسنون طریقہ ہے۔ خاص طور پر سورہ طور پڑھنا کبھی سورہ مرسلات۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

۷۶۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنِ أَبِيهِ، عَنِ بَكْرِ، عَنِ ابْنِ رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱) فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ: سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَرَأَى أَنْ سَجُدَ بِهَا حَتَّى الْقَاهِ. [اطرافه في: ۷۶۸، ۱۰۷۴، ۷۶۸] [مسلم:

[۱۳۰۴، ۱۳۰۵؛ ابوداؤد: ۱۴۰۸؛ نسائی: ۹۶۷]

باب: نماز عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا
 (۷۶۶) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا اپنے باپ سے، انہوں نے بکر بن عبد اللہ سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں آپ نے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ پڑھی اور سجدہ (تلاوت) کیا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی (اس آیت میں تلاوت کا) سجدہ کیا ہے اور زندگی بھر میں اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔

۷۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِ: ﴿وَالْتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ﴾ (التين: ۱) [اطرافه في: ۷۶۹، ۴۹۵۲، ۷۵۴۶] [مسلم:

[۱۰۳۷، ۱۰۳۸؛ ابوداؤد: ۱۲۲۱؛ ترمذی: ۳۱۰؛

[نسائی: ۹۹۹، ۱۰۰۰؛ ابن ماجه: ۸۳۴، ۸۳۵]

(۷۶۷) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا عدی بن ثابت سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب سے سنا کہ میں نے رسول کریم رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ سفر میں تھے کہ عشاء کی دو پہلی رکعات میں سے کسی ایک رکعت میں آپ نے ﴿وَالْتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھی۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسُّجْدَةِ

باب: نماز عشاء میں سجدہ کی سورت پڑھنا

(۷۶۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تیمی نے ابو بکر سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء پڑھی، آپ نے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ پڑھی اور سجدہ کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ سجدہ کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سورت میں میں نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لیے میں بھی ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں۔

۷۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا التَّمِيمِيُّ، عَنْ بَكْرِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱) فَسَجَدَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ فِيهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ فَلَا أَرَأَى أَنْ أُسْجِدَ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [راجع: ۷۶۶]

باب: نماز عشاء میں قراءت کا بیان

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

(۷۶۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسر بن کدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عدی بن ثابت نے کہا۔ انہوں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھتے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز یا اچھی قراءت والا کسی کو نہیں پایا۔

۷۶۹۔ حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِ «وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ» (التين: ۱) وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً. [راجع: ۷۶۷]

باب: عشاء کی پہلی دو رکعات لمبی اور آخری دو رکعات مختصر کرنی چاہئیں

بَابُ: يَطْوُلُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَيُحَدِّفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ

(۷۷۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو عون محمد بن عبداللہ ثقفی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن مسرہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی شکایت کوفہ والوں نے تمام ہی باتوں میں کی ہے، یہاں تک کہ نماز میں بھی۔ انہوں نے کہا کہ میرا عمل تو یہ ہے کہ پہلی دو رکعات میں قراءت لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو میں مختصر۔ جس طرح میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تھی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو۔ تم سے امید بھی اسی کی ہے۔

۷۷۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمْرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدِ: لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ. قَالَ: أَمَا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأُحَدِّفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، وَلَا أَلُو مَا افْتَدَيْتَ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم. قَالَ: صَدَقْتَ، ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، - أَوْظَنِّي بِكَ. [راجع: ۷۵۵]

تشریح: پہلی دو رکعات میں قراءت طویل کرنا اور دوسری دو رکعت میں مختصر کرنا یعنی صرف سورۃ فاتحہ پر کفایت کرنا یہی مسنون طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر اظہار اطمینان فرمایا مگر کوفہ کے حالات کے پیش نظر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں سے بلا لیا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال دوراندیشی کی دلیل ہے۔ بعض مواقع پر ذمہ داروں کو ایسا اقدام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

باب: نماز فجر میں قرآن شریف پڑھنا

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ طور پڑھی۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ
وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ .

(۷۷۱) ہم سے آوم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار بن سلامہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم نے آپ سے نماز کے وقتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔ عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا۔ لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔ مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء کے لیے تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کو پہچان سکتا تھا۔ آپ دونوں رکعات میں یا ایک میں ساٹھ سے لے کر سو تک آیتیں پڑھتے۔

۷۷۱- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي، عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنِ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ، فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَنَسِيتُ مَا قَالَ: فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُجِبُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّي الصُّبْحَ وَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيسَهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السُّتَيْنِ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ۵۴۱]

(۷۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں قرآن سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قراءت کریں گے اور اگر سورۃ فاتحہ ہی پڑھو تب بھی کافی ہے۔ لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔

۷۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ، فَمَا أَسْمَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَرِدْ عَلَيَّ أُمَّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ، وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ. [مسلم: ۸۸۳]

نسائی: ۹۶۹

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شعبہ نے شک کیا ہے۔ بطرانی میں اس کا اندازہ سورۃ الحاقہ مذکور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے۔ جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ

کی روایت میں آپ کا فجر کی نماز میں سورہ ق پڑھنا بھی آیا ہے۔ بعض روایات میں والصفات اور سورہ واقعہ پڑھنا بھی مذکور ہے۔ بہر حال فجر کی نماز میں قراءت قرآن طویل کرنا مقصود ہے یہ وہ مبارک نماز ہے جس میں قراءت قرآن سننے کے لئے خود فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید

پڑھنا

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے لوگوں کے پیچھے ہو کر کعبہ کا طواف کیا اس وقت نبی کریم ﷺ (نماز میں) سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

(۷۷۳) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشرکی نے ابو بشر سے بیان کیا، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف گئے۔ ان دنوں شیاطین کو آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر انگارے (شہاب ثاقب) پھینکے جانے لگے تھے۔ تو وہ شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے اور پوچھا کہ بات کیا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اور (جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو) ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ شیاطین نے کہا کہ آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کی کوئی نئی وجہ ہوئی ہے۔ اس لیے تم مشرق و مغرب میں ہر طرف پھیل جاؤ اور اس سب کو معلوم کرو جو تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کا سبب ہوا ہے۔ وجہ معلوم کرنے کے لیے نکلے ہوئے شیاطین تہامد کی طرف گئے جہاں نبی کریم ﷺ عکاظ کے بازار کو جاتے ہوئے مقام نخلہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن مجید انہوں نے سنا تو غور سے اس کی طرف کان لگا دیئے۔ پھر کہا: اللہ کی قسم یہی ہے جو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث بنا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا قوم کے لوگو! ”ہم نے حیرت انگیز قرآن سنا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔“ اس پر نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿قُلْ اَوْحَىٰ اِلَيْكُمْ﴾ ”آپ کہیے کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے، اور آپ پر جنوں کی گفتگو وحی کی گئی تھی۔“

وَقَالَتْ اُمَّ سَلَمَةَ: طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَصَلِّيُ يَقْرَأُ بِالطُّورِ.

۷۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوْقِ عَكَازٍ، وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ. فَقَالُوا: مَا لَكُمْ؟ قَالُوا: حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ، قَالُوا: مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ، فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانظُرُوا مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَانصَرَفَ أَوْلِيكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ يَهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِينَ إِلَى سُوْقِ عَكَازٍ، وَهُوَ يُصَلِّيُ بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ، فَقَالُوا: هَذَا وَاللَّهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَهُنَالِكَ حِينَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوا: يَا قَوْمَنَا ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ [الجن: ۲، ۱] فَانزَلَ اللَّهُ عَلَى

نَبِيِّهِ ﷺ: ﴿قُلْ أَوْحِيَ إِلَيَّ﴾ وَإِنَّمَا أَوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجَنِّ . [طرفه في: ٤٩٢١]

[مسلم: ١٠٠٦، ترمذی: ٣٢٢٣]

تشریح: عکاظ ایک منڈی کا نام تھا، جو مکہ شریف کے قریب قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے، نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب سمیت ایسے عام اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس جگہ جا رہے تھے کہ یطین نخلہ وادی میں فجر کا وقت ہو گیا اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جس میں جنوں کی ایک جماعت نے قرآن پاک سنا اور مسلمان ہو گئے۔ سورہ جن میں ان ہی کا ذکر ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز فجر میں با آواز بلند قراءت فرمائی مغرب اور عشاء اور فجر ان وقتوں کی نمازیں جبری کہلاتی ہیں کہ ان کی شروع والی رکعتوں میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے۔

٧٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا أَمَرَ، وَسَكَتَ فِيمَا أَمَرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم: ٦٤] و ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. [الأحزاب: ٢١]

(٤٤٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے عکرمہ سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو جن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا تھا، آپ نے ان میں بلند آواز سے پڑھا اور جن میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا ان میں آپ نے آہستہ سے پڑھا ”اور تیرا رب بھولنے والا نہیں“ اور ”رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔“

باب: ایک رکعت میں دو سورتیں ایک ساتھ پڑھنا

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ

اور سورت کے آخری حصوں کا پڑھنا اور ترتیب کے خلاف سورتیں پڑھنا یا کسی سورت کو (جیسا کہ قرآن شریف کی ترتیب ہے) اس سے پہلے کی سورت سے پہلے پڑھنا اور کسی سورت کے اول حصہ کا پڑھنا یہ سب درست ہے۔ اور عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں سورہ مومنون تلاوت فرمائی، جب آپ (ﷺ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر تو آپ کو کھانسی آنے لگی، اس لیے رکوع فرمادیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی (جس میں تقریباً سو آیتیں ہوتی ہیں) میں سے کوئی سورت تلاوت کی اور حضرت احف رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں سورہ

وَالْقِرَاءَةَ بِالْخَوَاتِيمِ، وَبِسُورَةِ قَبْلِ سُورَةِ، وَيَأُولُ سُورَةِ، وَيَذَكُرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرَ مُوسَى وَهَارُونَ، أَوْ ذِكْرَ عِيسَى، أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ. وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِمِائَةِ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةِ مِنَ الْمَثَانِي. وَقَرَأَ الْأَخْتَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ، أَوْ يُونُسَ، وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا. وَقَرَأَ ابْنُ

یوسف یا سورۃ یونس پڑھی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھی تھیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ انفال کی چالیس آیتیں (پہلی رکعت میں) پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل کی کوئی سورت پڑھی اور قنادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق جو ایک سورت دو رکعات میں تقسیم کر کے پڑھے یا ایک سورت دو رکعتوں میں بار بار پڑھے، فرمایا کہ ساری ہی کتاب اللہ میں سے ہیں۔ (لہذا کچھ حرج نہیں)

(۷۷۴) عبید اللہ بن عمر نے ثابت رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انصار میں سے ایک شخص (کلثوم بن ہدم) قبا کی مسجد میں لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورت (سورۃ فاتحہ کے بعد) شروع کرتا تو پہلے ﴿قل هو اللہ احد﴾ پڑھ لیتا۔ پھر کوئی دوسری سورت پڑھتا۔ ہر رکعت میں اس کا یہی عمل تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تم پہلے یہ سورت پڑھتے ہو اور صرف اسی کو کافی خیال نہیں کرتے بلکہ دوسری سورت بھی (اس کے ساتھ) ضرور پڑھتے ہو۔ یا تو تمہیں صرف اسی کو پڑھنا چاہیے ورنہ اسے چھوڑ دینا چاہیے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورت پڑھنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا اب اگر تمہیں پسند ہے کہ میں نماز پڑھاؤں تو برابر پڑھاتا رہوں گا۔ ورنہ میں نماز پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ان سب سے افضل ہیں اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا: ”اے فلاں! تمہارے ساتھی جس طرح کہتے ہیں اس پر عمل کرنے سے تم کو کون سی رکاوٹ ہے اور ہر رکعت میں اس سورت کو ضروری قرار دے لینے کا سبب کیا ہے۔“ انہوں نے کہا کہ میں اس سورت سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔“

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر سکوت فرمایا بلکہ تحسین فرمائی۔ ایسی احادیث کو تقریری کہا گیا ہے۔

۷۷۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ

مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمَفْصَلِ. وَقَالَ: قَتَادَةُ فِيمَنْ يقرأ بِسُورَةٍ وَاحِدَةٍ فِي رَكَعَتَيْنِ، أَوْ يَرُدُّ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكَعَتَيْنِ: كُلُّ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

۷۷۴م۔ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُؤْمَهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يقرأ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يقرأ بِهِ افْتَتَحَ بِ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (الإخلاص / ۱) حَتَّى يَفْرغَ مِنْهَا، ثُمَّ يقرأ بِسُورَةٍ أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَضَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهَذِهِ السُّورَةِ، ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تقرأ بِأُخْرَى، فِيمَا تقرأ بِهَا وَإِمَا أَنْ تَدَعَهَا وَتقرأ بِأُخْرَى. فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أؤْمِئَكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكَتُكُمْ. وَكَانُوا يَرُونَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوا أَنْ يَوْمَهُمْ غَيْرُهُ. فَلَمَّا آتَاهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: ((يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ)). فَقَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُهَا. قَالَ: ((حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ)).

ابو وائل شقیق بن مسلم سے کہ ایک شخص عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصل کی سورت پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں ان ہم معنی سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ آپ نے مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت کے لیے دو دو سورتیں۔

أَبَا وَائِلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ: قَرَأْتُ الْمَفْصَلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ. فَقَالَ: هَذَا كَهَذَا الشُّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَهُنَّ، فَذَكَرَ عَشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمَفْصَلِ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ. [طرفاہ فی: ۴۹۹۶، ۵۰۴۳] [مسلم: ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰؛ ترمذی: ۶۰۲، نسائی: ۱۰۰۴]

باب: پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا

بَابُ: يَقْرَأُ فِي الْأَخْرَيْنِ

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

(۷۷۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔ کبھی کبھی ہمیں ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں قراءت دوسری رکعتوں سے زیادہ کرتے تھے۔ عصر اور صبح کی نمازوں میں بھی آپ کا یہی معمول تھا۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)۔

۷۷۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَخْرَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمَعُنَا الْآيَةَ، وَيَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ. [راجع: ۷۵۹]

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب: جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قراءت کی

بَابُ مَنْ خَافَتْ الْقِرَاءَةَ فِي

الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

(۷۷۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے اعمش سے بیان کیا، وہ عمارہ بن عمیر سے، وہ ابو عمر عبد اللہ بن مجرہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا

۷۷۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمِيرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِحَبَابٍ: أَكَانَ رَسُولٌ

رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے پوچھا کہ آپ کو معلوم کس طرح ہوتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک ملنے سے۔

باب: اگر امام سری نماز میں کوئی آیت پکار کر پڑھ دے کہ مقتدی سن لیں، تو کوئی قباحت نہیں

(۷۷۸) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمن اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا، وہ اپنے والد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں قراءت زیادہ طویل کرتے تھے۔

باب: پہلی رکعت (میں قراءت) طویل ہونی

چاہیے

(۷۷۹) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں (قراءت) طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت میں مختصر صبح کی نماز میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

باب: (جہری نمازوں میں) امام کا بلند آواز سے

آمین کہنا

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے۔ اس زور سے

اللہ ﷻ یقرأ في الظهر والعصر قال: نعم. قلنا: من أين علمت؟ قال: باضطراب لحيته. [راجع: ۷۷۶]

بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

۷۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةَ مَعَهَا فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى.

[راجع: ۷۵۹]

بَابُ يُطَوَّلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى

۷۷۹- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطَوَّلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَيَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ. [راجع: ۷۵۹]

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالْأَمِينِ

وَقَالَ عَطَاءٌ: آمِينَ دُعَاءٌ، آمَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهُ حَتَّىٰ إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلْجَهَّةَ. وَكَانَ

آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آمین سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کہی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق ایک حدیث بھی سنی تھی۔

۷۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا آمَنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا فَإِنَّهُ مِنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((آمِينَ)).

[اطرافہ فی: ۷۸۱، ۷۸۲، ۴۴۷۵، ۶۴۰۲]

[مسلم: ۹۱۵؛ ابوداؤد: ۹۳۶؛ ترمذی: ۲۵۰]

[نسائی: ۹۲۷]

باب: آمین کہنے کی فضیلت

۷۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ، وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ، فَوَافَقَتْ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ۷۸۰]

۷۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا آمَنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا فَإِنَّهُ مِنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((آمِينَ)).

[نسائی: ۹۲۹]

تشریح: الحمد شریف کے خاتمہ پرفرشتے بھی آمین کہتے ہیں، سری میں پست آواز سے اور جبری میں بلند آواز سے، پس جس نمازی کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کا بیڑا پار لگائے۔

باب: مقتدی کا آمین بلند آواز سے کہنا

۷۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ

بابُ جَهْرُ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ

۷۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ

مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن کے غلام سی سے، انہوں نے ابو صالح رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب امام ﴿غیر المغضوب علیہم﴾ ولا الضالین﴾ کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس نے فرشتوں کے ساتھ آمین کہی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ سی کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن عمرو نے بھی ابوسلمہ سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ اور نعیم مجر نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

مَالِكٌ، عَنْ سَمِيِّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا: آمِينَ. فَإِنَّهُ مَنْ وَاَفَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَعِيمِ الْمُجْجِرِ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۷۸۰]

[ابوداؤد: ۹۳۵]

تشریح: مقتدی امام کی آمین سن کر آمین کہیں گے، اسی سے مقتدیوں کے لئے آمین بالجبر کا اثبات ہوا۔ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہی کافی ہے۔ تعصب مسلکی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

جبری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام اور مقتدیوں کے لئے بلند آواز سے آمین کہنا یہ بھی ایک ایسی بحث ہے جس پر فریقین نے کتنے ہی صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس پر بڑے بڑے فسادات بھی ہو چکے ہیں۔ محترم برادران احناف نے کتنی مساجد سے آمین بالجبر کے عاملین کو نکال دیا۔ مارا پیا اور معاملہ سرکاری عدالتوں تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس جنگ کو ختم کرنے کے لئے اہل حدیث حضرات نے اپنی مساجد لگ تھیر کیں اور اس طرح یہ فساد کم ہوا۔ اگر غور کیا جائے تو عقلاً و نظراً یہ جھگڑا ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا۔ لفظ آمین کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ میں نے جو دعائیں تجھ سے کی ہیں ان کو قبول فرمائے۔ یہ لفظ یہود و نصاریٰ میں بھی مستعمل رہا اور اسلام میں بھی اسے استعمال کیا گیا۔ جبری نمازوں میں اس کا زور سے کہنا کوئی امر فحیح نہ تھا۔ مگر صدائے فساد کے بعض علمائے سوء نے رانی کا پہاڑ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سر پھٹنوں ہوئی اور عرصہ کے لئے دلوں میں کاوش پیدا ہو گئی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہاں باب منعقد کر کے اور اس کے تحت احادیث لاکرا اس بحث کا خاتمہ فرما دیا ہے۔ پھر بھی بہت سے لوگ تفسیلات کے شائق ہیں۔ لہذا ہم اس بارے میں ایک تفصیلی مقالہ پیش کر رہے ہیں جو متحدہ بھارت کے ایک زبردست فاضل استاذ الفضلاء اور اس الاتقیاء حضرت علامہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں دلائل کے ساتھ ساتھ ان پراعتراضات وارودہ کے بھی کافی شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق احادیث و آثار اور علمائے احناف کے فتاویٰ:

احادیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کان رسول اللہ ﷺ اذا تلا ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ قال: آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔“ (ابو داؤد، ص: ۱۳۴ طبع دہلی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ جو پہلی صف میں آپ کے نزدیک تھے۔ وہ سن لیتے۔ اس حدیث پر حنفیہ کی طرف سے دو اعتراض ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں بشر بن رافع الحارثی ابوالاسباط ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق نصب الرایہ، جلد: اول/ص: ۳۷۱ میں علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: ”ضعفه البخاری والترمذی والنسائی واحمد وابن معین وابن حبان“ اس کو امام بخاری، ترمذی و نسائی، احمد، ابن

معین، اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ابو عبد اللہ بن عم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو بشر بن رافع کا استاد ہے، اس کے متعلق علامہ زبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ”اس کا حال معلوم نہیں اور بشر بن رافع کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔ یعنی یہ مجهول العین ہے، اس کی شخصیت کا پتہ نہیں۔“

جواب اعتراض اول: خلاصہ تہذیب الکمال کے صفحہ ۴۱ میں بشر بن رافع کے متعلق لکھا ہے: ”وثقہ ابن معین وابن عدی وقال البخاری لا يتابع عليه۔“ یعنی ابن معین اور ابن عدی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ضعیف کہتا ہے اور کوئی ثقہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف کہنے والوں نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی۔ اور ایسی جرح کو جرح مبہم کہتے ہیں۔ اور اصول کا قاعدہ ہے:

”ثقہ کہنے والوں کے مقابلے میں ایسی جرح کا اعتبار نہیں۔ ہاں اگر وجہ ضعف بیان کر دی جاتی تو ایسی جرح بیشک تعدیل پر مقدم ہوتی اور ایسی جرح کو جرح مفسر کہتے ہیں۔“

پھر امام بخاری رحمہ اللہ کا کہنا کہ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔ یہ بہت ہلکی جرح ہے۔ ایسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے نہیں گرتی۔ غالباً اس لئے ابو داؤد رحمہ اللہ اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی نکل آیا۔ کیونکہ ابو داؤد جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اچھی ہوتی ہے۔ اور وہ مجهول العین کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ پس ابو عبد اللہ رحمہ اللہ مجهول العین نہ ہوا، ورنہ وہ سکوت نہ کرتے۔ علاوہ اس کے علامہ زبلی رحمہ اللہ کو غلطی لگی ہے۔ یہ مجهول نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں لکھتے ہیں: مقبول یعنی اس کی حدیث معتبر ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث بخاری رحمہ اللہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ حسن صحیح ہے۔ (نیل الاوطار، جلد ۲/ص: ۱۱۷ طبع مصر)

تنبیہ: نصب الراية، جلد اول/ص: ۳۷۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء زبیدی ضعیف ہے۔ مگر جو جرح مفسر ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے دارقطنی نے اس کو ”حسن“ کہا ہے اور حاکم نے صحیح اور بیہقی نے حسن صحیح اور میزان الاعتدال میں جو عوف طائی نے اس کا جھوٹا ہونا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اس کی تردید کر دی ہے اور خلاصہ تہذیب الکمال میں عوف طائی کے ان الفاظ کو نقل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خلاصہ والے میزان الاعتدال سے لیتے ہیں۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”عن ابی ہریرۃ قال: ترک الناس التأمین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال: غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین قال: امین حتی یسمعها اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد۔“
ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، لوگوں نے امین چھوڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف سن لیتی۔ پس (بہت آوازوں کے ملنے سے) مسجد گونج جاتی۔ (ابن ماجہ، ص: ۶۳ طبع دہلی)
اس حدیث کی صحت بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی پہلی حدیث کی ملاحظہ ہو نیل الاوطار، جلد ۲/ص: ۱۱۷ طبع مصر۔

(۳) ”عن ام الحصین انها كانت تصلى خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صف النساء فسمعتہ یقول الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال: امین۔“

(مجمع الزوائد ہیثمی، جلد: ۲/ص: ۱۱۴ تخریج ہدایۃ حافظ ابن حجر: ۷۸)
ترجمہ: ام الحصین رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتوں کی صف میں نماز پڑھا کرتی تھیں (وہ کہتی ہیں) میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ ”الحمد لله رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین یہاں تک کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ میں سنتی اور عورتوں کی صف میں ہوتی۔“

مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم کی ہے اس پر زبیلی نے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو سکوت کیا۔ مگر شیخی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ خیراگر ضعیف ہو تو دوسری روایتیں مذکورہ بالا اور زیریں اس کو تقویت دیتی ہیں۔

تنبیہ: کبھی پہلی صف کا سننا اور کبھی پچھلی صفوں تک آپ کی آواز کا پہنچ جانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آپ آئین فاتحہ کی آواز کے برابر کہتے اور کبھی معمولی آواز سے۔

(۴) "اخرجہ ابو داود و الترمذی عن سفیان عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر ولفظه لابي داود قال: كان رسول الله ﷺ اذا قرأ ولا الضالين قال: آمين ورفع بها صوته انتهى ولفظ الترمذی ومدبها صوته وقال حديث حسن۔" (تخریج ہدایہ زبیلی، جلد: اول / ص: ۳۷۰)

ترجمہ: ابوداؤد اور ترمذی میں ہے، وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔ اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں "ومدبها صوته" یعنی آمین کے ساتھ آواز کو کھینچتے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔
تنبیہ: بعض لوگ "مدبها صوته" کے معنی کرتے ہیں کہ آمین کے وقت الف کو کھینچ کر پڑھتے لیکن ابوداؤد کے لفظ رفع بها صوته اور نمبر ۵ کی روایت جبریا میں نے وضاحت کر دی کہ مدبها سے مراد آواز کی بلندی ہے اور یہ عرب کا عام محاورہ ہے اور احادیث میں بھی بہت آیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غفار، اسلم اور مزینہ تینوں قبیلے، تمیم، اسد، غطفان اور بنی عامر صحصہ سے بہتر ہیں۔ یمدبها صوته۔ یعنی بلند آواز سے کہتے اور بخاری میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احزاب کے دن خندق کھودتے اور یہ کلمات کہتے:

| | | | | | | | |
|---------|--------|--------|---------|---------|--------|------|-------|
| اللهم | لو لا | انت ما | اھتدینا | ولا | تصدقنا | ولا | صلینا |
| فانزلنا | سکینة | علینا | وثبت | الاقدام | ان لا | قینا | |
| ان | الاولی | رغبنا | علینا | واذا | ارادوا | فتنة | ایننا |

قال یمد صوته باخراہ۔

"یا اللہ! اگر تیرا احسان نہ ہو تو نہ ہم ہدایت پاتے۔ نہ صدقہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے، پس اگر ہم دشمنوں سے ملیں تو ہمارے دلوں کو ڈھارس دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یہ لوگ ہم پر دشمنوں کو چڑھا کر لے آئے۔ جب انہوں نے ہم سے شرک نہ عقیدہ منوانا چاہا۔ ہم نے انکار کر دیا۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اخیر کلمہ (اینا یعنی ہم نے انکار کر دیا) کے ساتھ دوسرے کلمات کی نسبت آواز بلند کرتے۔"

اور ابوداؤد وغیرہ میں ترجیح اذان کے متعلق ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اس میں یہ الفاظ فمد من صوتک یعنی اپنی آواز کو (پہلے کی

نسبت) بلند کر۔

(۵) "اخرج ابو داود و الترمذی عن علی بن صالح و یقال العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر عن النبی ﷺ انه صلی فجهر بآمین۔"

ترجمہ: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہی۔

تنبیہ: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے راوی شعبہ بھی ہیں، جو سلمہ بن کہیل کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنی روایت میں وخفض بها صوته یعنی رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آمین کہی۔ حنفیہ اسی کو لیتے ہیں اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی روایت میں سلمہ بن کہیل سے ومدبها صوته یا ارفع بها صوته کہا ہے اس کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور عنایہ شرح ہدایہ، جلد: اول / ص: ۲۱۹ پر رفع الیدین کی بحث میں لکھا ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اس بنا پر سفیان کی روایت کو ترجیح ہونی چاہیے اور محدثین کا اصول ہے کہ زیادہ حافظ والے کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ حافظ بھی شعبہ سے زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر حنفیہ نے کئی مقامات پر سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو شعبہ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترمذی کی شرح تحفۃ الاخوانی، جلد: ۱ / ص: ۲۱۰ و ۲۱۱)

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سلمہ بن کہیل کے دو شاگرد اور ہیں۔ ایک علاء بن صالح یہ ثقہ ہیں اور ان کو علی بن صالح بھی کہتے ہیں۔ دوسرے محمد بن سلمہ، یہ ضعیف ہیں۔ ان دونوں سے علاء کی روایت میں جبر بآمین ہے اور محمد بن سلمہ کی روایت میں رفع بها صوتہ ہے بلکہ خود شعبہ نے بھی ایک روایت میں سلمہ بن کہیل سے رافعا بها صوتہ روایت کیا ہے۔ اور سندھی اس کی صحیح ہے۔

ملاحظہ ہو نصب الراية، جلد: ۱/ص: ۱۳۶۹ اور تلمیح الحیجر، ص: ۸۹ اور تحفۃ الاحوذی، جلد: ۱/ص: ۲۱۱۔ مگر باوجود اس کے حنفیہ نے شعبہ کی روایت خنفسیہ بہا صوتہ ہی کو لیا ہے لیکن سارے حنفیہ ایک سے نہیں لگی اس کمزوری کو محسوس کر کے آئین بالجبر کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ان شاء اللہ۔

(۶) "عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه قال: صليت خلف رسول الله ﷺ فلما افتتح الصلوة كبر و رفع يديه حتى حاذتا اذنيه ثم قرأ فاتحة الكتاب فلما فرغ منها قال: آمين يرفع صوته رواه النسائي۔" (تخریج زیلعی، ج: ۱/ص: ۳۷۱) ترجمہ: عبد الجبار بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر فاتحہ پڑھی۔ پھر جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا۔

نصب الراية، جلد: ۱/ص: ۳۷۱ کے حاشیہ میں امام نووی رضی اللہ عنہ سے بحوالہ شرح المہذب النووی لکھا ہے کہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عبد الجبار نے اپنے والد سے نہیں سنا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ پس یہ حدیث منقطع ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حجر بن عینس نے بھی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس نے وائل سے سنی ہے۔ اس لئے منقطع ہونے کا شبہ رفع ہو گیا۔ نیز کتب اسماء الرجال میں عبد الجبار کا استاد زیادہ تر اس کا بھائی علقمہ لکھا ہے۔ اس لئے غالب ظن ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے بھائی علقمہ سے سنی ہو۔ نصب الراية، جلد: ۱/ص: ۳۷۰ پر جو لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا، وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے، یہ نقل کرنے والوں کی غلطی ہے اور یہیں سے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ کو بھی غلطی لگی ہے وہ بھی تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ حالانکہ وہ عبد الجبار ہے اور وہی اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ابھی گزرا ہے۔

ترندی باب المرأة استکرت علی الزنا میں تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے، اور وہ عبد الجبار سے بڑا ہے اور عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

اور مسلم باب منع سب الذہر میں علقمہ کی حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، لائے ہیں اور مسلم منقطع حدیث نہیں لاسکتے کیونکہ وہ ضعیف ہوتی ہے۔

اور ابوداؤد باب من حلف لیقتلع بها مالا میں اس کی حدیث اس کے باپ سے لائے ہیں اور اس پر سکوت کیا ہے۔ حالانکہ ان کی عادت ہے کہ وہ انقطاع وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

بہر صورت علقمہ کے سماع میں شبہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلاصہ والے تہذیب الکمال میں تقریب کی یہ عبارت کہ "اس نے اپنے باپ سے نہیں سنا" ذکر نہیں کی۔ خلاصہ والی تقریب سے لیتے ہیں۔ پس جب علقمہ کا سماع ثابت ہو گیا اور ظن غالب ہے کہ عبد الجبار نے یہ حدیث علقمہ سے لی ہے۔ پس حدیث متصل ہوگی اور حنفیہ کے نزدیک تو تاہی کی حدیث ایسے ہی متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اپنے استاد کا نام لے یا نہ لے تو ان کو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

(۷) "عن علی قال: سمعت رسول الله ﷺ اذا قال: ولا الضالین قال: آمین۔" (ابن ماجہ، باب الجہر بآمین، ص: ۶۲) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے۔ اس حدیث میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی سلمیٰ ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ جمہور اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں مقام اس کا صدق ہے۔ مجمع الزوائد میں جمہور کے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں بتائی۔ تقریب المہذب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ صدوق سی۔

الحفظ جدا۔ (یعنی سچا ہے۔ حافظہ بہت خراب ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے۔ ویسے سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ پس یہ حدیث بھی کسی قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں کے ساتھ مل کر نہایت قوی ہوئی۔ تحفۃ الاحوذی، جلد: اول/ص: ۶۰۸ میں ہے:

”واما حدیث علی فاخرجه الحاكم بلفظ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: امين اذا قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين واخرج ايضا عنه ان النبي ﷺ اذا قرأ ولا الضالين رفع صوته بامین كذا في اعلام الموقعين۔“

ترجمہ: مستدرک حاکم میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو آمین کہتے سنا جب کہ آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ اعلام الموقعین میں اسی طرح ہے۔

(۸) تحفۃ الاحوذی کے اسی صفحہ میں ہے:

”ولا بی هريرة حديث اخر في الجهر بالتأمين رواه النسائي عن نعيم المجرم قال: صليت وراء ابی هريرة فقرا بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بام القرآن حتى بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال: امين فقال الناس: امين الحديث وفي اخره وقال: والذي نفس محمد بيده اني لا شبهكم صلوة برسول الله ﷺ واسناده صحيح۔“

ترجمہ: ابو هريرة رضی اللہ عنہ سے آمین بالجهر کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جو سنائی میں ہے۔ نعیم مجرم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابو هريرة رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلے بسم اللہ پڑھی، پھر فاتحہ پڑھی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے، تو آمین کہی۔ پس لوگوں نے بھی آمین کہی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ابو هريرة رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ بے شک میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۹) نصب الرایۃ زیلعی جلد: اول/ص: ۳۷۱ میں ہے:

”ورواه ابن حبان في صحيحه في النوع الرابع من القسم الخامس ولفظه كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من قراءة القرآن رفع بها صوته وقال: امين۔“

ترجمہ: ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو هريرة رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ (زیلعی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی)

(۱۰) ابن ماجہ باب الجهر بآمین ص ۶۳ میں ہے:

”عن عائشة عن النبي ﷺ ما حسدتكم اليهود ما حسدتكم على السلام والتأمين۔“

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود جتنا سلام اور آمین سے حسد کرتے ہیں، اتنا کسی اور شے پر حسد نہیں کرتے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں جب بہت سی آوازیں مل جاتیں تو اس میں اسلامی نمائش پائی جاتی۔ اس لئے یہود کو حسد آتا۔ ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ جب سنائی کچھ نہیں تو حسد کسی بات پر۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ جیسے منذری رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے اور ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ اس کو اپنی صحیح میں لائے ہیں اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی سنن میں اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تلك عشرة كاملة: یہ دس احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ اور روایتیں بھی ہیں۔ مسک الختام شرع بلوغ المرام میں مذکور ہیں۔ اور آثار تو بے شمار ہیں۔ دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر تو عطاء تابعی رضی اللہ عنہ کے قول ہی میں گزر چکا ہے اور ابو هريرة رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی لوگ آمین کہتے تھے۔ چنانچہ نمبر ۸ کی حدیث گزر چکی ہے۔ بلکہ حنفیہ کے طریق پر اجماع ثابت ہے۔ حنفیہ کا مذہب ہے: کنوین میں گر کر مر جائے۔ تو سارا کنواں صاف کر دینا چاہیے۔ دلیل

اس کی کنویں زمزم میں ایک حبشی مر گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کنویں کا ساراپانی نکلوادیا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس یہ اجماع ہو گیا۔ ٹھیک اسی طرح آئین کا مسئلہ ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد مکہ میں صحابہ کی موجودگی میں آئین کبی اور ان کے ساتھ لوگوں نے بھی کبی۔ یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ پس یہ اجماع ہو گیا۔ پھر حنفیہ کے پاس آہستہ آئین کے بارے میں ایک حدیث بھی نہیں۔ صرف شعبہ کی روایت ہے۔ جس کا ضعف اوپر بیان ہو چکا ہے اور ہدایہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے:

سبحانک اللہم ، اعوذ ، بسم اللہ ، آمین مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ ملاحظہ ہو درایہ تحریرج ہدایہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۷۱ اور نصب الرایۃ تحریرج ہدایہ ذیلی رحمۃ اللہ علیہ جلد: ۱/ص: ۳۲۵۔ اور فتح القدر شرح ہدایہ جلد: ۱/ص: ۲۰۳، ص: ۲۰۷ وغیرہ۔ ہاں ابراہیم حنفی تابعی کا یہ قول ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ مگر مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ایک تابعی کے قول کی کیا وقعت ہے۔ خاص کر جب خود اس سے اس کے خلاف روایت موجود ہے۔ چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ وہ آیت کریمہ ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ﴾ کے معنی دعا کرتے ہیں۔ اس بنا پر آئین ان کے نزدیک درمیانی آواز سے کہنی چاہیے نہ بہت چلا کر نہ بالکل آہستہ اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ حنفیہ کے بقیہ دلائل: بعض حنفیہ نے اس مسئلہ میں کچھ اور آثار بھی پیش کئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ذکر کریں۔ شاہ عبدالرحمن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

”از امیر المؤمنین عمر بن الخطاب روایت کردہ اند کہ اخفاء کند امام چہار چیز را ، تعوذ ، بسم اللہ ، آمین ، سبحانک اللہم وبحمڈک واز ابن مسعود نیز مثل این آمدہ۔ وسیوطی در جمع الجوامع از ابی وائل روایت آوردہ کہ گفت بودند عمر وعلی کہ جہر نمی کردند بسم اللہ الخ و نہ تعوذ نہ آمین“ (ابن جریر طحاوی) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ ، بسم اللہ ، آمین ، سبحانک اللہم ، اور اسی کی مثل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جمع الجوامع میں ابی وائل رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ، بسم اللہ، اعوذ اور آئین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ ابن جریر اور طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ طبع ہند کے ص ۶۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”وروی عن عمر بن الخطاب قال: يخفي الامام اربعة اشياء التعوذ والبسملة وامين وسبحانك اللهم وعن ابن مسعود مثله۔“ وروی السیوطی فی جمع الجوامع عن ابی وائل قال: کان عمر وعلی لا یجهران بالبسملة ولا بالتعوذ ولا بآمین رواہ ابن جریر و الطحاوی وابن شاہین۔“

اس عربی عبارت کا ترجمہ یعنی شرح سفر السعادت کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ حنفیہ کی ساری پونجی یہی ہے۔ جو ان دونوں عبارتوں میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں (عربی، فارسی) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا تو کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس نے اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل کہ وہ اعوذ، بسم اللہ، آئین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ اس کے متعلق کہا ہے کہ ابن جریر، طحاوی اور ابن شاپین نے اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی اسناد میں سعید بن مرزبان بقال ہے۔ جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام فلاس نے اسے ترک کر دیا ہے اور ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مگر الحدیث ہے۔ اور ابان بن حیلہ کوئی کے ترجمہ میں میزان الاعتدال میں ابن القطن نے نقل کیا ہے بخاری کہتے ہیں جس کے حق میں، میں مگر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت یعنی حلال نہیں۔ پس یہ روایت بالکل ردی ہو گئی۔ علاوہ اس کے ان کتابوں کے متعلق جن کی یہ روایت ہے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجتہ اللہ البازہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ ”ان کی روایتیں بغیر جانچ پڑتال کے نہیں یعنی چاہئیں۔ کیونکہ یہ احتیاط نہیں کرتے۔ جھوٹی سچی، صحیح ضعیف سب انہوں نے خلط ملط کر دی ہیں۔ پس حنفیہ کا بغیر تصحیح کے ان کی روایتیں پیش کرنا دوہری غلطی ہے۔ خاص کر جب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آئین بالجمہر کی روایت آگئی ہے جو نمبر

۲۷ میں گزر چکی ہے اور ہم اللہ بھی جہرا ان سے ثابت ہے۔ چنانچہ سبیل السلام اور دار قطنی میں مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو مسک الختام شرع بلوغ المرام ص: ۲۳۰) علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے:

مصور کھنچ یہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو ادھر حکم پیغمبر ہو ادھر گردن جھکانی ہو مزید ثبوت اور علمائے احناف کی شہادت: بعض اختلافی مسائل میں چائین کے پاس دلائل کا کچھ نہ کچھ سہارا ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو دوسرے پلوے میں کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ہے اس کا اندازہ قارئین کرام کو ہو چکا ہوگا۔ اب اس کی مزید وضاحت علمائے احناف کے فیصلوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن الہمام رحمہ اللہ: احناف کے جدا مجدد ہیں۔ حنفی مذہب کی مشہور کتاب شامی (رد المحتار) کی جلد ۳/ص: ۳۸۸ میں لکھا ہے: "کمال ابن الہمام بلغ رتبة الاجتهاد" یعنی امام ابن الہمام مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے۔ وہ اپنی کتاب فتح القدر میں لکھتے ہیں:

"ولو كان لي في هذا شيء لو اذقت بان رواية الخفض يراد بها عدم القرع العنيف و رواية الجهر بمعنى قولها في ذبر الصوت وذيله"۔ (فتح القدير، ج: ۱/ص: ۲۵۷)

ترجمہ: اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا تو میں یوں موافقت کرتا کہ آہستہ کہنے کی حدیث سے یہ مراد ہے کہ چلا کے نہ کہے اور خبر کی حدیث سے درمیانی آواز ہے۔

امام ابن امیر الحاج رحمہ اللہ: یہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ اپنے استاد کے فیصلہ پر صاف فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب "حلیہ" میں لکھتے ہیں:

"ورجع مشايخنا بما لا يعرى عن شيء لمتامله فلا جرم ان قال شيخنا ابن الهمام ولو كان الى شيء..... الخ۔" (تعلیق الممجد علی موطا الامام محمد، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: ہمارے مشائخ جن نے دلائل سے اپنے مذہب کو ترجیح دی ہے وہ تامل سے خالی نہیں۔ اس لئے ہمارے شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا..... الخ۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ: جن کی فارسی عبارت شرح سفر السعادت کے حوالہ سے ابھی گزری ہے۔ یہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حنفی مذہب کے ترک کا ارادہ کیا۔ لیکن علمائے مکہ نے مشورہ دیا کہ جلدی نہ کرو۔ حنفی مذہب کے دلائل پر غور کرو۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے "فتح سرالسنان" لکھی۔ اس میں حنفی مذہب کے دلائل جمع کئے۔ مسئلہ آئین کے متعلق یہی عبارت لکھی جو امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے لکھی اور امام ابن الہمام رحمہ اللہ والا ہی فیصلہ کیا۔

مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی رحمہ اللہ: حنفی مذہب کے مشہور بزرگ ہیں وہ لکھتے ہیں۔ والا نصاب ان الجهر قوی من حيث الدليل (تعلیق الحد علی موطا الامام محمد ص: ۱۰۵) یعنی انصاف یہ ہے کہ دلیل کی رو سے آئین بالجہر قوی ہے۔

مولانا سراج احمد صاحب رحمہ اللہ: یہ بھی حنفی مذہب کے مشہور بزرگ ہیں۔ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

"احادیث الجهر بالآئین اکثر واصح۔" یعنی بلند آواز سے آئین کہنے کی احادیث اکثر ہیں اور زیادہ صحیح ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی حنفی رحمہ اللہ بھی "ارکان الاسلام" میں یہی لکھتے ہیں کہ "آئین آہستہ کہنے کی بابت کچھ ثابت نہیں ہوا۔ اور دیگر علماء بھی اسی طرح لکھتے ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب آہستہ کہنے کا کوئی ثبوت ہی نہیں، تو بہت بھرمار سے فائدہ ہی کیا۔ تسلی و اطمینان کے لئے جو کچھ لکھا گیا۔ اللہ اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ضد و تعصب سے محفوظ رکھے۔ (آئین)

(مقالہ آئین و فتح الیومین حضرت حافظہ عبداللہ صاحب روپڑی نور اللہ قبرہ و برد مضجعہ، آئین) آج کل کے شارحین بخاری جن کا تعلق

دیوبند سے ہے۔ ایسے اختلافی امور پر جو بے ٹکی رائے زنی فرما رہے ہیں وہ سخت حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے باب میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا فعل نقل فرمایا کہ وہ اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ اس پر یہ شلوچین فرما رہے ہیں: ”غالبا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ فجر میں عبدالملک پر قنوت پڑھتے تھے۔ عبدالملک بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر قنوت پڑھتا تھا اور حس طرح کے حالات اس زمانہ میں تھے اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی عموماً ہو جایا کرتی ہے۔“ (تفہیم البخاری، پ: ۳/۱۳۵: ص: ۱۳۵) اس بے ٹکی رائے زنی پر اہل انصاف خود نظر ڈال سکیں گے کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ اول تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا آمین بالجبر کہا خاص نماز فجر میں کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق مغرب یا عشاء سے بھی ہو۔ پھر الحمد شریف کے خاتمہ پر آمین بالجبر کا عبدالملک پر قنوت پڑھنے سے کیا تعلق۔ قنوت کا عمل دوسرا ہے پھر مبالغہ اور بے احتیاطی کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی طرف منسوب کرنا ایک بڑی جرأت ہے اور بھی اسی قسم کی بے ٹکی باتیں کی جاتی ہیں۔ اللہ پاک ایسے علمائے کرام کو نیک ہدایت دے کہ وہ امر حق کو تسلیم کرنے کے لئے دل کھول کر تیار ہوں اور بے جا تاویلات سے کام لے کر آج کے تعلیم یافتہ روشن خیال لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ اللہم وفقنا لما تحب وترضی آمین۔

بَابُ: إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ

باب: جب صف تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے

رکوع کر لیا (تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟)

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْأَعْلَمِ - وَهُوَ زِيَادٌ - عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصَلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدَّ)). [ابوداؤد: ۶۸۳، ۶۸۴؛ نسائی: ۸۷۰]

۷۸۳۔ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے زیاد بن حسان العلم سے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف (نماز پڑھنے کے لیے) گئے آپ اس وقت رکوع میں تھے۔ اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رکوع کر لیا، پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تمہارا شوق اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔“

تشریح: طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابوبکر اس وقت مسجد میں پہنچے کہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی، یہ دوڑے۔ اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگے، انہوں نے مارے جلدی کے صف میں شریک ہونے سے پہلے ہی رکوع کر دیا۔ نماز کے بعد جب نبی کریم ﷺ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

بعض اہل علم نے اس سے رکوع میں آنے والوں کے لئے رکعت کے ہو جانے پر دلیل پکڑی ہے۔ عون المعبود شرح ابوداؤد، ص: ۲۳۲ میں ہے: ”قال الشوكاني في النيل: ليس فيه ما يدل على ما ذهبوا اليه لانه كماله يامرہ بالاعادة لم ينقل ايضا انه اعتدبها والدعاء له بالحرص لا يستلزم الاعتداد بها لان الكون مع الامام مامور به سواء كان الشيء الذي يدرکه الموت معتدا به ام لا كما في الحديث اذا جتمع الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا على ان النبي ﷺ قد نهى ابابكره عن العود الى مثل ذلك والاحتجاج بشيء قد نهى عنه لا يصح وقد اجاب ابن حزم في المحلى عن حديث ابى بكره فقال: انه لا حجة لهم فيه لانه ليس فيه اجتزاء بتلك الركعة..... الخ۔“

خلاصہ یہ کہ بقول علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے اسے

رکعت کے لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تو ساتھ ہی منقول یہ بھی نہیں کہ اس رکعت کو کافی سمجھا۔ آپ نے ابو بکرہ کو اس کی حرص پر دعائے خیر ضرور دی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس رکعت کو بھی کافی سمجھا اور جب نبی کریم ﷺ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہما کو اس فعل سے مطلقاً منع فرمادیا تو ایسی ممنوعہ چیز سے استدلال پکڑنا صحیح نہیں۔ علامہ ابن حزم نے بھی جلی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ صاحب عون المعبود ﷺ فرماتے ہیں:

”فهذا محمد بن اسماعيل البخارى احد المجتهدين وواحد من اركان الدين قد ذهب الى ان مدركا لركوع لا يكون مدركا للركعة حتى يقرأ فاتحة الكتاب فمن دخل مع الامام فى الركوع فله ان يقضى تلك الركعة بعد سلام الامام بل حكى البخارى هذا المذهب عن كل من ذهب الى وجوب القراءة خلف الامام الخ“ (عون المعبود، ص: ۳۳۴)

یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہما جو مجتہدین میں سے ایک زبردست مجتہد بلکہ ملت اسلام کے اہم ترین رکن ہیں، انہوں نے رکوع پانے والے کی رکعت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص کو امام کے سلام کے بعد یہ رکعت پڑھنی چاہیے۔ بلکہ امام بخاری رضی اللہ عنہما نے یہ ہر اس شخص کا مذہب نقل فرمایا ہے جس کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور ہمارے شیخ العرب وائم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (حوالہ مذکورہ) اس تفصیل کے بعد یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جو حضرات بلا تعصب محض اپنی تحقیق کی بنا پر رکوع کی رکعت کے قائل ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کو بھی چاہیے کہ رکوع نہ ماننے والوں کے خلاف زبان کو تعریض سے روکیں اور ایسے مختلف فیہ فروعی مسائل میں وسعت سے کام لے کر اتفاق باہمی کو فرض نہ لگائیں کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ یہی طرز عمل رہا ہے۔ ایسے امور میں قائلین و منکرین میں سے حدیث ((انما الاعمال بالنیات)) کے تحت ہر شخص اپنی نیت کے مطابق بدلے پائے گا۔ اسی لئے المجتہد قد یخطی ویصیب کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب دلائل کی رو سے صحیح یہی ہے کہ رکوع میں ملنے سے اس رکعت کا لوٹانا ضروری ہے۔

باب: رکوع کرنے کے وقت بھی تکبیر کہنا

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی اس باب میں روایت کی ہے۔

(۷۸۳) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے سعید بن ایاس حریری سے بیان کیا، انہوں نے ابو العلاء یزید بن عبداللہ سے، انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے، انہوں نے عمران بن حصین سے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ ہمیں انہوں نے وہ نماز یاد دلادی جو ہم نبی ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سر اٹھاتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکبیر کہتے۔

(۷۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تبتسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو

بَابُ اِتِّمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَفِيهِ مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ.

۷۸۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنِ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ مَطْرَفِ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ - بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ: ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكَلَّمَا وَضَعَ. [طرفاه فی: ۷۸۶، ۷۸۷]

۷۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي

یہم، فَيَكْبِرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا أَنْصَرَفَ قَالَ: إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ بَرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [اطرافہ فی: ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳]

اللہ ﷻ کی نماز سے مشابہت رکھنے والا ہوں۔

[مسلم: ۸۱۷؛ نسائی: ۱۱۵۴]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو رکوع اور سجدہ وغیرہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے۔ بعض شاہان بنی امیہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ باب کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے، کہ تکبیر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا۔ مگر بہتر ترجمہ وہی ہے جو ادھر ہوا۔

بَابُ اِتِّمَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُودِ

۷۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غِيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّيْنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ.

[راجع: ۷۸۴]

۷۸۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بَشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفَعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَوْلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ؟ لَا أَم لَكَ! [طرفہ فی: ۷۸۸]

تشریح: یعنی یہ نماز تو نبی کریم ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہے اور تو اس پر تعجب کرتا ہے۔ "لا ام لك" عرب لوگ زجر و توبخ کے وقت بولتے ہیں۔ جیسے ((تکلک امک)) یعنی تیری ماں تجھ پر روئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ پر نفا ہوئے کہ تو اب تک نماز کا پورا طریقہ نہیں جانتا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فاضل پرانکار کرتا ہے۔

باب: سجدے کے وقت بھی پورے طور پر تکبیر کہنا

(۷۸۶) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے غیلان بن جریر سے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ بن ثخیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو وہ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ اسی طرح جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دور کعتوں کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آج حضرت محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی، یا یہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو محمد ﷺ کی نماز کی طرح آج نماز پڑھائی۔

(۷۸۷) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے ابو بشر حفص بن ابی وحشیہ سے خبر دی، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام ابراہیم میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا کہ ہر جھکنے اور اٹھنے پر وہ تکبیر کہتا تھا۔ اسی طرح کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت بھی۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: ارے تیری ماں مرے! کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی سی نماز نہیں ہے؟

تشریح: یعنی یہ نماز تو نبی کریم ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہے اور تو اس پر تعجب کرتا ہے۔ "لا ام لك" عرب لوگ زجر و توبخ کے وقت بولتے ہیں۔ جیسے ((تکلک امک)) یعنی تیری ماں تجھ پر روئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ پر نفا ہوئے کہ تو اب تک نماز کا پورا طریقہ نہیں جانتا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فاضل پرانکار کرتا ہے۔

باب: جب سجدہ کر کے کھڑا ہو تو تکبیر کہے

بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ

۷۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ نِثْنَيْنِ وَعَشْرَيْنِ تَكْبِيرَةً، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ أَحْمَقُ. فَقَالَ: تَكَلَّمَ أُمُّكَ، سَنَةَ أَبِي الْقَاسِمِ رضي الله عنه. [راجع: ۷۸۷]

(۷۸۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا، وہ عکرمہ سے، کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے (ظہر کی) نماز پڑھی۔ انہوں نے (تمام نماز میں) بائیس تکبیریں کیں۔ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ بوڑھا بالکل بے عقل معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہاری ماں تمہیں روئے! یہ تو ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

۷۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَرُكِعُ، ثُمَّ يَقُولُ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). جِئْنَ يَرْفَعُ صَلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) ثُمَّ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ جِئْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ جِئْنَ يَقُومُ مِنَ الثَّنَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ ((وَلَكَ الْحَمْدُ)).

اور موسیٰ بن اسماعیل نے یوں بھی بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی۔

(۷۸۹) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل بن خالد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تب بھی تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب سر اٹھاتے تو ”سمع الله لمن حمدہ“ کہتے اور کھڑے ہی کھڑے ”ربنا لك الحمد“ کہتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے (سجدہ کے لیے) جھکتے، پھر جب سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب (دوسرے) سجدہ کے لیے جھکتے تب تکبیر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اسی طرح آپ تمام نماز پوری کر لیتے تھے۔ قعدہ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی تکبیر کہتے تھے۔ (اس حدیث میں) عبد اللہ بن صالح نے لیث کے واسطے سے (بجائے ربنا لك الحمد کے) ربنا ولك الحمد نقل کیا ہے۔ (ربنا لك الحمد کہے یا ربنا ولك الحمد واؤ کے ساتھ ہر دو طریقہ سے درست ہے)۔

[راجع: ۷۸۵] [مسلم: ۸۶۸، ۸۶۹؛ ابوداؤد:

۷۳۸؛ نسائی: ۱۱۴۹]

تشریح: چار رکعت نماز میں کل بائیس تکبیریں ہوتی ہیں ہر رکعت میں پانچ تکبیریں، ایک تکبیر تحریمہ دوسری پہلے تشہد کے بعد اٹھتے وقت سب بائیس ہوئیں۔ اور تین رکعت نماز میں سترہ اور دو رکعت میں گیارہ ہوتی ہیں۔ اور پانچوں نمازوں میں چورانوے تکبیریں ہوتی ہیں۔ موسیٰ بن اسماعیل کی سند کے بیان سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ قتادہ سے دو شخصوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ ہمام اور ابان نے اور ہمام کی روایت اصول میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کی شرط پر ہے اور ابان کی روایت متابعت میں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قتادہ کا سماع عکرمہ سے معلوم ہو جائے۔

باب: اس بارے میں کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر

رکنا

اور ابو حمید نے اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جمائے۔

(۷۹۰) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو یوسف اور اکبر سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مصعب بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اچھے دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ اس پر میرے باپ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا کہ ہم بھی پہلے اسی طرح کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس سے روک دیئے گئے اور حکم ہوا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

بَابُ وَضْعِ الْأَكْفِ عَلَى الرَّكْبِ

فِي الرَّكُوعِ

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ: أَمَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

۷۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ، صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَقْتُ بَيْنَ كَفِّي ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَجْدِي، فَهَنَانِي أَبِي وَقَالَ: كُنَّا نَفْعَلُهُ فَهَنِينَا عَنْهُ، وَأَمَرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِينَا عَلَى الرَّكْبِ. [مسلم: ۱۱۹۴،

۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷؛ ابوداؤد: ۸۶۷؛

ترمذی: ۲۵۹؛ نسائی: ۱۰۳۲؛ ابن ماجہ: ۸۷۳]

تشریح: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں رکھنا منقول ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ باب لاکر اشارہ فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

باب: اگر رکوع اچھی طرح اطمینان سے نہ کرے

تو نماز نہ ہوگی

(۷۹۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطے سے، کہا میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حدیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے نہ سجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس سنت پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا۔

۷۹۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ ابْنِ وَهَبٍ، قَالَ: رَأَى حُدَيْفَةَ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرَّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَقَالَ: مَا صَلَّيْتُ، وَلَوْ مَتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ. [راجع: ۳۸۹] [نسائی: ۱۳۱۱]

تشریح: یعنی تیرا خاتمہ معاذ اللہ کفر ہوگا۔ جو لوگ سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس طرح خرابی کے خاتمہ سے ڈرنا چاہیے۔ سبحان اللہ! اہل حدیث کا جوینا اور مردانوں اچھا۔ مرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے سامنے کچھ شرمندگی نہیں۔ آپ کی حدیث پہ چلتے رہے جب تک جئے خاتمہ بھی حدیث پر ہوا۔ (مولانا وحید الزماں رضی اللہ عنہ)

باب: رکوع میں پیٹھ کو برابر کرنا (سر اونچا نیچا نہ

بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرَّكُوعِ

رکھنا)

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ.
ابو حمید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا، پھر اپنی پیٹھ پوری طرح جھکادی۔

بَابُ: حَدُّ إِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالْإِعْتِدَالِ فِيهِ وَالْإِطْمَانِيَّةِ
باب: رکوع پوری طرح کرنے کی اور اس میں اعتدال وطمأنیت کی (حد کیا ہے؟)

تشریح: بعض نسخوں میں یہ باب الگ نہیں ہے۔ اور درحقیقت یہ اگلے ہی باب کا ایک جزو ہے۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ کی تعلق اس کے اول جزو سے متعلق ہے اور براء کی حدیث پچھلے جزو سے۔ اب ابن نمیر کا اعتراض رفع ہو گیا کہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے۔ کذا قاله الحافظ۔

۷۹۲- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَكَمُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ، مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِينًا مِنَ السَّوَاءِ. [طرفاه فی: ۸۰۱، ۸۲۰]

(۷۹۲) ہم سے بدل بن محبّر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے خبر دی، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع و سجود، دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو تقریباً برابر تھے۔ سوائے قیام اور تشہد کے قعود کے۔

[مسلم: ۱۰۵۷، ۱۰۵۸؛ ابوداؤد: ۸۵۲؛ ترمذی:

۲۷۹، ۲۸۰؛ نسائی: ۱۰۶۶، ۱۱۴۷، ۱۱۳۱]

تشریح: قیام سے مراد قراءت کا قیام ہے اور تشہد کا قعود، لیکن باقی چار چیزیں یعنی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے بیچ میں قعدہ اور رکوع کے بعد قوم یہ سب قریب قریب برابر ہوتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھارتی دیر تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا آپ بھول گئے ہیں۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ اس سے رکوع میں دیر تک ٹھہرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو باب کا ایک جزو یعنی اطمینان اس سے نکل آیا اور اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا وہ بھی اس روایت سے ثابت ہو چکا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں جن کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا ہے اعتدال لبا کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس سے تمام ارکان کا لبا کرنا ثابت ہو گیا۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي لَا يَتِمُّ رُكُوعُهُ بِالْإِعَادَةِ
باب: نبی کریم ﷺ کا اس شخص کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دینا جس نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا

۷۹۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

(۷۹۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد اس نے آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ ”واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ ”دوبارہ جا کر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے آپ مجھے سکھائیے آپ نے فرمایا: ”جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو (پہلے) تکبیر کہہ پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ تجھ سے ہو سکے پڑھ، اس کے بعد رکوع کر اور پوری طرح رکوع میں چلا جا۔ پھر سر اٹھا اور پوری طرح کھڑا ہو جا۔ پھر جب تو سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ میں چلا جا۔ پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ جا۔ دوبارہ بھی اسی طرح سجدہ کر۔ یہی طریقہ نماز کی تمام (رکعتوں میں) اختیار کر۔“

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)). ثَلَاثًا. فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنَ غَيْرَهُ فَعَلَّمَنِي. فَقَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْجِعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَأْسًا، ثُمَّ ارْجِعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْجِعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)). [راجع: ۱۷۵۷]

تشریح: اسی حدیث کو بروایت رفاع بن رافع ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے کہ اس شخص نے رکوع اور سجدہ پورے طور پر ادا نہیں کیا تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم فرمایا۔ یہی ترجمہ باب ہے۔ ثابت ہوا کہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے ہر رکن کا ادا کرنا فرض ہے۔ اس روایت بخاری میں یہ ہے کہ آپ نے اسے فرمایا کہ پڑھ جو تجھے قرآن سے آسان ہو۔ مگر رفاع بن رافع کی روایت ابن ابی شیبہ میں صاف یوں مذکور ہے: ”تم اقرا بام القرآن وما شاء الله۔“ یعنی پہلے سورہ فاتحہ پڑھ پھر جو آسان ہو قرآن کی تلاوت کر۔ اس تفصیل کے بعد اس روایت سے سورہ فاتحہ کی عدم رکینت پر دلیل پکڑنے والا یا تو تفصیلی روایات سے ناواقف ہے یا پھر تعصب کا شکار ہے۔

باب: رکوع کی دعا کا بیان

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرَّكُوعِ

(۷۹۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے منصور بن معتمر سے بیان کیا، انہوں نے ابوالضحیٰ مسلم بن صبح سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رکوع اور سجدہ میں ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ پڑھا کرتے تھے۔

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ مَعْتَمِرٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)). [اطرافہ فی:

۸۱۷، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱

تشریح: رکوع اور سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اس حدیث کے پیش نظر کہ ”رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس لئے سجدہ میں دعا کیا کرو کہ سجدہ کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔“ بعض ائمہ نے سجدہ کی حالت میں دعا جائز قرار دی ہے اور رکوع میں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں دعا کا ایک مخصوص ترین وقت حالت سجدہ کو بتایا گیا ہے۔ اس میں رکوع میں دعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ دونوں حالتوں میں دعا کرتے تھے۔ ابن امیر الحاج نے تمام دعائیں جماعت تک میں اس شرط پر جائز قرار دی ہیں کہ مقتدیوں پر اس سے کوئی گراں باری نہ ہو۔ (تہنیم البخاری)

باب: امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے پر کیا

کہیں؟

بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ

إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ

۷۹۵) ہم سے آدم بن ابی لیا س نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ”سمع الله لمن حمدہ“ کہتے تو اس کے بعد ”اللهم ربنا ولك الحمد“ بھی کہتے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے اور سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت بھی آپ اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

۷۹۵- حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ))، قَالَ: ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ)). [راجع: ۷۸۵]

تشریح: حدیث سے امام کا کہنا تو ثابت ہوا لیکن مقتدی کا یہ کہنا اس طرح ثابت ہوگا کہ مقتدی پر امام کی بیروی ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے۔ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امام سمع الله لمن حمدہ کہے تو پیچھے والے بھی امام کے ساتھ ساتھ ربنا ولك الحمد الخ بھی کہیں۔

باب: اللهم ربنا ولك الحمد پڑھنے کی فضیلت

بَابُ فَضْلِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

الْحَمْدُ

۷۹۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے سخی سے خبر دی، انہوں نے ابوصالح ذکوان کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب امام سمع الله لمن حمدہ کہے تم اللهم ربنا ولك الحمد کہو۔ کیونکہ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگا۔ اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

۷۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَمِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ. فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. فَإِنَّهُ مِنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [طرفہ فی: ۳۲۲۸] [مسلم: ۹۱۳]

[ابوداؤد: ۸۴۸؛ ترمذی: ۲۶۷؛ نسائی: ۱۰۶۲]

بَاب

بَاب

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لِأَقْرَبِنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ. فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَصَلَاةِ الصُّبْحِ، بَعْدَ مَا يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَيَدْعُو لِمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

[اطرافہ فی: ۸۰۴، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۴۵۶۰،

[۴۵۹۸، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰]

[مسلم: ۱۵۴۴؛ ابوداؤد: ۱۴۴۰؛ نسائی: ۱۰۷۴]

(۷۹۷) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے ہشام دستوائی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ لو میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کے قریب قریب کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور صبح کی آخری رکعات میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ سمع الله لمن حمدہ کے بعد۔ یعنی مومنین کے حق میں دعا کرتے اور کفار پر لعنت بھیجتے۔

تشریح: کچھ غداروں نے چند مسلمانوں کو دھوکا سے معرورہ پر شہید کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اس حادثہ سے سخت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک ماہ تک ان پر بددعا کی اور ان مسلمانوں کی رہائی کے لئے بھی دعا فرمائی جو کفار کے ہاں مقید تھے۔ یہاں اسی کی قنوت کا ذکر ہے۔ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو ہر نماز میں آخر رکعت میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔

۷۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ.

(۷۹۸) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد حداء سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلابہ (عبداللہ بن زید) سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ دعائے قنوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔

۷۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُخَجِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَادِ الزَّرْقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزَّرْقِيِّ، قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبْرُوكًا فِيهِ،

(۷۹۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا امام مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نعیم بن عبد اللہ المخجری سے، انہوں نے علی بن یحییٰ بن خلابہ الزرقی سے، انہوں نے رفاعہ بن رافع زرقی سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو ”سمع الله لمن حمدہ“ کہتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا ”ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه“ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ ”کس نے یہ کلمات کہے ہیں۔“ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ ﷺ نے

فَلَمَّا انصَرَفَ قَالَ: ((مَنْ الْمُتَكَلِّمُ؟)) قَالَ: أَنَا. قَالَ: ((رَأَيْتُ بَضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا، أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ)). [ابوداؤد: فضیلت ثابت ہوئی۔]

[۷۷۰؛ نسائی: ۱۰۶۱]

باب: رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَسْتَوَى حَتَّى يَعُوذَ كُلُّ قَفَّارٍ مَكَانَهُ.

۸۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: كَانَ أَنَسُ يَنْعَثُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُصَلِّي، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ نَسِيَ.

[طرفہ فی: ۸۲۱]

تشریح: قسطلانی رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا ایک لبا رکن ہے۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کا قول فاسد اور ناقابل توجہ ہے۔

۸۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ رُكُوعَ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودَهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِينًا مِنَ السَّوَاءِ. [راجع: ۷۹۲]

تشریح: مراد یہ کہ آپ کی نماز معتدل ہو کر تھی۔ اگر قراءت میں طول کرتے تو اسی نسبت سے اور ارکان کو بھی طویل کرتے تھے۔ اگر قراءت میں تخفیف کرتے تو اور ارکان کو بھی ہلکا کرتے۔

۸۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَذَلِكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فَأَمَكَنَّ الْقِيَامَ، ثُمَّ

(۸۰۱) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع، سجدہ، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان کا بیٹھنا تقریباً برابر برابر ہوتا تھا۔

(۸۰۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلابہ سے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمیں (نماز پڑھ کر) دکھلاتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ آپ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر جب

رُكْعَ فَأَمَكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنَيْئَةً، قَالَ: فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِي يَزِيدَ. وَكَانَ أَبُو يَزِيدَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ. [راجع: ۶۷۷]

رکوع کیا اور پوری طمانیت کے ساتھ پھر سر اٹھایا تب بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ ابو قلابہ نے بیان کیا کہ مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ ابو یزید جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پہلے اچھی طرح بیٹھ لیتے پھر کھڑے ہوتے۔

باب: يَهْوِيُّ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (سجدہ کرتے وقت) پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے، پھر گھٹنے رکھتے۔

تشریح: اس تعلق کو ابن خزیمہ اور طحاوی نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔ لیکن باقی تینوں اماموں نے یہ کہا ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ زمین پر رکھے، نووی رضی اللہ عنہ نے کہا دلیل کی رو سے دونوں مذہب برابر ہیں اور اسی لئے امام احمد رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے، چاہے گھٹنے پہلے رکھے چاہے ہاتھ۔ اور ابن قیم رضی اللہ عنہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے، جس میں مذکور ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے لگتے تو پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے پھر ہاتھ۔ (مولانا وحید الزماں رضی اللہ عنہ)

درست یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راجح اور اصح ہے جو مسلم میں موجود ہے اور اس میں ہاتھ پہلے اور گھٹنے بعد میں رکھنے کا مسئلہ بیان ہے۔

۸۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكِعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ. ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ. حِينَ يَهْوِيُّ سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْإِسْتِنَابِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى يَقْرَعَ مِنْ

(۸۰۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ کچھ کو ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ”سمع الله لمن حمده“ کہتے اور اس کے بعد ”ربنا ولك الحمد“ سجدہ سے پہلے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد جب کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اور آپ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہونے تک۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میزبان جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ اور

الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ: حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لِأَقْرَبُكُمْ شَبْهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. [راجع: ۷۸۵] [ابوداؤد: ۸۳۶،

نسائی: ۱۱۵۵]

۸۰۴۔ قَالَ: وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). يَدْعُو لِرِجَالٍ فَيَسْمِعُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ، فَيَقُولُ: ((اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَبَّاسَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ)). وَأَهْلَ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُونَ لَهُ. [راجع: ۷۹۷]

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعایا بد دعا کسی مستحق حقیقی کا نام لے کر بھی کی جاسکتی ہے۔

۸۰۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: مِنْ فَرَسٍ - فَجُحِشَ شِقَهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوذُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا. وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً صَلَّى نَعُوذًا. فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا

(۸۰۵) ہم سے علی بن عبد اللہ مدنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بار بار زہری سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے عن فرس کے) من فرس کہا۔ اس کرنے سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ تو ہم آپ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ ”امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد

سَجَدًا فَاسْجُدُوا)). كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ: الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔“ (سفیان نے اپنے شاگرد علی بن مدینی سے پوچھا کہ) کیا معمر نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی۔ (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمر کو حدیث یاد تھی۔ زہری نے یوں کہا و لک الحمد۔ سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کہا آپ کا دایاں بازو چھل گیا تھا۔ جب ہم زہری کے پاس سے نکلے ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس موجود تھا تو انہوں نے یوں کہا کہ آپ کی داہنی پنڈلی چھل گئی۔

[راجعہ: ۳۷۸] [مسلم: ۹۲۱]

تشریح: زہری نے بھی تو پہلو کہا، کبھی پنڈلی۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے سفیان نے کہا جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے اس حدیث کو بیان کیا۔ میں ان کے پاس تھا اور ابن جریج نے پہلو کے بدلے پنڈلی کہا۔ حافظ نے اس ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ظاہر ہے کہ مقتدی امام کے بعد سجدہ میں جاتا ہے تو اس کی تکبیر بھی امام کے بعد ہی ہوگی اور جب دونوں نفل اس کے امام کے بعد ہوں تو تکبیر اسی وقت پر آن کر پڑے گی جب مقتدی سجدہ کے لئے جھکے گا اور یہی ترجمہ باب ہے۔

باب: سجدہ کی فضیلت کا بیان

۸۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيْبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((هَلْ تَمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ)). قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَهَلْ تَمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ)). قَالُوا: لَا، قَالَ: ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ، يُحَسِّرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ. فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيَّتَ، وَتَبَقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مَنَافِقُوهَا، فَيَاتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ: أَنَا

بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ

۸۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيْبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((هَلْ تَمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ)). قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَهَلْ تَمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ)). قَالُوا: لَا، قَالَ: ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ، يُحَسِّرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ. فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيَّتَ، وَتَبَقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مَنَافِقُوهَا، فَيَاتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ: أَنَا

منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کہیں گے کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے پتھروں کو رکھا جائے گا اور (نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوائے انبیاء کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہ کہیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھو! اے اللہ! مجھے محفوظ رکھو! اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں! (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پہنچ لیں گے۔ بہت سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ان کی نجات ہوگی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرماتا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے، انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہوگی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے۔ جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ اس لیے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی بدبو مجھ کو مارے ڈالتی ہے

رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ: هَذَا مَكَانُنَا حَتَّىٰ يَأْتِينَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ. فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا. فَيَدْعُوهُمْ وَيَضْرِبُ الصُّرَاطَ بَيْنَ ظَهْرَانِي جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرَّسُلِ بِأَمْتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرَّسُلُ، وَكَلَامَ الرَّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ. وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِبٌ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ)). قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((فَأَيُّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عَظِيمِهَا إِلَّا اللَّهُ، تَخَطَّفَ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوقِقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخْرَدِلُ، ثُمَّ يَنْجُو، حَتَّىٰ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ، فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ امْتَحَشُوا، فَيَصِيبُ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْتَوِنَ كَمَا تَنْبِتُ الْحَيَّةُ فِي حِمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، فَقَدْ قَشِينِي رِيحَهَا، وَأَحْرَقْنِي ذَكَوَاتُهَا. فَيَقُولُ: هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فَعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ

اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اگر تیری یہ تمنا پوری کروں تو تو دوبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا نہیں تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازے کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تو نے عہد و پیمانہ نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ ہونا چاہیے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا۔ نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا سوال کوئی تجھ سے نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد و پیمانہ باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی، تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دعا باز کیوں بن گیا؟ کیا ابھی تو نے عہد و پیمانہ نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دے دیا گیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بندہ کہے گا: اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بدنصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک ہنس دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا فرما دے گا اور پھر فرمائے گا مانگ کیا ہے تیری تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور مانگو، فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب وہ تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔“ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ اور اس سے دس گناہ اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔“ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: لَا وَعِزَّتِكَ. فَيُعْطِي اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيَضْرِبُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بِهَجَّتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدَّمَنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشَقَى خَلْقِكَ. فَيَقُولُ: فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ: لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَ ذَلِكَ. فَيُعْطِي رَبُّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيَقْدُمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا، فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: وَيُحَكِّكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ؟ أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشَقَى خَلْقِكَ. فَيَضْحَكُ اللَّهُ مِنْهُ، ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ لَهُ: تَمَنَّ. فَيَمْنَنِي حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: رِزْدٌ مِنْ كَذَا وَكَذَا. أَقْبَلْ يَدْخُرُهُ رَبُّهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ رَسُولِ

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں کہا ہے کہ سجدے میں کہیاں پہلو سے الگ رکھنا اور بیٹھ کر انہوں سے جدا رکھنا سنت ہے۔

باب: سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا

چاہیے،

اس بات کو ابو حمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

باب: جب سجدہ پوری طرح نہ کرے (تو کیسا گناہ

ہے؟)

۸۰۸) ہم سے صلت بن محمد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل سے بیان کیا، انہوں نے ابو وائل سے، انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر نہیں ہوگی۔

باب: سات ہڈیوں پر سجدے کرنا

۸۰۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعضا پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیٹتے نہ کپڑے کو (وہ سات اعضا یہ ہیں) پیشانی (مخ ناک) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

بَابُ: يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ

الْقِبْلَةَ

قَالَ أَبُو حَمِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

بَابُ: إِذَا لَمْ يُتِمَّ سَجُودَهُ

۸۰۸- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سَجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ- وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَلَوْ مِتُّ مِتَّ عَلَى عَيْزِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

[راجع: ۳۸۹]

بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

۸۰۹- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكْفَ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا الْجَبْهَةَ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

[اطرافہ فی: ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۵، ۸۱۶]

[مسلم: ۱۰۹۵، ۱۰۹۶؛ ابو داود: ۸۸۹، ۸۹۰؛

ترمذی: ۲۷۳؛ نسائی: ۱۱۱۲، ۱۱۱۴؛ ابن

ماجہ: ۸۳۸، ۱۰۴۰]

۸۱۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ

۸۱۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَرْنَا أَنْ

”ہمیں سات اعضاء پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ ہم نہ بال سمیٹیں نہ کپڑے۔“ [راجع: ۸۰۹]

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). لَمْ يَحْنُ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ. [راجع: ۶۹۰]

(۸۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔

تشریح: اصل میں پیشانی ہی زمین پر رکھنا سجدہ کرنا ہے اور ناک بھی پیشانی ہی میں داخل ہے۔ اس لئے ناک اور پیشانی ہر دو کا زمین سے لگانا واجب ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبل رخ موڑ کر رکھنا۔ یہ کل سات اعضاء ہوتے جن پر سجدہ ہوتا ہے۔

باب: سجدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا

(۸۱۲) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے دہیب بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے، پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔ اس طرح کہ ہم نہ کپڑے سمیٹیں نہ بال۔“

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَرْتُ أَنْ أُسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمَ عَلَى الْجَبْهَةِ - وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ - وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكُفَّتِ النَّيَابَ وَالشَّعْرَةَ)). [راجع: ۸۰۹] [مسلم: ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹؛ نسائي: ۱۰۹۵،

۱۰۹۶، ۱۰۹۷؛ ابن ماجه: ۸۸۴]

باب: سجدہ کرتے ہوئے کیچڑ میں بھی ناک زمین

پر لگانا

(۸۱۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

فِي الطِّينِ

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ فَقُلْتُ: أَلَا تَخْرُجُ بِنَا

میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا کہ فلاں نخلستان میں کیوں نہ چلیں، سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔ ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے راہ میں کہا کہ شب قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی۔ جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہوگئی۔ لیکن میں بھول گیا اور وہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے خود کو کچھڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔“ مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پتلا سا بادل کا ٹکڑا آیا۔ اور برسنے لگا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اور میں نے رسول کریم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر کچھڑ کا اثر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہو گیا۔

إِلَى النَّخْلِ تَحَدَّثْتُ؟ فَخَرَجَ. قَالَ: قُلْتُ: حَدَّثَنِي مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. قَالَ: اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ، وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ. فَأَعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَاطِبِيْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّي أُرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نَسِيتُهَا وَإِنِّي فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ فِي وَتَرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ)). وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأَمْطَرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلَى جَنْبِهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَرْتَبْتِهِ تَصْدِيقَ رُؤْيَاةٍ. [راجع: ٦٦٩]

تشریح: آپ ﷺ کا فرمان کہ میں اس شب میں پانی اور کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ترجمہ باب میں سے نکلتا ہے کہ آپ نے پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا۔ حمیدی نے اس حدیث سے دلیل لی کہ پیشانی اور ناک میں اگر مٹی لگ جائے تو نماز میں نہ پونجھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ سجدے میں ناک کو زمین پر رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے زمین تر ہونے کے باوجود ناک زمین پر لگائی اور کچھڑ کی کچھ پروانہ کی۔

باب: کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے اور جو شخص شرمگاہ کے کھل جانے کے خوف سے کپڑے کو جسم سے لپیٹ لے تو کیا حکم ہے

(۸۱۴) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان نے ابو حازم سلمہ بن دینار کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں گردنوں سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ

بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ صَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبُهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنَكِّشَ عَوْرَتَهُ

۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُونَ أَرْزِهِمْ مِنَ الصَّغَرِ

عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: ((لَا تَرَفَعْنَ)) "جب تک مرد اچھی طرح بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو (سجدہ سے) نہ روؤ سکن حتیٰ يَسْتَوِيَ الرَّجَالُ جُلُوسًا)). اٹھاؤ۔"

[راجع: ۳۶۲]

تشریح: اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر طرح تنگیوں کا شکار تھے۔ بعض لوگوں کے پاس تن پوشی کے لیے صرف ایک ہی بند ہوتا تھا۔ بعض دفعہ وہ بھی ناکافی ہوتا اس لیے عورتوں کو جو جماعت میں شرکت کرتی تھیں یہ حکم دیا گیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عورتوں کی نگاہ مردوں کے ستر پر نہ پڑے۔ ایسی تک حالت میں بھی عورتوں کا نماز یا جماعت میں پروہ کے ساتھ شرکت کرنا زمانہ نبوی میں معمول تھا یہی مسئلہ آج بھی ہے اللہ نیک سمجھوے اور عمل خیر کی ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بَابُ: لَا يَكْفُ شَعْرًا

باب: اس بارے میں کہ نمازی (سجدے میں)

بالوں کو نہ سمیٹے

۱۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا يَكْفُ شَعْرَهُ

(۱۱۵) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، عمرو بن دینار سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو حکم تھا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور بال اور کپڑے نہ سمیٹیں۔

وَلَا تَوْبَهُ. [راجع: ۸۰۹]

تشریح: شارحین لکھتے ہیں: "ومناسبة هذه الترجمة لاحكام السجود من جهة ان الشعر يسجد مع الراس اذا لم يكف اويلف۔" یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ جب بالوں کو لپیٹا نہ جائے تو وہ بھی سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں، جیسے دوسری روایت میں ہے سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت ہے کہ بالوں کے جوڑے پر شیطان بیٹھ جاتا ہے سات اعضا جن کا سجدہ میں زمین پر لگنا فرض ہے ان کا تفصیلی بیان تیسرے پارے میں گزر چکا ہے۔

بَابُ: لَا يَكْفُ تَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ

باب: اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا نہ سمیٹنا چاہیے

۱۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَرْتُ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، لَا أَكْفُ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا)). [راجع: ۸۰۹]

(۱۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح نے، عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "مجھے سات ہڈیوں پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال سمیٹوں اور نہ کپڑے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نماز پورے انہماک اور استغراق کے ساتھ پڑھی جائے۔ سر کے بال اگر اتارے پڑے ہیں کہ سجدہ کے وقت زمین پر پڑ جائیں یا نماز پڑھتے وقت کپڑے گرد آلود ہو جائیں تو کپڑے اور بالوں کو گرد و غبار سے بچانے کے لیے سمیٹنا چاہیے کہ یہ نماز میں خشوع اور استغراق کے خلاف ہے۔ اور نماز کی اصل روح خشوع و خضوع ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾

(۲۳/المومنون: ۲۰) یعنی ”مومن وہ ہیں جو خشوع کے ساتھ دل لگا کر نماز پڑھتے ہیں۔“ دوسری آیت: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (۲/البقرہ: ۲۳۸) کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیان والی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں بھی قنوت سے خشوع و خضوع ہی مراد ہے۔

بَابُ التَّسْبِيحِ وَالِدُعَاءِ فِي السُّجُودِ

باب: سجدہ میں تسبیح اور دعا کا بیان

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ، عَنْ سُوْفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْتُمُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي))

(۸۱۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، سفیان ثوری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے مسلم بن صبیح سے بیان کیا، انہوں نے مسروق سے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

يَتَاوَلُ الْقُرْآنَ. [راجع: ۷۹۴]

تشریح: سورہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾ میں ہے ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ (۱۱۰/النصر: ۳) ”اپنے رب کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ“ اس حکم کی روشنی میں آپ ﷺ سجدہ اور رکوع میں مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”یا اللہ میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ تو مجھ کو بخش دے۔“ اس دعا میں تسبیح اور تحمید اور استغفار تینوں موجود ہیں اس لیے رکوع اور سجدہ میں اس کا پڑھنا افضل ہے علاوہ ازیں رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ)) اور سجدہ میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى)) سنو دعا دعائیں بھی آیات قرآنیہ ہی کی قیاس میں جیسا کہ مختلف آیات میں حکم ہے ایک روایت میں ہے کہ سورہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾ کے نزول کے بعد آپ ہمیشہ رکوع و سجود میں اس دعا کو پڑھتے رہے یعنی ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)) علامہ امام شوکانی رحمہ اللہ اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں ”بتوفیقک لی وهدایتک وفضلک علی سبحانک لا بحولی وقوتی۔“ یعنی ”یا اللہ میں محض تیری توفیق اور ہدایت اور فضل سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اپنی طرف سے اس کا عظیم کے لیے مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔“ بعض روایات میں رکوع و سجدہ میں یہ دعا پڑھنی بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے ((سُبْحُوْهُ قُدُّوْسُ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ)) (احمد مسلم وغیرہ) یعنی ”سیرا رکوع یا سجدہ اس ذات واحد کے لیے ہے جو جملہ نقائص اور شرکاسے پاک ہے وہ مقدس ہے وہ فرشتوں کا اور جبرئیل کا بھی پروردگار ہے۔“

بَابُ الْمَكْتَبِ بَيْنَ السُّجُودَيْنِ

باب: دونوں سجدوں کے بیچ میں ٹھہرنا

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أَنْبِتُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَذَلِكَ

(۸۱۸) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے ابوقلابہ عبد اللہ بن زید سے، کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کیوں نہ سکھا دوں۔ ابوقلابہ نے کہا یہ نماز کا وقت نہیں تھا

(مگر آپ ہمیں سکھانے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ پھر رکوع کیا اور تکبیر
کہی پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور تھوڑی دیر کے
لیے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے تھوڑی دیر کے لیے
سر اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب
سختیانی نے کہا کہ وہ عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کیا کرتے تھے کہ
دوسرے لوگوں کو اس طرح کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ آپ تیسری یا چوتھی
رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے (یعنی
جلسہ استراحت کرتے تھے پھر نماز سکھانے کے بعد)۔

فِي غَيْرِ حِينَ صَلَاةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ
ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هَنِيئَةً، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ
رَفَعَ رَأْسَهُ هَنِيئَةً، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ،
فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرٍو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا.
قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ
يَفْعَلُونَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

[راجع: ۶۷۷]

(۸۱۹) مالک بن حورث نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے یہاں ٹھہرے رہے آپ ﷺ نے
فرمایا کہ ”(بہتر ہے) تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دیکھو یہ نماز فلاں وقت
اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں
سے اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔“

۸۱۹- فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ،
فَقَالَ: (لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَىٰ أَهَالِكُمْ صَلُّوا صَلَاةَ
كَذَا فِي حِينَ كَذَا، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي
حِينَ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ
أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ). [راجع: ۶۲۸]

تشریح: مراد جلسہ استراحت ہے جو پہلی اور تیسری رکعت کے خاتمہ پر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر بیٹھ لینے کو کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ عبارت
”تم سجدہ نہ رفع رأسہ ہنیئہ۔“ ایک ہی بار ہے چنانچہ نسخہ قسطلانی میں بھی یہ عبارت ایک ہی بار ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اگر دوبار ہو پھر بھی
مطلب یہی ہوگا کہ دوسرا سجدہ کر کے ذرا بیٹھ گئے جلسہ استراحت کیا پھر کھڑے ہوئے۔ یہ جلسہ استراحت مستحب ہے اور حدیث ہذا سے ثابت ہے
شاریحین لکھتے ہیں: ”بذلك اخذ الامام الشافعي وطائفة من اهل الحديث وذهبوا الى سنية جلسة الاستراحة“ یعنی اس حدیث کی
بنیاد امام شافعی اور جماعت اہل حدیث نے جلسہ استراحت کو سنت تسلیم کیا ہے۔

کچھ ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں بعض صحابہ سے بھی اس کا ترک منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جلسہ فرض و واجب نہیں ہے مگر اس کے سنت
اور مستحب ہونے سے انکار کرنا بھی صحیح نہیں۔

(۸۲۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم صاعقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم
سے ابو احمد محمد بن عبداللہ زبیری نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے حکم
عتیمیہ کوئی سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن
عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا سجدہ، رکوع اور دونوں
سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی۔

۸۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ:
حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ
قَالَ: حَدَّثَنَا مَسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ:
كَانَ سُجُودَ النَّبِيِّ ﷺ وَرُكُوعَهُ، وَقُعُودَهُ
بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ. [راجع: ۷۹۲]

تشریح: قسطلانی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ جماعت کا ذکر ہے اکیلے آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اعتدال اور قوسہ سے رکوع اور سجدہ دو گنا کرے حدیث کی مطابقت
ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

۸۲۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنِّي لَا أَلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصَلِّي بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَضَعُ شَيْئًا لَمْ أَرُكُمْ تَضَعُونَهُ، كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: قَدْ نَسِيَ. وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: قَدْ نَسِيَ. [راجع: ۸۰۰]

(۸۲۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس طرح نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔

[مسلم: ۱۰۶۰]

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اسی پر عمل کیا ہے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بار بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہنا مستحب جاتا ہے۔ جیسے حدیث کی حدیث میں وارد ہے حافظ رضی اللہ عنہ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ثابت نے یہ گفتگو کی وہ دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھے ہوں گے لیکن حدیث پر چلے والا جب حدیث صحیح ہو جائے تو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا۔ حضرت علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وقد ترك الناس هذه السنة الثابتة بالاحاديث الصحيحة محدثهم وفقههم ومجتهدهم ومقلدهم فليت شعري ما الذي عوا واعليه ذلك والله المستعان“

یعنی صدائیسوں کہ لوگوں نے اس سنت کو جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چھوڑ رکھا ہے حتیٰ کہ ان کے محدث اور فقیہ اور مجتہد اور مقلد سب ہی اس سنت کے تارک نظر آتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس کے لیے ان لوگوں نے کون سا بہانہ تلاش کیا ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔
دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا بھی مسنون ہے: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْعَلْ لِي وَاهِدِي وَارْزُقِي)).

باب: اس بارے میں کہ نمازی سجدہ میں اپنے

بَابُ: لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعِيهِ فِي

دوئوں بازوؤں کو (جانور کی طرح) زمین پر نہ

السُّجُودِ

بچھائے

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بازو نہیں بچھائے نہ ان کو پہلو سے ملایا۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

(۸۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں

۸۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَسْطُرْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ انْبِسَاطَ الْكُلْبِ)). اپنے بازو کتوں کی طرح نہ پھیلا یا کرو۔“

[راجع: ۲۴۱] (مسلم: ۱۱۰۲، ۱۱۰۳؛ ابوداؤد:

۸۹۷؛ ترمذی: ۲۷۶؛ نسائی: ۱۱۰۹)

تشریح: کیونکہ اس طرح بازو بچھا دینا سستی اور کاہلی کی نشانی ہے۔ کتے کے ساتھ تشبیہ اور بھی مذمت ہے۔ اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو نماز مکروہ تتریبی ہوگی۔

بَابُ مَنْ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وَتْرٍ
باب: اس شخص کے بارے میں جو شخص نماز کی طاق
رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر

اٹھ جائے

۸۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْبٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وَتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. [ابوداؤد: ۸۴۴؛ ترمذی: ۲۸۷؛ نسائی:

۱۱۵۱]

تشریح: طاق رکعتوں کے بعد پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے جب اٹھے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھنا، اس کو جملہ استراحت کہتے ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

بَابُ: كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ
باب: اس بارے میں کہ رکعت سے اٹھتے وقت
زمین کا کس طرح سہارا لے

۸۲۴۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لِأَصَلِّي بِكُمْ، وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَرِيكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ:

۸۲۳) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں لیکن میری نیت کسی فرض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ میں صرف تم کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالک رضی اللہ عنہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ ایوب نے بیان کیا کہ شیخ تمام تکبیرات کہتے تھے اور جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھے اور زمین کا سہارا لے کر پھراٹھے۔

قُلْتُ لِأَبِي قَلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ - قَالَ: أَبُو بَ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ. [راجع: 177] [مسلم: 1035، 1036؛

ابوداؤد: 1002؛ نسائی: 1150]

تشریح: یعنی جلسہ استراحت کر کے پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھتے۔ حنفیہ نے جو اس کے خلاف ترمذی کی حدیث سے دلیل لی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے تو یہ حدیث ضعیف ہے علاوہ اس کے اس سے یہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جلسہ استراحت کیا اور کبھی نہیں کیا اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ جلسہ استراحت کو مستحب کہتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف یا عیالیت کی وجہ سے ایسا کیا اور یہ کہنا کہ نماز کا موضوع استراحت نہیں ہے قیاس ہے بمقابلہ نص اور وہ فاسد ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

باب: جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے اور

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے

بَابُ: يَكْبُرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَكْبُرُ فِي نَهْضَتِهِ

(۸۲۵) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے، انہوں نے سعید بن حارث سے، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو پکار کر تکبیر کہی پھر سجدہ کیا تو ایسا ہی کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا اسی طرح جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اس وقت بھی آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

۸۲۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ جِهِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَجِئْنَا سَجْدًا، وَجِئْنَا رَفَعًا، وَجِئْنَا قَامًا مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم.

(۸۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سجدہ کیا، سجدہ سے سر اٹھایا دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوئے تو ہر

۸۲۶- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ مَطْرِفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ الْحَصَنِينِ، صَلَاةَ خَلْفِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا

رَفَعَ كَبْرًا، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبِيرًا، وَرَجَعَتْ بِيَدَيْهِ فَمَنْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. أَوْ قَالَ: لَقَدْ ذَكَرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. [راجع: ۷۸۴]

مرتبہ تکبیر کہی۔ جب آپ نے سلام پھیر دیا تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ انہوں نے واقعی ہمیں حضرت محمد ﷺ کی طرح نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ مجھے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی۔

تشریح: بعض ائمہ بنی امیہ نے باواز بلند اس طرح تکبیر کہنا چھوڑ دیا تھا جو اسوۂ نبوی کے خلاف تھا اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ دور سلف میں مسلمانوں کو اسوۂ رسول کی اطاعت کا بے حد شائق رہتا تھا خاص طور پر نماز کے بارے میں ان کی کوشش ہوتی کہ وہ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز ادا کر سکیں۔ اس دور آخر میں صرف اپنے اپنے فرضی اماموں کی تقلید کا جذبہ باقی رہ گیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کا اولین مقصد سنت نبوی کی تلاش ہونا چاہیے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صاف فرمادیا ہے کہ ہر وقت صحیح حدیث کی تلاش میں رہو اگر میرا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور صحیح حدیث نبوی پر عمل کرو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس پاکیزہ وصیت پر عمل کرنے والے آج کتنے ہیں؟ یہ ہر سمجھدار مسلمان کے غور کرنے کی چیز ہے یونہی لکیر کے فقیر ہو کر رکھی نمازیں ادا کرتے رہنا اور سنت نبوی کو تلاش نہ کرنا کسی بالبعیرت مسلمان کا کام نہیں۔ وبقنا الله لما يحب ويرضى۔

بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشْهَدِ

باب: تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ!

وَكَاثَتْ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَجَلُّسُ فِي صَلَاتِهَا جَلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيهَةً.

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں (بوقت تشہد) مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

۸۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ، كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السَّنِّ، فَتَنَهَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ: إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَنْتَبِي الْيُسْرَى. فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ رَجُلًا لَا تَحْمِلَانِي. [ابوداؤد: ۹۵۸]

۸۲۷۔ ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے عبد الرحمن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ ہمیشہ دیکھتے کہ آپ نماز میں چارزانوں بیٹھتے ہیں میں ابھی نو عمر تھا میں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پھیلا دے میں نے کہا کہ آپ تو اسی (میری) طرح کرتے ہیں آپ بولے کہ (کمزوری کی وجہ سے) میرے پاؤں میرا ابوجھنڈا اٹھاپاتے۔

تشریح: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخر میں کمزوری کی وجہ سے چارزانوں بیٹھتے تھے یہ محض عذر کی وجہ سے تھا اور نہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بائیں کو پھیلا کر اس پر بیٹھا جائے تو اسے تو رک کہتے ہیں عورتوں کے لیے بھی یہی مسنون ہے باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ

۸۲۸۔ ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث اللیثی، عن خالد، عن سعید، عن محمد

سے محمد بن عمرو بن حنبلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، اور ان سے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حنبلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے چند اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر ہونے لگا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے، جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑے سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھے۔ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حنبلہ سے سنا اور محمد بن حنبلہ نے ابن عطاء سے، اور ابوصالح نے لیث سے کُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ نَقَلَ كَمَا هُوَ اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن حنبلہ نے ان سے حدیث میں کُلُّ فَقَارٍ بَيَانُ كَمَا هُوَ۔

ابن عمرو بن حنبلہ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَمَّ صَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرَشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنِ حَلْحَلَةَ مِنْ ابْنِ عَطَاءٍ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ: كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهُ: كُلُّ فَقَارٍ. [مسلم: ۹۶۳،

۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ترمذی: ۳۰۴، ۳۰۵؛ نسائی: ۱۰۳۸، ۱۱۰۰، ۱۱۸۰، ۱۲۶۱؛ ابن

ماجہ: ۸۰۳، ۸۶۲، ۱۰۶۱]

تشریح: صحیح ابن خزیمہ میں دس بیٹھے والے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں پہل بن سعید اور ابو حمید ساعدی اور محمد بن مسلمہ اور ابو ہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کے نام بتلائے گئے ہیں باقی کے نام معلوم نہیں ہو سکے یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ کہیں مجمل اور کہیں مفصل مروی ہے اس میں دوسرے قعدے میں تورک کا ذکر ہے یعنی سرین پر بیٹھنا دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو آگے کر کے تلے سے دائیں طرف باہر نکالنا اور دونوں سرین زمین سے ملا کر بائیں ران پر بیٹھنا یہ تورک چار رکعت والی نماز میں اور نماز فجر کی آخری رکعت میں کرنا چاہیے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے آخر حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اسے فریالی اور جوزنی اور ابراہیم حربی نے وصل کیا ہے سنن نماز کے سلسلہ میں یہ حدیث ایک اصولی تفصیلی بیان کی حیثیت رکھتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ التَّشَهُدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا

باب: اس شخص کی دلیل جو پہلے تشہد کو (چار رکعت یا تین رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض)

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ. کیونکہ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔

تشریح: باوجودیکہ لوگوں نے سجان اللہ کہا لیکن آپ نہ بیٹھے اگر تشہد پہلا فرض ہوتا تو ضرور بیٹھ جاتے جیسے کوئی رکوع یا سجدہ بھول جائے اور یاد آئے تو ایسی وقت لوٹنا لازم ہے ہمارے امام ابن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تشہد واجب ہے کیوں کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو ہمیشہ کیا اور بھول گئے تو سجدہ سہو سے اس کا تدارک کیا (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

(۸۲۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی، انہوں نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ہریرہ نے بیان کیا جو مولیٰ بنی عبدالمطلب (یا مولیٰ ربیعہ بن حارث) تھے، کہ عبداللہ بن نحسین رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول اور بنی عبدمناف کے حلیف قبیلہ ازد شہوہ سے تعلق رکھتے تھے، نے بیان کیا کہ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے، چنانچہ سارے لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا۔

۸۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرَيْرٍ، مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَقَالَ: مَرَّةً مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ. أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُهَيْنَةَ، قَالَ: وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَهْوَةَ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنْفَى، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ الظُّهْرَ، فَقَامَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ، وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ، كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. [اطرافه في: ۸۳۰، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۳۰، ۱۲۶۷] [مسلم: ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ابوداؤد: ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ترمذی: ۳۹۱، نسائی: ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۶۰، ابن ماجہ: ۱۲۰۶، ۱۲۰۷]

تشریح: علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر یوں باب منعقد فرمایا ہے: "باب الامر بالتشهد الاول وسقوطه بالسہو۔" یعنی تشہد اول کے لیے حکم ہے اور وہ بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو سے ساقط ہو جاتا ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں جو لفظ "فقلوا التحیات" وارد ہوئے ہیں اس پر علامہ فرماتے ہیں: "فیہ دلیل لمن قال بوجوب التشهد الاوسط وهو احمد فی المشہور عنہ واللیث واسحاق وهو قول الشافعی والیہ ذہب داود و ابو ثور ورواہ النووی عن جمہور المحدثین۔" یعنی اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو درمیانی تشہد کو واجب کہتے ہیں امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور دیگر ائمہ مذکورین سے بھی بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جمہور محدثین کرام رضی اللہ عنہم سے نقل فرمایا ہے۔ حدیث مذکور سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت فرمایا ہے کہ تشہد اول اگر فرض ہوتا تو آپ اسے ضرور لوٹاتے مگر یہ ایسا ہے کہ اگر رہ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ روایت میں عبد اللہ بن نحسین رضی اللہ عنہ کے حلیف ہونے کا ذکر ہے عہد جاہلیت میں اگر کوئی شخص یا قبیلہ کسی دوسرے سے یہ عہد کر لیتا کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہارے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن تو اسے اس قوم کا حلیف کہا جاتا تھا صحابی مذکور بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔

باب: پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

بَابُ التَّشَهُدِ فِي الْأُولَى

۸۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. [راجع: ۸۲۹]

(۸۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن مالک بن بھینہ نے کہا، کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آپ کو چاہیے تھا بیٹھنا لیکن آپ (بھول کر) کھڑے ہو گئے پھر نماز کے آخر میں بیٹھے ہی بیٹھے دو سجدے کئے۔

تشریح: اور تشہد نہیں پڑھا۔ حدیث میں علیہ الجلس کے لفظ بتلاتے ہیں کہ آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا مگر آپ بھول گئے جلوس سے تشہد مراد ہے۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

باب: آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

بَابُ التَّشَهُدِ فِي الْآخِرَةِ

۸۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيبِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى جَنْرِبِلَ وَبَيْنَكَائِيلَ، السَّلَامُ عَلَى فَلَانٍ وَفُلَانٍ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، [وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ

(۸۳۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے: سلام ہو جنربیل اور میکائیل پر سلام ہو فلاں اور فلاں پر (اللہ پر سلام) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تو خود "سلام" ہے (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ کہے: تمام آداب بندگی، تمام عبادات اور تمام بہترین تعریضیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ جب یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان وزمین میں جہاں کوئی

الصَّالِحِينَ- فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ- أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ). [اطرافہ فی: ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱] [مسلم: ۹۰۰] ابو داؤد: ۹۶۸، نسائی: ۱۱۶۴، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۲۷۶، ۱۲۹۷، ۱۲۷۸

تشریح: یہ تعدہ کی دعا ہے جسے تشہد کہتے ہیں۔ بندہ پہلے کہتا ہے کہ تحیات و صلوات اور طہیات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ تین الفاظ قول و فعل کے تمام محاسن کو شامل ہیں یعنی تمام خیر اور بھلائی خداوند قدوس کے لیے ثابت ہے اور اسی کی طرف سے ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا گیا اور اس میں خطاب کی ضمیر اختیار کی گئی کیوں کہ صحابہ کو یہ دعا سکھانی گئی تھی اور آپ اس وقت موجود تھے۔ اب جن الفاظ کے ساتھ ہمیں یہ دعا پہنچنی ہے اسی طرح پرہنی چاہیے۔ (تہنیم البخاری) سلام درحقیقت دعا ہے یعنی تم سلامت رہو اللہ پاک کو ایسی دعا دینے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ہر ایک آفت اور تعبیر سے پاک ہے وہ ازلی ابدی ہے اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں وہ ساری کائنات کو خود مسلاتی بخشے والا اور سب کی پرورش کرنے والا ہے اسی لیے اس کا نام سلام ہوا اسی دعا میں لفظ تحیات اور صلوات اور طہیات وارد ہوتے ہیں تحیات کے معنی سلامتی بقا عظمت ہر نقص سے پاکی ہر قسم کی تعظیم مراد ہے یہ عبادات توفیٰ پر صلوات فعلیٰ پر اور طہیات عبادات مالی پر بھی بولا گیا ہے۔ (فتح الباری)

پس یہ تینوں قسم کی عبادات ایک اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو لوگ ان عبادات میں کسی غیر کو شریک کرتے ہیں وہ فرشتے ہوں یا انسان یا اور کچھ، وہ خالق کا حق چھین کر جو مخلوق کو دیتے ہیں یہی وہ ظلم عظیم ہے جسے قرآن مجید میں شرک کہا گیا ہے جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (۵/ المائدہ: ۷۳) یعنی شرک کرنے والوں پر جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے عبادات توفیٰ میں زبان سے اٹھتے بیٹھے چلتے پھرتے اس کا نام لینا، عبادات فعلیٰ میں رکوع سجدہ قیام، عبادات مالی میں ہر قسم کا صدقہ و خیرات مزدور ناز وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔

باب: (تشہد کے بعد) سلام پھیرنے سے پہلے کی

دعائیں

بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

۸۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو يَمَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْتَمِ وَالْمَعْرَمِ». فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا

۸۳۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: ”اے اللہ! قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی کے اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔“ کسی (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ تو قرض سے بہت

ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔“ محمد بن یوسف مطرف فربری نے کہا میں نے خلف بن عامر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مسیح (بلا تشدید) اور مسیح (باتشدید) میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اور مسیح کہہ سکتے ہیں اور دجال کو بھی۔

تَسْتَعِينُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ: ((لَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَّبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)). وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ سَمِعْتُ خَلْفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِيحِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَالُ. [اطرافه في: ٨٣٣، ٢٣٩٧، ٦٣٦٨، ٦٣٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩] [مسلم: ١٣٢٥؛ ابوداؤد: ٨٨٠؛ نسائي: ١٣٠٨]

(٨٣٣) اور اسی سند کے ساتھ زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے سنا۔

٨٣٣- وَعَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَعِينُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ. [راجع: ٨٣٢]

تشریح: ((رَادًا وَعَدًا أَخْلَفَ)) کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے: ”وقال محمد بن يوسف سمعت خلف بن عامر يقول في المسيح والمسيح ليس بينهما فرق وهما واحد أحدهما عيسى (عليه السلام) والآخر الدجال“ یعنی محمد بن یوسف نے کہا امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خلف بن عامر سے سنا مسیح اور مسیح میں کچھ فرق نہیں دونوں ایک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح اور مسیح کہہ سکتے ہیں اور دجال کو بھی۔

(٨٣٤) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا، ان سے ابو النیر مرشد بن عبد اللہ نے ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے، ان سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: ”اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھر پور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بے شک و شبہ تو ہی ہے۔“

٨٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: عَلَّمَنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي. قَالَ: ((قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاعْفُرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)). [طرفاه: ٦٣٢٦، ٧٣٨٨] [مسلم: ٦٨٧٠، ٣٥٣١؛ نسائي: ١٣٠١]

باب: تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے اس کا

بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

بیان اور یہ کہ اس دعا کا پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے (۸۳۵) ہم سے مسدود بن مسعود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے شقیق نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ نہ کہو کہ ”اللہ پر سلام ہو“ کیوں کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو: آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی! سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو۔ اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر اللہ کے تمام بندوں کو پہنچے گا یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔“

بَعْدَ التَّشْهَدِ ، وَكَيْسٍ بَوَاجِبٍ ، ۸۳۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ : حَدَّثَنِي شَقِيقٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ فَلَنَّا: السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ ، السَّلَامَ عَلَى فَلَانٍ وَفَلَانٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا تَقُولُوا: السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ . فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ ، وَلَكِنْ قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ . فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلُّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ . أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ . ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبُهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو)). [راجع: ۸۳۱] [مسلم: ۹۰۰؛

ابوداؤد: ۹۶۸؛ نسائی: ۱۱۶۳، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹،

۱۲۷۶، ۱۲۷۸، ۱۲۹۷؛ ابن ماجہ: ۸۹۹]

تشریح: یہ لفظ عام ہے دین اور دنیا کے متعلق ہر ایک قسم کی دعا مانگ سکتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ حنفیہ نے یہ کیسے کہا ہے کہ فلاں قسم کی دعا نماز میں مانگ سکتا ہے فلاں قسم کی نہیں مانگ سکتا۔ نماز میں بندے کو اپنے مالک کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے پھر اپنی اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق ہر بندہ اپنے مالک سے معروضہ کرتا ہے اور مالک اپنے کرم اور رحم سے عنایت فرماتا ہے اگر صرف دین کے متعلق ہی دعائیں مانگنا نماز میں جائز ہوں اور کچھ دعائیں جائز نہ ہوں تو دوسرے مطلب کس سے مانگے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ سے اپنی حاجتیں مانگو یہاں تک کہ جو تے کا تہ نہ ٹوٹ جائے یا ہانڈی میں نمک نہ ہو تو بھی اللہ سے کہو۔ (مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ) مترجم کا کہنا ہے کہ ادعیہ ماثورہ ہمارے بیشتر مقاصد و مطالب پر مشتمل موجود ہیں ان کا پڑھنا موجب صد برکت ہوگا حدیث نمبر ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴ میں جامع دعائیں اور آخر میں سب مقاصد پر مشتمل پاکیزہ دعا یہ لکھی ہے: ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔“

بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ

باب: اگر نماز میں پیشانی یا ناک کو مٹی لگ جائے تو

وَأَنفَهُ حَتَّى صَلَّى

نہ پونچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا میں نے عبد اللہ بن زبیر حمیدی کو دیکھا وہ اسی

بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْ لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

حدیث سے دلیل لیتے تھے کہ نماز میں اپنی پیشانی نہ پونچھے۔

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ. [راجع: ۶۶۹]

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کچھڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کا اثر آپ ﷺ کی پیشانی پر صاف ظاہر تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی مبارک سے پانی اور کچھڑ کے نشانات کو صاف نہیں فرمایا تھا۔ امام حمیدی رضی اللہ عنہ کے استدلال کی بنیاد یہی ہے۔

باب: سلام پھیرنے کا بیان

بَابُ التَّسْلِيمِ

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءَ حِينَ يَفْضِي تَسْلِيمَهُ، وَمَكَتْ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: فَأَرَى- وَاللَّهِ أَعْلَمُ- أَنَّ مَكَّتَهُ لِكَيْ يَنْفِذَ النِّسَاءَ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنْ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ [اطرافہ فی: ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۶۶، ۸۷۰، ۸۷۵، ۸۷۶] [ابوداؤد:

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب زہری نے ہند بنت حارث سے حدیث بیان کی کہ (ام المومنین حضرت) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز سے) سلام پھیرتے تو سلام کے ختم ہوتے ہی عورتیں کھڑی ہو جاتیں (باہر آنے کے لیے) اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تھے۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے آپ اس لیے ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں جلدی چلی جائیں اور مرد نماز سے فارغ ہو کر ان کو نہ پائیں۔

۱۰۴۰؛ نسائی: ۱۳۳۲؛ ابن ماجہ: ۹۳۲]

تشریح: سلام پھیرنا امام احمد اور شافعی اور مالک اور جمہور علماء اور اہل حدیث کے نزدیک فرض اور نماز کا ایک رکن ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لفظ سلام کو فرض نہیں جانتے بلکہ نماز کے خلاف کوئی کام کر کے نماز سے نکلنا فرض جانتے ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ سلام پھیرا اور فرمایا کہ نماز سے نکلنا سلام پھیرنا ہے۔ (مولانا وحید الزماں رضی اللہ عنہ)

باب: اس بارے میں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی

بَابُ: يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ،

مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے،

وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو يَسْتَجِيبُ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ مقتدی بھی

اسی وقت سلام پھیریں جب امام سلام پھیرے۔

أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

(۸۳۸) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر بن راشد نے زہری سے خبر دی، انہیں محمود بن ربیع انصاری نے، انہیں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا حِبَانُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ أَبِي الرَّبِيعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. [راجع: ۴۲۴]

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اب یہ ہے کہ مقتدیوں کو سلام پھیرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے بلکہ امام کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی سلام پھیر دیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرِدْ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَانْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ

باب: اس بارے میں کہ امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں صرف نماز کے دو سلام کافی ہیں

تشریح: یہ باب لاکر امام بخاری رحمہ اللہ نے مالکیہ کا رو کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی ایک اسلام امام کو بھی کرے۔

(۸۳۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی، وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ پوری طرح یاد ہیں اور آپ کا میرے گھر کے ڈول سے کلی کرنا بھی یاد ہے (جو آپ نے میرے منہ میں ڈالی تھی)۔

۸۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ، وَزَعَمَ، أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ. [راجع: ۷۷]

(۸۴۰) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سنا، پھر بنی سالم کے ایک شخص سے اس کی مزید تصدیق ہوئی۔ عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری آنکھ خراب ہو گئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر پر تشریف لاکر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کر لوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا۔“ صبح کو دن چڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی اور میں نے دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں

۸۴۰۔ قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي، وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوِ دِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا، آتَيْتُهُ مَسْجِدًا، فَقَالَ: ((أَفْعَلِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)). فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأُذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: ((أَيْنَ تَحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)).

فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ فَصَفَّفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا جِئِنَ سَلَّمَ. [راجع: ۴۲۴]

نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ ایک جگہ کی طرف جسے میں نے نماز پڑھنے کے لیے پسند کیا تھا، اشارہ کیا۔ آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

تشریح: جمہور فقہاء کے نزدیک نماز میں دو سلام ہیں۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تہا نماز پڑھنے والے کے لیے صرف ایک سلام کافی ہے اور نماز باجماعت ہو رہی ہو تو دو سلام ہونے چاہئیں۔ امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی۔ لیکن اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے یعنی ندا میں جانب نہ بائیں جانب تو اسے تین سلام پھیرنے پڑیں گے۔ ایک دائیں طرف کے نمازیوں کے لیے دوسرا بائیں طرف والوں کے لیے اور تیسرا امام کے لیے۔ گویا اس سلام میں انہوں نے ملاقات کے سلام کے آداب کا لحاظ رکھا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمہور کے مسلک کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ (تفہیم البخاری) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر یہ ہے کہ مقتدیوں کا سلام بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کی طرح تھا اور اگر مقتدیوں نے کوئی تیسرا سلام کہا ہوتا تو اس کو ضرور بیان کرتے یہ بھی حدیث سے نکلا کہ معذورین کے لیے اور نوافل کے لیے گھر کے کسی حصہ میں نماز کی جگہ متعین کر دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ کسی واقعی اہل اللہ بزرگ سے اس قسم کی درخواست جائز ہے۔

باب: نماز کے بعد ذکر الہی کرنا

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

(۸۴۱) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق بن ہمام نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بلند آواز سے ذکر، فرض نماز سے فارغ ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جاری تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ذکر سن کر لوگوں کی نماز سے فراغت کو سمجھ جاتا تھا۔

۸۴۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو، أَنَّ أَبَا مَعْبِدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ- أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ جِئِنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ. [طرفہ فی: ۸۴۲] [مسلم: ۱۳۱۸؛

ابوداؤد: ۱۰۰۳]

(۸۴۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ

۸۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالتَّكْبِيرِ. قَالَ عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرُو قَالَ: كَانَ

ابو عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلاموں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔
علی بن مدینی نے بتایا کہ ان کا نام نافذ تھا۔

أَبُو مَعْبِدٍ أَصْدَقُ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
عَلِيٌّ: وَأَسْمُهُ نَافِذٌ. [راجع: ۸۴۱] [مسلم:

۱۳۱۶، ۱۳۱۷؛ ابوداؤد: ۱۰۰۲؛ نسائی: ۱۳۳۴]

(۸۴۳) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے کمی نے بیان کیا، ان سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ نے فرمایا کہ ”لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پالو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) تکبیر (اللہ اکبر) کہا کرو۔“ پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ، تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔ میں نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو۔ تا آنکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔“

۸۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: نَهَبَ أَهْلُ الدُّنْيَا مِنَ الْأَمْوَالِ بِاللِّدْرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحْجُونَ بِهَا، وَيَعْتَمِرُونَ، وَيَجَاهِدُونَ، وَيَتَصَدَّقُونَ فَقَالَ: ((أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِمَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يَدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أُنْتَمِ بَيْنَ ظَهْرَانِهِمْ، إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تَسْبُحُونَ وَتَحْمَدُونَ، وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ))
فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا: نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَنُحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ((تَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ كُلِّهِمْ ثَلَاثًا وَثَلَاثُونَ)). [طرفہ فی:

[۶۳۲۹] [مسلم: ۱۳۴۷]

(۸۴۴) ہم سے محمد بن یوسف فریبانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبد الملک بن عمیر سے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراؤن نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کا کوئی شریک

۸۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وِرَادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمَلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابِ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ

نہیں۔ بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مال دار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔“ شعبہ نے بھی عبدالملک سے اسی طرح روایت کی ہے۔ حسن نے فرمایا کہ (حدیث میں لفظ) جد کے معنی مال داری کے ہیں اور حکم، قاسم بن خمیرہ سے وہ وراد کے واسطے سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

كُلُّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيٍّ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)). وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِهَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: جَدٌّ غَنِيٌّ. وَعَنْ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَخْمَرَةَ، عَنْ وَرَادٍ بِهَذَا. [أطرافه في: ١٤٧٧، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢] [مسلم: ١٣٣٨، ١٣٣٩، ١٣٤٠، ١٣٤١؛ ابوداؤد: ١٥٠٥، ١٣٤٠، ١٣٤١]

باب: امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف

منہ کرے

بَابُ: يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ

إِذَا سَلَّمَ

(۸۳۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابورجاء عمران بن تیم نے سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ جب نماز (فرض) پڑھا چکے تو ہماری طرف منہ کرتے۔

٨٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ.

[أطرافه في: ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧]

[مسلم: ٥٩٢٧؛ ترمذی: ٢٢٩٤]

تشریح: اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز فرض کے بعد سنت طریقہ یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ مگر صد افسوس کہ ایک دیوبندی صاحب مترجم و شارح بخاری فرماتے ہیں آج کل دائیں یا بائیں طرف رخ کر کے بیٹھنے کا عام طور پر رواج ہے اس کی کوئی اصل نہیں نہ یہ سنت ہے نہ استحباب، جائز ضرور ہے (تفہیم البخاری پ ۳۴۲) پھر حدیث مذکورہ معتقدہ باب کا مفہوم کیا ہے اس کا جواب فاضل موصوف یہ دیتے ہیں کہ مصنف ﷺ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر امام اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو گھر چلا جائے لیکن اگر مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے تو سنت یہ ہے کہ دوسرے موجودہ لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے (حوالہ مذکورہ) ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فاضل شارح بخاری کے ہر دو بیانات میں کس قدر تضاد ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے باب اور حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔

٨٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، (٨٣٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک

سے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کيسان سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، ان سے زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا: ”معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔“ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لائے۔ اور کچھ میرے منکر ہوئے جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں تارے کے فلاں جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔“

عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجَعْفِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((أُصْبِحُ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنُورِ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)). [اطرافه في: ۱۰۳۸، ۴۱۴۷، ۷۵۰۳] [مسلم: ۴۳۱؛

ابوداؤد: ۳۹۰۶؛ نسائي: ۱۱۵۲۴]

تشریح: کفر سے حقیقی کفر مراد ہے معلوم ہوا کہ جو کوئی ستاروں کو موثر جانے وہ بے نص حدیث کا فر ہے۔ پانی برسانا اللہ کا کام ہے ستارے کیا کر سکتے ہیں۔

۸۴۷) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا، انہیں حمید ذیلی نے خبر دی، اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات (عشاء کی) نماز میں دیر فرمائی تقریباً آدھی رات تک، پھر آخر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز کے بعد ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ ”دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سوچے لیکن تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے گویا نماز ہی میں رہے (یعنی تم کو نماز کا ثواب ملتا رہا)۔“

۸۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ ابْنَ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: آخِرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتُمْ فِي الصَّلَاةِ)). [راجع: ۵۷۲]

تشریح: ان جملہ روایات سے ظاہر ہوا کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، پھر تسبیح و تہلیل کرے یا لوگوں کو مسئلہ مسائل بتلائے یا پھر اٹھ کر چلا جائے۔

باب: سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر (نفل وغیرہ)

پڑھ سکتا ہے

بَابُ مَكْثِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ

بَعْدَ السَّلَامِ

۸۴۸- وَقَالَ لَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ (۸۳۸) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا کہ ان سے شعبہ نے بیان کیا

ان سے ایوب سختیانی نے ان سے نافع نے، فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (فعل) اس جگہ پڑھتے تھے جس جگہ فرض پڑھتے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بھی اسی طرح کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ”امام اپنی (فرض پڑھنے کی) جگہ پر فعل نہ پڑھے۔“ اور صحیح نہیں۔

أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةَ. وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ. وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: ((لَا يَنْطَوُّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ)). وَلَمْ يَصْحَ. [ابوداؤد:

[۱۰۰۶؛ ابن ماجہ: ۱۴۲۷]

(۸۴۹) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے ہند بنت حارث سے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ بہتر جانے والا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں۔

۸۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فُرَى- وَاللَّهِ أَعْلَمُ- لَكِنِّي يَنْفَذُ مَنْ يَنْصَرِفُ

مِنَ النِّسَاءِ. [راجع: ۸۳۷]

(۸۵۰) اور ابوسعید بن ابی مریم نے کہا کہ ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب زہری نے انہیں لکھ بھیجا کہ مجھ سے ہند بنت حارث فراسیہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (ہندان کی صحبت میں رہتی تھیں) انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو عورتیں لوٹ کر جانے لگتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو چکی ہوتیں۔

۸۵۰۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفَرَّاسِيَّةُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ: كَانَ يَسْلُمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءَ فَيَدْخُلْنَ بِيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ابن وہب نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں ہند بنت حارث فراسیہ نے خبر دی، اور عثمان بن عمر نے کہا کہ ہمیں یونس نے زہری سے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے بیان کیا۔ محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ مجھ کو زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی اور وہ بنو زہرہ کے حلیف معبد بن مقداد کی بیوی تھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی، اور شعیب نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے حدیث بیان کی، اور ابن ابی عتیق:

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي هِنْدُ الْفَرَّاسِيَّةُ. وَقَالَ عَثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ، وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبِدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ. وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ شُعَيْبُ:

عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي هُنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَيْنِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ هِنْدِ الْفِرَاسِيَّةِ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ ابْنُ شَهَابٍ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

نے زہری کے واسطے سے بیان کیا اور ان سے ہند فراسیہ نے بیان کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے قریش کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے بیان کیا۔

تشریح: ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ ہند کی نسبت کا اختلاف ثابت کریں کسی نے ان کو فراسیہ کہا کسی نے قریشیہ اور دیکھا اس شخص پر جس نے قریشیہ کو تصحیف قرار دیا کیونکہ لیث کی روایت میں اس کے قریشیہ ہونے کی تصریح ہے مگر لیث کی روایت موصول نہیں ہے اس لیے کہ ہند فراسیہ یا قریشیہ نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا مقصد باب وحدیث ظاہر ہے کہ جہاں فرض نماز پڑھی گئی ہو وہاں نفل بھی پڑھی جاسکتی ہے مگر دیگر روایات کی بنا پر ذرا جگہ بدل کر لیا جائے تاکہ فرض اور نفل نمازوں میں اختلاف کا وہم نہ ہو سکے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ قَدْ كَرِهَ حَاجَتَهُ فَتَخَطَّاهُمْ

باب: اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور ٹھہرے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنیں پھاندتا

چلا جائے تو کیا ہے

۸۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ، عَنْ عَقْبَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حَجَرٍ نَسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجَبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَيُّرٍ عِنْدَنَا فَكُفِرْتُ أَنْ يَحْسِنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)). [اطرافه في: ۱۲۲۱، ۱۴۳۰، ۱۶۲۷۵] [نسائي: ۱۳۶۴]

(۸۵۱) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے عمر بن سعید سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ”ہمارے پاس ایک سونے کا ڈالا (تقسیم کرنے سے) بیچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔“

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد امام کو اگر کوئی فوری ضرورت معلوم ہو جائے تو وہ کھڑا ہو کر جاسکتا ہے کیوں کہ فرضوں کے سلام کے بعد امام کو خواہ اپنی جگہ ٹھہرے رہنا کچھ لازم یا واجب نہیں ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا کس شدت سے احساس رہتا تھا کہ سونے کا ایک تولہ بھی گھر میں محض بطور امانت ہی ایک رات کے لیے رکھ لینا ناگوار معلوم ہوا۔ پھر ان معاندین پر پھنکار ہو جو ایسے پاک پیغمبر فداہی ابی و امی کی شان میں گستاخی کرتے اور نعوذ باللہ آپ ﷺ پر دنیا داری کا غلط التزام لگاتے رہتے ہیں۔ ہداهم اللہ۔

بَابُ الْإِنْفِتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ

باب: نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف پھر

بیٹھنا یا لوٹنا درست ہے

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دائیں اور بائیں دونوں طرف مڑتے تھے۔ اور اگر کوئی دائیں طرف خواہ خواہ قصد کر کے مڑتا تو اس پر آپ اعتراض کرتے تھے۔

(۸۵۲) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن عمیر نے، ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھی شیطان کا حصہ نہ لگائے اس طرح کہ داہنی طرف ہی لوٹنا اپنے لیے ضروری قرار دے لے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف سے لوٹتے دیکھا۔

عَنِ الْيَمِينِ، وَالشَّمَالِ

وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَنْفَتِلُ عَنِ يَمِينِهِ، وَعَنِ يَسَارِهِ، وَيَعْنِبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى، أَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْإِنْفِتَالَ عَنِ يَمِينِهِ.

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهِ، يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنِ يَمِينِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنِ يَسَارِهِ.

[مسلم: ۱۶۳۸؛ ابوداؤد: ۱۰۴۲؛ نسائی: ۱۳۵۹؛

ابن ماجہ: ۹۳۰]

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی مباح یا مستحب کام کو لازم یا واجب کر لینا شیطان کا نوا ہے، ابن نمیر نے کہا مستحب کام کو اگر کوئی لازم قرار دے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے جب مباح کام لازم قرار دینے سے شیطان کا حصہ سمجھا جائے تو جو کام مکروہ یا بدعت ہے اس کو کوئی لازم قرار دے لے اور اس کے نہ کرنے پر اللہ کے بندوں کو ستائے یا ان کا عیب کرے تو اس پر شیطان کا کیا تسلط ہے سمجھ لینا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں یہ وبا بہت پھیلی ہے۔ بے اصل کاموں کو عوام کیا بلکہ خواص نے لازم قرار دے لیا ہے (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ) تہیہ، فاتحہ، چلم وغیرہ سب اسی قسم کے کام ہیں۔

باب: لہسن، پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات

بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النَّيِّءِ

آئی ہیں ان کا بیان

وَالْبَصْلِ وَالْكُرَاتِ

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جس نے لہسن یا پیاز بھوک یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے۔“

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوْ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

(۸۵۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندلی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے خبر دی کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ”یہ درخت کھائے“ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لہسن سے تھی) تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔“ عطاء نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی مراد اس سے کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا

۸۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ- يُرِيدُ الثُّومَ- فَلَا يَغْشَاَنَا فِي مَسْجِدِنَا)). قُلْتُ: مَا يَعْنِي بِهِ قَالَ: مَا

أَرَاهُ يَعْنِي إِلَّا يَنْتَهَى. وَقَالَ: مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا يَنْتَهَى. [اطرافه في: ۸۵۵، ۵۴۵۲، ۷۳۵۹] [مسلم: ۱۲۵۵؛ ترمذی: ۱۸۰۶؛ نسائی: ۷۰۶]

کہ آپ کی مراد صرف کچھ ہلنے سے تھی۔ مخلد بن یزید نے ابن جریج کے واسطے سے (إِلَّا يَنْتَهَى کے بجائے) إِلَّا يَنْتَهَى نقل کیا ہے (یعنی آپ ﷺ کی مراد صرف ہلنے کی بدبو سے تھی)۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعُقَيْبِ قَالَ: فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. يَعْنِي الثُّومَ. فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)). [اطرافه في: ۴۲۱۵، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۵۵۲۱، ۵۵۲۲] [مسلم: ۱۲۴۸؛ ابوداؤد: ۳۸۲۵]

۸۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبید اللہ کبیری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (کچا لہسن یا پیاز کھانا مراد ہے کہ اس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے)۔

تشریح: کسی بھی بدبودار چیز کو مسجد میں لے جانا یا اس کے کھانے کے بعد مسجد میں جانا برا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ اس کی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور پھر مسجد پاک اور مقدس جگہ ہے جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ آج کل بیڑی سگریٹ والوں کے لیے بھی لازم ہے کہ منہ صاف کر کے بدبو دور کر کے سواک سے منہ کو رگڑ رگڑ کر مسجد میں آئیں اگر نمازیوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ کتنا گناہ ہوگا۔ کچا لہسن، پیاز اور سگریٹ بیڑی وغیرہ بدبودار چیزوں کا ایک ہی حکم ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ پیاز لہسن کی بو اگر دور کی جاسکے تو ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ پکا کر ان کی بو کو دفع کر دیا جاتا ہے۔

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: زَعَمَ عَطَاءُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا. وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ)). وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِقَدْرِ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ، فَوَجَدَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأَخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ: ((قَرُّبُوهَا)) إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَأَنَّ مَعَهُ، فَلَمَّا رَأَهُ كَرِهَ أَكْلَهَا فَقَالَ: ((كُلْ فَإِنِّي أَنَا جِي مَنْ لَا تَنَاجِي)). وَقَالَ: أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ وَهَبٍ أَتَى بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهَبٍ: يَعْنِي

۸۵۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے یونس سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ عطاء جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو وہ ہم سے دور رہے یا (یہ کہا کہ اسے) ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے اور اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں کئی قسم کی ہری ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ ﷺ نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ کو بتا دی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف یہ سالن بڑھا دو۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ ”تم لوگ کھاؤ۔ میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی۔“ اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے یوں نقل کیا کہ تھاں آپ ﷺ کی خدمت میں

طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقَدْرِ ، فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ . [راجع: ۸۵۴] [مسلم: ۱۲۵۳؛ ابوداؤد: ۳۸۲۲]

لائی گئی تھی۔ ابن وہب نے کہا کہ طبق جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابوصفوان نے یونس سے روایت میں ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (یاسعید یا ابن وہب نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود ہری کا قول ہے یا حدیث میں داخل ہے۔

۸۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فِي الثُّومِ ؟ فَقَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا ، وَلَا يُصَلِّينَا مَعَنَا)) . [اطرافہ فی: ۵۴۵۱]

(۸۵۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔“

تشریح: مقصد یہی ہے کہ ان چیزوں کو کچا کھانے سے منہ میں جو بو پیدا ہوجاتی ہے وہ دوسرے ساتھیوں کیلئے تکلیف دہ ہے لہذا ان چیزوں کے کھانے والوں کو چاہیے کہ جس طور ممکن ہو ان کی بدبو کا ازالہ کر کے مسجد میں آئیں۔ پیزی سگریٹ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

باب: اس بارے میں کہ بچوں کے لیے وضو اور ان پر غسل اور طہارت اور جماعت، عیدین، جنازوں میں ان کی حاضری اور ان کی صفوں میں شرکت کب ضروری ہوگی اور کیوں کر ہوگی

بَابُ وُضُوءِ الصِّبْيَانِ ، وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ وَحُضُورِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيدِينَ وَالْجَنَائِزَ وَصَفْوَرِهِمْ؟

(۸۵۷) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان شیبانی سے سنا، انہوں نے شععی سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اکیلی الگ تھلگ ٹوٹی ہوئی قبر پر سے گزر رہے تھے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے شععی سے پوچھا کہ ابو عمر و آپ سے یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

۸۵۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ : سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ ، قَالَ : سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّعَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى قَبْرِ مَنبُؤذٍ ، فَأَمَّهُمْ وَصَفَّوْا عَلَيْهِ . فَقُلْتُ : يَا أَبَا عَمْرٍو ! مَنْ حَدَّثَكَ ؟ قَالَ : ابْنُ عَبَّاسٍ . [اطرافہ

فی: ۱۲۴۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۶،

۱۳۳۶، ۱۳۴۰] [مسلم: ۲۲۰۸، ۲۲۰۹،

۲۲۱۰؛ ابوداؤد: ۳۱۹۶؛ ترمذی: ۱۰۳۷؛ نسائی:

۲۰۲۲، ۲۰۲۳؛ ابن ماجہ: ۱۵۳۰]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ بچے اگر چہ نابالغ ہوں مگر ۷۰ سال کی عمر میں جب وہ نماز پڑھے لیکن تو ان کو

وضو کرنا ہوگا اور وہ جماعت و عمیدین و چنانچہ میں بھی شرکت کر سکتے ہیں جیسا کہ یہاں اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جو ابھی تاہلحج تھے مگر یہاں ان کا صف میں شامل ہونا ثابت ہے پس اگر چہ بچے بالغ ہونے پر ہی مکلف ہوں گے مگر عادت ڈالنے کے لیے تاہلحج کے زمانہ ہی سے ان کو ان باتوں پر عمل کرانا چاہیے حضرت مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صاف یوں نہیں کہا کہ لڑکوں پر وضو واجب ہے یا نہیں کیونکہ صورت ثانی میں لڑکوں کی نماز بے وضو درست ہوتی اور صورت اولیٰ میں لڑکوں کو وضو اور نماز کے ترک پر عذاب لازم آتا صرف اس قدر بیان کر دیا جتنا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نماز وغیرہ میں شریک ہوتے اور یہ ان کی کمال احتیاط ہے۔ الحمدیث کی شان یہی ہونی چاہیے کہ آیت کریمہ: ﴿لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۳۹/الحجرات: ۱) ”اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بدھو۔“ کے تحت صرف اسی پر اکتفا کریں جو قرآن و حدیث میں وارد ہوا آگے بے جارائے، قیاس، تاویل فاسدہ سے کام نہ لیں خصوصاً نص کے مقابلہ پر قیاس کرنا اہلسنن کا کام ہے۔

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الغسلُ يومَ الجمعةِ واجبٌ على كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [اطرافه في: ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵، ۲۶۶۵] [مسلم: ۱۹۵۷؛ ابوداود: ۳۴۱؛ ترمذی: ۱۳۷۶؛ ابن ماجہ: ۱۰۸۹]

۸۵۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن سلیم نے عطاء بن عطاء بن یسار، عن ابی سعید الخدری، عن النبی ﷺ قال: ((الغسلُ يومَ الجمعةِ واجبٌ على كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [اطرافه في: ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵، ۲۶۶۵] [مسلم: ۱۹۵۷؛ ابوداود: ۳۴۱؛ ترمذی: ۱۳۷۶؛ ابن ماجہ: ۱۰۸۹]

تشریح: معلوم ہوا کہ غسل واجب اس وقت ہوتا ہے جب کہ بچے بالغ ہو جائیں وہ بھی بصورت احتلام غسل واجب ہوگا اور غسل جمعہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے پاس شروع اسلام کپڑے بہت کم تھے اس لیے کام کرنے میں پسینہ سے کپڑوں میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی اور اسی لیے اس وقت جمعہ کے دن غسل کرنا واجب تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فراموشی دی تو یہ وجہ باقی نہیں رہا اب بھی ایسے لوگوں پر غسل ضروری ہے جن کے پسینے کی بدبو سے لوگ تکلیف محسوس کریں۔ غسل صرف بالغ پر واجب ہوتا ہے اسی کو بیان کرنے کیلئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث لائے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے

۸۵۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مَعَلَقٍ وَضُوءًا خَفِيفًا. يُخَفِّفُهُ عَمْرُو وَيُقَلِّلُهُ جَدًّا. ثُمَّ قَامَ يَصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَحَوْلَنِي

۸۵۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، کہا کہ مجھے کرب نے خبر دی ابن عباس سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہما کے یہاں سویا اور رسول کریم ﷺ بھی وہاں سو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ جب گزر گیا آپ کھڑے ہوئے اور ایک لنگی ہوئی منگھ سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو (راوی حدیث نے) اس وضو کو بہت ہی ہلکا بتلایا (یعنی اس میں آپ ﷺ نے بہت کم پانی استعمال فرمایا) پھر آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس کے بعد میں نے بھی اٹھ کر اسی طرح وضو کیا جیسے

آپ ﷺ نے کیا تھا پھر میں آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے مجھے داہنی طرف پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ لیٹ رہے پھر سو گئے۔ یہاں تک آپ خرائے لینے لگے۔ آخر مؤذن نے آکر آپ کو نماز کی خبر دی اور آپ اسکے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور نماز پڑھائی مگر (نیا) وضو نہیں کیا سفیان نے کہا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (سوتے وقت) آپ ﷺ کی (صرف) آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو بن دینار نے جواب دیا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیا کا خواب بھی وحی ہوتا ہے پھر عبید نے اس آیت کی تلاوت کی ”میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔“

فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، فَاتَاهُ الْمُنَادِي يُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. فَلَمَّا لِعَمْرُو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَامَ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرُو: سَمِعْتُ عَبِيدَ بْنَ عَمِيرٍ يَقُولُ: إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحَىٰ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أذْبَحُكَ﴾. [الصفات:

[۱۰۲] [راجع: ۱۱۷]

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کیا اور نماز میں شریک ہوئے حالانکہ اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے آیت مذکورہ سورہ صافات میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں یہاں خواب بمعنی وحی ہے صاحب خیر جاری لکھتے ہیں: ”ولما كانت وحيا لم يكن نومهم نوم غفلة مؤدية الى الحدث بل نوم تنبه وتيقظ وانتباه وانتظار للوحى الخ۔“ اور جب انبیا کا خواب بھی وحی ہے تو ان کا سونا ایسی غفلت کا سونا نہیں جس سے وضو کرنا فرض لازم آئے بلکہ وہ سونا محض ہوشیار ہونا اور وحی کا انتظار کرنے کا سونا ہے۔

(۸۶۰) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ (ان کی ماں) اسحاق کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جسے انہوں نے آپ ﷺ کے لیے بطور ضیافت تیار کیا تھا۔ آپ ﷺ نے کھانا کھایا پھر فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ ہمارے یہاں ایک بوری تھا جو پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور (پچھے) میرے ساتھ تیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) کھڑا ہوا۔ میری بوڑھی دادی (ملیکہ ام سلیم) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

۸۶۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ، مَلِكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِبَطْعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: ((قَوْمُوا فَلَا صَلَوَىٰ لَكُمْ)). فَقَمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طَوْلٍ مَا لَيْتُ، فَضَخْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْيَتِيمِ مَعِي، وَالْعَجُوزُ مِنْ ورائنا، فَصَلَّى بِنَا رُكْعَتَيْنِ. [راجع: ۳۸۰] [مسلم: ۱۴۹۹؛

ابوداؤد: ۶۱۲؛ ترمذی: ۲۳۴؛ نسائی: ۸۰۰]

تشریح: یہاں امام بخاری رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تیمم کے لفظ سے بچپن سمجھ میں آتا ہے کیوں کہ بالغ کو تیمم نہیں کہتے۔ گویا ایک بچہ جماعت میں شریک ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ دن کو نفل نماز ایسے مواقع پر جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مکان پر نفل وغیرہ نمازوں کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا بھی درست ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ام ملیکہ اسحاق کی دادی ہیں

جزم بہ جماعة وصححه النووي بعض لوگوں نے ان کو انس رضی اللہ عنہ کی دادی قرار دیا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

۸۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى جِمَارِ أَنَانَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الإِخْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنَى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَزْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضَ الصَّفِّ، فَتَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَنَانَ تَرْتَعِبُ وَوَدَّخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يَنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ. [راجع: ۷۶]

(۸۶۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ تعنی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبثہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ابھی میں جواری کے قریب تھا (لیکن بالغ نہ تھا) اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے دیوار وغیرہ (آڑ) نہ تھی۔ میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزر کر اترا۔ گدھی چرنے کے لیے چھوڑ دی اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (حالانکہ میں نابالغ تھا)۔

تشریح: اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب ثابت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت نابالغ تھے، ان کا صف میں شریک ہونا اور وضو کرنا نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بلوغت سے پہلے بھی لڑکوں کو ضرور ضرور نماز کی عادت ڈلوانی چاہیے۔ اسی لئے سات سال کی عمر سے نماز کا حکم کرنا ضروری ہے اور دس سال کی عمر ہونے پر ان کو دھمکا کر بھی نماز کا عادی بنانا چاہیے۔

۸۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الیَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي عِشَاءٍ وَقَالَ عِيَّاشُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُرْوَةَ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ. قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)). وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. [راجع: ۵۶۶]

(۸۶۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء میں دیر کی (دوسری سند) اور عیاش نے ہم کو عبد الاعلیٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر نے زہری سے بیان کیا، ان کو عروہ نے، اور ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء میں ایک مرتبہ دیر کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر نبی کریم ﷺ باہر آئے اور فرمایا کہ ”(اس وقت) روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا، اس زمانہ میں مدینہ والوں کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔“

[نسائی: ۵۳۴]

تشریح: اس لئے کہ اسلام صرف مدینہ میں محدود تھا، خاص طور پر نماز باجماعت کا سلسلہ مدینہ ہی میں تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے بچے بھی آتے رہتے ہوں گے۔ جیسی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پس جماعت میں عورتوں کا مع بچوں کے شریک ہونا بھی ثابت ہوا ”والظاهر من کلام عمر انه

شاهد النساء اللاتی حضرتن فی المسجد قد نمعن وصیباهن معهن۔“ (حاشیہ بخاری) یعنی ظاہر کلام عمر رضی اللہ عنہ سے یہی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں کا مشاہدہ کیا جو مسجد میں اپنے بچوں سمیت نماز عشاء کے لئے آئی تھیں اور وہ سو گئیں جب کہ ان کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔

(۸۶۳) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے (عورتوں کا) نکلنا عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اگر میں آپ کا رشتہ دار عزیز نہ ہوتا تو کبھی نہ دیکھتا یعنی میری کم سنی (اور قرابت کی وجہ سے آپ ﷺ مجھ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے) کثیر بن صلت کے مکان کے پاس جو نشان ہے پہلے وہاں آپ ﷺ تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے خطبہ سنایا پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں بھی وعظ و نصیحت کی۔ آپ ﷺ نے ان سے خیرات کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ عورتوں نے اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنی شروع کر دیں۔ آخر آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر تشریف لائے۔

۸۶۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ۔ يَعْنِي مِنْ صِعْرِهِ۔ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَّصِفْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِي بِبِدْهَا إِلَى حَلْفِهَا تُلْفِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالُ النَّبِيِّ. [راجع: ۹۸] [ابوداؤد: ۱۱۴۶؛ نسائی: ۱۵۸۵]

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کسن تھے، باوجود اس کے عید میں شریک ہوئے، یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور اس سے عورتوں کا عید گاہ میں جانا ثابت ہوا۔ چونکہ احناف کے ہاں عید گاہ میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ایک دیوبندی ترجمہ بخاری میں یہاں ترجمہ ہی بدل دیا گیا ہے چنانچہ وہ ترجمہ یوں کرتے ہیں ”ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ عید گاہ گئے تھے حالانکہ پوچھا جا رہا تھا کہ کیا تم نے عید کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ عورتوں کا نکلنا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ضرور دیکھا ہے۔ یہ بدلا ہوا ترجمہ دیوبندی تنقیم البخاری، پارہ ۳۰/ص ۳۲ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ غالباً ایسے ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے خود بدلنے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ وفقنا الله لما يحب ويرضى آمين۔

بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ
باب: عورتوں کا رات میں اور (صبح کے وقت) اندھیرے میں مسجدوں میں جانا

(۸۶۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں اتنی دیر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ (حجرے سے) تشریف لائے اور فرمایا کہ ”دیکھو روئے زمین

۸۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَانُ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ))

عَمْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ)). وَلَا يُصَلِّيَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

پراس نماز کا (اس وقت) تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔“ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور لوگ عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی گزرنے تک پڑھا کرتے تھے۔

[راجع: ۵۶۶]

تشریح: معلوم ہوا کہ عورتیں بھی نماز کے لیے حاضر تھیں، جب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ آواز بلند فرمایا تاکہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور نماز پڑھا لیں۔ ترجمہ باب اسی سے نکلتا ہے کہ عورتیں اور بچے سو گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی رات کو عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں آیا کرتیں۔ اس کے بعد جو حدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بیان کی، اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ رات کو عورت مسجد میں آجاسکتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ یہ حدیثیں اس کو خاص کرتی ہیں یعنی رات کو روکنا منع ہے۔ اب عورتوں کا جماعت میں آنا مستحب ہے یا مباح اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جو ان عورت کو مباح ہے اور بوڑھی کو مستحب۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ عورتیں ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں عورتوں کا جمعہ میں آنا مکروہ جانتا ہوں اور بڑھیا عشاء اور فجر کی جماعت میں آسکتی ہیں اور نمازوں میں نہ آئے اور ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے کہا بڑھیا ہر ایک نماز کے لئے مسجد میں آسکتی ہے اور جو ان کا آنا مکروہ ہے۔ قسطلانی (مولانا وحید الزماں رضی اللہ عنہ) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے حجت نہیں جیسا کہ خود امام رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے کہ میرا قول خلاف حدیث چھوڑ دو۔

۸۶۵) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حظلہ بن ابی سفیان سے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ”اگر تمہاری بیویاں تم سے رات میں مسجد آنے کی اجازت مانگیں تو تم لوگ انہیں اس کی اجازت دے دیا کرو۔“ عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

۸۶۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ حَظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَأْذَنُكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذْنُوا لَهُنَّ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [اطرافہ فی: ۸۷۳، ۸۹۹، ۹۰۰، ۵۲۳۸]

۸۶۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ہند بنت حارث نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لیے) اٹھ جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔

۸۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَثْمَانُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ فَمَنَّ، وَتَبَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ.

تشریح: اس حدیث سے بھی عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ؛
ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنِي
مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ
النِّسَاءُ مُتَلَفَعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، مَا يَعْرِفْنَ مِنْ
الْعَلَسِ. [راجع: ۳۷۲] [مسلم: ۱۴۵۹؛ ابوداؤد:

۴۲۳؛ ترمذی: ۱۵۳؛ نسائی: ۵۴۲]

۸۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْكِينٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ،
قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى
الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوَّلَ فِيهَا، فَاسْمَعُ
بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاتَّجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ
أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). [راجع: ۷۰۷]

تشریح: ((فاتجوز)) ”ای فاختف قال ابن سابط: التجوز ههنا يراد به تقليل القراءة والدليل عليه ما رواه ابن ابی شیبہ ان رسول اللہ ﷺ قرأ فی الركعة الاولي بسورة نحو ستين آية فسمع بكاء صبى فقرا فى الثانية بثلاث آيات ومطابقة الحديث للترجمة تفهم من قوله كراهية ان اشق على امة لانه يدل على حضور النساء الى المساجد مع النبى ﷺ وهو اعلم من ان يكون بالليل او بالنهار قاله العيني.“ (حاشیہ البخاری شریف، ص: ۱۲۰)

یعنی یہاں تخفیف کرنے سے قراءت میں تخفیف مراد ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیتیں پڑھیں جب کسی بچے کا رونا معلوم ہوا تو دوسری رکعت میں آپ نے صرف تین آیتوں پر اکتفا فرمایا اور باب اور حدیث میں مطابقت اس سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں کی تکلیف کو کم کرو جانتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عورتیں مساجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں رات ہو یا دن یہ عام ہے۔

۸۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ:
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ
عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ

(۸۶۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ تعنی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک رضی اللہ عنہ نے یحییٰ بن سعید انصاری سے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادریں لپیٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں۔ اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی۔

(۸۶۸) ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ انصاری نے، ان سے ان کے والد ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی مال کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔“

اللَّهِ ﷺ مَا أَحَدَتْ النِّسَاءَ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَوْ مِغْنَنَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. [مسلم: تھا۔ میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔] ۹۹۹؛ ابوداؤد: ۵۶۹

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ یہ زمانہ پایا منع کیا اور شریعت کے احکام کسی کے قیاس اور رائے سے نہیں بدل سکتے۔ مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ام المؤمنین کی رائے تھی کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ پاتے تو ایسا کرتے اور شاید ان کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ خدا اور فقہ کا خیال رکھا جائے اور اس سے پرہیز کیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خوشبو لگا کر اور زینت کر کے عورتوں کو نکلنے سے منع کیا۔ اسی طرح رات کی قید بھی لگائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ حدیث بیان کی کہ اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے واقد یا بلال نے کہا ہم تو رد کیں گے۔ عبداللہ نے ان کو ایک گھونسر لگایا اور سخت ست کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرنے تک بات نہ کی اور یہی سزا ہے اس نالائق کی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر سرنہ جھکائے اور ادب کے ساتھ تسلیم نہ کرے۔ وکیج نے کہا کہ شعاری یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیر کر خون نکال دینا سنت ہے۔ ایک شخص بولا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو مشلہ کہتے ہیں۔ وکیج نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ قید رہے جب تک تو نہ نہ کرے، میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول لاتا ہے۔ اس روایت سے مقلدین بے انصاف کو سبق لینا چاہیے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ان کے سامنے کوئی حدیث کے خلاف کسی جہتد کا قول لاتا تو گردن مارنے کا حکم دیتے ارے لوگو! ہائے خرابی! یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ سن کر پھر دوسروں کی رائے اور قیاس کو اس کے خلاف منظور کرتے ہو تو تم جانو، تمہارا کام جانے اپنے پیغمبر کو جو جواب قیامت کے دن دینا ہو وہ دے لینا۔ وما علینا الا البلاغ۔ (مولانا وحید الزماں)

بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرَّجَالِ

باب: عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا

[۸۷۵ م] ۸۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ جِنًّا يَفْضِي تَسْلِيمَهُ، وَبِمَكْتُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ: نَرَى - وَاللَّهِ أَعْلَمُ - أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مِنَ الرَّجَالِ.

(۸۷۰) ہم سے یحییٰ بن قزاع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لیے اٹھ جاتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے، یہ اس لیے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

[راجع: ۸۳۷]

[۸۷۴ م] ۸۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ إِسْحَاقَ، عَنِ أَنَسِ قَالَ:

(۸۷۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (میری ماں) ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ،
فَقَمْتُ وَبَيْتِي حَلْفَهُ، وَأُمُّ سَلِيمٍ حَلْفَنَا.
[راجع: ۳۸۰] [نسائی: ۸۶۸]

باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی سے چلا جانا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

**بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ
مِنَ الصُّبْحِ وَقَلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي
الْمَسْجِدِ**

(۸۷۲) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے طلحہ بن سلیمان نے عبدالرحمن بن قاسم سے بیان کیا، ان سے ان کے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول ﷺ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کی عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو نہ پہچان سکتیں۔

۸۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بَعْلَسَ فَيَنْصَرِفُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ، لَا يَعْرِفْنَ مِنَ الْعَلَسِ، أَوْ لَا يَعْرِفْنَ بَعْضَهُنَّ بَعْضًا. [راجع: ۳۷۲]

تشریح: نماز ختم ہوتے ہی عورتیں واپس ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی واپسی کے وقت بھی اتنا اندھیرا رہتا تھا کہ ایک دوسری کو پہچان نہیں سکتی تھیں۔ لیکن مرد فجر کے بعد عام طور سے نماز کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لئے ٹھہرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے اجتہاد کا درجہ کامل عطا فرمایا تھا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنی جامع الصحیح میں ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے حدیث مذکور پیچھے بھی کئی بار مذکور ہو چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے فجر کی نماز اول وقت غسل میں پڑھنے کا اثبات فرمایا ہے۔ اور یہاں عورتوں کا شریک جماعت ہونا اور سلام کے بعد ان کا فوراً مسجد سے چلے جانا وغیرہ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ تعجب ہے ان عقل کے دشمنوں پر جو امام بخاری رحمہ اللہ جیسے مجتہد مطلق کی درایت کا انکار کرتے اور آپ کو صرف روایت کا امام تسلیم کرتے ہیں حالانکہ روایت اور درایت ہر دو میں آپ کی مہارت تامہ ثابت ہے اور مزید خوبی یہ کہ آپ کی درایت و تفقہ کی بنیاد محض قرآن و حدیث پر ہے رائے اور قیاس پر نہیں جیسا کہ دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے بعض حضرات کا حال ہے جن کا تفقہ کی بنیاد محض رائے اور قیاس پر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ امت میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے اللہ نے آپ کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا کہ شریعت محمدیہ کو قرآن و سنت کی بنیاد پر اس درجہ منضبط فرمائیں کہ قیامت تک کے لئے امت اس سے بے نیاز ہو کر بے دھڑک شریعت پر عمل کرتی رہے۔ آیت مبارکہ: ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (البقرہ: ۳) کے مصداق بے شک و شبہ ان ہی محدثین کرام رحمہم اللہ کی جماعت ہے۔

باب: عورت مسجد جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لے

**بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا
بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ**

۸۷۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ أَحَدَكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا)). [راجع: ۸۶۵]

(۸۷۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کسی کی بیوی (نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے کی) اس سے اجازت مانگے تو شوہر کو چاہیے کہ اس کو نہ روکے۔“

تشریح: اجازت دے اس لئے کہ بیوی کوئی ہماری لوٹنی نہیں ہے بلکہ ہماری طرح وہ بھی آزاد ہے صرف معاہدہ نکاح کی وجہ سے وہ ہمارے ماتحت ہے۔ شریعت محمدی میں عورت اور مرد کے حقوق برابر تسلیم کئے گئے ہیں اب اگر اس زمانہ کے مسلمان اپنی شریعت کے برخلاف عورتوں کو قیدی اور لوٹنی بنا کر رکھیں تو اس کا الزام ان پر ہے نہ کہ شریعت محمدی پر۔ جن پادریوں نے شریعت محمدی کو بدنام کیا ہے کہ اس شریعت میں عورتوں کو مطلق آزادی نہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

حنفیہ کے ہاں مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی بڑی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں: ”قالت لو ادرك النبي ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل اخرجه الشيخان“ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر نبی کریم ﷺ ان چیزوں کو پالیتے جو آج عورتوں نے نبی ایجاد کر لی ہیں تو آپ ان کو مساجد سے منع فرمادیتے جیسا کہ نبی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں الحدیث الکبیر علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ابکار السنن فی تنقید آثار السنن، ص: ۱۰۱ پر فرماتے ہیں:

”لا يترتب على ذلك تغير الحكم لانها علقته على شرط لم يوجد بناء على ظن ظنته فقالت: لو راى لمنع فيقال لم ير ولم يمنع فاستمر الحكم حتى ان عائشة لم تصرح بالمنع وان كان كلامها يشعر بانها كانت ترى المنع وايضا فقد علم الله سبحانه ماسيحدثن فما اوحى الى نبيه بمنعهن ولو كان ما احدثن يستلزم منعهن من المساجد لكان منعهن من غيرها كالاسواق اولى وايضا فالاحداث انما وقع من بعض النساء لا من جميعهن فان تعين المنع فليكن لمن احدثت قاله الحافظ في فتح الباري (ج: ۱، ص: ۴۷۱) وقال فيه والاولى ان ينظر الى ما يخشى منه الفساد فيجتنب لاشارته ﷺ الى ذلك بمنع التطيب والزينة وكذلك التقييد بالليل“۔ انتہی

اس عبارت کا خلاصہ یہ کہ اس قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر مساجد میں عورتوں کی حاضری کا حکم متغیر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے جس شرط کے ساتھ معلق فرمایا وہ پائی نہیں گئی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اگر نبی کریم ﷺ دیکھتے تو منع فرمادیتے۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ نہ آپ نے دیکھا نہ منع فرمایا پس حکم نبوی اپنی حالت پر جاری رہا یہاں تک کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی منع کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ ان کے کلام سے منع کے لئے اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کو ضرور معلوم تھا کہ آئندہ عورتوں میں کیا کیا نئے امور پیدا ہوں گے مگر پھر بھی اللہ پاک نے اپنے رسول کریم ﷺ کی طرف عورتوں کو مساجد سے روکنے کے بارے میں وحی نازل نہیں فرمائی اور اگر عورتوں کی نئی نئی باتوں کی ایجاد پر ان کو مساجد سے روکنا لازم آتا تو مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات بازار وغیرہ سے بھی ان کو ضرور منع کیا جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ نئے نئے امور کا احداث بعض عورتوں سے وقوع میں آیا نہ سب ہی سے۔ پس اگر منع کرنا ہی متعین ہوتا تو صرف ان عورتوں کے لئے ہوتا تھا جو احداث کی مرتکب ہوتی ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ایسا فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان امور پر غور کیا جائے جن سے فساد کا ڈر ہو پس ان سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے خوشبو استعمال کر کے یا زیب و زینت کر کے نکلتا منع ہے، اسی طرح رات کی بھی قید لگائی گئی۔

مقصود یہ کہ حنفیہ کا قول عاکشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر عورتوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں ہے اور عورتیں قیود شری کے تحت مساجد میں جا کر نماز باجماعت میں شرکت کر سکتی ہیں۔ عید گاہ میں ان کی حاضری کے لئے خصوصی تاکید ہوئی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان کیا گیا ہے۔
خواتین بنی اسرائیل کی مخالفت کے بارے میں حضرت مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قلت منع النساء المساجد کان فی بنی اسرائیل ثم اباح الله لهن الخروج الى المساجد لامة محمد ﷺ ببعض القیود كما قال رسول الله ﷺ: اذا استاذنکم النساء باللیل الى المساجد فاذنوا لهن وقال: لاتمنعوا اماء الله مساجد الله..... الخ“ (حوالہ مذکور)

یعنی میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو بنی اسرائیل کے دور میں مساجد سے روک دیا گیا تھا پھر امت محمد ﷺ میں اسے بعض قیود کے ساتھ مباح کر دیا گیا جیسا کہ فرمان رسالت ہے کہ رات میں جب عورتیں تم سے مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگیں تو تم ان کو اجازت دے دو اور فرمایا کہ اللہ کی مساجد سے اللہ کی بندویں کو منع نہ کرو جیسا کہ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات بکثرت آئی ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ قارئین کرام کو ان بزرگوں کے مختصر حالات زندگی سے واقف کرادیا جائے تاکہ ان حضرات کی زندگی ہمارے لئے بھی مشعل راہ بن سکے یہاں بھی متعدد احادیث ان حضرات سے مروی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے والد گرامی کا نام ام فضل لباہ اور باپ کا نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھا۔ ہجرت سے صرف تین سال پیشتر اس احاطہ میں پیدا ہوئے جہاں نبی کریم ﷺ اپنے تمام خاندان والوں کے ساتھ محصور تھے۔ آپ کی والدہ گرامی بہت پیشتر ایمان لایچکی تھیں اور گو آپ کا اسلام لانا فتح مکہ کے بعد کا واقعہ بتایا جاتا ہے تاہم ایک مسلم ماں کی آغوش میں آپ اسلام سے پوری طرح مانوس ہو چکے تھے اور پیدا ہوتے ہی نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن آپ کے منہ میں پڑ چکا تھا۔ بچپن ہی سے نبی کریم ﷺ سے استفاضہ و صحبت کا موقع ملا اور اپنی خالدام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آتے اور نبی کریم ﷺ کی دعائیں لیتے رہے، اسی عمر میں کئی بار نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

ابھی تیرہ ہی سال کے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے رحلت فرمائی۔ عہد فاروقی میں سن شباب کو پہنچ کر اس عہد کی علمی صحبتوں میں شریک ہوئے اور اپنے جو ہر داعی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور برابر ہمت افزائی کرتے۔ پیچیدہ مسائل حل کراتے اور ذہانت کی داد دیتے۔ ۷ھ میں یہ عالم ہو گیا تھا کہ جب مہم مصر میں شاہ افریقہ جرجیس سے مکالمہ ہوا تو وہ آپ کی قابلیت علمی دیکھ کر تحیر رہ گیا تھا۔ ۲۵ھ میں آپ امیر الحج بنا کر مکہ معظمہ بھیجے گئے اور آپ کی عدم موجودگی ہی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔
علم و فضل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک وحید العصر اور یگانہ روزگار ہستی تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری آیات قرآنی کے شان نزول اور ناخ و منسوخ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شقیق تابعی کے بیان کے مطابق حج کے موقع پر سورہ نور کی تفسیر جو بیان کی وہ اتنی بہتر تھی اگر اسے فارس اور روم کے لوگ سن لیتے تو یقیناً اسلام لے آتے۔ (مستدرک حاکم)

قرآن کریم کے فہم میں بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے۔ تفسیر میں آپ ہمیشہ جامع اور قرین عقل مفہوم کو اختیار کیا کرتے تھے۔ سورہ کوثر میں لفظ کوثر کی مختلف تفسیریں کی گئیں مگر آپ نے اسے خیر کثیر کے مفہوم سے تعبیر کیا۔ قرآن کی آیت مبارکہ: ﴿لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرُحُونَ بِمَا آتَوْاكَ الْآيَةَ﴾ (آل عمران: ۱۸۸) یعنی ”جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“ یہ چیز فطرت انسانی کے خلاف ہے اور بہت کم لوگ اس جذبہ سے خالی نظر آتے ہیں۔ مسلمان اس پر پریشان تھے۔ آخر مروان نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ ہم میں سے کون ہے جو اس جذبہ سے خالی ہے۔ فرمایا ہم لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نیز بتایا یہ ان اہل کتاب کے متعلق ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے کسی امر کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے اصل بات کو جو

ان کی کتاب میں تھی، چھپا کر ایک فرضی جواب دے دیا اور اس پر خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر مسرور ہوئے۔ ہمارے نزدیک عام طور پر اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ خفیہ طور پر درپے آزار رہتے ہیں بظاہر ہمدرد بن کر جڑیں کاٹتے رہتے ہیں اور منہ پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی، فلاں احسان کیا اور اس پر شکر یہ کہ طالب ہوتے ہیں اور اپنی چال پر خوش ہوتے اور دل میں کہتے ہیں کہ خوب بے وقوف بنایا وہ لوگ عذاب الہی سے ہرگز نہیں بچ سکتے کہ یہ ایک فریب ہے۔

علم حدیث کے بھی اساطین سمجھے جاتے تھے۔ ۱۶۶۰ھ حدیث آپ سے مروی ہیں۔ عرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خرم علم کا انبار لگایا۔ فقہ و فرائض میں بھی یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ ابو بکر محمد بن موسیٰ (خلیفہ مامون الرشید کے پوتے) نے آپ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کئے تھے۔ علم فرائض اور حساب میں بھی ممتاز تھے۔ عربوں میں شاعری لازمہ شرافت سمجھی جاتی تھی بالخصوص قریش کی آتش بیانی تو مشہور تھی۔ آپ شعر گوئی کے ساتھ فصیح بھی تھے۔ تقریر اتنی شیریں ہوتی تھی کہ لوگوں کی زبان سے بے ساختہ مر حبا نکل جاتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ اس عہد کے جلیلہ علوم کے سنی اور فاضل اجل تھے۔ آپ کا مدرسہ یا حلقہ بہت وسیع اور بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ آتے اور اپنی دلچسپی اور مذاق کے مطابق مختلف علوم کی تحصیل کرتے۔ مکان کے سامنے اتنا اژدہا ہوتا کہ آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔ ابوصالح تابعی کا بیان ہے کہ آپ کی علمی مجلس وہ مجلس تھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہے، ہر فن کے طالب و مسائل باری باری آتے اور آپ سے تشفی بخش جواب پا کر واپس لوٹتے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک کتابی تعلیم کا رواج نہ ہوا تھا اور نہ کتابیں موجود تھیں، علم و فنون کا انحصار محض حافظہ پر تھا۔ اللہ نے اس عہد کی ضرورتوں کے مطابق لوگوں کے حافظے بھی اتنے قوی کر دیئے تھے کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایک شخص کو دس بیس بیس ہزار احادیث اور اشعار کا یاد کر لینا تو ایک عامۃ الورد واقعہ تھا، سات سات آٹھ آٹھ لاکھ احادیث کے حافظہ موجود تھے۔ جنہیں حافظہ کے ساتھ فہم ذہانت سے بھی حصہ ملا تھا۔ وہ مطلع انوار بن جاتے تھے۔ آج دو ہزار احادیث کے حافظے بھی بمشکل یہی کنہی نظر آتے ہیں اور ہمیں اس زمانے کے بزرگوں کے حافظہ کی داستانیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ سفر و حضر ہر حالت میں فیض رسائی کا سلسلہ جاری تھا اور طالبان علم کا جہم لگا رہتا تھا۔

نو مسلموں کی تعلیم و تلقین کے لئے آپ نے مخصوص ترجمان مقرر کر رکھے تھے تاکہ انہیں اپنے سوال میں زحمت نہ ہو اور ان وردم تک سے لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے، تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی اور ان میں کثرت ان بزرگوں کی تھی جو حافظہ کے ساتھ فہم و فراست اور ذہانت کے بھی حامل تھے۔ علمی مذاکروں کے دن مقرر تھے۔ کسی روز واقعات مغازی کا تذکرہ کرتے۔ کسی دن شعر و شاعری کا چرچہ ہوتا۔ کسی روز تفسیر قرآن پر روشنی ڈالتے۔ کسی روز فقہ کا درس دیتے۔ کسی روز ایام عرب کی داستان سناتے۔ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا، اس کی گردن بھی آپ کے کمال علم کے سامنے جھک جاتی۔

تمام جلیل القدر اور ذی مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کی کم سنی کے باوجود آپ کے فضل و علم کا اعتراف تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے ذہن رسائی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ حضرت طاؤس یربانی فرمایا کرتے تھے میں نے پانچوں صحابہ کو دیکھا۔ ان میں جب کسی مسئلہ پر اختلاف ہوا تو آخری فیصلہ آپ ہی کی رائے پر ہوا۔ حضرت قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد تابعی کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا۔ ایک بزرگ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ سنت کا عالم، صائب الرائے اور بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت ابی بن کعب بھی بہت بڑے تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی میں آپ کی ذہانت و طباطبائی دیکھ کر فرمایا تھا کہ ایک روز یہ شخص امت کا بزرگ درست عالم اور سنی فاضل ہوگا۔

تمام معاصرین آپ کی حد درجہ عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سوار ہونے لگے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پہلے تو آپ کی رکاب تھام لی اور پھر بڑھ کر ہاتھ چومے۔

نبی کریم ﷺ کی ذات کریم سے غیر معمولی شفقتی و گرویدگی حاصل تھی۔ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری کی کرب اور وفات کی حالت یاد ہوتی

بے قرار ہو جاتا۔ روتے اور بعض اوقات اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ بچپن ہی سے خدمت نبوی میں مسرت حاصل ہونے لگی اور خود نبی کریم ﷺ بھی آپ سے خدمت لے لیا کرتے تھے۔ احترام کی یہ حالت تھی کہ کم سنی کے باوجود نماز میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی تصور کرتے تھے اور بے حد ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ بھی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے دعادی تھی خداوند ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر عطا فرما۔ ایک مرتبہ اور آپ کے ادب سے خوش ہو کر آپ کے لئے فہم و فراست کی دعا عطا فرمائی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ جوان ہو کر سرآمد روزگار بن گئے اور مطلع اخلاق روشن ہو گیا۔ صحابہ کے آخر زمانہ میں منسلک عمیوں کے ذریعہ سے خیر و شر اور تقوا و قدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ آپ ناپید ہو چکے تھے مگر جب معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ عرض کی کیا کرو گے؟ فرمایا تاک کاٹ لوں گا اور گردن ہاتھ میں آگنی تو اسے توڑ دوں گا کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ ”تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے“۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے میں تک محدود نہ رہے گی بلکہ جس طرح انہوں نے اللہ کو شرکی تقدیر سے معطل کر دیا۔ اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اہم و دلکش ہے لیکن جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف سے برائی و محاسمت کا ظہور اس کی حقیقی عظمت اور خوبیوں کے اعتراف میں مانع نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا اور آپ کو بھی اپنی بیعت پر مجبور کرنے کی سعی کی، اس زور و شور کے ساتھ کہ جب آپ نے اس سے انکار کیا تو یہی نہیں کہ آپ کو زندہ آگ میں جلا ڈالنے کی دھمکی دی بلکہ آپ کے کاشانہ معلیٰ کے ارد گرد خشک لکڑیوں کے انبار بھی اسی مقصد سے لگوا دیے اور بمشکل آپ کی جانبری ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ انہی کی بدولت جو احرام چھوڑ کر آپ کو طائف نقل وطن کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتیوں تھیں اور آپ کو ان کے ہاتھ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ لیکن جب ابن ملیکہ نے آپ سے کہا ہے کہ لوگوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے اندر آخروہ کون سی خوبیاں اور مغاخر ہیں جن کی بنا پر انہیں ادعائے خلافت کی جرأت ہوئی ہے اور اتنے بڑے حوصلے سے کام لیا ہے فرمایا: تم نے کیا کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے زیادہ مغاخر کا حامل کون ہو سکتا ہے۔ باپ وہ ہیں جو حواری رسول کے معزز لقب سے ملقب تھے۔ ماں اسامہ ذات اللطاف تھیں۔ نانا وہ ہیں جن کا اسم گرامی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ”لقب“ رفیق حار ہے۔ ان کی خالہ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے والد محترم کی چھوٹی بھی ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا حرم محترم رسول اکرم ﷺ تھیں اور دادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود نبی کریم ﷺ کی چھوٹی بھی تھیں، یہ تو ہیں ان کے خاندانی مغاخر۔ ذاتی حیثیت سے بہت بلند اور بے حد ممتاز ہیں، قاری قرآن ہیں، بے مثل بہادر اور عدیم العظیم مدبر ہیں، وہابۃ العرب میں سے ہیں۔ بہت پاکباز ہیں۔ ان کی نمازیں پورے خشوع و خضوع کی نمازیں ہیں۔ پھر ان سے زیادہ خلافت کا مستحق کون ہو سکتا ہے، وہ کھڑے ہوئے ہیں اور بجاطور پر کھڑے ہوئے ہیں، ان کا بیعت لینا بجا ہے۔ اللہ کی قسم وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو یہ ایک عزیزانہ احسان ہوگا اور میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہوگی۔ ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ انتقال کے وقت آیات کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ (انجیل: ۱۸) کے مصداق ہوئے (رضی اللہ عنہ وار ضاہ)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یگانہ روزگار صاحبزادے اور اپنے عہد کے زبردست جید عالم تھے۔ باپ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ زمانہ بعثت کے دوسرے سال کتبہ منیٰ پر درود فرجواہ افروز ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر کے دروہام اسلام کی شعلوں سے منور تھے۔ باپ کے ساتھ غیر شعوری طور پر اسلام قبول کیا۔ چونکہ مکہ میں ظلم و ظغیان کی گرج برابر بڑھتی جا رہی تھی اس لئے اپنے خاندان والوں کے ساتھ آپ بھی ہجرت کر گئے۔ تیرہ برس ہی کی عمر تھی کہ غزوہ بدر میں شرکت کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کم سنی کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ اگلے سال غزوہ احد میں بھی اسی بنا پر شریک نہ کئے گئے۔ البتہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر غزوہ احزاب میں ضرور شریک ہوئے جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ۶ھ میں بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا۔ غزوہ خیبر میں بھی بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ اسی سفر میں حلال و حرام کے متعلق جو احکام دربار رسالت سے صادر ہوئے تھے آپ ان کے راوی ہیں۔ اس کے بعد فتح مکہ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے۔

غزوہ تبوک میں جا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر کی طرف سے گزرتے ہوئے جہاں قدیم عادیثہ کی آبادیوں کے کھنڈرات تھے، فرمایا کہ ”ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا سہاوا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے اور اگر گزر رہا ہے تو یہ کہو کہ خوف اللہ اور خشیت الہی سے روئے ہوئے گزراؤ۔“

جوش جہاد! عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں جو فتوحات ہوئیں اس میں آپ سپاہیانہ حیثیت سے برابر لڑتے رہے، جنگ نہادند میں بیمار ہوئے تو آپ نے از خود یہ کیا کہ ”پیاز کو“ دو ادا میں پکاتے تھے اور جب اس میں پیاز کا مزہ آجاتا تو اسے نکال کر دو پانی لیتے تھے۔ غالباً چھس کا مرض لاحق ہو گیا ہوگا۔ شام و مصر کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ حصے لیتے رہے لیکن انتظامی امور میں حصہ لینے کا موقع نہ ملا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے خاندان و قبیلہ کے افراد کو الگ رکھتے رہے۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں آپ کی قابلیت کے مد نظر آپ کو عہد قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جاہل، عالم بائیں الی الدنیا کہ یہ دونوں جہمی تیسرے وہ ہیں جو صحیح اجتہاد کرتے ہیں انہیں نہ عذاب ہے نہ ثواب اور صاف کہہ دیا مجھے کہیں کا عامل نہ بنائیے اس کے بعد امیر المؤمنین نے بھی اصرار نہ کیا البتہ اس عہد کے معرکہ ہائے جہاد میں ضرور شریک ہوتے رہے۔ تیونس، الجزائر، مراکش، خراسان اور بلخستان کے معرکوں میں لڑے۔ جس قدر مناصب اور عہدوں کی قبولیت سے گھبراتے تھے جہاد میں اسی قدر جوش و خروش اور شوق و دل بستی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

آخر عہد عثمانی میں جو فتنے رونما ہوئے آپ ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی خدمت میں خلافت کا اعزاز پیش کیا اور عدم قبولیت کے سلسلے میں قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے فتنوں کے نشو و ارتقا کے پیش نظر اس عظیم الشان اعزاز سے بھی انکار کر دیا اور کوئی اعتنا نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے اس شرط پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ وہ خانہ جنگیوں میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔ چنانچہ جنگ جمل و صفین میں شرکت نہ کی۔ تاہم متاسف تھے اور کہا کرتے کہ

”گو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا لیکن حق پر مقابلہ بھی افضل ہے۔“ (متدرک)

فیصلہ ثالثی سننے کے لئے دومۃ الجدل میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو شوق جہاد میں اس عہد کے تمام معرکوں میں نیز مہم قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ یزید کے ہاتھ پر فتنہ اختلاف امت سے دامن بچانے رکھنے کے لئے بلا تامل بیعت کر لی اور فرمایا یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ آج کل لوگ فتنوں سے بچنا تو درکنار اپنے مقاصد ذاتی کے لئے فتنے پیدا کرتے ہیں اور اللہ کے خوف سے جسم پر لڑہ طاری نہیں ہوتا۔ پھر یہ بیعت حقیقتاً نہ کسی خوف کی بنا پر تھی اور نہ کسی لالچ میں آئے تھے۔ طلحہ اور حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ امر حق کے مقابلہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔





محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.minhajusunat.com



DARUL ILM

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel.: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
fax :(+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in